تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین علیہ السلام

اردو

رجب ۱۳۴۹ھ

جلد اول

یہ وہ تاریخ ہے کہ جسمیں تمام حالات و واقعات اور مناقشات و مشاجرات از عہد ولادت تا ہنگام خلافت جناب امیر المومنین امام المتقین حضرت علی ابن ابیطالب علیہما الصلوۃ والسلام مندرج ہیں۔ اہلسنن کی کتب روضۃ الاحباب روضۃ الصفا۔ تاریخ ابو الفدا۔ تاریخ ابن اعثم کوفی۔ شرح ترجمہ نہج البلاغت۔ و شرح دیوان جناب امیر علیہ السلام سے اور حضرات شیعہ کی کتب بحار الانوار۔ حق الیقین۔ جلاء العیون۔ ارشاد جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ۔ احتجاج طبرسی کامل بہائی ناسخ التواریخ۔ اور مجالس المومنین سے مضامین اخذ کئے گئے ہیں۔

اطلاع ضروری } چونکہ یہ کتاب موافق عقائد مذہب شیعہ کے ہے۔ بنابراں خدمت میں حضرات اہلسنت والجماعت کے گزارش ہے کہ نہ تو اس کتاب کو خرید کریں اور نہ مطالعہ فرمائیں۔ محض برادران ایمانی حضرات شیعہ پیروانِ ائمہ طاہرین صلوۃ اللہ علیہم اجمعین کی واقفیت کیلئے چھاپی گئی ہے کسی مخالف سے یا موالف سے مکابرہ یا مجادلہ منظور نہیں۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس *

العبد

سید منیر حسن مالک مطبع یوسفی دھلی

مطبع یوسفی واقع دہلی سے رجب ۱۳۴۹ھ شائع ہوئی

قیمت جلد اول ... — قیمت جلد دوم ۱۲/ — علاوہ محصولڈاک وغیرہ

فہرست مضامین کتاب مستطاب التهذیب المتین (اردو) فی تاریخ امیرالمومنین جلد اول حصہ اول بقید صفحات

هٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق

لِلّٰہ الحمد کہ بفضلِ رب العالمین و بطفیل ائمۂ طاہرین بنا بر بصیرت اہل ایمان و یقین بہ نظر بحب و اقفیت ناظرین و سرور قلوب مومنین المسمیٰ

حصہ اول

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

سنہ ۱۳۴۹ ہجری

من تصنیفات عالم بے نظیر و فاضل تحریر جناب مولانا و مقتدانا مقبول بارگاہ رب من جناب مولوی سید مظہر حسن صاحب قبلہ سہارنپوری زاد مجدہ تعالیٰ

بمطبع یوسفی واقع دہلی باہتمام سید حسن مہدی طبع شد

طبع اول سنہ ۱۳۱۶ھ — کتبہ خاکسار محمد اکمل اعفی عنہ ہاپوڑی آرٹسٹ — تعداد طبع ۵۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد جناب باری عز اسمہ

اے خدائے جلیل بے ہمتا
تجھسی کس طرح ہو بھلا کوئی شے
ہم کریں وصف کیا بیاں تیرے
تونے پیدا کئے سیاہ و سفید
چاند سورج ثوابت و سیار
یوں تو مخلوق ہے تیری ہر چیز
کئے اسکے لئے مکان و مکین
تاکہ دکھائیں راہ صدق و یقین

نہیں معبود کوئی تیرے سوا
وحدہٗ لاشریک لہ تو ہے
کس پہ پوشیدہ ہیں نشاں تیرے
چاہے اکدم میں کردے پھر ناپید
بحر و بر و صحاری و کہسار
مگر انسان ہے کچھ اور ہی چیز
واسطے اس کے سب زمان و زمین
کھولیں شرع متین کے آئین

ہے عبادت کے صرف تو لائق
غیر تو ہر چہ ہست در عالم
کائنات ایک کن[۱] سے کی ظاہر
اپنی قدرت سے آشکار کیا
وحش و طیر آدم و جماد و نبات
اس کی خاطر تجھے بہت ہے عزیز
رہنمائی اسی کی تھی منظور
ان کی تعداد از حساب ہزار

سب ہیں مخلوق اور تو خالق
حادث است ورائے تست قدم
توہی اول ہے اور توہی آخر
آسمان و زمین و ما فیہما[۲]
جملہ ہستی تمام موجودات
اسکو بخشے ہیں تونے عقل و تمیز
بھیجے جو انبیاء اہل شعور
ہوئی تعیین صد و بست و چہار[۳]

نعت خواجہ کائنات و خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعد ان سب کے فخر جز و کل
اشرف الانبیا و ختم رسل
بہترین جہان و خیر انام
شافع مذنباں بروز قیام

[۱] حقتعالی فرماتا ہے اذا اراد اللہ شیئاً فیقول لہ کن فیکون یعنی جسوقت حقتعالی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسکو کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے ۱۲ [۲] ترجمہ جو کچھ اس کے درمیان ہے ۱۲ [۳] یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار ۱۲

مُرشدِ جنّ وانس معدنِ جُود
وہ شفیع گناہ گاراں ہیں

صدرِ عالم محمّدِ محمود
اور اُمیدِ امیدواراں ہیں

دین ان کا ہے ناسخ ادیان
یا الٰہی تو بھیج ان پہ مدام

انکو آیا ہے عرش سے قرآن
ہے لاکھوں درود اور سلام

منقبت شیر خدا و سردار اولیا علیؑ مرتضیٰ صلوات اللہ علیہ

بعدان کے علیؑ ولیؔ خدا
مصطفیٰؐ کے وزیر اور داماد
سیّد اولیا شہ کونین
علم جو حق سے مصطفیٰ کو ملے
صاحبِ ذوالفقار حیدرؑ ہیں
یہ سعادت کہاں کسیکو ملی
رتبہ کیا شیر حق نے پایا ہے
اس میں آیا ہے آپ کا مذکور

نفسِ پیغمبر و امام ھدیٰ
جبرئیل امین کے اُستاد
سرورِ اتقیا ابو الحسنینؑ
وہ تمام ان سے مرتضیٰ کو ملے
شاہِ دُلدل سوار حیدرؑ ہیں
تیغ حق سے نبی سے دختر لی
برتر از عرش ان کا پایا ہے
اور یہ منسوب ہے بنام حضور

ہے امامت پہ آپ کی والله
حامی شرع و دین وصی رسول
حادی فخر لحمک لحمی[2]
انکو ہے اختیار جنت و نار
غزوے یکسر کئے انہوں نے سر
کافروں کے وغا میں منہ موڑے
اے شہ ذوالعلا و مجد و کرم
نذر کرتا ہے آپ کی مظہر

آیۂ انما[1] صریح گواہ
ماحیٔ کفر و شرک ندوج بتولؑ
بابِ[3] عالی شہر علم نبیؐ
گھر کے خالق کے ہیں علیؑ مختار
اُحُد و بدر و خندق و خیبر
دوش احمد پہ چڑھ کے بت توڑے
یہ رسالہ جو ہوگیا ہے رقم
ہووے مقبول ہدیۂ احقر

مدح اشرف النساء جناب فاطمہ زہرا و باقی آئمہ ہدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم

زوجۂ بادشاہ خیبر گیر
سیدہ ہیں نساء عالمؑ کی
وہ حسنؑ اور حسینؑ دو سرور
شب[4] چراغانِ پنجتن لے کر
حقتعالیٰ کے سب یہ پیارے ہیں
تیرے الطاف کی نہیں پایاں

فاطمہؑ دخترِ بشیر و نذیر
فخر ہیں آسیہ و مریم کی
دل و جانِ محمدؐ و حیدرؑ
اور باقی کے نو تن لے کر
ہادی و رہنما ہمارے ہیں
اسقدر ہوئے اور اک احساں

ان کی کیا مدح ہو سکے تحریر
نورِ عینین سید الثقلین
ہے سعادت کا خاتمہ ان پر
ہوئے احمدؐ سے تا بمہدیؑ دیں
اے خدا کیا ادا ہوں شکر تیرے
حشر بھی ان کے ساتھ ہو اپنا

یہاں کافی ہے آیۂ تطہیر
پاک و معصومہ مادر حسنین
ہے شہادت کا خاتمہ ان پر
پادشاہی دیں کے چودہ[14] نگیں
پیشوا تو نے ہمکو ایسے دیئے
انکا دامن ہو ہاتھ ہوا پنا

[1] یعنی آیۂ انما ولیکم الله ورسوله والذین امنوا الخ ۱۲ [2] رسول خدا نے فرمایا یا علی لحمک لحمی ودمک دمی۔ اے علی تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا خون میرا خون ہے ۱۲۔ [3] اشارہ ہے طرف حدیث انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابہا یعنی فرمایا رسول خدا نے میں شہر علم و حکمت ہوں اور علی اسکا دروازہ ۱۲ منہ [4] سب چراغ گو ہر درخشاں ہے کہ رات کے وقت مثل چراغ کے روشن ہوتا ہے ۱۲ منہ

امّا بعد یہ پہلی جلد ہے کتاب مستطاب **التہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنینؑ** کی جسمیں فقیر حقیر اجوج عباد اللہ الغنی مظفر حسن بن سید صادق حسن المولوی الاثنا عشری نے سوانح عمری و واقعات تاریخی جناب امام الائمہ و یعسوب الامہ مولی الکل فی الکل ہادی الورلے الی خیر السُبُل افضل الاوصیاء المرضیین واکمل الاصفیاء المنتجبین ابو الائمۃ الطیبین الطاہرین مولانا و ولانا علی امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ و علیہم اجمعین کو اردو زبان میں ضبط کیا۔ آخری جلد اس کی کہ اس میں حالات خلافت ظاہری جناب مستطاب مرتضوی بنائے بیعت حقہ سے لیکر واقعہ ہائلہ شہادت تک جملہ محاربات و منازعات اس عہد کے مفصل و مسلسل مندرج ہیں اس سے پہلے فرط رغبت شائقین سے لکھی تھی اور بتوجہ معظمی جناب منشی سید علی حسین صاحب (حال مرحوم) مالک مطبع یوسفی دہلی باسلوب خوب چھپکر شائع ہوگئی تھی۔ تو اس احقر نے جلد اول کو ولادت کثیر السعادت سے لکھنا شروع کیا چونکہ اسکا حجم ذرا بڑھ چلا تھا اس لئے اسکے دو حصے کردیئے۔ پہلے حصہ میں ابتدائے ولادت آنحضرتؐ سے وفات سرور کائنات تک کے حالات یعنی کیفیت خلقت نورانی و جسمانی و وقائع طفلی و جوانی حضرت علیؑ عمرانی اور آپ کے جنگ و جہاد کے معرکے کہ عہد کرامت مہد حضرت رسالت پناہ میں بارشاد و اشارہ اس جناب کے واقع ہوئے۔ اور حکایت شادی شیر خدا یا جناب بتول عذرا سیدۃ النساء فاطمہ زہرا مع پارہ از نصوص خلافت و تقیید و تاکیدات رسولؐ خدا اس خصوص میں درج ہوئے۔ اور دوسرے حصہ میں کسقدر رنج و مصیبت و کوفت و کلفت کہ اس امت کے ہاتھ سے اہلبیت عصمت و طہارت کو پہنچیں و جملہ قصص و حکایات متعلقہ غصب حقوق خاندان رسالت و دیگر کوائف زمان خلافت خلفاء ثلثہ مع بعض احتجاج و مناظرات کے کہ حضرت امیر کبیر نے بنظر اتمام حجت ان صاحبوں کے ساتھ کئے تا واقعہ نادرہ قتل عثمان بن عفان لکھے گئے۔ غرض یہ جلد اول جس کا جلد آخر مطبوع میں وعدہ تھا عنایت الٰہی سے تمام ہوئی ہرچند اس کے جمع و ترتیب و تدوین و تہذیب میں حتی المقدور کوشش کی گئی الا اپنے عجز و قصور کا اعتراف بہرکیف لازم ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت امام انام کی تاریخ جیسی کہ چاہیئے لکھنا کوئی سہل و آسان کام نہیں اس کے لئے لکھنے والے کی قابلیت اور سامان کثیر درکار ہے۔ سو سامان کی یہ کیفیت ہے کہ کتب شیعہ اس زمانے میں بھی جبکہ چھاپے کی بدولت ہر قسم کی کتابوں کی ریزروانی ہے۔ ویسی ہی کمیاب ہیں جیسے کہ پہلے تھیں اول تو اس کام کی کتابیں چھپی ہی کم ہیں اور جو ایران وغیرہ میں چھپی ہیں تو اس قدر گراں ملتی ہیں کہ انکی قیمت ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کے برابر ہی پڑتی ہے۔ پس دولتمند ہی ان کو خرید سکتے ہیں۔ قطع نظر اس کے بوجہ کثرت معاندین و منکرین ہر زمانہ میں علماء شیعہ کی توجہ زیادہ تر نشر فضائل و مناقب حضرت مظہر العجائب و الغرائب کی طرف مصروف رہی ہے اور نیز آپکے معجزات و خرق عادات کو لکھا اور شائع کیا کہتے ہیں بعض نے کلام بلاغت نظام خطب و اشعار وغیرہ مواعظ و حکم کو جمع کیا ہے لیکن سلسلہ وار تاریخی حالات آنحضرتؑ کے بہت کم مدون ہوئے اسلئے یہ امور خاصکر ابتدائی حالات مجکو مختلف مقامات سے تلاش کرکے جمع کرنے اور ترتیب دینے پڑے۔ بنا بریں اگر میری ناقابلیت کی وجہ سے اس میں کوئی نقص و قصور رہ گیا ہو تو معذور رہوں۔ دیگر گزارش یہ ہے کہ اصل موضوع اس مجموع کا جیسا کہ ظاہر ہے۔ حضرت امیرؑ کے واقعات و حالات کا ضبط کرنا ہے۔ کسی کے ساتھ بحث و مناظرہ و جنگ و جدل اصلاً یہاں مقصود نہیں الا چونکہ یہ واقعات آنحضرت کے ہیں جن کے بارے میں سنی و شیعہ کا اختلاف اس درجہ کو پہنچا کہ خود سنی و شیعہ دو جدا فرقے اسی سبب سے ہوئے۔ یعنی شیعہ بموجب

آیات واحادیث متفقہ فریقین آپ کو حضرت خیرالانام کے بعد جملہ انبیا واوصیاء سے اعلیٰ وافضل جانتے ہیں اور امام برحق وخلیفہ بے فصل منصوص من اللہ نصب کردۂ خدا ورسول سمجھتے ہیں بخلاف اہل سنت کے کہ خلافت رسول کا گھری گھر میں بروئے پنچایت فیصلہ کرکے اول حضرت ابوبکر پھر عمر پھر عثمان چوتھے درجہ پر آنحضرت کو رکھتے ہیں اور اکثر علماء شدت تعصب سے ترتیب خلافت حسب ترتیب لیاقت تجویز کرکے خلفاء ثلثہ کو فضل وشرف میں بھی اس جناب پر ترجیح دیتے ہیں پس اس صورت میں ممکن نہ تھا کہ آپ کی سوانح عمری ایسی سرسری طور سے لکھی جائے کہ خاص خاص مقامات میں بھی جہاں آپ کی بزرگی دوست دشمن پر مثل روز روشن کے ثابت و مبرہن ہے فریق ثانی کے اقوال کا حوالہ نہ دیا جائے یس یہی ایک سبب ہے کہ جس نے اس کتاب میں بھی گونہ رنگ مناظرہ پیدا کردیا ہے "تاہم مؤلف نے بنائے کلام کو سنی بھائیوں کی طرح درشتی وسخت گوئی پر نہیں رکھا جہاں کہیں ان سے خطاب کیا ہے بنرمی وملائمت کیا ہے چنانچہ جابجا انکو بلفظ حضرات اہلسنت وجماعت اور انکے ممدوحین کو جناب وحضرت سے تعبیر کیا ہے۔ انکی طرح نہیں کہ شیعوں کو رافضی بدعتی اور کیا کیا کہا کرتے ہیں۔ وَهَا اَنَا اَشْرَعُ فِی الْمَقْصُوْدِ مُتَوَكِّلًا عَلَی اللّٰهِ الْوَدُوْدِ **ابتدائی خلقت نورانی امیرالمومنین علیہ السلام** سنی شیعہ نے بطرق متعددہ روایت کی ہے کہ وہ نور جس سے حضرت رسول خدا وعلی مرتضیٰ ظہور میں آئے ہزارہا سال پیشتر خلق آدم علیہ السلام سے پیدا ہوکر مصروف عبادت پروردگار تھا جس وقت حق تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو آنحضرت کی پشت مبارک میں جگہ دی بعدازاں وہ پشت ہائے پاکیزہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا رہا تا اینکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچکر اسکے دو حصے ہوگئے ایک پشت عبداللہ میں گیا اور اس سے سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ ظہور میں آئے دوسرا پشت ابوطالب میں درآیا اور اس سے مولائے مومنین ویعسوب المسلمین پیدا ہوئے۔ ابوعبداللہ **احمد بن حنبل** امام اہل سنت نے کتاب مسند اور کتاب فضائل میں اور ابن شیرویہ نے فردوس الاخبار میں اور میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربےٰ میں روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ الف عام فلما خلق اللہ آدم رکب فی صلبہ فلم یزل فی شیء واحد حتی افترقا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ۔ یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے چار ہزار سال پیشتر اس کے کہ حق تعالیٰ آدم کو پیدا کرے۔ پس جب جل شانہٗ نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو پشت آدمؑ میں ترکیب دیا پس وہ نور برابر ایک جگہ ساتھ رہا تا اینکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچکر علیحدہ علیحدہ ہوگیا۔ پس میرے لئے نبوت ہوئی اور علیؑ کے لئے خلافت اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہی ایک حدیث جسکو ایسے ایسے علماء معتبر نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے فضائل ومناقب امیرالمومنین میں کافی ہے اس سے افضلیت اس جناب کی سوائے حضرت خاتم المرسلین کے جملہ سابقین ولاحقین بلکہ تمام انبیاء ومرسلین پر ظاہر وہویدا ہے اور کمال درجہ کی یگانگت ونزدیکی آپ کی حضرت رسول خدا کے ساتھ ظاہر وعیاں ہو کہ بالتحقیق برادر ووصی ونفس رسول خدا آپ ہی تھے۔ اور اسی روایت کو اخطب خطبائے خوارزم موفق بن احمد مکی نے کہ علماء مشہور اہل سنت سے ہے۔ مناقب میں اور ابن مغازلی شافعی نے اور نیز سید علی ہمدانی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اس طرح بھی روایت کیا ہے۔ کنت انا وعلی نورا بین یدی اللہ تعالیٰ یسبح اللہ ویقدسہ قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم رکب ذلک النور فی صلبہ فلم یزل فی شیء واحد الخ۔ اس سے اور بھی قدامت اس نور کی ظاہر ہوتی ہے کہ بجائے چار ہزار سال قبل آدم چودہ ہزار سال اس میں درج ہیں اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

اس عرصہ میں وہ نور بیکار نہ تھا بلکہ تسبیح و تقدیس پروردگار میں مشغول رہتا تھا۔ حیرت ہے کہ یہ حضرات سب کچھ اپنی کتابوں میں لکھتے اور رسول خدا سے نقل و روایت کرتے ہیں پھر موقعہ خلافت پر ابوبکر و عمر کو آنحضرت پر ترجیح و تفضیل دیتے ہیں اور اس ترتیب میں آپ کو چوتھے درجہ پر رکھتے ہیں۔ اور اتنا نہیں سوچتے کہ جب رسول اللہ نے خود فرما دیا کہ میرے لئے نبوت ہوئی اور علی کے لئے خلافت تو پھر دوسرے کی گنجائش کہاں رہی اور خلفاء ثلثہ کس طرح اس میں داخل ہو سکتے ہیں اور جبکہ یہ نور پاک چار ہزار یا چودہ ہزار سال قبل از آدم اور بعد ان کے بھی پشت عبدالمطلب تک ایک ہی جگہ بلکہ کل ایک ہی شے رہا تو اس سے بڑھ کر اور کیا اتحاد و یگانگت ہوگی، چنانچہ انہیں وجوہ سے آپ بنص قرآن نفس رسول قرار پائے۔ پس باوجود ایسی ذات مقدس کے شیخین و غیر ہما کو کہ سالہا سال کفر و بت پرستی میں رہے خلیفۂ رسول جاننا کونسی عقل و دانائی کی بات ہے چہ جائیکہ آنحضرت کی افضیلت کا خیال خام پکایا جائے اندریںصورت واقعی یہ لوگ نور خدا کو بجھانا چاہتے ہیں یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ مگر ایسا کب ہو سکتا ہے یَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ حق تعالیٰ اپنے نور کو تمام اور کامل کئے بغیر نہیں رہ سکتا وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ گو اس سے کفار کراہت کریں اور علامت اس کی کہ حقتعالیٰ نے اپنے اس نور کو تمام و کامل کر دیا ایک یہی ہے کہ یہ حضرات جو افضلیت خلفاء ثلثہ کے دلدادہ ہیں خود ایسے اعلیٰ فضائل آنحضرت کے اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔ **بحار الانوار** میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ایک روز حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں امیرالمومنین تشریف لائے۔ جب نظر مبارک رسولؐ خدا کی ان حضرت پر پڑی تو تبسم فرمایا اور کہا مرحبا ہو اس شخص پر کہ حق تعالیٰ نے چالیس ہزار سال قبل از آدم اسکو پیدا کیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آیا ممکن ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے پہلے مخلوق ہو فرمایا ہاں حقتعالیٰ نے میرے اور علی کے نور کو اتنے عرصہ آدم سے پہلے پیدا کیا پھر تمام اشیا کو اس سے خلق فرمایا۔ و بروایت دیگر فرمایا حق تعالیٰ نے دو ہزار سال قبل از آدم ہمارے نور کو پیدا کیا۔ پھر پشت آدم میں اسکو جگہ دی چنانچہ آدم بہشت میں ساکن تھے تو ہم ان کی پشت میں تھے اور جب نوح کشتی میں سوار ہوئے تو ہم انکی پشت میں تھے اور جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو ہم انکی پشت میں تھے۔ اور ہمارے ہی سبب سے آگ نے انکو ضرر نہ پہنچایا پس وہ سبحانہٗ تعالیٰ ہمکو اصلاب[1] طاہرہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔ تا اینکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچے۔ اس وقت اس نور کے دو حصے کئے۔ مجھکو پشت عبداللہ میں اور علی کو پشت ابوطالب میں منتقل فرمایا۔ پس ہمارے نور کو تمام اشیاء سے سابق و مقدم پیدا کیا۔ اور سب کو اس نور سے نورانی فرمایا۔ بروایت اول پس ہمکو جانب راست عرش کے جگہ دی اور ہمارے بعد ملائکہ کو پیدا کیا ہم تسبیح و تقدیس و تکبیر حق سبحانہ تعالےٰ کرتے تھے اور ملائکہ تسبیح و تقدیس و تکبیر کو ہم سے سیکھتے تھے۔ پس جس شے نے تسبیح و تقدیس و تکبیر خدا کی سیکھی میری اور علیؑ کی تعلیم سے سیکھی یعنی ہم ان کے معلم و استاد ہیں۔ اس مقام پر بعض ظرفا علما نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ جب علی و ابوبکر دو نو معلم تھے تو کس لئے تم علیؑ کو ابوبکر سے افضل جانتے ہو تو ہم کہیں گے کہ واقعی معلم دونوں تھے مگر صرف فرق اتنا ہے کہ ابوبکرؓ کا مکتب ایک بازار کی دکان میں تھا اور شاگرد دس پندرہ مشرکوں کے لڑکے تھے۔ علیؑ کا مکتب بالائے آسمان اور شاگرد ملائکہ کرام و حاملان عرش رحمان تھے ؎ پیر مکتب خانۂ ابداع یعنی جبرئیل ٭ با ہمہ ذہن و ذکا طفل دبستان شما است ٭ اور امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو

---

[1] اصلاب جمع صلب معنی پشت و ارحام جمع رحم بچہ دان زناں ۱۲۔

چودہ ہزار سال قبل از خلق آدم پیدا کیا پس انکو ایک نور گردانا کہ منتقل کرتا تھا اس نور کو پشت ہائے مردان برگزیدہ سے بطرف رحمہائے زنان پاکیزہ کے بعد ازاں اس نور مقدس کے دو ٹکڑے کئے ایک کو پشت عبداللہ بن عبدالمطلب میں قرار دیا اور اس سے محمدؐ سید و سردار پیغمبراں و خاتم مرسلاں بہم پہنچے اور پیغمبری ان پر قرار پائی اور دوسرے ٹکڑے کو پشت عبد مناف یعنی ابو طالب بن عبدالمطلب میں داخل کیا اس سے علیؑ پیدا ہوئے کہ امیر مومنان و بہترین اوصیاء پیغمبران ہیں۔ پس حضرت رسول نے انکو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین بنایا۔ اور شوہر اپنی دختر کا قرار دیا اور ادا کرنیوالا اپنے قرضوں کا اور وفا کرنیوالا اپنے عہدوں کا اور یاری کرنے والا اپنے دین کا اور برطرف کرنے والا اپنے غموں کا۔ اور نیز فرمایا حضرت رسولؐ خدا نے کہ جب میں پیدا ہوا تو ملائکہ نے آواز تسبیح و تقدیس حق سبحانہٗ تعالےٰ بلند کر کے عرض کی اے پروردگار ہمارے اور اے سید و آقا ہمارے کیا وجہ ہے کہ ہم اب تیرے ولی اور تیرے نبی کے بھائی اور وصی و خلیفہ کو اس کے ساتھ نہیں پاتے حالانکہ یہ دونوں ہمیشہ سے ساتھ ساتھ تھے۔ ارشاد جناب باری ہوا کہ میں علیؑ کا حال تم سے زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اس پر شفیق و مہربان ہوں میں نے اس کے نور کو پشت ابو طالب میں ودیعت رکھا ہے اور بطریق عامہؔ اہل سنت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک قطرۂ آب کو تین ہزار سال قبل از آدم پیدا کیا اور اسکو مروارید سبز میں رکھا تا اینکہ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پس اس پانی کو پشت آدم میں جاری و رواں فرمایا۔ وہاں سے پشت شیثؑ میں منتقل فرمایا۔ پس اسی طرح پشت ہائے انبیاء و اوصیاء میں منتقل ہوتا رہا تا اینکہ پشت عبدالمطلب میں پہنچکر اس کے دو حصے ہو گئے ایک پشت عبداللہ میں دوسرا پشت ابو طالب میں نقل ہوا۔ پس نصف سے میں پیدا ہوا اور نصف سے علیؑ یہی وجہ ہے کہ علیؑ میرا بھائی ہے دنیا و آخرت میں۔ پھر تلاوت فرمایا اس آیہ شریف کو وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا۔ یعنی وہ وہ خدا ہے جس نے آدم کو پانی سے پیدا کیا اور گردانا اس کو صاحب نسب و داماد اور تیرا پروردگار تمام امور پر قادر و توانا ہے۔ اور نیز فرمایا آنحضرت نے کہ یہی سبب ہے کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے اسکا گوشت میرے گوشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ہے جو کوئی مجھکو دوست رکھتا ہے میری دوستی سے علیؑ کو دوست رکھتا ہے اور جو مجکو دشمن رکھتا ہے میری دشمنی کی وجہ سے علیؑ کو دشمن رکھتا ہے **مؤلف** کہتا ہے۔ مدت خلقت نور مطہر نبی و علی قبل از آدمؑ احادیث میں باختلاف مذکور ہوئی ہے ہو سکتا ہے کہ مقصود اس سے اظہار کثرت زمانہ و قدامت اس نور مقدس کی ہو چنانچہ زبان عرب میں عدد سبع (سات) و سبعین (ستر) مطلق کثرت کے مقام میں مستعمل ہوتے ہیں۔ ایسا ہی یہاں چار چودہ چالیس ہزار وغیرہ سے ممکن ہے کہ مراد کثرت و زیادتی اس مدت کی ہو اور دیگر احتمالات بھی علماء نے اس اختلاف کے ذکر کئے ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

شیخ صدوق محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے مطابق روایت میر سید علی ہمدانی صاحب کتاب مودۃ القربیٰ کی روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ حق تعالیٰ نے آدمیوں (بروایت مودۃ القربیٰ نبیوں) کو مختلف شجروں سے پیدا کیا اور مجھکو اور تجھکو ایک شجر سے پیدا کیا پس میں اصل اور بیج اس درخت کا ہوں اور تو فرع اس کی اور حسنؑ و حسینؑ اور دیگر ائمہ اولاد حسینؑ سے شاخیں اور شعبے ہیں اس درخت کے پس جو کوئی چنگل مارے اور متمسک ہو ایک شاخ سے اس درخت کی حق تعالیٰ اس کو داخل بہشت کرتا ہے۔ سید علی ہمدانی کو لفظ میر اور سید سے کوئی صاحب شیعہ نہ سمجھیں وہ سنی بزرگان اہل سنت و مقتدایان صوفیہ سے ہیں۔ مولوی رشید الدین خان دہلوی اپنی کتاب ایضاح میں انکو عظماء اہل سنت سے

جنہوں نے مناقب اہلبیت اطہار میں کتابیں لکھیں گنتے ہیں اور انکی کتاب مودۃ القربیٰ پر فخر و ناز کرتے ہیں اور ملا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں ان کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے اور انکو جامع علوم ظاہری و باطنی کہا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حسب الحکم اپنے پیر و مرشد شیخ شرف الدین محمود کے ربع مسکون عالم کی سیر فرمائی اور چودہ سو اولیا کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اور چار سو ولی سے صرف ایک مجلس میں ملے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اَجدادِ طاہرین امیرالمومنین علیہ السّلام اجداد امیرالمومنین حضرت عبدالمطلب سے لیکر آدم صفی اللہ تک بعینہ وہی اجداد حضرت سیدالمرسلین صلوات اللہ علیہ ہیں اور حالات انحضرات کے بضمن حال اس جناب کے کتب تاریخ و حدیث میں مثل کشف الغمہ و حیات القلوب وغیرہ کے تفصیلوار مذکور ہیں اور یہ بات کہ یہ حضرات حاملان نور مقدس تھے۔ سب کے سب مومن مسلمان تھے اور جدّات (وادیاں) آنحضرتؐ کی بھی کم از کم اسوقت میں کہ یہ نور مطہر ان کے شکموں میں ہوتا تھا ضرور کفر و شرک سے پاک حلیہ ایمان و دین و صدق و یقین سے آراستہ ہوتی تھیں۔ یہ بات کتب کلامیہ امامیہ میں بدلیل و برہان ثابت کی گئی ہے اور یہ امر عقائد حقہ فرقہ اثنا عشریہ میں داخل ہے۔ اہل سنت جو اسکو نہیں مانتے اور اکثر کو انہیں سے کافر بتلاتے ہیں وہ جانیں انکو اختیار ہے ہم سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ حدیث نور کے بھی قائل ہوں اور پھر ان بزرگوں کو مشرک بت پرست کہیں جس نور نے ہزارہا سال پیش عرش ذوالجلال عبادت خدائے متعال کی ہو وہ دنیا میں کافر یا کافرہ کی پشت و رحم نجس میں ایکدم کو بھی قرار لے یہ بات ہمارے قیاس سے باہر ہے سنیوں کو اجداد پیغمبر سے ایسی ہی عداوت مدنظر ہے تو چاہیئے کہ پہلے ایسی حدیثوں کو اپنی کتابوں سے نکال دیں **بالجملہ** یہاں زیادہ تر ان امور سے تعرض نہ کرکے فہرست اسمائے گرامی ان حضرات کی لکھی جاتی ہے۔ وَہُوَ علی بن ابیطالب بن عبدالمطلب (اصلی نام ان کا شیبہؓ یا شیبۃ الحمد ہے۔ چونکہ مطلب بن ہاشم عم محترم نے ان کی ننھیال سے لاکر اپنی زیر نظر انکو تربیت کیا تھا اس لئے عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور ایسا محاورات عرب میں شائع ہی) بن ہاشم (اصلی نام انکا عمرو ہے ہاشم کے معنی توڑنے اور ریزہ ریزہ کر نیوالے کے ہیں چونکہ وہ بھی روٹی کو توڑ کر شوربے میں بھگوتے اور خلائق کو کھلاتے تھے لہٰذا اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے) بن عبد منافؓ بن قُصیّٰ (بضم قاف و فتح صاد و تشدید یا) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لُوئے (بضم لام و فتح واو و تشدید یا) بن غالب بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس (نزد بعض ایاس) بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن اُد بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان بن النبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیم خلیلؑ بن تارخ بن ناخور بن سروع بن ارغو بن فالغ بن عابر (برواتیے یہ نام ہود علیہ السلام کا ہے) بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن ملک بن متوسلخ بن اخنوخ (برواتیے یہ نام ادریس علیہ السلام کا ہے) بن الیارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام ؂

لہ شیبہ بمعنی بڑھاپا چونکہ بوقت ولادت آپ کے سر میں سفید بال تھے لہذا اس نام سے موسوم ہوئے ۱۲ منہ ؂ لفظ مناف کا مادہ نوف ہے جسکے معنے بتصریح اہل لغت شرف و بلندی کے ہیں پس عبد مناف کے معنی عبدالعالی ہوئے۔ وہ جو اہل سنت کہتے ہیں کہ مناف ایک بت کا نام تھا اور مراد اس سے اضافت اس بت کی طرف ہے اور اس سے کفر آبا و اجداد حضرت رسالت پر دلیل لاتے ہیں بالفرض مناف نام بت کا ہو تب بھی جائز ہے کہ یہ لفظ مشترک ہو درمیان نام باری تعالیٰ اور نام اس بت کے اور مقصود یہاں اول ہو نہ ثانی اور سلمنا کہ مراد یہاں بھی بت ہی ہو سکتا ہے کہ یہ نام اسکی ماں و دیگر رشتہ داروں نے رکھا ہو نہ کہ باپ کا پس استدلال تمام ہوگا اور واضح رہے کہ یہ آخری وجہ محض احتمالی ہی نہیں بلکہ صاحب عمدۃ الطالب نے کہ علماء اہل سنت سے ہے علی بالنقل عنہ یہ اسکی تصریح کی ہے اور کہا ہے انما سمیہ عبد مناف امہ کہ عبد مناف کا یہ نام صرف انکی ماں نے رکھا تھا اور یہی وجہ تسمیہ ابوطالب میں ہے بنا بر اس قول کے جو انکا نام ہی عبد مناف بتلاتے ہیں جاری ہو سکتی ہیں اور بعض علمائے افادہ کیا ہے کہ اعتقاد ایک امر قلبی متعلق بہ نیت و دل ہے صرف نام رکھ لینے یا کفر و ایمان کے کلمات زبان سے کہدینے سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا پس اجداد پیغمبر جو اپنے اولاد کے ایسے نام رکھ دیتے تھے ابنائے زمان کی موافقت سے کہ بت پرست تھے ایسا کرتے تھے تاکہ کفار اضرار کی ضرر سے کہ ہمیشہ درپے قلع و قمع نور محمدی کے رہتے تھے امین رہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ عبد مناف کو بسبب اضافت طرف مناف کے کافر کہتے ہیں اور عبداللہ پدر رسول اللہ علیہ و آلہ کو باضافت طرف اللہ کے مسلمان نہیں کہتے ۱۲ منہ عفی عنہ

پارۂ از حال خیر مآل والدین شریفین آنحضرت صلوات اللہ علیہ پدر عالیقدر امیر المومنین علیہ السلام جیسا کہ پیشتر کہا گیا حضرت ابو طالب بن عبد المطلب ہیں کہ نام نامی انکا بقول بعض عمران ہے اور آل عمران کو آیات قرآن میں اس پر حمل کیا ہے اور بعضے عبد مناف ہمنام ان کے جد بزرگوار کے بتلاتے ہیں بہرحال ابو طالب کنیت ہے کہ بلحاظ طالب اپنے سب سے بڑے بیٹے کی کرتے تھے مگر یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی کہ آخر کو نام پر غالب آگئی۔ ابو طالب سردار عرب رئیس مکہ بہت بڑے حامی رسول اللہ کے تھے اور رشتہ میں آنحضرتؐ کے حقیقی چچا ہوتے تھے بخلاف باقی چچوں عباسؓ و حمزہؓ وغیرہ کے کہ یہ حقیقی نہ تھے۔ نیز ابو طالب مومن مسلمان کامل الایمان تھے کبھی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا اور اوصیاء ابراہیم علیہ السلام سے تھے۔

اہلبیت رسالت نے کہ ثانی قرآن واحد ثقلان ہیں اس پر اجماع کیا ہے۔ اور علماء امامیہ ہر زمانے اور ہر طبقہ میں اسپر متفق چلے آئے ہیں چنانچہ انہوں نے علیحدہ کتابیں اس مقدمے میں لکھکر مخالفوں پر حجت تمام کی ہے۔ البتہ کثرت کفار سے مجبوراً اخفائے اسلام کرتے تھے تاکہ حفظ و حمایت رسولؐ خدا بوجہ احسن کر سکیں حدیثؐ میں وارد ہے کہ مثال ابو طالب کی مثل اصحاب کہف کے ہے کہ اَسَرُّوا الْاِیْمَانَ وَاَظْهَرُوا الشِّرْکَ فَاٰتَاهُمُ اللّٰهُ اَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ۔ یعنی انہوں نے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک کا اظہار کیا بس حق تعالیٰ نے ان کو دو چند اجر و ثواب مرحمت فرمایا۔ پس ایسا ہی ابو طالب کو بوجہ اخفاء اسلام مبنی بر مصلحت کے دونا ثواب عنایت ہوا۔ **روایت** ہے کہ حضرت رسولؐ خدا بعد وفات اپنے والدین کے اپنے جد بزرگوار حضرت عبد المطلب کے دامن تربیت میں پرورش پاتے تھے جب وقت وفات عبد المطلب کا نزدیک پہنچا تو انہوں نے آنحضرتؐ کو اپنے سینے سے لگایا اور گریاں ہوئے۔ سن مبارک رسالت پناہؐ کا اس وقت آٹھ سال کا تھا اور عمر عبد المطلب کی سو برس سے بھی گزر گئی تھی۔ پس اپنے فرزند ارجمند ابو طالب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ای ابو طالب حفاظت کر اس دُرِ یگانہ کی جس نے بوئے لطف پدر نہیں سونگھی اور آغوش شفقت مادر سے جدا رہا چاہئے کہ تو اس کو اپنا لخت جگر و نور نظر سمجھے۔ تحقیق کہ میں نے اپنے تمام فرزندوں سے تجھکو اس کی خدمت کے لئے اختیار کیا ہے کیونکہ تو اور اس کا باپ عبد اللہ ایک ماں سے ہوا ے ابو طالب اگر تو ظہور رفعت و جلالت میرے قرۃ العین تک زندہ رہا تو تجھکو معلوم ہوگا کہ اب میں نے اسکو پہچانا پس جہانتک ہو سکے اس کی تفقد اور خبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا اور دست و زبان اور جان و مال سے اس کی اعانت کرتے رہنا قسم بخدا کہ اسکو بہت جلد وہ بزرگی و بادشاہی حاصل ہوگی جو ہمارے آباء و اجداد سے آجتک کسیکو نصیب نہیں ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ عبد المطلب نے اپنے تمام بیٹوں کو کہ دس تھے۔ جمع کر کے کہا کہ محمدؐ یتیم ہے اسکو پناہ دو صاحب احتیاج ہے غنی و تونگر کرو اور میری محبت کو اس کے بارے میں مرعی رکھو ابو لہب نے کہا میں اس کی نگہداشت کرونگا عبد المطلب نے کہا کافی ہے کہ تو اپنی شرارت کو اس سے باز رکھے۔ عباسؓ بولے یہ منصب میرے سپرد ہو کہا تو مرد خشمناک ہے مجھکو اندیشہ ہے کہ تیز اغصہ اس کے نازک دل کو صدمہ پہنچائے ابو طالب نے کہا میں اسکی محافظت کرونگا اور شرائط پرداخت بجالاؤں گا۔ عبد المطلب نے قبول کیا اور حضرت رسولؐ خدا کو ان کے سپرد فرمایا۔ اور کہا اَلْاٰنَ طَابَ لِیَ الْمَوْتُ اسوقت مرنا میرے لئے گوارا ہوا۔ پس ابو طالبؓ عبد المطلب کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کو اپنی جان و دل سے لگا لیا رات دن صبح و شام کسیوقت اپنے سے جدا ہونے دیتے تھے اپنے پہلو میں ان کو لٹاتے اور بنفس نفیس خدمات کے متکفل ہوتے کھانے پینے پہنے اور جملہ آسائش و آرام کے اسباب میں آنحضرتؐ کو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر مقدم رکھتے اور کفار قریش و اشرار یہود سے کہ درپے ان کی ایذا و آزار کے رہتے تھے، حراست و نگاہبانی فرماتے اور اپنے مال و جاہ کو جو قریش میں وہ رکھتے تھے

آپ کی نصرت میں کام میں لاتے غرض رسول خدا حفظ و حمایت ابوطالب میں پرورش پاتے رہے۔ تاآنکہ حق تعالیٰ کی طرف سے مبعوث بہ نبوت ہوئے اور مامور ہوئے کہ مشرکین کو آشکارا اسلام کی طرف دعوت کریں پس قریش آنحضرت کی عداوت پر تُل گئے یہ وہ وقت تھا کہ جناب ابوطالب کو آپ کی نگہبانی میں بہت جانفشانی کرنی پڑی اور انہوں نے جیسا کہ چاہئے تھا بہت سعی و سرگرمی اور کمال دانائی اور دلیری سے اسکو نباہا ؛

روضۃ الاحباب میں ہے کہ کفار قریش جمع ہوکر ان کے پاس آئے اور کہا تمہارا بھتیجا ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے یا تو اسکو منع کرو کہ اس سے باز رہے ورنہ ہمکو دیدو کہ ہم قتل کریں نہیں تو لڑائی کیلئے تیار رہو ابوطالب نے حضرتؐ سے بلاکر کفار کا کلام نقل کیا آنحضرت نے گمان اس سے کہ شاید ابوطالب اکتا کر میری حمایت سے دست کش ہوا چاہتے ہیں فرمایا اے چچا اگر آفتاب کو آسمان سے اتار کر میرے دست راست پر اور ماہتاب کو میرے دست چپ پر بھی بٹھا دو اور کہو کہ میں اس کار سے باز آؤں تو میں باز نہ آؤں گا جب تک کہ حق تعالیٰ اس دین کو ظاہر نہ کرے یا میں اس کے پیچھے نیست و نابود نہ ہو جاؤں یہ کہکر وہاں سے اٹھے ابوطالب پر یہ کلام سنکر رقت طاری ہوئی اور حضرت کو واپس بلاکر کہا اے برادرزادے اپنے کام میں مشغول رہو بخدا سوگند کہ جبتک میں زندہ ہوں کوئی تم پر دست قدرت نہیں پا سکتا اور کچھ اشعار پڑھے کہ دو شعر انہیں سے یہ ہیں ؎ وَاللّٰہِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ ۔ حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنًا ۔ فَاصْدَعْ بِاَمْرِکَ مَا عَلَیْکَ غَضَاضَۃٌ ۔ وَاَبْشِرْ بِذَاکَ وَقَرَّ مِنْکَ عُیُوْنًا ۔ یعنی قسم بخدا کہ وہ سب ملکر بھی تیرا کچھ نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ میں زیر خاک مدفون نہ ہو جاؤں۔ پس تو اپنے کام کو کرتا رہ کوئی تنگی تجھ پر نہیں اور اس سے بشارت حاصل کر اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔ **روایت** ہے کہ بعثت سے آٹھویں سال قریش نے اتفاق کیا کہ بنی ہاشم کے ساتھ ملنا جلنا لین دین شادی بیاہ سب ترک کردیں اور مسلمانوں کو تکلیف و آزار دینے لگے۔ ابوطالب ان کو مع رسول خدا اپنے شعب[1] میں لیگئے۔ اور نگہبانی کرتے تھے ان کی تین سال مسلمان وہاں محصور رہے۔ حضرت ابوطالب رسول اللہؐ کی حفاظت میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ لوگوں کے سامنے حضرت کے لئے ایک مقام خواب و آرام مقرر کرتے پھر اس کو تبدیل کردیتے اور اس جگہ خود لیٹتے یا اپنے فرزند دلبند امیرالمومنین کو لٹاتے منقول ہے کہ اسوقت چالیس اشخاص بنی ہاشم وغیرہ سے آپ کے ہمراہ تھے ان سب کو جمع کرکے کہا کہ قسم بخدا کہ اگر ایک کانٹا بھی میرے اس فرزند کے لگا تو تم سب کو قتل کرونگا۔ الحاصل تا حین حیات ابوطالب حضرت رسول خدا مکہ میں برملا دعوت اسلام کرتے رہے قریش بہتیرا دانت پیستے تھے مگر کسی سے کچھ نہ ہوسکتا تھا۔ ان کے مرتے ہی آپ کو اپنا وطن مالوف چھوڑنا پڑا۔ جبرئیل امین نازل ہوئے اور پیغام ربانی پہنچایا کہ مکہ سے باہر جاؤ کہ یہاں کوئی تمہارا ناصر و مددگار نہیں رہا چنانچہ حضرت نے سال وفات ابوطالب کا نام عام الحزن (سال غم) رکھا تھا **مروی** ہے کہ جناب ابوطالب نے اپنے دو فرزند گرامی جعفرؓ و علیؑ کو امر کیا تھا کہ دعوت رسول خدا کو اجابت کریں اور جو کچھ وہ حضرت کہیں بجا لائیں اور ایمان لائیں آنحضرت پر یہاں اقرار کہ آپ بہترین خلق ہیں اور لوگوں کو راہ راست کی طرف دعوت کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت رسول خدا نماز پڑھتے تھے اور امیرالمومنینؑ ان کے داہنی جانب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوطالب مع جعفرؓ وہاں سے گزرے اسوقت ابوطالب نے جعفرؓ کو اشارہ کیا کہ جاکر اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑا ہو پس جعفرؓ آکر امیرالمومنینؑ کے برابر کھڑے ہوگئے۔ حضرت رسول خدا نے

[1] شعب بالکسر شگاف کوہ پہاڑ کی گھاٹی شعب ابوطالب مکہ میں وہ مقام ہے جہاں حضرت رسول خدا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲ منہ

اثنائے نماز میں اسکا احساس کیا تو آگے بڑھ گئے اور ان دونوں بھائیوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی چنانچہ یہ پہلی نماز جماعت تھی جو دو مرد کے ساتھ اسلام میں ادا ہوئی۔ فارغ ہوئے تو دیکھا کہ آثار فرح و سرور چہرہ منور ابوطالب سے نمایاں ہیں انھوں نے چند اشعار پڑھے جنکا مضمون مدح جعفرؓ و علیؑ علیہ السلام ہے اور ان کو امر کیا ہے نصرت حضرت رسالت پناہ کا **امام محمد باقر** علیہ السلام اس حدیث کی نقل کے بعد فرماتے ہیں کہ کافی ہے تیرے لئے اگر انصاف کرے تو ابوطالب کے مقدمے میں اسیقدر کہ انہوں نے اپنے دو بیٹوں کو امر کیا اطاعت رسولؐ خدا کا اور جہاد و جان سپاری کی آنحضرت کی خدمت میں تاکید بلیغ فرمائی بغیر اسکے کہ کوئی احتیاج مالی یا جاہی انسے رکھتے ہوں کس لئے کہ حضرت رسولؐ خدا اس وقت مال دنیا سے کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور خویش و اقارب فاطمہؑ انکے دشمن تھے پس حکم دینا جناب ابوطالب کا اپنے فرزندوں کو متابعت آنحضرت کیلئے سوائے اس کے نہیں کہ ان کو دین اسلام کی طرف رغبت کامل تھی اور اسکو حق جانتے تھے **بالجملہ** یہ اور مثل اسکی اور احادیث شیعہ وسنی دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ابوطالب مومن مسلمان معتقد رسالت تھے مگر اہلسنت بپاس ناموس اپنے خلیفوں کے جیسا کہ والدین حضرت رسولخدا جناب عبداللہ و آمنہ کو کافر جانتے ہیں ویسا ہی ابوطالب کو بھی کافر کہتے ہیں یعنی ان کو ہرگز گوارا نہیں کہ ان کے خلیفوں کے والدین بلکہ خود خلفاء ابتدا میں کافر ہوں اور امیرالمومنینؑ کے ماں باپ مسلمان کہلائیں۔ اس لئے وہ اس مقام پر بہت پیچ و تاب کھاتے ہیں اور جھنجلا کر کہتے ہیں :-

تَرْجُوْا اَنْ یَّدْخُلَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ الْجَنَّۃَ اِلَّا اَبُوْطَالِبَ فَاِنَّہٗ اَدْرَکَ الْبَعْثَ وَلَمْ یُؤْمِنْ ہمکو امید ہے کہ شاید عبدالمطلب بھی جنت میں داخل ہو جائیں الا ابوطالب کہ انہوں نے زمانِ بعثت کو ادراک کیا یعنی رسول خدا کی پیغمبری پر مبعوث ہونے تک زندہ رہے اور ایمان نہ لائے مدعا یہ کہ حضرت ابوطالب کے لئے امید دخول جنت بالکل نہیں اس کے جواب میں کیا کہا جائے بجز اس کے کہ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ کہ یہ کلمہ عظیم و شدید ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے۔ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب کافر تھے۔ فرمایا جھوٹ کہتے ہیں کیونکر وہ کافر ہو سکتے ہیں حالانکہ انہوں نے یہ شعر کہا ہے ؎ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا ٭ نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ آیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو نبی پایا مثل موسیٰ کے کہ انکا ذکر کتب سابق میں لکھا ہوا تھا۔ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں محمد ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ابوطالب کا یہ اشعار کہنا اور انکا عارف بنبوۃ ہونا بہت سے اخبار سے پایا جاتا ہے۔ اسی سے شیعہ متمسک ہوئے ہیں کہ وہ مسلمان تھے۔ اور نیز یہی ابن اسحاق و صاحب مغازی اہل سنّت کہتا ہے کہ علی بن حمزہ بصری نے اشعار ابوطالب جمع کئے ہیں اور گمان کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام پر فوت ہوئے پھر صاحب مواہب نے روایت کی ہے کہ ایک سال مکہ میں خشکی و قحط سالی تھی۔ ابوطالب حضرت رسولؐ خدا کو لیکر باہر آئے حالانکہ وہ حضرتؐ اسوقت طفل صغیر سن تھے اور روئے انور مثل آفتاب روشن پس ابوطالب نے آنحضرت کو گود میں اٹھالیا اور اپنی پشت مبارک کو خانہ کعبہ سے لگا کر کھڑے ہوئے اور پناہ چاہی آنحضرت سے اور اشارہ کیا اپنی انگشت سے آسمان کی طرف آسمان میں اسوقت ابر کا نشان کوئی نہ تھا۔ پس بادل ہر طرف سے اکھٹے ہوئے اور ایسا زور سے مینہہ برسا کہ ندی نالے پر ہو گئے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ اپنے قصیدۂ لامیہ میں ؎

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ٭ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ کہ وہ سفید و نورانی شکل ہیں کہ طلب بارش کی جاتی ہے

انکی وجہ سے ÷ وہ بہار ہیں تیمیوں کی اور حفاظت ہیں بیواؤں کی تاریخ ابو الفداء میں ہے کہ بوقت وفات ابوطالب عباس بن عبد المطلب نے دیکھا کہ ہلتے ابوطالب حرکت کرتے ہیں نزدیک جا کر سنا تو کہتے ہیں کہ اے برادرزادے قسم بخدا کہ جو کلمہ (کلمہ شہادتین) تم مجھ سے کہلوانا چاہتے تھے میں نے کہہ لیا ہے حضرت رسول خدا نے یہ سنکر فرمایا شکر ہے خدائیتعالیٰ کا کہ اے چچا تم نے ہدایت پائی۔ صاحب تاریخ نقل روایت کے بعد بتقاضائے سنّیت خود کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عباسؓ سے منقول ہے مگر مشہور یہ ہے کہ ابوطالب کافر مرے۔ لیکن حق الامر کبھی چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ اس کے بعد ہی مورخ مذکور کہتا ہے۔ مگر چند اشعار ابوطالب سے دریافت ہوتا ہے کہ انہوں نے تصدیق رسالت کی ہے وہ اشعار یہ ہیں ؎ وَدَعَوتَنِی وَعَلِمتُ اَنَّکَ صَادِقٌ ÷ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ قَبْلُ اَمِیْنَا ÷ یعنی دعوت کی اور بلایا تونے مجھکو اے محمدؐ (اپنی نبوت کی طرف) اور میں جانتا ہوں کہ البتہ راست کہا تونے اور تو سب سے سچا اور امانت گزار تھا ؎ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ۔ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ البَرِیَّۃِ دِیْنًا ÷ اور تحقیق کہ مجھکو معلوم ہے کہ دین محمدی دنیا کے تمام دینوں سے بہتر دین ہے۔ **اب** کوئی اس فاضل مورّخ (ابو الفداء) سے کہ فضیلت علم کے سوا کہتے ہیں کہ فوقیت سلطنت و حکمرانی بھی اسکو حاصل تھی پوچھے کہ تمہاری عقل کدھر گئی اور کون فہم و فراست کو لے گیا جبکہ خود کہتے ہو کہ بعض اشعار ابوطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تصدیق رسالت کی اور اشعار بھی وہ نقل کرتے ہو کہ امیں فقط راستی و امانت آنحضرت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ ان کے دین کو خیر ادیانِ جہاں کہا ہے تو پھر ان کے اسلام میں کیا کلام باقی رہا کیا تصدیق رسالت تصدیق بکل ما جاء بہ النبی نہیں جو کہ عین اسلام ہے اور کیا نظم و نثر کی تصدیق میں کوئی فرق ہوتا ہے نہیں تو کیونکر تم ایک مرد مسلم کو جو اپنے اسلام کی اسطرح پکار پکار کر منادی کر رہے ہیں۔ اور عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان کی شہادت دیتے ہیں کافر بنا سکتے ہو اور مسلم بھی ایسے ویسے مسلم نہیں وہ مسلمان کہ خود بانیٔ اسلام کے مربّی و سرپرست باپ سے زیادہ ان پر شفیق و مہربان جنہوں نے اپنی جان و مال زن و فرزند کنبے قبیلے کو آنحضرت کی خدمت اور حفظ و حمایت کے لیئے وقف کر دیا تھا اور جب تک دم میں دم رہا اس خدمت کو نہ چھوڑا سبحان اللہ ابوطالب تو کتب سابقہ سے آنحضرت کی نبوت کا اثبات کریں اور آپ کو حضرت موسیٰ کی مثل اولوالعزم پیغمبر قرار دیں اور اہل سنت کے نزدیک وہ ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے کبھی جنت میں جانے نہ پائیں گے۔ یہ دشمنی علی علیہ السلام سے نہیں تو اور کیا ہے۔

الحاصل پیشتر گزرا کہ اہل بیت رسالت حضرت ابوطالب کے اسلام پر متفق ہیں اور اہل سنت بھی اسکو جانتے اور اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں چنانچہ صاحب مقصد اقصےٰ نے اپنی کتاب میں اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے وَاَھْلُ الْبَیْتِ یَزْعَمُوْنَ اَنَّ اَبَا طَالِبٍ مَاتَ مُسْلِمًا کہ اہل بیت کہتے ہیں کہ ابوطالب مسلمان فوت ہوئے۔ پس اجماع ان کا حجت ہے اور نیز گھر کا حال گھر والوں کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا ایسا نہیں جان سکتا چنانچہ اھل البیت ادریٰ بما فی البیت کہ گھر کے لوگ گھر کی چیزوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں ضرب المثل ہے **پس** جبکہ بقول اہل سُنّت اہل بیت علیہم السلام اسلام ابوطالب پر متفق ہیں تو وہی ٹھیک ہے اور سنیوں کا اس سے انکار کرنا بوجہ تخلّف کرنے اور سوار نہونے کشتی اہل بیت کے سمجھنا چاہیئے۔ فَمَنْ رَکِبَھَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا فَقَدْ غَرِقَ وَھَویٰ جو اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی جس نے اس سے تخلّف کیا غرق اور ہلاک ہوا اور نیز ہم نے پیشتر کہا ہے کہ یہ حضرات جو ایسے مقدمات

میں زیادہ مبالغہ کرتے ہیں تو اسکا ایک سبب اپنے خلیفوں کی ہمدردی بھی ہے کہ کسی طرح امیرالمومنین کو انسے فوقیت نہ ہونے پائے وَاَنّٰی لَهُمْ ذٰلِكَ یہ بات انکو کب حاصل ہو سکتی ہے پس اس اعتبار سے ان کا قول سرے سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور ہم مکرر کہتے ہیں کہ ابو طالب وحدانیت خدا و رسالت رسول اللہ پر ایمان کامل رکھتے تھے اور امین تھے وصایائے انبیا کے کہ عبدالمطلب سے انکو پہنچی تھیں انکو رسول خدا کو پہنچایا جیساکہ احادیث شیعہ سے ظاہر ہے **روایت** ہے کہ جبرئیل امین جانب رب العالمین سے نازل ہوئے اور کہا یا محمدؐ اِنَّ اللهَ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ نَزَلَكَ وَبَطْنٍ حَمَلَكَ وَحِجْرٍ كَفَلَكَ یعنی اے محمد حقتعالیٰ تمکو سلام پہنچاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے حرام کیا ہے آتش جہنم کو اس پشت پر جس سے آپ جدا ہوئے اور اس رحم پر جس نے تم کو برداشت کیا اور اٹھایا اور اس کنار پر جس نے آپکی کفالت و پرورش فرمائی۔ پس پشت سے مراد پشت عبداللہ ہے اور شکم سے شکم آمنہ اور کنار سے کنار ابوطالب و فاطمہ بنت اسد ہے۔ **مروی** ہے کہ کسی نے معصوم سے سوال کیا کہ رسول خدا نے جنازۂ ابوطالب پر نماز پڑھی یا نہیں فرمایا نماز جنازہ اسوقت کہاں تھی کہ وہ حضرت پڑھتے مگر ان کی وفات پر اندوہ گیں ہوئے۔ اور امیرالمومنین سے ان کی تجہیز و تکفین کرائی اور خود جنازے پر حاضر ہوئے **شیخ** صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا اپنے عم محترم ابوطالب کے پاس تشریف لائے درانحالیکہ مرغ روح ان کا عالم اعلیٰ کو پرواز کر چکا تھا اور چادر جسم مبارک پر ڈھانپ رکھی تھی اور فرمایا اے چچا تم نے میری حفاظت کی جبکہ میں یتیم تھا اور حق تربیت بجالائے میری کم سنی کے زمانے میں اور بعد بلوغ بھی میری نصرت و یاری میں کوتاہی نہ فرمائی پس اے عمو تمکو حقتعالیٰ جزائے خیر دے بعد ازاں امیرالمومنین کو حکم دیا کہ انکو غسل دیں **اور** سید مختار بن معد موسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں کہ اثبات اسلام ابوطالب میں لکھی ہے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا کو وفات ابوطالب کی خبر ہوئی تو کمال دلگیر ہوئے اور امیرالمومنین کو امر کیا کہ شرائط غسل بجالائیں اس وقت نہایت غم و اندوہ کی حالت میں وہ کلمات ارشاد کئے جو اوپر گزرے۔ آخر میں فرمایا قسم بخدا کہ میں اپنے چچا کے حق میں وہ شفاعت کرونگا جس سے جن و انس حیران رہ جائیں گے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں مدح حضرت ابوطالب و مدح امیرالمومنین علیہ السلام میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔ دو شعر اس کے یہاں پر نقل ہوتے ہیں کہتا ہے ؎ وَلَوْلَا اَبُوْطَالِبٍ وَابْنُهٗ ؛ لَمَا مَثَلَ الدِّیْنُ شَخْصًا وَقَامَا۔ یعنی اگر ابوطالب اور ان کے فرزند دلبند علیؑ نہوتے تو دین اسلام کبھی صورت پذیر قائم نہیں ہو سکتا تھا ؎ فذاك بمكة آوٰی وَحَامٰی ۔ وَهٰذَا بِیَثْرِبَ خَاضَ الْحِمَامَا[1] اس نے یعنی ابوطالب نے مکہ میں اسکو پناہ دی اور حمایت کی اور اس نے یعنی امیرالمومنینؑ نے مدینہ میں اپنی تئیں خوفناک مہلکوں میں ڈالا۔ اسی طرح دونوں بزرگوں کی ساتھ ساتھ مدح کرتا چلا جاتا ہے **اب** ہم صرف ایک حدیث اس مقام میں نقل کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایکبار روز امیرالمومنین کوفے کے محلہ رحبہ میں تشریف رکھتے تھے اور اصحاب گرد و پیش آنحضرت کے جمع تھے کہ ایک مرد اٹھا اور عرض کی یا امیرالمومنین آپ اس شرف و بزرگی پر ہیں جو حق تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ حالانکہ آپ کے باپ آتش جہنم میں ہیں۔ حضرت نے فرمایا خاموش

[1] حمام المار گہرا پانی جمع حمام ۱۲

رہ فَضَّ اللّٰہُ فَاکَ خدا تیرا منہ توڑے قسم بخدائے عزّوجل کہ جس نے محمد مصطفٰے کو بحق وراستی پیغمبری پر مبعوث کیا کہ اگر میرا باپ تمام گناہگاران روئے زمین کی شفاعت کرے تو حق تعالیٰ اسکو قبول کرے آیا ہو سکتا ہے کہ باپ تو آتش جہنم میں معذب ہو اور بیٹا قسمت کنندۂ جنت ونار ہو بعد ازاں فرمایا کہ نور ابو طالب بروز قیامت تمام خلقت کے انوار کو بجھا دیگا۔ اِلاّ نور محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و امامانِ اولادِ حسینؑ کو تحقیق کہ اس کا نور ہمارے نور سے ہے جسکو حق تعالیٰ نے دو ہزار سال قبل از خلق آدم پیدا کیا **لیکن والدۂ ماجدہ آپ کی** پس فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں کہ اوّل زن ہاشمیہ ہیں کہ مرد ہاشمی کے نکاح میں آئیں بروایت مناقب ابن شہر آشوب اول ھَاشمیۃ من ھَاشمیتین یعنے پہلی زن ہاشمیہ ہیں کہ ہاشمی ماں باپ سے وجود میں آئیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ مادر امیر المومنین رسول خدا کے ساتھ معد بن عدنان تک تئیس واسطوں سے قرابت رکھتی تھیں اتنی قرابتیں کسیکو رسول اللہ سے نہ تھیں جسقدر کہ امیر المومنینؑ ماں کی طرف سے آنحضرت سے رکھتے تھے۔ اور نیز حدیث معتبر میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا یا علی چند چیزیں تم کو حاصل ہیں کہ مجھکو نہیں ایک یہ کہ تمہاری زوجہ فاطمہؑ ہے کہ میری کوئی زوجہ ایسی نہیں۔ دوسرے تمہارے دو بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ کہ میرے کوئی صلبی بیٹا ایسا نہیں۔ تیسرے خدیجہ جیسی بی بی تمہاری خوشدامن ہیں کہ میری ایسی خوشدامن نہیں۔ چوتھے مجھسا شخص تمہارا خسر ہے حالانکہ میرا خسر مجھسا کوئی نہیں۔ پانچویں تمہارا جعفرؓ سا بھائی ہے میرا کوئی نسبی بھائی ویسا نہیں۔ چھٹے فاطمہ بنت اسد جیسی زن ہاشمیہ مہاجرہ تمہاری ماں ہے میری ایسی ماں نہیں۔ غرض حضرت فاطمہ بنت اسد بمنزلہ مادر رسول اللہ ہیں انہوں نے آنحضرت کو پرورش کیا پھر ان پر ایمان لائیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کی اور سابقات اسلام سے ہیں بحار الانوار میں جناب فاطمہ سے روایت ہے کہ رسول خدا حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد ہمارے ساتھ رہنے لگے اور مجھکو ماں کہا کرتے تھے ہمارے یہاں چند درخت خرمے کے تھے۔ جن کو تازہ پھل آیا تھا۔ ہر روز چالیس۴۰ اطفال خورد سال آنحضرت کے ساتھ درختوں میں داخل ہوتے اور جسقدر کھجوریں زمین پر پڑی پاتے اٹھا کر کھا لیتے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے چھین جھپٹ لیتے مینے کبھی آنحضرت کو نہ دیکھا کہ کسی کے ہاتھ سے دانۂ خرما لیا ہو۔ معمول تھا کہ میں یا میری کنیز ایک مشت خرما آنحضرت کیلئے چن کر رکھ چھوڑتے تھے ایک روز بحسبِ اتفاق ہم دونوں اس خدمت سے غافل رہے لڑکے آئے اور تمام خرمے اٹھالیگئے آپ خواب راحت میں تھے بیدار ہوئے تو باغ کی طرف تشریف لیگئے کہ کوئی دانہ تناول کریں وہاں کوئی دانہ نہ دیکھا تو واپس ہوئے۔ میں کثرت خجالت سے مونہہ پر آستین لیکر لیٹ گئی۔ لونڈی نے عرض کی کہ ہم آج سہواً آپ کے واسطے کھجوریں نہ چن سکے۔ لڑکے تمام لے گئے یہ سنکر حضرت پھر باغ کی طرف متوجہ ہوئے اور درخت سے خطاب کرکے کہا کہ میں گرسنہ ہوں مجکو سیر کر قسم بخدا دیکھا میں نے کہ وہ شاخیں جن پر بڑے بڑے گچھے کھجوروں کے لگے ہوئے تھے آنحضرت کے واسطے جھک گئیں اور آپ نے جسقدر چاہا خرمے تناول کئے پھر شاخیں بلند ہوکر اپنے مقام کو چلی گئیں میں یہ دیکھکر حیران تھی کہ اتنے میں ابو طالب اندر آئے میں نے یہ قصہ ان کے روبرو بیان کیا۔ انہوں نے کہا اے فاطمہ محمد پیغمبر آخر الزماں ہے تیس۳۰ سال بعد تجھہ سے اسکا وصی پیدا ہوگا فاطمہ کہتی ہیں کہ جیسا ابوطالب نے کہا تھا۔ تیس۳۰ سال بعد علیؑ مجھہ سے پیدا ہوئے **شیخ** صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ باچشم اشکبار حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ اِنَّا لِلّٰہِ

وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہتے تھے۔ حضرت نے سبب گریہ دریافت کیا تو عرض کی میری ماں فاطمہ بنت اسد نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ حضرت رسولؐ خدا یہ خبر سنکر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا حق تعالیٰ مغفرت کرے فاطمہ کی وہ میری بھی ماں تھی۔ پس دو جامے اور ایک عمامہ اپنے ملبوس خاص سے عنایت کیا کہ ان کو لے جاؤ اور فاطمہ کو ان میں کفن کرو اور عورات کو تاکید کردو کہ اچھی طرح ان کو غسل دیں اور جنازۂ فاطمہ کو نہ اٹھانا تا وقتیکہ میں حاضر ہوکر متکفل ان کے امور کا ہوں عبداللہ بن عباس راوی حدیث کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے اسوقت جنازہ باہر لے آئے تھے۔ حضرت کھڑے ہوئے اور چالیسؔ تکبیروں کے ساتھ اسپر نماز پڑہی۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی اسقدر تکبیروں سے کسی پر نماز نہ پڑہی تھی پھر بنفس نفیس قبر میں اترے اور اس میں لیٹ گئے اسطرح پر کہ کوئی حرکت یا صدا آپ سے اسوقت محسوس نہوتی تھی۔ بعدازاں امیر المومنینؑ و امام حسن علیہما السلام کو امر کیا کہ داخل قبر ہوں اور میت کو اس میں اتاریں۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت سرہانے فاطمہ کے تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ میں ہوں سید و بزرگ اولاد آدمؑ کا۔ ازراہ فخر نہیں کہتا۔ جب منکر و نکیر تم سے سوال کریں تو کہو اللہ میرا پروردگار ہے۔ اور محمد میرا پیغمبرؐ اور اسلام میرا دین۔ اور قرآن میری کتاب اور بیٹا میرا علیؑ بن ابی طالب میرا امام ہے بعدازاں دعا کی فاطمہ کیلئے کہ پروردگار ثابت رکھ اسکو ان عقائد حقہ پر پس قبر سے باہر آئے اور چند مشت خاک دست مبارک سے قبر پر ڈالی اور ہاتھ کو ہاتھ پر مارا تاکہ خاک ہاتھوں کی جھڑ جائے۔ پس فرمایا قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ فاطمہؓ نے میرے اس ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی آواز کو بھی سنا ہے اسوقت عمار یاسرؓ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپ نے ایسی نماز پڑہی کہ اس سے پیشتر کبھی ایسی نماز نہ پڑہی تھی۔ فرمایا اے ابوالیقظان فاطمہ اس نماز کی سزاوار تھی۔ بتحقیق کہ اسکے ابوطالب سے بہت سی اولاد تھی۔ اور مال ان کا کثیر اور ہمارا مال کمتر تھا فاطمہؓ مجھکو سیر کرتی اور اپنے بچوں کو گرسنہ رکھتی۔ مجھکو کپڑا پہناتی اور انکو برہنہ چھوڑتی مجھکو روغن ملتی اور انکو ژولیدہ مو رہنے دیتی۔ عمار یاسرؓ نے عرض کی آپ نے چالیس تکبیریں نماز میں کہیں۔ فرمایا ہاں اے عمار میں نے اپنے داہنے ہاتھ پر چالیسؔ صفیں ملائکہ کی دیکھیں بعد ہر صف ایک تکبیر کہی۔ عمار نے کہا قبر میں لیٹنے کا سبب بھی ارشاد ہو فرمایا۔ ایک روز تنگی و فشار قبر کا مذکور تھا فاطمہ بہت خائف ہوئیں اس لئے میں قبر میں لیٹا تاکہ بحدا ان پر وسیع ہوجائے عرض کی رداء خاص میں کفن کیا اس کا کیا سبب ہے فرمایا میں نے برہنگی روز قیامت کا ذکر کیا تو فاطمہ نے کہا وَا فَضِیْحَتَاہُ قیامت میں برہنہ محشور ہوں گے۔ پس میں نے قاضی الحاجات سے سوال کیا کہ اسکو پوشیدہ و مستور مبعوث کرے۔ بروایت دیگر فرمایا اے عمار ملائکہ نے ہوا کے لئے پر کھولے۔ اور فاطمہ کے لئے ایک دروازہ بہشت کا اس کی قبر میں کھل گیا۔ پس وہ راحت و ریحان و جنت نعیم میں ہے اور اس کی قبر ایک باغ ہے باغہائے بہشت سے پھر فرمایا قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ میں قبر فاطمہ سے باہر نہیں آیا۔ اِلاّ یہ کہ دیکھا میں نے دو چراغ نور کے۔ اس کے سرہانے اور دو پائینتی اور دو پیش رو روشن ہیں ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ فاطمہ بعد دس شخصوں کے اسلام لائیں۔ اور رسول خدا ان کی تعظیم کرتے اور ماں کہکر ان کو پکارتے تھے۔ بوقت وفات انہوں نے آنحضرت کو اپنا وصی کیا۔ اور آپ نے اس وصایت کو قبول و منظور فرمایا اور ان پر نماز پڑہی اور ان کی قبر میں لیٹے اور اپنے پیراہن سے ان کو کفن کیا۔ فاطمہ پہلی عورت ہے جس نے حضرت رسولؐ خدا

کے ساتھ بیعت کی **آثار ولادت باسعادت** شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ کتاب روضۃ الواعظین میں نقل کرتے ہیں کہ شب ولادت باسعادت
حضرت رسالت پناہ فاطمہ بنت اسد ۔ آمنہ بنت وہب کے پاس حاضر تھیں جو عجائب و غرائب کہ آمنہ نے اس رات مشاہدہ کئے فاطمہ نے
تمام دیکھے ۔ صبح کو ابوطالب طواف خانہ کعبہ کرکے گھر میں تشریف لائے تو فاطمہ نے عرض کی کہ رات کو اس قدر عجائبات و خوارق عادات
میں نے مشاہدہ کئے کہ زبان ان کے بیان سے قاصر ہے ۔ آج آمنہ کے ایک مولود مسعود پیدا ہوا ہے ۔ جس کے وجود نے عالم کو نورانی
کیا تا اینکہ ہم نے درختان ہجر (ایک شہر منتہائے ملک یمن میں ہے) اپنی آنکھوں سے دیکھے ابوطالب یہ مژدہ فرحت افزا سنکر از بس شاد
ہوئے اور کہا اے فاطمہ تم کو بھی یہ حالت بعنایت الٰہی پیش آنے والی ہے اب سے تیس سال بعد تمہارے بھی ایک فرزند پیدا ہوگا
کہ جہان کو اپنے نور سے روشن کرے گا جو عجائبات کہ تم نے اب دیکھے ہیں اسوقت بھی مشاہدہ کروگی ۔ فاطمہ اس بات کو سنکر منتظر
اس سعادت کی رہتی تھیں ۔ ادھر ابوطالب کو عجائبات نظر آتے تھے اور جسقدر زمانہ ولادت باسعادت شاہ ولایت کا نزدیک آتا تھا ۔ اسی قدر
نور ان کے چہرہ کا ترقی پاتا تھا ۔ جس مجلس میں بیٹھتے بباعث اس نور کے جدا اور ممتاز معلوم ہوتے اور اسی امتیاز سے درندے و چرندے
آنحضرت پر سلام کرتے ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ ابوطالب طائف کو جاتے تھے اثنائے راہ میں ایک شیر ان کے مقابل ہوا اگرچہ وقت
آپ کو پہچانا پاس آکر منہ خاک پر رکھدیا اور دُم کو زمین پر کھینچنے اور آثار تذلل و انکسار ظاہر کرنے لگا ۔ ابوطالب نے سبب اس تذلل و انکسار
کا دریافت کیا تو شیر بقدرت خدا گویا ہوا کہ تم باپ ہو شیر خدا کے اور یاور و مددگار رسولؐ خدا کے ہو کہتے ہیں کہ اس روز سے محبت
رسولؐ خدا کی ابوطالب کے دل میں زیادہ ہوگئی اور وہ آنحضرت کو بہت دوست رکھنے لگے **مروی** ہے کہ جب خدائے باری تعالےٰ
نے چاہا کہ اپنے حبیب کے حبیب اور معین و ناصر و وصی و برادر کو پردۂ خفا سے عالم ظہور و جلا میں جلوہ دے اور چشم اہل عالم کو سرمۂ دیدار
اس جناب سے روشنائی بخشے تو صورت اسکی اس طرح پر ہوئی کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا رطب بہشت کہ بو اسکی بوئے مشک و عنبر سے فائق
تھی اور اشیائے دنیا سے بالکل مشابہت نہ رکھتی تھی بیٹھے تناول کر رہے تھے فاطمہ بنت اسد نے ایک دانہ اسمیں سے طلب کیا آپنے بعد لینے
اقرار شہادتین کے ایک دانہ انکو مرحمت فرمایا فاطمہ نے اس دانہ کو کھاکر ایک دانہ اور ابوطالب کے لئے مانگا ۔ حضرت نے ایک اور دانہ ان کو
عطا کیا اور فرمایا کہ ان سے بھی اقرار وحدانیت خدا اور میری رسالت کا پہلے لے لینا ۔ **المختصر** ابوطالب فاطمہ کے پاس آئے اور خوشبوئے رطب
کی ان کی مشام جان میں پہنچی تو انہوں نے باعث اس خوشبوئے عجیب کا دریافت کیا فاطمہ نے وہ دانہ نکالکر کھلایا اور ابوطالب نے کلمۂ شہادتین
پڑھکر نوش جان فرمایا قدرت خدا سے وہ رطب متحیل بہ نطفہ ہوا اور اسی شب فاطمہ بنت اسد کو حمل جناب امیرؑ ٹھہر گیا اور حسن و جمال ان کا ببرکت اس
اس ماہ منیر کے دوبالا ہوگیا پس وہ جناب شکم میں اپنی والدۂ ماجدہ سے باتیں کرتے اور مونس انکی تنہائی کے ہوتے ایک روز فاطمہ مع جعفر طیارؓ
خانہ کعبہ کو جاتی تھیں حضرت امیر نے درون شکم سے جعفر کے ساتھ کچھ کلام کیا جعفرؓ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر مدہوش ہوگئے فاطمہ قریب کعبہ
پہنچیں تو جتنے بت وہاں رکھے تھے سب منہ کے بھل گر پڑے فاطمہ نے اپنے شکم پر ہاتھ پھیر کر کہا اے فرزند گرامی تو ہنوز درمیان شکم ہے کہ
بت تجھے سجدہ کرتے ہیں جب باہر آئیگا تو نہ معلوم کہ کیا رتبہ تیرا ہوگا اور اس حال کو ابوطالب سے بیان کیا انہوں نے کہا یہ دلیل ہے اس

امر کی جو طائف کی راہ میں شیر نے مجھے خبر دی تھی یہ روایت ابن شہرآشوب کی ہے اور روضۃ الواعظین میں بروایت جابر بن عبداللہ انصاری اسطرح پر نقل کیا ہے کہ اس زمانے میں ایک عابد مسمّی بمثرم[1] بن وعیب تھا جو زہد و عبادت میں شہرہ آفاق تھا ایک سو نوے[2] برس اپنی عمر کے اس نے عبادتِ خدا میں بسر کئے تھے کمال اخلاص و صدق دل سے مصروف عبادت پروردگار رہتا تھا۔ اور کوئی حاجت اس مدت میں اسنے حقتعالیٰ سے طلب نہیں کی تھی۔ ایک روز اس نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کی میرے ساتھ ملاقات کرا حق تعالیٰ نے ابوطالب کو اسکے پاس بھیجا مثرم نے ابوطالب کو دیکھا تو آثار جلالت انکی جبین مبین سے لائح تھے اٹھ کھڑا ہوا اور انکی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے روبرو انکو بٹھایا پھر پوچھا تم کون ہو ابوطالب نے کہا میں ایک مرد ہوں تہامہ سے کہا کس شہر سے کہا مکّہ سے کہا کس قبیلہ سے ابوطالب نے کہا قبیلہ عبد مناف و فرزندانِ ہاشم سے راہب یہ سنکر اٹھا اور دوبارہ انکی پیشانی کو چوما اور کہا شکر ہے خدا کا کہ سوال میرا رد نہ کیا اور مجھکو اپنے دوست کے ساتھ ملایا قبل اس کے کہ میں دنیا سے رحلت کروں پھر کہا مجھکو حق تعالیٰ نے تمہارے بارے میں ایک بشارت الہام کی ہے ابوطالب نے پوچھا وہ کیا بشارت ہے مثرم نے کہا تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا ولیّ خدا و پیشوائے اتقیا و وصیّ و ناصر رسول خدا محمد مصطفےٰ کا پس جب تو اس فرزند کو پاوے تو سلام میرا اسکو پہنچانا اور کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد اس کا برگزیدہ رسول اور تو اسکا وصیّ و خلیفہ ہے جس طرح محمدؐ پر نبوت ختم ہوئی تم پر اور تمہارے گیارہ فرزندوں پر امامت و وصایت کا خاتمہ ہے۔ ابوطالب یہ سنکر اشکِ شادی آنکھوں میں بھر لائے۔ اور پوچھا اے راہب نام اُس فرزند کا کیا ہوگا کہا نام اسکا علیؑ ہوگا ابوطالب نے کہا اے مثرم تیری ان باتوں کی حقیقت مجھ پر تب ظاہر ہو جبکہ کوئی دلیل روشن و برہان ظاہر اس پر دکھلائے مثرم نے کہا کیا چیز تم مجھ سے چاہتے ہو تاکہ میرا صدق تم پر ظاہر ہو جائے ابوطالب نے کہا میں اسوقت میوۂ بہشت چاہتا ہوں مثرم نے دعا کی ہنوز دعا اُسکی تمام نہ ہوئی تھی کہ ایک طبق پُر از انگور و رطب و انار و سیب ابوطالب کے پاس حاضر ہو گیا ابوطالب نے اس میں سے ایک انار اٹھا لیا اور شاد و شاد گھر کو واپس آئے گھر پہنچکر اُس انار کو تناول کیا۔ حق تعالیٰ نے اس انار سے نطفہ انکی پشت میں قرار دیا۔ اور اسی شب کو فاطمہ بنت اسد کو حمل جناب امیرؑ رہا پس ہیبت سے ان حضرت کی زمین حرکت میں آئی اور لرزا اُس میں پیدا ہوا کہ تین روز تک اُس کو سکون نہوا اور دہشت عظیم قریش پر اس سبب سے طاری ہوئی اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اپنے بتوں کو کوہ ابوقبیس پر لے جا کر ان سے سوال کریں تاکہ یہ زلزلہ ساکن ہو پس جونہی بتوں کو پہاڑ پر لیگئے زلزلہ میں اور زیادہ شدت ہوئی اور پتھر پہاڑ سے اکھڑنے اور پہاڑ پھٹنے لگا اور بت اوندھے گر پڑے قریش یہ دیکھ کر حیران تھے کہ کیوں کر اس بلا سے ہمکو نجات ہوگی کہ اتنے میں ابوطالبؑ ہاں آئے اور کہا اے معشر قریش آج رات کو ایک بندۂ مبارک نے رحم مادر میں قرار پکڑا ہے اگر تم اسکی اطاعت کروگے اور اسکی امامت و ولایت کی شہادت دوگے تو زلزلہ تم سے رفع ہوگا ورنہ ایک گھر تہامہ[2] میں تمہارا باقی نہ بچیگا قریش نے کہا اے ابوطالب جو تم کہو ہم کریں پس ابوطالب نے ہاتھ طرف آسمان کے بلند کئے اور کہا

اِلٰهِیْ وَسَیِّدِیْ اَسْئَلُكَ بِالْمُحَمَّدِیَّةِ الْمَحْمُوْدِیَّةِ وَبِالْعَلَوِیَّةِ الْعَالِیَةِ وَبِالْفَاطِمَةِ الْبَیْضَا وِیَۃِ الَّا تفضلت عَلٰی تِهَامَةَ بِالرَّافَةِ وَالرَّحْمَةِ یعنی اے خدا اے سید و سردار میرے سوال کرتا ہوں تجھ سے بحق ملت محمّد کہ پسندیدہ ہے و سنّت علی کے کہ

---

[1] بعض کتب میں اسکو مثرم بن عیث لکھا ہے ظاہراً تصحیف معلوم ہوتی ہے ۱۲ منہ۔ [2] تہامہ بکسر تا رو قا یہ ملک حجاز کا وہ حصہ کہ نجد سے اترا ہوا ہے۔ ۱۲ منہ

بلند مرتبہ ہے و طریقہ فاطمہ کے کہ روشن و نورانی ہے کہ البتہ اپنے فضل سے اہل تہامہ پر رحم فرما پس حضرت رسولؐ خدا نے قسم یاد کی کہ اہل عرب نے ان کلمات کو لکھ لیا جب کوئی شدت انکو پیش آتی تو اُن کے ساتھ دعا کرتے تھے پس فوراً ان کی دُعا قبول ہو جاتی تھی۔ حالانکہ وہ ان کلمات کی حقیقت سے خبر نہ رکھتے تھے **مؤلف** کہتا ہے کہ اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ حمل اس جناب کا انار بہشت سے تھا اور روایت سابقہ میں گزرا کہ وہ رطب بہشت سے بہم پہنچا تھا۔ ممکن ہے کہ انار و ثمر دونوں بہر دو طریق مذکورہ بالا حضرت ابوطالب کو ہاتھ آئے ہوں اور دونو کو انعقاد حمل مبارک میں دخل ہو اور بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ حمل میوۂ انگور سے حاصل ہوا تھا چنانچہ حضرت رسول خدا سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں ثمری ہوں اور علی عِنَبی یعنی انگور سے ہے اور یہ دونوں میوے لطیف ترین و پاکیزہ ترین میوہائے بہشت سے ہیں اور فاطمہ تفاح یعنی سیب بہشت سے ہے چنانچہ جسوقت میں سیب جنّت کا مشتاق ہوتا ہوں تو بوئے خوش فاطمہ کو استشمام کرتا ہوں پس اس سے سیب بہشت کی خوشبو مجھکو آتی ہے **کتاب الانوار** تصنیف ابوالحسن بکری استاد شیخ شہید ثانیؒ میں جس کا ترجمہ مولوی علام حسنین صاحب کنتوری نے اردو میں کیا ہے بروایت ابو مخنف لکہا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ جب زمانۂ حمل کو پورا ایک مہینہ گزر گیا میں نے ایک آواز سنی کہ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے مبارک ہو تمکو اے فاطمہ کہ تمہارے شکم میں قرار پکڑا ہے اس بندۂ صالح خدا نے جو عدل خدا کی ترازوے راجح ہے اس حمل سے تمکو شرف دنیا و آخرت نصیب ہوا، جب دوسرا مہینہ تمام ہوا پھر کسی نے کہا مبارک ہو تمہیں اے فاطمہ حمل اس مولود کا جو زاہد و عابد و راکع و ساجد ہے۔ تیسرے مہینہ میں آواز آئی مبارک اور تہنیت ہو تم کو اے فاطمہ یہ جوان ایسا پیدا ہوگا کہ کبھی لڑائی سے مونھہ نہ موڑے گا اور ہمیشہ کفار کو قتل کرے گا۔ چوتھے مہینے میں بشارت ہوئی مبارک ہو اے فاطمہ یہ فرزند امام انام و اسد ضرغام ہے۔ پانچویں مہینے کی صدا تھی مبارک ہو اے فاطمہ یہ فرزند امام المتقین و حجۃ خدا ہے عالمین پر۔ چھٹے مہینے میں آواز آئی مبارک ہو اے فاطمہ یہ فرزند دریائے جود و سخا و عَلَم ہدایت کا ہوگا۔ ساتویں مہینے میں سنا کہ یہ فرزند نبا عظیم یعنی کاشف امر رسالت یا بیان کرنے والا احوال قیامت کا ہے اور معجزات و آثار کا مظہر ہوگا۔ آٹھویں مہینے میں صدا آئی مبارک ہو کہ یہ فرزند ارجمند دن کو روزہ دار رات کو عابد شب بیدار و پدر آئمۂ اطہار ہوگا۔ نویں مہینے میں سُنا کہ مبارک ہو اے فاطمہ کہ یہ پسر امام پاک و پدر ائمۂ اطہار و برگزیدۂ بادشاہ جبار ہے فاطمہ کہتی ہیں کہ میں جس پتھر اور ڈھیلے اور شجر کے پاس سے گزرتی تھی ہر ایک بزبان فصیح مجھے تہنیت اور مبارکباد دیتا تھا اس فضل و کرامت خدا پر جو مجھے بوجہ ہونے مادر نامدار اس فرزند کے ملی ہے۔ اور مشہور ہے کہ ایام حمل میں جناب امیر حضرت رسول خدا کے ساتھ شکم مادر سے باتیں کرتے تھے سلام کرتے آنحضرت پر اور شرائط تعظیم بجالاتے چنانچہ جب حضرت رسول خدا دولت سرائے ابوطالب میں تشریف لاتے تو فاطمہ بنت اسد بے تحاشا اُٹھ کھڑی ہو جاتیں اس سے ابوطالب کو حیرت ہوتی اور وہ کہتے کہ محمدؐ تمہارے خورد و بمنزلۂ فرزندوں کے ہیں پھر اس تعظیم کی کیا وجہ ہے فاطمہ نے کہا محمدؐ جسوقت آتے ہیں جنین جو میرے شکم میں ہے اس قدر تڑپتا اور اضطراب کرتا ہے کہ مجھکو بے اختیار اٹھنا پڑتا ہے۔ ایک روز ابوطالب نے کہا اے فاطمہ بھلا اگر آج رسولؐ خدا آئیں تو اسوقت آپ کو ضبط کرنا پس ابوطالب نے ایک شانہ فاطمہؑ کا اور امیر حمزہ نے دوسرا شانہ پکڑا۔ مگر جسوقت رسولؐ خدا تشریف لائے تو وہ دونوں پشت کے

بھل پیچھے کو گر پڑے اور فاطمہ سرو قد اٹھ کھڑی ہوئیں اس وقت حضرت رسول خدا تبسم ہوتے بجدیکہ دندان مبارک مثل گوہر آبدار نمایاں ہوئے اور کہا اے چچا اگر تمام دنیا فاطمہ کو روکنے کیلئے زور کرے تو یہ فرزند سب کے زور کو توڑ دیگا۔ ابو طالب یہ سنکر بہت مسرور ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے اور نام پاک محمد پر درود بھیجا۔ مناقب مرتضوی میں لکھا ہے کہ اسوقت حضرت رسول خدا نے فرمایا کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یعنی گرامی کرے حق تعالیٰ اسکے چہرے یا اس کی ذات کو اور بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ جس وقت رسول خدا خانۂ ابو طالب میں آتے تھے۔ تو امیر المومنین شکم مادر سے ان پر سلام کرتے تھے اور جس طرف کو وہ حضرت متوجہ ہوتے تھے۔ جناب امیرؑ بھی رحم کے اندر ادھر ہی پھر جاتے تھے۔ اس سبب سے رسول اللہ نے ان کی نسبت یہ کلمہ کہا اور اَور وجوہ بھی لکھی ہیں کہ جن سے صوفیا لوگ بجائے رضی اللہ عنہ کے آنحضرت کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ **کیفیت ولادت آنحضرتؑ** نقل ہے کہ شب ولادت باسعادت ایک روشنی عظیم الشان آسمان پر نمودار ہوئی اور نور ستاروں کا دوبالا ہو گیا۔ قریش اس حال کو دیکھکر تعجب میں تھے اور جو کچھ جس کے جی میں آتا تھا اسکی نسبت رائے دیتا تھا کہ اتنے میں ابو طالب اپنی دولت سرا سے برآمد ہوئے جونہی لوگوں نے ان کو دیکھا اس طرف دوڑے اور حقیقت اس نور و ضیا کی پوچھنے لگے ابو طالبؓ نے کہا کہ حجتِ خدا تمام ہوئی اَیُّھَا النَّاس تم کو بشارت ہو کہ یہ رات اُس ولی ذوالجلال کی پیدائش کی ہے کہ حق تعالیٰ کامل کریگا اسمیں خصائل خیر و خوبی کو اور وصایت بلا فاصلہ پیغمبران اس پر ختم ہوگی وہ ہے پیشوائے پرہیزگاران و یاری کنندہ دین رحمان و برآرندہ شیطان نقمتِ منافقان و زینت عابدان و وصیّ پیغمبر آخر الزماں اور وہ ہے امام ہدایت و نجم فلک امامت و کلید باب علم و حکمت و ماحی کفر کفر و شبہت جان ایمان و یقین و سرور اسلام و دین یزید بن قعنب سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ایک روز میں اور عباسؓ بن عبد المطلب اور کچھ لوگ بنی ہاشم و بنی عبد العزےٰ کے سامنے کعبہ کے بیٹھے تھے کہ ناگاہ فاطمہ بنت اسد مسجد الحرام میں تشریف لائیں اور ان کو نواں مہینہ حمل جناب امیرؑ سے تھا اور دردزہ عارض ہو رہا تھا۔ پس وہ جناب خانہ کعبہ کے برابر کھڑی ہوئیں اور رو بجانب آسمان کر کے عرض کی کہ خداوندا میں ایمان لائی ہوں تجھ پر اور تیرے تمام پیغمبروں اور رسولوں پر جن کو تو نے بھیجا ہے اور تیری کتابوں پر جو تو نے نازل کی ہیں اور تصدیق کی ہے میں نے تمام اقوال و احکام اپنے جدّ ابراہیمؑ کی جنہوں نے اس خانہ معظمہ کو بنا کیا ہے پس سوال کرتی ہوں تجھ سے بحق اس شخص کے جس نے اس خانہ معظم کو بنا کیا اور بحق اس فرزند کے کہ میرے شکم میں ہے اور میرے ساتھ باتیں کرتا ہے اور مونس تنہائی میرا ہے اور مجکو یقین ہے کہ وہ ایک آیت و نشانی ہے تیری عظمت و جلالت کی آسان کر تو مجھ پر ولادت اس کی عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے تھے کہ جب فاطمہ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو دفعتہً دیوار خانۂ کعبہ کی شق ہوئی اور فاطمہ رخنۂ دیوار سے داخل کعبہ ہو کر ہماری نظروں سے غائب ہو گئیں اور دیوار کعبہ باہم مل گئی ہم نے ارادہ کیا کہ دروازۂ کعبہ کھولکر اندر جائیں ہر چند زور کیا مگر دروازہ نہ کھلا۔ جانا کہ یہ امر جانب خدا سے ہے۔ پس فاطمہ تین شبانہ روز خانہ کعبہ میں رہیں اور اہل مکہ بازاروں اور کوچوں میں اس قصہ کو بیان کرتے تھے اور عورات گھروں میں یہ حکایت نقل کرتی تہیں اور سب کو تعجب تھا چوتھے روز اسی مقام سے دیوار کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کو گود میں لئے اس رخنہ سے باہر آئیں اور فرمایا ایُّھا النّاس حقتعالیٰ نے مجھے اپنی تمام مخلوقات سے

برگزیدہ کیا اور سب پر فضیلت بخشی خصوصاً زنان برگزیدہ سابقہ پر اس لئے کہ حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا آسیہ زن فرعون کو اور اس نے خانہ فرعون میں عبادت خدا کی کہ سزاوار عبادت نہ تھا اور برگزیدہ کیا مریم بنت عمران کو اور ولادت عیسےٰ کو اس پر آسان کیا اور بیابان میں درخت خشک سے رطب تازہ اس کے لئے گرائے لیکن حق تعالیٰ نے مجھکو ان سب سے افضل کیا۔ اس واسطے کہ میں تین روز اس کے خانۂ محترم میں رہی اور وہاں میرے فرزند برگزیدہ پیدا ہوا اور بہشت بریں کے میوے کھائے اور جب میں نے اس کو لیکر ارادہ باہر آنیکا کیا تو ہاتف کی آواز آئی کہ اے فاطمہؑ نام اس کا علیؑ رکھیں علیؑ اعلیٰ ہوں میں نے اسکا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور اس کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔ اور اپنی عدالت سے بہرۂ کامل اور اپنی عزت و جلال سے حظ وافر بخشا ہے اور علوم نہانی و اسرار پنہانی سے آگاہ کیا ہے اور اپنے خانۂ معظم میں اسکو پیدا کیا ہے وہ سب سے پہلے سطح خانہ کعبہ پر اذان دیگا۔ اور وہاں کے بتوں کو توڑ کر پھینکدے گا اور مجکو عظمت و جلالت کے ساتھ یاد کرے گا اور امام و پیشوائے امت ہوگا۔ بعد میرے پیغمبر برگزیدہ کے پس محمدؐ رسول میرا ہے اور یہ وصیؐ اس کا پس خوشحال اس کا جو اس کو دوست رکھے اور اس کی یاری کرے اور بدحال اس کا جو اس کا حکم نہ مانے اور اسکی نصرت سے روگردانی کرے۔ **نظم**

چو خواست مادرش از بہر زادنش جائے ۞ درون خانۂ خویشش بداد جا جبار ۞ ز بہر مدخل آن پیشوائے خیل زنان ۞ شگاف حضرت جبار خانہ را دیوار ۞ پس آن مطہرہ با احترام داخل شد ۞ در آن مکان مقدس بزاد مریم وار ۞ بروں چو خواست کہ آید پس از چہار م روز ۞ ندا شنید کہ نامش بر و علی بگزار ۞ فدائے نام چنیں زادۂ بود جانم ۞ چنیں امام گزینید یا اولی الابصار ۞ امام ہمام زین العابدین علیہ السلام سے بسند معتبر منقول ہے کہ ایک روز فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتی تھیں حالانکہ وہ حضرت امیرؑ سے حاملہ تھیں کہ ناگاہ اثنار طواف میں ان کو درد زہ پیدا ہوا پس دیوار کعبہ بقدرت خدا شق ہوئی اور فاطمہؑ داخل کعبہ ہوئیں اور امیر المومنینؑ اس مکان پاک و پاکیزہ میں پیدا ہوئے شاعر عرب کہتا ہے **شعر** وَلَدَتْهُ فِي حَرَمِ الْمُعَظَّمِ اُمُّهٗ ۞ طَابَتْ وَطَابَ وَلِيْدُهَا وَالْمَوْلِدُ ۞ یعنی جنا ان کو ان کی ماں نے حرم محترم میں پس پاک و پاکیزہ ہے وہ ماں اور پاک ہے اس کا بیٹا اور پاک ہے جائے ولادت۔ **قطعہ**

گوہر چو پاک بود و صدف نیز پاک بود ۞ آمد میانۂ حرم کعبہ در وجود ۞ کعبش ز فیض کعبہ صفا داشت لاجرم ۞ بر روش سید دو جہاں جلوہ می نمود ۞ **رباعی** بسوئے کعبہ رود شیخ و من براہ نجف ۞ بزرب کعبہ کہ اینجا مراست حق بطرف ۞ تفاوتے کہ میان من است و او انیست ۞ کہ من بسوئے گہر رفت و او بسوئے صدف ۞ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ جب میں کعبہ میں داخل ہوئی تو ایک ساعت سنگ سرخ و زرم پر جو درمیان کعبہ کے ہے بیٹھی تھی کہ فرزند علی بن ابی طالب مجھ سے پیدا ہوئے بوقت وضع حمل کسی طرح کا درد و الم جو عورتوں کو جننے کے وقت ہوتا ہے مجکو محسوس نہ ہوا۔ جونہی پیدا ہوئے سجدہ خالق کے لئے جھک گئے پھر سر آسمان کی طرف بلند کیا گویا تضرع و زاری بدرگاہ جناب باری کرتے ہیں اس وقت شکل و شباہت و تیور و انداز میرے فرزند کے بالکل تیور و انداز حضرت رسول خدا کے سے تھے۔ پس میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ بیٹھنے والو اٹھو اور تعظیم کرو اس ولی خدا کی اور اس کے اعزاز و کرامت کے لئے کھڑے ہو جاؤ میں اس آواز کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں پانچ عورتیں خوبصورت زیبا منظر مجکو دکھائی دیں کہ گویا پانچ

آمدن زنان بہشتی نزد ولادت امیر المومنینؑ

بدر منیر ہیں وہ عورات میرے پاس آئیں اور میرا نام لیکر بولیں السَّلَامُ عَلَیْکِ یا فاطمہ بنت اسد اور میرے روبرو بیٹھ گئیں میرا فرزند اسوقت کلمہ شریفہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھتا تھا۔ پس پہلے اسکو حوا اُمّ البشر نے اپنی گود میں اٹھایا اور موںھ چومنے اور خوشبوئے بدن کو اس کی سونگھنے لگیں میرا فرزند انکو دیکھکر مسکرایا اور کہا السَّلَامُ عَلَیْکِ یا اُمَّاہ سلام ہو میرا تم پر اے مادر گرامی حضرت حوا نے جواب سلام دیا جب میں نے یہ سنا تو کہا اے فرزند کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں انہوں نے کہا بیشک آپ میری مادر عالیقدر ہیں لیکن ہیں اور آپ وجملہ خلائق بشری صلب آدم وشکم حوا سے پیدا ہوئے ہیں لہذا آدم سب کے باپ اور حوا ان کی ماں ہیں اَبُوْهُمْ آدَمُ وَالْاُمُّ حَوَّاءُ پس دوسری بی بی نے جن کے ہاتھ میں غالیہ دان نقرہ تھا۔ ان کو اٹھایا اور بوسے لیکر سینہ سے لگایا انہوں نے بھی اس بی بی کی طرف دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا سلام ہو تم پر اے بہن اور رحمت خدا ہو انہوں نے جواب سلام دیا میں نے کہا اے فرزند یہ کون معظمہ ہیں۔ کہا یہ مریم بنت عمران میری بہن ہیں اور یہ خوشبودان ان کے پاس پُر از خوشبوہائے بہشت ہے۔ پس حضرت مریم نے اپنی خوشبودان سے خوشبو نکالی اور ان کو معطر کیا بعد ازاں ان کے ہاتھ سے تیسری بی بی نے لیا اور بدستور چھاتی سے لگایا۔ اور بوسہ لیتی اور خوشبو جسم نازنین کی سونگھتی تھیں۔ پس ایک پارچہ حریر بہشت میں جو ان کے پاس تھا انکو لپیٹا۔ پھر چوتھی بی بی نے لیا اور پیار کیا۔ حضرت علی نے ان کی طرف دیکھا اور ہنسے بحدیکہ گویا چمک دانتوں کی مشرق ومغرب تک پہنچی بعد ازاں پانچویں بی بی نے لیا اور اپنے سینہ سے لپٹایا میرے فرزند نے ان کی طرف دیکھ کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اے اُمّ النبین وا ے دایۂ اطفال مومنین۔ انہوں نے کہا وَعَلَیْکَ السَّلَام اے امیر المومنین وصی خاتم النبین اس کے بعد سب بیبیاں میرے فرزند کے پاس آئیں اور انکی ناف کو دیکھا تو بریدہ و درست پایا اسوقت میں نے کہا اگر اس وقت میرے فرزند کے ختنہ ہو جائیں تو بہتر تھا۔ کیونکہ دستور عرب تھا کہ بروز ولادت بچوں کے ختنہ کرا دیتے تھے یہ سنکر ان بی بیوں نے کہا اے فاطمہ یہ فرزند مختون ومُزکّٰی پیدا ہوا ہے اور صدمۂ آہن اس کو نہ پہنچیگا الّا ہاتھ سے ایک مرد کے کہ خدا و رسول وملائکہ آسمان وکوہ ودریا اس کو دشمن رکھتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں اور جہنم اس کا مشتاق ہے۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ وہ مرد کون ہے کہ میرے لخت جگر کو بضرب شمشیر قتل کرے گا ان معظمات نے کہا کہ نام اس ملعون کا عبد الرحمن بن ملجم مرادی ہے جو محراب عبادت میں درمیان مسجد کوفہ کے چالیس سال بعد ہجرت پیغمبرؐ کے اس کو شہید کرے گا فاطمہ کہتی ہیں کہ یہ کہکر وہ عورات جہاں سے آئی تہیں چلی گئیں۔ میں اپنے دل میں افسوس کرنے لگی کہ سوائے حواؑ ومریمؑ کے باقی تین بی بیوں کا حال مجھکو نہ معلوم ہوا میرے فرزند نے باِلہام ربانی اس کو دریافت کرکے کہا اے مادر مہربان پہلی بی بی جس نے مجھے گود میں لیا حضرت حوا تہیں دوسری جن کے پاس چاندی کا خوشبودان تھا مریم بنت عمران۔ تیسری مادر موسیٰ۔ چوتھی آسیہ بنت مزاحم زن فرعون۔ پانچویں سارہ زوجۂ ابراہیم خلیل الرحمن مجلسی علیہ الرحمہ بعد نقل روایت فرماتے ہیں کہ یہ بات کہ حرارت آہن آنحضرت کو نہ پہنچے گی الّا ہاتھ سے ابن ملجم کے ظاہرا مخالف ان اخبار کی ہے جن سے حضرت امیرؑ کا موقعہ جہاد ضربت شمشیر وغیرہ کھانا نکلتا ہے۔ مثلاً جنگ خندق میں ضربۂ عمر بن عبدود سر مبارک میں پہنچی۔ پس ہو سکتا ہے کہ مراد اس مقام پر یہہ ہو کہ کوئی ضرب شمشیر وغیرہ بلا اختیار ورضائے آنحضرت کے ان کو نہ پہنچے گی۔ الّا ہاتھ سے ابن ملجم ملعون کے کیوں کہ ان

ضربات کو وہ حضرت برائے رضائے خدا باختیار خود اپنے اوپر لیتے تھے اور اپنی خواہش سے اپنے تئیں ان کی معرض میں لاتے تھے۔ اور محتمل ہے کہ ان جراحات سے کوئی الم آنحضرت کو نہ پہنچتا ہو۔ پھر فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ ان بی بیوں کے چلے جانے کے بعد میں اسی سنگ سرخ پر بیٹھی تھی کہ ناگاہ پانچ مرد باحُسن و جمال و ہیبت و جلال میرے پاس داخل ہوئے۔ اوّل ان میں آدمؑ تھے۔ دوئم نوحؑ۔ سوئم ابراہیمؑ خلیل چہارم موسیٰؑ پنجم عیسیٰ علیہ السلام انہوں نے آن کر میرے فرزند کو میرے آگے سے اٹھا لیا اور باری باری ایک ایک ان کو لیتا اور چومتا اور باتیں کرتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سب کے سب جدھر سے آئے تھے اسی طرف چلے گئے اور مجھکو معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے آئے تھے اور کدھر کو گئے ہیں۔ اس اثنا میں آواز ملائکہ کے پروں کی میرے کان میں آئی اور ایک ابر سفید اوپر سے نیچے کو اترتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ابر میرے فرزند کو لیکر آسمان کی طرف چلا گیا میں نے سنا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھراؤ علیؑ بن ابی طالب کو تمام مشارق و مغارب زمین میں اور سیر کراؤ اسکو صحرا اور دریا اور پہاڑ اور ہوا زمین کی اور احکام و شرائع انبیاء مرسلین و اخلاق اوصیاء و صدیقین کو اس خاتم الاوصیاؑ پر عرض کرو اور جو افعال و امور کہ ان کے بھائی سردار اولین و آخرین کے ساتھ کئے تھے۔ سوا خصوصیات نبوت کے تمام ان کے ساتھ بجالاؤ اور جملہ انبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین کے سامنے ان کو لیجاؤ کہ سب ان کی زیارت سے مشرف ہوں۔ فاطمہؑ کہتی ہیں کہ اس وقت میرا فرزند میری نظروں سے غائب ہو گیا اور بعد ایک لمحہ کے پھر میرے سامنے آگیا میں اس کی طرف دیکھ ہی رہی تھی کہ ناگاہ ایک اور پارۂ ابر نمودار ہوا اور مثل سابق پھر میرے فرزند کو لیکر اُڑا اور پھر ایک آواز آئی کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ پھراؤ علیؑ بن ابی طالب کو جملہ مخلوقات خدا میں اور دیدو ان کو علم و حلم و ورع و زہد و تقویٰ و شجاعت و سخاوت و صیانت از خطا و تواضع و وفا و ہیبت و مروت و کرم و مودت و دیانت و قناعت و فصاحت و بلاغت و عفاف و انصاف وغیرہ عادات و اخلاق انبیاء کرام و اوصیاء ذوی الاحترام بہ تحقیق کہ علیؑ قاتل کفار و مرتضیٰ و پسندیدہ خداوند جبار ہیں بعد اپنے بھائی رسولؐ خدا کے امامت خلائق پر مبعوث ہوں گے۔ اور بہترین خلائق ہیں بعد آنحضرت کے خود امام عادل ہیں اور پدر عالی مقدار اور جد نامدار ہیں گیارہ اماموں کے۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ میں بار دیگر اپنے فرزند کے غائب ہونے سے حیران تھی کیا دیکھتی ہوں کہ ایک ساعت کے بعد پھر میرا نور چشم میری آنکھوں کے سامنے موجود ہے غرض تین شبانہ روز میں کعبہ میں رہی میوہ ہائے بہشت کھایا کرتی تھی۔ تیسرے روز میرے فرزند نے کہا اے مادر گرامی آج کی رات گزر جانے دیجئے صبح کو جس دیوار سے آپ داخل ہوئی تھیں وہی کھل جائے گی اور آپکو باہر جانے کا راستہ ملے گا۔ یہاں کا یہ حال تھا اور شہر میں ابو طالب ہمارے لئے دعائیں مانگ رہے تھے اور جناب رسولؐ خدا مصروف قیام و قعود و رکوع و سجود تھے اور کہتے تھے خداوندا میرے تنگی دل کو دور کر اور سرور و خوش حالی سے اسکو معمور فرما کہ اپنے ابن عم اور اسکی مادر محترم کو کہ بمنزلہ میری ماں کے ہے۔ بخیر و عافیت پاؤں۔ پس جبرئیلؑ حضرت رسولؐ خدا پر نازل ہوئے اور خوشخبری میرے فرزند کے صحیح و سالم پیدا ہونے کی آنحضرت کو پہنچائی اور بشارت دی کہ وہ دونو عنقریب خانہ کعبہ سے نکل کر تمہارے پاس آتے ہیں اور **مناقب مرتضوی** میں لکھا ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین داخل کعبہ ہوئیں تو انکو ایک پردہ نظر آیا اُس پردہ کے پیچھے چلی گئیں اور وہاں ذات فرخندہ صفات حضرت امیرؑ نہانخانہ تقدیر سے عالم

ظہور وشہود میں جلوہ گر ہوئے۔ اسوقت ایک مرغ سفید بال سقف خانہ سے اُترا اور اپنی منقار سے سینۂ معارف گنجینہ آنحضرتؑ پر اسم مبارک علیؑ اس نے منقوش کیا حالانکہ اس سے پیشتر علیؑ کسی کا نام عالم میں نہ تھا۔ نیز مناقب میں ہے کہ معمول تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ابوجہل بتوں کی پاؤں کی خاک لیکر اُس کے آنکھوں میں لگاتا جب خبر ولادت شاہ ولایت اس پیشوائے اہل غوایت نے سنی تو آیا اور خاک پائے بتاں لیکر چاہا کہ آپ کی آنکھوں میں ڈلے ہر چند چاہا مگر حضرت امیرؑ نے اپنی آنکھیں نہ کھولیں۔ پس ابوجہل نے اپنی انگلیاں چشم وحدت بین اس جنابؑ پر رکھیں اور بزور دست انکو کھولنا چاہا حضرتؑ نے بقوت ید اللّٰہی ایک طمانچہ اس گمراہ کے موئنھ پر مارا کہ اس کے صدمہ سے پشت کے بھل گر پڑا اور گردن اس کی کج ہوگئی کہ یہ کجی آخر عمر تک اُس کی گردن میں نمایاں تھی۔ اور امیر المومنینؑ بدستور آنکھیں بند کئے تھے۔

والدۂ امیرؑ نے جو یہ دیکھا تو بہت پریشان ہوئیں کہ مبادا میرا فرزند نابینا ہو۔ اسوقت الہام ملک علام حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا کہ تمہارا ابن عم و وصی و برادر پیدا ہو لیا ہے۔ جلد اس طرف متوجہ ہو پس حضرت رسولؐ خدا مع جملہ احباب وہاں تشریف فرما ہوئے اور حضرت امیرؑ کو اٹھا کر باحترام تمام اپنی گود میں بٹھایا۔ بوئے گیسوئے مشکبار احمد مختار مشام حیدر کرار میں پہنچی تو جمال جہاں آرا کے دیکھنے کو آنکھیں کھول دیں اور شرائط تحیت و تسلیم بجا لائے اور اپنی آنکھوں کو دیدار فیض آثار آنحضرتؐ سے روشنائی بخشی ۔ ؎ بجز رسولؐ بروے کسے نظر نہ کشاد ✤ کہ از ازل نظرے داشتہ بمنتظر او ۔ نیز مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ تین روز آپنے آنکھیں بند رکھیں۔ تیسرے دن جب حضرت رسول خدا تشریف لائے اس وقت کھولیں اور آنحضرت کے روئے انور پر نظر کی حضرت رسول خدا نے فرمایا خصنے بالنظر وخصصہ بالعلم اس نے مجھکو نظر کرنے اور دیکھنے کیلئے خاص کیا میں اسکو علم وحکمت سے مخصوص کروں گا **بالجملہ** حضرت ابوطالب کہتے ہیں کہ جب میں نے اپنے فرزند کو اور اس نے مجھکو دیکھا تو کہنے لگا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی سلام ہو تم پر میرا اور رحمت خدا و برکات خدا اے پدر بزرگوار پس میں نے اپنے فرزند کی بوسے لئے اور خوشبو بدن نازنین کی سونگھی او رآغوش میں لیا اور سینہ سے لگایا اور حمد و ثنائے الٰہی و درود حضرت رسالت پناہی بجا لایا پھر حضرت رسولؐ خدا نے ان کو اپنی گود میں لیا جناب امیرؑ روئے انور ختمی مآب دیکھکر ہنسے اور بکمال بشاشت کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اور زبان معجز بیان سے تلاوت سورۂ مومنون کی شروع کی جب کہا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ تو حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا بہ تحقیق کہ رستگاری پائی مومنین نے تیرے سبب سے اور جب اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ پر پہنچے تو فرمایا بخدا تو امیر اور بادشاہ ان کا ہے تو ہی ان کو علم وحکمت سکھائیگا اور راہ نمائی ان کی کرے گا۔ تجھ سے ہدایت پائیں گے پھر فاطمہؑ سے فرمایا کہ جاؤ اس فرزند کے عم بزرگوار حمزہؓ کو اس کے ولادت کی خوشخبری دو تمہارے پیچھے میں اس کو سیراب کروں گا۔ جب فاطمہ گئیں تو آپنے زبان معجز نشان اپنی جناب امیر کے دہن اقدس میں دی پس زبان مبارک سے بارہ چشمے شیر کے جاری ہوئے۔ حتیٰ کہ وہ جناب خوب سیر ہوگئے فاطمہؑ پھر کر آئیں تو دیکھا کہ ایک نور روئے منور جناب امیرؑ سے جانب آسمان ساطع ہے کہ روشنی اس کی آسمان تک پہنچی ہے من بعد فاطمہؑ نے مثل دیگر اطفال کے جناب امیرؑ کو ایک پارچہ میں لپیٹا مگر انہوں نے اسکو پھاڑ ڈالا پھر ایک پارچہ میں لپیٹا اس کو

بھی پھاڑ دیا آخر دو پھر تین پارچوں میں لپیٹا مگر اس معجز نما نے ان کو بھی پھاڑ پھینکا اور قدرت خدا سے گویا ہوئے کہ اے والدہ ماجدہ میرے ہاتھوں کو نہ باندھو میں چاہتا ہوں کہ انگو دعا کے لئے درگاہ جناب کبریا میں بلند کروں بروایتے فرمایا کہ مجھکو ان ہاتھوں سے ضرورت مصافحہ کرنے کی ملائکہ کرام کے ساتھ ہوتی ہے جب کپڑے کے اندر ان کو بستہ پاتا ہوں تو شرمندہ ہوتا ہوں ناچار کپڑے کو پھاڑنا پڑتا ہے۔ ابوطالب یہ حالات دیکھکر مسرور ہوئے اور کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایسا فرزند مجکو عطا فرمایا اب موت مجھے سہل و آسان ہے جسوقت چاہے پیمانۂ عمر لبریز ہو جائے **راوی** کہتا ہے کہ اگلے روز پھر حضرت رسولؐ خدا خانۂ ابوطالب میں تشریف لائے۔ علی بن ابی طالب نے جونہی آپ کو دیکھا تو ہمک ہمک کر ہاتھ پاؤں مارنے اور ہنسنے لگے تاکہ حضرت رسولؐ خدا ان کو اپنی گود میں لے لیں اور کل کی طرح آج بھی زبان مبارک میرے موتھ میں دیں پس حضرت نے ان کو اٹھا لیا اور فرمایا الحمدللہ کہ حق تعالیٰ نے تمکو میری نصرت اور امداد کے لئے پیدا کیا تم قلعہائے کفر کو اپنی طاقت سے گراؤ گے اور ارباب نفاق و عداوت کو ذلیل و خوار کرو گے پھر اپنی زبان مبارک ان کے مونہہ میں دی کہ وہ حضرت سیر ہو گئے۔ نقل ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب رسول اللہ کو پہچان کر اشارے کرتے اور ہنستے تھے تو فاطمہ بنت اسد اس پر متعجب ہوتیں ابوطالب نے ان سے کہا اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اس فرزند نے تو اپنے بھائی اور اپنے پیغمبر کو اس وقت پہچان لیا تھا کہ جب تمہارے شکم میں تھے اور ہنوز متولد نہوئے تھے۔ اب تو ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اب پہچانا تو کونسی تعجب کی بات ہے فاطمہ نے کہا سچ کہتے ہو اے ابوطالب اس میں کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے۔ **تیسرے** روز ابوطالب نے ایک ولیمۂ عظیم الشان کی تیاری کی یعنی تمام اہل مکہ و نواح مکہ کی اس خوشی میں دعوت فرمائی کہتے ہیں کہ تین سو شتر ایک ہزار گائے ایک ہزار بکری اُنہوں نے اس کھانے کے لئے ذبح کی تہیں مکانات فروش مکلف دیبا و حریر سے آراستہ و جملہ لوازم اعزاز و اکرام مہمانان عمدہ طور سے مہیا کئے گئے تھے۔ عام طور سے منادی ہو گئی تھی کہ جو شخص اس متبرک طعام کے کھانے کا ارادہ کرے۔ اوّل چاہئے کہ سات بار گرد خانۂ کعبہ طواف بجا لائے۔ پھر دسترخوان پر اگر نعمتہائے اقسام و الوان کو نوشِ جان کرے جب مہمان طعام کھا کر رخصت ہوتے تو ابوطالب ان سے کہتے تھے۔ اے برادران عرب کمال لطف و عنایت پروردگار ہے کہ اس نے اپنے ولی وجہہ امام المتقین کو تمہارے درمیان ظاہر کیا اب زمانۂ نزول برکات کا نزدیک آتا جاتا ہے جلد تمہارے شبہات و جہالات دور ہوں گے۔ کھانا اس کثرت سے تھا کہ تمام اہل مکہ و نواح مکہ کھا کر سیر ہو گئے اور ہنوز بہت کچھ اس سے باقی تھا۔ پس ابوطالب نے حکم دیا کہ صحرا میں لیجا کر وحوش و طیور کو کھلائیں تاکہ کوئی ذی روح آج اس تبرک سے محروم نہ رہے **بعد ازاں** ابوطالب نے ارادہ سفر کا کیا اور وہ مثرم عابد کی ملاقات کے لئے کوہ لکام کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اسکو مژدہ اس ولادت کثیر السعادت کا پہنچا دیں جب اس پہاڑ پر پہنچے اور غار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مثرم ایک چادر میں لپٹا رو بقبلہ مرا پڑا ہے اور دو مار ایک سفید ایک سیاہ اس کی حفاظت کے لئے اس کے پاس بیٹھے ہیں۔ جونہی سانپوں نے ابوطالب کو آتے دیکھا تو غار میں چھپ گئے۔ ابوطالب مثرم کے پاس گئے اور کہا السلام علیک یا ولی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ پس خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے مثرم کو زندہ کیا وہ اٹھا اور اپنا ہاتھ مونہہ پر پھیر کر کہنے لگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ

ولیمہ روز ولادت باسعادت

جانا ابوطالب کا ... ملاقات مثرم عابد

لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہِ وَالْاِمَامُ بَعْدَ نَبِیِّ اللّٰہِ ابوطالب نے کہا بشارت ہو تجھکو اے مشرم کہ علی پیدا ہوگئے مشرم نے سنتے ہی اس مژدہ جانفزا کے خوش ہو کر علامات وعجائبات ولادت دریافت کیے ابوطالب نے تمام سرگذشت از سرتا پا کہہ سنائی اور کہا اے مشرم مجکو اس مولود مسعود ہی نے امر کیا ہے کہ تیرے پاس آؤں اور تجکو بشارت اس کے تولد کی دوں۔ مشرم یہ کیفیت سن کر سجدہ میں گیا اور شکر حق سبحانہٗ تعالیٰ بجالایا پھر رو بقبلہ لیٹ گیا اور ابوطالب سے کہا کہ میرے جسم پر چادر اوڑھا دو جسوقت ابوطالبؑ نے اس پر چادر ڈالی وہ عالم باقی کو رحلت کر گیا تین روز ابوطالب وہاں ٹھیرے ہر چند مشرم کو آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ سنا پس وہ دونوں سانپ باہر نکلے۔ اور سلام کیا ابوطالب پر اور ان سے کہا کہ تم جاؤ اور ولی خدا کے ساتھ ملحق ہو تاکہ ان کی حفاظت کرو ابوطالب نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم اس کے اعمال شائستہ ہیں کہ قیامت تک اسکی محافظت کریں گے اور بروز قیامت ایک آگے اور ایک پیچھے ہو کر اس کو بہشت بریں میں لیجائیں گے پس ابوطالب مکہ کو پھرے۔ جابر بن عبداللہ انصاری راوی حدیث نے یہ باتیں حضرت رسالت پناہ سے سنی تو کہا اللہ اکبر لوگ کہتے ہیں ابوطالب کافر مرے حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا اے جابر شب معراج کو جبکہ میں زیر عرش پہنچا تو میں نے چار نور دیکھے۔ پوچھا الٰہی یہ نور کیسے ہیں ندا آئی اے محمدؐ ایک نور المیں عبدالمطلب تیرے جد کا ہے۔ دوسرا ابوطالب تیرے چچا کا تیسرا عبداللہ تیرے باپ کا۔ چوتھا طالب و بروایتے جعفر بن ابی طالب تیرے بھائی کا۔ میں نے کہا اے پروردگار میرے انہوں نے کس سبب سے یہ درجہ پایا۔ ارشاد جناب باری ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنی قوم کی ایذا و آزار پر صبر کرتے تھے یہانتک کہ دنیا سے رحلت کی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ولادت باسعادت امیرالمومنینؑ علی ابن ابیطالب بروز جمعہ تیرہویں ماہ رجب تیس سال بعد واقعہ فیل کے خانہ کعبہ کے اندر واقع ہوئی حالانکہ کوئی مولود اس سے پہلے اور اس کے بعد کعبہ کے اندر پیدا نہیں ہوا اور یہ قول مشہور درمیان خاصّہ و عامّہ کے ہے ہر چند بعض روایات سے روز یکشنبہ ساتویں اور بعض سے تیئیسویں شعبان بھی معلوم ہوتی ہے اور سن شریف جناب رسالت مآب کا اسوقت تیس سال کا تھا اور بادشاہ عجم ملک شہریار بن پرویز بن یزدجرد تھا۔ حضرت رسولؐ خدا نے زبان مبارک اپنی سے ان کا مونہہ کھولا اور تحنیک کیا اور گوش راست میں اذان کہی اور گوش چپ میں اقامت کہی۔ کہ یہ سنّت رہی تمام بچوں کے لئے وہ حضرت مع اپنے بھائیوں کے اوّل ہاشمی ہیں کہ ہاشمی ماں اور باپ سے پیدا ہوئے۔ لکھا ہے کہ حضرت امیرؑ دس سال چھوٹے تھے جعفر بن ابی طالب اپنے بھائی سے اور جعفر دس سال چھوٹے عقیل بن ابی طالب سے تھے اور عقیل دس سال چھوٹے طالب سے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

چندے از اسماء و کُنیتہا و القاب حضرت امیر المومنین علیہ السّلام

اسمار گرامی آپ کے بہت ہیں حتیٰ کہ منقول ہے کہ حقتعالیٰ کے ایک ہزار ایک نام ہیں اور حضرت رسولؐ خدا کے ایک ہزار نام اور جناب امیر علیہ السّلام کے نو سو ننانوے نام اور صاحب کتاب الانوار نے وارد کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے تین سو نام فقط کتب آسمانی میں مذکور ہوئے ہیں۔ لیکن یہاں پر قلیل ان سے حسب حیثیت اس رسالہ کے نقل ہوتے ہیں از انجملہ ایک نام آپکا **علیؑ** ہے قبل اسکے کہ آپ کا نام علی رکھا جاوے کوئی مولود اس نام سے موسوم نہ ہوا تھا۔ الّا گاہے بر سبیل وصف مقام مدح میں اس لفظ کا استعمال کرتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے ھٰذَا وَلَدِیْ عَلِیٌّ یہ فرزند میرا بلند مرتبہ ہے جب سے اس جناب کا یہ نام مقرر ہوا اوروں نے بھی اپنی اولاد کو

اس نام سے موسوم کرنا شروع کیا واضح رہے کہ اوّل جس نے آنحضرت کو اس نام نامی کے ساتھ مسمیٰ کیا وہ جناب باری عز اسمہ ہے چنانچہ پیشتر گذرا کہ ہنوز آپ خانۂ کعبہ سے باہر نہیں آئے تھے کہ اس نام سے موسوم ہو گئے تھے اور کشف الغمہ میں ہے کہ جب امیر المومنین پیدا ہوئے تو ابوطالب نے ان کو اپنی گود میں اُٹھایا اور فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ پکڑ کر ابطح[1] کی طرف آئے اور آواز دی کہ اے پروردگار سفیدی و سیاہی اس فرزند کا نام مجھ پر روشن فرما اسوقت ایک پارۂ ابر بروئے زمین نمودار ہوا اور اس نے ان سب کو گھیر لیا۔ پس از ساعتے جب وہ ابر فرو ہوا تو ابوطالب کو ایک تختی اس جگہ سے ملی جس پر یہ شعر تحریر تھے ؎ خَصَصْتُمَا بِالْوَلَدِ الزَّكِيِّ ٭ وَالطَّاهِرِ المُنتَخَبِ الرَّضِيِّ ٭ وَاِنَّ اِسْمَهُ مِنْ شَامِخٍ عَلِيٍّ ٭ عَلِيٌّ اشْتُقَّ مِنَ الْعَلِيِّ ٭ یعنی مخصوص کیے گئے تم دونوں اے ابوطالب و فاطمہ بنت اسد ساتھ فرزند پاک و پاکیزہ کے کہ طاہر و برگزیدہ و پسندیدہ ہے بہ تحقیق کہ اس کا نام برتر علیؑ ہے اور علیؑ مشتق ہے اور نکلا ہے علیّ اعلیٰ سے۔ پس ابوطالب نے اس تختی کو اٹھا لیا اور لاکر خانۂ کعبہ میں لٹکا دی چنانچہ وہ اسی طرح پر آویزاں تھی۔ حتیٰ کہ ہشام بن عبد الملک مروانی نے اپنے عہد سلطنت میں اسکو اتارا اسوقت وہ لوح ناپدید ہو گئی اور مودة القربیٰ میں ہے کہ وہ تختی زمرد سبز کی تھی آسمان سے لٹکتی ہوئی معلوم ہوئی تو ابوطالب نے اسکو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اس سے بہت خوش ہوئے اور دس اونٹ نحر کرکے ولیمہ کیا۔ پس وہ تختی بیت الحرام میں لٹکی رہتی تھی اور بنی ہاشم اس پر فخر کیا کرتے تھے تا اینکہ عبد الملک ابن مروان نے عبد اللہ بن زبیر سے لڑکر اسکو اُتروا لیا۔ اور کشف الغمہ میں ہے کہ شب معراج حضرت رسول خدا سے ارشاد جناب باری ہوا کہ اے محمدؐ علیؑ کو میری طرف سے سلام کہہ اور کہہ کہ میں اسکو دوست رکھتا ہوں اور اسی دوستی کی وجہ سے میں نے اُسکے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے فانا العلی العظیم وَهُوَ عَلِيٌّ وَاَنَا مَحْمُودٌ وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ پس میں علی عظیم ہوں اور وہ علی ہے اور میں محمود ہوں اور تو اے پیغمبر محمدؐ ہے اور علماء شیعہ نے وجہ میں اس تسمیہ کے چند اقوال ذکر کیے ہیں بعض نے کہا ہے کہ معرکۂ جنگ میں جو شخص آپ کے مقابل ہوتا تھا آپ اسپر غالب آتے تھے اس سبب سے آپکا نام علی ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ چونکہ بہشت میں کسی نبی اور وصیِ نبی کا گھر آپکے گھر سے بلند نہیں ہے اس باعث سے آپکا نام علیؑ رکھا گیا۔ اور بعضوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ازبسکہ آپ نے دوش مبارک رسول اللہ پر سوار ہو کر بامِ کعبہ سے بتوں کو گرایا بدیں سبب یہ نام نامی پایا اور بعض کے نزدیک چونکہ عقد آپکا جناب سیدہؑ سے عالم بالا و ملاءِ اعلیٰ میں ہوا اس سبب سے اس نام سے مسمیٰ ہوئے اور بعضوں نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بعد رسول مختار اس جناب کا مرتبہ سب سے عالی و بلند ہے بایں وجہ آپ کا نام علی ہوا اور ایک نام آپکا **حیدر** ہے چنانچہ بروز فتح خیبر جبکہ مرحب یہودی آنحضرت کے مقابل ہوا تو آپ نے فرمایا انا الَّذِي سَمَّتْنِي اُمِّي حَيْدَرَه یعنی میں ہوں وہ جسکا نام اسکی ماں نے حیدر رکھا ہے لفظ حیدر کے معنے شیر درندہ کے ہیں چونکہ آپ بھی جرأت و شجاعت میں مثل شیر دلاور کے تھے اس سبب سے آپکا نام حیدر ہوا **جابر جعفی** کہ رُوات حدیث امام محمد باقرؑ سے ہے کہتا ہے کہ حیدر کے معنی حازم و ضابط و اختیار کنندہ نشائنیک و بدو نظر کنندۂ باریکی امور کے ہیں چونکہ وہ حضرت ان اوصاف سے متصف تھے اس لیے یہ نام ہوا۔ اور ایک نام آپکا **اَسَدُ اللہ** ہے کہ مخالف و مؤالف نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے۔ مُلّا جامی سبحہ میں کہتا ہے ؎ شیر خدا شاہ ولایت علی ٭ صیقلی شرک خفی و جلی ٭ مروی ہے کہ جب اہل اسلام جنگ طلحہ عبدری سے کہ ایک

حیدر

اسد اللہ

[1] ابطح وادی مکہ کی رو کی گزر کی جگہ جسمیں ریگ سنگریزہ ہیں اور حد اسکی انتہائے سعف سے کہ درمیاں وادی منیٰ کے ہے لیکن اس مقبرہ مکہ ہے جسکو اہل مکہ مقبرہ معلیٰ کے نام سے پکارتے ہیں ۱۲ مجمع البحرین

مہ وشجاعان عرب سے تھا بھاگے تو جناب مستطاب علیؑ ابن ابی طالب اس کے سامنے تشریف لائے اس نے پوچھا کہ تم کون ہو آپ نے نقاب چہرۂ مبارک سے اٹھا کر فرمایا میں ہوں شیر خدا و بہرام زندۂ صف اعدا روایت ہے کہ نام آنحضرت کا آسمان میں شماطیل زمین میں جمائیل لوح پر قیصوم قلم پر منصوم عرش پر معین اور رضوان خازن بہشت کے نزدیک امین ہے حور العین آپ کو اشب کہتے ہیں اور صحف شیث میں حمر العین صحف ابراہیم میں حزبیل توریت میں ایلیا انجیل میں بریا زبور میں اوریا قرآن[۱] میں علی اور رسولؐ خدا کے نزدیک ناصر و عرب کے نزدیک وفی ہے زبان اعرابی میں آپ کو ملقاطیس اور سریانی میں شروحیل رومی میں بطیرس ہندی میں لنکرد۔ اہل ارمن کے نزدیک فریق اور اہل صقلاب کے نزدیک فروق عجم میں فیروز ترکوں میں راح حبشیوں میں تبریک جنوں میں حنین اور فلاسفہ کے نزدیک یوشع کاہنوں کے نزدیک نودی ہے شیاطین آپ کو مدمر اور مشرکین موت الاحمر کہتے ہیں اور آپ کے پدر بزرگوار کے نزدیک نام آپ کا حرب یا ظہیر اور مادر عالی مقدار کے نزدیک اسد یا حیدر ہے

کنیات۔ ایک کنیت آنحضرت کی ابوالحسنؑ و ابوالحسینؑ ہے۔ بطریق اہل سنت منقول ہے کہ زمانہ رسولؐ خدا میں امام حسنؑ اپنے باپ کو ابوالحسینؑ اور امام حسینؑ ابوالحسنؑ کہتے تھے اور حضرت رسول خدا کو باپ کہتے اور بلفظ "یا ابانا" (اے باپ ہمارے) خطاب فرماتے تھے جب آنحضرت نے رحلت کی تو اسوقت سے حضرت امیرؑ کو باپ کے نام سے پکارنے لگے۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ حسنینؑ نے مجکو یا ابانا نہیں کہا۔ جب تک کہ حضرت رسولؐ خدا نے رحلت نہیں فرمائی اور حضرت رسولؐ خدا نے آنحضرتؐ کو بکنیت ابو الریحانتین یاد کیا ہے۔ خوارزمی کہ علمائے اہل سنت سے ہے لکھتا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے علیؑ کو خطاب کرکے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الرَّیْحَانَتَیْنِ۔ یعنی سلام ہو میرا تم پر اے پدر دو ریحانہ (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کے علیک بریحانتیّ من الدنیا۔ فعن یہدم رکناک واللہ خلیفتی علیک تجھکو چاہیے کہ میرے ان دو ریحانہ سے خبردار رہے۔ پس عنقریب دو رکن تیرے حیات کے منہدم ہوں گے۔ حقتعالی میرا خلیفہ ہے تجھ پر۔ راوی کہتا ہے کہ مراد حضرت رسالتؐ پناہ کی دو رکن سے ایک وجود ذیجود اپنا ہی ایک فاطمۂ زہرا کا چنانچہ جب حضرت رسول خدا نے رحلت فرمائی تو حضرت امیرؑ نے کہا کہ ایک ان دو رکنوں سے منہدم ہوا اور جب فاطمہ زہرا نے وفات پائی تو فرمایا کہ یہ دوسرا رکن تھا کہ آنحضرت نے اس کے منہدم ہونے کی خبر دی تھی ایک کنیت آپ کی **ابوتراب** ہے کہ دوست و دشمن آپ کو اس سے خطاب کرتے تھے لیکن دشمن اپنے زعم فاسد و گمان باطل میں اسکو آنحضرت کی ایک نوع کی مذمت تصور کرتے تھے اور براہ شماتت آپ کو اس کنیت سے یاد کرتے تھے اور ممتنک ان کا اس بیہودگی میں روایت ابوہریرہ کی ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؑ و حضرت امیرؑ کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی تھی وہ حضرت گھر سے نکلکر مسجد میں فرش خاک پر لیٹ رہے۔ حضرت رسولؐ خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو مسجد میں تشریف لائے اور نزدیک بیٹھکر خاک بدن مبارک آنحضرت سے جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے قُمْ یَا اَبَا تُرَاب قم یا اباتراب اٹھو اے پدر خاک بعد ازاں حضرت کو ان کے حجرہ میں لے گئے اور زوجہ و زوج کے درمیان صلح و صفائی کرائی۔ یہ دروغ بےفروغ و کذب ابوہریرہ کا ہے کہ بنی امیہ وغیرہ دشمنان امیرالمومنینؑ کی خوشامد میں اسکو تراشا ہے آنحضرت

کنیات ابوالحسن ابوالحسین

ابوتراب

[۱] قرآن میں آپ کا نام علیؑ جسجگہ موجود تھا کہ میں بعد بوقت جمع و ترتیب نکالا گیا ہے علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اپنی کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ مصحف عبداللہ بن مسعود میں آنحضرت کا اسم مبارک علی موجود تھا اور کافی سے نقل کیا ہے کہ دس جگہ یہ نام تھا پھر وہ تمام آیات لکھی ہیں جنمیں سے یہ نام نکالا گیا ہے از انجملہ یہ ہے آیہ تبلیغ یا ایہا الرسول بلغ الخ کہ اس میں بھی یہ نام موجود تھا اور آیہ اسطرح تھی بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی اسی طرح دیگر آیات میں اسم گرامی تھا کہ جامعین قرآن نے اپنا فائدہ دیکھکر نکالدیا۔ ۱۲

کے درمیان کبھی کوئی رنجش نہیں ہوئی کہ حضرت رسول خدا کو انمیں ضرورت صلح وصفائی کی ہو دونوں بزرگوار معصوم ومطہر تھے ایسے امور کا صدور انسے ناممکن ہے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب علل الشرائع میں بعد نقل ایک روایت کے کہ مضمون اسکا قریب بروایت موضوعہ مذکورۂ بالا کے ہے فرماتے ہیں کہ حدیث میرے نزدیک معتمد ومعتبر نہیں۔ کیونکہ علیؑ وفاطمہؑ کے درمیان کسی ایسے امر کا واقع ہونا امکان سے باہر ہے۔ کہ حضرت رسول خدا کو انمیں اصلاح کی حاجت ہو بہ تحقیق کہ وہ حضرت سید الوصیین اور وہ جناب سیدۂ نساء العالمین ہیں۔ دونوں بزرگوار حسن وخلق میں حضرت رسولؐ خدا کے قدم بقدم تھے لیکن میرا اعتماد اس کنیت کے باب میں روایت عبداللہ بن عباس پر ہے کہ کسینے ان سے پوچھا کہ حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ علیہ السلام کی کنیت ابوتراب کس لئے مقرر کی تو انہوں نے کہا کہ چونکہ وہ حضرت صاحب و مالک ارض ہیں اور حجت خدا ہیں زمین پر بعد آنحضرتؐ کے اور سبب بقا وسکون ہیں زمین کے لہذا آنحضرت نے یہ کنیت انکو عطا فرمائی "۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ بروز قیامت جو شخص کہ اول قبر سے اٹھیگا اور خاک کو اپنے سر سے دور کریگا وہ علیؑ بن ابی طالب ہوگا۔ پس فرمایا آنحضرت نے کہ میں جب چاہتا ہوں کہ کنیت کروں اسکو تو ابوتراب کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ عزیز ترین کنیت حضرت امیر المومنین کے نزدیک ابوتراب تھی۔ اور بہت دوست رکھتے تھے کہ ان کو بلفظ ابوتراب خطاب کریں جمع بین الصحیحین میں ہے کہ ایک شخص سہل بن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ حکام مدینہ علی بن ابی طالب کو منبروں پر بدی اور برائی سے یاد کرتے ہیں سہل نے کہا کیا برائی کرتے ہیں آنحضرت کی اس شخص نے کہا کہ ان کو ابوتراب کہتے ہیں یہ سنکر سہل ہنسا اور کہا موسوم نہیں کیا اس نام سے انکو مگر حضرت رسول خدا نے اور آنحضرت کے نزدیک کوئی نام اس سے زیادہ محبوب تر نہ تھا۔ اور نیز علل الشرائع میں عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز جناب ختمی مآب افضل الاوصیا علی بن ابی طالب کو تلاش کرتے ہوئے نخلستان مدینہ میں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک باغ میں وہ جناب اصلاح اراضی میں مشغول ریاضت ہیں۔ اور گرد وغبار سے روئے انور وبدن مطہر آلودہ ہو رہا ہے یہ دیکھکر سردار انبیا نے فرمایا۔ میں کسی کو ملامت نہیں کرتا۔ جو تیرا نام ابوتراب رکھے جناب امیرؑ کو یہ نام پسند نہ آیا اور رنگ روئے مبارک سُرخ ہوگیا۔ جناب رسول خدا نے آثار ناخوشی چہرۂ اقدس سے معلوم کرکے فرمایا اے علیؑ چاہتے ہو کہ میں تم کو خوش کروں۔ عرض کی بہتر ہے اے رسولؐ خدا فرمایا تو بھائی اور وزیر اور جانشین میرا ہے بعد میرے اور ادا کرنے والا میرے قرضوں کا ہے جو کوئی تجھکو دوست رکھے میری حیات میں۔ حق تعالیٰ اسکو داخل جنت کرے گا اور جو دوست رکھے تجکو بعد وفات میری کے خدا تعالیٰ اس کو با ایمان دنیا سے اٹھائیگا اور کچھہ خوف اسکو نہ ہوگا عذاب روز قیامت کا اور جو دشمن رکھے گا تجکو کافر مرے گا اور ہمیشہ عذاب الیم جہنم میں گرفتار رہے گا۔ **اور** کنیت آپ کی ابو محمد ہے۔ کس لئے کہ آپ کے ایک بیٹے کا نام (یعنی محمد حنفیہ) محمد تھا۔ اور ایک کنیت ابوالسبطین ہے کس لئے کہ دو سبط رسول حسنؑ وحسینؑ آپ کے بیٹے ہیں۔ اور ابوالشہدا ہے کس لئے کہ شہدا آپ کی اولاد سے ہیں۔ **القاب** مشہور لقب آپ کا مرتضیٰ (پسندیدہ) ہے اسواسطے کہ ہر امر میں رضائے خدا وخوشنودئ رسول ہدا کو منظور وملحوظ رکھتے تھے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بسبب متابعت رضاء خدا اور رسولؐ کے آپ کا لقب مرتضیٰ ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ ایک روز جبرئیل امین جانب رب العالمین سے یہ پیغام لائے کہ اے حبیب ہمارے ہم نے پسند کیا ہے علی کو واسطے فاطمۂ زہرا کے اور فاطمۂ کو واسطے علی کے اور

امیر المومنین

راضی ہوئے ہیں ہم اس پر لہذا آپ اس نام سے موسوم ہوئے اور ایک لقب آپ کا **امیر المومنین** ہے خوارزمی نے روایت کی ہے کہ بروز غدیر جبرئیل جانب حقتعالی سے آئے اور آپ کو اس لقب سے مخصوص کیا پس حضرت رسول خدا نے فرمایا سلموا علی علیؑ بامر المومنینؑ کہ سلام کرو علیؑ پر ساتھ لقب امیر المومنینؑ کے چنانچہ سب سے پہلے جس نے اس لقب سے آنحضرتؐ کو سلام کیا وہ حضرت خلیفۂ ثانی تھے انہوں نے بلفظ بخّ بخّ آپ کو مبارک باد دی کہ آپ مولا و امیر و امام تمام مومنین و مومنات کے ہوئے انتہے اور حق یہ ہے کہ امیر المومنینؑ آپ کا نام خلق آدم سے پہلے کا ہے جیسا کہ مودۃ القربیٰ میں حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علی کب سے امیر المومنین کے نام سے موسوم ہوئے تو ان کی فضیلت کا انکار نہ کرتے بہ تحقیق کہ ان کا لقب امیر المومنینؑ ہوا کہ حالانکہ آدم ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے یعنی ابھی روح ان کے بدن میں داخل نہیں ہوئی تھی اور علمائے شیعہ نے کہا ہے کہ امیر المومنین کا اطلاق سوائے آنحضرت کے ائمہ وغیر ائمہ سے کسی کے اوپر جائز نہیں کیونکہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ذاك اسم سمّی اللہ بہ علیاً لم یُسَمَّ بہ اَحَدٌ قبله ولا یسمّیٰ به بعدہ الا کافر کہ امیر المومنین ایک نام ہے کہ حق تعالیٰ نے علی علیہ السلام کو اس سے مخصوص کیا ہے کوئی آنحضرت سے پیشتر اس نام سے موسوم نہیں ہوا اور نہ کوئی آپ کے بعد اپنا یہ نام رکھے گا سوائے کافر کے اور ایک لقب آپ کا **یعسوب المسلمین** ہے لغت میں یعسوب کے

یعسوب المسلمین

معنی امیر نحل و سردار قوم کے ہیں چونکہ وہ حضرت سید و سردار مسلمانان تھے لہذا اس لقب سے ملقب ہوئے جناب امام رضا تفسیر آیہ شریفہ وَاَوحیٰ رَبُّکَ اِلَی النَّحل میں فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ امیر نحل علیؑ بن ابی طالب ہے اور وجہ اسکی موجب بعض روایات یہ بیان ہوئی ہے کہ ایکبار رسول مختار نے کچھ لشکر قلعہ بنی نقل کیطرف بھیجا تھا جب اہل قلعہ اس سے مغلوب ہوئے تو انہوں نے خانہائے زنبور کو کھولدیا زنبوروں نے نکلکر نیشہائے آلودسے لشکر کو تہ و بالا کر ڈالا یہ حال پُر اختلال حضرت امیرؑ نے دیکھا تو میدان میں تشریف لائے زنبور اس جناب کو دیکھکر فوراً ہی سب کی سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عجز و انکسار کرنے لگیں اسوقت حضرت رسول خدا نے فرمایا ھٰذا اَمیرُ النَّحل یہ ہے سردار مگسہائے شہد کا **دوسری** روایت میں ہے کہ ایک مکان میں زنبوروں نے چھتہ بنایا تھا کسیکو طاقت نہ تھی کہ اس کے پاس وہاں جائے حضرت امیرؑ وہاں تشریف لے گئے اور اس میں سے شہد نکالا اسوقت رسول اللہ نے آپ کا نام یعسوب رکھّا اور بعض روایات میں آپکو یعسوب آخرت کہا ہے یہ منتہائے شرف و بزرگی ہے اس جناب کے لیے ایک لقب گرامی ظہیر یعنی غالب ہے۔

ظہیر

منقول ہے کہ ایک روز آپ کے پدر بزرگوار ابوطالب نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جمع کیا اور بموجب رسم عرب ان کو امر کیا کہ باہم کشتی لڑیں اسوقت حضرت علی اپنے دستہائے مبارک کو کہ ضخیم و پُر گوشت تھے اور زیادہ دراز و طولانی تھے بڑھاتے تھے اور اپنے بھائیوں اور عموزادوں کو ان سے پکڑتے اور ایک ایک خورد و بزرگ کو زمین پر پچھاڑتے تھے۔ ابوطالب نے یہ دیکھکر کہا ظَہَرَ عَلِیٌّ کہ غالب ہوا علی تب سے آپ کا لقب ظہیر ہوا۔

میمون

ایک لقب آپ کا میمون (مبارک) ہے قصہ اسکا اس طرح پر ہے۔ کہ آپ اپنے مرضعہ (شیر دہندہ) کے گھر کہ ایک عورت بنی ہلال سے تھی تشریف رکھتے تھے اور اپنے برادر رضاعی کے ساتھ کہ ایک سال آپ سے سن میں بڑا تھا کھیل رہے تھے دایہ کسی کام کو گئی ہوئی تھی اس مکان کے نزدیک ایک کنواں تھا دایہ کا لڑکا کوئیں کی مینڈ پر گیا اور اس کا پیر پھسلا۔ حضرت یہ دیکھکر دوڑے کہ اسکو پکڑیں راہ میں طناب خیمہ پائے مبارک میں الجھی آپ اس طناب کو کھینچتے ہوئے سرِ چاہ پر پہنچے اور لڑکے کا پیر

پکڑ کر سنبھالے رہے تا اینکہ اس کی ماں آئی اور چلائی کہ لوگوں آؤ اور تعجب کرو اس طفل مبارک و میموں سے کہ کس طرح پر میرے بچے کو گرنے سے بچایا ہے لوگ آتے تھے اور با وجود کم سنی اور بیرے طناب میں الجھنے کے بچے کو بچانے سے تعجب کرتے تھے۔ تب سے دایہ آپ کو میموں کہتی تھی۔ اور لڑکا اور اس کی اولاد و اولاد و اولاد اس قبیلہ میں معلق میموں کے نام سے مشہور ہے ایک لقب آپ کا اَصْلَعْ ہے۔ صلع کے معنی لغت میں مقدم سر میں بالوں کا نہ ہونا ہے۔ چونکہ سر مبارک پر آگے کی طرف بال نہ تھے۔ اس لئے آپ کو اَصْلَعْ قریش کہتے تھے اور یہ ایک علامت یُمن اور اقبال مندی کی ہے چنانچہ خود ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ حقتعالی جس کی نسبت خیر و برکت کا ارادہ کرتا ہے اس کو اصلع کرتا ہے یعنی اس کے پیشانی کے بالوں کو گراتا ہے۔ چنانچہ میں بھی اصلع ہوں۔ اور ایک لقب آپ کا **الانزع البطین** ہے۔ انزع کے معنی بری و علیحدہ شدہ کے ہیں چونکہ وہ حضرت کفر سے بری و شرک سے علیحدہ تھے اس لئے یہ لقب پایا اور بطین شکم بزرگ کو کہتے ہیں از آنجا کہ آپ بزرگ شکم تھے۔ اس سے بطین کہلائے مروی ہے کہ ایک شخص نے جناب امیر سے کہا میں آپ سے تین چیز سے سوال کرتا ہوں جواب ارشاد کریں۔ ایک آپ کی کوتاہی قد سے۔ دوسری بزرگی شکم سے۔ تیسری صلع سر یعنی پیشانی پر بال نہونے سے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالی نے میرے قد کو معتدل اور میری خلقت کو مستوی و ہموار بنایا ہے کہ نہ بہت بلند ہے نہ پست تاکہ دو ٹکڑے کروں کوتاہ قدوں کو طول میں اور دراز قامت والوں کو عرض میں اور چونکہ رسول خدا نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کئے اور ہر باب سے ایکہزار باب اور مجھ پر منکشف ہوئے اور وہ سب میرے شکم میں جمع ہوئے۔ پس تنگی کی شکم نے اور بلند ہوئے پہلو میرے اور از بسکہ میں ہمیشہ کلاہ (یعنی خود ۱۲) سر پر رکھکر کفار سے جہاد کرتا ہوں بایں سبب بال میرے پیش سر کے اڑ گئے ہیں۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ بعد نقل اس روایت کے بحار میں فرماتے ہیں کہ بزرگی شکم کثرت علم سے ممکن ہے اسواسطے کہ بسبب کثرت علم فرح و سرور حاصل ہوتا ہے اور یہ باعث ہے بزرگی شکم کا۔ ورنہ کوئی اور باعث اسکا نہیں ہوسکتا۔ کس لئے کہ وہ جناب ہمیشہ مشغول ریاضت و مجاہدات رہتے تھے اور خواب و خورش آرام و آسائش میں قلت فرماتے تھے اور جو آلام جسمانی و صدمات روحانی دشمنوں سے آپ کو پہنچتے تھے مزید بر آں پس یہ جملہ امور باعث لاغری و صغر بطن کے ہیں نہ بزرگی و ضخامت شکم کے پس معلوم ہوا کہ سرور اور شادمانی ہی باعث بزرگی شکم تھی جو آنحضرت کو کثرت علم سے حاصل ہوتی تھی۔ اور ممکن ہے کہ کثرت علوم و وفور معارف ربانی جن کا اظہار نہ ہوسکے بالخاصیۃ سبب بزرگی شکم کا ہوں مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تجربہ بھی اسکا شاہد ہے **مؤلف** اوراق کہتا ہے کہ انکے سوا اور بہت سے القاب اس جناب کے کتب میں مرقوم ہیں جیسے نفس رسول۔ زوج بتول۔ سیف اللہ المسلول (یعنی کشیدہ خدا ۱۲)۔ امیر البررۃ۔ قاتل الفجرۃ۔ قسیم الجنۃ والنار۔ کرار غیر فرار۔ صاحب اللواء۔ سید العرب۔ خاصف النعل۔ کشاف الکروب۔ صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ باب مدینۃ العلم۔ مولی۔ وصی۔ وقاضی دین رسول[۱]۔ منجز وعد الرسول[۲]۔ کاسر اصنام الکعبہ[۳]۔ ہازم الاحزاب[۴]۔ قاصم الاصلاب[۵]۔ داعی۔ شاہد۔ ہادی۔ ذی القرنین۔ قائد الغر المحجلین۔ مظہر العجائب والغرائب۔ مفرق الکتائب۔ مذل الاعداء۔ معز الاولیا۔ اخطب الخطباء۔ قدوۃ اہل الکساء۔ امام الائمۃ الاتقیاء۔ محی السنۃ۔ ممیت البدعۃ۔ اللاعب بالاسنۃ[۶]۔ الحصن الحصین۔ الخلیفۃ الامین۔ قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین۔ لیث الثری۔ غیث الوری۔

[۱] ادا کنندہ قرض رسول ۱۲ [۲] وفا کنندہ وعدہ رسول ۱۲ [۳] شکنندہ بتان کعبہ ۱۲ [۴] شکست دہندہ گروہا ۱۲ [۵] شکنندہ پشت ہا ۱۲ [۶] برچھیوں کے ساتھ کھیلنے والا

اصلع

الانزع البطین

مفتاح الندے۔ مصباح الدُّجے۔ شمس الضحیٰ۔ اشجع من رکب ومشی۔ اہدی من صام وصلےٰ۔ مولیٰ کل من رسول اللہ لہ مولےٰ۔ المعتصم بالعروۃ الوثقیٰ۔ الفتیٰ اخوالفتےٰ۔ الذی انزل فیہ ہل اتیٰ۔ اکرم من ارتدیٰ۔ اشرف من ابتدا ے۔ افضل من راح واغتدے۔ الذی صدقہ رسول اللہ۔ تصدّق بخاتمہ فی الرکوع۔ الکوکب الازہر۔ الصّارم المذکر۔ صاحب براۃ وغدیر خم وساقیٔ کوثر۔ مُصلی القبلتین۔ اعلم من فی الحرمین۔ الضارب بالسیفین۔ الطاعن بالرمحین۔ ابن عم المصطفٰے۔ شقیق النبی المجتبٰے۔ الہاشمی۔ المکیؒ۔ المدنی۔ الابطحی۔ الطالبی۔ الرضی المرضی القوی البجویؒ۔ اللوذعی۔ الاریحی۔ الوفیؒ۔ وغیرہ وغیرہ قریب ہانسو القاب کے کتب میں نقل ہوئے ہیں۔ مگر یہاں اسی قدر پر اکتفا کی گئی۔

بحارالانوار میں ہے کہ ایک روز متوکل عباسی نے زید بن حارث بصری سے کہا کہ کچھ فضائل علیؑ کے بیان کر۔ اس نے کہا مجھ سے کب فضائل اُن حضرت کے بیان ہوسکتے ہیں الا تبرکاً کہنے سے بموجب حروف تہجی کے کسی قدر القاب و اوصاف آپ کے بیان کرتا ہوں۔ (ا) یعنی وہ آمر وعلم کنندہ ہیں از جانب خدا بعدل واحسان۔ (ب) باقر یعنی شگافندہ علوم جملہ دیان (ت) تالی (تلاوت کنندہ) قرآن بیاکی وآہستگی (ث) ثاقب یعنی سوراخ کرنے والے حجاب ہائے شیطان کے۔ (ج) جامع قرآن واحکام قرآن۔ (ح) حاکم مابین انس والجان۔ (خ) خالی تھے ہرزہ وبہتان سے (د) دلیل وراہنما تھے تمام کے (ذ) ذاکر و یاد آرندہ معبود بحق تھے ظاہر و باطن میں (ر) راہب یعنی ترسندہ تھے حق تعالیٰ سے شب ہائے تاریک میں (ز) زاہد وراجح تھے تمام پر بلا نقصان کے (س) ساتر وعیب پوش تھے سب کے (ش) شاکر یعنے شکر گذار تھے خداوند رحمان کے (ص) صابر تھے تیغ وسنان پر راہ خدا میں (ض) ضارب ذوالفقار تھے سرہائے کفار پر (ط) طالب راہ خدا تھے بے آمیزش ریا (ظ) ظاہر وغالب تھے جماعۂ کفار پر (ع) علی عالیقدر تھے اہل زمان پر (غ) غالب تھے شجاعان دہر پر (ف) فارق وجدا کنندہ تھے سرہائے کفار کے اُنکی گردنوں سے (ق) قوی دل وقوی الاعضا تھے (ک) کامل تھے جمیع کمالات ظاہری و باطنی میں (ل) لازم پکڑنے والے تھے امرونہی الٰہی کے (م) مزوج یعنی جفت وزوج تھے بہترین زنان عالم کے (ن) نامی تھے کہ نام ان کا قرآن میں مذکور ہے (و) ولی وامام ہیں سب مومنون کے (ہ) ہادی تھے راہ راست خدا کے (ی) یداللہ یعنے دست خدا تھے۔ **بعضے از حالات طفلی آن سرور امیرالمومنین** پیدا ہوئے تو سن مبارک حضرت رسالت پناہؐ کا تیسؔ سال کا تھا۔ عہد طفلی ہی سے آپ کو اپنے چھوٹے چچا زاد بھائی سے کمال درجہ الفت تھی۔ بغایت آپ کو دوست رکھتے۔ اور نہایت پیار کرتے تھے۔ حتےٰ کہ بنفس نفیس خود متوجہ ان کی تربیت اور پرورش کے ہوئے اور تمام ضروریات کی کفالت فرماتے۔ خود ان کو نہلاتے دھولاتے۔ خود شیر حلق مبارک میں ڈالتے اکثر اوقات زبان مبارک ان کے مونھہ میں دیتے۔ اور چوساتے۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوگئی اور دودھ میرے نہ رہا حضرت رسولؐ خدا میرے بیٹے علیؑ کے مونھہ میں زبان دیتے اور بحکم خدا ان کی رضاعت ہوتی۔ حکم دیا تھا کہ علیؑ کا گہوارہ ہموارہ میرے فرش خواب کے قریب رہے۔ امیرالمومنین سوتے اور حضرت رسول خدا ان کی گہوارہ جنبانی فرماتے جاگتے تو بکمال شفقت ان سے باتیں کرتے سر وچشم کے بوسے لیتے سینہ سے لگاتے۔ اور فرماتے یہ ہے میرا بھائی اور میرا ولی و دوست ومددگار اور برگزیدہ میرا وذخیرہ میرا اور پشت وپناہ ووصی میرا ہے اور شوہر ہے میری دختر نیک اختر کا اور امین ہے میرے علوم ووصایا کا

اور جانشین میرا ہے میری امت پر اور آنحضرت کو گود میں اٹھاتے اور کوہستان مکہ اور اس کے درون اور وادیوں میں سیر کراتے اور علوم نہانی
و اسرار ربانی ان کے گوش جان میں تعلیم و تلقین فرماتے امیرالمومنینؑ بھی جوں جوں سن تمیز کو پہنچتے تھے۔ حضرت ہی کا دم بھرتے تھے۔ دل و جان سے
آپ پر قربان تھے۔ آپ ہی کو اپنا مربی و سرپرست جانتے۔ ایک دم کو خدمت سے جدائی گوارا نہ فرماتے تھے۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ طفلی
میں ہمیشہ معجزات و خرق عادات اس مظہر عجائبات سے ظاہر ہوا کرتے۔ ایک روز میں آپ اسقدر بڑھتے تھے جتنا کہ اور اطفال ایک مہینہ
میں بڑھتے ہیں۔ جب چلنے پھرنے کے دن آئے تو معمولی کھیل آپ کا یہ تھا کہ کوہ ابو قبیس پر جا بیٹھتے اور لڑکوں کو کفار قریش کے سنگ
و کلوخ مارتے اور دھمکاتے کہ تمہاری موت کے دن نزدیک آگئے جلد تر دیار کفر ویران ہوں گے اور تمہارے سر اسطرح سے کٹیں گے۔
جیسے کہ زراعت کاٹی جاتی ہے۔ کوئی بندہ و آزاد تم سے بغیر قبول اسلام زندہ نہ بچے گا۔ میں کیا پیدا ہوا تمہاری شامت آئی اور موت
مجسم تمہارے لئے ظاہر ہوئی۔ تنہا دلیرانہ کفار سے جنگ آور ہوں گا اور تمام کرب و سختی کو جو میرے بھائی رسولؐ خدا کو اشاعت
اسلام میں پیش آئے گی دور کرونگا۔ حال افزونی قوت کا یہ تھا کہ صبح شام اس میں فرق بیّن محسوس ہوتا تھا حتّٰی کہ حق تعالیٰ نے آپ
کو طاقت کی اس مقدار معین پر پہنچا دیا جو اس جلّ شانہ کو آپ کے لئے منظور تھی۔ **حکایت لوا الحمد** کتاب الانوار میں ہے
کہ جب سن شریف امیرالمومنینؑ کا کسی قدر زیادہ ہوا تو ایک روز لڑکوں میں کھیل رہے تھے کہ ناگاہ جبرئیل امین آپ کو اٹھا کر روضۂ
ابراہیمؑ خلیل پر کوہ حری میں لیگئے۔ وہاں جبرئیل و اسرافیل و میکائیل و دیگر ملائکہ نے لوا الحمد و رایۃ النصر کو جسے ذوالعقاب
بھی کہتے ہیں آپ کے سر مبارک پر کھولا اور مبارک باد دی بعد ازاں آپ کی قدر و منزلت کو دس نبیوں کی قدر و منزلت کے ساتھ
وزن کیا تو پلہ آپ کی شان کا بھاری نکلا۔ دس اوصیا رکو ان میں شامل کیا تب بھی آپ ہی بھاری رہے۔ پس حضرت جبرئیل نے
کہا کس لئے راز خدا کے درپے ہوتے ہو۔ یہ تحقیق کہ اگر تمام دنیا کو سوائے حضرت محمدؐ مصطفٰے کے ایک طرف رکھوگے اور اس فرزند
ارجمند کو ایک طرف البتہ فضیلت و بزرگی اس کی راجح ہوگی پس جبرئیل و جملہ ملائکہ جانب آسمان پرواز کر گئے۔ اور حضرت امیرؑ
اس مقام میں تنہا رہے۔ اس وقت نیند آپ پر غالب آئی اور سو رہے۔ جانوران صحرا نے جو بوئے دل نواز نفس رسول کی اس دشت
میں پائی جوق جوق اس طرف متوجہ ہوئے۔ حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو اپنے ولی اور اپنے نبی کے وصی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔
پس وہ فرشتہ آکر نزدیک حضرت کے بیٹھ گیا اور دستۂ ریحان ہاتھ میں لیکر مروحہ جنبانی کرتا تھا تا اینکہ آپ خواب راحت سے بیدار ہوئے
پس فرشتہ آسمان کو چلا گیا۔ جانوران وحشی جو آپ کے گرداگرد حلقہ زن تھے ان میں سے ایک شیر عظیم الخلقہ کہ سردار ان کا تھا آگے
بڑھا اور سر کو قدموں پر شیر اللہ کے رکھکر روتا تھا اور کہتا تھا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اے مولی میرے اور امام میرے
میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بعد محمدؐ مصطفٰے ولی خدا و امام الوریٰ ہیں اور باب ہیں جملہ حجج خدا ائمہ ہدیٰ کے پس کرم کیجئے
اور میری پشت پر سوار ہو لیجئے تا کہ میں حضرت کو در دولت تک پہنچا آؤں اور بوجہ اس امتیاز کے اپنے ہم جنسوں میں عزت و فخر
حاصل کروں پس امیر خیبر گیر پشت شیر پر سوار ہو کر گھر کو روانہ ہوئے جملہ وحشیان صحرا آپ کے جلو میں تھے یہاں کی کیفیت یہ تھی اور ادھر

ابوطالب نے جو اپنے لخت جگر کو نہ پایا تو اِدھر اُدھر ڈھونڈتے پھرنے لگے ۔ والدہ ماجدہ جدا بیقرار تھیں ۔ انہوں نے فراق میں اپنے نور دیدہ کے جیبِ قمیص کو چاک کیا ۔ یہ حالت دیکھکر تمام بنی ہاشم میں تہلکہ پڑگیا ۔ حمزہ و عباس و زبیر و حارث نے ابوطالب سے کہا ہم اپنی جان و مال نثار کرنے کو موجود ہیں ابوطالب نے کہا کہ میرا فرزند کل صبح سے غائب ہے اور کچھہ پتہ و نشان اُس کا نہیں ملتا ۔ ڈرتا ہوں ساحروں اور کاہنوں سے کہ عجائب و معجزات اس کے دیکھکر اس کے دشمن ہو رہے ہیں کوئی گزند اسکو نہ پہنچے ۔ پس ابوطالب گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمزہ و عباس وغیرہ اولادِ عبدالمطلب و بنی ہاشم سب آپ کے ساتھ سوار ہوئے تمام شہر و نواحِ شہر رونڈ ڈالا مگر کہیں نشان آنحضرت کا نہ پایا تب خانۂ کعبہ کی طرف واپس آئے اور پردہ ہائے خانہ کعبہ کو پکڑ کے رونے اور گریہ وزاری کرنے لگے اور دعائیں مانگتے تھے ۔ کہ اے پروردگار میرے بحق محمدؐ مصطفےٰ کہ تیرے نبی و برگزیدہ ہیں اور بحق اس خانہ کعبہ کے کہ تیرا گھر ہے میرے فرزدلبند کو مجھہ سے ملا دے پس ناگاہ ایک ندا غیب سے آئی کہ اے ابوطالب اندیشہ نہ کرو تمہارے فرزند کو کچھہ خوف نہیں تھوڑی دیر میں تمہارا نورعین تم سے آملتا ہے ۔
القصہ امیرالمومنینؑ شیر نر پر سوار پیچھے جانوران صحرائی قطار در قطار آرہے تھے جبرئیل نے آکر لوار الحمد و رایت نصرت کو سر مبارک پر کھولا فرشتے پس و پیش یمین و یسار تہلیل و تسبیح خواں رواں تھے اور سواری کی شکوہ و شان بیرون از بیان ، رحمت خدا اس وقت جنبش میں آئی حورانِ بہشت نے نظارۂ جمال بیمثال ولی ذی الجلال کے لئے سرغرفوں سے باہر نکال دیئے درختان جنت جھومنے لگے اور مرغان خوش الحان شاخہائے درختان پر چہچہاتے تھے ۔ المختصر جب اس کرّ و فر سے امام عالی مقام داخل مکہ ہوئے تو شدت خوف و اضطراب سے ارکان شہر میں زلزلہ پڑگیا بحدیکہ اگر قدم عطوفت شیم حضرت رسالتؐ پناہ کا درمیان نہ ہوتا تو نزدیک تھا کہ شہر الٹ جاوے بارے سواری محلہ بنی ہاشم میں پہنچی جونہی نظر مبارک حضرت امیرالمومنین کی حضرت رسولؐ خدا پر پڑی تو براہ تعظیم شیر سے اترکر سلام بجالائے ۔ شیر نے جو حضرت ختم الانبیاء کو دیکھا تو نزدیک جاکر دوزانو بیٹھ گیا اور کلمہ شہادتین پڑھتا اور امامت و ولایت امیرالمومنین کا اقرار کرتا تھا ۔ بعد ازاں اپنے اور تمام وحشیان ہمراہی کے لئے شفاعت کا خواستگار ہوا ۔ حضرت شفیع المذنبین نے وعدۂ شفاعت کا فرمایا پس شیر نے خوش خوش مع تمام جانوروں کے بجانب صحرا معاودت کی اور جبرئیلؑ نے رایت نصرت حضرت رسولؐ خدا کے حوالے کرکے آپ عالم بالا کی راہ لی یہ روز بسبب ظہور معجزۂ خاتم انبیاؐ و شاہؑ اولیا مکہ میں ایام مشہورہ سے ہوا دوست و ہوا خواہ ان حالات کو معلوم کرکے شاد و خنداں تھے اور حاسد آتش غم میں سوزاں تمام ہوئی حکایت لوار حمد و وحشیان صحرا کی جو کسیقدر ایجاز و اختصار کے ساتھ کتاب الانوار سے نقل کی گئی ۔ اور وہ کتب معتبرہ شیعہ سے ہے کہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں جابجا اس سے روایات نقل کرتے ہیں ۔ اور اہل سُنّت سے میر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربےٰ میں حال لوار الحمد کا بروایت عبداللہ بن سلام اسطرح پر لکھا ہے کہ عمود اسکا یاقوت سُرخ کا اور قبضہ مروارید سفید کا اور پھریرا زمرد سبز کا ہے ۔ اور اسپر تین سطریں مرقوم ہیں ایک میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ دوسری میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ اور تیسری سطر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوۡلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے راوی نے پوچھا یا رسول اللہ اس لوار کو بروز قیامت کون اُٹھائیگا فرمایا اسکو علیؑ بن ابی طالب اٹھائیں گے جو دنیا میں میرے عَلَم نصرت شیم کو اُٹھاتے ہیں اور جن کا نام حق تعالی نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پیشتر

لکھ رکھا ہے پوچھا آپ کے نشان کے سایہ میں کون لوگ ہیں فرمایا مومنین اولیاء خدا اور دوست میرے اور شیعہ میرے اور دوست اور شیعہ علیؑ کے اور انصار اس کے۔ پھر فرمایا فَطُوْبٰی لَھُمْ وَالْوَیْلُ لِمَنْ کَذَّبَنِیْ فِیْ عَلِیٍّ اَوْکَذَّبَ عَلِیًّا فِیَّ وَمَنْ دَفَعَهٗ عَنْ مَقَامِهِ الَّذِیْ اَقَامَهُ اللّٰهُ فِیْهِ یعنی خوشحال ان کا جو اسکے سایہ میں ہوں گے اور ویل عذاب ہے ان لوگوں کے لئے جو علیؑ کے بارے میں میری تکذیب کریں اور میرے باب میں علیؑ کی تکذیب کریں اور نیز ویل عذاب ہے ان کے لئے جو علی کو اس کے مقام سے دفع کریں جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس کو منصوب کیا ہے **بالجملہ** سن مبارک امیرالمومنین پانچ سال کا ہوا تو ان ایام میں قحط عظیم و شدید بوجہ خشک سالی مکہ میں پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ اسکا اثر قبائل قریش حتےٰ کہ بنی ہاشم تک پہنچا ابو طالب بھی کہ مرد کثیر العیال تھے اور مال فراواں اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ اس جہت سے اندیشہ مند تھے حضرت رسالت پناہ نے یہ دیکھکر عباس بن عبدالمطلب اپنے چچا کو بلایا اور کہا کہ اے ابا الفضل بتحقیق کہ تمہارے بھائی ابو طالب کنبہ بہت رکھتے ہیں اور انکا حال خشک سالی کی وجہ سے پر از اختلال ہے بہتر ہے کہ ہم ان کے پاس چلیں اور خواستگار ہوں کہ اپنے بیٹوں سے بعض کو ہم کو دیدیں تاکہ گرانباری عیال سے قدرے سبکدوشی حاصل ہو عباس نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور دونوں نے ابو طالب سے ملکر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمکو قحط نے زیر بار کیا ہے لہذا چاہتے ہیں کہ بار عیال سے سبکدوش کریں اپنے بیٹوں سے بعض کو ہمارے سپرد کرو ابو طالب نے کہا طالب و عقیل کو و بروایتے صرف عقیل کو میرے لئے رہنے دو باقیوں میں تم کو اختیار ہے جسکو چاہو لیجاؤ پس عباس نے جعفر کو لیا اور حضرت رسول خدا نے امیرالمومنین کو انتخاب فرمایا اور کہا اِخْتَرْتُ مَنْ اَخْتَارَ اللّٰهُ لِیْ عَلَیْکُمْ کہ میں نے تمہارے درمیان سے اسی کو اپنے لئے اختیار کیا ہے جسکو حق تعالیٰ نے میرے لئے چنا ہے۔ پس اسوقت سے وہ حضرت جناب رسالتمآب کے شامل اور انکی عیال میں داخل تھے آپ کی خدمات کو بجان و دل بجا لاتے اور استرضاء آنجناب میں جد و جہد فرماتے تا اینکہ حضرت رسول خدا مبعوث بہ نبوت و بعد ازاں مامور بہ ہجرت ہوئے اور مدینہ میں آپکا عقد جناب سیدہ کے ساتھ ہوا اسوقت ایک حجرہ علیحدہ آپ کے لئے تعین فرمایا۔ پس جیسا کہ ابو طالبؓ اور فاطمہ بنت اسدؓ نے حضرت رسالت پناہ کو تربیت کیا تھا اسیطرح رسولؐ خدا اور خدیجۃ الکبریٰؓ نے امیرالمومنین کو پرورش فرمایا۔ لیکن ابو طالب اور فاطمہ کی تربیت کو رسول اللہ اور خدیجہ کی تربیت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے یہ تربیت اس سے کہیں بڑہ کر تھی۔ حضرت امیرؑ ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں ایہا الناس تم رسولؐ خدا کے نزدیک میرا مرتبہ و مقام جانتے ہو اور جو قرابت قریب اور منزلت خاص کہ مجھکو آنحضرت سے حاصل تھی تم کو معلوم ہے۔ بچپن میں وہ حضرت مجکو اپنی گود میں رکھتے تھے اور سینہ خلائق گنجینہ سے لگاتے اور اپنے بستر پر لٹاتے اور جسم اطہر کو میرے بدن سے لگاتے اور اپنی بوئے خوش مجکو سونگہاتے تھے۔ کھانے کی چیزوں کو اول اپنے مونہہ میں چباتے پھر میرے مونہہ میں لقمہ دیتے کبھی میری بات میں کذب و افترا اور میری فعل میں غلطی و خطا نہ پائی۔ بتحقیق کہ حق تعالیٰ نے عہد شیر خوارگی سے ایک فرشتہ اپنے ملائکہ کرام سے آپ کے ساتھ مقرر کیا تھا کہ وہ رات دن مکارم اخلاق و محاسن آداب آپ کو تعلیم کرتا رہتا تھا میری یہ کیفیت تھی کہ جس طرح بچہ شتر اپنی ماں کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور جدا نہیں ہوتا آنحضرت کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ ہر روز مجھکو آداب ستودہ تعلیم کرتے اور اپنی اقتدا کی تقید فرماتے۔ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ اسلام میں کوئی مکان نہ تھا سوائے رسولؐ اللہ اور خدیجہؓ کے گھر کے میں ان میں تیسرا تھا نور رسالت کو دیکھتا اور بوئے نبوت کو استشمام کرتا۔ اور

نزول وحی کے وقت میں نوحۂ شیطان کو سنتا تھا پس جس کی جڑیں چشمۂ رسالت سے سیراب ہوئیں ہوں اور جس کے شجرہ نے پستان نبوت سے دودھ پیا ہو اور منبع امامت سے اسکی شاخیں دراز ہوئی اور پھیلی ہوں اور دار وحی و تنزیل میں اس نے نشو و نما پائی ہو جو عمر بھر رسول اللہ کے ساتھ رہا ہو۔ اور تادم مرگ آنحضرت سے جدا نہوا ہو وہ اوروں کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور طبری نے اپنی تاریخ میں اور محمد بن اسحاق نے مغازی میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا احسان و انعام الٰہی تھا علیؑ ابن ابی طالب پر کہ قریش قحط سالی میں مبتلا ہوئے اور حضرت رسولؐ خدا و حمزہ و عباس حضرت ابو طالب کو کثرت عیال سے سبکبار کرنے کے درپے ہوئے پس رسولؐ اللہ نے علیؑ کو حمزہؓ نے جعفرؑ کو اور عباسؓ نے طالب کو لیا صرف عقیل اپنے باپ ابو طالب کے پاس رہ گئے جوان کے ساتھ شامل تھے جب تک کہ ابو طالبؑ نے قضا کی۔ بعد ازاں تنہا رہتے رہے تا اینکہ جنگ بدر میں اسیر ہوئے اور جعفر جاہلیت و اسلام میں حمزہ کے ساتھ تھے حتے کہ حمزہ شہید ہوئے۔ اور طالب عباس کے شامل تھے تا اینکہ جنگ بدر میں ان کے ساتھ آئے اور وہاں مفقود الخبر ہو گئے پھر اُن کا کچھ حال معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے۔ لیکن امیرالمومنینؑ رسول اللہ کی خدمت میں داخل ہوئے تو اُن کا سن شریف چھ سال کا تھا ٹھیک اسی قدر جتنا کہ رسول اللہ کا سن تھا جبکہ ابو طالب کی حفاظت و تربیت میں داخل ہوئے تھے۔ پس ان کو حضرت مصطفٰے و خدیجۃ الکبرٰے نے تربیت کیا اور ان کی تربیت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد کی تربیت سے احسن و اولی تھی۔ پس وہ حضرت آخر تک رسولؐ خدا کے ساتھ رہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں لکھا ہے کہ جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی زور و طاقت میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ تھوڑے عرصہ میں یہ نوبت پہنچی کہ بڑے سے بڑے پہلوان کے ساتھ بھی کشتی لڑتے تو اس کو پچھاڑ ڈالتے تھے۔ جس مرد کا ہاتھ ایک دفعہ پکڑ لیا۔ جان نکال کر ہی چھوڑا۔ پھر اُسے سانس نہیں آتا تھا دوڑتے ہوئے گھوڑے کو آگے سے روکتے اور صدمہ پہنچاتے تو پیچھے لوٹا دیتے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی سے ایک ہاتھ سے پتھر اٹھا لاتے اور لوگوں کے سامنے رکھتے۔ ایک دو تین آدمی اسکو ہلانا چاہتے تو ہل نہ سکتا تھا۔ ابوجہل نے یہ زور دست و قوتِ بازو معائنہ کیا تو چند اشعار آپ کی شان میں کہے۔ جن میں اہل مکہ کو آپ کی سطوت و بطش سے ڈرایا ہے ایک شعر انمیں سے یہ ہے ؎ ما ان لہ منسبہا فی الناس قاطبۃ ۔ کانہ النار یرمی الخلق بالشرر ۔ اسکا مشابہ و مثل تمام آدمیوں میں دوسرا نہیں گویا کہ وہ آتش روشن ہیں کہ اس کے شرارے خلائق کو پہنچتے ہیں **سابقۂ اسلام آنحضرت علیہ السلام** یہ بات کہ سب سے پہلے اسلام لائے یا دس سال کے سن میں اسلام لائے امیرالمومنین علیہ السلام کی نسبت ایک رسمی و معمولی فقرات ہیں کہ نظر بظاہر شرع بولنے اور لکھنے میں آتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں کوئی وقت کوئی زمانہ نہ تھا جس میں وہ حضرت ایمان و اسلام سے عاری ہوں شکم مادر اور پشت پدر تک مسلمان تھے خلق آدمؑ و ایجاد عالم سے پہلے مسلمان تھے۔ نہ صرف مسلمان بلکہ سید المسلمین و امیرالمومنینؑ جیسا کہ شمہ اسکا پیشتر اس سے اس کتاب میں گزرا۔ اور حق تو یہ ہے کہ بموجب روایات مسلّمہ فریقین کہ کسی قدر انسے شروع کتاب میں مذکور ہوئیں وہ حضرت مانند اپنے بھائی اور اپنے حبیب محمد مصطفٰے کے ایک نور تھے کہ ایمان و اسلام شعاعیں اس نور کی تھیں جو کبھی اس سے جُدا اور منفک نہ ہوتی تھیں۔ پس ایسی ذات مُقدّس و مُطہّر کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اوّل اسلام لائے یا تمام سے پیشتر مشرف باسلام ہوئے اس کے معنے صرف یہ ہیں کہ تکلیف ظاہری شرعی اسکی مقتضی تھی کہ جونہی حضرت رسولؐ نبوت

مبعوث ہوئے اور حکم ہوا کہ خلائق کو وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرو فوراً امیرالمومنینؑ نے کلمۂ شہادتین زبان مبارک پر جاری فرمایا۔ **لکھا** ہے کہ حضرت رسالت پناہ پیش از نبوت کسی شرع کے پابند نہ تھے بموجب الہام الٰہی کار کرتے تھے۔ یعنے بجائے خود نبیؐ تھے۔ چالیسویں سال اوروں پر مبعوث ہوئے اور مرتبہ رسالت کو پہنچے پس اس وقت جس نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی وہ امیرالمومنینؑ تھے

روایت ہے کہ ایک بار آپ ابطح میں لیٹے ہوئے تھے اور علیؑ علیہ السلام داہنے ہاتھ پر اور جعفر طیارؑ بائیں پر اور امیر حمزہؑ آپ کے پائینتی کی طرف لیٹے تھے۔ اسوقت جبرئیلؑ و اسرافیلؑ و میکائیلؑ آسمان سے نازل ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ملائکہ کے پروں کی آواز سُنکر مجھکو کچھہ دہشت سی معلوم ہوئی سنا میںنے کہ اسرافیل جبرئیل سے کہتے ہیں۔ کہ ہم ان چار شخصوں میں سے کس کی طرف بھیجے گئے ہیں جبرئیل نے میری طرف اشارہ کیا کہ ان کی طرف کہ محمد مصطفےٰؐ نام بہترین پیغمبران ہیں۔ اور انکے داہنے جانب جو شخص لیٹا ہے وہ بھائی اور وصیّ ان کا ہے بہتر تمام اوصیاء انبیا کا۔ اور بائیں جانب جعفر بن ابی طالب ہے کہ دو رنگین پروں سے جنت میں پرواز کرے گا اور چوتھا حمزہؑ سید الشہدا ہے پس جبرئیلؑ آپ کے سر اور میکائیلؑ پاؤں کی طرف بیٹھ گئے اور تعظیم کی روسے بیدار نہ کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو جبرئیل نے رسالت باری تعالیٰ ادا کی آپ نے پوچھا تم کون ہو کہا میں جبرئیل ہوں۔ بروایت دیگر ابو طالب کی بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک شخص نے سامنے آکر کہا یا رسول اللہ میں جبرئیل ہوں کہ جانب رب جلیل سے آیا ہوں تاکہ تم کو رسالت خلق پر مقرر کروں۔ پس پیر کو زمین پر مارا کہ چشمۂ آب وہاں سے ظاہر ہوا اس سے پانی لیکر خود وضو کیا اور آنحضرت کو وضو کرنا سکھایا پھر نماز کی ترکیب بتائی۔ آپ نے امیرالمومنینؑ کو وضو و نماز تعلیم کی اور دونوں بزرگواروں نے اوّل نماز ظہر اس جا پر ادا کی گھر پر آئے تو حضرت خدیجہؓ کو وہ سب باتیں تلقین فرمائیں۔ چنانچہ نماز عصر ہوئی تو خدیجہؓ بھی اس میں شریک تھیں۔ **نہج البلاغہ** میں حضرت امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ اس وقت سوائے رسولؐ خدا کے اور میرے اور خدیجۃ الکبریٰؑ کے کسی گھر میں اسلام نہ تھا ہم نور وحی دیکھتے اور بوئے رسالت کو استشمام کرتے تھے جس روز اوّل وحی آنحضرت پر نازل ہوئی تو میں نے ایک آواز آہ و نالہ و بیقراری کی سُنی عرض کی میں نے یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے فرمایا کہ نالہ و زاری شیطان ہے کہ نا امید ہوا اس سے کہ اس کی عبادت کریں۔ پس فرمایا یا علیؑ تو سنتا ہے جو کچھہ کہ میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہے جو میں دیکھتا ہوں اور گو تو پیغمبر نہیں اِلّا میرا وصی و برادر ہے اور عاقبت تیری بخیر ہے۔ **عفیف** ۔ کندی ابن عم اشعث بن قیس کندی کہتا ہے کہ میں مرد تجارت پیشہ تھا۔ اپنا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتا قبل از ظہور امر نبوت کچھہ مال منیٰ میں لیگیا تھا تاکہ فروخت کروں ایک دفعہ عباس بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ آفتاب اس وقت ڈھل چکا تھا۔ دیکھا میں نے کہ ایک جوان خیمہ سے برآمد ہوا اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ بعد ازاں ایک لڑکا نکلا اور وہ اس کے دہنے جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت باہر آئی اور وہ اُن دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی یہ رکوع و سجود کرتے تھے۔ اور میں حیرت سے ٹکٹکی باندھے ان کی طرف دیکھہ رہا تھا۔ عباس نے کہا کیا دیکھتا ہے میںنے کہا اے ابا الفضل یہ ایک امر عظیم و بزرگ ہے۔ انہوں نے کہا جانتا ہے کہ یہ جوان کون ہے یہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا برادر زادہ اور یہ لڑکا علی ابن ابی طالب میرا دوسرا بھتیجا ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت

روایت عفیف کندی

خویلد زوجۂ محمدؐ ہے۔ محمد کہتا ہے کہ میرا خدا۔ خدائے سمٰوات و ارض ہے اسی نے مجھکو اس کا امر کیا ہے۔ وہ خزانے کسرے اور قیصر کے میرے لئے کھولیگا۔ قسم بخدا کہ ان تین کے سوا روئے زمین پر کوئی اور یہ دین نہیں رکھتا۔ عفیف مذکور شیوع اسلام میں اس حدیث کو نقل کرتا اور افسوس کرتا تھا کہ کیوں اس روز اسلام نہ لے آیا کہ سبقت اسلام میں ثانی امیرالمومنینؑ ہوتا۔ **کتاب** ارشاد میں حضرت رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اول شخص جو مجھپر ایمان لایا علی ہے وہ سب سے پہلے بروز قیامت میرے ساتھ مصافحہ کریگا وہ ہے صدیق اکبر اور فاروق درمیان حق و باطل کے اور یعسوب و امیر ہے مومنینؑ کا اور مال یعسوب ظالموں کا ہے اور نیز آپ نے فرمایا کہ ملائکہ سات سال تک تنہا مجھپر اور علیؑ پر صلوات بھیجتے رہے کس لئے کہ شہادت وحدانیت خدا اور میری رسالت کی اس مدت میں میرے اور علیؑ کے سوا کسی سے آسمان پر نہیں گئی۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ بعثت سے سات سال یا کچھہ کم و بیش تک کسی صحابی کا سوائے امیرالمومنینؑ کے اسلام نہ لانا کتب اہل سنت سے ہی ثابت ہے۔ **استیعاب** میں بروایۃ حبہ عرنی لکھا ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ میں نے خدائے عزوجل کی عبادت کی پانچ سال قبل اس کے کہ کوئی اس امت سے اس جل شانہ کی عبادت کرے اور خصائص نسائی میں ہے۔ قَالَ عَلِیٌّ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ اَسْلَمْتُ قَبْلَ اَنْ اَسْلَمَ النَّاسُ بِسَبْعِ سِنِیْنَ لَا یَقُوْلُھَا غَیْرِیْ اِلَّا کَاذِبٌ یعنی میں ہوں بندۂ خدا اور بھائی رسولؐ خدا کا اور میں صدیق اکبر ہوں اسلام لایا ہوں سات برس پہلے اوروں سے۔ کوئی میرے سوا اسکو نہ کہیگا الا جھوٹا۔ نیز خصائص میں ہے۔ قال علیؑ لا اعرف احدًا من ھذہ الامۃ عبد اللہ مع نبینا صلعم غیری عبدت اللہ قبل ان یعبدہ احد من ھذہ الامۃ تسع سنین یعنی فرمایا علیؑ مرتضیٰ نے کہ نہیں پہچانتا میں اس اُمت سے کسی کو کہ عبادت کی ہو اس نے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے میرے عبادت کی میں نے حقتعالی کی قبل ہر عبادت کرنیوالے کے بقدر نو سال کے یہہ اور مثل اس کے اور روایات کثیرہ دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت جناب رسالت پناہ کے ساتھ سالہا سال تک شرف اسلام و عبادت ملک علام میں متفرد و یکتا رہے ہیں اسی سبب سے اہل سنت کو بھی چار ناچار آنحضرت کا سب سے پہلے اسلام لانا تسلیم کرنا پڑا چنانچہ یہ امر ان کے ہاں مشہورات مستفیضہ بلکہ اجماعیات سے ہے **تاریخ الخلفاء** میں ہے قال ابن عباس و زید بن ارقم و سلمان الفارسیؓ و جماعۃ انہ اول من اسلم ونقل بعضھم الاجماع علیہ یعنی ابن عباس و زید ارقم و سلمان فارسی اور ایک اور جماعۃ صحابہ کی قائل ہوئی ہے کہ وہ یعنے امیرالمومنینؑ اول ہیں اسلام لانیوالوں کے اور بعضوں نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔ نام اس جماعت قائلین کے جن کو اس مورخ نے طول جان کر چھوڑ دیا ہے۔ صاحب روضۃ الاحباب جمال الدین عطاء اللہ حسینی نے مفصل لکھے ہیں منجملہ ان کے ہیں۔ ابوذر غفاری و مقداد بن اسود کندی و جناب ابن الارث و جابر بن عبد اللہ انصاری و خزیمہ بن ثابت انصاری و ابو ایوب انصاری۔ و انس بن مالک۔ اور نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ آنحضرت نے ہاتھ علیؑ کا اپنے دست حق پرست میں پکڑ کر فرمایا ھذا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ یعنی یہہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھپر ایمان لایا۔ اور نیز فرمایا آنحضرت نے اول ھذہ الامۃ ورودًا علی الحوض اولھا اسلامًا علی بن ابی طالب یعنی سب سے پہلے اس امت میں جو حوض کوثر پر وارد ہوگا وہ شخص ہوگا جو تمام سے پہلے اسلام لایا ہے اور علی ابن ابی طالب ہے

اور عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا السبق ثلاثہ السابق الی موسیٰ یوشع بن نون والسابق الی عیسیٰ صاحب لٰیٓس والسابق الی محمدؐ علی بن ابیطالبؑ۔ یعنی سبقت کرنیوالے تین شخص ہیں سبقت کرنے والا طرف موسیٰؑ کے یوشع بن نون اور سبقت کرنیوالا طرف عیسیٰؑ کے صاحب لٰیسین یعنی شمعون بن حمون الصفا اور سبقت کرنے والا طرف محمدؐ مصطفیٰ کے علی بن ابی طالب ہے۔ یہ حدیث جسے ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کے سابق الاسلام ہونے پر دلالت کرتی ہے ویسا ہی اس سے آپ کا خلیفہ بلافصل رسول اللہ ہونا بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ ہر دو اشخاص اُمتہائے سابقہ کے جن سے سبقت میں آپ کو تشبیہہ دی گئی ہے وہ ہیں جو بعد موسیٰؑ و عیسیٰؑ علیہما السلام کے ان کے وصی و جانشین ہوئے پس امیرالمومنینؑ کس لئے بعد محمدؐ مصطفیٰ کے آنحضرت کے وصی و جانشین نہوں۔ نیز روضۃ الاحباب میں ہے۔ کہ از روبہ ثبوت پیوستہ کو فرمود صلّیتُ مع النبیؐ قبل الناس سبعاً۔ یعنی امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر خدا کے ساتھ سات سال اوروں سے پہلے نماز پڑھی ہے **بالجملہ** امیرالمومنینؑ کا ہر کس وناکس سے سالہا سال پہلے اسلام لانا ایسا نہیں کہ اسلام میں کسی فرد بشر پر مخفی ہو مگر تعصب بھی کیا بُری بلا ہے کہ باوجود اس سب کے بھی بعضوں نے آنکھوں پر ٹھیکری دھر کر کہہ دیا کہ ابوبکر ہی سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور معنی اس کے بڑی ہوشیاری سے مغز شریف سے اُتار کر یہ بتائے کہ لڑکوں میں سب سے پیشتر علیؑ عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰؓ غلاموں میں زید بن حارثہ ادھیڑ عمر کے آدمیوں میں ابوبکر مسلمان ہوئے ہیں اور مقصود ان کا اس تاویل علیل سے یہہ ہے کہ سات یا نو برس کا تفاوت جو درمیان اسلام امیرمومنان و اسلام ابوبکر بن ابی قحافہ کے ہے اس کو خورد بُرد کر جائیں کیونکہ ان کے گمان میں جب ہر ایک کا سابق الایمان ہونا ایک وجہ خاص پر مبنی ہوا تو پھر تقدیم و تاخیر کی بحث ہی فضول ٹھری اس مقام پر مولوی شیخ احمد صاحب مرحوم عثمانی شیعی نے خوب کہا ہے " کہ رکاکت اس تاویل کی عیاں ہے۔ کیونکہ بروئے اس تاویل کے شیخ مسٹر کویلم بھی کہ چودہویں صدی میں مسلمان ہوئے سابق الایمان قرار پا سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ لیورپول واقع انگلستان کے آدمیوں میں سب سے پہلے مسٹر کویلم مسلمان ہوئے " واقعی اس صورت میں جو لوگ کہ کفار ہند و چین وغیرہ سے اول مسلمان ہوئے گو بعثت پیغمبر سے صدہا سال بعد ہوئے ہوں وہ بھی سابقین اولین میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور نیز حضرت ابوبکر حسب تحقیق و تصریح علماء اہل سُنّت چوالیس^۴۴ پینتالیس^۴۵ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اس عرصہ تک ظاہر ہے کہ بتوں کے آگے سر جھکاتے اور ٹنک گھنٹی کرتے رہے ہیں۔ بخلاف امیر کبیر کے کہ روز ازل کے مسلمان بچپن میں بھی کبھی بھولکر بت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ چنانچہ تاریخ الخلفا میں ہے۔ قال الحسن بن زید بن الحسن ولم یعبد الاوثان قطّ لصغرہ یعنی حسن بن زید بن حسن نے کہا کہ آنحضرتؑ نے اپنے بچپن کے زمانے میں بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی دیگر یہ کہ اسلام امیرالمومنینؑ صرف یہ تھا کہ حضرت رسول خدا نے انکو دعوت کی آپ نے اجابت فرمائی بخلاف حضرت عتیق صدیق اہل سنت کے کہ آنحضرتؐ سے طالب دلیل و برہان ہوئے اور جب تک معجزہ بیّنہ آپ سے نہیں دیکھ لیا اسلام نہیں لائے تفصیل اس اجمال کی حسب تصریح معتبرین اہلسنّت مثل صاحب روضۃ الاحباب وغیرہ یہ ہے کہ خلیفہ اول ملک یمن کو گئے تھے وہاں ایک پیر روشن ضمیر تین سو نوے سال کے بوڑھے نے ان کو ظہور اسلام کی خبر دی اور قبول اسلام و متابعت رسول انام کی تاکید بلیغ فرمائی

چنانچہ ابوبکر مکہ میں واپس آئے تو اپنے دوست آشناؤں سے پوچھا کہ یہاں کوئی امر جدید حادث ہوا ہے انہوں نے کہا ہاں یتیم ابوطالب محمد بن عبداللہ دعویٰ نبوت کا کرتے ہیں۔ ابوبکر خدمت بابرکت حضرت رسالت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اے ابوبکر اسلام قبول کر صدیق سنّیان نے باوجود ہدایت اس پیر صافی ضمیر کے تصدیق نبوت میں پس وپیش کر کے آپ سے دلیل وحجّت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میری حجّت وہی بوڑھا ہے کہ تو نے ملک یمن میں اس سے ملاقات کی پس تمام قصہ اس ملاقات کا من وعن بیان فرمایا پس کجا یہ حالت تزلزل وحیرت کہاں وہ صورت اخلاص وصداقت خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت اور نور کو نار سے کون مناسبت شاعر کہتا ہے ؎ کہے یوں جو چاہے کوئی بیر سے ۞ یہ نسبت علی کو نہیں غیر سے ۞ **اعتراض** کیا جاتا ہے کہ بوقت اسلام امیرالمومنینؑ طفل صغیر السن تھے۔ پس بچپنے کے اسلام کا کیا اعتبار اور کیا اس پر افتخار۔ **جواب** اس کا یہ ہے کہ بوقت بعثت پیغمبر خدا۔ علی مرتضیٰ بموجب روایات صحیحہ واقعی دس سال سے زیادہ کے نہ تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎ سَبَقْتُکُمْ اِلَی الاسلام طُرًّا ۞ غُلَامًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمِی جس کا ترجمہ مولوی کریم الدین پانی پتی مترجم تاریخ ابوالفداء نے اردو میں اس طرح پر کیا ہے ؎ مسلمان میں ہوا ہوں سب سے پہلے ۞ درآنحالیکہ نابالغ تھا لڑکا ۞ مگر معترضین کو چاہئے کہ یہ اعتراض پہلے تو حق سبحانہ تعالیٰ پر کریں کہ اس نے اپنے نبیؐ کو بچوں کو اسلام کی طرف بلانے پر کس لئے مامور کیا اور پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اس اعتراض کے لئے نہایت ہی موزوں ہیں انہوں نے ایک غیر مکلّف لڑکے کو تکلیف اسلام کر کے صرف قبول اسلام ہی پر اس سے اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے اس اسلام لانے پر فخر کرتے اور فخریہ کہتے تھے۔ ھٰذَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ یہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے۔ فخر کیسا آپ تو اس اسلام کذائی پر اعلیٰ درجہ کا ثواب آخرت مترتب فرماتے اور برملا کہتے تھے کہ علی سب سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہوگا کس لئے کہ وہی سب سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اور وہ اس سبقت اسلام میں مشابہ اوصیاء انبیاء مثل حضرت یوشع وشمعون کے ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی کتب اہل سنّت سے نقل کیا ہے۔ پس اگر بچپنے کے اسلام کا کچھ اعتبار وافتخار نہ تھا تو کس لئے وہ حضرت ایسا اور ایسا فرماتے تھے خدا اور رسولؐ پر اعتراض وارد ہونے تک بھی امر سہل تھا زیادہ دشواری حضرات معترضین کے لئے آگے چل کر ہے۔ کیونکہ صحابہ کبار بھی جنمیں حضرت انس بن مالک جیسے بزرگان مقبولین شامل ہیں آنحضرتؐ کے اس بچپنے کے اسلام کو معتبر رکھتے اور فضائل ومناقب اس جناب سے شمار کرتے تھے۔ پس اب آنحضرات کو چاہئے کہ اس اعتراض کو صحابہ کبار پر جن کا ذکر تاریخ الخلفاء سے مجملاً وروضۃ الاحباب سے ابھی مفصلاً گزرا۔ وارد ہوتا دیکھ کر گھر ہی گھر میں فیصلہ کر لیں۔ اور زیادہ چون وچرا نہ کریں۔ اور جو اس پر بھی نہیں سمجھتے تو آئیں ہم ان کو سمجھائے دیتے ہیں۔ صاحبو۔ امیرالمومنینؑ تمہارے خلیفوں کی طرح عام آدمیوں سے نہ تھے کہ بوڑھے طوطے ہو کر اسلام لاتے جبھی معتبر ہوتا وہ حضرت ازل سے بندۂ خاص خدا۔ مقبول بارگاہ کبریا خطا وعصیان سے بری برادر ونفس رسول عربی۔ دیگر انبیاء کے صفات کے جامع وحاوی تھے۔ ان میں آدمؑ کا علم نوحؑ کا تقویٰ ابراہیمؑ کی خلّت موسیٰ کی ہیبت عیسیٰؑ کی عبادت جمع تھی۔ ان کی طینت پاک ان کی خلقت نورانی انکا علم علم لدنی ووہبی ان کے

لئے آفتاب نے رجعت قہقری کی ان کی خاطر آسمان سے تلوار اتری خدا نے تیغ دی احمدؐ نے دختر علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر
پس آپ کا اسلام وایمان باپ کی پیٹھ میں ہو یا ماں کے پیٹ میں لڑکپن میں ہو یا جوانی و پیری میں اعلیٰ درجہ کا ایمان کمال ایقان و اصل
عرفان تھا۔ آنحضرت کو کسی عمر و بکر پر قیاس کرنا نور و ظلمات و دن رات کو ایک دیکھنا دُر بے بہا کو کوڑیوں کے مول لگانا۔ لعل احمر کو
ڈہیلا پتھر بتلانا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ اپنے کور باطنی و ظاہری نابینائی کو خلائق پر جلوہ گر کرنا اور اپنی حماقت و جہالت و عصبیت و
ناصبیت کا کامل ثبوت دینا ہے۔ **روضۃ الواعظین** وغیرہ کتب معتبرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک بار
سلمان فارسیؓ و ابوذر غفاریؓ مع دیگر اجلہ صحابہ کے خدمت بابرکت حضرت رسالت پناہ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہم آپکے
پسر عم علی ابن ابی طالب کے حق میں کچھ لوگوں سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو ہم کو ایذا دیتی اور اندوہگیں کرتی ہیں وہ کہتے ہیں کہ علیؑ کو سبقت
اسلام میں کیا فخر و فوقیت ہے حالانکہ وہ لڑکپن میں اسلام لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے کتب سابق میں پڑھا ہے کہ ابراہیمؑ پیدا ہوئے
تو اپنے مونہہ اور سر پر ہاتھ پھیرا اور شہادت دی وحدانیت خدا کی اور پارچہ اٹھا کر ستر عورتین اپنا کیا۔ پس نظر کی طرف آسمان و زمین کے
اور عبرت پکڑی اس سے اور اتمام حجت کیا ان لوگوں پر کہ ستاروں کو پوجتے تھے اور اپنا پروردگار ان کو خیال کرتے تھے۔ چنانچہ
حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کی خبر دی ہے اور نیز تم جانتے ہو کہ فرعون حضرت موسیٰؑ کی جستجو میں زنان حاملہ کے شکم چاک کرتا تھا۔
موسیٰ پیدا ہوئے تو اپنی ماں سے کہا کہ مجھکو تابوت میں رکھکر دریا میں ڈال دو۔ مادر موسیٰ بچے کی باتیں سنکر حیران تھی۔ او غرق ہونے
سے ڈرتی تھی۔ موسیٰ نے کہا اے مادر گرامی خوف نہ کرو کہ حقتعالیٰ ستر روز کے عرصے میں مجھکو تمہاری طرف پھیر لاوے گا۔ لاجرم
انہوں نے صندوق میں رکھکر انکو دریا میں بہا دیا اور وہ حضرت حسب وعدہ اتنے ہی عرصہ میں اپنی ماں کے پاس واپس آگئے۔ اور نیز تمکو
معلوم ہے کہ عیسیٰ بن مریم نے جسطرح پر کہ قرآن میں ہے بوقت ولادت اپنی ماں کے ساتھ باتیں کیں اور گہوارہ میں ان سے کہا
انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً یعنی میں بندۂ خدا ہوں اس نے مجھکو کتاب دی ہے اور نبی مقرر کیا۔ پھر تین روز بعد ولادت
کے حقتعالیٰ نے انکو کتاب و پیغمبری عطا کی اور نماز و زکوٰۃ کی وصیت فرمائی۔ علیٰ ہذا تم سب کو معلوم ہے کہ باری تعالیٰ نے مجھکو اور علیؑ کو
ایک نور واحد سے پیدا کیا ہے۔ ہم پشت آدم میں تسبیح و تقدیس حق سبحانہ تعالیٰ کرتے تھے پس منتقل ہوئے پشتہائے مردان سے طرف رحمہائے
زنان کی کہ لوگ ہمیشہ آواز تسبیح و تقدیس کو ہم سے سُنتے تھے۔ اور ہمارے باپوں اور ماؤں کی پیشانی پر ہمارے نور کو بچشم ظاہری معائنہ
کرتے تھے۔ حتیٰ کہ پشت عبد المطلب میں پہنچکر اس نور کے دو حصے ہوگئے نصف میرے باپ عبد اللہ کی پیٹھ میں گیا اور نصف چچا ابو طالب
کی پیٹھ میں چنانچہ ہمارا نور انکی پیشانیوں میں چمکتا تھا۔ بحدیکہ قریش میں بیٹھتے تو اس نور کی وجہ سے علیحدہ پہچانے جاتے۔ جانوران
صحرا و درندگان تک اُن پر سلام کرتے تھے۔ جس وقت علیؑ متولد ہوئے تو جبرئیل امین مجھ پر نازل ہوئے اور پیغام الٰہی پہنچایا کہ حق تعالیٰ تم کو
سلام کہتا ہے اور مبارکباد دیتا ہے۔ ولادت پر تمہارے بھائی علیؑ کی اور فرماتا ہے کہ وقت آیا ہے کہ تمہاری پیغمبری ظاہر و وحی آشکار
و رسالت ہویدا ہو میں تم کو اس سے قوت دونگا اور تمہارا نام بلند کروں گا وہ تمہارا بھائی اور وزیر و شبیہ و تمہارا جانشین ہے۔ پس

جاؤ اور بدست راست اس کا استقبال کرو۔ بہ تحقیق کہ وہ سرگروہ اصحاب میں ہے اور اسکے شیعہ و دوست روسفید و دست وپا سفید و روشن ہوں گے۔ حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں یہ پیغام بشارت انجام سنکر اُٹھا اور ابو طالب کے گھر گیا علیؑ نے مجھے دیکھا تو کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پس صحف آدم وشیث وصحف ابراہیم و توریت موسیٰ و انجیل عیسیٰ کو تلاوت کرنے لگے۔ اسی طرح پر کہ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو اقرار کرتے کہ علی ان کتابوں کو ہم سے بہتر جانتا ہے پس قرآن کی تلاوت کی بغیر اس کے کہ مجھ سے اس کو سنا ہو اور میرے ساتھ باتیں کیں جس طرح کہ انبیا و اوصیا باہم باتیں کرتے ہیں بعد ازاں حالت طفولیت کی طرف رجوع کیا۔ پس یہی حال ہے گیارہ اماموں کا اولاد علی سے پس فرمایا حضرت رسالت نے کہ تم لوگ اہل شرک ونفاق کی باتوں سے آزردہ نہو چونکہ تم صاحبان یقین ہو تمکو ان باتوں کی پروا نہیں۔ بعد ازاں دیگر فضائل ومناقب حضرت مظہر العجائب والغرائب کے بیان فرمائے۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا شکر ہے حق تعالیٰ کا کہ ہم رستگاروں سے ہیں حضرت رسول خدا نے فرمایا بے شک تم رستگاروں سے ہو اور بہشت ہمارے اور تمہارے لیے خلق ہوا ہے۔ جیسا کہ جہنم ہمارے دشمنوں کے لیے خلق ہوا ہے **تمکن امیرالمومنین بر وسادۂ وزارت وخلافت سید المرسلینؐ** سنی وشیعہ نے بروایت کثیرہ نقل کیا ہے کہ حضرت رسالت پناہؐ نزول وحی سے تین سال تک خاموش تھے۔ یعنی اعلان رسالت نہ فرماتے تھے بعد ازاں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ وبقرأت اہل بیت علیہم السلام وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ یعنی اے محمد اپنے رشتہ داروں کو کہ نزدیک ترین ہیں اور گروہ مخلصین کو انسے ڈرا اور خوف آخرت دلا۔ پس حضرت ہدایت قوم پر آمادہ و کمربستہ ہوئے۔ حضرت امیرالمومنینؑ کو حکم دیا کہ ایک صاع گندم لے اور نان تیار کر اور ایک ران گوسفند پکا اور ایک کاسہ شیر مہیا کر اور تمام اولاد عبدالمطلب کو امر کر کہ ضیافت کھانے کو خانۂ ابوطالب میں جمع ہوں حضرت امیرالمومنینؑ نے سب سامان درست کرکے ان کو کہلا بھیجا کہ کل صبح تمہاری دعوت ہے یہ لوگ چالیس مرد یا قدرے کم وبیش تھے۔ ابولہب نے کہا محمدؐ چاہتا ہے کہ طعام قلیل سے ہمکو سیر کرے حالانکہ ہر ایک ہم سے ایک بکرا سالم کھاجاتا ہے اور ایک کاسۂ بزرگ شیر کا پی لیتا ہے تب بھی سیر نہیں ہوتا۔ **الغرض** بروز دیگر سب لوگ خانۂ ابوطالب میں جمع ہوئے حضرت کے اعمام ابوطالب وعباس وحمزہ وابولہب بھی وہاں آئے داخل ہوئے تو سب نے بطریق جاہلیت سلام کیا۔ حضرت نے تحیۂ اسلام جواب دیا یہ امر انکو ناگوار معلوم ہوا اور خلاف اپنے رسم وقاعدہ کے سلام پسند نہ آیا۔ امیرالمومنینؑ نے شوربے میں روٹی بھگو کر ترید بنایا۔ اور مع کاسہ شیر سب کے آگے لا رکھا حضرت رسول خدا نے اپنی دستہائے مبارک کو کھانے پر رکھا پھر فرمایا بسم اللہ کرو۔ اور بنام خدا نوش جان فرماؤ یہ دوسری بات تھی کہ ان لوگوں پر گراں گزری کہ بجائے بتوں کے نام خدا کا امر کیا۔ مگر گرسنہ زیادہ تھے کھانے میں مصروف ہوئے۔ سب کے سب کھا کر سیر ہوگئے لیکن کھانا ہنوز بدستور موجود تھا۔ اور کچھ اس سے کم نہوا تھا۔ حضرت رسول خدا چاہتے تھے کہ کلام شروع کریں مگر ابولہب نے سبقت کرکے کہا دیکھا تم نے کہ تمہارے صاحب نے تم پر کیا جادو کیا کہ طعام قلیل سے تم کو سیر کردیا اور کھانا ہنوز باقی ہے چونکہ اس مردود نے مبادرت کی آپ کی تکذیب پر لہذا حضرت نے اس روز کلام نہ کیا یہ لوگ جیسے آئے تھے۔

ویسے ہی لوٹ گئے پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ دیکھا تو نے کہ اس مرد نے کیسی سبقت کی میں نے اسی وجہ سے کلام نہیں کیا۔ تم کل پھر اسی قدر طعام مہیا کرو اور لوگوں کو بلاؤ تاکہ اپنی رسالت کو ان تک پہنچاؤں اور حجت تمام کروں۔ دوسرے روز پھر امیر المومنین نے طعام ترتیب دیا اور اس گروہ نے حسب دلخواہ سیر ہو کر کھایا۔ اس وقت حضرت رسول خدا نے ارشاد کیا اے اولادِ عبد المطلب میں گمان نہیں کرتا کہ عرب سے کوئی شخص اپنے قوم و قبیلہ کے لئے ایسی شے لایا ہو جو بہتر ہو اس سے کہ میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ بہ تحقیق کہ میں بھلائی دنیا اور آخرت کی تمہارے لئے لایا ہوں دنیا میں خزانے کسرےٰ و قیصر کے حق تعالیٰ تمہارے لئے کھول دیگا اور آخرت میں جنۃ الخلد تمہارا مسکن و مقام ہوگا اگر وحدانیت خدا اور میری رسالت کا اقرار کرو اَیُّہَا النَّاس اگر میں تم کو خبر دوں کہ تمہارا دشمن اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا کمین لگا رہا ہے کہ صبح و شام میں تمہارے اوپر آن پڑے تو تم اس امر میں میری تصدیق کروگے یا جھٹلاؤگے سب نے کہا کہ تصدیق کریں گے۔ کس لئے کہ تم ہمارے درمیان میں راست گو ہو۔ آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ کسی کا خیر خواہ اس کے ساتھ دروغ گوئی نہیں کرتا۔ بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھکو پیغمبری خلائق پر بھیجا ہے اور امر کیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقربا کو اسلام کی طرف دعوت کروں اور عذاب آخرت سے ان کو ڈراؤں تم میرے قریبی رشتہ دار ہو جو طعام کہ تم نے ابھی یہاں پر کھایا اسمیں میرا معجزہ دیکھ لیا وہ مائدہ بنی اسرائیل سے کمتر نہیں جو اسکو کھا کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ حقتعالیٰ اس کو عذاب مدید شدید میں مبتلا کرے گا اے پسرانِ عبد المطلب تم پر مخفی نہ رہے کہ پروردگار عالم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ اِلّا یہ کہ اس کے اہل سے ایک شخص کو اس کا بھائی و وصی و وارث مقرر فرمایا ہے پس جو کوئی تم سے سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائیگا وہی میرا بھائی و وارث و وصی و خلیفہ ہوگا اور وہ مرتبہ اس کا ہوگا جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔ پس کون تم سے پیش قدمی کرتا ہے میری بیعت پر تاکہ میرا معین و مددگار رہو میرے مخالفوں پر اور میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہو اور وہی میری طرف سے تبلیغ رسالت کرے اور میرے قرضوں کو ادا اور میرے وعدوں کو وفا فرمائے۔ حضرت اسوقت یہ باتیں کرتے تھے اور حاضرین چوں نقش دیوار ساکت تھے جب آپ نے کلام کو تمام کیا تو امیر المومنینؑ اُٹھے اور عرض کی میں آپ سے بیعت کرتا ہوں جس شرط پر کہ آپ چاہیں۔ جو حکم آپ کریں گے اطاعت کروں گا۔ حضرت نے فرمایا بیٹھ جا کہ شاید جو لوگ سن میں تجھ سے بڑے ہیں انسے کوئی اٹھے اور دوبارہ اس کلام شریف کا اعادہ فرمایا۔ مگر سب خاموش تھے کشف الغمہ میں ہے کہ ابو طالب نے مصلحت نہ جانا کہ برملا اظہار اسلام کر کے بیعت کریں کہ مبادا لوگ ان سے منحرف ہو جائیں اور ان کی قوت و شوکت گھٹ جائے اور آپکی حمایت و حفاظت اچھی طرح نہ کر سکیں۔ علی ہذا حمزہؓ و جعفرؓ و عباسؓ وغیرہ کہ بدل اس طرف مائل تھے عداوت قریش کے سبب خاموش رہے۔ باقی اپنے کفر پر مصر تھے۔ پس ابو طالبؑ نے کہا اے فرزند جو کچھ تم کہتے ہو راست و درست ہے۔ اِلّا میں مرد سن رسیدہ ہوں میری عمر تمام ہو چکی میری خدمت یہ ہے کہ شر اعدا سے تمہاری حفاظت کروں تم جس بات پر حق تعالیٰ کیطرف سے مامور ہو اس میں مشغول رہو۔ غرض امیر المومنینؑ پھر اٹھے اور وہی کلمات عرض کئے جو پیشتر عرض کئے تھے۔ تیسری مرتبہ حضرت رسولؐ خدا نے علیؑ مرتضیٰ کو اپنے قریب بلایا اور ان سے بیعت لی اور آب دہان مبارک اپنا ان کے مونہہ پر ڈالا۔ اور درمیان دو بازو اور سینہ کے چھڑکا ابو لہب نے

کہا خوب بدلا دیا تونے اپنے بہائی اور اپنے ابن عم کا جس نے تیری اجابت کی کہ اسکا موتہہ تہوک سے بھر دیا۔ حضرت نے فرمایا بلکہ میں نے اس کو علم و حلم و فہم سے مملو کیا ہے۔ **بروایت** ابو الفدا امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کے دشمنوں کے نیزہ لگاؤنگا اور آنکھیں ان کی پھوڑوں گا اور شکم ان کے چاک کروں گا اور ٹانگیں ان کی قطع کروں گا اور آپ وزیر ہونگا۔ حضرتؐ نے علی مرتضیٰ کی گردن پر دست مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ ہے میرا بھائی اور وصی اور میرا خلیفہ تمہارے درمیان اسکی سنو اور اطاعت کرو یہ سُنکر سب لوگ از روئے تمسخر ہنسکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت قبول کرو تمکو یہ حکم ہوا ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں بعد نقل روایتِ ہذا فرماتے ہیں کہ یہ ایک منصب عظیم الشان ہے۔ مخصوص امیر مومنان کے کسی مہاجر و انصار و دیگر مسلمان کو اس میں دخل و شرکت نہیں اور کوئی اس بارگاہ عالی میں آنحضرت کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدا آنحضرتؑ کی وجہ سے تبلیغ رسالت و اجرار اسلام و اظہار دعوت پر متمکن ہوئے۔ اگر امیر المومنینؑ نہ ہوتے تو اثباتِ ملّت و استقرار شریعت و اظہار رسالت کی کوئی صورت نہ تھی۔ پس علی علیہ السلام ناصر اسلام و وزیر داعی الی الاسلام بحکم ایزد علّام ہیں حضرت رسول نے آپ کی ضمانت و حمایت سے امور رسالت کو تمام کیا۔ پس یہ ایک فضیلت ہے۔ کہ پہاڑ اس کے ہموزن نہیں ہو سکتے اور اس کی قدر و منزلت جملہ فضائل و مناقب سے بڑھ کر ہے **معراج** معراج جسمانی حضرت رسالت پناہ کو بنا بر مشہور قبل ہجرت مکہ معظمہ میں ہوئی جبرئیل امین براق بہشت آپ کے واسطے لائے اور اس پر سوار کر کے پہلے بیت المقدس پھر بیت المعمور پر لے گئے۔ سات آسمان عرش و کرسی کی سیر فرمائی ارواح انبیا و اہلِ ملاء اعلیٰ سے ملاقات کی۔ بہشت و دوزخ کا معائنہ کیا۔ اعلیٰ مراتب قرب و نزدیکی حضرت باری تعالیٰ کو پہنچے مرتبہ قاب قوسین او ادنےٰ پر فائز ہوئے۔ شرف مکالمہ و مناجات رب الارض والسموات سے مُشرّف ہوئے۔ پھر اسی رات کو مکہ مشرفہ کو واپس تشریف لائے۔ یہ قصہ بہت طول طویل ہے اس کتاب میں چونکہ مقصود بیان حالات امیر المومنینؑ ہے۔ اس لئے یہاں پر اس سے چند روایتیں نقل ہوتی ہیں جو آنحضرتؑ سے علاقہ رکھتی ہیں۔ اور جنسے شرف و بزرگواری آپ کی ہُویدا ہے۔ **واضح** رہے کہ شبِ معراج حق تعالیٰ نے اپنے حبیب محمدؐ مصطفےٰ کو خلافت و امامت امیر المومنینؑ کی تاکید بلیغ فرمائی اور مراتب و مدارج آنحضرتؑ کے بضمن مراتب و مدارج حضرت خاتم المرسلین پہلے سے زیادہ ظاہر و روشن ہوئے **مروی** ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کسی آسمان سے نہیں گزرتے تھے اِلاّ یہ کہ فرشتے وہاں کے آنحضرت پر سلام کرتے اور حال میمنت اشتمال امیر المومنینؑ ان سے دریافت کرتے۔ اور کہتے کہ جب آپ واپس دنیا میں جائیں تو سلام نیاز التیام ہمارا آنحضرتؑ کو پہنچائیں حضرت رسولؐ خدا نے پوچھا آیا تم علیؑ بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو فرشتوں نے کہا کیونکر ہم نہ پہچانیں آنحضرت کو حالانکہ حق تعالیٰ نے بروز الستُ تمہارا اور آنحضرت کا پیمان ہم سے لیا ہے۔ پس ہم ہمیشہ تم پر اور آنحضرتؑ پر صلوات بھیجتے ہیں۔ محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر روایت کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جب مجھکو آسمان پر لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر حجاب ہائے نور تک پہنچا اور شرفِ مناجات و ہم کلامیٔ جناب ایزدی پر فائز ہو تو اسوقت

ارشاد ہوا یا محمد مینے کہا لبیک اے پروردگار میرے وسعدیک میں بندہ تیرا ہوں اور تو بابرکت وبلند رتبہ ہے۔ پس فرمایا حق سبحانہٗ نے جان تو کہ علی ابن ابی طالب امام وپیشوا ہے میرے دوستوں کا اور نور ہے میرے اطاعت کرنے والوں کے لئے اور وہ ہے کلمہ کہ لازم کیا ہے مینے اس کو اہل تقویٰ وپرہیزگاری پر۔ پس جس نے اطاعت علیؑ کی کی اُس نے گویا میری اطاعت کی اور جس نے اسکی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس اسکو خوشخبری دے اس مرتبۂ جلیل کی۔ حضرت رسول خدا زمین پر تشریف لائے تو بشارت دی علیؑ کو اور جو کچھہ حق تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ سر بسر ان سے بیان کیا۔ امیر المومنین نے کہا یا رسول اللہؐ آیا میری قدر اس درجہ کو پہنچی ہے کہ ایسے مکان برترین مجکو یاد کریں حضرت نے فرمایا البتہ۔ اے علیؑ اپنے پروردگار کا شکر بجا لاؤ۔ پس وہ حضرت سجدۂ شکر جناب باری عزاسمہ کے لئے جھکے۔ پس حضرت رسول خدا نے فرمایا اے علی سجدہ سے سر اٹھا کہ حق تعالیٰ تیرے سبب سے اپنے ملائکہ پر فخر ومباہات کرتا ہے۔ اور خاصہ و عامہ[۵] نے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا یا علیؑ مینے شب معراج تیرا نام چند مقاموں میں اپنے نام کے ساتھہ مقرون پایا پس بنظر غور وتامل اسکو دیکھا۔ اوّل جبکہ میں بیت المقدس پہنچا تو وہاں صخرہ (سنگ عظیم) پر لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہٗ بوزیرہٖ کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے عزوجل کے اور محمد رسول اس کے ہیں تائید کی ہے مینے اُن کی ساتھہ ان کے وزیر کے مینے جبرئیل سے پوچھا کہ میرا وزیر کون ہے انہوں نے کہا علیؑ ابن ابیطالب۔ دوسرے جب سدرۃ المنتہیٰ سے گزر کر عرش معلّٰے پر پہنچا تو قوائم عرش پر لکھا دیکھا انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہٗ بوزیرہٖ ونصرتہٗ بوزیرہٖ بہ تحقیق کہ میں ہوں خدائے بزرگ وبرتر اور محمد میرے حبیب ہیں میری خلائق سے نصرت وتائید کی ہے میں نے ان کی ساتھہ ان کے وزیر کی۔ تیسرےؔ جبکہ داخل جنت ہوا تو دروازۂ جنت پر دیکھا کہ تحریر ہے لا الہ الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدتہٗ بوزیرہٖ ونصرتہٗ بہ بروایت دیگر ساتویں آسمان پر پہنچا تو لکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب امیر المومنین۔ اور جب حجابہائے نور پر پہنچا تو اسی عبارت کو لکھا دیکھا۔ اور فرمایا حضرت رسول خدا نے کہ جب شب معراج میں پہلے آسمان پر پہنچا تو ایک قصر نقرۂ سفید کا دیکھا کہ دو فرشتے اس کے دروازے پر موکل تھے جبرئیل نے میرے اشارے سے اُنسے پوچھا کہ یہ قصر کسکا ہے انہوں نے کہا کہ ایک جوان کا فرزندان ہاشم سے۔ آسمان دوئم پر پہنچا تو ایک قصر طلائی سرخ کا نظر آیا وہاں بھی دو فرشتے در قصر پر موجود تھے۔ انسے حال مالکِ مکان کا دریافت کیا تو وہی جواب پایا جو پہلے آسمان پر ملا تھا کہ ایک جوان ہاشمی کا ہے۔ تیسرے آسمان پر قصر یاقوت سرخ کا۔ چوتھے پر مروارید سفید کا۔ پانچویں آسمان پر مروارید زرد کا۔ چھٹے پر قصر مروارید سبز کا تھا۔ دو دو فرشتے ہر ایک کے دروازے پر بدستور متعین تھے۔ ساتویں آسمان پر ایک محل دیکھا کہ اسکی بنیاد نور عرش الٰہی سے تھی دو فرشتے اسکے دروازے پر بھی نگہبان تھے سب جگہ جبرئیلؑ میرے کہنے سے صاحب قصر کا حال ان فرشتوں سے دریافت کرتے اور وہی جواب سنتے تھے جو پہلے اور دوسرے آسمان پر سنا تھا۔ پس اس مقام سے اوپر گیا تا اینکہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا وہاں سے جبرئیل مجھہ سے علیحدہ ہوگئے مینے کہا اے جبرئیل

---

[۵] یہ روایت کتاب مودۃ القربیٰ میر سید علی ہمدانی میں درمیان مودۃ تاسنہ کے بھی مذکور ہے ۱۲۔ منہ عفی عنہ

مجھکو ایسی جگہ تنہا چھوڑتے ہو۔ کہا بحق اس خداوند جلّ وعلا کے جس نے تمکو براستی پیغمبری پر بھیجا ہے کہ یہ مکان جہاں تم پہنچے ہو کوئی نبی مرسل و مَلک مقرّب یہانتک نہیں آیا۔ مجھکو طاقت نہیں کہ ذرا اس سے آگے بڑھوں پس تم کو سپرد بخدا کرتا ہوں پس میں دریائے نور میں داخل ہوا اور امواج عظمت وجلال مجھکو نور سے ظلمت اور ظلمت سے نور کی طرف لیجاتی تھیں تا اینکہ حق تعالیٰ نے اپنے ملکوت سے اس مقام پر ایستادہ کیا جہاں کہ منظور الٰہی تھا وہاں آواز آئی کہ اے احمدؐ میری خدمت میں کھڑا ہو۔ رعب سے اس آواز کے لرزہ بدن میں پڑگیا اور قالب آلودگیٔ دنیا سے خالی کیا دوبارہ آواز آئی اے احمدؐ۔ مینے بموجب الہام ربانی عرض کی لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ ندا آئی خداوند جلیل تجھ کو سلام پہنچاتا ہے۔ مینے کہا وہ جل شانہٗ سلام ہے اور اُسے سلام ہے اور اسکی طرف رجوع کرتے ہیں سلام سب کے۔ پس شرف مکالمہ و مناجات حضرت قاضی الحاجات سے مشرف ہوا اور ارشاد ہوا کہ زمین پر تونے کسکو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا مینے عرض کی اپنے پسر عم علیؑ ابن ابیطالب کو سات مرتبہ ملکوت اعلیٰ سے آواز آئی کہ اے احمدؐ علیؑ ابن ابیطالب کے ساتھ بہتر سلوک کر اور اس کی حرمت کو نگاہ رکھ پس دیکھا مینے کہ ساقِ عرش پر لکھا ہے کہ کوئی معبود نہیں میرے سوا اور محمدؐ رسول و پیغمبر میرا ہے قوت بخشی میں نے اسکو ساتھ علی ابن ابیطالبؑ کے پس ارشاد ہوا کہ اے احمدؐ میں نے تیرا نام اپنے نام سے اشتقاق کیا ہے میں ہوں خداوند حمید محمود اور تو محمدؐ ہے اور تیرے ابن عم کا نام اپنے نام سے نکالا ہے میں علی اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔ اے ابو القاسم مراجعت کر درآنحالیکہ ہدایت یافتہ و ہدایت کنندہ ہے۔ خوشحال تیرا اور اسکا جو تجھپر ایمان لائے۔ اور تصدیق تیری کرے حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ میں پھر دریائے نور میں غوطہ زن ہوا کہ موجیں اسکی مجھکو نیچے لاتی تھیں حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ میں جبرئیلؑ کے پاس پہنچا۔ اور جو جو باتیں قابل بیان تھیں ان سے بیان کیں۔ جبرئیلؑ نے کہا تمکو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے تمکو بلفظ ابو القاسم کسلئے خطاب کیا میں اس کے جواب میں متامّل تھا کہ صدا آئی کہ ہم نے ابو القاسم تجھکو اسلئے کہا کہ تو ہماری رحمت کو بروز قیامت ہمارے بندوں میں قسمت کریگا۔ پس جبرئیلؑ نے کہا گوارا ہو تم کو اے محمدؐ کرامت اپنے پروردگار کی قسم بخدا اے حبیب میرے کہ جو کرامت تمکو عطا ہوئی ہے کسیکو اس سے پہلے عطا نہیں ہوئی پس جبرئیلؑ میرے ساتھ ہوئے اور میں نے دنیا کی طرف مراجعت کی ساتویں آسمان پر ایک قصر نورانی کے پاس گزر ہوا تو جبرئیلؑ سے کہا کہ نام اس جوان ہاشمی صاحب قصر کا اس فرشتے سے دریافت کر فرشتے نے کہا وہ پسر عم محمدؐ مصطفےٰ علیؑ مرتضیٰ ہے۔ اسی طرح ہر قصر کے پاس پہنچکر نام دریافت کرتا تھا اور یہی جواب سنتا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے ندا کی اے محمدؐ تو بندہ میرا ہے اور میں پروردگار تیرا ہوں پس خضوع و شکستگی کر میرے لئے اور عبادت و بندگی میری بجا لا اور اعتماد کر مجھپر اور بجز میرے کسی پر اعتماد و بھروسہ نہ کر بہ تحقیق کہ میں نے تجھکو چنا اور پسند کیا ہے تاکہ میرا بندہ و حبیب و رسول و پیغمبر ہو۔ اور تیرے بھائی علیؑ کو چنا اور پسند کیا تاکہ میرا خلیفہ و مقرب ہو پس وہی حجت میری میرے بندوں پر اور پیشوائے خلق ہے تیرے بعد اس سے پہچانے جاتے ہیں دوست و دشمن میرے اور جدا ہوتا ہے لشکر شیطان کا میرے لشکر سے برپا ہوگا اس سے دین میرا اور محفوظ ہونگے حدود اور جاری ہوں گے احکام اور بہ سبب تیرے اور اس کے اور اماموں کے اس کے فرزندوں سے میں اپنے بندوں اور کنیزوں پر رحم کروں گا اے محمدؐ جو متابعت کرے تیری پیدا کیا ہے میں نے بہشت کو اسکے واسطے جیسا کہ جہنم کو تیرے

مخالفوں کے لئے پیدا کیا۔ اور واجب کیا ہے میں نے اپنی کرامت کو تیرے لئے اور ان کے دوستوں اور شیعوں کے واسطے واجب کیا میں نے ثواب اپنا۔ حضرت رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ عرض کی میں نے پروردگار میرے مجکو نام ان اوصیا کے تلقین فرما تاکہ انکو پہچانوں ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ تیرے اوصیا وہ لوگ ہیں کہ نام ان کے ساق عرش پر لکھے ہیں پس نظر کر اور دیکھ انکو جب میں نے ساق عرش کی طرف نگاہ کی تو بارہؑ نور نظر آئے ہر ایک نور میں ایک سطر سبز تھی اسمیں ہر ایک وصی کا نام تحریر تھا پہلا نام ان سے علی بن ابی طالب اور آخری مہدی ہادی صلوات اللہ علیہ کا تھا پس فرمایا باری تعالیٰ نے اے محمدؐ یہ ہیں دوست میرے اور برگزیدے میرے اور حجّت میری میرے بندوں پر تیرے بعد اور اوصیاء و خلفا میرے ہیں اور بہترین خلق ہیں قسم ہے مجھکو اپنے عزت و جلال کی کہ میں اپنے دین کو ان سے ظاہر کروں گا اور اپنے کلمہ کو ان سے بلند گردانوں گا۔ اور آخر ان سے کہ مہدی ہے اس سے زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک و صاف کرونگا مشرق و مغرب پر اس کو تسلط بخشوں گا ہوا کو اسکا مسخر کروں گا اور ابرہائے تیز و تند کو اسکا مطیع فرماؤں گا تاکہ اس پر سوار ہو اور آسمان و زمین سے جس جگہ چاہے جائے اور مدد کروں گا۔ اسکی اپنے لشکروں سے پس اس کی سلطنت و بادشاہی کو مستمر کروں گا او رمقرر کروں گا اپنی دولت کو درمیان اپنے دوستوں اور اماموں کے کہ دست بدست پھرے تا روز قیامت۔ **وفات ابوطالب علیہ السلام** منقول ہے کہ جب وقت وفات حضرت ابوطالبؑ کا نزدیک آیا تو آپنے اپنے دو بیٹوں جعفرؓ و عقیلؓ اور اپنے حقیقی بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی کہ جناب رسولؐ خدا کی رعایت رکھیں اور حق اطاعت ان کا اور علی مرتضیٰ کا بجا لائیں اور سب نیک کاموں کی ترغیب دلائی اور بری باتوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا بعد ازاں جناب سرور کائنات اور امیرالمومنینؑ کو بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا قسم بخدا کہ مجھپر تمہاری جدائی نہایت شاق ہے میرے بعد کون تمہاری پرستاری کرے گا پھر سب کو کہا کہ میں تم کو حمایت و حفاظت خدا میں سونپتا ہوں وہی تمہاری اعانت فرمائیگا اس سے بہتر کوئی اپنے بندوں کا حافظ و نگہبان نہیں بعد ازاں آنکھیں بند کرلیں اور پاؤں پھیلا دیئے اور حالت احتضار انحضرت پر طاری ہوئی خویش و بیگانے تمام اس غم جانکاہ پر گریاں تھے حضرت سرور کائنات کہتے تھے اے فرشتگان رحمت نرمی و مدارا کرو قبض روح میں میرے چچا کی جو بجائے باپ کے میری سرپرستی کرتے تھے۔ پس روح ابوطالب کی روضۂ رضوان کو پرواز کر گئی جملہ حاضرین نے تجہیز و تکفین کرکے اس جناب کو دفن کیا۔ حضرت رسولؐ خدا بکمال درد و الم با دیدۂ پرنم فرماتے تھے اے چچا کیا جلدی تمہاری موت آئی رحمت خدا ہو تم پر بروز ولادت و بروز حشر جبکہ تم دوبارہ زندہ ہوگے۔ عمر ابوطالبؑ کی بوقت وفات بنا بر مشہور اسّی سال کی تھی اور عمر امیرالمومنینؑ کی اسوقت بیس سال کی اس سے تیسرے روز بروایتے بعد از یکماہ یا تین ماہ حضرت خدیجہ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا اور عمر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اسوقت چھیاسٹھ سال کی تھی۔ یہ دو صدمے عظیم حضرت رسول خدا کو پے درپے پہنچے اور آپ نے اس سبب سے اس سال کا نام عام الحزن رکھا کیونکہ عمو و زوجہ دو ناصر و مددگار ہمدم و غمخوار آنحضرت کے اسی سال میں راہی ملک بقا ہوئے بعد اس کے زیادہ عرصہ آپ مکہ میں نہ ٹھہر سکے اور جو ٹھہرے وہ بھی بکمال شدت و پریشانی ٹھہرے۔ **مولف** کہتا ہے کہ قبر مبارک حضرت ابوطالب و جناب خدیجۃ الکبریٰ کی مکہ میں اب تک بے گنبد تھی ہمارے اس زمانے

سے کچھ بقیۃ السیف اواسط تیرہویں صدی ہجری میں جناب مغفرت مآب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے کہ آخر ایام حیات میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ کو چلے گئے تھے بکمال جانفشانی مومنین خالصین کو ترغیب و تحریص کر کے ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے گویا تمام شیعوں پر بذل احسان کیا اب مومنین نزدیک و دور آنحضرتؐ کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ بعوض اس کار خیر کے مرزا صاحب مرحوم کو جنت الخلد میں گھر عطا فرمائے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے ؛؛ **ذکر ہجرت رسولؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ بسوئے یثرب از بطحیٰ و پارۂ از جرأت و جان نثارئے آنحضرت کہ دریں واقعہ بظہور آمدہ**

پیشتر گزرا کہ حضرت ابوطالب کہ ایک سردار صاحب جاہ و رفعت و بارعب شخص تھے رحمت خدا کی طرف انتقال کر گئے تو مکہ میں کوئی ناصر و مددگار رسول مختار کا باقی نہ رہا مگر وہ حضرت باوجود اسکے بھی ادائے فرائض رسالت میں سرمو کوتاہی روا نہ رکھتے تھے۔ اعلان دین و اشاعت اسلام و ہدایت انام میں بدستور ساعی و سرگرم تھے۔ اہل مکہ کو بکمال دلسوزی وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کی طرف دعوت کرتے اور حج کے دنوں میں جو لوگ باہر سے آتے ان کو راہ راست دکھاتے تھے۔ تا اینکہ رفتہ رفتہ حقانی نور در و بام مکہ پر چمکنے لگا اور قریش کم کم آپ کی صدق و راستی کے قائل اور ایک ایک دو دو ان سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے اُدہر شرفا قبیلۂ اوس و خزرج[1] سکنۂ مدینہ نے کہ بعد کو انصار دین کہلائے مکہ آکر اسلام قبول کر لیا۔ یہ حالات بالطبع قریش کی غیظ و غضب کے باعث ہوکر طرح طرح سے آنحضرتؐ کو اور آپ کے اصحاب انجاب کو ایذا و آزار دینے لگے۔ حتیٰ کہ عرصۂ مکہ آپ پر تنگ آیا اور جور و جفاء قریش سے از بس آزردہ و دلریش ہوئے پس خقتعالیٰ نے وحی کی کہ اے محمدؐ اس شہر سے باہر جا کہ باشندے یہاں کے سخت ستمگار ہیں۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت فرما کہ وہ لوگ تیری نصرت کو آمادہ و تیار ہیں۔ **روایت** ہے کہ قریش کو جب کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو ایک مکان تھا جسکو دار الندوہ (کمیٹی گھر) کہتے تھے اسمیں شورے کے لئے جمع ہوتے مقرر تھا کہ چالیس سال سے کمتر کا کوئی آدمی اس مجلس میں داخل ہونے پاتا تھا پس جبکہ دیکھا کہ حضرت رسول خدا کا کام دن بدن ترقی پر ہے اور اہل مدینہ بھی آپ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے تو وہ طیش میں آکر دار الندوہ میں اکھٹے ہوئے۔ ہر قبیلہ سے ایک شخص سن رسیدہ و تجربہ کار نکلکر چالیس مرد وہاں فراہم آئے اسوقت شیطان لعین بصورت ایک مرد پیر کے دروازہ مکان پر آیا دربان نے اسکو روکا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ایک مرد سالخوردہ نجد سے ہوں میں نے سنا ہے کہ تم لوگ اس مرد (محمد مصطفیٰ) کے دفع کے لئے جمع ہوئے ہو آیا ہوں کہ تم کو اپنی رائے صائب سے نفع پہنچاؤں۔ دربان نے اجازت دی شیطان اندر گیا جب سب لوگ اپنے اپنے مرتبہ و مقام پر بیٹھ گئے ابو جہل اٹھا اور کہا اے معشر قریش ہم لوگ ملک عرب میں ایک خاص توقیر سے ممتاز ہیں ہم مجاوران خانۂ خدا ہیں کہ اطراف عالم سے لوگ اسکی زیارت کو آتے ہیں سال میں دو مرتبہ حج و عمرہ کے تقریب سے خلائق کا یہاں ہجوم ہوتا ہے ہماری عزت و آبرو تمام کی نظروں میں مستقر ہے کسی کی مجال نہیں کہ حرم محترم میں ہماری طرف آنکھ بھر کر دیکھ سکے جنگ و جدال کرنا تو کیسا پس ہم اس

[1] اوس و خزرج انصار کے دو بڑے اور مشہور قبیلے ہیں حضرت امیرؑ انکی مدح میں فرماتے ہیں ؏ الاوس والخزرج القوم الذین ھم ؛ آووا فاعطوا وفی ما اوھبوا ؛ یعنی اوس و خزرج وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو پناہ دی اور انکو اس سے بڑھ کر عطا ہوا جتنا کہ انہوں نے بخشا تھا۔ ۱۲

شرف و فضیلت کے سزاوار ہیں اور تھے حتیٰ کہ محمد بن عبداللہ نے ہمارے درمیان نشو نما پائی ہم لوگ اسکی صلاح و تقوے وامانت و دیانت کے اسکو امین کے نام سے پکارتے تھے اور وہ ہم میں عزیز و گرامی تھا حتیٰ کہ دعوی کیا کہ میں رسول و فرستادہ خدا ہوں اور آسمانی خبریں میرے پاس آتی ہیں پس وہ ہمکو احمق ٹھہرانے لگا اور ہمارے نوجوانوں کو فاسد کرنے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کرنے لگا اب کہتا ہے کہ ہمارے بزرگ اسلاف تمام آتش جہنم میں ہیں ہمکو کوئی بات اس سے زیادہ ناگوار نہیں اور ہم ہر طرح اسکی وفعیہ کے خواستگار ہیں میں نے اس کے قتل کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ ایک مرد کو اپنے درمیان سے انتخاب کریں کہ وہ خفیہ جاکر اسکو قتل کرے جب بنی ہاشم اسکے خون کا دعوی کریں تو ہم ان کو دس گونہ خون بہا دیکر راضی کرلیں۔ شیطان لعین کہ شیخ نجدی کے لباس میں حاضر مجلس تھا یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا یہ رائے دور از صواب ہے کوئی تم میں ایسا نہیں کہ اس کام میں اپنی جان دینا گوارا کرسکے کیلئے کہ بنی ہاشم کبھی راضی نہونگے کہ محمدؐ کا قاتل زمین پر زندہ راہ چلے وہ اپنے ہم سوگندوں بنی خزاعہ سے امداد طلب کریں گے اور جنگ عظیم تمہارے درمیان برپا ہوگی اور حرم خدا میں وہ کشت و خون ہوگا کہ ابتک کبھی نہوا تھا پس عاص ابن وائل وامیہ بن خلف وابی بن خلف نے کہا کہ ہم ایک مکان محکم بنائیں۔ اس میں سوراخ رکھیں اور محمد کو اسمیں داخل کرکے دروازہ مسدود کردیں اور اسکی آب و خورش اس میں ڈال دیں وہاں اپنی موت سے مرجائیگا جیسا کہ زہیر و نابغہ و امرا القیس ہلاک ہوئے۔ شیخ نجدی نے اسکو بھی ناپسند فرمایا پھر عتبہ و شیبہ و ابوسفیان نے کہا کہ اسکو اپنے شہر سے نکالدیں اور اپنے خداؤں کی عبادت میں مشغول ہوں۔ یہ صلاح بھی مردود ٹھہری۔ پس جملہ حضار حیران تھے سب نے شیطان سے کہا اے شیخ تو اپنی رائے بیان کر اس نے کہا میری صلاح یہ ہے کہ ہر ایک قبیلہ سے قبائل قریش سے اور نیز قبائل عرب سے جو تمہارے ساتھ اتفاق کریں ایک ایک آدمی لو اور ایک مرد بنی ہاشم سے بھی تمہارے ہمراہ ہو پس سب مصلح ہوکر ایکبار محمدؐ پر جا پڑو اور اسکو قتل کرڈالو کہ اسطرح سے اسکا خون تمام قبائل میں منتشر ہوجائیگا اور بنی ہاشم کسی خاص ایک شخص سے اسکا دعوی نہ کرسکیں گے کیونکہ تمام قبائل سے مقابلہ کرنا انکی طاقت سے باہر ہے پس اسوقت اگر دیت طلب کریں گے تو ایک یا دو زیادہ سے زیادہ تین دیت انکو دے دینا۔ اس رائے پر سب نے صاد کیا اور بموجب ایک روایت کے یہ صلاح ابوجہل نے پیش کی تھی اور شیطان نے اسکو پسند کیا تھا بہرحال یہ تجویز پختہ ہوکر مجلس برخاست ہوئی اور ابولہب کو بنی ہاشم سے اپنے ساتھ لیا اور ارادہ کیا کہ رات کے وقت بیت الرسالت پر چڑھائی کریں پس حق تعالی نے اپنے نبی کو ان کے مکر و حیلہ سے آگاہ کیا اور یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ یعنی جبکہ مکر کیا تجھ سے کافروں نے تاکہ تجھکو مکان میں قید کریں یا قتل کو پہنچائیں یا مکہ سے باہر نکالدیں وہ مکر و حیلہ کرتے ہیں اور حق تعالی ان کو اس حیلہ کی جزا دیتا ہے اور حقتعالی بہتر ہے جزا دہندوں کا پس رات ہوئی تو بموجب قرارداد جمع ہوکر شبخون مارنیکا ارادہ کیا **منقول** ہے کہ جبرئیل نے حضرت رسولؐ خدا کو مشورہ قریش سے آگاہ کیا اور جانب حق تعالی سے ہجرت پر مامور فرمایا تو آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو طلب کرکے کہا یا علیؑ قریش نے میرے قتل پر اتفاق کیا ہے پس حقتعالی نے مجھکو ہجرت کا حکم دیا میں آج شب کو غار ثور کو جاؤنگا تمکو حکم ہے کہ میری

خوابگاہ میں لیٹ جاؤں تاکہ وہ لوگ نہ جانیں کہ میں چلا گیا ہوں پس تمہاری اس بارہ میں کیا رائے ہے امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا میرے آپ کی جگہ لیٹنے سے آپ سلامت رہیں گے فرمایا البتہ امیر المومنینؑ یہ سنکر شاد و خنداں ہوئے اور آنحضرتؐ کی سلامتی اور اپنی جاں نثاری پر سجدۂ شکر بجا لائے چنانچہ اسی وجہ سے وہ حضرتؑ اس امت میں سب سے پہلے سجدۂ شکر کرنے والے اور پیشانی کو راہ خدا میں زمین پر رکھنے والے مشہور ہوئے پھر عرض کی آپ مع الخیر تشریف لیجاویں میں خدمت کے لئے بجان و دل حاضر ہوں۔ اور توفیق چاہتا ہوں حق تعالیٰ سے بروایت دیگر حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ آیا راضی ہے کہ کفار مجھکو طلب کریں اور نہ پائیں اور تجھکو میری جگہ پر پائیں اور قتل کو پہنچائیں امیر المومنینؑ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں راضی ہوں کہ میری جان اور روح آپ پر فدا ہو بلکہ راضی ہوں کہ آپ کے بھائی بندعزیز قریب اور اس حیوان پر جو آپ کے کارآمد ہو اپنی جان فدا کروں میں زندگی صرف اس لئے چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت کروں اور آپ کی امرو نہی بجا لاؤں آپ کے دوستوں کی اعانت اور دشمنوں پر جہاد کروں ورنہ میں ایک ساعت زندگانیٔ دنیا نہیں چاہتا پس حضرتؐ نے فرمایا اے ابوالحسن یہہ باتیں جو تونے کہیں تجھ سے پیشتر ملائکہ موکلان لوح محفوظ نے مجھ سے نقل کیں کہ تو ان کو کہے گا اور نیز انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ اس سبب سے وہ ثواب تجھکو کرامت کرے گا جو نہ کسی کان نے سنے نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی دل پر گزرے ہونگے پھر فرمایا یا علیؑ خدا تعالیٰ تجھ پر میری شباہت ڈالیگا میری چادر سبز اوڑھکر میری جائے خواب پر لیٹ جائیو بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کا بقدر ان کے درجات کے امتحان کرتا ہے اوّل پیغمبروں کا امتحان سب سے سخت اور شدید ہے ان کے بعد جن کی نیکوکاری زیادہ ہے اسکا ابتلا و امتحان شدید ہے۔ پس اس جلّ شانہ نے تیرا امتحان کیا ہے اور میرا امتحان تیرے باب میں کیا ہے جیسا کہ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا امتحان فرمایا تھا پس دشمنوں کی تلواروں کے نیچے تجھکو لٹانا میرے نزدیک ابراہیمؑ کے اسماعیل کو ذبح کے لئے لٹانے سے بزرگ تر ہے اور تیرا بطیب خاطر اس پر راضی ہونا اسماعیلؑ کے اپنے پدر مہربان کی چھری کے نیچے لیٹ جانے سے عظیم تر۔ پس صبر کر اے برادر کہ رحمت خدا نیکوکاروں کے نزدیک ہے پس حضرتؐ نے ان کو سینہ سے لگایا اور رقّت اس جناب پر طاری ہوئی امیر المومنینؑ بھی آپ کی مفارقت سے بہت گریاں ہوئے۔ پس رسولؐ خدا نے آپکو سپرد بخدا کیا اور جبرئیل کے ساتھ باہر آئے قریش اس وقت گھر کے گرد محاصرہ کئے کھڑے تھے آپ نے سورہ یٰسین کو تا فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ تلاوت کیا اور ایک مشت خاک اٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ کہ بگڑ جائیں یہ چہرے جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسی بیحیائی سے پیش آئیں حق تعالیٰ نے انکی آنکھوں کو بند کر دیا کہ وہ حضرت ان کے درمیان سے صاف نکل گئے اور قریش اپنے سروں سے خاک جھاڑتے رہ گئے منقول ہے کہ جن لوگوں کے سروں پر یہ مشت خاک پہنچی وہ سب بروز جنگ بدر مارے گئے پس حضرت رسولؐ خدا غار ثور کی طرف متوجہ ہوئے راستہ میں ابوبکر نے حضرت کو جاتے دیکھا کچھ سوچ سمجھکر آپ کے پیچھے ہو لئے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرتؐ بگمان اس کے کہ کفار قریش سے کوئی آتا ہے تیز و تند چلے اور پائے مبارک ایک پتھر پر لگا اور مجروح ہو کر خون اس سے رواں ہوا اور تسمہ جوتی کا ٹوٹ گیا ابوبکر قریب حضرت کے پہنچے تو ہر چند برکت اس صحبت و ہمراہی کی تو پہلے ہی ظاہر ہو گئی تھی کہ چوٹ کھائی مگر بخوف فتنہ

یا مصلحت دیگر ساتھ لے لیا یہ پہلا خون تھا کہ بعد ہجرت آنحضرتؐ سے حضرت یار غار کی بدولت بہا ہند ابن ابی ہالہ بھی ساتھ گیا تھا مگر اس کو کسی کام کے لئے واپس کیا اور آپ مع ابوبکر داخل غار ہوئے۔ **اب حضرت امیر المومنینؑ کا حال سنئے**

وہ چادر سبز حضرت رسول خدا اوڑھے خوابگاہ آنحضرت میں لیٹے تھے چونکہ دیواریں مکان کی بہت بلند نہ تھیں کفار قریش باہر سے آپ کو دیکھتے اور گمان اس کے کہ حضرت رسولؐ خدا ہیں پتھر ان کی طرف پھینکتے تھے پس آیہ شریفہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ آپ کی شان میں نازل ہوئی ترجمہ آدمیوں سے وہ شخص ہے جو اپنی جان کو طلب رضا و خوشنودی حق تعالیٰ کے لئے فروخت کرتا ہے سنی و شیعہ نے روایت کی ہے کہ آیہ مذکورہ حضرت امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ثعلبی و احمد حنبل و غزالی وغیرہ مفسران و محدثان سنیان و نیز مفسران و محدثان شیعہ نے نقل کیا ہے کہ اس رات کو جبکہ امیر المومنینؑ خواب گاہ رسالت پناہؐ میں لیٹے تو حق تعالیٰ نے وحی کی طرف جبرئیل و میکائیل کہ میں نے تم دونوں میں سلسلہ اخوت و برادری قائم کیا اور تم سے ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے دراز مقرر کی پس کوئی تم سے قبول کرتا ہے کہ اس کی عمر کوتاہ اور اسکے بھائی کی عمر دراز ہو یعنی اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرے کسی نے بخوشی خاطر اس کو قبول نہ کیا پس حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ کیوں مثل علی ابن ابی طالب کے نہیں ہوتے کہ میں نے اسکو محمد کا بھائی قرار دیا اور رابطہ اخوت ان کے درمیان قائم فرمایا۔ پس وہ محمد کے دشمنوں میں لیٹا ہے اور اپنی جان کو اسپر فدا کرتا ہے۔ زمین پر جاؤ اور نظر کرو حال علیؑ پر اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو پس دونو فرشتے زمین پر آئے اور جبرئیل آنحضرت کے سر کے پاس اور میکائیل پاؤں کے پاس بیٹھے اور مبارکباد دیتے تھے اس جناب کو اور کہتے تھے اے پسر ابو طالب کون تمہاری مانند ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے سبب سے ملائکہ آسمان پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے آیہ مذکورہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل کی اور اخطب خوارزم نے کہ محدثین اہل سنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا جس شب میں غار میں داخل ہوا اس کی صبح کو جبرئیلؑ امین خوشی خوشی میرے پاس آئے میں نے سبب اس مسرت و شادی کا دریافت کیا تو انہوں نے کہا کیونکر خوش نہوں حالانکہ دیکھا میں نے کہ حقتعالیٰ نے تمہارے بھائی اور وصی اور تمہاری امت کے امام کی عبادت کو پسند کیا اور اس سے فرشتوں پر مباہات فرمائی کہ اے ملائکہ نظر کرو میرے ولی کی طرف جو زمین پر میرے پیغمبر کے بعد میری حجت ہے کہ کس طرح اپنی جان گرامی کو اپنے پیغمبر پر فدا کرتا ہے اور شکرانہ پر اس نعمت میں مونہہ کو خاک پر رکھا ہے پس گواہ کرتا ہوں تم کو کہ وہ پیشوائے خلق اور مولائے جمیع مخلوقات ہے **القصہ** قریش چاہتے تھے کہ خانہ آنحضرت میں گھس جائیں مگر ابو لہب نے اس سے منع کیا کہ اس میں عورات و اطفال بیخطا ہیں ممکن ہے کہ تاریکی شب میں خطا واقع ہو اور کوئی ان سے ہلاک ہو جائے پس بہتر ہے کہ رات کو حراست رکھیں طلوع صبح پر داخل خانہ ہوں جسوقت صبح طالع ہوئی تو کفار یکبارگی تلواریں کھینچکر امیر المومنینؑ کی طرف دوڑے خالد بن ولید ملعون سب کے آگے تھا حضرت نے جو یہ دیکھا تو اٹھکر ان کے مقابل ہوئے اور ہاتھ خالد کا مروڑ کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی وہ مثل شتر فریاد کرتا تھا اور وہی تلوار لیکر قریش پر حملہ کیا وہ بھاگے مگر جب معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ ہیں تو کہنے لگے کہ ہم کو تجھ سے

کچھ کام نہیں محمدؐ کہاں ہے اس کا نشان بتلادے حضرت نے فرمایا تم نے ان کو میرے سپرد کیا تھا کہ مجھ سے دریافت کرتے ہو تم ان کو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے وہ خود نکل گئے۔ ابوجہل نے کہا اس بیچارے کو کچھ نہ کہو کہ یہ محمدؐ کے دام فریب میں پھنسا ہے وہ اس کو اپنی جگہ پر چھوڑ گیا ہے کہ خود چھوٹ جائے اور یہ ہلاک ہو۔ **قطب** راوندی نے روایت کی ہے کہ ابن الکوی خارجی نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ تم اسوقت کہاں تھے جبکہ ابوبکر حضرت کے ساتھ غار میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت آنحضرتؐ کی خواب گاہ میں لیٹا اپنی جان کو اُن پر فدا کرتا تھا جب قریش حربہ و ہتھیار لے کر اندر آئے اور آنحضرتؐ کو وہاں نہ پایا تو کمال قہر و طیش مجھکو پکڑا اور آزار کرنے لگے پھر زنجیروں میں باندھ کر ایک مکان میں قید کیا اور دروازہ پر قفل لگا کر ایک عورت کو نگاہبانی کو چھوڑا اور وہاں سے چلے گئے۔ پس میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے "یا علیؑ" بمجرد سننے اس آواز کے تمام درد و کلفت مجھ سے زائل ہوگئی پھر دوسری آواز کان میں آئی اسوقت تمام زنجیریں جو مجھ پر لپٹی تھیں ٹوٹ کر علیحدہ جا پڑیں۔ تیسری بار آواز آئی کہ یا علیؑ فوراً دروازہ مکان کا کھل گیا اور میں باہر نکل آیا۔ **بہرکیف** جب کفار مکہ کو معلوم ہوا کہ حضرت رسول خدا ان سے پوشیدہ ہوگئے تو ہر طرف آپ کی تلاش میں پھرنے لگے ابوجہل نے منادی کرائی کہ جو شخص محمدؐ کو پکڑ لائے یا اس کا نشان ہمکو بتلائے تو سو شتر اس کو اپنے مال سے دوں گا پس ایک مرد قائف (سراغ رساں) کو لائے۔ اُس نے نقش قدم آنحضرتؐ کے پہچانے۔ اور غار ثور تک سراغ آپ کا پہنچایا۔ غار پر پہنچے تو مکڑی نے باعجاز آنحضرتؐ در غار پر جالا تنا تھا اور جفت کبوتر نے آکر آشیانہ بنا کر انڈے دئے تھے قریش وہاں پہنچے تو کبوتر اپنے آشیانے سے اڑا یہ حالات دیکھ کر انہوں نے کہا کہ محمدؐ یہاں ضرور آیا ہے۔ مگر غار میں نہیں گیا۔ اگر غار میں جاتا تو جالا مکڑی کا سلامت نہ رہتا اور پرندے اڑ جاتے۔ پس یا تو یہاں سے آسمان کو اڑ گیا ہے یا زمین میں چلا گیا۔ بروایت دیگر مونہہ اس غار کا تنگ تھا حضرت رسول خدا وہاں تشریف لائے تو بامر الٰہی اس قدر کشادہ ہوگیا کہ حضرت مع شتر اس میں داخل ہوئے پھر ویسا ہی تنگ ہوگیا جیسا کہ تھا۔ اور امر خدا سے ایک درخت اس کے مونہہ پر اگا اور اسی قدر بلند ہوگیا پس کفار سرِ غار پر حیران کھڑے تھے۔ ابوبکر کہ حضرت کی رفاقت میں غار کے اندر تھے خوف و ہراس ان پر طاری ہوا۔ جوں جوں یہ لوگ باتیں کرتے تھے ان کا شدت اضطراب سے حال دگرگوں ہوا جاتا تھا۔ سخت پیچ و تاب میں تھے قریب تھا کہ غار سے نکلکر کفار اشرار سے ملجائیں اسوقت ایک شخص کفار سے غار کی طرف مونہہ کرکے پیشاب کرنے بیٹھا۔ ابوبکر نے کہا اس مرد نے ہم کو دیکھ لیا ہے حضرت رسالت پناہ نے فرمایا ہرگز نہیں دیکھا۔ دیکھ لیتا تو ہمارے سامنے اپنی عورتین برہنہ نہ کرتا۔ غرض ہرچند حضرت سمجھاتے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور تسلی دیتے تھے مگر ابوبکر کو یقین نہ آتا تھا اور ان کے غم و اضطراب میں ذرا کمی نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حقتعالیٰ قرآن شریف میں اس کی خبر دیتا ہے۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی جبکہ نکالا اس کو کفار نے در آنحالیکہ وہ دوسرا تھا دو کا جبکہ کہتا تھا اپنے ہمراہی کو غمگین نہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ یہ آیہ ہے جس سے حضرات اہل سنت بڑے طمطراق کے ساتھ فضیلت شیخ اول کی اثبات فرماتے ہیں۔ تمام تر زور

انکا لفظ لِصَاحِبِہٖ پر ہے یعنی یہ کہ حق تعالیٰ نے ابو بکر کو صاحب پیغمبر کہا ہے اور اس سے کمال مدح و ستائش حضرت یار غار کی عیاں ہے حالانکہ لفظ صاحب میں کوئی مدح و ستائش نہیں اس کے معنی لغت میں صرف ہمراہی اور ساتھی کے ہیں جو کسی کا ساتھی و ہمراہی ہو وہ اُسکا صاحب ہے خواہ اسکو دوست رکھے یا نہ کیونکہ مفہوم لفظ صاحب میں دوستی و محبت اصلاً شامل نہیں یوسف علیہ السلام زندان مصر میں تھے اہل زندان باوصف کافر ہونے کے ان کے صاحب و ساتھی تھے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے۔ یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ یعنی یوسف نے انکے خطاب میں کہا اے میرے قید خانہ کے مصاحبو بلکہ انسان تو انسان حیوان بھی اگر آدمی کے ساتھ ہو تو محاورۂ عرب میں اس کا صاحب کہلاتا ہے چنانچہ عرب کہتے ہیں صَحِبَ الحِمَارُ وَالحِمَارُ صَاحِبُہٗ ساتھ لیا اس نے گدہے کو گدہا اسکا ساتھی ہے متنبی شاعر کہتا ہے ؎ وَیَسْتَصْحِبُ الْاِنْسَانَ مَنْ لَا یُلَائِمُہٗ بسا اوقات انسان اپنے مخالف طبع لوگوں کو اپنے ساتھ لیتا ہے پس آیہ مذکورہ میں کوئی فضیلت و فوقیت حضرت شیخ صاحب کیلئے نہیں ہاں ضعف ایمان ان کا اس آیہ سے بخوبی عیاں ہے کہ باوجود ہمراہ ہونے پیغمبر خدا کے اور بار بار فہمائش آنحضرت کے تسلی نہ پاتے تھے اور ڈرتے اور گھبراتے تھے بس وہ بار خاطر تھے نہ یار شاطر (مراد چالاک و ہوشیار ۱۲) بخلاف امیر المومنینؑ کے کہ سینکڑوں تلواروں کے تلے لیٹے ذرا پرواہ کرتے اور اپنی جان کو فدائے رسول الانس والجان فرماتے تھے۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎ بس کن حدیث غار کہ غار است نزد عقل ٭ آن حزن و بیقراری شیخ مُعمّرم ٭ اور چونکہ خلیفۂ اوّل کے بقول انہیں کے مریدوں کے کہیں غار ہی میں سانپ نے بھی کاٹ لیا تھا اور حضرت امیر کی خدمت میں مسجد کوفہ میں اژدہے کے آنیکی حکایت مشہور ہے تو شاعر مذکور اس کے بعد کہتا ہے ؎ میر من آں امام کہ فرمانش بردمار ٭ من ایں امام مارگزیدہ کجا برم ٭ الغرض اس سے آگے حقتعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا یعنی اور نازل کیا حق تعالیٰ نے سکینہ اپنا پیغمبر پر اور مدد کی اس کی لشکروں کے ساتھ جنکو تم نہ دیکھتے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں جس مقام پر انزال سکینہ فرمایا تو آنحضرتؐ کے ساتھ مومنین پر بھی ضرور سکینہ نازل کیا ہے بخلاف اس مقام کے کہ ابو بکر حضرت کے ساتھ تھے ان کو اس شرف سے محروم رکھکر انزال سکینہ صرف پیغمبر خدا پر فرمایا ہے اگر خلیفہ اوّل ایمان سے بہرہ ور ہوتے تو ضرور وہ بھی نزول سکینہ میں آنحضرت کے شریک ہوتے۔ اس کے جواب میں علماء اہل سُنّت نے بہت کچھ ہاتھ پائوں مارے ہیں لیکن کوئی معقول بات آج تک نہیں لا سکے اور تفصیل ان سوال و جواب کی کتب مناظرہ میں مرقوم ہے۔ **بالجملہ** حضرت رسول خدا تین روز غار میں رہے حضرت امیر المومنینؑ رات کے وقت حاضر خدمت ہوتے اور آب و طعام و دیگر ضروریات آپ کے لئے بہم پہنچاتے۔ تیسری شب کو جسکی صبح کو ارادہ روانگی مدینہ کا تہا دو شتر حضرت کے اور دلیل راہ و ابو بکر کی سواری کے لئے لے گئے۔ یہ دونو اونٹ آنحضرت کی ملکیت خاص سے تھے۔ مگر مدارج النبوۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کے تھے انہوں نے چار سو درہم بقولے آٹھ سو کو خرید کئے تھے۔ اسوقت آگے لائے تا کہ ان میں سے ایک قبول کریں آپ نے ایک کو بشرط بیع قبول کیا ابو بکر نے وہ آنحضرت کے ہاتھ نو سو درہم پر فروخت کیا یعنی بروایت اوّل سات سو درہم کا و بروایت ثانی پانچ سو کا نفع آپ سے حاصل کیا

روانگیٔ حضرت رسول خدا بسوئے مدینہ منورہ

اہل سنت کہتے ہیں کہ ابوبکر نے بہت سا مال حضرت رسول پر انفاق کیا تھا۔ معلوم وہ کب اور کسطرح انفاق کیا ہوگا جبکہ ایسے ضرورت کے وقت میں آپ نے ان کا ایک اونٹ بلاقیمت منظور نہ فرمایا اور انہوں نے تگنے چوگنے داموں پر آنحضرت کے ہاتھ فروخت کیا سبحان اللہ سوداگر لوگ عموماً جزوی نفع پر مال فروخت کیا کرتے ہیں بعض جنکو زیادہ چاٹ لگی ہوتی ہے سوائے ڈیوڑھے تک کرلیتے ہیں۔ مگر حضرت یارِ غار کا دونے نفع پر بھی پیٹ نہ بھرا۔ انہوں نے دوسو یا چارسو کا مال نوسو پر پیغمبر خدا کے ہاتھ فروخت کیا۔ شیخ عبدالحق یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوبکر نے چار مہینے پیشتر ان کو خرید کیا تھا اور علف کھلا کر موٹا کیا تھا گویا بزعم خود یہ ابوبکر کی زیادہ ستانی کا عذر بیان فرمایا ہے ہم کہتے ہیں کہ گھاس وغیرہ ہی کھلایا تھا مشک وزعفران تو نہیں کھلایا تھا پھر گھاس نہ دیتے تو کیا انکو بھوکا مار دیتے اور کیا چار مہینے گھاس کھلانے سے دوسو کا اونٹ نوسو کا ہوجاتا ہے القصہ مکہ میں حضرت رسولؐ خدا کو بوجہ آپ کی امانت و دیانت کے ابتدا سے معتمد و معتبر سمجھتے تھے اور بنام ابوالقاسم امین موسوم کرتے تھے۔ اسی لیے بہت سا مال مکہ والوں کا اور اور لوگوں کا کہ بیرونجات سے حج کے لئے آتے تھے۔ آپ کے پاس امانت تھا بنا بریں حضرت امیرؑ کو ہمراہ نہ لیا اور امر کیا کہ مکہ میں ٹھہر کر تمام امانات کو جو آپ کے ذمے واجب الاداتھیں ادا کریں اور شب و روز منادی کریں کہ جسکی کوئی امانت ہو حاضر ہوکر وصول کرے اور کہدیا کہ جو امانتیں رد کریں علانیہ سب کے روبرو رد کریں کہ پھر کسیکو جائے کلام باقی نہ رہے۔ پھر فرمایا اے برادر میں تمکو اپنی دختر نیک اختر فاطمہؑ پر خلیفہ کرتا ہوں اور تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب ان امور سے فارغ ہو تو اپنے اور فاطمہ زہرا اور فاطمہ بنت اسد و دیگر مستورات کے لئے سواری خرید کر رکھو جسوقت میرا خط تمہارے پاس پہنچے بلاتوقف روانہ مدینہ ہوجاؤ یہ کہکر دونوں بزرگوار باہم بغلگیر ہوئے۔ پس سرور کائنات متوجہ مدینہ سکینہ ہوئے اور امیرالمومنینؑ مکہ کو واپس تشریف لیگئے۔ کفار مکہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت رسولؐ خدا ان کے درمیان سے نکل گئے تو ایک تہلکہ عظیم ان میں پڑا اور تذکرے ہونے لگے کہ دیکھو محمدؐ نے ہمکو کیسا دھوکا دیا کہ ہزاروں کا زر و زیور جو اس کے پاس امانت تھا لیکر چلدیا یہ ہمارے کردار کی سزا ہے کہ امین جانکر مال سپرد کیا۔ اب مال کا مال گیا اور احمق ہی بنے۔ ازانجملہ عقبہ بن ابی معیط ملعون کہ حضرت رسالت پناہ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ بہت برے کلمات آنحضرت کی شان میں کہتا تھا۔ ایک مرتبہ امیرالمومنینؑ اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے پاس بیٹھے تھے کہ اس شقی نے ایک کلمہ بیجا زبان سے نکالا۔ حیدر کرار کو غصہ آیا اور تلوار میان سے نکال کر مثل بازنر کے کہ کبوتر پر جھپٹے اس پر حملہ آور ہوئے۔ اور فرمایا او سگ ناپاک زادۂ ناپاکاں تیرا منہ ہے کہ حق میں سیدالبشر طیب وطاہر کے کلمات ناہموار کہے تو اس جناب کو اپنا سا خیال کرتا ہوگا بہ تحقیق کہ وہ حضرت جملہ رجس اور نجاسات سے پاک و پاکیزہ ہیں جو ہمارے ساتھ بقدم عداوت پیش آئیگا عنقریب اپنی حرکت پر نادم و پشیمان ہوگا۔ اور دوست و پیرو ہمارا ہر آفت و بلا و مصیبت و عناسے محفوظ رہیگا۔ اگر وہ جناب بحکم خدا یہاں سے تشریف لے گئے تو کیا ہوا میں خلیفہ و جانشین و پسر عم آنحضرت کا موجود ہوں جس کی جو امانت ہو وہ میرے پاس آئے سب ادا کروں گا۔ پھر باواز بلند فرمایا۔ اے معشر قریش اے

بنی زہرہ و بنی لوے و بنی غالب و بنی امیہ و بنی مخزوم وغیرہ اے اہل حرم محترم جس کی کوئی امانت حضرت رسولؐ خدا کے پاس ہو میں اسکا ضامن ہوں مجھ سے آکر طلب کرے بعدازاں اس حجرے میں داخل ہوئے جسمیں ودائع و امانات رکھی تھیں۔ چند تھان چمڑے کے زمین پر بچھا دیئے اور تمام اموال و اسباب کو نکال نکال کران پر ڈالنا شروع کیا۔ اور صاحبان امانت کو بلایا ہر ایک اپنا مال لیتا اور مدح و ثنائے رسول خدا میں رطب اللسان باہر جاتا حتےٰ کہ ہر ایک کا مال پہنچ گیا۔ اور محمدؐ مصطفےٰ و علی مرتضیٰ کی صفت و ثنا کرتے اور دعائیں دیتے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ ادہر حضرت رسول خدا مدینہ کی طرف تشریف لیجا رہے تھے کہ اثنا راہ میں اُمّ معبد خزاعیہ کے خیمہ میں فروکش ہوئے ایک ضعیف ولاغر بھیڑ کہ کبھی نر کے ساتھ جفت نہوئی تھی اور مطلق دودھ اسکے نہ تھا۔ گوشہ خیمہ میں کھڑی تھی آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا شیر فراواں اس سے حاصل ہوا۔ ہاتھ مونہہ دہویا کلّی کی وہ پانی ایک جھاڑی کی جڑ میں گیا تو صبح کو اس جھاڑی کی جگہ ایک درخت عظیم پُربرگ و بار دکھائی دیا ام معبد مذکور کی بہن کی بیٹی ہند کہتی ہے کہ اس کے پھل بزرگ اور خوش ذائقہ تھے اور بوئے عنبر اُن سے آتی تھی۔ اور شیرینی میں شہد سے زیادہ تھے۔ بھوکا ان کو کہاتا تو سیر ہو جاتا پیاسا سیراب ہوتا اور بیمار شفا حاصل کرتا تھا۔ کوئی اونٹ کوئی بکری اس کے پتے نہیں کھاتے تھے اِلّا یہ کہ ان کا دودھ بڑھ جاتا تھا۔ ہم نے کثرت برکات کی وجہ سے اس درخت کا نام شجرۂ مبارکہ رکھا تھا۔ اہل بادیہ شفاء بیماران کی غرض سے دُور دور سے ہمارے یہاں آتے۔ اور اس پیڑ کے پھل اور پتے لیجاتے۔ عرصۂ دراز تک یہی کیفیت رہی۔ حتیٰ کہ ایک روز صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ میوے اُس کے گر گئے ہیں اور پتوں پر خزاں آگئی ہم یہ دیکھہ کر مضطر و بیقرار تھے تا اینکہ خبر آئی کہ حضرت رسالت پناہ نے دنیا سے رحلت کی پھر اس درخت پر وہ تری و تازگی نہ رہی اور نہ ویسے کثرت سے پھل آتے تھے۔ اس واقعہ کے تیس۳۰ سال بعد ایک روز دیکھا کہ اس کے تمام پھل گر گئے اور بجائے اُنکے جڑ سے لیکر شاخوں تک کانٹے نکل آئے کہ ناگاہ خبر قتل امیر المومنینؑ علی علیہ السّلام پہنچی پھر اس درخت پر پھل نہ آیا۔ صرف پتوں سے منتفع ہوتے تھے۔ تا اینکہ ایک بار دیکھا کہ اُس کے تنے سے خون خالص جاری ہے اور پتے مرجھا گئے ہم کمال اندوہگیں تھے کہ اتنے میں خبر شہادت امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ ہم کو ملی پس وہ درخت تمام خشک ہو کر نیست و نابود ہو گیا۔ یہ حدیث ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ کے رکن چہارم میں ربیع الابرار زمخشری سے نقل کی ہے اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ زمخشری کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ قصہ اس درخت کا مثل قصہ شیرِ گوسفند کیوں نہ مشہور ہوا مولف اوراق کہتا ہے کہ اس میں کوئی تعجب نہیں۔ قصہ گوسفند محض رسول اللہ کا معجزہ تہا۔ اس کو ہر شخص نے نقل کیا درخت کا قصہ انحضرت کا معجزہ تھا اور امیر المومنینؑ و امام حسین علیہما السلام کی فضیلت پر بھی شامل تھا وہ بھلا اس قدر مشہور کیوں ہونے لگا تھا۔ یہی غنیمت ہے کہ اسکو زمخشری جیسے متعصبوں نے روایت کیا اور ملا عبدالرحمٰن نے اس سے نقل فرمایا اس کی شہرت دیکھنی تھی تو علامہ جاراللہ کو کتب شیعہ کا مطالعہ کرنا تھا بالجملہ قصہ مذکورہ کتب شیعہ میں مشہورات سے ہے۔ اور بحار الانوار و مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں مذکور و مسطور ہے الحاصل حضرت رسول خدا وارد مدینہ ہوئے تو بیرون شہر محلہ

قبا میں درمیان قبیلہ عمرو بن عوف کے نزول اجلال فرمایا پس ابو واقد لیثی کو وہاں سے مکہ بھیجکر امیر المومنین کو پیغام دیا کہ جلد اہل حرم کو لیکر اس طرف کا عزم کریں اور مکہ میں زیادہ توقف روا نہ رکھیں۔ اور خود قبا میں ٹھہر گرانکے آنیکا انتظار کھینچنے لگے ابو بکر نے کہا رسول اللہ مدینہ میں تشریف لے چلئے کہ لوگ حضرت کے مشتاق ہیں۔ فرمایا جبتک میرا بھائی علی ابن ابی طالب اور میری دختر فاطمہؑ زہرا نہ آلیں شہر میں نہ جاؤں گا۔ ہر چند حضرت عتیق اصرار کرتے تھے۔ مگر کچھ فائدہ نہ تھا تا اینکہ ابو بکر حضرت کو قبا میں چھوڑکر مدینہ میں چلے گئے کہتے ہیں کہ یہ پہلا حسد تھا کہ صدیق سنیاں سے امیر مومنانؑ کی نسبت ظاہر ہوا اور عداوت آنحضرت کی پایۂ ثبوت کو پہنچی۔ امیر المومنینؑ کو فرمان واجب الاذعان رسول انس وجان پہنچا تو کوچہ ہائے مکہ میں گشت کرکے مکرر منادی کی کہ جس کا کوئی مطالبہ حضرت رسول خدا پر ہو حاضر آئے کیونکہ میں اب مکہ سے روانہ ہوتا ہوں کوہ وصحرا و شہر و قریہ سے زن و مرد آئے اور جس کا جو کچھ چاہئے تھا لیگیا پس حضرت امیرؑ نے ضعفائے مسلمین کو امر کیا کہ پوشیدہ وبکبار رات کو شہر سے نکلیں اور وادئی ذی طویٰ میں جمع ہوں تا اینکہ وہ حضرت ان سے ملحق ہوں اور آپ سامان سفر میں مصروف ہوئے شتران سواری و بار برداری جو ضروری تھے خریدے محمل وکجاوے زنان اہل حرم کے لئے بہم پہنچائے ضروریات مہیا ہوگئیں تو عورات کو سوار کرکے اور ایمن پسر ام ایمن دایہ رسولؐ خدا و ابو واقد لیثی کو ہمراہ لیکر علانیہ روز روشن میں شہر سے باہر ہوئے کفار بدکردار آپ کو دیکھتے تھے مگر باعجاز حضرت رسولخدا و ہیبت شیر خدا کچھ نہ کہہ سکتے تھے راہ میں ابو واقد اونٹوں پر تشدد کرتا اور ان کو تیز ہانکتا تھا حضرت نے فرمایا نرمی کر عورات کے ساتھ اے ابو واقد اور شتران کو اُن کے آہستہ لیچل کہ وہ ضعیف ہیں ابو واقد نے عرض کی مجھکو خوف ہے کہ کچھ لوگ قریش سے ہمارے پیچھے آئیں آپ نے فرمایا اس کی فکر نہ کر اور خاطر جمع رکھہ کیونکہ حضرت رسول خدا نے مجھکو خبر دی ہے کہ کوئی ضرر تجھکو ان سے نہ پہنچے گا پس حضرت آہستہ آہستہ اونٹوں کو چلاتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے وادی ضجنان کے قریب پہنچے تو آٹھ سوار مسلح کہ کفار قریش نے انکو بھیجا تھا نمودار ہوئے ایک ان میں سے حارث بن اُمیہ کا غلام جناح نام نہایت دلیر و دلاور مرد تھا۔ حضرت نے ان کو دیکھا تو ابو واقد اور ایمن کو امر کیا کہ شتران نسوان کو بٹھلا دیں اور آپ باشمشیر برہنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے کفار بھی مقابل ہوئے اور کہا یا علی تمہارا گمان یہ ہے کہ ان عورات کو ہمارے درمیان سے لیجاؤ ہم ہرگز ان کو نہ جانے دیں گے اور تمہارا سر تن سے جدا کریں گے پس اونٹوں کی طرف بڑھے کہ انکو اٹھائیں حضرت نے انہیں روکا۔ جناح بیفلاح نے شمشیر کا وار حضرت کے حوالے کیا۔ آپ نے اس کو رد کیا اور ایک تلوار اس زور سے اس کے شانے پر لگائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہوکر یال اسپ تک پہنچی پھر مثل شیر گرسنہ اوروں کی طرف متوجہ ہوئے کفار نابہنجار صولت وسطوت حیدر کرار کی تاب نہ لاکر بھاگے اور کہتے جاتے تھے کہ اے پسر ابوطالب ہم سے ہاتھ اٹھاؤ کہ ہم تم سے کوئی سروکار نہیں رکھتے حضرتؑ نے فرمایا میں باعلان اپنے بھائی رسول خدا کی طرف ہجرت کرتا ہوں اور عورات کو اپنے ہمراہ لئے جاتا ہوں جو چاہے کہ اسکا خون زمین پر رواں ہو میرے سامنے آئے اور مجھکو اس سے روکے۔ **ایک** روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ ابطح مکہ سے باہر آئے تو کفار کو حمیّت جاہلیت وامنگیر ہوئی اور وہ ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے

کہ نامرد و ایک لڑکا ۲۳ سال کی عمر کا اس جرأت و جسارت کے ساتھ عوات کو تمہارے درمیان سے لیجائے اور تم کھڑے دیکھتے رہو
اس سے زیادہ کیا بے غیرتی ہو گی۔ ابو سفیان و ابو جہل و عقبہ بن ابی معیط نے شہر میں پھر گھر کر لشکر جمع کیا اور عقب میں شیر ذوالجلال
کے بہ نیتِ قتال و جدال روانہ ہوئے وادی ضجنان کے قریب پہنچکر مقابلہ ہوا مگر ہیبتِ اسد اللہ الغالب کی بجبر دیکھنے کے ان
روباہوں پر غالب آئی اور کہا آج شب کو آرام کریں صبح کو جنگ کریں گے۔ امیر المومنینؑ مستورات کو لیکر ایک سمت دامن کوہ میں
اترے اور لشکر قریش دوسری جانب فروکش ہوا رات کو صارم غلام عقبہ کو کہ سخت بیباک و متہور چالاک تھا انہوں نے مقرر کیا کہ قافلہ
مہاجرین پر شبخون مارے امیر المومنین حفاظت قافلہ کیلئے بیدار و ہشیار تھے صارم آگے آیا تو حضرت نے بیک ضربتِ شمشیر
اسے قتل کیا اور دونو کان اس کے پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے اور پتھروں کی ٹیک لگا کر سامنے کھڑا کر دیا کہ گویا پہرہ دار ہے تاکہ
جانوران صحرا اس کو دیکھ کر آگے نہ آویں صبح کو کفار ناہنجار بارادۂ کارزار صف آرا ہوئے امیر المومنینؑ نے اس گروہ پر کہ ہزارہا پیدل و سوار
تھے ایک حملہ حیدری کیا اور اس قدر تیغ زنی و سرافشانی فرمائی کہ کشتوں کے انبار لگ گئے جو زندہ بچے انہوں نے فرار اختیار کیا
اس انبوہ کثیر سے صرف پچاس ساٹھ آدمی بچے جو بھاگ کر جاں بر ہوئے ورنہ تمام وہیں کھیت رہے امیر المومنینؑ مظفر و منصور
سواریوں کو ہمراہ لئے آگے کو چلے وادی ضجنان میں پہنچکر ایک روز مقام کیا یہاں پر اُمِ ایمن کنیز رسول خدا آ کر آنحضرت سے مل گئیں
اور بہت سے مسلمین مکہ بھی باریاب خدمت ہوئے اس شب کو تمام قافلہ مصروف عبادت رہا صبح کو نماز پڑھکر بار کیا اور مدینہ کو
روانہ ہوئے ہر کوچ و مقام میں ذکر خدا کرتے چلے جاتے تھے۔ **راوی** کہتا ہے کہ جبرئیل نے نازل ہو کر حضرت رسول خدا کو
آنحضرت کی فتحیابی کی خبر پہنچائی تھی جس روز امیر المومنینؑ داخل مدینہ ہونے کو تھے حضرت رسالت مآب نے مع جماعت اصحاب
شہر سے باہر آپ کا استقبال کیا اور فرمایا یا علیؑ کون تمہاری مثل ہو سکتا ہے جو عہد تم نے خدا سے کیا تھا اسکو پورا کیا اور میری وصیت
بجالائے اور جان اپنی مجھ پر فدا کی جس طرح ہارون وصی موسیٰؑ تھے اسی طرح تم میرے خلیفہ و وصی بلافصل ہو اور دوست و شیعہ
تمہارے تمام رستگار رہیں اس کے سوا اور بہت سے کلمات صفت و ثنائے حیدرؑ کرار میں ارشاد فرمائے پھر سب کے سب روانہ
ہو کر شاداں و فرحاں داخل مدینہ سکینہ ہوئے۔ **ذکر بنائے حضرت رسول خدا مسجد مدینہ را و منزلتے عالی کہ برائے امیر المومنینؑ دریں خصوص بظہور آمدہ۔** ناسخ التواریخ میں بروایت اہلسنت
مذکور ہے کہ حضرت رسول خدا محلہ قبا میں فروکش تھے تو اہل مدینہ خواستگار ہوئے کہ ایک مسجد اس جگہ تعمیر ہو آپ نے فرمایا کہ
ایک شخص ناقہ پر سوار ہو کر باگ اس کی چھوڑ دے جس مقام پر ناقہ توقف کرے اسی مقام پر مسجد بنائی جائے اس لئے خلیفہ اوّل
ناقہ پر سوار ہوئے مگر ناقہ اپنی جگہ سے نہ ہلا ناچار اتر آئے۔ پس خلیفہ ثانی حضرت عمر اسپر چڑھے تب بھی ناقہ نے ایک قدم آگے
نہ رکھا مجبور وہ بھی اپنا سا مونہہ لیکر اترے اسوقت امیر المومنینؑ نے ارادہ سواری کا کیا ہنوز قدم مبارک رکاب میں ناقہ کی درست
نہ رکھا تھا کہ ناقہ جست کرنے اور دوڑنے لگا حضرت نے فرمایا اُدْخُ زِمَامَہٗ یعنی یا علیؑ باگ کو ڈھیلی چھوڑ دو پس ایک زمین پر کہ

اس کو مربد[1] کہتے تھے اور کلثوم بن ہدم کی ملکیت سے اسی کے مکان کے متصل تھی توقف کیا۔ چنانچہ وہی مقام تعمیر مسجد کے لئے تعیین ہوا پیغمبر خدا نے اس کو مالک سے مول لیا اور مسجد بنائی۔ یہی مسجد ہے کہ مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے اور پہلی مسجد ہے جو آنے مدینہ میں تعمیر فرمائی اور یہ آیہ شریفہ اسکی شان میں نازل ہوئی۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ترجمہ البتہ وہ مسجد کہ روز اول سے اس کی بنیاد تقویٰ و پرہیز گاری پر ہے زیادہ حقدار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو اسمیں کچھ لوگ ہیں کہ طہارت و پاکیزہ ہونے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو ؛ اور نیز سال اول ہجرت میں مسجد بزرگ مدینہ کہ مسجد نبی کے نام سے مشہور ہے اور سوائے مسجد الحرام کے تمام مساجد سے افضل واشرف ہے بنا ہوئی قطعہ زمین جس کی قسمت میں روز ازل سے یہ دولت لکھی تھی۔ دو یتیم انصاریوں سہل وسہیل نام کا مملوک تھا اس خرابے میں چند درخت خرمے کے لگے تھے بقیہ گورستان تھا کہ یہودی اپنے مُردوں کو وہاں دفن کرتے تھے حضرت نے دس اشرفی طلائی کو اسے خرید کیا اور امر کیا کہ خشت خام وہیں کی مٹی سے تیار کریں اور ایک مسجد کی بنیاد رکھی کہ طول وعرض اسکا برابر ایکسو ہاتھ کا مقرر کیا بوقت تعمیر مسجد اصحاب موضع حرہ سے پتھر لاتے تھے حضرت رسالت پناہ بھی ان کے شریک تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے ؎ لاخیر الاخیر الآخرہ ؛ فارحم الانصار والمهاجرہ۔ یعنی کوئی خیر وخوبی نہیں بجز خیر وخوبی آخرت کے خداوندا رحم کر انصار ومہاجرین پر۔ اصحاب نے یہ دیکھا تو بہت جد وجہد سے کام کرنے لگے اور اس رجز کو پڑھتے تھے لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِيُّ يَعْمَلُ ؛ فَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلَّلُ یعنی اگر ہم بیٹھ رہیں اور پیغمبر خدا کام کریں تو ہمارا یہ فعل گمراہوں کا فعل ہے۔ سید نورالدین سمہودی سُنّی نے تاریخ مدینہ مسمی بوفاء الوفی میں روایت کی ہے کہ اس وقت حضرت رسول اللہ نے ردا دوش مبارک سے اتار رکھی تھی۔ اصحاب نے بھی تاسی آنحضرت کے اپنی ردائیں اور چادریں اتار لیں اور ہمہ تن مصروف کار ہوئے الا عثمان بن عفان کہ مرد نظیف وصفائی پسند تھے اینٹ پتھر اٹھاتے تو اسکو کپڑوں سے علیحدہ رکھتے زمین پر ڈالتے تو آستینوں کو جھاڑتے کپڑوں سے گرد وغبار پونچھتے اور صاف کرتے علیؑ بن ابی طالب ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔ ؎ لا يستوي مَنْ يَعْمُرُ الْمَسَاجِدَا ؛ يَدْأَبُ فيها قائماً وقاعداً ۔ وَمَنْ يُرَى عن التراب حائداً۔ یعنی برابر نہیں وہ شخص کہ تعمیر مسجد کرتا ہے اور نشستہ وبرخاستہ اس میں زحمت اٹھاتا ہے اس شخص کے کہ گرد وغبار سے بچتا اور پرہیز کرتا ہے۔ عمار یاسرؓ بغیر اس کے کہ معلوم کریں کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے ان اشعار کو نقل کرنے اور دوہرانے لگے عثمان نے عمارؓ سے اسکو سنا تو بہت غصہ آیا اور کہا اے پسر سمیہ تو مجھ پر طنز کرتا ہے اور آوازہ کستا ہے اگر اس سے باز نہ آئیگا تو یہ لاٹھی کہ میرے ہاتھ میں ہے تیرے مونہہ پر ماروں گا۔ راوی حدیث ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ پیغمبرؐ خدا اسوقت ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے عثمان کا یہ کلام سُنکر غضب آنحضرت پر طاری ہوا اور فرمایا عمار جلدة بين عيني وانفي کہ عمار مجھکو اپنی آنکھ وناک کے درمیان کی جلد کے برابر عزیز ہے جو اس کو

[1] مربد بروزن منبر زمین کا وہ قطعہ ہے کہ اونٹوں کے ٹھیرانے یا خرما وغیرہ کے سکھانے کیلئے اسکو علیحدہ کر رکھا ہو۔ ۱۲

شروع عداوت عثمان بعمار یاسرؓ

سنائیگا مجھکو سنائیگا۔ سب لوگ یہ سُنکر خاموش رہ گئے۔ پھر عمار یاسرؓ سے کہنے لگے کہ پیغمبر خدا تمہارے سبب سے غضبناک ہوئے ہمکو خوف ہے کہ ہمارے بارے میں قرآن نازل ہو۔ پس یہ پہلی عداوت عثمان کی تھی عمار کے ساتھ اسکے بعد جو سلوک خلیفۂ ثالث نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عمار یاسرؓ کے ساتھ کئے معروف ومشہور ہیں اور اس کتاب میں بھی اپنے موقعہ پر بعض انسے مذکور۔ بالجملہ بنیادیں مسجد کی پتھروں سے پُر کرکے اوپر خشت خام کی عمارت بنائی اور بقدر ایک قد آدم دیواروں کو بلند کیا اور قبلہ اس کا بیت المقدس کی طرف رکھا۔ تین دروازے اس میں رکھے ایک خاص رسولؐ خدا کے لئے دوسرا باب الرحمۃ تیسرا آخر مسجد میں عام لوگوں کے واسطے چھت اس میں نہ تھی مگر پس از چندے چوب خرما کو بطور ستون کے کھڑا کرکے شاخہائے خرما سے سقف پوش کیا تاکہ نمازی تمازت آفتاب سے محفوظ رہیں اصحاب نے عرض کی کہ اوپر سے کاہ گل کر دیں کہ بارش سے بھی بچاؤ ہو قبول نہ ہوا اور فرمایا بنا مسجد موسیٰؑ اسی قدر تھی اس سے زیادہ اجازت نہ دوں گا گرداگرد مسجد کے حجرات ومکانات[1] ازواج رسول خدا ودیگر مہاجرین کے بنائے گئے کہ دروازے ان کے صحن مسجد میں کھلے تھے۔ حضرتؐ کے مکان کے پہلو میں ایک حجرہ امیر المومنینؑ کے لئے تعمیر ہوا اور ایک جگہ حضرت حمزہ سیدالشہداء کے لئے معین فرمائی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد قبلہ بیت المقدس کی طرف سے تحویل ہوکر کعبہ مقدسہ کی طرف مقرر ہوا اور دروازے سب کے بند کردیئے گئے صرف دروازہ حضرت رسول خدا کا اور ایک علی مرتضیٰ کا کھلا رہا۔

مسدودی ابواب صحابہ سوائے باب جناب امیرؑ

مسند احمد بن حنبل ودیگر کتب اہل سُنّت میں بطرق متعددہ منقول ہے کہ صدر الاسلام میں اصحاب نے وضو ونماز کی آسانی کے لئے دروازے مسجد رسول میں کھول لئے تھے کچھ عرصہ بعد حکم الٰہی نازل ہوا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں صرف ایک دروازہ علیؑ کا کھلا رہے لوگ اس مقدمے میں باہم گفتگوئیں کرتے تھے حضرت رسول خدا نے یہ سُنا تو منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ مینے سب کے دروازے بند کرنے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا جسطرح حق تعالیٰ کیطرف سے مامور ہوا اس کی تعمیل بجا لایا بہ تحقیق کہ اس سے پہلے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو امر کیا کہ ایک مسجد پاک وپاکیزہ بناکر کہ بجز تیرے اور تیرے بھائی ہارون کے کوئی اس میں سکونت نہ کرنے پائے ایسا ہی مجھکو مامور کیا ہے کہ ایک مسجد تمام آلودگیوں سے پاک تعمیر کروں کہ بجز میرے اور علیؑ کے کوئی اس میں اقامت نہ کرنے پائے۔ **نیز مسند** میں ہے کہ بعض مہاجرین نے مسجد کے گرد مکان بنائے اور دروازے ان کے مسجد میں کھولے تھے گاہ بیگاہ اس راہ سے مسجد میں چلے آتے اور رات کو وہاں خواب کرتے تھے۔ پس حکم الٰہی نافذ ہوا کہ تمام دروازے بند کردیئے جائیں حضرت رسولؐ خدا نے معاذ بن جبل کو امر کیا کہ اس کی منادی کردے سب نے اس حکم کی تعمیل کی الا علی بن ابی طالب کہ حضرت رسولؐ خدا نے انکو کہا یا علیؑ تو پاک وپاکیزہ ہے بدستور ساکن رہ امیر حمزہؓ کو یہ حال معلوم ہوا تو دلگیر ہوئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ ہمکو مسجد سے

---

[1] مناقب ابن شہرآشوب میں ہے کہ کُل دس مکان آپ نے بنائے نو اپنی اولاد وازواج کے لئے دسواں کہ ان کے درمیان تھا علیؑ وفاطمہؑ کے واسطے پس اس مکان میں علیؑ اور ان کی اولاد رہتی رہی تاآنکہ عبدالملک بن مروان نے اس پر حسد کرکے گرادیا اور صحن مسجد میں شامل کرلیا۔ ۱۲ منہ

نکالتے ہو اور اطفال بنی عبدالمطلب کو اس میں ساکن کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ امر میرے اختیار میں ہوتا تو کسیکو نہ نکالتا بخدا قسم کہ یہ ایک عطار خدا ہے خاص علیؑ کے حق میں بتحقیق کہ اے چچا تم خیر و خوبی پر ہو اور عاقبت تمہاری بخیر ہے اور تمکو خدا اور رسولؐ کی طرف سے بشارت ہو چونکہ حضرت نے ان کو بشارت دی تھی لہذا حضرت حمزہؑ جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور نیز ایک جماعت کو صحابہ سے یہ امر ناپسند ہوا عمر بن خطّاب نے چند بار عرض کی کہ مجھکو ایک دریچہ رکھنے کی اجازت دیجائے آخر ایک روشندان پر راضی ہوئے مگر رضائے الٰہی نہ ہوئی کہ ایک سوراخ بھی ان کے گھر سے مسجد میں کھُلا رہے۔ پس صحابہ باہم بیٹھتے اور اس کا تذکرہ کرتے تھے تا اینکہ حضرت رسولؐ خدا نے یہ سنا تو منبر پر گئے اور خطبہ بلیغ ادا کیا کہ لوگوں کو ناگوار ہے کہ ان کے دروازے مسجد کی طرف سے بند ہو گئے اور علیؑ کا دروازہ کھُلا رہا قسم بخدا کہ میں نے ان کو مسجد سے نہیں نکالا اور نہ میں نے علیؑ کو مسجد میں ساکن کیا ہے بلکہ حق تعالیٰ نے ایسا کیا ہے۔ اس جل شانہ نے جس طرح ہارونؑ اور اولاد ہارون کو مسجد موسیٰؑ میں رہنے کی اجازت دی اور اوروں کو اس سے منع کیا تھا اسی طرح علیؑ اور اسکی ذریت کو میری مسجد میں رہنے کی اجازت فرمائی اور اوروں کو اس سے منع کیا ہے بتحقیق کہ علیؑ کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی پس جو شخص کہ حکم الٰہی پر راضی نہو اور یہ امر اس کو ناگوار گزرے اسکو چاہیئے کہ اسطرف (راہ شام کی طرف اشارہ فرمایا) چلا جائے اور نیز مسند میں روایت کی ہے کہ عباس حضرت کے چچا نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ علیؑ کے لئے چند فضیلتیں ہیں جو کسی صحابی کے لئے نہیں ایک یہ کہ بروز خیبر رسول خدا نے علم نصرت نشیم ان کو دیا دوسرے تمام صحابہ کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دیئے مگر علیؑ کا دروازہ کھُلا رکھا۔ **روایت** ہے کہ عباس حضرتؐ کے چچا نے ہرچند التماس کیا کہ ان کا مکان اس حکم سے مُستثنیٰ رہے مگر قبول نہوا پس گزارش کیا کہ ایک سوراخ ہی میرے مکان سے مسجد میں رہے کہ اس سے نگاہ کر سکوں یہ بھی نہ مانا تا اینکہ راضی ہوئے کہ ایک پرنالہ مسجد کی طرف نصب کریں کہ بوقت بارش پانی ان کے مکان کا صحن مسجد میں گرے اور یہی باعث ان کے فخر و امتیاز کا ہو اس کی اجازت ہوئی اور حضرت رسول خدا نے بپاس خاطر اپنے عم مکرم و محترم کے اپنے ہاتھ سے پرنالہ نصب فرمایا۔ یہ پرنالہ زمانہ رسول خداؐ و ابوبکر اور تین سال اوّل خلافت عمر میں بدستور نصب تھا۔ اس کے بعد عمر نے اسے اکھڑوا دیا امیرالمومنینؑ کو یہ جرأت خلیفہ صاحب کی از بس ناگوار گزری اور شمشیر بکف اس جگہ تشریف لائے اور خود کھڑے ہو کر پرنالہ کو اس کی جگہ پر نصب کرایا ہم اس کا مفصل قصہ آگے لکھیں گے بالجملہ یہ ایک فضیلت ہے کہ اس سے اعلیٰ درجہ کا اختصاص و اتحاد حضرت امیرالمومنینؑ کا حضرت سید المرسلین کے ساتھ ثابت ہوتا ہے **صاحب** جامع الاصول نے صحیح ترمذی سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے امیرالمومنینؑ کو فرمایا کہ کسیکو حلال نہیں کہ اس مسجد میں جنب ہو سوائے میرے اور تمہارے پس اگر دلِ حق گزیں و دیدۂ راست بیں کوئی رکھتا ہے تو صرف یہی ایک فضیلت اس کی ہدایت کے لئے کافی و وافی ہے واللہ الہادی **عقد مواخات فیما بین**

امیرالمومنین وسید وسرور کائنات وخلاصۂ موجودات صلوات اللہ علیہما۔ ہر چند
امیرالمومنینؑ نفس رسول رب العالمین ابتدار عالم سے آنحضرت کے اخ وبرادر ہیں اور دنیا میں بھی جو قرب قرابت آپ سے آنحضرت کو
تھی وہ کسی دوسرے کو نہ تھی باوجود اس کے عقد مواخات میں بھی کہ فیمابین صحابہ منعقد ہوا چونکہ کوئی دوسرا آنحضرت کا عدیل و
ہمسر نہ تھا وُہی حضرت برادر وشفیق حضرت رسول خدا کے قرار پائے آنحضرت نے انکو اپنی اخوت وبرادری خاص سے اختصاص
بخشا مورخین نے لکھا ہے کہ سال اول ہجرت میں پانچ یا آٹھ مہینے ہجرت کے بعد حضرت رسولؐ خدا نے صحابۂ مہاجرین وانصارؓ
کے درمیان عقد مواخات قائم کیا اور ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تاکہ یہ لوگ باہم اتحاد وارتباط رکھیں اور ہر شدت ورخا میں ایک
دوسرے کے شریک حال رہیں یہ عقد مسجد میں بیٹھکر مستحکم کیا گیا اور ایک وثیقہ اس بارے میں تحریر ہوا چنانچہ جوڑیاں صحابہ کی اس
تحریر کے موافق ایک دوسرے کی بھائی کہلائیں اور باہم دیگر میراث پاتی تھیں تاانیکہ بعد غزوۂ بدر جبکہ آیۂ میراث نازل ہوئی تو میراث
بالمواخات کا حکم برطرف ہوا **بالجملہ** سلمانؓ فارسی کو ابودردا عمر بن ثعلبہ انصاری کے ساتھ ابوعبیدہ جراح کو سعد معاذ کے
ساتھ ابوبکر بن ابی قحافہ کو حارثہ بن زید انصاری کے ساتھ عمر بن خطاب کو غسان بن مالک انصاری کے ساتھ عثمان بن عفان کو
اوس بن ثابت کے ساتھ زبیر بن العوام کو سلمہ بن سلامہ کے ساتھ طلحہ بن عبیداللہ کو کعب بن مالک کے ساتھ عمار یاسرؓ کو ثابت قیس انصاری
کے ساتھ علی ہذا باقی مہاجرین کو بقیہ انصار کے ساتھ برادر گردانا اور رشتہ مواخات ان کے درمیان محکم کیا۔ بعد ازاں امیرالمومنینؑ کا ہاتھ
پکڑکر فرمایا کہ میرا بھائی یہ ہے۔ اور ابن حجر عسقلانی نے شرح صحیح بخاری میں ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ اس عقد کے علاوہ ایک
اور عقد درمیان مہاجرین کے منعقد ہوا وہ اسطرح پر تھا کہ ابوبکر کا عمر کے ساتھ اور طلحہ کا زبیر کے ساتھ اور عثمان بن عفان کا عبدالرحمن
بن عوف کے ہمراہ لگ جوڑ کیا اور جعفر بن ابیطالب کو معاذ بن جبل کا اور حمزہ بن عبدالمطلب کو زید بن حارثہ کا بھائی بنایا پس علیؑ
مرتضیٰ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ نے صحابہ کے درمیان اخوت وبرادری قرار دی میرا بھائی کسکو مقرر فرمایا آپ نے کہا انا اخوک
میں تیرا بھائی ہوں اور بروایت دیگر فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی تو دنیا وآخرت میں میرا بھائی ہے۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ
کہ رسول اللہ سید وسردار مرسلاں وپیشوائے متقیان ورسول خدائے عالمیان تھے کوئی آنحضرت کا شبیہ ونظیر نہ تھا الّا علی ابن ابیطالبؑ
کہ آنحضرتؐ کے اخ وبرادر تھے **ع** بلے زمادر دہر ش نزاد طفل نظیر ۔ کسے کہ ہیچ پیمبر نبود برادر او ۔ یہی باعث تھا کہ وہ جناب
اکثر فرماتے تھے کہ میں ہوں بندۂ خدا اور بھائی رسول خدا کا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ منبر کوفہ پر فرما رہے تھے انا عبداللہ واخو رسول
اللہ میں ہوں بندۂ خدا وبرادر رسول اللہ ووارث محمد مصطفیٰؐ وشوہر فاطمہ زہراؑ وسید وسردار اوصیا ایک شخص زیر منبر سے اٹھکر بولا اسکو
بھلا معلوم نہیں ہوتا کہ کہے انا عبداللہ واخو رسول اللہ جونہی یہ کلمہ اس کی زبان سے نکلا جنون اس کے دماغ میں پیدا ہوا جدیکہ اسکا
پیر پکڑکر مسجد سے باہر لے گئے لوگوں نے اسکے رشتہ داروں سے پوچھا کہ اسکو کبھی کوئی عارضہ ہوا ہے کہا کبھی نہیں۔ **عقد نکاح
امیرالمومنین علیؑ مرتضیٰ باسیدۃ النساء فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہما** اس شادی خانہ آبادی

کی تاریخ میں اختلاف ہے کشف الغمہ میں حضرت امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ماہ رمضان سنہ ۲
ہجری میں عقد نکاح اور اس کے تین مہینے بعد ماہ ذی الحجہ سال مذکور میں زفاف واقع ہوا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ خطبہ یعنی منگنی ماہ
مبارک رمضان میں اور عقد شوال میں بعد مراجعت از جنگ بدر سولہ روز بعد وفات رقیہؓ دختر خدیجۃ الکبریٰؓ خواہر مادری آنحضرت کے
ہوا اور شیخ مفیدؒ و سید ابن طاؤسؒ وغیرہ دیگر علماء شیعہ شب پنجشنبہ اکیسویں ماہ محرم سال تین ہجری بتلاتے ہیں اور سنیوں کے یہاں
ماہ صفر ایک سال بعد ہجرت کے لکھا ہے لیکن مشہور درمیان علماء امامیہ قول اول ہے۔ اور بنا براس کے جبکہ تاریخ ولادت جناب
سیدہ بیسویں جمادی الثانی پانچ سال بعد از بعثت پیغمبرؐ لیں کہ وہ بہی مشہور ہے تو سن شریف انحضرت علیہ السلام کا بوقت نکاح
نو سال و چند ماہ کا ٹھیرتا ہے اور سن مبارک امیر المومنینؑ اسوقت علی الاشہر چوبیس سال کا تھا حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر حقتعالیٰ
علی علیہ السلام کو فاطمہ زہرا کیلئے پیدا نہ کرتا تو دنیا میں کوئی اس جناب کا کفو وہمسر نہ تھا یہ مضمون باسناد معتبرہ بسیار سنی و شیعہ نے
حضرت رسول خدا سے نقل کیا ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب جناب سیدہ سن بلوغ کو پہنچیں تو رؤسا و بزرگان قریش و دیگر
اکابر و اشراف مسلمین نے حضرت رسولؐ خدا سے آپ کی خواستگاری کی مگر جو شخص اس امر کی درخواست کرتا تھا حضرت روئے مبارک
کو اسکی طرف سے پہیر لیتے تھے اور اس طرح نفرت و کراہت کا اظہار کرتے کہ اسکو گمان ہوتا کہ آپ مجہہ پر خشمناک ہیں عجب نہیں کہ وحی
آسمانی میری بارہ میں نازل ہوا ازانجملہ ابوبکر و عمر نے بھی یکے بعد دیگرے اپنے اپنے لئے یہ درخواست پیش کی ان کے ساتھ بھی حضرت
ویسے ہی کبیدگی و کشیدگی سے پیش آئے اور کہا کہ فاطمہ کی تجویز رضائے حق سبحانہ تعالیٰ پر موقوف و منحصر ہے وہ کریم جہاں چاہے گا اس
کی نسبت کریگا۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف صحابی و باعتقاد اہل سنت یکے از دہ یار بہشتی نے بھی اپنی دولت و ثروت کے بھروسہ پر
اسکا حوصلہ کیا بلکہ اس بیباک نے صاحب لولاک سے کہا کہ اگر فاطمہؑ مجہہ سے بیاہی جائے تو مہر میں مال فراواں دوں۔ اللہ اللہ
کیسے ضعیف الاعتقاد یہ لوگ تھے کہ پیغمبر خدا کو بہی اپنی طرح مال کا خواہاں دنیا کا طلبگار جانتے تھے حضرت اس کی اس بیہودہ سرائی
سے بہت برہم ہوئے اور جوش غیظ میں ہاتھ بڑہا کر کچہہ سنگریزے زمین سے اٹہا لئے وہ کنکریاں دست حق پرست میں تسبیح کرتی
تہیں پہر انکو زمین پر پہینکدیا تو جواہر بے بہا تھے پس فرمایا اے ابن عوف تو ہمکو مال کا لالچ دیتا ہے ہمارے نزدیک اس کی کیا حقیقت ہے
القصہ جب سب کو قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ دولت علیؑ ابی طالب کا حصہ ہے۔ حضرت خاتون جنت کو خدا ورسول نے صرف
شیر خدا کیلئے روک رکھا ہے اور وہی اسکا استحقاق بھی رکھتے ہیں تو خاموش ہو رہے لیکن شیخین جیسے ہوشیاروں کو اس وقت
اور سوجہی انہوں نے ارادہ کیا کہ چلکر علیؑ کو ابھاریئے اور ان سے اس امر کی درخواست کرایئے اگر التماس ان کی درجۂ اجابت کو پہنچی جیسا
کہ گمان غالب ہے تو دل سوزی کا اظہار رہے اور منت کرم داشتن و بد نہ رد و انکار کی صورت میں علی بھی تو اس ندامت و خجالت کا
ذائقہ چکہیں جو اوروں کو نصیب ہو چکی ہے یہ منصوبہ گانٹھ کر دونوں بزرگوار مع عبدالرحمٰن بن عوف و بروایتے سعد معاذ انصاری
کیساتھ امیر المومنینؑ کے گھر پر آئے مگر وہاں حضرت کو نہ پایا آپ اسوقت ایک انصاری کے باغ میں شتر آب کش کے ذریعہ خرمے

درخواست عبدالرحمن بن عوف

کے درختوں میں پانی دے رہے تھے کہ اجرت اس کی وجہ معاش میں صرف کریں یہ لوگ حضرت کی خدمت میں پہنچے تو ابوبکر نے سلسلۂ کلام چھیڑا کہ اے ابوالحسن کوئی خیر وخوبی نہیں کہ تم میں نہ ہو بلکہ تم ہر فضیلت میں اوروں پر سبقت لیگئے ہو حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے ہو اور تمام سے پہلے ان پر ایمان لائے اس کے بعد سے ہمیشہ نصرت واعانت آنحضرت میں ساعی رہے ہو پس کیا وجہ ہے کہ باوجود اتنے حقوق کے تم نے اب تک فاطمہ زہراؑ کی خواستگاری نہیں کی تمام قریش حضرت سے یہ درخواست کر چکے مگر کسی کی بات قبول نہیں کرتے کہتے ہیں کہ یہ امر حوالہ رضائے خدا ہے میرا گمان یہ ہے کہ خدا ورسول نے فاطمہ زہرا کو تمہارے واسطے رکھا ہوا ہے حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو آبدیدہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر تو نے میرے غم کو تازہ کیا اور جو آرزو کہ میرے دل میں پوشیدہ تھی اس کو جوش میں لایا مجھکو اور رغبت فاطمہ نہو بھلا یہ کب ہو سکتا ہے مگر بوجہ ناداری کے حیا دامنگیر ہے کہ اس بات کو زبان پر لاؤں ابوبکرؓ نے کہا دنیا و ما فیہا رسول اللہ کی نظر میں ہیچ و پوچ ہے اس کا ذرا خیال دل میں نہ لاؤ اور چلکر آنحضرت سے اس کی درخواست کرو یہ روایت ملا صالح کشفی سُنّی صاحب مناقب مرتضوی کی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ سعد انصاری نے آنحضرت کو اس درخواست کرنے پر ترغیب دی اور بنا بر بعض جابر انصاری سے اور اور لوگوں کے نام بھی مذکور ہوئے ہیں روضۃ الاحباب میں ہے کہ یاران علی واہل خواص آنحضرت نے ان کو برانگیختہ کیا کہ فاطمہ کی درخواست کریں ظاہرا یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ ابوبکر وعمر کو آنحضرتؑ سے کون سا خلوص محبت تھا کہ یہ خیر خواہی کرتے اور جو بنا بر ایسا ہوا بھی ہو تو انہیں خیالات سے ہوا ہوگا جو پیشتر ذکر ہوئے بہرکیف آپ اونٹ لیکر مکان پر آئے اور اونٹ کو باندھا اور نعلین پائے مبارک میں پہنی اور متوجہ حرم سرائے نبوی ہوئے حضرت رسول اسوقت ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے امیر المومنینؑ نے کنڈی دروازے کی کھٹکائی ام سلمہؓ نے کہا کون ہے قبل اس کے کہ حضرت کہیں کہ میں ہوں رسول خدا نے فرمایا اے ام سلمہؓ دروازہ کھول کہ یہ دوست ہے خدا ورسول کا لاجرم خدا ورسول بھی اسکو دوست رکھتے ہیں ام سلمہؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ کون شخص ہے کہ کہ بغیر دیکھے بھالے آپ اس کے حق میں ایسا ارشاد فرماتے ہیں فرمایا خاموش رہ اے ام سلمہؓ یہ کوئی لغو اور بیہودہ آدمی نہیں بڑا مستقل مزاج میرے چچا کا بیٹا سب سے زیادہ ہمارا دوست اور پیارا ہے ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ یہ سنکر میں اتنی جلد اٹھی کہ قریب تھا کہ پاؤں دامن میں الجھ کر مونہہ کے بھل گر پڑوں بارے دوڑ کر دروازہ کھولا قسم بخدا کہ جبتک میں پردہ میں نہ چلی گئی علیؑ نے مکان میں قدم نہ رکھا جسوقت میں اوٹ میں ہوگئی تو اندر آئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے بکمال بشاشت فرمایا وعلیک السلامُ اور اشارہ بیٹھنے کا کیا علی علیہ السلام آپ کے سامنے سر جھکا کر اس طرح بیٹھے کہ گویا کسی کام کو آئے ہیں اور کہتے ہوئے شرم آتی ہے اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضرت رسول ان کا مدّعا دل پا گئے تھے فرمایا اے علی معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی حاجت لیکر آئے ہو اگر کوئی مطلب رکھتے ہو تو بیان کرو کہ حاجتیں تمہاری میرے نزدیک مقضی وبرآوردہ ہیں عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ آپ جانتے ہیں کہ بچپنے سے آپ نے مجھکو میرے

باپ ابو طالب اور ماں فاطمہ بنت اسد سے لیا اور کھانے پینے میں اپنا شریک کیا اور اپنے طور پر تعلیم و تربیت فرمائی ہمیشہ والدین سے زیادہ مجھ پر مہربان رہے آپ کی بدولت حق تعالیٰ نے مجھکو دولت ایمان بخشی ہرچند آپ ہر طرح میرے کفیل کار و پشت پناہ و سرپرست ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ زوجہ و اہلیہ میرے لیے ہو تاکہ اپنا گھر آباد کروں اسی غرض سے میں حاضر خدمت ہوا ہوں التماس میری قبول ہو اور میرا نکاح اپنی دختر نیک اختر فاطمہ زہرا کے ساتھ فرما دیں ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں روئے مبارک کی طرف دیکھ رہی تھی ہنوز علی کا کلام تمام نہوا تھا کہ دیکھا میں نے کہ چہرۂ اقدس کثرت خوشی سے مانند آفتاب روشن ہو گیا و بروایت دیگر امیر المومنین نے فرمایا میں حاضر خدمت ہوا جب نظر مبارک میرے اوپر پڑی خنداں ہوئے اور فرمایا اے ابو الحسن کیسے آئے ہو جو مدعا ہو بیان کرو پس میں نے اپنی خویشی و یگانگت و سبقت اسلام و نصرت دین و غزا و جہاد و راہ خدا ایک ایک کا ذکر کیا فرمایا یا علی تو درست کہتا ہے اور جو تونے ذکر کیا تو اس سے بہت بڑھ کر ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ میری خواہش یہ ہے کہ فاطمہ کو میرے ساتھ تزویج کریں حضرت نے فرمایا تجھ سے پیشتر اوروں نے بھی یہ درخواست کی تھی مگر جب فاطمہ سے انکا ذکر آیا تو آثار کراہت اس کے بشرے سے نمایاں ہوئے تو ٹہر کہ میں فاطمہ سے استمزاج کر لوں پھر جواب دونگا پس آپ اندر تشریف لے گئے فاطمہ زہرا نے حضرت کو آتے دیکھا تو سروقد تعظیم کو اٹھیں اور حسب دستور ردا دوش مبارک سے سنبھالی نعلین پائے اطہر سے لیں اور پانی لا کر دست و پائے اقدس کو دھویا بعد ازاں مودب خدمت میں بیٹھیں حضرت نے فرمایا اے فاطمہ علیؑ بن ابی طالب کی فضیلت و قرابت کو جانتی ہو جو حقوق کہ دین خدا میں وہ رکھتے ہیں تمکو معلوم ہیں بہ تحقیق کہ میں نے حق تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ تمکو ایسے شخص سے کہ تمام خلقت سے بہتر اور سب سے زیادہ اسکا محبوب ہو تزویج کرے سو علی بن ابی طالب تمہارے خواستگاری کو آئے ہیں تمہاری اس میں کیا رائے ہے فاطمہ یہ سن کر چپ ہو گئیں اور کوئی علامت کراہت ان سے ظاہر نہوئی۔ حضرت نے فرمایا اللہ اکبر سکوتہا اقرارہا اسکی خاموشی بمنزلہ اس کے اقرار کے ہے بروایت اول حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا یا علی تیرے پاس کچھ ہے بھی جس پر فاطمہ کے ساتھ تیرا نکاح کروں امیر المومنین نے عرض کی فداک ابی و امی یا رسول اللہ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں ایک زرہ ایک تلوار ایک اونٹ رکھتا ہوں پس یہی میری کائنات ہے حضرت نے فرمایا تلوار کی تجھکو احتیاج ہے اس سے راہ خدا میں جہاد کرتا ہے شتر آبکش حضر میں پانی لانے سفر میں اسباب لادنے کیلئے کارآمد ہے مگر زرہ کے بغیر کارروائی ہو سکتی ہے اسکو بیچ ڈال وہی مہر فاطمہ ہے اور ہم تجھ سے اسپر رضامند ہیں

نکاح آسمانی بحکم حضرت جلّ و علا سبحانی

پس حضرت نے فرمایا اے ابو الحسن تجھکو بشارت ہو اور شاد رہ تو کہ قبل اس کے کہ میں زمین پر تیرا نکاح کروں حق تعالے بالائے آسمان یہ نکاح کر چکا ہے ابھی تیرے آنے سے ذرا آگے ایک فرشتہ میرے پاس آیا جس کے بہت سے موہنہ اور بیشمار بازو تھے میں نے کبھی اس سے پیشتر ایسا فرشتہ نہ دیکھا تھا اس نے کہا یَا مُحَمَّدُ اَبْشِرْ بِاجْتِمَاعِ الشَّمْلِ وَطَهَارَةِ النَّسْلِ یعنی اے محمد بشارت ہو تمکو کہ افتراق و جدائی تمہاری اہل سے دور ہوئی اور نسل پاک و پاکیزہ کی بنیاد رکھی گئی میں نے پوچھا تیرا اس عبارت سے کیا مدعا ہے بولا میں ایک فرشتہ سنطائیل نام قوائم عرش سے ایک قائمہ پر تعینات ہوں میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ مجھکو تزویج

علیؑ و فاطمہ اول میں پہنچاؤں اس لئے حاضر خدمت ہوا ہوں جبرئیل میری عقب میں آتے ہیں وہ مفصل کیفیت اس واقعہ کی حضرت سے بیان کریں گے پس جبرئیل آئے اور سلام کے بعد ایک پارچہ حریر بہشتی سفید رنگ کا مجھکو دیا جس پر دو سطریں نور کی تحریر تھیں میں نے پوچھا کہ اے برادر جبرئیل یہ پارچہ کیسا ہے اور کیا اسپر لکھا ہے کہا اے محمدؐ حق تعالیٰ نے زمین کی طرف ایک نگاہ کی اور تمام خلائق سے تم کو اپنی رسالت و نبوت کے لئے اختیار کیا پس دوبارہ اسپر مطلع ہوا اور تمہارے بھائی ابن عم اور وزیر علی بن ابی طالب کو برگزیدہ فرمایا اور اسکا عقد تمہاری دختر فاطمہ کے ساتھ کیا پس امر کیا کہ بہشت آراستہ ہوں اور درخت طوبےٰ حلّے و زیورات سے ملبس ہو حوران جنت زینت کریں اور ملائکہ سمٰوات چرخ چہارم پر بیت المعمور کے پاس جمع ہوں پس رضوان خزانہ دار بہشت نے منبر نور جس پر آدم نے خطبہ کہا تھا جبکہ اسمار حسنیٰ ملائکہ پر عرض کئے تھے نصب کیا پس ایک فرشتہ فرشتگان حجب سے جسکو راحیل کہتے ہیں اور تمام فرشتوں میں خوش آواز و شیریں زبان ہے اس منبر پر گیا اور حمد و ثنائے حضرت باری بکمال بلاغت و فصاحت ادا کی پھر کہا کہ اختیار کیا خداوند جبار نے بندۂ گرامی و پسندیدہ بیٹے کو بہترین زنان عالم کے لئے کہ دختر ہے افضل انبیا و اشرف مرسلاں کی پس پیوند کیا اپنے نبیؐ کو ایک مرد کے ساتھ کہ اس کے کُنبے سے مصاحب اس کا ہے اور قبول کرنے والا اس کی دعوت کا ہے اور سبقت کرنے والا اس کے دین کی طرف ہے۔ یعنی علی بن ابی طالب کا نکاح بتول عذرا فاطمہؑ زہرا کے ساتھ منعقد فرمایا جبرئیل کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے بحکم خدائے جلّ و علا علیؑ و فاطمہؑ کا نکاح پڑھا اور ملائکہ مقربین کو اس پر گواہ گردانا اور انکی گواہی کو اس پارۂ حریر پر ثبت کیا پروردگا عالم کا حکم ہے کہ اس کتبہ کو آپ کو دکھاؤں پھر مشک کی مہر لگا کر خازن بہشت کے سپرد کر دوں اور امر کیا حق تعالیٰ نے شجر طوبیٰ کو کہ تمام حلّے اور زیورات اپنے اس تقریب مبارک میں نثار کرے چنانچہ اس نے تمام برگ و ساز اپنا اس خوشی میں لٹا دیا ملائکہ و حوران بہشت نے اس نچھاور کو اٹھایا اور اس پر فخر و مباہات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ہدیہ دینگے تا بروز قیامت یہ نشانی نکاح آسمانی کی ہے اب تمکو ارشاد جناب باری ہے کہ مجمع اصحاب کے سامنے زمین پر بھی اس نکاح کو منعقد کرو اور بشارت دو علیؑ و فاطمہؑ کو کہ حق تعالیٰ ان کو دو پسر پاک و پاکیزہ عطا کرے گا کہ صاحب فخر و فضیلتہائے بیشمار ہوں گے دنیا و آخرت میں پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ وہ فرشتہ ہنوز آسمان پر بھی نہ پہنچا ہو گا کہ تو نے کنڈی دروازے کی ہلائی ابن شہر آشوب نے مناقب میں روایت کی ہے کہ نکاح امیر المومنین کا فاطمہ زہرا کے ساتھ زمین پر چالیس روز بعد نکاح آسمانی کے ہوا اور وہ پہلی یا چھٹی ذی الحجہ کو ہوا تھا **شیخ** صدوق علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے اس روز ایک فرشتہ دیکھا جس کے چوبیس ۲۴ مونہہ تھے حضرت نے اسکو جبرئیل جانکر کہا اے اخی جبرئیل میں نے اس سے پیشتر تمکو اس صورت میں نہ دیکھا تھا فرشتے نے کہا یا رسولؐ اللہ میں جبرئیل نہیں ہوں میرا نام محمود ہے حقتعالیٰ نے مجھکو امر کیا ہے کہ ایک نور کو دوسرے نور کے ساتھ تزویج کروں یعنی علیؑ کو فاطمہؑ کے ساتھ بیاہ دوں جب فرشتے نے پشت موڑی تو دیکھا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا تھا محمدؐ رسول اللہ و علیؑ وصیہٗ رسول خدا نے پوچھا اے محمود تمہارے شانوں کے درمیان یہ عبارت کب سے تحریر ہے کہا بائیس ۲۲ ہزار سال قبل

خطبہ راحیل

روایت شیخ صدوق علیہ الرحمہ

خلق آدم سے۔ صاحب ناسخ التواریخ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اہل سنت کے یہاں بھی بطریق متعددہ مروی ہے فرق اسقدر ہے کہ ان کے
یہاں اس ملک کا نام بجائے محمود کے صرصائیل ذکر ہوا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے بیس سر اور ہر سر میں ہزار آنکھیں تھیں اور یا تھا اس کے
اس قدر دراز تھے کہ آسمانوں اور زمینوں سے نکلے ہوئے تھے اور شانوں کے درمیان بعد کلمہ شہادتین لکھا تھا۔ علی بن ابیطالب
مقیم الجنۃ بہرکیف حضرت رسول خدا نے امیر المومنین سے فرمایا یا علی بشارت ہو تم کو کرامت پروردگار کی میں اس جل شانہ کے حکم کو تمہارے
بارے میں جاری کروں گا تم آگے چلکر مسجد میں بیٹھو میں بھی پیچھے پیچھے آتا ہوں تاکہ فاطمہ کے ساتھ تمہارا نکاح کروں اور فضائل ومناقب
کو سب کے سامنے بیان کروں جن سے آنکھیں تیری اور تیرے دوستوں کی روز قیامت تک ٹھنڈی رہیں پس حضرت امیر المومنینؑ آپ
کی خدمت سے شاداں وفرحاں باہر آئے مسجد کی طرف تشریف لیجاتے تھے راہ میں ابوبکر وعمر کہ آپ کے واپسی کے منتظر تھے آپ سے ملے
اور حال دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے میرا نکاح فاطمہ کے ساتھ کردیا اور مجھکو خبر دی کہ حق تعالیٰ نے بالائے آسمان یہ نکاح
منعقد فرمایا اور وہ حضرت ابھی آتے ہیں تاکہ اس کا اعلان سب کے سامنے کریں شیخین نے یہ سنکر بظاہر اظہار مسرت وشادمانی کا کیا مگر دلوں کا
حافظ خدا تھا۔ **الغرض** حضرت امیر مع ابوبکر وعمر مسجد میں آئے اور ان کے پیچھے حضرت رسول خدا بھی داخل ہوئے آپنے بلالؓ کو حکم کیا
کہ مہاجر وانصار کو جمع کر پس منبر پر تشریف لے گئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا اے معشر مسلمین جبرئیل امین میرے پاس آئے اور
خبر دی کہ حقتعالیٰ نے ملائکہ کو بیت المعمور پر جمع کیا اور سب کے سامنے فاطمہ اپنی کنیز میری دختر کا نکاح اپنے بندے علی ابن ابیطالب کیساتھ کردیا
اور ملائکہ کو اسپر شاہد کیا پس مجھکو امر کیا ہے کہ تمہارے حضور میں اسکا اعادہ کروں اور تمکو اسکا شاہد گردانوں بروایتے حضرت نے فرمایا ایہا الناس
مردان قریش مجھ سے باربار فاطمہ کی خواستگاری کرتے تھے مگر میں اسکی تزویج کو حق سبحانہ تعالیٰ پر حوالے کرتا تھا بہ تحقیق کہ میرے پاس جبرئیل
آئے اور کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں علیؑ کو پیدا نہ کرتا تو فاطمہؑ تمہاری دختر کا روئے زمین پر آدم وغیر آدم سے کوئی ہمسر نہ تھا کہ جس کے
ساتھ اسکا عقد ہوتا۔ پس حضرت بیٹھ گئے اور امیر المومنین کو فرمایا اے ابوالحسن اٹھو اور فاطمہؑ کی خواستگاری کرو حضرت امیر اٹھے اور ایک خطبہ
مختصر بکمال بلاغت وفصاحت پڑھا وہ خطبہ یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ شُکْراً لِاَنْعُمِہٖ وَاَیَادِیْہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَھَادَۃً تبلغہ وترضیہ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی
محمد صلوۃ تزلفہ وتحظیہ والنکاح مما امر اللہ عزوجل بہ ورضیہ ومجلسنا ھذا قضاہ اللہ واذن فیہ وقد زوجنی رسول اللہ
ابنتہ فاطمۃ وجعل صداقہا درعی ھذا وقد رضیت بذلک فاسئلوہ واشھدوا خلاصہ مضمون بلاغت مشحون خطبہ
شریفہ کا یہ ہے کہ اول حمد خدا کی پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا بعد ازاں فرمایا کہ نکاح ایک امر ہے کہ حق تعالیٰ
نے اس کو پسند کیا اور اس کا حکم فرمایا ہے بہ تحقیق کہ ہماری یہ مجلس بحکم وقضائے کردگار مرتب ہوئی ہے مقصود اس سے
یہ ہے کہ حضرت رسول خدا نے اپنی دختر مطہر فاطمہ زہرا کا نکاح میرے ساتھ کردیا اور اس میری زرہ کو اس کا مہر گردانا میں اس پر راضی ہوں
تم بھی حضرت رسول خدا سے اسکو دریافت کرلو تاکہ گواہ رہو۔ حاضرین مجلس نے حضرت سے پوچھا یارسول اللہ آیا آپ نے فاطمہ کا عقد
علی بن ابی طالب کے ساتھ مہر مذکور پر کردیا ہے فرمایا ہاں کردیا اسپر مجلس سے شور مبارک باد بلند ہوا سب نے کہا بارک اللہ لھما وعلیھما

خطبہ امیر المومنین

روایات دربارۂ مہر جناب فاطمۂ زہرا

وَجَمَعَ شَمْلَهُمَا یعنی خدا دولہا دلہن کو یہ شادی مبارک کرے اور ان کے درمیان اتفاق و ملاپ رہے **مؤلف** کہتا ہے کہ اس روایت سے زرہ کا مہر مقرر ہونا پایا جاتا ہے اور ایک روایت میں پانچسو درہم مہر کے ذکر ہوئے ہیں ممکن ہے کہ قیمت زرہ کی پانچ سو درہم ہوں۔ پس مآل دونو روایتوں کا ایک ہی ہوگا اور احادیث میں وارد ہے کہ حقتعالی نے ربع یعنی چہارم دنیا کو مہر فاطمہ قرار دیا اور بہشت و دوزخ کو اس کا مہر گردانا تاکہ روز قیامت اپنے دوستوں کو بہشت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں لیکن زمین پر مشہور مہر آنحضرت کا پانچسو درہم ہے روایت کی ہے کہ حقتعالی نے پیغمبر خدا کے پاس وحی بھیجی کہ ہم نے مہر فاطمہ خمس یعنی پانچواں حصہ دنیا کا اور تہائی بہشت اور چار نہریں نہر فرات نیل مصر و نہروان و نہر بلخ مقرر کیا ہے مگر تم اے محمدؐ اسکو پانچسو درہم پر بیاہ دو۔ تاکہ تمہاری امت میں یہ مقدار سنت رہے فردوس الاخبار میں کہ کتب اہل سنت سے ہے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے امیر المومنینؑ سے فرمایا یا علی حق تعالی نے فاطمہ کو تجھ سے تزویج کیا اور زمین کو اسکا مہر مقرر کیا پس جو زمین پر راہ چلے اور تمہارا دشمن ہو وہ بحرام راہ چلتا ہے۔ منقول ہے کہ رسول خدا اس کار خیر سے فراغت پاکر مسجد سے حرم سرا میں تشریف لے گئے تو جناب فاطمہ کو گریاں پایا فرمایا اے فاطمہ کس لئے روتی ہے قسم بخدا کہ اگر میرے اہل بیت میں علیؑ سے بہتر کوئی اور ہوتا تو میں تیرا نکاح اس سے کرتا یہ تحقیق کہ میں نے یہ نکاح نہیں کیا حق تعالی نے اس کے ساتھ تجھکو بیاہا ہے اور خمس مال تیرا مہر مقرر فرمایا پس جب تک زمین و آسمان باقی ہے خمس تیرا اور تیری اولاد کا حق ہے۔ مناقب مرتضوی میں نقل کیا ہے کہ جناب سیدہ اپنے مہر پانچ سو درہم قیمت زرہ سے مطلع ہوئیں تو حضرت رسول خدا کی خدمت میں عرض کی کہ سب کی لڑکیوں کا مہر درہم و دینار سے ہوتا ہے۔ آپ کی دختر کا بھی یہی ہوگا تو اوروں سے کیا فرق ہوگا دعا کیجئے کہ حق تعالی میرا مہر آپ کی امت کی شفاعت قرار دے حضرت نے بارگاہ باری میں دعا کی اور فی الفور درجۂ اجابت کو پہنچی جبرئیلؑ امین ایک قطعہ حریر لائے دو سطریں اس میں لکھی تھیں مضمون یہ تھا کہ حق تعالی نے مہر فاطمہ اسکے باپ کی امت کی شفاعت مقرر کی ہے جناب سیدہؑ اس رقعہ کو ہمیشہ بطور تبرک اپنے پاس رکھتی تھیں بوقت رحلت وصیت کی کہ اسکو میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا تاکہ فردائے قیامت اس حجت سے اپنے باپ کی اُمّتِ عاصی کو بخشواؤں۔

سامان جہیز جناب سیدہؑ مروی ہے کہ حضرت رسول خدا نے امیر المومنین سے فرمایا یا علیؑ اپنی زرہ حطمیہ[۱] کو بیچ کر ہمارے پاس لے آؤ کہ سامان جہیز تمہاری زوجہ کا بہم پہنچے حضرت امیر حسب الارشاد زرہ کو بازار میں فروخت کے لئے لے گئے سنی کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے وہ زرہ چار سو اسی درہم پر خرید کی یہانتک تو مضائقہ نہیں۔ اس سے آگے خلیفوں کے شیداؤں اور ان کے فخر و فضیلت کے دلدادوں نے ایک اور مضمون تراشا ہے کہ عثمان نے روپیہ اور زرہ دونوں امیر المومنینؑ کو دیکر کہا اے ابوالحسن تم اس زرہ کے لئے زیادہ اولےٰ ہو میں یہ زرہ تمکو اپنی طرف سے ہبہ کرتا ہوں ظاہرا یہ فقرہ متعصبین اہل سنت کا

[۱] حطمہ بن محارب ایک زرہ بنانے والے کا نام ہے زرہ حطمیہ اسکی طرف منسوب ہے یا زرہ حطمیہ اس زرہ کو کہتے ہیں کہ جس پر لگ کر تلوار ٹوٹ جائے کیونکہ حطم کے معنے لغت میں ٹوٹنے کے ہیں یا زرہ گراں بہا اور عریض کو کہتے ہیں اور اسی سے ہے حدیث ازدواج فاطمہ کہ آنحضرت نے علی علیہ السلام سے فرمایا این درعک الحطمیہ یا علیؑ تمہاری زرہ حطمیہ کہاں ہے ۱۲ کذا فی القاموس

گھڑا ہوا ہے ورنہ ان کے یہاں بھی کتب معتبرہ میں مثل روضۃ الاحباب وغیرہ کے صرف اسقدر لکھا ہے کہ عثمان نے اس زرہ کو چار سو اسی درہم پر خرید کیا اور روایات شیعہ کے موافق تو یہ ہے کہ حضرت امیرؑ نے وہ زرہ بیچ ڈالی عثمان اور غیر عثمان کا اسمیں مذکور نہیں اور عثمان کے زرہ واپس دینے کا تو کیا ہی کہنا ہے۔ ہاں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے امیر المومنین سے بشکل اعرابی بنکر اسکو خریدا تھا اور قیمت آنحضرت کو دی تھی پھر زرہ رسول اللہ کو دینے گئے تھے شاید یہی قصہ یار لوگوں نے عثمان سے چپاں کر دیا ہے بالجملہ امیر المومنین کہتے ہیں کہ میں نے زر قیمت لاکر رسول خدا کے دامن میں ڈال دیا نہ حضرت نے پوچھا کہ کسقدر ہیں نہ میں نے ہی مارے شرم کے اسکا کچھ ذکر کیا حضرت نے ویسے ہی بے گنے ایک مٹھی درہموں کی بھر کر بلال کو دی کہ اس سے خوشبو و عطریات فاطمہ کیلئے خرید کرے۔ پھر دو مٹھیاں اور بھریں اور ابوبکر و عمار یاسر و دیگر صحابیوں کے حوالے کیں کہ پارچہ و دیگر اسباب خانہ داری جو مناسب جانیں لیویں ایک روایت میں ہے کہ ایک ثلث روپیہ خوشبو کے لئے اور دو تہائی پارچہ و اثاث البیت کے واسطے مرحمت فرمایا ظاہر مراد یہ ہے کہ جس قدر روپیہ اسوقت عنایت کیا اسمیں تہائی خوشبو اور دو تہائی دیگر سامان کے لئے تھا نہ یہ کہ تمام روپیہ اسی وقت خرچ کر دیا گیا کس لئے کہ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روپیہ مصارف روز رخصت کیلئے حضرت ام سلمہؓ کے سپرد کیا تھا الحاصل یہ حضرات بازار میں پہنچے اور خرید اسباب شروع کی جو چیز لیتے پہلے بوجھ بوجھکر حضرت ابوبکر کو دکھلا لیتے جب وہ کہتے تب اسکو لیتے پس انہوں نے ایک کرتہ سات درہم کو خریدا اور ایک چادر چار درہم کو لی اور ایک قطیفہ (سرپیچ) سیاہ خیبری اور ایک کھٹولا کھجور کے بانوں سے بنا ہوا دو گدے نیچے بچھانے کے کہ ایک میں لیف خرما دوسرے میں بھیڑ کے بال بھرے تھے اور چار تکیے طائف کے چمڑے کے کہ گیاہ اذخر انمیں بھرا تھا اور ایک پردہ بالوں کا اور ایک حصیر ہجر کا اور ایک چکی آٹا پیسنے کی ایک بادیہ تانبے کا ایک ظرف چمڑے کا پانی پینے کیلئے ایک کاسہ لکڑی کا دودھ پینے کا ایک مشک پانی کے لئے ایک لوٹا مٹی کا سیاہ روغن کیا ہوا ایک گھڑا مٹی کا سبز روغن کیا ہوا چند کوزے مٹی کے خریدے بروایتے ایک چھلنی آٹا چھاننے کی دو بازوبند چاندی کے بھی تھے جب تمام اشیاء خرید ہو گئیں تو کچھ چیزیں ابوبکر نے اور باقی دیگر اصحاب نے اٹھائیں اور حضرت کی خدمت میں لائے آپ ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لیتے اور الٹ پلٹ کر دیکھتے اور فرماتے بارک اللہ لاھل البیت خدا گھر والوں کو اسمیں برکت دے بروایتے آپ نے یہ سامان دیکھا تو اشک آنکھوں میں بھر لائے اور فرمایا اللھم بارک لقوم جل آنیتھم الخزف یعنی پروردگار برکت دے اس قوم کو کہ تمام ظروف ان کے مٹی کے ہوں القصہ امیر المومنین فرماتے تھے کہ نکاح کے بعد ایک مہینہ گزر گیا میں ہمیشہ حضرت کے ساتھ نماز پڑھتا اور گھر لوٹ آتا اصلاً فاطمہؑ کا ذکر زبان پر نہ لاتا حضرت بھی کچھ اسکا ذکر مذکور نہ فرماتے الا گاہ گاہ جبکہ تنہا ہوتے تو کہتے کیا ہی خوب زوجہ تیری ہے اے ابوالحسن شاد رہ کہ ہم نے بہترین زنان عالم کے ساتھ تیری شادی کی ہے ایک روز ازواج پیغمبرؐ نے مجھ سے کہا یا علیؑ اگر تم کہو تو ہم تمہاری طرف سے پیغمبرؐ سے اسکا ذکر چھیڑیں کہ وہ حضرت تمہاری زوجہ کو رخصت کر دیں میں نے کہا بہتر ہے کہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عقیل برادر امیر المومنینؑ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا اے بھائی مجھکو فاطمہ دختر محمدؐ کے ساتھ تمہاری شادی ہو جانیسے

اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ کسی بات سے ایسی خوشی نہوئی تھی اب تم کس لئے آنحضرت سے درخواست نہیں کرتے کہ تمہاری زوجہ
کو تمہارے گھر میں بھیجدیں ہماری دلی آرزو ہے کہ ہماری آنکھیں تمہارے زفاف سے روشن ہوں حضرت نے فرمایا قسم بخدا کہ میری
بھی یہی خواہش ہے مگر شرم آتی ہے کہ آنحضرت کے سامنے اسکا ذکر زبان پر لاؤں عقیل نے قسمیں دیکر آپکو درخواست کرنے پر
آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لیکر پیغمبر خدا کیطرف چلے راستہ میں ام ایمن کنیز رسول خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے کہا تم ٹھیرو
میں اس کی تحریک کرتی ہوں کیونکہ ایسے کاموں میں عورتوں کی بات زیادہ اثر رکھتی ہے پس ام ایمن اندر گئیں اور حضرت ام سلمہؓ
سے صلاح کی ام سلمہؓ ازواج پیغمبر کو ہمراہ لیکر حاضر خدمت ہوئیں آپ اسوقت عائشہ کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے یہ سب ملکر
سامنے بیٹھیں اور پرداز کلام اس طرح پر شروع کیا کہ اگر آج خدیجہ زندہ ہوتیں تو ان کی آنکھیں ان کی دختر کے دیدار سے ٹھنڈک
پاتیں حضرت نے جونہی نام خدیجہ کا سنا تو گریاں ہوئے اور فرمایا اَینَ مثلُ خدیجۃَ صدّقتنی حین کذّبنی الناسُ وازرتنی علیٰ
دین اللہ واعانتنی علیہ بمالھا ان اللہ عزّوجل امرنی ان اُبشّرَ خدیجۃ ببیتٍ فی الجنۃ من قصب الزمرد لاصخب فیہ ولانصب
یعنی کوئی مثل خدیجہ کے کہاں ہے اس نے میری تصدیق کی جبکہ اور آدمیوں نے جھٹلایا دین خدا میں میری مددگار رہی اور اپنے
مال سے میری اعانت کی بتحقیق کہ حق تعالیٰ نے مجھکو امر کیا کہ اسکو بشارت دوں کہ خدا نے ایک مکان قصب زمرد کا اس کے لئے
بہشت میں بنایا ہے جسمیں کوئی تعب ومشقت نہیں ام سلمہؓ بولیں ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہ جسقدر آپ خدیجہؓ
کی تعریف کرتے ہیں سب بجا و درست ہے اب وہ رحمت خدا میں داخل ہوئیں اور کرامتہائے حق تعالیٰ کو پہنچیں ان کو نعمتہائے
پروردگار مبارک اور گوارا ہوں ہمکو بھی حق تعالیٰ منازل بہشت میں ان کے ساتھ جمع کرے اسوقت ہمارے یہاں جمع ہونیسے
یہ غرض ہے کہ تمہارے بھائی اور ابن عم علی ابن ابیطالب چاہتے ہیں کہ حضرت انکی زوجہ فاطمہ زہرا کو انکو عطا کریں آپ نے فرمایا اے ام سلمہؓ
کسلئے علی نے خود مجھ سے اسکا سوال نہیں کیا ام سلمہ نے کہا حیا ان کو مانع ہے۔ حضرت نے ام ایمن سے کہا کہ جا علیؑ کو بلا لا امیر المومنین
آئے تو عورتیں ایک طرف ہو گئیں آپ اندر آئے فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا شرم سے سر جھکائے تھا پیغمبر خدا نے فرمایا یا علی
چاہتا ہے کہ تیری زوجہ کو تیرے حوالے کر دیا جائے میں نے آہستہ سے کہا ہاں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں فرمایا بہتر ہے
ہم آج ہی شب کو فاطمہ کو وداع کر دینگے پس میں خوشی خوشی باہر آیا اور آپ نے اسیوقت اپنی ازواج کو بلا کر کہدیا کہ فاطمہ کو زینت کرو اور خوشبوئیں
لگاؤ اور ایک حجرے میں اس کے لئے فرش بچھاؤ کہ فاطمہ اپنے شوہر کے پاس داخل ہو بروایتے ام سلمہ سے فرمایا کہ تم اپنا حجرہ آراستہ کرو اور تمام
کاروبار کا انہیں کو کفیل گردانا ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ خوشبو بھی ہے کہ اپنے لئے رکھ چھوڑی ہو کہا ہاں ہے اور
ایک شیشہ لے آئیں اسمیں سے تھوڑی سی خوشبو میری ہتیلی پر ڈالی ایسی بوئے خوش میں نے کبھی نہ سونگھی تھی دل و دماغ معطر ہو گیا میں نے کہا فاطمہ
یہ خوشبو تمکو کہاں سے ہاتھ آئی انہوں نے کہا کبھی کبھی دحیہ کلبی میرے باپ رسول خدا کی خدمت میں آتے ہیں تو حضرت فرماتے ہیں ای فاطمہ
مسند لاؤ اور اپنے چچا کے واسطے بچھاؤ میں ان کے لئے فرش بچھا دیتی ہوں وہ اسپر بیٹھتے ہیں جب اٹھتے ہیں تو ان کے کپڑوں سے ایک شے

جھڑتی ہے رسول اللہ مجھے کہتے ہیں کہ اسکو جمع کر رکھو یہی وہ خوشبو ہے کہتے ہیں کہ عنبر خالص جبرئیل کے پروں سے جھڑتا ہے جناب سیدہ نے جبرئیلؑ کو دحیہ کلبی اسلئے کہا کہ بیشتر اوقات وہ ان کی شکل میں رسول خدا کے پاس آتے تھے پھر ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ اس کے سوا فاطمہ کسیقدر عرق گلاب لائیں کہ کبھی ویسا خوشبو دار گلاب دیکھنے میں نہ آیا تھا مینے کہا فاطمہ یہ گلاب تم کو کہاں سے ملا کہا یہ گلاب نہیں یہ عرق مبارک رسول خدا ہے جب آپ دوپہر کے وقت قیلولہ فرماتے ہیں تو سونے میں پسینہ آتا ہے میں وہ پسینہ اس شیشہ میں لے لیتی ہوں **اور** منقول ہے کہ جبرئیلؑ ایک حُلّہ بہشت سے لائے جسکی قیمت کل دنیا کے برابر تھی جب حضرت فاطمہ نے اسکو پہنا سب زنان قریش اسکو دیکھکر حیران ہوگئیں اور پوچھنے لگیں کہ فاطمہ یہ کپڑا تمکو کہاں سے ملا ہے آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھکو عنایت کیا ہے۔ **القصہ** حضرت سندگار کا حکم دیکر طعام ولیمہ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ کچھ درہم قیمت زرہ سے حضرت ام سلمہؓ کے پاس رکھے تھے وہ لیکر امیر المومنینؑ کو دیئے اور فرمایا انکا روغن خرما و بروایتے روغن خرما و دہی خریدلاؤ کہ خبیص[1] تمہاری طرف سے اور روٹی گوشت ہماری طرف سے ہوگا حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں حسب الارشاد یہ اشیاء خرید کر خدمت میں لے گیا آپ نے ایک سترخوان چمڑے کا منگایا اور تمام کھجوریں اس پر ڈالدیں پھر گھی اور دہی بھی اس پر اوندھا دیا اور آستینیں چڑھائیں اور دست مبارک سے ان چیزوں کو باہم ملایا اور امر کیا کہ روٹیاں بہت سی تیار کیجائیں اور ایک مینڈھا فربہ ذبح کرایا جب تمام کھانا تیار ہوگیا تو مجھکو حکم دیا کہ جاؤ اور کھانے کے لئے لوگوں کو طلب کرو میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ مسجد آدمیوں سے پڑ ہے مجھکو شرم آئی کہ بعض کو بلاؤں اور بعض کو نہ بلاؤں ایک بلند جگہ پر کھڑے ہوکر کہا بھائیو ولیمہ فاطمہ میں کھانیکو چلو یہ سنکر تمام آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے مجھکو آدمیوں کی کثرت اور کھانیکی قلت سے تردد ہوا آگے بڑھکر حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ آدمی بہت آگئے ہیں فرمایا کچھ اندیشہ نہ کرو اور ایک رومال کھانے پر ڈھانکدیا اور فرمایا دس دس آدمیوں کو اندر بلاؤ میں دس آدمیوں کو بلاتا جب وہ کھاکر باہر نکلتے تب اور دس کو بلاتا پہلے کھانا کھاتے پھر کھجوروں کا ملیدہ نوشجان کرتے حتّے کہ ببرکت حضرت رسالت پناہ سات سو مرد نے اسطرح پر کھانا کھالیا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب امیر المومنین نے آواز دی تو وہ آواز باعجاز رسالت پناہی تمام مدینہ و نواح مدینہ میں پہنچی لوگ اس کو سُنکر اپنے گھروں باغوں اور کھیتوں سے متوجہ دولت سرائے نبوی ہوئے پس دسترخوان مسجد میں بچھا دیئے گئے اور دعوتی کھانیکو بیٹھ گئے چار ہزار سے کچھ اوپر آدمی تھے سب کھاکھا کر سیر ہوگئے اور کھانا ہنوز بحال خود باقی تھا پھر حضرت نے کچھ طبق منگوائے اور بھر بھر کر امہات مومنین یعنی اپنی ازواج کو بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اپنے عزیزوں ہمسایوں کو بھی کھلائیں پھر ایک طباق بھرا اور فرمایا یہ علیؑ و فاطمہ کا حصہ ہے راوی کہتا ہے کہ تین روز تک لوگ آتے اور کھانا کھاتے اور کھانا کم نہ ہوتا تھا **ولیمہ** سے فراغت پاکر حضرت اندر تشریف لیگئے اور ام سلمہؓ سے کہا کہ فاطمہ کو میرے پاس لے آؤ وہ گئیں اور جناب سیدہ کو اپنے ساتھ لائیں کثرت شرم وحیا سے جناب سیدہ دامن زمین پر گھسیٹتی آتی تھیں اور تمام بدن اطہر پسینہ میں ترتبر ہوگیا تھا ایک جگہ راہ میں ٹھوکر کھائی حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ حقتعالیٰ دنیا اور آخرت کی لغزشوں سے تجھہ کو نگاہ رکھے سامنے کھڑی ہوئیں تو آپ نے چادر

---

[1] خبیص بر وزن امیر ایک حلوا ہے کہ روغن و خرما سے تیار کرتے ہیں اسکو فارسی میں افروشہ کہتے ہیں ۱۲ منتہی العرب

چہرۂ انور سے سرکائی اور حضرت علیؑ کو جمال بیمثال اس بدر آسمانِ کمال کا دکھلایا رونمائی کے بعد ہاتھ فاطمہ کا پکڑکر علی علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِی ابنہ رسُوْلُ اللّٰہِ کہ دختر رسول اللہ تجھکو مبارک ہو یا علی خوب زوجہ ہے تیری فاطمہ اور اے فاطمہ خوب شوہر تیرا ہے علی۔ جبرئیل امین ولیمہ کی تقریب سے ایک خوان آسمان سے لائے تھے اسمیں کسی قدر روٹیاں کچھہ کیلے کی پھلیاں اور کشمش اور بہی تھی آپ نے ایک دانہ بہی کا اٹھایا اور دست مبارک سے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا علی کو اور ایک فاطمہؑ کو عنایت کیا اور فرمایا یہ ہدیہ بہشت ہے تمہارے لئے ان کاموں کے بعد آپ نے دختران عبد المطلب و دیگر زنان بنی ہاشم و زنان مہاجر و انصار کو امر کیا کہ فاطمہ کے ساتھ ساتھ چلیں اور تکبیر و ذکر خدا اور ہنسی خوشی کی باتیں کرتی جائیں مگر کوئی بیہودہ کلمہ زبان سے نہ نکالے کہ جس میں خدا ناراض ہو پس خچر اپنی سواری کا جسے شہبا کہتے تھے طلب فرمایا اور ایک چادر اس پر ڈالکر جناب سیدہ کو سوار کیا پیغمبر خدا اسکے

شان سواری جناب سیدہ

آگے اور جبرئیل دہنی جانب اور میکائیل بائیں طرف اور ستر ہزار فرشتے پیچھے تسبیح خواں رواں ہوئے اور ستر ہزار حوریں حضرت سیدہ کی سواری کو گھیرے ہوئے تہیں۔ علماء اہل سنت نے جابر بن سُمرہ سے روایت کی ہے کہ شب زفاف جبرئیل نے استر کی باگ تھامی اسرافیل نے رکاب لی میکائیل نے دمچی پکڑی۔ پیغمبر خدا فاطمہ کے کپڑوں کو سنوارتے جاتے تھے یہ فرشتے تکبیر کہتے اور ان کے ساتھ اور ملائکہ نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے چنانچہ یہ تکبیر انسے قیامت تک سُنّت رہی کہ عروسی کے موقع پر کہا کریں ایک روایت میں ہے کہ خچر کی لگام سلمان فارسیؓ کے ہاتہہ میں تھی اور حمزہ و عقیل و جعفر و دیگر اہل بیت ان کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ بنی ہاشم ننگی تلواریں ہاتہہ میں لئے تھے ازواج پیغمبرؐ ام سلمہ و عائشہ وغیرہ کچھہ اشعار بطور رجز پڑھتیں اور ساتھ کی عورتیں ان کا پہلا مصرعہ کہتی تھیں غرض اس شان و شکوہ سے سواری مانند باد بہاری چلی جاتی تھی۔ عرب کا معمول تھا کہ زفاف کے موقع پر کہا کرتے تھے۔ بالرِّفَاءِ والبَنِیْن یعنی زوج و زوجہ میں موافقت رہے اور وہ صاحب اولاد ہوں حضرت رسول خدا نے دستورات جاہلیت سے جانکر اس سے منع کیا اور فرمایا بجائے اسکے یہ کلمہ کہو علی الخیرِ والبرکۃ یعنی یہ شادی خیر و برکت کے ساتھ ہو مکان پر پہنچے تو آپ نے جناب سیدہ کو سواری سے اتارا اور امیر المومنین کے سپرد کیا کہ اپنی خوابگاہ کو جاؤ مگر میں جب تک تمہارے پاس نہ آلوں کوئی بات نہ کرنا یہ کہکر واپس ہوئے اور باقی ہمراہی بھی اپنے اپنے گھروں کو لوٹے مگر ستر ہزار فرشتے بموجب احادیث رات بھر تسبیح و تقدیس الہی میں مصروف رہے امیر المومنین کہتے ہیں کہ میں فاطمہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مکان میں لے گیا وہ جاکر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں اور شرم سے سر جہکائے تہیں اسیطرح میں بھی ایک سمت خاموش بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت رسولؐ خدا پھر تشریف لائے اور فرمایا یہاں کون ہے ہم نے کہا آئیے یا رسول اللہ بخیر و برکت تشریف لائیے پس داخل حجرہ ہوئے اور فاطمہ کو اپنے برابر بٹھایا پھر فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ فاطمہ اُٹھیں اور کاسہ چوبی میں پانی بھر کر لائیں حضرت نے اس میں سے ایک گھونٹ لیکر اس پیالے میں کلی کی اور تھوڑا سا پانی اس میں سے جناب سیدہ کے سر پر ڈالا تھوڑا سا ان کے دونوں پستانوں کے درمیان چھڑکا قدرے پشت پر شانوں کے بیچ میں چھڑکا اور فرمایا پروردگارا یہ میری بیٹی ہے اور تمام عالم سے زیادہ مجھکو محبوب اور پیاری ہے اور جناب

امیرؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا خداوندا یہ میرا بھائی ہے اور جملہ خلائق سے عزیز ہے بارالہا اسکو اپنا دوست واطاعت گزار و فرماں بردار بنا اور اسکی زوجہ کو اسپر مبارک گردان پھر فرمایا جاؤ اے علی اور اپنی بی بی کے پاس داخل ہو خدا تجھ پر مبارک کرے اور رحمت الہی تم پر نازل ہو بتحقیق کہ حق تعالیٰ حمید مجید ہے یہ کہکر باہر نکلے اور بازو دروازے کے پکڑ کر فرمایا طہرکما وطہر نسلکما انا سلم لمن سالمکما وحرب لمن حاربکما استودعکما اللہ واستخلفہ علیکما یعنی خدا تمکو پاک کرے اور نسل پاک و پاکیزہ تم سے پیدا ہو میں تمہارے دوست کا دوست ہوں اور تمہارے دشمن سے دشمنی رکھتا ہوں تمکو سپرد بخدا کرتا ہوں اور اس جل شانہ کو تم پر اپنا خلیفہ کرتا ہوں پھر فرمایا کیا خوب دو دریائے علم ہیں کہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور دو ستارے آسمان سعادت کے ایک دوسرے سے نزدیک ہوتے ہیں یہ کہکر وہاں سے چلے گئے اور دولہا دلھن نے آرام کیا صبح زفاف حضرت پھر تشریف لائے اور ایک کاسہ شیر اپنے ساتھ لواتے لائے پس حضرت فاطمہ کو دیا اور فرمایا اشرب فداک ابوک بی بی میری پیاری کہ تیرا باپ تجھ پر فدا ہو پھر امیرالمومنینؑ کو دیا اور فرمایا اشرب فداک ابن عمک پی لے تیرے چچا کا بیٹا تجھ پر نثار ہو۔ اور ایک روایت میں حضرت امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ اس کے بعد آپ تین روز تک ہمارے پاس تشریف نہ لائے چوتھی صبح کو آئے تو اسما بنت عمیس خثعمیہ کو در حجرہ پر پایا فرمایا تو یہاں کس لئے کھڑی ہے حالانکہ حجرے میں مرد بیگانہ ہے اس نے کہا قربان جاؤں لڑکی جب اول بار اپنے شوہر کے پاس جاتی ہے تو اس کو ایک خادمہ درکار ہوتی ہے کہ خدمت کرے اور کفیل کار رہو میں فاطمہ کی حاجت روائی کے لئے یہاں حاضر ہوں فرمایا اے اسما حق تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی حاجتیں برلاوے نقل ہے کہ یہ نیک بی بی تین رات برواتیے سات رات جناب سیدہ کے پاس حاضر رہی اور خاص خاص خدمتیں آپ کی اس سے متعلق تھیں کہتے ہیں بوقت وفات خدیجۃ الکبریٰ مادر فاطمہ اسما نے اس خدمت کا ذمہ اٹھایا تھا۔ خدیجہ کو بوقت نزع اپنی لخت جگر کی طرف سے فکر لاحق تھا کہ زفاف کے موقع پر کون اس بن ماں کی بچی کا خبرگیراں ہوگا اسما ان کے سرہانے حاضر تھیں کہا بی بی اگر میں اس وقت تک زندہ رہی تو وعدہ کرتی ہوں کہ اس خدمت کو اپنی سعادت جان کر اس میں کوتاہی نہ کروں گی پس اس وقت انہوں نے وعدہ وفائی فرمائی۔ اسما بنت عمیسؓ بڑی خوش اعتقاد عورت تھی۔ اہل بیت کی محبت پر ہمیشہ ثابت قدم رہی ابتدا میں ان کا نکاح جعفر طیارؓ سے ہوا تھا آخر میں خود مولائے مومنین کی زوجیت کا شرف حاصل کیا درمیان میں جیسے چاند کو گہن لگتا ہے یا سورج بدلی میں آجاتا ہے کچھ عرصہ تک وہ خلیفہ اول کے نکاح میں مبتلا رہی اور صحبت ناجنس کے عذاب کو صبر و شکیبائی سے برداشت کرتی تھیں مگر جو خصوصیت کہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ تھی اس میں سر مو فرق نہیں آنے دیا انہیں دنوں میں انہوں نے فدک کے مقدمے میں ابوبکر کے برخلاف جناب سیدہؑ کی گواہی دی تھی۔ اور اس معصومہ کی وفات میں جن کی نماز جنازہ تک حضرت شیخ صاحب کو نصیب نہیں ہوئی وہ اول سے آخر تک شریک کار رہی ہیں چنانچہ ان امور کا ذکر آگے موقعہ بموقعہ آئیگا القصہ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ اس صبح کو سردی زیادہ تھی میں اور فاطمہ ایک چادر میں لیٹے تھے جب ہم نے

اسما بنت عمیس

حضرت کی گفتگو اسمار کے ساتھ سنی تو چاہا کہ اٹھ کر علیحدہ ہو جائیں حضرت نے اپنے حق کی قسم دی کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا ناچار ہم اسی طرح لیٹے رہے تا اینکہ حضرت آکر ہمارے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں ہمارے بیچ میں پھیلا دیئے داہنا پاؤں مینے اپنی چھاتی سے اور بایاں فاطمہ نے اپنی چھاتی سے لگا لیا کہ خنکی ان کی دور ہو حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حلال کام میں غیرت نہیں چاہیئے جبکہ رسول خدا نے علی و فاطمہ کو شب زفاف فرمایا کہ کوئی کام نہ کرنا تاوقتیکہ میں تمہارے پاس نہ آلوں اور جب صبح کو ان کے پاس تشریف لائے تو پائے مبارک انکے درمیان دراز کئے اور وہ بچھونے پر لیٹے ہوئے تھے بالجملہ حضرت فرماتے ہیں کہ جب پاؤں گرم ہو گئے تو رسول اللہ نے فرمایا یا علی ایک کوزہ پانی کا لے آؤ میں اٹھا اور پانی حاضر کیا آپ نے تین مرتبہ لعاب دہن اسمیں ڈالا اور آیات قرآنی اسپر دم کئے پھر فرمایا یا علیؑ اسکو پی لے مگر تھوڑا سا چھوڑ دینا۔ مینے پیا حضرت نے باقی پانی کو میرے سر و سینہ پر چھڑکا اور فرمایا اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكَ الرِّجْسَ وَيُطَهِّرَكَ تَطْهِيرًا یعنی خدا ہر رجس و بدی کو تجھ سے دور کرے اے ابوالحسن اور گناہوں اور عیبوں سے پاک کرے پھر فرمایا اور پانی لاؤ میں نے لاکر حاضر کیا حضرت نے پھر وہی عمل کیا اور فاطمہ کو بلایا اور بقیہ کو ان کے سر و سینہ پر چھڑکا اور وہی دعا ان کے لیئے کی پھر مجھکو فرمایا ذرا باہر جاؤ میں باہر چلا گیا تو تنہائی میں فاطمہ سے پوچھا کہو بی بی تمہارا شوہر کیسا ہے عرض کی یارسول اللہ جس رات علی میرے پاس آئے مینے سنا کہ زمین ان کے ساتھ باتیں کرتی ہے خوف و ہراس اس سے مجھ پر طاری ہوا پیغمبر خدا نے یہ سنا تو سجدۂ شکر میں جھک گئے سر اٹھایا تو کہا بشارت ہو تجھکو اے فاطمہ کہ حق تعالیٰ نے تیرے شوہر کو تمام خلائق پر ترجیح دی تیری نسل پاک و طیب ہوگی زمین جو اسکے ساتھ باتیں کرتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اسکو مامور کیا ہے کہ جو کچھ اس پر واقع ہو اس سے علی علیہ السلام کو خبر دے بروایت دیگر فاطمہ نے عرض کی میرا شوہر ہر طرح سے بہتر و افضل ہے الا یہ کہ زنان قریش کہتی ہیں کہ پیغمبر نے اپنی بیٹی ایک مفلس فقیر کو دیدی ہے رسول خدا نے فرمایا اے بیٹی میری تیرا باپ فقیر نہیں نہ تیرا شوہر فقیر ہے بہ تحقیق کہ تمام خزانے روئے زمین کے میرے سامنے پیش ہوئے مینے صرف قرب خدائے جل و علا اختیار کیا اور دنیا نہ چاہی اے فاطمہ اگر تو وہ جانے جو کچھ میں جانتا ہوں تو تیری نظر میں دنیا کی کچھ حقیقت نہ رہے آگاہ رہ کہ علی تیرا شوہر اسلام میں سب سے سابق ہے اور علم و بردباری میں تمام سے فائق جناب احدیت نے تمام عالم سے دو مردوں کو چنا اور چھانٹا ایک تیرا باپ ہے دوسرا تیرا شوہر پس اچھا شوہر ہے تیرا شوہر اس کی اطاعت کر اور کسی بات میں اس کی مخالفت روا نہ رکھ بعد ازاں امیر المومنین کو آواز دی کہ یا علیؑ اپنے گھر میں آؤ اور اپنی زوجہ کے ساتھ نرمی اور مدارا کرو بہ تحقیق کہ فاطمہ میری پارۂ تن ہے اس کی ایذا سے مجھکو ایذا ہوتی ہے اور اسکی خوشی بعینہ میری خوشی ہے تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں وہی میرا خلیفہ ہے تم پر یہ کہکر باہر تشریف لے گئے علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا سوگند جب تک فاطمہ زندہ رہیں مینے کبھی ان کو آزردہ نہیں کیا کوئی امر مجھ سے ایسا نہیں واقع ہوا جو ان کی ناخوشی کا موجب ہو اسی طرح فاطمہ نے بھی مجھ کو کسی بات میں آزردہ نہیں کیا اور کبھی میری نافرمانی ان سے نہیں ہوئی بلکہ ان کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اور غم و الم میرے دل سے دور ہوتا تھا

حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے رسول اللہ کی طرف وحی کی کہ فاطمہؑ کو کہدو کہ علیؑ کی نافرمانی نہ کرے اگر وہ غضبناک ہوگا تو میں غضبناک ہوں گا نیز آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے امیر المومنین پر اور عورتیں حرام کی تھیں جب تک کہ فاطمہ زندہ رہیں یہ اس لئے کہ وہ حضرت طاہرہ تھیں حیض انکو نہ آتا تھا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بعض محققین علمائے سے نقل کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورۂ ہل اتیٰ میں انواع و اقسام نعمات بہشت کا ذکر کیا ہے مگر حوروں کا ذکر نہیں فرمایا شاید چونکہ یہ سورہ اہل بیت کی شان میں آیا ہے حق تعالیٰ نے فاطمہ کی رعایت سے حوروں کا ذکر نہیں فرمایا **کیفیت معاشرت امیر المومنین و سیدۂ نساء العالمین** روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا نے مقرر کیا کہ اندر کے کاروبار مثل کھانا پکانے جھاڑو دینے آٹا پیسنے کے فاطمہ زہرا کریں اور باہر کے کام پانی لانے بازار سے سودا خرید کر لانے کے علی مرتضیٰ یا آپ کی مادر گرامی فاطمہ بنت اسد بجالائیں اور نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ دختر رسولؐ خدا کو گھر کے کاروبار یعنی آگ کے آگے بیٹھنے آٹا پیسنے جھاڑو دینے سے زحمت زیادہ پہنچی اور رنگ آپکے چہرے کا متغیر ہوگیا ایک روز مینے انسے کہا کہ کچھ بردے تمہارے باپ کے پاس بندی میں آئے ہیں اگر انحضرت سے اپنا حال جاکر کہو تو ممکن ہے کہ ایک خادم تمکو عطا کریں اور اس زحمت سے نجات ہو فاطمہؑ پیغمبرؐ خدا کے گھر گئیں۔ مگر حضرت اسوقت تشریف نہ رکھتے تھے۔ عائشہ تھی اس سے حال بیان کیا اور واپس چلی آئیں حضرت رسولؐ خدا شام کو دولت سرا میں تشریف لائے تو عائشہ نے فاطمہ کا طلب خادم کیلئے حاضر ہونا بیان کیا۔ آپ اسیوقت خانۂ علیؑ و زہرا کی طرف متوجہ ہوئے دونو بزرگوار جامۂ شب خوابی پہن کر اسوقت لیٹ رہے تھے حضرت کو آتے دیکھکر اُٹھنا چاہا آپ نے امر کیا کہ اپنے مقام سے حرکت نہ کرو اور خود تشریف لاکر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور پائے مبارک کو ان کے درمیان داخل کیا علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ اثر پائے مبارک اور راحت و خوشی ان کی ہمارے سینوں کو معلوم ہوئی پس فرمایا اے فاطمہ تم ہمارے گھر طلب خادم کے لئے گئی تھیں۔ علی مرتضیٰ نے کہا یا رسول اللہ مینے انکو بھیجا تھا کیونکہ کار خانگی سے فاطمہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے حضرت نے فرمایا میں تمکو ایسی بات تعلیم کرتا ہوں کہ خادم سے بہت بہتر ہے۔ جب سونے لگو تو چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہہ لیا کرو کہ یہ تسبیح تمہارے لئے خادم سے کہیں بہتر ہے علی مرتضیٰ کہتے ہیں کہ مینے اسیوقت سے یہ تسبیح پڑھنی شروع کردی پھر کبھی اس ورد کو نہیں چھوڑا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت کیا آپ نے شب صفین یعنے لیلۃ الہریر کو بھی اسکو ترک نہیں کیا فرمایا کہ ہاں اس رات کو بھی نہیں چھوڑا بروایتے ارشاد کیا کہ اول شب کو بھول گیا تھا آخر میں تدارک کیا۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ یہ روایت روضۃ الاحباب کی مطابق و موافق ہے روایت تسبیح فاطمہ کے کہ بعد ہر نماز کے اسکا پڑھنا کتب شیعہ میں وارد ہے اور اس کے موافق عملدرآمد ہوتا ہے۔ مگر بحار الانوار میں جو روایت اس مقام پر وارد کی ہے اسمیں یہ تسبیح اس ترتیب سے ذکر نہیں ہوئی اسمیں پہلے تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پھر تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پھر چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ذکر ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ راوی کو سہو ہوا ہو اور اس نے اس ترتیب کو الٹ کر یعنی چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر بجائے اول کے آخر میں ذکر کردیا ہو اور ممکن ہے کہ سوتے وقت اسطرح پر ہو اور نماز کے بعد موافق روایت روضۃ الاحباب

کے ہو بہر حال بحار الانوار میں اسکے بعد اس قدر اور عبارت ہے کہ حضرت نے فرمایا اے فاطمہ یہ تسبیح سو کلمہ ہیں زبان سے اور ثواب اس کا ہزار ہے میزان میں اے فاطمہ اگر اس تسبیح کو ہر روز صبح کے وقت پڑھو گی تو حق تعالی کفایت کریگا تمہاری دنیا و آخرت کی حاجتوں کو۔ لکھا ہے کہ ہر چند اسوقت نظر مصالح اسلام و مسلمانان حضرت نے درخواست اپنی نور دیدہ کی منظور نہیں کی الا بعد میں ایک لونڈی آپ کو عنایت کی جسکا نام فضہ رکھا گیا۔ اسوقت سے معمول یہ تہا کہ ایک روز گھر کا کام جناب سیدہ کرتی تھیں ایک روز فضہ سے کراتی تھیں۔ سلمانؓ فارسی کہتے ہیں کہ میں جو ایک روز فاطمہ کے گھر گیا دیکھا کہ وہ جناب چکی پیس رہی ہیں اور دست مبارک زخمی ہو کر خون اس سے بہہ رہا ہے تا اینکہ دستہ چکی کا لہو لہان ہو گیا ہے امام حسین مارے بھوک کے ایک طرف پڑے رو رہے ہیں لیکن فضہ لونڈی آپ کی آرام سے بیٹھی ہے میںنے عرض کی اے دختر رسول کس لئے آپ لونڈی سے خدمت نہیں لیتی۔ فرمایا کہ میرے باپ نے مجھکو نصیحت کی ہے کہ ایک روز میں کام کروں ایک روز فضہ کرے **مثنوی** یوں ہوا ارشاد اے یار رسول ٭ حکم پر بابا کے چلتی ہے بتول ٭ بسکہ صاحب عدل ہے میرا پدر ٭ ہے یہ حکم حضرت خیر البشر ٭ ایک دن فضہ کرے سب کار و بار ٭ دوسرے دن بنت شاہ نامدار ٭ ایک دن لونڈی اگر ایذا اٹھائے ٭ دوسرے دن چاہیئے آرام پائے ٭ جسکی ہے مخلوق یہ اے باتمیز ٭ ہے اسی آقا کی زہرا بھی کنیز ٭ یہ نہیں انصاف اے عالی مقام ٭ ایک لونڈی دوسرے سے لیوے کام ٭ حیف بی بی بنکے بیٹھے فاطمہ ٭ رات دن ایذا اٹھائے خادمہ ٭ **بالجملہ** حضرت خاتون جنت با وجود لونڈی کے بھی جیسا کہ بزرگان خدا کا معمول ہے۔ سب کار و بار خانگی اپنے ہاتھوں کرتیں اور دیگر عورات کی طرح اس کو مطلق عیب و عار نہ جانتی تھیں جو وقت گھر کے کام دھندے سے بچتا وہ طاعت خدا میں محراب عبادت میں بسر فرماتیں۔ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا علیہ السلام کے گھر میں گئے تو دیکھا دونو میاں بیوی بیٹھے اناج پیس رہے ہیں فرمایا تم دونوں میں کون زیادہ تھکا ہوا ہے۔ حضرت امیرؑ نے کہا یا رسول اللہ فاطمہ بہت تھک گئی ہیں پس حضرت نے جناب سیدہ سے کہا کہ تم اٹھو وہ اٹھیں تو فخر کائنات ان کے مقام پر بیٹھ گئے اور امیر المومنینؑ کے ساتھ چکی چلانے میں مشغول ہوئے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ جناب سیدہ چکی پیستے پیستے سو جاتیں فرشتے آتے اور چکی چلاتے۔ اکثر ایسا واقع ہوتا کہ جناب معصومہ چکی پیسنے میں لگی ہوئی ہیں اور ملائکہ حسنین علیہما السلام کا گہوارہ ہلا رہے ہیں اور ان کو بہلا رہے ہیں شاعر کہتا ہے ؎ ہمیشہ اس کے صاحبزادوں کا گہوارہ جنباں تھا ٭ عجب ڈھب یا د تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا ٭ مناقب خوارزمی میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مجھکو رسول اللہ نے علی کے بلانیکو بھیجا۔ میں آنحضرت کے گھر پر گیا تو دیکھا کہ علی موجود نہیں الا چکی آٹا پیسنے کی خود بخود چل رہی ہے اور آٹا اس سے گر رہا ہے حیرت ہوئی اور حضرت کی خدمت میں واپس آکر یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اے سلمان اس سے تعجب نہ کر یہ تحقیق کہ حق تعالی کی طرف سے چند فرشتے اہل بیت کی خدمت کے لئے مقرر ہیں کہ کار و بار خانگی میں انکی امداد کرتے ہیں وہی اس چکی کو بھی پھراتے ہیں۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ خانہ ملائک آشیانہ امیر المومنینؑ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ فاطمہ چولہا جھونک رہی ہیں

اور امیر المومنینؑ عدس صاف کر رہے ہیں فرمایا اے ابوالحسن جو کچھ میں کہتا ہوں سنو کیونکہ جو کچھ کہوں گا حق تعالےٰ کی طرف سے
اور اس جل شانہٗ کے حکم سے کہوں گا۔ کوئی شخص کاروبار خانگی میں اپنی زوجہ کو مدد نہیں دیتا الّا یہ کہ بقدر ہر ایک بال کے کہ اسکے
بدن پر ہے ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے جسمیں دن کو روزہ رکھا ہو اور رات کو نمازیں
کھڑا رہا ہو۔ اور اور بہت سے ثواب بیان فرمائے۔ بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ کاشانہ عرش آستانے میں تین تین روز کھانا نہیں پکتا تھا۔
اور وہ حضرات واسطے رضائے حق سبحانہٗ تعالیٰ کے صبر کرتے تھے۔ گھر میں ایک کھال کے سوا فرش نہ تھا کہ دن کو اسپر
اونٹ دانہ کھاتا تھا۔ رات کو دونوں بزرگوار اسکا بستر کرتے تھے اور اوڑھنے کو خانۂ نبت رسول میں بس ایک ہی
ردا تھی علیؑ و بتولؑ میں ایک دن سلمان فارسیؓ نے دیکھا کہ چادر جسے جناب سیدہ اوڑھتی ہیں اسمیں بارہ پیوند لیف خرما کے
لگے ہیں کہا افسوس ہے قیصر و کسرےٰ سندس و حریر پہنیں اور دختر رسول اللہ کا یہ لباس ہو حضرت رسولخدا نے یہ سنکر فرمایا
اے سلمانؓ میری بیٹی گروہ سابقین سے ہے کہ سبقت کرے گی طرف نعمات جنت کے سب سے پہلے جناب فاطمہ نے
عرض کی یا رسول اللہ سلمان میری چادر کو دیکھکر تعجب کرتا ہے حالانکہ قسم ہے اس خدائے برتر کی جس نے آپ کو نبی برحق کیا ہے
کہ پانچ سال سے میرے اور علی کے پاس سوائے ایک کھال کے کپڑا نہیں دن کو اونٹ اس پر دانہ کھاتا ہے۔ رات کے وقت
ہم اسکو اپنا فرش خواب بناتے ہیں اور ہمارا تکیہ چمڑے کا ہے کہ اس کے اندر خرمے کی چھال بھری ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ کسی شقی
نے اشقیائے حضرت فاطمہ میں سے کہدیا کہ تمہارے شوہر علی بن ابی طالب ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ عقد کیا چاہتے ہیں۔ جناب
سیدہ نے قسم دیکر پوچھا کہ یہ صحیح ہے اس مردود نے قسمیں کھالیں کہ اس میں سرمو فرق نہیں حضرت صادق فرماتے ہیں کہ غیرت
عظیم اس سبب سے فاطمہ پر طاری ہوئی اور غم و غصہ نے دل پر ہجوم کیا دن فکر و تردد میں کٹا رات ہوئی تو حسنین و ام کلثوم کو
لیکر حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئیں امیر المومنین دولت سرا میں تشریف لائے تو جناب سیدہ کو نہ پایا حیرت اور
تعجب میں رہے اور سبب اسکا آپ کو معلوم نہ تھا اور حیا دامنگیر ہوئی کہ باپ کے گھر سے ان کو بلوائیں بنابریں محزون و ملول
مسجد میں جاکر نماز پڑھنے لگے بہت دیر تک نماز پڑھی آخر خاک مسجد جمع کرکے اسپر تکیہ لگاکر لیٹ رہے حضرت رسولؐ خدا نے
فاطمہ کو غمگین دیکھا تو غسل کیا اور لباس پہنکر مسجد میں جاکر نمازیں پڑھنے لگے ہر دو رکعت کے بعد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی غم و الم
کو فاطمہ کے دور کر کیونکہ آپ کو آہ و زاری کرتے اور کروٹیں بدلتے چھوڑ گئے تھے الغرض جب آنحضرت نے دیکھا کہ کسی طرح فاطمہ
کو آرام و قرار نہیں آتا تو سب کو اپنے ساتھ مسجد میں جہاں امیر المومنینؑ فرش خاک پر لیٹے تھے لوالائے اور کہا اٹھو اے ابوتراب
تم نے آج بہت سے سوتوں کو جگایا ہے جاؤ ذرا ابوبکر و عمر کو بلا لاؤ شیخین حاضر خدمت ہوئے تو ان کو سُناکر امیر المومنین سے
کہا یا علیؑ تجھکو معلوم ہے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے جس نے اسکو ایذا دی اس نے مجھکو ایذا دی اور جس نے میرے بعد اس کو ایذا
دی اور ستایا ایسا ہے گویا میری زندگی میں ستایا اور جس نے میری زندگی میں ستایا گویا میرے بعد ستایا امیر المومنین نے عرض

کی یا رسول اللہ درست ہے۔ لیکن قسم ہے اس خدائے برتر کی جس نے آپ کو پیغمبری پر بھیجا کہ مجھکو اس امر کی جو فاطمہ نے سنا خبر تک بھی نہیں میرے دلمیں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا۔ حضرت نے کہا تو راست کہتا ہے۔ پس حضرت فاطمہؑ شاد ہوگئیں اور مسکرانے لگیں۔ بحدیکہ دندان مبارک نمایاں ہوئے۔ اسوقت ایک شیخ نے دوسرے سے کہا کہ اس شخص نے ناحق ہم کو اس وقت بلایا۔ ہم کو ان باتوں سے کیا علاقہ تھا۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے علی کا ہاتھ پکڑا اور امام حسن کو گود میں لیا اور جناب امیر نے امام حسین کو اٹھایا اور جناب فاطمہ نے اُمّ کلثوم کو لیا اور سب کے سب حجرۂ امیر المومنینؑ میں آئے حضرت نے سب کو لٹا کر ایک چادر ان پر ڈھانپ دی اور سپرد خدا کر کے واپس مسجد میں تشریف لائے اور باقی رات کو عبادت پروردگار میں بسر کیا۔ **مولف کہتا ہے**۔ کہ روایت خطبہ دختر ابوجہل دراصل روایات اہل سنت سے ہے اہل حق کے نزدیک بعید ہے کہ حضرت امیرؑ و فاطمہؑ زہرا میں کوئی ایسا نزاع و جھگڑا واقع ہو کہ اس کے تصفیہ کے لئے جناب رسالتمآب کو حَکَم ہونا پڑے اسلئے کہ وہ دونو معصوم تھے اور رتبہ معصوم بلند ہے اس سے کہ ایسی صورتیں ان کو پیش آئیں اسی لئے شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ایسی روایات کو معتبر نہیں جانا چنانچہ پیشتر بضمن بیان کنیات امیر المومنینؑ ان کا قول نقل ہوا پس جو روایات اس قسم کی بطریق شیعہ نقل ہوئی ہے۔ تقیہ پر محمول ہو سکتی ہے یعنی ممکن ہے کہ بحالت تقیہ ائمہ علیہم السّلام نے ایسا فرمایا ہو یا کوئی اور ایسی ہی مصلحت ہو جس کو ہماری عقول ادراک نہ کر سکیں بہرکیف روایت مذکورہ بالا میں شیخین کے اس وقت طلب کرنے سے مقصود ان کو متنبہ کرنا تھا اور یہ مقصود گو اسوقت تو ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ الآن ثانی الحال جبکہ بعد رحلت رسول اللہ انہوں نے دیدہ و دانستہ جناب سیدہ کو فدک وغیرہ کے مقدمے میں ایذائیں پہنچائیں تو اسوقت تو ضرور جان گئے ہوں گے کہ یہ ہمکو سنایا جاتا تھا مگر یہاں ان باتوں کی پرواہی کسے تھی لاجرم جہانتک ان سے ہو سکا آنحضرت کے آزار میں کوتاہی نہیں کی چنانچہ شمہ اس کا آگے ذکر ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ خبر اسی طرف سے جناب سیدہ کو دی یا دلائی گئی ہو۔ پس اس صورت میں آنحضرت کے طلب کرنے کی مصلحت ظاہر ہے کہ انہیں کے سامنے اسکی تکذیب بھی ہو جائے **قصہ متکلمہ بالقرآن** مناسبات مقام سے ہے قصہ جناب فضہ کنیز فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا۔ اس مقدس عورت نے آخر عمر میں سوائے قرآن کے کلام کرنا بالکل موقوف کر دیا تھا۔ جو بات کرتی تھیں بذریعہ آیات قرآنی کہتی تھیں۔ بحار الانوار میں کتاب ابوالقاسم قشیری سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص ایک مرتبہ راہ حج میں قافلہ سے جدا ہو کر صحرا میں رہ گیا۔ وہاں ایک عورت اس کو ملی پوچھا تو کون ہے۔ اس نے بجائے اس کے کہ اپنا حال بیان کرے اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ یعنی کہہ سلام بعد ازاں تم جان جاؤ گے پس اس شخص نے سلام کیا اور پوچھا اے نیک بی بی تم صحرا میں کیا کرتی ہو کہا۔ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ یعنی جسکو خدا ہدایت کرتا ہے کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا وہ شخص پا گیا کہ راہ گم کردہ ہے کہنے لگا آیا تم آدمی ہو یا قوم جنات سے ہو تو نیکبخت عورت بولی یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ

پوچھا کہاں سے آئی ہو کہا یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ کہا کہاں کا ارادہ ہے فرمایا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ یعنی واسطے اللہ کے ہے لوگوں پر حج خانۂ کعبہ کا معلوم کیا کہ ارادہ حج کا ہے پوچھا قافلہ سے کب جدائی ہوئی۔ فرمایا لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ معلوم ہوا کہ چھ روز سے علیحدہ ہیں عرض کی طعام حاضر ہے اگر رغبت ہو تو کھاؤ۔ کہا وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں جانا کہ کھانا کھانا چاہتی ہیں پس کھانا کھلایا اور اپنے ہمراہ لیا کہا کہ جلد جلد چلو زن صالحہ نے کہا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا یعنی شتر کے ساتھ چلنا میری طاقت سے باہر ہے مرد نے کہا تو میرے ساتھ سوار ہو جاؤ کہا لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر مابین زمین وآسمان سوائے خدا کے اور معبود ہوتے تو ان کے انتظام میں خلل آتا اور فساد پڑ جاتا۔ مرد نے جانا کہ زن ومرد کا ایک جگہ جمع ہونا موجب فساد جانتی اور اس سے کراہت کرتی ہیں پس خود پیادہ ہو کر شتر سواری اس معظمہ کے آگے کیا کہ سوار ہو لیجیے وہ سوار ہوئی اور کہا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا پاک ہے وہ خدا جسنے اس جانور کو ہمارا مطیع ومسخر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہم قافلہ میں پہنچے تو میں نے کہا کوئی رشتہ دار تمہارا اس قافلہ میں ہے کہا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ وما محمد الا رسول یا یحییٰ خذ الکتاب۔ یا موسیٰ انی انا اللہ میں نے ان چاروں ناموں سے آواز دی دیکھا میں نے کہ چار جوان اس آواز کو سنکر قافلہ سے نکلے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے میں نے اس بی بی سے پوچھا کہ یہ تم سے کیا رشتہ رکھتے ہیں بولیں اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کہ مال اور بیٹے زینت ہیں زندگی دنیا کیلئے میں نے جانا کہ ان کے بیٹے ہیں جب وہ جوان نزدیک آئے تو انسے خطاب کر کے کہا قالت یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ یعنی وہ آیۃ تلاوت کی جسمیں دختر شعیب نبی کا موسیٰ علیہ السلام کو اجیر کرانا اور اپنے باپ سے انکی سفارش کا ذکر ہے حقتعالیٰ فرماتا ہے کہ کہا اس نے اے باپ میرے اجیر کر اسکو بتحقیق کہ یہ بہتر ہے ان لوگوں کا کہ اجیر مقرر کرے تو ان کو یہ قوی وامانت دار ہے وہ شخص کہتا ہے کہ یہ سنکر ان جوانوں نے مجھکو بطور اجرت کچھ مال دیا۔ زن صالحہ نے کہا وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی اللہ مضاعف ودونا کرتا ہے۔ جس کے لئے کہ چاہے اس پر انہوں نے کسی قدر اور مجھلو دیا میں نے ان سے حال اس زن پاک سیرت کا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہماری ماں فضہ کنیز فاطمہ زہرا ہیں بیس برس ہوئے ہیں کہ سوائے قرآن کے کلام نہیں کیا حقیر **مؤلف** کہتا ہے کہ حضرت فضہ خادمۂ اہل بیت بلکہ خمسۂ آل عبا تہیں انہوں نے انفاس متبرکہ حضرات پنجتن سے اکتساب فیوض کیا تھا جو تقویٰ وطہارت وعلم وفضیلت ان سے ظاہر ہو جائے تعجب نہیں **حسنیہ**[1] ایک کنیز آزاد کردہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے جس طرح پر ہارون رشید کے دربار میں ہزارہا علماء وفضلا کے مجمع پر غلبہ پایا اور قاضی یحییٰ بن اکثم وغیرہ کو بند اور لاجواب فرمایا معروف ومشہور ہے اور یہ قصہ زبان عربی فارسی واردو میں مدون ومسطور ہے نیز **جامع** اوراق نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت ابو حنیفہ کوفی امام اعظم اہلسنّت ایک بار منیٰ میں حج کے موقع پر (حلق) سر منڈوانے کے لئے حجام کی تلاش میں تھے ان کو ایک شخص حجام کے لباس میں ملا۔ اس سے اصلاح بنوانے لگے تو اس نے کہا کہ روبقبلہ ہو اور شق راست میری جانب کر اور

[1] یہ مکمل رسالۂ حسنیہ اردو میں ترجمہ ہو گیا قابل دید ہے معہ محصول ۵ کے ٹکٹ بھیجکر مطبع یوسفی دہلی سے منگائیے۔

بسم اللہ کہو امام صاحب نے متعجب ہو کر پوچھا اے شخص تو کون ہے کہ تو نے صرف اصلاح سر میں تین مسئلے مجھکو تعلیم کئے کہ آگے معلوم نہ تھے۔ کہا میں غلام آزاد کردہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہوں پس جسقدر علم و فضیلت ان لوگوں سے ظاہر ہو جائے تعجب نہیں ہاں مادہ قابل چاہئے کہ کسب فیضان کر سکے نہیں تو کچھہ فائدہ نہوگا۔ حضرت انس بن مالک خادم خاص و حاجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تھے مگر عقیدہ درست نہ تھا اہل بیت اطہار کی طرف سے سینہ صاف نہ رکھتے تھے۔ خود باب مدینہ علم نبی امیر المومنین علیؑ کے لئے پیغمبر کے گھر کا دروازہ کھولنا گوارا نہ تھا۔ شہادت حدیث غدیر کو بزبان خلافت جناب امیرؑ نسیان کے حیلے سے ٹال گئے انجام یہ ہوا کہ انحضرت کی دعائے بد سے مبروص ہو کر مرے سچ کہا ہے ؎ گو ہر پاک بباید کہ شود قابل فیض۔ ورنہ ہر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود ٭ اَیُّهَا النَّاظِرِیْن حال عروسی جناب سیدہ و دامادی سید و سردار اولیا مولانا علی مرتضیٰ یہاں پر ختم ہوا اب آگے راہ خدا میں انحضرتؐ کی سرفروشی و جانفشانی کے واقعات ہیں۔ یعنی بزم شادی کا بیان یہاں تمام ہوا اب رزم کی داستانیں شروع ہیں جس دہوم دہام سے آپکا بیاہ رچایا گیا کہ حق تعالیٰ بالائے آسمان اس کا میر ساماں تھا۔ رضوان خازن بہشت سے منبر بچھایا راحیل نے خطبہ پڑہا۔ جبرئیل نکاح خواں تھے۔ ملائکہ کرام گواہ بنے طوبیٰ نے زیورات نثار کئے حوران بہشت نے اس نچھاور کو چنا۔ پھر حضرت رسالت نے زمین پر اسے دہرایا۔ دنیا میں اعلان فرمایا اسی زور و شور کے آپ کے جنگ و جہاد کے معرکے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شجاعوں کے نام صفحۂ دہر سے مٹا دئیے کفر و شرک کی کمر ٹوٹی حق پرستی و خداشناسی شائع ہوئی فرشتوں کی تحسین و آفرین کی آواز مابین زمین و آسمان بلند ہوئی حضرت حق سبحانہٗ نے تلوار ذوالفقار بصلہ مردانگی بھیجی۔ حق یہ ہے کہ تائید الٰہی و توجہ رسالت پناہی ہر حال میں شامل حال امیر المومنینؑ تھی اور وہ حضرت ان باتوں میں آپ ہی اپنی نظیر تھے۔ **واضح** رہے کہ جہاد امیر المومنینؑ کفار معاندین کے ساتھ اور جد و جہد آنحضرتؐ کے تمہید قواعد ملت و ترویج شعائر اسلام و اعلاء کلمۂ حق میں اور لڑائیاں آپکی اشرار یہود و احزاب مشرکین دشمنان دین سے مشہور و معروف ہیں تمام موافق و مخالف اس سے واقف اور ہر دوست و دشمن اسکا معترف ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لیکن جہاد راہ خدا پس دوست و دشمن اسکو جانتا ہے کہ وہ جناب سید مجاہدین ہیں بلکہ جہاد مخصوص ذات بابرکات سے انکی ہے دوسرا اسمیں شریک و سہیم نہیں۔ جو آثار کہ جنگ بدر و احد و خندق وغیرہ میں شمشیر صاعقہ بار حیدر کرار سے ظاہر ہوئے کتب تاریخ واقدی و بلاذری وغیرہ انسے مملو و مشحون ہیں اور اسمیں طول فضول ہے کیونکہ مجاہدات علیؑ معلومات ضروریہ سے ہیں جیسا کہ وجود مکہ و بغداد معلومات ضروریہ سے ہے فی الواقع اسلام و مسلمانی کی بنیاد قوت بازوئے حیدری سے قائم ہوئی اور اسکی جڑوں نے زور دست یداللٰہی سے مضبوطی پائی جو تیغ زنی و سرافشانی کہ حمایت اسلام و بانی اسلام میں حضرت اسد اللہ الغالب نے فرمائی اس کی رو سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر ذوالفقار علیؑ نہ ہوتی تو اسلام کبھی یہ فروغ نہ پاتا بلکہ پردۂ عدم سے عالم ظہور میں بھی نہ آتا تلوار حیدر کرار نے گردن کشوں کی گردنیں بدن سے جدا کیں اور سرکشوں کے سروں کو اسلام کے آگے جھکا دیا چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎ وما ان ذلت افوہم بسیفی

جہاد امیر المومنینؑ و رفعت شان اسلام مسلمین

اِلٰی اَنْ ذَلَّ لِلْاِسْلَامِ قَوْمِیْ ۔ یعنی ہیں برابر راہ خدا میں تلواریں مارتا رہا تا اینکہ میری (مغرور) قوم اسلام کے سامنے ذلیل وخوار ہوگئی چنانچہ نبوت اس دعوے کا اس کتاب میں کتب فریقین سے موقع بموقع آئیگا مخفی نہ رہے کہ اہل حدیث وتاریخ نے اصطلاح مقرر کی ہے کہ جن لڑائیوں میں حضرت رسول خدا بنفس نفیس شریک ہوئے ان کو غزوہ یا غزاۃ کہا کرتے ہیں اور جن میں آپ نے شرکت نہیں فرمائی بلکہ اصحاب سے کسی کو فوج کا سردار کرکے بھیجا یا ان کو سریہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ حیوۃ القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام لڑائیاں جو عہد رسول خدا میں واقع ہوئیں تعداد میں اسی تھیں حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی نذر کرے کہ دراہم کثیرہ راہ خدا میں تصدق کروں گا تو اسکو چاہیے کہ اسی درہم خیرات کرے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ یعنی حق تعالیٰ نے مقامات کثیرہ میں تمہاری نصرت کی امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے شمار کیا کہ جو لڑائیاں حضرت رسول خدا کے عہد میں ہوئیں اور حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو انمیں فتح ونصرت بخشی کل اسی تھیں۔ منقول ہے کہ غزوات رسول خدا چھبیس تھے اور سریہ پچاس سے کچھ اوپر اس مقام پر بعض مشہور غزوے اور سریے ذکر ہوتے ہیں۔ **اوّل** ۔ افضل غزوات رسول خدا میں غزوۂ بدر[1] ہے جسکو بدر کبریٰ اور بدر قتال بھی کہتے ہیں کیفیت اس کی اسطرح پر ہے کہ حضرت رسول خدا مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لائے اور اصحاب انجاب واہل بیت اطیاب کو ایک جا پایا۔ گویا کفار اشرار کے دست تعدی سے گونہ نجات حاصل ہوئی۔ تو ادائے فرائض رسالت وبسط بساط شریعت میں دلجمعی سے مصروف ہوئے شہر علم نبوت کو کھولا اور امیر المومنین علی مرتضیٰ کو کہ وصی وخلیفہ آپ کے تھے دروازہ اس شہر کا مقرر کیا چنانچہ حدیث شریف اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا[2] اسکی شاہد ہے پس علم وحکمت کو اس دروازۂ عالی کی راہ خلائق میں پھیلانا شروع کیا۔ قوانین شرع نے تمہید پائی اور آئین دین مبین منضبط ہوئے تعلیم وتربیت مسلمین میں آپ اس قدر حریص تھے کہ تکلیف اٹھاتے اور زحمت جھیلتے تھے مگر کسل وملالت کو اصلاً اپنے میں راہ نہ دیتے تھے معمول تھا کہ جو شخص پابندی شرع اقدس میں جس قدر زیادہ سرگرمی ظاہر کرتا اسی قدر آنحضرت کے نزدیک معزز ومحترم گنا جاتا ادھر آپ تربیت وتہذیب بندگان خدا میں اس طرح پر دل وجان سے لگے ہوئے تھے اور ادھر مشرکین قریش اپنے کفر وعناد پر ویسے ہی تل رہے تھے بلکہ ان کی وحشیانہ حرکتیں دن بدن بڑھتی جاتی اور ایذا پہنچاتی تھیں متواتر خبریں آتی تھیں کہ مسلمانوں کو جوان کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہیں شکنجۂ عذاب میں کھینچ رکھا ہے مکہ میں یا باہر جہاں جس کسی سے ملتے ہیں زبان کو ذم ونکوہش اسلام میں دراز کرکے لوگوں کو جادۂ مستقیم سے ہٹاتے اور

---

[1] بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ ایک شخص کا نام ہے جس نے مابین مکہ ومدینہ ایک مقام پر چند کنویں لگائے تھے اس منزل اور ان کنوؤں کو اس کے نام سے منزل بدر وچاہ بدر کہتے ہیں چونکہ یہ لڑائی اسی منزل میں ان کنوؤں کے پاس ہوئی اس لئے جنگ بدر کے نام سے موسوم ہوئی یا یہ کہ بدر اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے نزدیک یہ جنگ واقع ہوئی بوجہ اس کے مدور ہونے اور پانی اس کی تہ میں مثل ماہ شب چاردہ کے چمکنے کے ۔ملہ اس سے پہلے کفار قریش بسرداری کرز بن جابر الفہری مدینہ سے تین منزل پر آکر شتران رسول خدا و مواشی دیگر مردم کو تاراج کرلےگئے تھے حضرت نے یہ سنا تو جماعت مہاجرین کو ساتھ لیکر اور علم نصرت شیم اس فوج کا امیر المومنین کے ہاتھ میں دیکر مدینہ سے برآمد ہوئے اور تلاش مشرکین میں چاہ بدر تک تشریف لے گئے مگر کہیں پتہ ونشان اس گروہ بے شکوہ کا نہ ملا ناچار مدینہ کو مراجعت فرمائی پس اسی کے اعتبار سے اس جنگ کو بدر کبریٰ یعنی بڑا غزوہ اور بدر قتال یعنی وہ غزوہ بدر کہ جس میں کہ جنگ واقع ہوئی کہتے ہیں ۔ سہ علی عنہ ۔

[2] یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ ۱۲

غول بیابانی کی طرح گمراہ کرتے ہیں انہی دنوں میں خبر آئی کہ کاروان قریش کہ شام سے واپس ہوکر مکہ کو جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں شتران مہاجران چراگاہ سے ہنکا کر مکہ کو اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہ وحشت ناک خبریں باعث ملال بلکہ اشتعال طبع اقدس ہوئیں ارشاد فرمایا کہ میں نے اس قوم کے ساتھ پہلے سرے کی نرمی کی اور لینت و مدارا کو انتہا کو پہنچا دیا اور بعثت سے آجتک زبانی پند و نصیحت پر اکتفا کرتا رہا کہ شاید اپنے وحشیانہ طریق اور جاہلانہ وطیرہ سے باز آئیں اور راہ ہدایت اختیار کریں مگر کچھہ فائدہ نہوا وہ بدستور اپنی حماقت و جہالت پر اڑے ہوئے ہیں اور آتش فتنہ و فساد کو روشن کر رکھا ہے معلوم ہوا کہ اب یہ آگ بجز آب شمشیر اور کسی طرح نہ بجھے گی بس آیہ شریفہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ[1] نازل ہوئی اور شمشیر شیر خدا نے میان سے کنارہ کیا یعنی دوسرے سال ہجرت سے آپ نے۔ انا النبی بالسیف کا اعلان فرمایا اور کمر کو جہاد اہل عناد کیلئے محکم باندھا ؎ بسال دوم بہترین عباد ٭ برافراخت رایت بعزم جہاد ٭ کمر بست بر قتل اعداء دین ٭ چو گفتش خدا اقتلوا المشرکین ٭ مروی ہے کہ ایک قافلہ قریش کا جسمیں ابوسفیان بن حرب و عمرو عاص وغیرہ چالیس آدمی تھے تجارت کے واسطے مکہ سے شام کو گیا تھا بہت سامال و متاع لوگوں کا اسمیں تھا بلکہ کہتے ہیں کہ قریش سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ تھوڑا بہت مال اسکا اس قافلہ میں نہو حضرت رسول خدا نے یہ سنا تو اصحاب کو جمع کر کے ترغیب دلائی کہ چلکر انکے سدراہ ہونا چاہیئے اور وعدہ فرمایا کہ اس سفر میں یا تو قافلہ کا مال تمہارے ہاتھ آئیگا نہیں تو کفار نابکار پر غلبہ پاؤ گے اور فتح و نصرت تمکو ہوگی مدعا یہ کہ قریش بھی لوٹ مار کا جو انہوں نے مال مسلمین میں شروع کر دی تھی ذرا مزہ چکھہ لیں اور اسلام کی شوکت ان پر عیاں ہو جائے پس حقتعالی نے طمع مال کو ذریعہ خروج گردانا اور حضرت تین سو تیرہ مرد جنگی کے ساتھ بارہویں رمضان المبارک کو مدینہ سے روانہ ہوئے یہ تعداد ٹھیک اصحاب طالوت کی برابر ہے جبکہ جنگ جالوت کے لئے گیا اور اسپر فتح یاب ہوا تھا۔ نیز لکھا ہے کہ حضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ بھی اسی قدر ہمراہیوں کے ساتھ ظہور فرماویں گے الحاصل تیراسی بقولے ستانوے آدمی مہاجرین سے تھے باقی انصار علم رسول خدا و مہاجرین امیر المومنین کے ہاتھ میں تھا اور علم انصار سعد بن عبادہ انصاری خزرجی کو عطا ہوا تھا۔ اس فتحمند لشکر میں کل ستر شتر تھے اور دو یا تین گھوڑے ایک گھوڑا مقداد بن اسود کے اور ایک مرثد ابی مرثد کے پاس تھا تیسرا شاید زبیر بن العوام کا تھا چونکہ آدمی زیادہ اور سواریاں کم تھیں دو دو تین تین آدمی باری باری ایک ایک سواری پر سوار ہوتے تھے حتے کہ خود حضرت رسول خدا کے شتر میں بھی امیر المومنین اور زید بن حارثہ اسی طرح کے شریک تھے یہ دونو بزرگ ہر چند بدل خواہاں ہوئے کہ حضرت کے بدلے بھی ہم پیادہ چلیں اور آپ سوار رہیں مگر قبول نہ ہوا۔ آلات حرب سے صرف چھہ زرہ اور سات تلواریں اس لشکر میں تھیں حضرت رسالت پناہ نے یہ سامان قلیل لشکر خدا کا دیکھا تو دست دعا دراز کئے اور کہا یَارَبِّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ وَجِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ وَعُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ وَعَالَةٌ فَاَغْنِهِمْ پروردگارا یہ لوگ برہنہ پا ہیں ان کو سوار کر بھوکے ہیں سیر فرما لباس نہیں رکھتے کپڑے عنایت فرما مفلس تہی دست ہیں اپنے لطف سے غنی کر ببرکت اس دعا کے واپسی میں کوئی ایسا نہ تھا کہ مال اسباب لباس سے خالی ہوا ور ابوسفیان گو توجہ رسول خدا

[1] یعنی مسلمانوں کو قتال کرنے کی اجازت دی گئی کیونکہ ان پر ظلم ہوتا تھا بے شک حق تعالی انکی مدد کی طاقت رکھتا ہے ۱۲

کی اطلاع ہوئی تو وہ اثنائے راہ سے شام کی طرف پلٹا اور منزل نقرہ پر پہنچکر ایک قاصد تیز رفتار ضمضم بن عمر خزاعی نام کو شتر سوار دے کر مکہ کو روانہ کیا اور بیس دینار اس کی اجرت مقرر کئے تاکہ جسقدر جلد ممکن ہو اہل مکہ کو یہ خبر پہنچاوے اور خود قافلہ سمیت راہ معروف کو چھوڑ کر دست راست کو ہولیا دریا کے کنارے کنارے چلکر پانچ روز میں جدہ اور وہاں سے تین دن میں مکہ پہنچ گیا اور کسیکو اسکے حال سے اطلاع نہوئی۔ جسوقت ابوسفیان مکہ میں داخل ہوا تو اہل مکہ بارادۂ جنگ باہر نکل چکے تھے۔ القصہ ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین روز پیشتر عاتکہ بنت عبد المطلب عمہ رسولؐ خدا نے خواب میں دیکھا کہ ایک شتر سوار ابطح میں کھڑا پکار رہا ہے کہ اے معشر قریش جلدی کرو اور اپنی قتل گاہ کی طرف روانہ ہو پھر وہ سوار مسجد الحرام کی طرف چلا لوگ اس کے ساتھ تھے اور بام خانہ کعبہ پر چڑھکر یہی آواز دی بعد ازاں کوہ ابوقبیس پر گیا اور سنگ عظیم پہاڑ کی چوٹی سے لڑکا یا کہ راہ میں آتے آتے ریزہ ریزہ ہوگیا اور مکہ میں کوئی گھر بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے گھروں کے سوا ایسا نہ رہا جسمیں ایک ٹکڑا اس پتھر کا نہ پہنچا ہو عاتکہ نے صبح کو یہ خواب اپنے بھائی عباس بن عبد المطلب سے بیان کیا عباس نے عتبہ سے اسکو نقل کیا اور رفتہ رفتہ تمام شہر میں مشہور ہوگیا۔ ابوجہل نے یہ کیفیت سنی تو کہا عاتکہ جھوٹ بولتی ہے اس نے کوئی خواب ایسا نہیں دیکھا یہ اولاد عبد المطلب میں دوسری پیغمبر پیدا ہوئی ہے قسم بہ لات وعزے کہ میں تین روز انتظار کرتا ہوں اگر اس عرصہ میں اسکا صدق ظاہر ہوا تو فبہا ورنہ ایک کتبہ تحریر کروں گا کہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے زیادہ دروغگو نہیں ان کی عورت و مرد سب جھوٹ بولتے ہیں اور اس کو تمام قبائل عرب میں پھراؤں گا کہ کوئی ان کا اعتبار نہ کرے۔ تیسرے روز ضمضم پہنچا اور باحال تباہ چاک گریباں اونٹ کے دم کی طرف مونہہ کئے گوش و بینیٔ شتر سے خون رواں وادیٔ مکہ میں کھڑے ہو کر پکارا اے جماعت قریش اپنے قافلہ کی خبر لو قبل اس کے کہ محمدؐ اس کو تاراج کریں شاید تمہارے پہنچتے پہنچتے ان کا کام تمام ہوجائے مکہ میں اس آواز سے تہلکہ پڑگیا اور ہر شخص چلنے کی تیاری کرنے لگا سہیل بن عمرو صفوان بن امیہ و ابوالبختری بن ہشام و منبہ بن حجاج وغیرہ شرفاء مکہ نے کہا اے گروہ قریش کونسی مصیبت اس سے زیادہ ہوگی کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی تمہارے بھرپور قافلہ کو لوٹ لیں قسم بخدا کہ کوئی عورت مرد تم میں ایسا نہیں جس کا مال اس قافلہ میں نہو اٹھو اور فوراً اسکا تدارک کرو مبادا کہ کام ہاتھ سے نکل جاوے نہیں تو آج سے تمہارے کاروبار بند اور تمہاری سوداگری مسدود ہوئی۔ پس صفوان نے ابتدا کی اور پانسو اشرفی خرچ سفر کے لئے اپنے پاس سے نکال کر رکھدی اس کے بعد سہیل بن عمر نے بہت سا مال حاضر کیا۔ اسی طرح اوروں نے بھی حسب حیثیت روپیہ دیا یہانتک کہ کوئی قریش میں باقی نہ رہا جو اس چندہ میں شریک نہ ہوا ہو پس بہت جلد سامان عظیم تیار ہوگیا اور ان لوگوں نے صلاح کی کہ جو کوئی اس سفر میں ساتھ جانیسے پہلوتہی کرے اسکا گھر تباہ و خراب کردیں اسپر عباس بن عبد المطلب کو بھی ناچار ساتھ چلنا پڑا پس وہ بھی مع اپنے دو بھتیجوں نوفل بن حارث بن عبد المطلب و عقیل بن ابی طالب و برواتیے طالب بن ابیطالب کے ہمراہ ہوئے جائزہ لشکر لیا گیا تو نوسو پچاس مرد جرار گنتی میں آئے سو گھوڑے اور سات سو اونٹ ہمراہ رکھتے تھے۔ بارہ شخص

بنی ہاشم کو جو کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے کوئی صدمہ نہیں پہنچا اور بنی زہرہ اخنس کے کہنے سے اثنائے راہ سے واپس مکہ چلے گئے تھے اسلئے محفوظ رہے چنانچہ آگے اسکا ذکر آتا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

یعنی عباس بن عبدالمطلب عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابی بن خلف حکیم بن خزام نضر بن حارث زمعہ بن اسود ابو جہل بن ہشام۔ ابو البختری بن ہشام حارث بن عامر بن نوفل نبیہ و منبہ پسران حجاج رؤسا و بزرگان قوم سے تھے مقرر ہوا کہ ہر روز لشکر کا کھانا اور چوپایوں کا گھاس دانا ایک سردار دے۔ چنانچہ عین معرکہ بدر کے روز حضرت عباس کی باری تھی۔ الغرض سب سامان ٹھیک ٹھاک کر کے بڑے کروفر سے باہر نکلے گانے بجانے والی عورتیں ساتھ تھیں شراب پیتے راگ سنتے دف بجاتے اچھلتے کودتے چلے جاتے تھے روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ ابو سفیان نے کسی کو اس معرو لشکر کے پاس بھیکر پیغام دیا کہ تم لوگ قافلہ کی حفاظت و حمایت کیلئے جاتے تھے اب قافلہ صحیح و سلامت اپنے مقام پہنچگیا بہتر ہے کہ پلٹے آؤ اور محمد سے تعرض نہ کرو مگر ابو جہل نے اس سے انکار کیا اور کہا قسم بخدا کہ ہم مراجعت نہ کریں گے تا اینکہ بدر پہنچکر تین روز قیام کریں اور شتر قربانی کر کے کہانے کھلائیں اور مجلس عیش و عشرت جمائیں رقص و سرود کریں اور شرابیں اڑائیں اس سے ہماری عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں بیٹھ جائیگا پھر کسیکو جرأت نہ ہوگی کہ ہمارے جان و مال پر طمع کرے اخنس بن شریق نے کہا اے بنی زہرہ تمہارا مال خدا کے فضل سے سلامت آگیا اب اس مرد کی بات نہ سنو اور خیر و عافیت سے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ پس بنی زہرہ بالتمام واپس ہو گئے لیکن ابو سفیان نے کلام نافرجام ابو جہل کا سنا تو کہا واقوماہ ھذا فعل عمرو بن ھشام ہائے میری قوم یہ عمر بن ہشام یعنی ابو جہل کے کرتوت ہیں۔ باوجود اس کے حمیت جاہلیت نے نہ چھوڑا مشرکوں کے ساتھ گیا اور جنگ بدر میں شریک ہوا اور چند زخم کھا کر توک دم بھاگا بالجملہ حضرت منزل سفرا پر ایک منزل بدر سے مدینہ کی طرف قیام پذیر تھے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور وحی لائے کہ قافلہ قریش تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔ لیکن کفار قریش کہ حمایت قافلہ کے لئے نکلے تھے۔ اس طرف آرہے ہیں ان کے ساتھ جنگ کرنا چاہئے حق تعالیٰ تمہاری نصرت کرے گا۔ حضرت نے اصحاب کو جمع کر کے یہ حال بیان کیا اور ان کی رائے دریافت کی۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے اٹھکر کہا یا رسول اللہ قریش مردان جنگ آزمودہ اس فن میں مہارت کامل رکھتے ہیں اور پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں ہمکو پیشتر سے یہ حال معلوم نہ تھا حضرت کو کلام ابو بکر کا ناپسند ہوا فرمایا بیٹھ جا پس عمر بن خطاب اٹھے اور وہی باتیں کیں جو ابو بکر نے کی تھیں آپ نے ان کو بھی بٹھا دیا۔ اور فرمایا کہو کیا کرنا چاہئے پس مقداد بن اسود اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور تصدیق رسالت کی ہے شہادت دیتے ہیں کہ جو کچھ آپ خدا کی طرف سے لائے ہیں حق و صدق ہے اگر آپ ارشاد کریں تو جلتی آگ میں کر پڑیں یا کانٹوں میں گھس جائیں اور کچھ پروانہ کریں ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ انہوں نے موسیٰ سے کہا تھا فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون تم اور تمہارا خدا جا کر جنگ کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ یعنے ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑنیکو تیار ہیں حضرت نے اسکو دعا رخیر دی پھر فرمایا ایھا الناس اشیروا علیّ۔ لوگو مجھکو صلاح دو کہ کیا کروں اور غرض آپ کی تکرار کلام سے یہ تھی کہ انصار سے کوئی بولے کیونکہ زیادہ تعداد لشکر میں انصاریوں ہی کی تھی۔ اور نیز جبکہ بیعت عقبہ میں انہوں نے حفاظت رسول خدا کا ذمہ اٹھایا تھا تو یہ کہا تھا کہ آپ ہماری امان میں ہیں اگر کوئی غنیم مدینہ میں آپ پر آئیگا تو ہم حمایت کریں گے جیسا کہ اپنے ماں باپ اور زن و فرزند کی حمایت کرتے ہیں حضرت کو خیال تھا کہ مبادا انصار کہیں کہ ہم پر اپنے عہد کے موافق مدینہ کے اندر آپ کی حمایت

کلام مقداد بن اسود

لازم ہے نہ بیرون شہر اسوقت سعد بن معاذ انصاری اٹھے اور عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یارسول اللہ شاید حضرت کی عرض اس بار بار کے سوال کرنے سے ہم لوگ ہیں فرمایا ہاں عرض کی ہم آپ کو نبی فرستادۂ خدا جانتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ جو دین آپ حق تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں راست و درست ہے جو چاہئے ہمکو حکم دیجئے کہ ہماری جانیں نثار کے لئے آمادہ ہیں اور یہ ال آپ کے سامنے حاضر جسقدر چاہیں آپ اس سے لے لیں اور جتنا مرضی ہو چھوڑ دیں قسم بخدا کہ جو آپ لے لیں گے وہ اس سے بہتر ہوگا جو چھوڑ دیں گے پھر کہا ہم مدینہ میں کچھ لوگ اپنی قوم سے چھوڑ آئے ہیں جو ہماری نسبت شئون جنگ سے زیادہ ماہر ہیں اور حسن عقیدت میں کسی طرح ہم سے کمتر نہیں اگر وہ جانتے کہ اس سفر میں آپ کو لڑائی پیش آئیگی تو کبھی خدمت سے جدا ہوتے۔ اب شتران سواری آپ کے لئے مہیا ہیں اگر فتح و نصرت ہمارے شامل حال ہوئی تو زہے دولت ورنہ درصورت ہمارے مغلوب و مقتول ہونیکے آپ بے تامل ان اونٹوں پر سوار ہوں اور ہمارے بھائیوں کے پاس چلے جائیں کہ ہمارے بعد وہ آپ کی نصرت کریں گے حضرت رسول خدا سعد کے کلام سے شاد ہوگئے بروایتے فرمایا سعد جزاک اللہ عن بعثک وم رونک وعهدک وعقدک خیراً پھر ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا نہ ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ نصرت فرمایا ہے اور اس کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔ پس وہاں سے سوار ہوئے اور بدر پہنچکر عدوۂ[1] شامی کے قریب منزل کی ادھر سے مشرکین بھی عدوۂ یمانی کے نزدیک اترے ہوئے تھے صرف ایک پہاڑی ٹیلہ درمیان حائل تھا رات ہوئی تو امیر المومنینؑ مامور ہوئے کہ حال قریش سے کوئی خبر لاویں سعد وقاص و زبیر بن العوام آپ کے ساتھ ہوئے تھوڑی دور لشکر سے باہر گئے تھے کہ چند شتر آبکش قریش کے ان کو دکھائی دئے آدمی جو اونٹوں کے ساتھ تھے ان کو دیکھکر بھاگے الا دو تین نفر کہ گرفتار ہوئے باقیوں نے ترساں و لرزاں لشکر میں جاکر غل مچایا کہ اے آل غالب ابن ابی کبشہ (پیغمبر خدا) آن پہنچا۔ اس کے آدمی ہمارے اونٹ گرفتار کرلے گئے اس بات کے سننے سے ترس وبیم افواج غنیم پر چھا گیا۔ یہاں یہ قیدی حضرت رسالت پناہ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو عرض کی سقے ہیں کہ لشکر کے لئے پانی لاتے ہیں۔ فرمایا کتنا لشکر ہوگا عرض کی تعداد اس لشکر کی ٹھیک ہمکو معلوم نہیں فرمایا کتنے اونٹ ہر روز نحر ہوتے ہیں کہا کبھی نو کبھی دس فرمایا ہزار سے کم اور نو سے زیادہ ہیں پھر اسمار رؤسار قریش کے دریافت کئے۔ غلاموں نے ایک ایک سردار کا نام بتلایا حضرت اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مکہ نے اپنے جگر گوشوں کا نکالکر تمہارے سامنے ڈالدیا ہے احادیث معتبرہ میں ہے کہ جنگ بدر کی رات کو پانی نہ رہا تو حضرت امیرؑ بحکم حضرت رسالتؐ پناہ مشک لیکر کنوئیں پر گئے ڈول موجود نہ تھا لہذا کنوئیں کے اندر اترکر پانی بھرا اور لیکر چلے تھے کہ تین جھونکے ہوا کے ایک دوسرے کے بعد ایسے تیز و تند آئے کہ آپ چل نہ سکے ہر بار جب زور کا جھونکا آگے کی طرف سے آتا تھا تو بیٹھ جاتے تھے وہ فرو ہوتا تھا تو پھر چلتے تھے حاضر درگاہ ہوئے تو حضرت نے پوچھا یا علی اتنی دیر کیوں لگائی آپ نے حال بیان کیا فرمایا یہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ایک ایک ہزار ملک کے ساتھ تھے کہ ہماری مدد کو آسمان سے آئے ہیں تمہارے سلام کو تمہارے پاس گئے تھے۔ القصہ صبح سترہویں رمضان روز جمعہ کو قریش بکمال کبر و طیش میدان میں نکلکر صف آرا ہوئے ادھر سے حضرت رسولؐ خدا

---

[1] عدوہ بالضم کرانہ وادی و بالکسر جائے بلند ۱۲ منتہی

نے بھی لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا۔ سب سے اوّل جس نے کفار سے قدم میدان کارزار میں رکھا عتبہ پسر ربیعہ تھا اسکا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید اس کے ساتھ تھے **نقل** ہے کہ مسلمان کثرت کفار سے خائف و ترساں ہو رہے تھا حق تعالیٰ نے ان کی تسلّی کے لئے یہ آیۂ شریفہ نازل کی وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ یعنی اے رسول ہمارے اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تو بھی اس طرف میل کر اور خدا پر بھروسہ رکھ۔ بنا بریں آپ نے اہل مکّہ کو پیغام بھیجا کہ اے معشر قریش میں نہیں چاہتا کہ تم سے پہلے تم پر تلوار اٹھاؤں۔ مجھکو اہل عرب کے ساتھ رہنے دو اگر راست گو نکلا اور قبائل پر غالب آیا تو تمہارے لئے فخر و ناموری کا باعث ہوگا۔ کیونکہ تمہاری قوم و قبیلہ سے ہوں اور جو معاملہ بالعکس ہوا تو عرب میرے لئے کافی ہیں تم کو اس ہنگامہ کی ضرورت نہیں۔ عتبہ مذکور نے یہ پیام سنا تو کہا قسم بخدا کہ محمدؐ نے تمہارے ساتھ انصاف کیا جو اس کا کلام نہ مانے گا کبھی فلاح نہ پائیگا۔ پس شتر سرخ مو پر سوار ہوا حضرتؐ نے فرمایا ان یك فی احد من القوم خیر ففی صاحب الجمل الاحمر ان یطیعوہ یرشدوا یعنی اگر اس قوم میں کوئی بھلائی ہے تو اس لال اونٹ والے میں ہے اگر اس کا کہنا مانیں گے تو رستگار رہوں گے۔ پس عتبہ نے لوگوں کو جمع کر کے کہا اے گروہ قریش آج میرا کہنا مان لو چاہو پھر کبھی نہ مانیو بہ تحقیق کہ محمدؐ تمہارا بھائی چچا کا بیٹا اور بہتر و بہتر ہے اسکی قرابت داری کا لحاظ کرو اور اسکی بات سنو اور میرے کہنے پر عمل کرو اور یہاں سے واپس ہو جاؤ۔ ابوجہل نے یہ سنا تو مارے غصہ کے لال ہوگیا اور دل میں پیچ و تاب کھانے لگا کہ اگر آج عتبہ کی چرب زبانی سے لشکر میدان سے لوٹ گیا تو فخر بزرگ اس کو ہمیشہ کے لئے حاصل ہوگا۔ بولا اے عتبہ تو نے شمشیر بُرّان پسران عبدالمطلب کو دیکھا اور ترس و خوف تجھ پر غالب آگیا تو اب ہم کو الٹا پھرنے کو کہتا ہے۔ جبکہ قریب ہے کہ دشمن پر فتح پائیں اور برسوں کے بخار دل نکالیں عتبہ یہ سُنکر اپنے اونٹ سے کود پڑا اور جھپٹ کر ابوجہل کو اس کے گھوڑے سے کھینچ لیا اور زمین پر ڈالکر چاہتا تھا کہ ہلاک کرے اور لوگ درمیان میں آگئے اور ان کو الگ کیا عتبہ نے کہا یہ مجھکو بُزدل و ڈرپوک کہتا ہے آج معلوم ہو جائے گا کہ کون ڈرپوک ہے اور اسی جوش میں اپنے بھائی شیبہ اور اپنی بیٹے ولید کو آواز دی کہ باہر آؤ اور زرہ منگا کر پہنی اور خود طلب کیا مگر اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ تمام لشکر میں ایک خود اس کے برابر کا نہ ملا نا چار دو عمامے سر پر لپیٹے اور بھائی اور بیٹے کو ساتھ لیکر از راہ عصبیّت جاہلیت سب سے پہلے میدان میں نکلکر آواز دی کہ اے محمدؐ کسی کو بھیج کہ ہمارے ساتھ جنگ آزما ہو تین مرد انصار سے عوذؓ و معوذؓ پسران حارث و عبداللہؓ بن رواحہ اس طرف سے برآمد ہوئے عتبہ نے نام و نسب انکا دریافت کیا جب معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو کہا تم ہمارے کفو نہیں ہو چلے جاؤ کہ ہم اپنے مثل کے سوا کسی کے ساتھ نہ لڑیں گے۔ اور پکارا اے محمدؐ ہمارے بنی اعمام کو قریش سے ہماری طرف بھیج راوی کہتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا بھی نہیں چاہتے تھے کہ ابتدا لڑائی کی انصار کی طرف سے ہو آپ نے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو کہا ای عُبَیْدہ اُٹھ عبیدہ مردانہ اٹھے حالانکہ ستر سال ان کی عمر سے گزر چکے تھے پھر اپنے عم محترم حمزہ بن عبدالمطلب سے فرمایا اٹھو لے چچا بعد ازاں امیرالمومنینؑ امام الاشجعین کو اشارہ کیا آپ از روئے سن کے سب سے چھوٹے تھے پس تینوں بزرگوار تلواریں ہاتھ میں لیکر حضرتؐ کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا جاؤ اور طلب کرو اپنا حق جو حقتعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے بہ تحقیق کہ قریش بڑے غرور و نخوت سے آئے ہیں

کہ نور خدا کو بجھا دیں مگر خدا نہیں چاہتا کہ اسکا نور بجھے اور وہ اپنے دین کے نور کو پورا و کامل کئے بغیر نہ رہیگا اے عبیدہ تو عتبہ کے ساتھ لڑائی کر اور اے حمزہ تو شیبہ کے ساتھ اور اے علیؑ تو ولید کے ساتھ نبرد آزما ہو پس تینوں کو دعا خیر دے کر رخصت کیا میدان میں آئے تو چونکہ خود پہنے ہوئے تھے عتبہ نے انکو نہ پہچانا کہا تم کون ہو نام و نسب اپنا ظاہر کرو عبیدہ نے کہا میں عبیدہ پسر حارث بن عبدالمطلب ہوں کہا اچھا کفو ہے تو وہ دونو کون ہیں کہا ایک حمزہ بن عبدالمطلب دوسرا علی بن ابی طالب عتبہ نے کہا وہ بھی ہمارے ابنا جنس و چچازاد ہیں کم رتبہ کے آدمی نہیں لعنت خدا ہو اس پر جس نے ہمکو ایک دوسرے کا مقابل کیا یعنے ابوجہل ملعون نے ہمکو لڑوا دیا پس عبیدہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور ایک ضرب اس کے سر پر لگائی کہ سر اسکا شگافتہ ہوگیا۔ عتبہ نے ایک وار عبیدہ کے پاؤں پر کیا جس سے دونو پیر عبیدہ کے کٹ کر زمین پر گر پڑے۔ امیرالمومنینؑ ولید کے مقابل ہوئے تو یہ رجز پڑھا ؎ انا ابن ذی الحوضین عبدالمطلب ٭ وھاشم المطعم فی العام السغب ٭ اوفی بمیثاقی واحمی عن حسب یعنی میں ہوں پسر عبدالمطلب کا جو حاجیوں کو سیراب کرتا اور بیٹا ہاشم کا جو قحط سالی میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ اپنے عہد کو کہ رسول خدا کے ساتھ کیا ہے پورا کروں گا اور اپنے حسب کی حمایت کروں گا۔ یہ کہکر ایک تلوار ولید کے دہنے شانے پر ماری کہ اس کے بغل کے نیچے سے نکل گئی ولید نے جھک کر دست بریدہ کو بائیں ہاتھ سے اٹھایا اور اس زور سے حضرت کے سر پر مارا کہ فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ گویا آسمان میرے سر پر ٹوٹ پڑا ایک انگشتر طلائی اس کے ہاتھ میں تھی کہ ہاتھ کی حرکت کے ساتھ بجلی کی طرح چمکتی تھی پس ولید نے ایک نعرہ مارا کہ اسکی ہیبت سے دونو لشکر و ںمیں زلزلہ پڑ گیا اور پشت کر کے اپنے باپ کی طرف بھاگا امیرالمومنینؑ نے پیچھے سے پہنچکر ایک تلوار اس کے اور لگائی کہ بُن ران پر بیٹھی اور اسکا کام تمام کیا۔ حمزہؓ و شیبہ میں تھوڑی دیر رد و بدل ہوتی رہی ایک تلوار مارتا دوسرا اسکو ڈھال پر روکتا تھا یہانتک کہ تلواریں کند ہوگئیں اور ڈھالوں کے کٹ کٹ کر ٹکڑے ہوگئے پس دونو نے تلواریں پھینکدیں اور کشتی کرنے اور زور آزمانے لگے دونوں لشکران کا تماشا دیکھ رہے تھے امیرالمومنینؑ ولید سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں نے غل مچایا یا علی اس کتّے کی خبر لو کہ تمہارے چچا کو بُری طرح چمٹا ہے حضرت اس طرف متوجہ ہوئے اور امیر حمزہ کی پشت کی طرف آئے چونکہ حمزہ کا قد شیبہ سے نکلتا ہوا تھا آپ نے فرمایا اے عمّو ذرا اپنا سر جھکا لو حمزہ نے اتنا سر نہوڑایا کہ شیبہ کی چھاتی میں لگا دیا امیرالمومنینؑ نے ایک تلوار لگائی کہ شیبہ کی کھوپری صاف اڑ گئی پھر عتبہ کے پاس آکر چونکہ اس میں ہنوز جان باقی تھی اسکو بھی فی النار کیا اس طرح پر قریش کے تینوں نامی دلیر زور بازوئے حیدری سے پست ہوئے اور رعب اسلام عبدۂ اصنام[1] پر چھا گیا۔ پس امیرالمومنینؑ و حمزہ نے عبیدہ کو اٹھایا اور حضرت رسول خدا کی خدمت میں لائے حالانکہ مغز ان کے ساق پا سے بہ رہا تھا۔ چنانچہ عبیدہ اسی صدمہ سے جنگ بدر سے لوٹتے وقت مقام روحا یا صفرا پر فوت ہوئے اور اسی جگہ دفن کئے گئے رحمۃ اللہ علیہ عتبہ وغیرہ کے مارے جانے کے بعد حنظلہ بن ابوسفیان لڑائی کے ارادہ سے باہر آیا امیرالمومنینؑ نے ایک ضرب تلوار اس کے سر پر لگائی کہ دونوں آنکھیں نکلکر اسکے مونہہ پر آرہیں اور وہ گرتے ہی ٹھنڈا ہوگیا۔ یہ حنظلہ معاویہ بن ابوسفیان کا

[1] عبدۂ اصنام پوجنے والے بتوں کے۔ ۱۲ منہ

قتل عاص بن سعید

بھائی اور ولید بن عتبہ اس کا ماموں اور عتبہ بن ربیعہ پدر ہندہ اس کا نانا تھا اسی وجہ سے امیر المومنینؑ اپنے عہد خلافت میں اس سے کہتے تھے وَعِنْدِی السَّیْفُ الَّذِیْ اَعْضَضْتُہٗ اَخَاکَ وَخَالَکَ وَجَدَّکَ یَوْمَ بَدْرٍ یعنی اے معاویہ میرے پاس وہ تلوار جس سے تیرے بھائی اور تیرے ماموں اور نانا کو بروز بدر قتل کیا ہنوز موجود ہے اور منجملہ ان لوگوں سے جو تیغ قہر ید اللہی سے اس روز قتل ہوئے ایک عاص بن سعید بن عاص ہے یہ شخص شجاعت و دلیری میں شہرۂ آفاق تھا اور قوت و جسامت کے لحاظ سے گاؤ قریش کہلاتا تھا امیر المومنینؑ کے سامنے آیا تو حسب معمول ایک وار میں مقتول ہوا **ابن ابی الحدید** معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے کہ ایک روز عمر کے زمانہ میں عاص مذکور کا بیٹا سعید بن عاص بن سعید عثمان بن عفان کے ساتھ بارگاہ خلافت میں گیا۔ عثمان تو اپنے رسوخ کی وجہ سے خلافت پناہ کے نزدیک جا بیٹھے مگر سعید ایک گوشہ میں علیحدہ بیٹھ گیا۔ عمر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا ہم سے اس اعراض و کشیدگی کا کیا باعث ہے شاید تیرا گمان یہ ہوگا کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا۔ سو میں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ ہر چند میری دلی آرزو تھی کہ بروز بدر اس پر دسترس پاؤں مگر اسکو دیکھ کر رعب مجھ پر طاری ہوا اور جرأت نہ ہوئی لیکن ابوالحسن نے حملہ کیا اور ہنوز میں اپنے مقام پر نہ پہنچا تھا کہ ان کے ہاتھ سے اسکا قضیہ فیصل ہو چکا تھا۔ امیر المومنین بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے فرمایا۔ یا عمر محا الاسلام ما قبلہ فلماذا تہیج القلوب اے عمر اسلام پہلی باتوں کو محو کر چکا تو کس لیے دلوں کو بھڑکاتا ہے سعید نے کہا قسم بخدا اسکو کفو کریم نے قتل کیا ہے میں دوست نہ رکھتا تھا کہ میرا باپ اولاد عبد مناف کے سوا کسی اور کے ہاتھ سے مارا جاتا **القصہ** شیر بیشۂ ہیجا علی مرتضیٰ اسی طرح جہاد اعدا میں مصروف تھے جو آگے آتا پنجۂ موت اور چنگ اجل سے سلامت نہ جاتا حضرت کو دیکھکر اور مسلمانوں کی رگوں میں بھی خون شجاعت نے سرایت کی اور ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ اس وقت ابلیس لعین سراقہ بن مالک کی صورت میں قریش کے پاس آکر بولا کہ علم لشکر مجھکو دو کہ میں تمہاری طرف سے جنگ کروں گا اور بہت سے شیطانوں کو قبیلہ سراقہ کی صورت میں مشرکوں اور مسلمانوں کو دکھلا دیا اس سے قریش کے حوصلے بڑھ گئے اور آثار بیدلی وہراس مسلمانوں کے چہروں سے ظاہر ہونے لگے حضرت رسول خدا نے یہ دیکھا تو دست دعا بدرگاہ کبریا بلند کئے اور عرض کی اللھم انجز ما وعدتنی پروردگارا اپنے وعدے کو جو فتح و نصرت کا تو نے میرے ساتھ کیا ہے وفا کر پھر کہا ان تھلک ھذہ العصابۃ من الاسلام لا تعبد فی الارض ابدا یعنی خداوندا اگر یہ لوگ کہ تیرے دین کی نصرت کرتے ہیں آج مارے گئے تو پھر روئے زمین پر کبھی کوئی تیری پرستش نہ کرے گا یہ کہتے اور الحاح وزاری جناب باری میں کرتے تھے کہ ناگاہ غشی کہ علامت نزول وحی ہے آپ پر طاری ہوئی ایک لمحہ کے بعد وحی منجلی ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے دعا اپنے پیغمبرؐ کی اجابت کی یہ جبرئیل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مسلمانوں کی امداد کو آئے ہیں اس وقت ایک کالی گھٹا جس میں بہت سے بجلیاں چمکتی تھیں مسلمانوں کے سر پر دکھائی دی اور ہتھیاروں کی آوازیں سنیں خلاصہ یہ کہ شیطان نے جبرئیل کو دیکھا تو علم ہاتھ سے پھینک کر بھاگا منبہ بن حجاج نے اسکا گریبان پکڑا کہ اے سراقہ کہاں جاتا ہے چاہتا ہے کہ ہمارا کام درہم برہم ہو جائے ابلیس نے ایک ہاتھ اس کے سینہ پر مارا کہ دور ہو میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جو تو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ کہکر

نزول ملائکہ بامداد رسول در بدر

فرار ہو گیا تھا تمہ جنگ کے بعد قریش نے مکہ میں شکایت کی کہ ہمکو سراقہ نے شکست ولائی سراقہ یہ سنکران کے پاس آیا اور بحلف کہا کہ مجھکو تمہاری لڑائی کی خبر بھی نہیں نہ میں تمہارے ساتھ گیا تھا میں تمکو کس طرح شکست دلواسکتا ہوں حیران تھے کہ یہ کیا کہتا ہے یہی تو اول بھاگا تھا جب مسلمان ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا سراقہ کی صورت میں۔ **الحاصل** امیرالمومنینؑ ویسے ہی دلیری ولاوری کے ساتھ میدان میں لڑ رہے تھے بڑے بڑے نامی گرامی کفار آپ کے آگے آتے اور آپ شمشیر کے گھاٹ سیدھے دوزخ کو چلے جاتے فرماتے ہیں کہ مجھکو قریش کی جرأت وجہالت پر حیرت ہے کہ باوجود یکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ ولید جیسا جوان مرد میرے ہاتھ سے بیجان ہوا حنظلہ کے سر میں چوٹ لگی تو دونوں آنکھیں اس کی نکل پڑیں پھر بھی اپنی حماقت سے وہ باز نہیں آتے اور میرے سامنے آتے ہیں۔ **قتل ابوجہل** اسی گیرودار میں ابوجہل بن ہشام کہ خمیرمایۂ فساد و سرگروہ اہل عناد تھا۔ بعض انصار کے ہاتھ سے خاک ہلاک پر گرا اور قول مخبرصادق کہ حق تعالیٰ اس کو میرے ضعیف ترین اصحاب کے ہاتھ سے قتل کرے گا۔ راست نکلا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں ابوجہل کے سر پر پہنچا تو ہنوز اس کے بدن میں جان تھی۔ مجھکو مکہ میں اس کے ہاتھ سے بہت ایذائیں پہنچی تھیں۔ جاتے ہی اس کے چھاتی پر سوار ہو گیا اور گردن پر پاؤں رکھکر اس کی ٹھوڑی کے بال نوچنے لگا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھکو ذلیل وخوار کیا ابوجہل نے کہا اے گڈریے بھیڑوں کے چرانیوالے تو مقام عالی پر سوار ہوا۔ مگر یہ تو بتلا کہ فتح کسکی ہے عبداللہ نے کہا اے دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے وہ ڈوبتے وقت تو ایمان لے آیا تھا تو مرتے وقت بھی اپنے کفر سے باز نہیں آتا آگاہ رہ کہ فتح خدا ورسول کے لئے ہے اب میں تجھکو تیری بدکرداری کی سزا دیتا ہوں اور تیرے سر کو بدن سے جدا کرتا ہوں ابوجہل نے کہا لست باول عبد قتل مولاہ معنی یہ کہ آگے بھی بہت سے غلاموں نے اپنے آقاؤں کے سر قلم کیے ہیں تو مجھکو قتل کریگا تو کوئی انوکھی بات نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرا سر کاٹے تو شانوں سے ملا ہوا کاٹنا کہ اور سروں میں بلند دکھائی دے عبداللہ نے کہا میں زنخ سے ملا کر کاٹوں گا کہ نظروں میں پست وخوار معلوم ہو **القصہ** ابن مسعودؓ نے سر بے مغز ابوجہل کا جدا کیا۔ اور حضرت رسول خدا کی خدمت میں لاکر قدموں پر ڈالدیا آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا کہ فرعون اُمّت مارا گیا **ایک** شیاطین قریش سے نوفل بن خویلد زبیر بن عوام کا چچا تھا کہ حضرت رسالت پناہ کے ساتھ کمال درجہ دشمنی وعداوت رکھتا تھا کہتے ہیں کہ ایک بار اس نے طلحہ وزبیر برواتے طلحہ وابوبکر کو مسلمانی کے جرم میں ایک شبانہ روز رسی میں باندہ کر عذاب کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش اس کی بہت تعظیم کرتے اور اپنا پیشوا مانتے تھے۔ حضرت رسولؐ خدا کو اس کا آنا معلوم ہوا تو دعا کی اللھم اکفنی نوفل بن خویلد بارخدایا مجھہ سے نوفل کی شرارت دفع کر۔ امیرالمومنینؑ ایک حملے میں صفوف دشمن کو چیرتے پھاڑتے جارہے تھے کہ ناگاہ نوفل مذکور حضرت کو نظر آیا ایک تلوار اس کے خود پر لگائی کہ دامن تک کاٹتی چلی گئی پھر دوسری ٹانگوں پر ماری جس سے دونوں پیر کٹ کر گر گئے۔ پس اس کا سر کاٹ کر حضرت رسول خدا کی خدمت میں لے گئے اوسوقت پہنچے جبکہ حضرت کہہ رہے تھے کون ہے جو نوفل کی خبر ہم کو پہنچا دے پس حضرت اس کا مارا جانا معلوم کرکے مسرور ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے

قتل نوفل بن خویلد

کہ اس نے دعا میری قبول کی۔ یہ خوش خبری آپ کو مژدۂ قتل ابوجہل سے پہلے پہنچی تھی **محمد بن یعقوب کلینی** رح نے حضرت جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ قریش اولاد عبدالمطلب کو بجبر واکراہ اپنے ساتھ لائے تھے ہنگام جنگ جبکہ رجز خوانیاں ہونے لگیں تو طالب بن ابی طالب بھی ان کے ساتھ رجز پڑھتے تھے مگر وہ برخلاف سب کے اپنے لشکر کے لئے بد دعا کرتے اور مسلمانوں کے واسطے فتح ونصرت کی دعا مانگتے تھے قریش کو مضمون رجز معلوم ہوا تو کہا یہ ہمکو شکست دلائے گا اور ان کو واپس مکہ بھیجدیا **حضرت** صادق ؑ کہتے ہیں کہ طالب دل میں مسلمان تھے **روایت** ہے کہ عین ہنگامۂ کارزار میں امیرالمومنین ؑ نے ایک مٹھی کنکریوں کی بھر کر حضرت رسول خدا کو دی اور آپ نے باشارۂ جبرئیل کفار کی طرف پھینک کر فرمایا شاھت الوجوہ بگڑ جائیں یہ صورتیں پس جس جس کے وہ سنگریزے لگے سب کے سب قتل ہوئے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ یعنی تم نے ان کو قتل نہیں کیا مگر خدا نے قتل کیا ہے اور تو نے سنگریزے نہیں پھینکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکے پیشتر گزرا کہ اس لڑائی میں فرشتے مسلمانوں کی مدد کو آئے تھے انہوں نے شیاطین ہی کو ہزیمت نہیں کیا بلکہ مشرکوں کے قتل واسیر کرنے میں بھی موقع بموقع مسلمانوں کی مدد کرتے تھے یہ ملائکہ ابلق گھوڑوں پر سوار سرخ زرد عمامے نور کے سر پر باندھے تھے جنکے شملے آگے پیچھے چھوٹے تھے جس کافر کے تلوار لگتی اور خون اس سے رواں نہوتا تو یہ علامت تھی کہ وہ ضرب فرشتے کے ہاتھ کی ہے زوال آفتاب کے بعد کفار میں یارائے قرار نہ رہا پیٹھ دکھا کر بھاگے اور فتح عظیم کہ تمام فتوحات اسلامیہ بمنزلہ اس کے ثمر ونتیجوں کے ہیں مسلمانوں کو حاصل ہوئی بقول صحیح اس لڑائی میں ستر آدمی کفار کے مارے گئے اور اسی قدر اسیر ہوئے مقتولین سے چھتیس نفر بلا شرکت غیرے صرف تیغ ید اللّٰہی سے بیجان ہوئے باقیوں میں تمام مسلمان اور ملائکہ اور نیز حضرت امیرالمومنین علیہ السلام شریک تھے محمد بن اسحاق کہ مورخین اہل سنت سے ہے صاف کہتا ہے کہ جو لوگ کہ شمشیر علی بن ابی طالب سے قتل ہوئے اس سے زیادہ ہیں کہ جو تمام مسلمانوں نے قتل کئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ تفصیل اسمائے کشتگان امیرالمومنین ؑ اس طرح زیب رقم فرماتے ہیں ولید[1] بن عتبہ۔ عاص[2] بن سعید۔ طعیمہ[3] بن عدی بن نوفل۔ نوفل[4] بن خویلد۔ زمعہ[5] بن اسود۔ حارث[6] بن زمعہ۔ نضر[7] بن حارث بن عبدالدار۔ عمیر[8] بن عثمان بن کعب بن تیم چچا طلحہ کا۔ عثمان[9] بن عبیداللہ۔ مالک[10] بن عبیداللہ دو بھائی طلحہ کے۔ عیسیٰ[11] بن عثمان۔ مسعود[12] بن امیہ بن مغیرہ۔ قیس[13] بن فاکہہ بن مغیرہ۔ حذیفہ[14] بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ ابوقیس[15] بن ولید بن مغیرہ۔ حنظلہ[16] بن ابوسفیان۔ عمرو[17] بن مخزوم۔ ابوالمنذر[18] بن ابی رفاعہ۔ منبہ[19] بن حجاج سہمی۔ عاص[20] بن منبہ۔ علقمہ[21] بن کلدہ۔ ابوالعاص[22] بن قیس بن عدی۔ معاویہ[23] بن مغیرہ بن ابی العاص۔ لوذان[24] بن ربیعہ۔ عبداللہ[25] بن منذر بن ابی رفاعہ۔ مسعود[26] بن امیہ بن مغیرہ۔ حاجب[27] بن سائب بن عویمر۔ اوس[28] بن مغیرہ بن لوذان۔ زید[29] بن ملیص۔ عاصم[30] بن ابی عوف۔ سعید[31] بن وہب۔ معاویہ[32] بن ابی عامر بن عبدالقیس۔ عبداللہ[33] بن زہیر بن حارث بن اسد۔ سائب[34] بن مالک۔ ابوالحکم[35] بن اخنس۔ ہشام[36] بن ابی امیہ بن مغیرہ۔ مروی ہے کہ ایک روز قبل از جنگ بدر حضرت خضر ؑ امیرالمومنین ؑ کو خواب میں نظر آئے اور کلمہ یَاھُوَ یَامَنْ لَاھُوَ

الا ھُو کہ درحقیقت ایک اسم اعظم ہے آپ کو تلقین کیا۔ امیر المومنینؑ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ طیبہ لڑائی میں میری ورد زبان تھا۔ اسی کی برکت سے حق تعالیٰ مجھکو دشمنوں پر مظفر و منصور کرتا تھا۔ منقول ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہدیا تھا کہ عباس و عقیل و حارث بن عبدالمطلب اپنی خوشی سے لڑائی میں نہیں آئے مشرکین ان کو بجبر و اکراہ لائے ہیں جنکو وہ ملیں قتل نہ کرے بعد اختتام جنگ ابوبشیر یا ابوبصیر انصاری عباس و عقیل کو گرفتار کرکے حضرتؐ کے پاس لایا آپ نے پوچھا تو نے ان دونوں کو اسیر کیا عرض کی ایک مرد سفید لباس نے جسکو میں پہچانتا نہیں میری مدد کی فرمایا وہ فرشتہ تھا۔ بروایتے خود عباسؓ نے کہا مجھکو ابوبصیر نے نہیں پکڑا بلکہ میرے برادرزادے (علیؑ) نے پکڑا ہے حضرت نے فرمایا درست ہے وہ ایک فرشتہ تھا بصورت علیؑ کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو میری مدد کیلئے علیؑ کی صورت میں بھیجا تاکہ رعب ان کا دشمنوں کے دل میں بیٹھ جائے **انجام کار ابو لہب بن عبدالمطلب** ابو رافع مولائے رسول اللہ کہ ابتدا میں غلام عباس بن عبدالمطلب تھا کہتا ہے کہ اسلام ہمارے (یعنی عباسؓ کے) گھر میں داخل ہوگیا تھا ام الفضل زوجۂ عباس اور میں صریح مسلمان تھے لیکن عباس کا چونکہ بہت سا مال قریش کے پاس پھنسا ہوا تھا اس لئے اظہار اسلام نہ کرسکتے تھے دشمن خدا ابو لہب بیماری کے سبب خود جنگ بدر میں نہ گیا اپنی طرف سے عاص بن ہشام کو بھیجکر فتح کا انتظار کر رہا تھا کہ قریش کی ہزیمت کی خبر مکہ میں پہنچی بہت نادم و خجل ہوا لیکن ہم لوگوں میں نئے سرے سے توانائی آگئی۔ میں ایک روز حجرۂ زمزم میں بیٹھا تیر بنا رہا تھا ام الفضل میرے پاس بیٹھی تھیں کہ ابو لہب پائے کشاں وہاں آیا اور میری طرف سے پیٹھ موڑ کر بیٹھ گیا اتنے میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی آنکلا ابو لہب نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور بہت التفات سے پوچھنے لگا کہ برادرزادے تو ٹھیک ٹھیک حال اس لڑائی کا مجھسے بیان کر ابوسفیان نے کہا عمو کیا بیان کروں ہم وہاں پہنچے دشمن سے مُٹھ بھیڑ ہوئی ہم نے شکست کھائی بھاگے انہوں نے تعقب کیا اور قتل و قید جو چاہا سو کیا اگرمیں اپنے لشکر کو ملامت نہیں کرتا کیونکہ میں نے زمین و آسمان کے درمیان کچھ لوگ سفید پوش ابلق گھوڑوں پر ایسے سوار دیکھے کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ ابو رافع کہتا ہے کہ میں نے کہا وہ فرشتے تھے ابو لہب نے ایک الٹا ہاتھ میرے مارا دوسرا مارنا چاہتا تھا کہ ام الفضل ستون خیمہ اٹھا کر اس کی طرف دوڑیں اور اس زور سے اسکے سر پر مارا کہ سر پھٹ گیا اور کہا اس کا آقا یہاں نہیں تو تو اسکو ضعیف و ذلیل جانتا ہوگا۔ ابو لہب اپنا سا مونہہ لئے اٹھکر گھر کو چلا گیا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد مرض عدسہ[۱] میں مبتلا ہوکر مرگیا۔ چونکہ لوگ اس مرض سے بہت نفرت کرتے تھے تین روز تک گھر میں مردا پڑا رہا کوئی اس کے پاس تک نہ جاتا تھا آخر اس کے بیٹوں کو لوگوں نے ملامت کی کہ تمہارا باپ گھر میں سڑ رہا ہے اور تم دفن نہیں کرتے پس انہوں نے اسکی لاش کو کھینچکر بیرون شہر ایک طرف ڈال دیا اور پتھروں میں چھپا دیا راوی کہتا ہے کہ اب وہ مقام عمرہ کے راستے پر واقع ہے جو اس راہ سے گذرتا ہے چند پتھر اس پر پھینک دیتا ہے چنانچہ پتھروں کا انبار بڑھتے بڑھتے بجائے خود ایک پہاڑ بنگیا ہے۔ **بالجملہ** قریش سے جیسا کہ لکھا گیا ستر آدمی قتل اور اسی قدر دستگیر ہوئے اور لشکر منصور سے چودہ[۱۴] گیارہ[۱۱] یا نو اشخاص نے

[۱] عدسہ ایک پھنسی ہے کہ آدمی کے نکلتی ہے اور بیشتر اوقات اسکو مار ڈالتی ہے غالباً یہ وہی مرض ہے جو آجکل ہندوستان خصوصاً نواح بمبئی میں بہت زور شور پر ہے اور بنام طاعون موسوم ہے ۱۲ منہ

باختلاف اقوال شہادت پائی کہ اوّل انسے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب پسر عم پیغمبر تھے قریشی قیدیوں کو دست بستہ حضرت
رسول خدا کے سامنے حاضر کیا تو عقبہ بن ابی معیط و نضر بن الحارث ایک رسی میں بندھے تھے آپ نے بہ نگاہ تند انکی طرف دیکھا نضر چلّایا
یا محمد بحق قرابت کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے میرے ساتھ وہی کروجو اور قریش کے ساتھ کروگے۔ فرمایا اسلام قاطع رحم و قرابت
ہے مسلم و کافر میں کوئی قرابت نہیں رہ سکتی۔ عرض کی آپ نے فرمایا ہے کہ قریش اسیر ہوں توان کو قتل نہ کرو ارشاد ہوا تو قریش سے
نہیں ایک مجوسی آتش پرست ہے اہل صفوریہ کا تیرا باپ جس سے تجھکو نسبت کرتے ہیں عمر میں تجھ سے چھوٹا ہے روایت ہے کہ نضر
مذکور سخت متعصب تھا قریش کو ہزیمت ہوئی تو یہ بھی فراریوں میں شامل تھا بھاگتا تھا اور کہتا تھا خداوندا اگر دین اسلام حق ہے اور
تیری طرف سے ہے تو ہم پر پتھر برسا کہ ہم تاب اس کے دیکھنے کی نہیں لاسکتے پس گرفتار آیا اور اسوقت علی علیہ السلام نے بحکم خیر الانام
اس کو قتل کیا۔ نضر مارا گیا تو عقبہ سامنے آیا یہ عقبہ نہایت بدذات خبیث تھا مکہ میں امیہ بن خلف کے کہنے سے پیغمبر پر تھوکتا تھا حضرت
نے عہد کیا تھا اگر اس پر قابو ہو تو قتل کئے بغیر نچھوڑیں امیرالمومنین سے فرمایا یا علی اسکو قتل کرو اور اپنے پیغمبر کی نذر ادا کرو امیرالمومنینؑ اسے
قتل کرنے لگے تو بولا اے محمدؐ میرے بعد میرے بچوں کا کون کفیل ہوگا حضرت نے فرمایا مسلمان نہ ہوں گے تو آتش جہنم انکی کفالت
کرے گی اسیوجہ سے عقبہ صَبِیَّۃُ النار کے نام مشہور ہوا۔ یہ عقبہ آخری مرد ہے قتلائے بدر سے کہ امیرالمومنین کے ہاتھ سے مارے گئے
ولید بن عقبہ فاسق جس کے بعض حالات آئندہ اس کتاب میں مذکور ہیں اس عقبہ کا بیٹا ہے **القصہ** نضر و عقبہ مارے گئے
تو اصحاب کو اندیشہ ہوا کہ مبادا حضرتؐ تمام اسیروں کے مارنے کا حکم دیں اور فائدہ کہ فدیہ لینے میں ہمکو مدنظر ہے فوت ہوجائے
کہنے لگے یارسول اللہ یہ لوگ آپ کے قوم و قبیلہ سے ہیں ان پر رحم کیجئے اور فدیہ لیکر آزاد فرمائے مگر حضرت خاموش تھے سعد معاذ
نے جانا کہ حضرت اخذ فدیہ سے کراہت رکھتے ہیں عرض کی یہ پہلی لڑائی ہے اگر ہم مشرکین کو قتل کریں تو اس سے بہتر ہوگا کہ فدیہ
لیکر چھوڑ دیں عمر خطاب نے کہا یارسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور وطن سے نکالا ان کا قتل ہی کرنا بہتر ہے علیؑ کو
حکم دیجئے کہ عقیل کو قتل کرے میں فلاں کو قتل کرتا ہوں مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ ثانی کی کوئی غرض اس صلاح سے نہ
تھی بجز اس کے کہ کسی طرح علیؑ کا بھائی مارا جائے ورنہ جبکہ حضرت نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ بنی ہاشم کو قتل نہ کرو کہ وہ اپنی مرضی
سے نہیں آئے تو اب اس کلام کا کون محل تھا۔ اور حیرت ہے کہ یہ شجاعت کہ اسیروں کے قتل میں شیخ صاحب اب ظاہر کرتے تھے
لڑائی کیوقت کہاں گئے تھے کہ ایک کافر بھی آپ کے ہاتھ سے مارا نہ گیا چنانچہ تاریخ فریقین اس کی شاہد ہے۔ **الحاصل** قرار پایا کہ
فی نفر کچھ روپیہ حسب حیثیت لیکر قیدیوں کو رہا کیا جاوے۔ قریش اپنے اپنے واسطہ داروں کے لئے مکّہ سے مال بھیجتے اور ان کو چھڑاتے
تھے ابوالعاص بن ربیع شوہر زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ بھی بندی میں تھا زینب نے اس کے فدیہ میں ایک گردن بند بھیجا کہ خدیجہؓ نے
ان کو دیا تھا حضرت رسول خدا نے وہ گردن بند دیکھا تو دلگیر ہوئے اصحاب نے یہ دیکھکر فدیہ ابوالعاص کا معاف کر دیا اور وہ گردن بند
زینب کے پاس واپس بھیجدیا گیا ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس مقام پر ایک کلام اپنے استاد نقیب ابوجعفر سے

قتل عقبہ بن ابی معیط

نقل کیا ہے کہ قضیہ فدک میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کیا جائیگا۔ **غزوۂ اُحد** ہجرت سے تیسرے سال ماہ شوال میں جنگ اُحد واقع ہوئی یہ معرکہ تمام وکمال حضرت شیر ذوالجلال کی سعی بازو سے سرہوا۔ کیونکہ تمام اصحاب حضرت رسالتمآب کو نزعۂ اعدا میں تن تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس نازک وقت میں جو حیرت بخش کام حیدری جرأت وجان بازی سے نکلا۔ اس کی نظیر صفحۂ تاریخ پر نہیں ملتی۔ آپ نے بزورِ شمشیر ایک بار نہیں بارہا کفار اشرار کے ہجوم کو پراگندہ کیا۔ اور ہزاروں تلواروں کے نیچے اس ذات مقدس کی نگاہبانی فرمائی۔ اس ہمت وجوانمردی کی ملاءاعلیٰ میں دھوم مچ گئی فرشتوں نے مابین زمین وآسمان لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالفِقَار کی منادی کی جبرئیل نے اس جانفشانی کی رسول اللہ کے سامنے داد دی اور اس پر مبارک باد کہی۔ لکھا ہے کہ شکست بدر سے آسائش وآرام قریش پر حرام ہو گیا اور جہان ان کی نظر میں تیرہ وتاریک دکھائی دیتا تھا انہوں نے اپنی عورتوں کو رونے اور نوحہ کرنے سے روک دیا تھا کہ مبادا جوش غضب شدت گریہ سے مدہم پڑ جائے اور آنسوؤں کا پانی آتش غیظ کو بجھا دے اگلے سال بنی کنانہ وغیرہ اپنے ہم سوگند قبیلوں کو مدد کے لئے بلایا اور بہت سے۔ سلاح وسامان کے ساتھ تین ہزار سوار دو ہزار پیادے مردان کارلیکر کشتگان بدر کے بدلہ لینے کی نیت سے مدینہ پر چڑھ آئے اور اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لیتے آئے تاکہ دردناک الحان میں شکست بدر کا حال سناتی اور ان کے غصہ کی آگ کو بھڑکاتی رہیں چنانچہ ہند بنت عتبہ زوجۂ ابوسفیان وعمرہ دختر علقمہ حارثی بھی لشکر میں شامل تھیں۔ اُدھر سے حضرت رسولِ خدا بھی سات سو مرد جنگی کے ساتھ مخالفوں کے دفعیہ کے ارادہ سے مدینہ سے نکلے۔ بیرون شہر کوہ اُحد کے متصل دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا حضرت نے دامن کوہ میں پہاڑ کی طرف پیٹھ کرکے اس طرح پر کہ کوہ عینین بائیں ہاتھ پر اور مدینہ پیش رُو رہے صفیں راست کیں اس کوہ عینین میں ایک شعب (گھاٹی) تھی جہاں سے دشمن کے گھات لگانے اور اندر گھس آنے کا اندیشہ تھا اس لئے آپ نے عبداللہ بن جبیر کو مع پچاس کمانداروں کے سرِ شعب پر کھڑا کیا کہ کسی کو اس طرف سے نہ آنے دے اور تاکید کی کہ لشکر اسلام کی فتح ہو یا شکست وہاں سے جنبش نہ کرے۔ **علم کبیر** خاصہ رسولِ خدا اس روز بھی مانند جنگ بدر کے شیر خدا علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں تھا لیکن علم صغیر کہ اصطلاح اہل جنگ میں لوا کے نام سے موسوم ہے۔ مصعب بن عمیر کو عنایت ہوا۔ **شیخ** مفید علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ علمداریٔ قریش زمانۂ قدیم سے قصی بن کلاب کے نام تھی وہ ہر جنگ میں رایت ولوا دونوں کے حامل ہوتے تھے بعد از اں حمل رایت اولاد عبدالمطلب میں اور لوا بنی عبدالدار میں قرار پایا حضرت رسول خدا مبعوث بہ نبوت وماموربجہاد ہوئے تو حملہ تروخشک آپ کے اختیار میں آیا آپ نے منصب رایت بنی ہاشم پر برقرار رکھا اور امیرالمومنینؑ کو علمدار مہاجرین بنایا چنانچہ غزوۂ وداں سے کہ پہلا غزوہ ہے۔ آج تک وہی حضرت علمدار لشکراں رہتے تھے لیکن لوا ابتدائے جنگ میں مصعب بن عمیر کو عنایت کیا تھا۔ مصعب نے شہادت پائی۔ اور لوا اس کے ہاتھ سے گرا تو قبائل قریش بہت شوق سے اس کے آرزومند تھے۔ مگر حضرت رسول خدا نے امیرالمومنینؑ کو سب پر ترجیح دی۔ اس روز سے امیرالمومنینؑ حامل رایت وحامل لوا ہر دو ہوئے تب سے یہ منصب جلیل بنی ہاشم میں چلا آتا ہے۔ لیکن

قتل طلحہ ابن ابی طلحہ

مشرکوں کی علمداری بدستور بنی عبدالدار ہیں تھی۔ اس لڑائی میں بھی طلحہ بن ابی طلحہ عبدری علمدار لشکر تھا۔ دونوں لشکر میدان میں مقابل یکدگر کھڑے ہوئے تو ابوسفیان بن حرب نے طلحہ کے پاس آکر کہا کہ قریش کو جنگ بدر میں علمداروں کی نامردی سے روزبد دیکھنا نصیب ہوا اگر تم لوگ اس منصب کی شرائط پوری نہیں کرسکتے تو علم ہم کو دو طلحہ کو کہ سردار قوم وکبش قریش تھا یہ کلام بہت ناگوار گزرا کہا تو ہمکو یہ کہتا ہے قسم بخدا کہ آج ہم ہیں اور موت یا فتح پائیں گے ورنہ ہلاک ہوجائیں گے۔ پس میدان میں آکر پکارا اے اصحاب محمد تم کہتے ہو کہ ہمارے کشتے دوزخ میں اور تمہارے بہشت میں جاتے ہیں۔ پس جس کو تم سے آرزوئے بہشت ہو میرے سامنے آئے میں اسکو ابھی بہشت میں بھیجتا ہوں چونکہ کسی میں طاقت اس کے مقابلہ کی نہ تھی سب خاموش تھے اسوقت مولائے مومنان مانند شیر غراں پرے سے نکلے اور یہ رجز پڑھا ؎ یَا طَلْحُ اِنْ کُنْتُمْ کَمَا تَقُوْلُ ؛ لَکُمْ خُیُوْلٌ وَلَنَا فُصُوْلُ ؛ فاثبت للنظر این المقتول ؛ واینا اولی بما تقول ؛ فقد اتاک الاسد الصَّؤُوْلُ ؛ لصارم لیس بہ فلول ؛ یَنْصُرُہُ النَّاصِرُ وَالرَّسُوْلُ یعنی اے طلحہ اگر تم ایسے ہو جیسا کہ تو کہتا ہے۔ تو تمہارے پاس گھوڑے ہیں اور ہمارے پاس تلواریں پس ٹھیر دیکھیں کہ کون ہم سے قتل ہوتا ہے اور کون زیادہ سزاوار ہے اس گفتگو کا جو تو کہتا ہے۔ پس شیر حملہ آور تجھ پر آپہنچا اس کے پاس تلوار ہے جو کبھی کند نہیں ہوتی اور خدا اور رسولؐ اس کے مددگار ہیں۔ طلحہ نے پوچھا تو کون ہے کہا علی ابن ابی طالب طلحہ نے کہا اے قضم میں جانتا تھا کہ بجز تیرے کوئی میرا مقابل نہوگا۔ روایت ہے کہ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ امیرالمومنین نے طلحہ کے ساتھ جنگ کی تو اس نے یہ لفظ قضم کس لئے آنحضرت کو خطاب کیا۔ حضرت نے فرمایا جس زمانے میں حضرت رسول خدا مکہ میں تھے۔ کفار مکہ ابوطالب کے خوف سے خود آنحضرتؐ سے معترض نہ ہوسکتے تھے۔ الّا اپنے لڑکوں کو سکھلا دیتے تھے کہ راہ میں چلتے پھرتے آپ کو ایذا پہنچائیں۔ پس حضرت گھر سے باہر جاتے تو لڑکے پتھر ڈھیلے آنحضرت پر پھینکتے کوڑا کرکٹ ڈالتے۔ امیرالمومنین کو یہ حال معلوم ہوا تو عرض کی یا رسول اللہ جسوقت آپ باہر تشریف لیجائیں تو مجھکو ہمراہ لے چلیں اس کے بعد حضرت ملازمت اشرف میں ہوتے اور اطفال ان کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت ان کو پکڑتے اور ان کی رو و بینی کو زخمی کرتے پس لڑکے اپنے گھروں کو جاتے اور کہتے قضمنا علیؑ کہ ہمکو علی نے مجروح کیا اسوقت سے آپ کو قضیم کہنے لگے تھے۔ الغرض طلحہ نے ایک وار آنحضرتؐ پر کیا آپ نے سپر پر روکا اور ایک تلوار اس نابکار کے سر پر لگائی کہ سر کا بھیجا نکل پڑا پھر دوسری چوٹ کی دونوں ٹانگیں کٹ کر زمین پر آرہیں اور طلحہ مع نشان کفر زمین پر گرا۔ امیرالمومنین نے چاہا کہ اس کا سر قلم کریں اس نے رحم و قرابت کا واسطہ دیا نیز اس کا ستر کھل گیا تھا۔ آپ لوٹ گئے مسلمانوں نے کہا یا علی کس لئے اس کا کام تمام نہیں کرتے۔ فرمایا اس ضربت سے جان بر نہوگا۔ **الحاصل** طلحہ کبش قریش تھا جو حضرت رسول خدا نے قبل از جنگ خواب میں دیکھا تھا اس کے قتل ہونے پر آپ نے بآواز بلند تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اس وقت فوجوں نے دریا کی موجوں کی طرح اپنی جگہ سے حرکت کی اور صفیں ٹوٹ پھوٹ کر مسلمین و مشرکین باہم دست و گریباں ہوگئے۔ کتب تاریخ

میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے ایک تلوار ابودجانہ انصاری کو دی جس کی ایک سمت یہ شعر تحریر تھا ؎ فی الجُبُن
عار و فی الاقبال مکرمۃٌ ؛ والمرءُ بالجُبنُ لاینجو منَ القدَر ؛ ترجمہ نامردی سے پشت کرنے میں عیب و عار ہے۔ اور
مردانگی سے حملہ آوری میں قدر و عزت ؛ حالانکہ آدمی نامردی سے موت کے ہاتھ سے نجات نہیں پا سکتا ؛ ابودجانہ اس تلوار
کو لیکر مردانہ فوج اعدا میں گھس گئے جس گروہ پر جاتے اس کو پسپا و پامال کرتے تھے تا اینکہ منتہائے لشکر پر جہاں عورتیں کھڑی
دف بجاتی اور رجز کے راگ گاتی تھیں جا پہنچے ہند بنت عتبہ سامنے تھی چاہا کہ ایک وار میں جہان کو اس کے لوث وجود سے پاک
کریں مگر بدیں خیال کہ شمشیر رسول خدا کو ایک بدکار عورت کے خون میں آلودہ کرنا زیبا نہیں اس ارادہ سے باز رہے۔ القصہ طلحہ قتل
ہوا تو علم قریش اس کے بھائی ابوسعید بن ابی طلحہ نے لیا وہ بھی ہاتھ سے حیدر کرار کے فی النار ہوا پھر عثمان بن ابی طلحہ نے اسکو
سنبھالا وہ بھی مارا گیا۔ پھر منافع بن ابی طلحہ پھر حارث بن ابی طلحہ نے باری باری نشان کفر برپا کیا مگر امیرالمومنینؑ کی تلوار سے نہ وہ
قائم رہ سکے نہ ان کا نشان۔ علیٰ ہذا جو علم لیتا مارا جاتا تا اینکہ بروایت صحیح نو سردار علمدار قبیلہ عبدالدار کے شیر خدا کے ہاتھ سے دارالبوا
کو پہنچے جب کوئی شخص اس قبیلہ میں علم برداری کے قابل نہ رہا تو ایک غلام سیاہ فام پرے سے نکلا اس خطاکردار کا نام بمفاد برعکس
نہند نام زنگی کافور صواب تھا۔ غیظ و غضب سے آنکھیں لال کئے کف مونہہ سے جاری علم کو زمین سے اٹھا کر چلایا میں اپنے آقاؤں
کے بدلے محمدؐ کے سوا کسی کو نہ ماروں گا جسم پلید اس کا بزرگی میں ایک گنبد خورد کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ اسکی لاف و گزاف سنکر سب
ڈر گئے الا امیرالمومنین کہ خوف و ہراس آپ کے واسطے خلق ہی نہ ہوا تھا آگے بڑھے اور بیکضرب شمشیر اس کا بدن بیچ سے اسطرح پر
کاٹ ڈالا کہ دو ٹوٹا نگیں زمین پر گر کر کھڑی رہ گئیں۔ مشرکین و مسلمین آپ کے ہاتھ کی صفائی پر حیران و انگشت بدنداں تھے۔ بروایتے
ایک تلوار لگائی کہ دست راست اسکا قطع ہو گیا غلام نے بائیں ہاتھ سے علم تھانبا دوسری ضرب میں وہ بھی نذار دتھا۔ تب تو
اسنے علم کو سینے سے لگا کر دونوں بازوؤں سے دبایا اور کہا اے بنی عبدالدار میں تمہاری یاری و مددگاری کی سنت بجا لایا
امیرالمومنینؑ نے ایک ضربت اس کے سر پر لگائی اور قضیہ پاک کیا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صورتیں اس کے قتل کی عمل میں آئی تھیں
پس کفار ہزیمت پا کر بھاگے اور فتح مند لشکر مال و اسباب انکا تاراج کرنے لگا اسوقت ایک چشم زخم مسلمانوں کو ایسی پہنچی جس سے
سارا بنا بنایا کام مٹی ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کوہ عینین میں جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ایک گھاٹی تھی۔ جہاں سے غنیم کے پشت
سے حملہ آور ہونیکا کھٹکا تھا۔ حضرت رسالت پناہ نے عبداللہ ابن جبیر کو اس پر مقرر کیا اور یہانتک کہدیا تھا کہ ہم قریش کو مارتے
مارتے مکہ تک پہنچا دیں یا وہ ہمکو ہزیمت کرکے مدینہ میں داخل کریں مگر تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا قریش بھی اس کارآمد موقع سے
ناواقف نہ تھے خالد بن ولید ابوسفیان کے کہنے سے چندبار اثنار جنگ میں اس طرف آیا۔ مگر ابن جبیر کے اصحاب نے مارے تیروں کے
اسکا مونہہ پھیر پھیر دیا اسوقت جو قریش منہزم اور مسلمان لوٹ میں مصروف ہوئے تو درے والوں کے مونہہ میں پانی بھر آیا۔
ابن جبیر نے ہرچند نصیحت کی سمجھایا کہ خدا سے ڈرو رسول اللہ نے ہمکو کیا تاکید کی ہے۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنا اور وہاں سے

کھسک گئے۔ خالد فوج لیے گھات میں کھڑا ہی تھا فوراً اندر آ دھمکا۔ عبداللہ چند آدمیوں سے جو اس کے ساتھ رہ گئے تھے۔ مزاحم ہوا
مگر کیا پیش جا سکتے تھے سب کے سب وہیں کھیت رہے۔ ادھر عمرہ بنت حارث نے علم لشکر کہ سرنگوں پڑا تھا اٹھا کر سیدھا کھڑا
کر دیا۔ قریش نے بھاگتے میں مڑ کر نشان لشکر کو کھڑا دیکھا تو واپس آئے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ پس جو حالت
کہ ایک لمحہ پہلے قریش کی تھی وہی اسوقت مسلمانوں کی ہو گئی کھل بلی پڑ گئی اور جسکو جدھر راستہ ملا بھاگ نکلا۔ حضرت رسولؐ خدا
نے خود سر مبارک سے اٹھا کر با آواز بلند فرمایا لوگو ادھر آؤ میں رسولؐ خدا ہوں خدا اور رسول سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے مگر کچھ اثر نہ تھا
میاں عمر خطاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے بروز بدر صبر و ثابت قدمی پر ہم سے بیعت لی تھی اور کہدیا تھا معرکہ سے بھاگنا ضلالت
و گمراہی ہے اور جہاد میں مارا جانا شہادت پانا اور شہیدوں کے لیے جنت خلد کے ضامن ہوئے تھے ہم میدان میں کھڑے تھے
کہ ناگاہ سو مرد بزرگان وصنادید قریش سے بہت سی سپاہ کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے ہم سے صبر نہ ہو سکا بھاگے اسوقت
علیؑ مثل شیر نر کے کہ گورخر پر جاوے بے دھڑک مشرکین میں گھس گئے مگر جب ہم کو دیکھا کہ بھاگے جا رہے ہیں۔ پکارے زشت
ہوں اور بگڑ جائیں یہ صورتیں کہاں جاتے ہو کیا جہنم ہی کا ارادہ کر لیا ہے جب دیکھا کہ نہیں لوٹتے تو ہم پر حملہ کیا ایک عریض
تلوار اسوقت ان کے ہاتھ میں تھی کہ موت اس سے ٹپکتی تھی کہا تم نے عہد کیا اور اسکو توڑ ڈالا تم ان لوگوں سے زیادہ قتل کے
لائق ہو۔ اسوقت دیکھا میں نے کہ وہ آنکھیں ان کی مانند دو کاسہ روغن زیت کے کہ آگ ان میں روشن ہو یا دو پیالہ پر از خون
کی طرح لال تھیں خوف ہوا کہ کہیں ایک حملے میں ہم سب کو نیست و نابود نہ کر ڈالیں میں نے آگے بڑھکر کہا اے ابوالحسن تم کو
خدا کی قسم ہے کہ ہم سے ہاتھ اٹھاؤ عرب کا دستور ہے کبھی بھاگتے کبھی حملہ کرتے ہیں جب حملہ کرتے ہیں تو بھاگنے کی کسر نکال
دیتے ہیں۔ گویا میرا لحاظ کیا اور مونہہ پھیر کر کافروں کی طرف پلٹ گئے۔ عمر کہتے ہیں اب بھی جب مجھکو انکی مہیب شکل یاد آجاتی
ہے تو بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں **القصہ** خالد نے حضرت رسول خدا کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ دیکھا تو اپنے
اصحاب پر چلایا کہ یہ ہے جسکو تم طلب کرتے تھے اب اسے جیتا نہ چھوڑو ان بے حیاؤں نے تیر تلوار برچھوں اور پتھروں کا مینہہ
برسا دیا۔ اصحاب کہ رکاب سعادت میں تھے خوب جی کھول کر لڑے۔ بہتوں نے گلگونہ شہادت سے سرخروئی جاوید حاصل کی۔
مابقی بھاگ گئے لیکن کفار برابر اُمڈے چلے آ رہے تھے پس حضرت پر حالت غشی طاری ہوئی شیطان نے آپکے قتل کی خبر
اُحد و مدینہ میں اڑا دی اس سے رہے سہے ہوش بھی مسلمانوں کے اڑ گئے۔ **یاد رہے** کہ یہ وہی خالد ولید ہے جو ثانی الحال
مسلمان ہو کر خلیفہ اوّل کے زمانہ میں ان کے پیشگاہ سے بلقب سیف اللہ ممتاز ہوا۔ یہ اس کے کفر کے دنوں کے کارنامے
ہیں آئندہ عہد مسلمانی کے کرتوت بھی کسی قدر اس کتاب میں ہم بیان کریں گے۔ شیخ عبدالحق دہلوی کہ اپنے عقیدے
کے موافق خالد خام کار کو پکا مسلمان سمجھے ہوئے ہیں۔ اسکے حال کے تشدد و تصلب پر بہت تعجب کرتے ہیں کہ باوجود
سطوع انوار و بروز اسرار اس کی آنکھوں پر کیسا پردہ پڑا ہوا تھا۔ مگر ہمارے نزدیک اس کے مسلمانی کے حالات کفر کی حالت

سے کچھ بہت مختلف نہیں تھے بلکہ زیادہ تر ان کے ساتھ ملتے جلتے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب خود کہتے ہیں کہ اسکا باپ ولید بن مغیرہ
اشد کفار و الدّ الخصام تھا۔ پس بیٹے کے بھی ساتھ کفر باقی رہے تو تعجب نہیں۔ الغرض حضرت نے غش سے آنکھیں کھولیں تو امیرالمومنینؑ
کے سوا مسلمانوں سے کسی کو اپنے پاس نہ پایا پوچھا یا علی یہ لوگ کہاں گئے عرض کی عہد کو توڑ کر بھاگ گئے فرمایا تو کفار کو
مجھ سے دفع کر۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آٹھ شخصوں نے باہم عہد کیا تھا کہ مر جائیں گے مگر خدمت بابرکت سے جدا نہ ہوں گے
نام نامی ان کے یہ ہیں۔ امیرالمومنینؑ۔ طلحہ۔ زبیر۔ ابو دجانہ انصاری کہ نام ان کا سماک بن خرشہ تھا۔ حارث بن صمۃ۔ حباب بن
المنذر۔ عاصم بن ثابت۔ سہل بن حنیف۔ سب نے حضرت کے سامنے جہاد کرکے داد مردمی و شجاعت دی مگر آخر کار کثرت
کفار سے فرار کیا الا علی بن ابی طالب کہ بدستور اسی جگہ پر قائم تھے۔ حضرت نے فرمایا تو کس لئے اوروں کے ساتھ نہ بھاگا
آپ نے عرض کی یا رسول اللہ أَكُفْرٌ بَعْدَ الْإِيمَانِ إِنَّ لِي بِكَ أُسْوَةً اے رسول خدا آیا میں ایمان کے بعد کفر اختیار
کرتا یہ تحقیق کہ مجھکو آپ سے اقتدا و پیروی ہے بقول صاحب مدارج یعنی مجھکو صرف آپ سے کام ہے ان یار دوستوں سے جو ان
کے پیچھے بھاگ گئے کچھ غرض نہیں رکھتا۔ یہ بنا بر مشہور ہے۔ لیکن بعض روایات امامیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا کلام
آنحضرت نے ابو دجانہ سے فرمایا تھا نہ امیرالمومنینؑ سے اور یہ اقرب بصواب ہے **روضۃ الاحباب** وغیرہ میں ہے کہ امیرالمومنینؑ
نے فرمایا کہ جب کافر مسلمانوں پر غالب آئے تو ایک بار پیغمبر خدا میری نظر سے غائب ہو گئے میں نے ادہر ادہر حضرت کو ڈہونڈا،
لاشہائے مقتولین کے درمیان تلاش کیا کہیں نہ پایا تو دل میں کہنے لگا کہ پیغمبر ایسے نہیں کہ معرکہ جنگ سے گریزاں ہوں اور قتل
بھی نہیں ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید حق تعالیٰ نے ہماری حرکت سے غضبناک ہو کر اپنے پیغمبر کو آسمان پر اپنے پاس
بلا لیا ہے۔ پس اس سے بہتر کچھ نہیں کہ ان ملاعین کے مقابلہ میں داد جہاد دوں تا اینکہ مارا جاؤں پس نیام تلوار کا توڑ کر پھینکدیا
اور با تیغ برہنہ اس انبوہ میں گھس گیا یہانتک کہ ان کو متفرق و پراگندہ کر ڈالا اس وقت دیکھا میں نے کہ حضرتؐ ان کے
درمیان صحیح و سالم موجود ہیں جانا کہ حق تعالیٰ نے ملائکہ کرام سے ان کی نگہبانی کرائی ہے۔ القصہ حضرت امیرؑ کمر جانفشانی کو
کسے ہوئے قلع و قمع اعدا میں مصروف تھے غنیم بار بار حضرت رسالت پر چڑھ کر آتے تھے شیر خدا یکہ و تنہا ان کا مقابلہ کرکے
مونہہ پھیر دیتے تھے حتےٰ کہ لڑتے لڑتے تلوار آنحضرت کی پارہ پارہ ہو گئی وہ تیغ شکستہ حضرت رسولؐ خدا کے پاس لائے اور
ثابت تلوار کی درخواست کی حضرتؐ نے ذوالفقار مرحمت کی۔ امام رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ذوالفقار جبرئیلؑ آسمان
سے حضرت کیلئے لائے تھے اس کا قبضہ چاندی کا تھا۔ اور وہ ہنوز ہمارے پاس موجود ہے۔ ابن ابی الحدید اپنے قصیدہ
رائیہ میں اس کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے ؎ وَحَيْثُ الرَّمِيضُ الشَّعشعانی فائض ۔ مِنَ المصدر الأعلى تبارك مصدرا
فليس سواع بعد ذا بمُعَظَّم ۔ ولا اللات مَسْجُودٌ لها ومُعَفَّرا ۔ یعنی جب سے برق درخشندہ (ذوالفقار) مبارک اعلیٰ
جائے صدور (آسمان) سے نازل ہوئی ہے۔ سواع و لات (نام دو بتوں کا) کی اس وقت سے کچھ عزت نہیں رہی

ذوالفقار

کوئی ان کو سجدہ نہیں کرتا اور جبین کو انکے آگے خاک پر نہیں رگڑتا ۔ حکیم ثنائی حدیقہ میں کہتے ہیں ؎ ذوالفقارے کہ از بہشت خدائی ٭ بفرستادہ بود شرک زدائی ٭ علی ہذا مولوی معنوی ایک غزل میں فرماتے ہیں ؎ حضرت شاہے کہ بہ یک ذوالفقار ۔ ران گران از تن عنتر گرفت ٭ تیغ علی کورہ وسنداں ندید ٭ نے علی از دست آہنگر گرفت ٭ بقولے یہ تلوار منبہ بن حجاج کی تھی حضرت امیرؑ نے بروز بدر اسکو قتل کرکے رسول خدا کی خدمت میں پیش گزرانی ۔ اسوقت آنحضرت نے آپ کو عنایت کی ۔ **بہرکیف** حضرت امیرالمومنین ذوالفقار لیکر پھر مصروف جہاد ہوئے ۔ رسول خدا ذرا پیچھے سرک کر پہاڑ سے مل گئے تھے تاکہ لڑائی ایک سمت سے واقع ہو ۔ کفار نابکار بار بار آپ پر حملے کرتے امیرالمومنین تن تنہا ان کو پریشان کرتے ایک مرتبہ ایک گروہ آیا آپ نے ہشام بن امیہ مخزومی کو ان کے درمیان سے ہلاک کیا ۔ باقی فرار ہوئے ۔ دوسرا دستہ متوجہ ہوا عمر بن عبداللہ جمحی انکی بدست حیدر کرار فی النار ہوا باقیوں نے ہزیمت کھائی ۔ اور گروہ آیا بشر بن مالک عامری آپ کے ہاتھ سے قتل ہوا ۔ پس مسلمان کچھ کچھ واپس آنے لگے ۔ سب سے پہلے ابو دجانہ و سہل بن حنیف انصاری نے مراجعت کی وہ حضرت کے پاس کھڑے ہوئے آپ کی نگاہبانی کرتے تھے اور امیرالمومنینؑ بزور شمشیر دہنے بائیں سے دشمنوں کو ہٹاتے اور دور کرتے تھے ۔ حتے کہ بقول صاحب کشف الغمہ دس مرتبہ دس گروہ نے آنحضرت پر حملہ کیا اور دسوں دفعہ آپ نے ان کا وار رد فرمایا مثل شیر غضبناک جہاد اعدا میں مصروف تھے تا اینکہ نوے زخم سر و سینہ و شکم و دست و پا میں لگے ۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ سولہ ضربت حضرت کے لگے ہر ضربت میں زمین پر گرے اور ہر مرتبہ ایک مرد خوش رو خوشبو آتا اور بازو پکڑ کر آپ کو اٹھاتا اور کہتا حملہ کر ان اشرار پر بہ تحقیق کہ تو طاعت خدا و رسول میں ہے اور دونوں تجھ سے راضی و خوش ہیں بعد ختم جنگ یہ ماجرا رسول خدا سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا یا علی اس مرد کو پہچانتا ہے ۔ عرض کی نہیں الا دحیہ کلبی سے مشابہ تھا فرمایا تیری آنکھیں روشن ہوں کہ وہ جبرئیل تھا ۔ الغرض امیرالمومنینؑ سید المجاہدین نے اسقدر جنگ وجہاد کیا کہ کفار باوجود کثرت و شوکت کے آخر کار منہزم ہوئے اسوقت مابین زمین و آسمان ایک آواز سنائی دی کہ کوئی کہتا ہے ؎ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار ٭ کہ کوئی مرد نہیں بجز علیؑ کے اور کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے حضرت رسول خدا نے فرمایا یا علیؑ تو اپنی مدح سنتا ہے کہ رضوان فرشتہ تیرے اور تیری تلوار کے حق میں کیا کہ رہا ہے حضرت امیرالمومنینؑ فرط نشاط سے رونے لگے اور شکر حق تعالیٰ بجا لائے ۔ بعض روایات میں ہے کہ جبرئیلؑ امین کرسی زریں پر درمیان آسمان و زمین لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کہتے ہوئے دکھائی دیئے ممکن ہے کہ رضوان و جبرئیلؑ دونوں نے یہ منادی کی پس جبرئیل رسول خدا پر نازل ہوئے اور کہا علیؑ نے آج حق وفاداری و جاں نثاری ادا کیا حضرت نے فرمایا کیوں نہ کرتا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ بے شبہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے جبرئیلؑ نے کہا انا منکما یعنی میں تم دونوں سے ہوں **صاحب** روضۃ الاحباب نقل کے بعد کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بڑے بڑے محدثوں اور مورخوں نے اس طریق سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے

ہیں کہ حدیث ندائی لافتیٰ الّا علی وشیعہ کے یہاں متواترات سے ہے ابن ابی الحدید وغیرہ مشاہیر علماء اہلسنت نے کہا ہے کہ یہ حدیث احادیث
مشہورہ سے ہے اسکا انکار نہیں ہوسکتا۔ عبداللہ بن مسعود صحابی زید بن وہب سے حال جنگ احد بیان کر رہے تھے زید نے پوچھا
کیا واقعی علی ابن ابی طالب وسہل بن حنیف وابودجانہ کے سوا تمام صحابہ رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے انہوں نے کہا
سوائے علی کے کوئی بھی آنحضرت کے پاس نہ رہا تھا عاصم بن ثابت وابودجانہ وسہل بن حنیف وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے
پہلے آنحضرت کی طرف مراجعت کی پھر طلحہ بن عبیداللہ آکر شامل ہوئے۔ زید کہتا ہے میں نے کہا ابوبکر وعمر اسوقت کہاں گئے تھے کہا بھاگ
گئے تھے پوچھا عثمان کا کیا حال تھا کہا وہ بھاگ کر اتنی دور نکل گئے تھے کہ تیسرے روز مدینہ میں واپس آئے رسول اللہ نے انکو
دیکھا تو کہا ذَهَبْتَ فِيهَا عَرِيضَة کہ تو اس موقع پر لمبا بھاگنا بھاگا تھا۔ کہا اے عبداللہ تم اسوقت کہاں تھے کہا میں بھی
بھگوڑوں میں شامل تھا۔ کہا تو یہ حالات تمکو کیسے معلوم ہوئے ابن مسعود نے کہا عاصم بن ثابت وسہل بن حنیف کی زبانی
سنے۔ کہا حیرت ہے کہ علی ابن ابی طالب ایسے دشوار موقع پر کسطرح ثابت قدم رہے کہا تجھکو کیا فرشتوں کو بھی اس سے حیرت
تھی مگر تو نے نہیں سنا کہ جبرئیل زمین وآسمان کے درمیان پکارتے پھرتے تھے۔ لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی
زید نے کہا کیونکر معلوم ہوا کہ یہ آواز جبرئیل ہی کی ہے عبداللہ مسعود نے کہا مسلمانوں نے اسکو سنا رسول خدا سے پوچھا کہ کسکی
آواز ہے آپ نے بتایا کہ جبرئیل کی ہے۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ اس روایت سے جسے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بطرق اہلسنت
روایت کیا ہے دریافت ہوتا ہے کہ گو بھاگنے میں ابوبکر وعمر وعثمان تینوں صاحب متساوی الاقدام تھے۔ الا تیسرے روز واپس
آنے کی فضیلت مخصوص حضرت ذی النورین کے لئے ہے۔ لیکن روضۃ الصفا میں کہ روایت مذکور وہاں بطور اختصار نقل ہوئی ہے
وارد ہے کہ تینوں بزرگوار تیسرے ہی روز آئے تھے اور رسول خدا نے تینوں کو فرمایا تھا۔ لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِيهَا عَرِيضًا غرض
اسمیں شک نہیں کہ انحضرات سے مطلق پائداری نہیں ہوسکی اور برخلاف امر حق تعالیٰ جاهدوا فی سبیل اللہ حق جهاده جہاد
کرو راہ خدا میں جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ معرکہ سے روگرداں ہوئے۔ حضرت عثمان کا بھاگنا اور تیسرے روز مدینہ میں لوٹ کر آنا
تو اہل سنت کے یہاں متواترات سے ہے اور شاید قریب باجماع پہنچا ہو خلیفہ ثانی کے فرار ہونے میں بھی واقدی وغیرہ ان کے
مورخین معتبرین شیعوں کے ساتھ متفق اللفظ ہیں اور نقل کرتے ہیں کہ ضرار بن خطاب نے نیزے کا سرا عمر کے لگا کر کہا کہ تجھکو
اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ آج میرے ہاتھ سے رہا ہوگیا۔ مگر ابوبکر کے گریز کا صاف صاف اقرار کرتے ذرا ہچکچاتے ہیں۔ اور اس
سے گریز کرتے ہیں حالانکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ انہوں نے تمام جنگ میں کسی کافر کے ایک زخم نہیں لگایا نہ آپ کوئی زخم
کھایا۔ یہ نہایت عجیب بات ہے کہ ایک شخص ایسے معرکہ ہوش ربا میں جس میں تمام صحابہ رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگ جائیں اول سے آخر
تک موجود رہے۔ پھر نہ وہ کسی کا بال بیکا کرے نہ اسکا بال ذرا بیکا ہو حالانکہ خود رسول خدا بھی اس ہنگامے میں چوٹ پھینٹ سے سلامت نہیں
رہے یہاں پر مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ چونکہ کفار حضرت صدیق کو پہچانتے اور بباطن ان سے ملے ہوئے تھے جان بوجھکر متعرض

نہ ہوئے پس جو بھاگنے کے منکر ہیں اسکو نائیں کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ نسیبہ[1] جراحہ ایک عورت تک بھی اس بلوۂ عام میں زخم کھائے اور نہ کھائیں تو حضرت یار غار فانظروا یا اولی الابصار واعتبروا غایۃ الاعتبار **شیخ** مفید علیہ الرحمہ سُنیوں کے طریق پر عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب کیلئے چار فضیلتیں ہیں کہ ان کے سوا کسی میں نہیں اوّل وہ تمام عرب و عجم سے پہلے آنحضرت پر ایمان لائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑہی دوئم ہر لڑائی میں آپ کے علمدار ہوتے تھے تیسرے بروز اُحد تمام صحابہ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر بھاگ نکلے مگر وہ ثابت قدم رہے اسی طرح دندنایا کئے۔ چوتھے انہوں نے رسول خدا کو قبر میں داخل کیا یعنے وہ آخر العہد ہیں آنحضرت سے۔ **فائدہ** مولانا مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب میں جنگ اُحد کے حالات میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ نادعلی جنگ اُحد میں نہیں بلکہ جنگ خیبر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوہ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ نادعلی اسی معاملہ و معرکہ میں اتری ہے واللہ اعلم **شہادت امیر حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ** وحشی قاتل حمزہؓ جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی بن الخیار جنگ بدر میں حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا قریش جنگ احد کیلئے چلے تو جبیر نے وحشی سے کہا اگر میرے چچا کے قاتل (حمزہ) کو قتل کرے تو اس کے بدلے میں تجھکو آزاد کردونگا ہند بنت عتبہ زوجۂ ابوسفیان کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت درپے ہوئی راہ میں جہاں وحشی اسکو ملتا طمع دیتی اور سمجھاتی کہ حمزہ ہی نے میرے باپ عتبہ کو بھی قتل کیا ہے جسطرح ہو اسکو قتل کر اگر یہ کام تیرے ہاتھوں بن پڑا تو آزادی کے سوا تیرے تئیں بہت سا نفع ہوگا تجھے نہال کردوں گی۔ بروایتے ہند نے کہا اگر محمدؐ و حمزہؓ و علیؑ سے ایک کو بھی تو نے قتل کیا تو اس کے عوض میں ہم اس قدر مال تجھکو بخشیں گے کہ راضی ہو جائیگا۔ وحشی نے کہا مجھکو محمد تک رسائی نہیں۔ حمزہ کو اگر سوتا پاؤں تو جگا نہیں سکتا ہاں اگر ممکن ہوا تو علی پر حربہ چلاؤنگا۔ کہتے ہیں کہ یہ وحشی حربہ چلانے میں بہت چالاک تھا۔ جس کی طرف ہتھیار پھینکتا خطا نہ ہوتا۔ لڑائی کے دن جبکہ ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو امیر المومنین کو دیکھا کہ فنون جنگ میں ماہر اور چار طرف سے باخبر ہیں ان سے قطع اُمید کی ناگاہ اس کی نظر حمزہ پر پڑی کہ مثل پیل دماں و شیر ژیاں لشکر میں گھُسکر صفوں کو روندتے چلے آرہے ہیں سباع بن عبد العزیٰ خزاعی حضرت کے مقابل ہوا اس کی ماں مکہ میں عورتوں کے ختنہ کیا کرتی تھی امیر حمزہ نے اس کے اس پیشہ پر سباع کو ملامت کی کہا اے پسر مقطعہ البظور[2] تیرا یہ مقدر کہ خدا اور رسول سے لڑنے آئے یہ کہتے ہی اسکو قتل کیا وحشی گھات میں تاک لگائے بیٹھا تھا۔ حمزہ اس طرف کو مُڑے تو اس نے حربہ انکی طرف پھینکا جو ٹھیک ناف کے نیچے بیٹھا اور دوسری طرف کو

[1] نسیبہ بنت کعب مازنیہ ایک بہادر عورت تھی حضرت رسول خدا اسکو غازیوں کی خدمت اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیلئے لڑائیوں میں ساتھ لیجایا کرتے تھے جنگ احد میں وہ اپنے شوہر اور عمارہ و عبداللہ دو بیٹوں کے ساتھ آئی تھی بوقت جنگ مشکیں بھر بھر کر مسلمانوں کو پانی پلاتی پھرتی تھی جب لشکر اسلام کو ہزیمت ہوئی اور اصحاب حضرت رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگنے لگے تو اس شیر دل عورت نے سقائی چھوڑ کر حضرت رسول خدا کی سناظت و حمایت پر کمر باندھی حضرت نے اسکو ایک ڈھال دلوادی تھی اس ڈھال کو اور اپنے بدن کو آنحضرت پر سپر کرتی۔ اور کافروں کے حملوں کو روکتی اور جنگ کرتی تھی ما اینکہ ۱۳ زخم اُس کے لگے کہ ایک زخم ان میں کا ایک سال میں اچھا ہوا تھا حضرت رسول خدا نے اس کے حق میں فرمایا تھا لمقام ام عمارہ خیر من مقام فلاں و فلاں یعنی آج نسیبہ کا کام ابوبکر و عمر کے کام سے بہتر ہے ۱۲ خلاصہ روضۃ الصفا۔

[2] بظور بظرہ بطر بیائے موحدہ و ظاء معجمہ گوشت آویختہ بالائے فرج زن کہ اسکو کاٹ کر عورت کے ختنہ کرتے ہیں ۱۲ منہ ؛

نکل گیا وحشی بھاگا اور حمزہ اسکے پیچھے چلے مگر زخم کاری لگا تھا طاقت نہ رہی زمین پر گرے کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور پکارا اے ابو عمارہ جواب نہ ملا جانا کہ کام تمام ہوا وحشی تھوڑی دور کھڑا یہ ماجرا دیکھ رہا تھا جب سب لوگ ادہر ادہر ہو گئے تو قریب آیا اور اپنا حربہ کھینچکر اسی سے شکم سید الشہدا چاک کیا اور جگر نکال کر ہندہ کے پاس لیگیا کہ لے یہ تیرے باپ کے قاتل کا جگر ہے اس ملعونہ نے جگر عم پیغمبر لیکر مونہہ میں رکھا اور دانتوں سے چبایا حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کوئی جزو آنحضرتؑ کے بدن کا جہنم میں جاوے پس وہ جگر مثل سنگ سخت ہو گیا چبا نہ سکی زمین پر ڈالدیا ہوا امامور ہوئی اور اس جزو مقدس کو اس کے مقام پر پہنچا دیا پس ہندہ ملعونہ اس روز سے اکلۃ الاکباد (جگر خوارہ) کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر وحشی کے ساتھ جہاں حمزہ پڑے تھے آئی۔ اور ان کے کان ناک ہاتھ خصیہ عضو تناسل کاٹ کر ایک رسی میں پروئے اور شدت عداوت سے اس کو ہار کی طرح گلے میں پہنا یہ حضرت معاویہ کی ماں کی کیفیت تھی اب ذرا ان کے باوا صاحب ابو سفیان شوہر ہندہ کا حال بھی سنئے وہ اسپ سوار لاشہ حمزہ پر تشریف لائے اور پاس کھڑے ہو کر نیزہ جو ہاتھ میں تھا اس جناب کے مونہہ پر مارتے اور کہتے تھے۔ اے عاق اپنے کئے کا ذائقہ چکھ۔ جلیس بن علقمہ کو حمیت عرب دامنگیر ہوئی بولا اے بنی کنانہ اس مرد کو کہ بزرگ قریش ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے دیکھو کہ اپنے مردہ چچازاد بھائی کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے بارے اس کے کہنے سے کچھ غیرت سی آئی کہا سچ کہتا ہے مجھے غلطی ہوئی کہیں اور اس کا ذکر نہ کرنا۔ **مولف** کہتا ہے کہ یہ قصہ ہو بہو مشابہ ہے ساتھ قصہ سرِ اقدس امام حسین علیہ السّلام کے جبکہ یزید کے سامنے لایا اور طشت زریں میں زیر تخت رکھا گیا تھا۔ یزید ابو سفیان کا پوتا تھا تو امام عالی مقام بھی حمزہ سے قریباً وہی نسبت رکھتے تھے اگر حمزہ سید الشہدائے احد ہیں تو خامس آل عبا سید و سردار شہدائے عالم۔ وہاں بوسفیان گھوڑے پر سوار کھڑا نوک سنان حمزہ کے لب و دندان پر مار رہا تھا۔ یہاں یزید ملعون تخت سلطنت پر بیٹھا چوب خیزران (بید) اس مقدس مقام پر لگاتا تھا جسطرح ابوسفیان اپنی پاجیانہ حرکت کے درمیان ذق ایھا العاق (اے عاق مزہ چکھ) کہکر اپنے دل کا بخار نکالتا تھا۔ اسی طرح یزید بدبخت بھی نشہ غرور میں چور اپنے بڑوں بدر کے کشتوں کو بلاتا تھا کہ آکر دیکھو میں نے کسطرح تمہارے دشمنوں کی اولاد سے تمہارے بدلے لئے۔ اگر ابو سفیان کو جلیس بن علقمہ نے ملامت کی تو یہاں بھی ابو برزہ اسلمی صحابی سے یہ حال دیکھا نہ گیا۔ پکارا وائے ہو تجھ پر اے یزید! حسین کے دانتوں پر چھڑی لگاتا ہے۔ قسم بخدا کہ میں نے حضرت رسالتمآب کو بارہا اس لب و دندان کے بوسے لیتے دیکھا اور ان کو سید و سردار جوانان بہشت کہکر پکارتے سنا ہے۔ پس فی الحقیقۃ یہ دونوں قصے بالکل گو بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ ابو سفیان ابن علقمہ کی سرزنش پر کچھ شرما گیا مگر یزید پلید بیحیائی و بدذاتی میں اپنے دادا کا بھی دادا نکلا۔ اس نے بجائے اس کے کہ اس شفیق ناصح یعنی ابو برزہ اسلمی کی نصیحت مانی اس کو بکمال ذلت و خواری مجلس سے نکلوا دیا **القصہ** بعد اختتام جنگ حضرت رسول خدا کو حمزہ کی فکر ہوئی امیرالمومنینؑ سے فرمایا علیؑ جا کر اپنے چچا کو تلاش کرو۔ حضرت امیرؑ ڈھونڈتے ڈھونڈتے لاش حمزہؓ پر پہنچے ان کو اس حال میں دیکھ کر چاہا کہ یہ منحوس خبر حضرتؐ کے پاس لیجائیں تا اینکہ

حال ابو سفیان شوہر ہندہ

حضرت رسول خدا خود وہاں تشریف فرما ہوئے جب اپنے عم محترم کو اس حالت میں غلطاں بخاک وخون پایا تو رقت اس جناب پر طاری ہوئی فرمایا مجھکو کبھی اس قدر غم والم نہیں ہوا تھا جیسا کہ آج اس موقع پر ہوا۔ پس بردیمنی دوش مبارک سے اُتار کر حمزہ پر ڈالی۔ چادر چھوٹی تھی پیر کھلے رہے انکو اذخر گھاس سے ڈھانپا اور نماز پڑھکر اس جناب کو زیر زمین دفن کیا۔ اور فرمایا اگر اندیشہ نہوتا کہ زنان بنی عبدالمطلب گریہ و بکا کریں گی اور غمگین ہوں گی تو ام کرتا کہ لاشہ حمزہ کو اسی طرح رہنے دیں تاکہ جانوران صحرا و مرغان ہوا ان کا گوشت کھائیں اور وہ قیامت کے دن ان کے شکم سے محشور ہوں بہ تحقیق کہ مصیبت جسقدر عظیم ہو اس کا ثواب بھی ویسا ہی عظیم ہوتا ہے۔ پھر حکم دیا کہ لاشہائے شہدا کو جمع کریں کل ستر شخص اس لڑائی میں شہید ہوئے تھے بقدر اسیران جنگ بدر کے جن کو پہلے سال فدیہ لیکر رہا کیا تھا ارشاد جناب باری تھا کہ جتنے اشخاص سے فدیہ لوگے اتنے ہی تم سے آئندہ جنگ میں مقتول ہونگے مسلمان اس شرط پر راضی ہوگئے تھے کہ اس وقت مال دنیا سے متمتع ہوں ثانی الحال عزت شہادت پر پہنچکر درجات آخرت پائیں پس سب پر نماز پڑھی اور دو دو تین تین کو ایک ایک قبر میں مدفون کیا الا حمزہؓ کہ علیحدہ قبر میں دفن ہوئے بروایتے حمزہؓ کو بھی ان کے بھانجے عبداللہ بن جحش کے ساتھ کہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے بطن سے تھے ایک قبر میں رکھا کہتے ہیں کہ عبداللہ نذکور لڑائی کے ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے تو کہتے جاتے تھے الٰہی آج ایسے قوی بازو کافر سے میرا مقابلہ ہو کہ شہید کرکے میرے کان اور ناک کاٹ لے تاکہ بروز قیامت جب تو پوچھے کہ ناک اور کان کہاں گئے تو میں کہوں تیری اور تیرے رسول کی راہ میں نذر کئے اس وقت تو کہے البتہ گوش وبینی بریدہ مائی۔ راوی کہتا ہے صبح کو عبداللہ یہ آرزو کرتے تھے عصر کے وقت میں نے دیکھا کہ کفار نے انکی گوش وبینی کاٹ کر ایک رسی میں پروئے ہیں۔ جناب سیدہ خبر قتل جناب رسالتمآب سنکر مدینہ سے گریہ کناں احد میں چلی آئی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک ظرف پرآب تھا حضرت رسول خدا نے اس پانی سے روئے مبارک کو دھویا پس امیر المومنین تشریف لائے۔ حالانکہ دستہائے مبارک شانوں تک خون میں رنگین تھے اور ذوالفقار سے لہو ٹپک رہا تھا۔ جناب سیدہ کو دی کہ اس کو لو۔ بہ تحقیق کہ آج اس نے مجھ سے بیوفائی نہیں کی پھر چند اشعار متضمن اپنی شجاعت اور بہادری کے بطور رجز پڑھے آخر ان کا یہ شعر ہے ؎

امیطی دماء القوم عنہ فانہ ؛ سقی آل عبد الدار کاس حمیم یعنے اے فاطمہ ان لوگوں کا خون اس تلوار سے دور کرو بہ تحقیق کہ اس نے اولاد عبدالدار کو حمیم جہنم سے سیراب کیا ہے۔ بنا بر مشہور مقتولان قریش اس لڑائی میں اٹھائیس نفر ہیں مورخین اہل سنت نے اعتراف کیا ہے کہ عمدہ انمیں حضرت امیرؑ کے ہاتھ سے مارے گئے محمد بن اسحاق کہ اس سے بڑھکر کوئی معتبر مورخ ان کے یہاں نہیں کہتا ہے کہ علمدار قریش طلحہ بن ابی طلحہ کو انہوں نے قتل کیا نیز اس کے بیٹے ابوسعید بن طلحہ اور اس کے بھائی خالد بن ابی طلحہ و عبداللہ جمحی بن حمید و ابوالحکیم بن اخنس و سعد بن ابی حذیفہ و امیہ بن ابی حذیفہ و ارطاۃ بن شرجیل و ہشام بن امیہ و عمرو بن عبداللہ جمحی و بشیر بن مالک و صواب غلام حبشی عبدالدار ان سب کو آنحضرت نے واصل جہنم فرمایا۔ اور فتح آپ کے دست حق پرست پر واقع ہوئی۔ حق تعالیٰ نے تمام صحابہ کو بھاگنے پر زجر و عتاب کیا۔ ان کی مدح آسمان سے نازل ہوئی۔ ابن طاؤس علیہ الرحمہ

نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ جنگ اُحد سے واپس آئے تو اسی زخم جسم شریف میں ایسے تھے کہ انمیں فتیلہ رکھا گیا حضرت رسولؐ خدا انکی مزاج پرسی کو آئے تو دیکھا کہ ایک نطع (فرش چرمی) پر لیٹے ہیں۔ آپ یہ حال دیکھ کر گریاں ہوئے اور فرمایا جو کوئی راہ خدا میں ایسی ایذائیں اٹھائے۔ اس کریم پر لازم ہے کہ جزائے جمیل و اجر جزیل اسکو کرامت کرے امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ خدا کا شکر ہے کہ میں حضرت سے روگرداں نہیں ہوا اور عار فرار سے سلامت رہا الّا افسوس ہے کہ کیوں سعادت شہادت پر فائز نہوا حضرت نے فرمایا یا علیؑ تو اس سعادت پر فائز ہوگا۔ **غزوۂ بنی نضیر** بنی نضیر و بنی قریظہ دو قبیلے یہود کے کہ سلسلۂ نسب اپنا ہارون برادر موسیٰ علیہما السلام تک پہنچاتے تھے۔ نواح مدینہ میں ساکن تھے۔ بنی نضیر میں قریباً ایک ہزار اور قریظہ میں سات سو مرد جنگی ہوگا۔ یہ لوگ حضرت رسولؐ خدا کی امان میں تھے۔ معاہدہ ہو گیا تھا کہ صلح و سلوک سے رہیں اور دشمنان اسلام کو کسی طرح کی امداد نہ دیں لیکن ان کے فیما بین قضیے جھگڑے چلے جاتے تھے۔ نضیر چونکہ تعداد میں زیادہ اور عبداللہ بن ابیؑ کے ساتھ ہم عہد و سوگند ہونیکا فخر رکھتے تھے قریظہ کو خیال میں نہ لاتے اور ہر بات میں ان پر فضیلت و فوقیت چاہتے تھے اتفاق سے ان دنوں ایک تنازعہ ان میں پیدا ہوا۔ فریقین نے حضرت رسول خدا کو اسمیں حکم ٹھیرایا آپ نے بمقتضائے عدالت بلا رورعایت فیصلہ کر دیا یہ فیصلہ بنی نضیر کے خلاف پڑا یعنی اس سے انکی ادعائے فوقیت جاتی رہی انہوں نے چاہا کہ اس حکم سے سرتابی کریں عبداللہ ابن ابیؑ نے بہت زور لگایا مگر اسلام بھی اب زور پکڑ گیا تھا ایک پیش نہ چلی اور طرفین کو چار و ناچار پیغمبرؐ خدا کا حکم ماننا پڑا۔ لیکن بنی نضیر دل میں حضرت کے دشمن ہوگئے اور حال اس عبداللہ بن اُبی کا یہ ہے کہ یہ شخص قبیلہ خزرج (انصار) میں ایک مقتدر شخص تھا بلکہ اسلام سے پہلے اہل مدینہ اس کے بادشاہ بنانیکی تجویزیں کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک تاج بھی انہوں نے اسکے لئے بنوا لیا تھا کہ اتنے میں حضرت رسول خدا وہاں تشریف لے آئے پس بفحوائے آب آمد تیمم برخاست وہ تمام دفتر گاؤ خورد ہو گیا اور زمانے نے دوسرا پلٹا کھایا خود عبداللہ کو خواہی نخواہی اسلام قبول کرنا پڑا مگر باطن اس کا صاف نہ تھا۔ انہی دنوں میں حضرت رسول خدا کسی ضرورت میں بنی نضیر گئے تھے امیر المومنین اور چند دیگر اصحاب ہمرکاب تھے۔ یہودیوں نے صلاح کی کہ ایک آدمی چپکے سے دیوار پر جسکے نیچے آپ بیٹھے تھے چڑھ جائے اور ایک بھاری پتھر حضرت پر گرا کر آپ کو قتل کرے عین موقع پر وحی ہوئی اور یہود حجود کا کید آپ پر کھل گیا لاجرم حضرت بغیر اسکے کہ کچھ زبان سے کہیں وہاں سے اُٹھکر سیدھے مدینہ کو چلے آئے نیز اصحاب بھی یکے بعد دیگرے آپ سے راہ میں آملے یہ بنا ہے غزوہ بنی نضیر کی۔ مدینہ پہنچکر حضرت نے انکو کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کی اور غدر و بیوفائی تم سے ظاہر ہوئی اب کوئی حق تمہارا باقی نہ رہا فوراً ہمارے ملک سے اٹھ جاؤ اگر کوئی متنفس تمہارا دس دن کے بعد یہاں نظر آیا تو قتل کیا جائیگا یہودیوں نے تعمیل حکم کے سوا چارہ نہ دیکھا مجبور سفر کی تیاری کرنے لگے جہاں جہاں اونٹ چرائی پر بھیج رکھے تھے اسلئے منگائے کچھ اونٹ کرایہ پر لئے کہ اسباب و سامان ان پر بار کرکے کوچ کریں اتنے میں عبداللہ اُبی منافق نے انکو پیغام دیا کہ تم لوگ میرے ہم سوگند ہو ناحق اپنا وطن چھوڑتے ہو میں دو ہزار مرد سے تمہاری مدد کروں گا اور بنی قریظہ اور ان کے ہم سوگند بنی غطفان بھی ایسے وقت کمک سے دریغ نہیں کریں گے پس اپنے قلعوں کو مضبوط کرکے جمے رہو۔ عبداللہ کا اتنے

حال عبداللہ ابن ابی

سہارے سے یہودیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور انہوں نے پیغمبرؐ خدا کو کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھروں کو نہ چھوڑیں گے جو کچھ تم سے ہو سکے کرو
یہ پیام ان کا حضرت خیر الانام کو پہنچا تو بآوازِ بلند تکبیر کہی اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی اور اسیوقت علم جنگ امیر المومنینؑ
کے ہاتھ میں دیکر آگے روانہ کیا پیچھے سے آپ بھی عبد اللہ بن مکتوم کو مدینہ کی نگہبانی سونپ کر سوار ہوئے اور ایسے جلدی گئے کہ نماز عصر
قبیلہ بنی نضیر میں جاکر پڑھی۔ نضیریوں نے دروازے قلعوں کے بند کرکے مدافعہ و مقاتلہ کیلئے پاؤں جمائے سراپردۂ نبوی بنی حطمہ کے
پرلے سرے پر لگایا گیا۔ اور مسلمانوں نے یہودیوں کا محاصرہ کر لیا کئی روز گزر گئے نہ ابن اُبَیْ ہی ان کی مدد کو آیا نہ بنی قریظہ و بنی
غطفان سے کوئی نکلا آخر ایک شب غورا نام ایک یہودی نے ایک تیر مسلمانوں کی طرف چلایا جو خیمۂ رسالت کی چوٹی پر آکر لگا آپنے حکم
کیا کہ خیمہ میدان سے اُکھاڑ کر پہاڑ کی آڑ میں برپا کیا جائے۔ مہاجرین و انصار خیمہ کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوگئے رات زیادہ گئی اور امیر المومنین
علیہ السلام نظر نہ آئے تو مسلمانوں میں چرچا ہوا حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ تمہارے ہی کار کی اصلاح و درستی کیلئے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ
تشریف لائے اور غورا کا سر پُر غرور ہاتھ میں لئے تھے لا کر رسول اللہ کے پاؤں میں ڈال دیا اور عرض کی یہ ہے جس نے آپ کے خیمہ پر
تیر پھینکا تھا حضرت نے پوچھا یا علیؑ کسطرح تم نے اسکو قتل کیا۔ عرض کی یہ شخص از روئے جرأت و جسارت تمام قوم میں ممتاز تھا جب اس نے
تیر پھینکا میں نے گمان کیا کہ اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں باہر بھی نکلیگا پس میں نے گھات لگائی کہ ناگاہ نَو آدمیوں کے ساتھ با شمشیر برہنہ
قلعہ سے نکلا یہ جماعت میرے نزدیک پہنچی تو میں نے اس پر حملہ کیا اور اسکا سر کاٹ لیا ساتھی نکل گئے مگر ابھی دور نہیں گئے اگر کچھ
آدمی میرے ساتھ چلیں تو ان کو بھی ابھی پکڑے لاتا ہوں رسول خدا نے دس نفر آپ کے ساتھ کئے کہ سہل بن حنیف و ابو دجانہ انصاری
ان کے درمیان تھے۔ امیر المومنین نے قلعہ تک پہنچتے پہنچتے یہودیوں کو جالیا اور ایک حملہ میں سب کو گھیر کر قتل کیا اور سر انکے کاٹ کر حضرت
کی خدمت میں لائے آپ نے امر کیا کہ ان سروں کو دروازہ ہائے بنی حطمہ پر آویزاں کریں اس واقعہ سے رعب اسلام یہود لئام پر چھا گیا اور
وہ جلاوطن ہونے پر دوبارہ راضی ہوگئے حضرت رسول خدا نے فرمایا پیشتر انہوں نے انکار کیا اب جسقدر مال و اسباب ان کے اپنے اونٹ
اٹھا سکیں لیجائیں باقی کی اجازت نہ دی بر ولیتے ہر کس کو ایک شتر اور ایک مشک دیکر نکال دیا یہ لوگ کچھ اذرِعاتِ[1] شام کچھ خیبر میں
جاکر آباد ہوئے اور انکی جائداد منقولہ و غیر منقولہ مع پچاس خود پچاس ذرہ تین سو چالیس تلوار کے حضرت رسالتؐ پناہ کے ہاتھ آئی۔
شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یہ اوّل فَیْ ہے جو آنحضرتؐ نے مہاجرین اوّلین کے درمیان قسمت کی۔ اس میں سے جو
حضرت رسولخدا کے پاس رہا سب امیر المومنین کو بخشدیا۔ اسطرح پر کہ مادامِ حیات حضرت کے تصرف میں تھا بعد ازاں حضرت امیرؑ کے
ہاتھ میں اور پھر آجتک اولاد فاطمہؑ کے قبضہ میں ہے۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ جیسا یہود بنی نضیر کو عبد اللہ بن اُبَیْ نے اکسا کر زیادہ
تباہ و خراب کیا ویسا ہی ہمارے اس زمانے میں ارمنی عیسائیوں کے ساتھ اہل فرنگ نے سلوک کیا مختصر کیفیت اسکی اسطرح پر ہے کہ
ملک ارمن (آرمینہ) جسمیں زیادہ عیسائیوں کی آبادی ہے سلطنت روم کا ایشیائی صوبہ ہے یہ لوگ اس زمانے میں جبکہ عیسائی سلطنتیں

[1] اذرعات بکسر رائے مہملہ ایک شہر ہے شام میں ۱۲

روئے زمین پر پھیلتی جارہی ہیں بھلا ایک اسلامی حکومت پر کیونکر راضی ہو سکتے ہیں لاجرم دیگر رومی عیسائیوں کی طرح وہ بھی آئے دن فتنہ و فساد برپا رکھتے ہیں ان ایام میں یعنی ۱۳۱۳ھ ہجری میں حسب معمول ایک بغاوت انہیں پیدا ہوئی جسکے فرو کرنے کو افواج ترک سلطان کیطرف سے بھیجی گئیں۔ یورپ کے اخباروں خاصکر انگلستان والوں نے اسپر ایک طوفان برپا کر دیا اور شور مچانے اور واویلا کرنے لگے کہ آرمینوں پر صریح ظلم ہو رہا ہے برطانیہ کلاں ہرگز اسکو گوارا نہ کریگا کہ یہ لوگ یوں پائمال ہوں اور جسطرح ہوگا ان مظلوموں کو ظالمہ کے پنجہ سے نجات دلوائیگا وغیرہ وغیرہ رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہنچی کہ انہوں نے صاف صاف لکھا کہ سرکار انگریزی تیار ہے کہ باتفاق روس و فرانس وغیرہ سلطنت روم کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دے۔ ارمنی عیسائی اس مذہبی ہمدردی پر پھیر گئے اور ان میں بغاوت اور سرکشی دم بدم بڑھنے اور پھیلنے لگی۔ ادہر ترک جو زمانے کے موافق غیر قوموں پر حکومت کرنے کا مادہ نہیں رکھتے اور تیغ زنی اور سر افشانی کے سوا دوسرا کام ان کو کم آتا ہے یہ حالت دیکھکر آگ بگولا ہوگئے اور انہوں نے اس مادہ فاسدہ یعنی آرمینوں کی ایک طرف سے صفائی کرنی شروع کر دی کیا معنی کہ پہلے اگر ایک ایک دو دو کو قتل کرتے تھے تو اب گروہ گروہ اور گانوں گانوں کو قتل کر کے بھی سیر نہوتے تھے۔ غرض مقتولوں کی تعداد ہزاروں سے گزر گئی اور لاکھوں پر جا پہنچی مگر انگلستان نے مدد کی نہ روس فرانس نے روس تو پہلے ہی سے سلطان کے ساتھ متفق الرائے تھا۔ فرانس اس فساد کا تمام الزام انگلستان کے سر لگاتا ہے خود انگلستان یہ کہکر کہ سلطان کا اسمیں ذرا قصور نہیں ان کے اہل کار نالایق و نا اہل ہیں ہم آرمینوں کی خاطر سلطان سے نہیں بگاڑ سکتے بات کو ٹال گیا۔ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ قصور اس قضیے میں لندنی اخبار نویسوں اور ان کے نامہ نگاروں کا ہے جنہوں نے بات کا بتنگڑ ابنا کر ادہر آرمینوں کا کچلا کرایا۔ اُدہر انگریزوں کے نیک نامی کے دامن پر عیب و عار کا دھبہ لگایا۔

غزوۂ بنی المصطلق

سال پنجم ہجری میں غزوۂ بنی المصطلق[1] کہ اسکو غزوہ مریسیع[2] بھی کہتے ہیں واقع ہوا صورت اس کی یہ ہوئی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے سنا کہ رئیس بنی المصطلق حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں کے اضرار و آزار کے لیئے لشکر جمع کیا ہے اور ارادہ مدینہ پر فوج کشی کا رکھتا ہے۔ پس حضرت نے سپاہ نصرت پناہ کو تیاری کا حکم دیا اور علم مہاجرین امیر المومنینؑ اور علم انصار سعد بن عبادہ کو دیکر اس طرف روانہ ہوئے اثنا راہ میں ایک روز ایک وادی کے قریب مقام تھا کہ ناگاہ جبرئیل امین نے نازل ہو کر عرض کیا کہ اے حبیب اللہ العالمین اس صحرا میں ایک گروہ کفار جنہ کا تمہارے ہلاک کرنیکے لیئے پنہاں ہوا ہے یہ سنکر حضرت نے جناب امیرؑ کو بلایا اور فرمایا اس صحرا میں جاؤ اور جنات کو کہ دشمنان خدا و رسول ہیں اپنی قوت خداداد سے دفع کرو اور اسماء الٰہی کو کہ تم ان کے علم سے مخصوص ہوا اپنا حصن حصین بناؤ اور سو مرد اصحاب سے آپ کے ہمراہ کئے جب وہ جناب قریب اس وادی کے پہنچے تو اصحاب کو وہاں چھوڑ کر آپ یکہ و تنہا کنار وادی تک تشریف لیگئے پس معوذتین اور اسماء الٰہی کو پڑھا۔ اور ان کو آگے بلایا۔ اصحاب آگے آئے۔ جتنے کہ ایک تیر کے فاصلہ پر حضرت سو رہ گئے

---

[1] مصطلق جذیمہ بن سعد بن عمرو بن عمیر بن ربیعہ بن حارث کا لقب ہے اور وہ قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ ۱۲۔ [2] مریسیع تصغیر مرسوع بنی خزاعہ کے ایک کوئیں کا نام ہے جسپر بنی المصطلق منزل گزیں تھے اور وہ مکہ و مدینہ کے درمیان نواح قدید میں واقع تھا۔ ۱۲ منہ

اسوقت ایک اندھیاؤ اس زور سے چلا کہ قریب تھا کہ یہ لوگ منہ کے بھل گر پڑیں حضرت اسد اللہ الغالب نے بآواز بلند پکارا کہ میں ہوں علی بن ابی طالب وصی رسول خدا و پسر عم محمد مصطفےٰ اگر مرد میدان ہو تو ٹھیر کر میرے ساتھ مقابلہ کرو ناگاہ کچھ لوگ زنگی سیاہ رنگ کے کہ شعلہ ہائے آتش ان کے ہاتھوں سے جھڑتے تھے نمودار ہوئے اور رفتہ رفتہ تمام صحرا انسے بھر گیا۔ حضرت امیرؑ آیات قرانی پڑھتے ہوئے ان کے درمیان داخل ہوئے اور تلوار کھینچکر چپ و راست سے ان پر وار کرتے تھے تھوڑی دیر میں وہ قوم جنات مثل دود سیاہ خستہ و تباہ ہوگئی حضرت نے تلوار میان کی اور جس راہ سے اندر گئے تھے باہر نکل آئے اصحاب نے پوچھا اے ابو الحسن آپ نے کیا کیا اور کیا دیکھا بہ تحقیق کہ ہم مارے خوف کے قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں حضرت نے فرمایا جب وہ قوم مجھ پر ظاہر ہوئی تو میں نے اسمائِ الٰہی کو ان پر پڑھا وہ سب پست و حقیر ہوگئے پس میں بے دھڑک ان میں گھس گیا اور بہت سوں کو قتل کیا اگر بجال خود باقی رہتے تو تمام کو نیست و نابود کرتا شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بلا سے نجات دی۔ اب جو ان سے باقی رہے وہ ہم سے پہلے حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں پہنچکر مسلمان ہوگئے۔ پس حضرت امیر اصحاب کو ساتھ لیکر حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ انکو دیکھ کر شاد و خورم ہوئے اور دعائیں مانگنے لگے۔ پس لشکر اسلام وہاں سے چلکر مع الخیر وادی سے گزرا اور مقام مریسیع میں پہنچا اُدہر سے حارث بن ابی ضرار اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لئے صف آرا ہوا اور لڑائی شروع ہوگئی اثنا رجنگ میں صفوان علمدار لشکر کفار ابو قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور مالک اور اسکا بیٹا امیر المومنین کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ کفار کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں نے تعاقب کرکے دس شخص اوران سے فی النار کئے باقیوں کو گرفتار کر لیا علاوہ برایں دو ہزار شتر پانچہزار بھیڑ بکری دو سو عورتیں غنیمت میں ہاتھ آئیں منجملہ قیدیوں کے برّہ بنت حارث ابن ابی ضرار کو امیر المومنین اسیر کرکے حضرت رسول خدا کی خدمت میں لائے وہ مسلمان ہوئی اور اسکا قبیلہ بھی اسلام لایا۔ **روایت** ہے کہ برّہ کے باپ حارث نے حضرت کی خدمت میں عرض کی برّہ زن کریمہ ہے آپ اس کو اسیر نہ بنائیں حضرت نے فرمایا اسکو اختیار ہے یہاں رہے یا گھر کو لوٹ جائے۔ حارث نے بیٹی کو سمجھایا کہ مجھکو قوم میں فضیحت و رسوا نہ کرا اور اپنے گھر کو واپس چل مگر اس نے خدا و رسول کو اختیار کیا حضرت رسول اللہ نے اسکو آزاد کرکے اسکے ساتھ نکاح کر لیا اور جویریہ نام رکھکر داخل ازواج فرمایا۔ مسلمانوں نے یہ دیکھا تو مناسب نہ جانا کہ زوجۂ پیغمبر کے عزیز و اقارب اسیری میں رہیں۔ سب نے اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس لئے جویریہ بی بی اپنی قوم و قبیلہ کے حق میں بہت مبارک و فرخندہ شمار ہوئی ہے۔

غزوۂ خندق اسی سال ۵ ہجری میں رسول خدا کو بہت بڑا مشہور غزوہ خندق کا پیش آیا اس غزوہ میں امیر المومنین امام المتقین کے مبارک ہاتھوں سے وہ عظیم کام نکلا کہ جس سے بڑھ کر شاید اسلام میں دوسرا کام نہو گا۔ اسی لیے اسکا ثواب بھی قیامت تک کے جن و بشر کی عبادت کے ثواب سے زیادہ قرار پایا کیفیت اسکی اجمال و تفصیل کے درمیان اسطرح پر ہے جیسا کہ پیشتر گزرا کہ یہود بنی نضیر جب مدینہ سے اخراج کئے گئے تو بعض ان سے خیبر میں اور بعض شام میں چلے گئے مگر جلا وطن ہونے سے جو اشتعال طبع اور افروختگی انمیں پیدا ہوگئی تھی اس نے کہیں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ لاجرم حیّ بن اخطب۔ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن ربیع وغیرہ قریب بیس

اشخاص انتخابی کے مکہ گئے اور ابوسفیان سے ملکر اپنا رونا اس کے روبرو رویا اور خواستگار ہوئے کہ قریش پیغمبر خدا کی لڑائی میں ان کو مدد دیویں یہا تو خدا ہی (نہیں لات وہبل) سے ایسا چاہتے تھے۔ بہت آؤ بھگت سے پیش آئے اور وعدہ کیا کہ سب کام تمہارے حسب دلخواہ ہوگا۔ یہودیوں نے کہا پچاس شخص شرفا ر قریش سے خانہ کعبہ کے اندر استوار عہد کریں تب ہمکو اطمینان ہوگا ابوسفیان نے ان کی مرضی کے موافق مرد رؤسار واشراف قریش سے جمع کئے دونو فریق نے دیوار کعبہ سے سینہ لگا لگا کر قسمیں کھائیں کہ تادم زیست محمدؐ کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے۔ معاہدہ سے فراغت ہوئی تو قریش نے ان سے پوچھا اے معشر یہود تم اہل کتاب سب سے مقدم ہو اسی سبب سے تمہارا علم بھی تمام کے علم سے سابق ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ ہمارا دین "کہ خانہ کعبہ کی خدمت و حرمت کرتے ہیں جو لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں انکے ساتھ خاطر تواضع سے پیش آتے ہیں معہذا اپنے باپ دادا کے دین کی روش پر تو نکو بھی پوجتے ہیں" بہتر ہے۔ یا محمدؐ کا دین کہ چند بدعتیں ایجاد کرکے نیا مذہب پھیلانا چاہتا ہے۔ بہتر ہے۔ یہودی مسلمانوں سے ایسے بیزار اور مشرکوں کے اسقدر کنوڈے ہو رہے تھے کہ انہوں نے باوجو اہل کتاب ہونے کے شرک و بت پرستی کو توحید پر ترجیح دی اور کہا تمہارا دین محمدؐ کے دین سے بہتر ہے قریش اس سے نہایت ہی خوش ہوئے اور پھول گئے۔ مکہ سے نبٹ کر جہودعنودنے دیگر قبائل عرب میں چکر لگایا۔ جا بجا لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے پھرتے تھے انہوں نے بنی غطفان بن قیس بن غیلان کو نخلستان خیبر کی ایک سال کی تمام یا نصف پیداوار دینی کرکے گانٹھا کہ وہ اس لڑائی میں ان کا ساتھ دیں غطفان کے ساتھ بنی اسد انکی ہم سوگند بھی چلنے پر تیار ہوئے اور نیز حارث بن عوف مزنی بنی مرہ کے ساتھ اور نویرہ بن طریف بنی اشجع سے اور عامر بن طفیل قبیلہ ہوازن سے لڑائی کو آمادہ ہوئے۔ علی ہذا قریش نے بنی سلیم اپنے حلفا وہم عہدوں کو طلب معاونت میں نامہ لکھا۔ انہوں نے ابوالاعور سلمی کو سپاہ دیکر اس طرف روانہ کیا۔ المختصر قریش چار ہزار مردان کار کے ساتھ ابوسفیان بن حرب کی سرداری میں مکہ سے نکلکر یثرب کو روانہ ہوئے۔ ایک ہزار بقولے پندرہ سو شتر اور تین سو گھوڑے امیں تھے راہ میں دیگر قبائل مشرکین ویہودان میں شامل ہوتے گئے یہانتک کہ دس ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ چونکہ اکثر قبائل واحزاب عرب اس لڑائی میں رسول اللہ کے برخلاف جمع ہوگئے تھے اس سے اس جنگ کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں۔ ادہر رسول مختار کو کفار کی اس جتھہ بندی کی خبریں پہنچیں تو اصحاب کو جمع کرکے مشورہ کیا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہمارے ملک میں دستور ہے کہ جب کبھی ایسا لشکر کثیر کسی شہر پر چڑھ آتا ہے کہ شہر والے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے تو ایک خندق اس کے گرد کھود لیتے ہیں تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہیں خدا و رسولؐ کو یہ رائے پسند آئی اور رسولؐ خدا نے تین ہزار مہاجر و انصار کے ساتھ مدینہ سے نکلکر کوہ سلع کے نزدیک خیمہ لگایا۔ کچھ حصہ شہر کا عمارات اور دیوار احاطہ سے محفوظ تھا باقی مشرق کی طرف کا کشادہ میدان خندق کے لئے معین ہوا حضرتؐ نے خود خط لگا کر مہاجر و انصار کے علیحدہ علیحدہ حصے بانٹ دیئے چنانچہ ہر دس نفر پر چالیس گز وبروایتے دس گز کھدائی کا پڑتہ پڑا۔ حضرت رسولؐ خدا و امیر المومنینؑ مہاجرین کی طرف کام کرتے تھے بڑے قوی کارکن اور خندق کہودنے کے فن میں مہارت رکھنے والے حضرت سلمان فارسی تھے کہ تن تنہا دس آدمیونکی

برابر کام کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پانچ گز لمبی اور اسی قدر گہری خندق ایک دن میں کھود دیتے تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں تکرار ہوا مہاجرین کہتے تھے کہ سلمان ہم میں داخل ہیں۔ انصار انکو اپنی طرف کھینچتے تھے رسول خدا نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ نہ مہاجرین سے اور نہ انصار سے ہے سلمان ہم اہلبیت سے ہے۔ القصہ مسلمان خندق کھودنے میں لگے ہوئے تھے اور رسول خدا بھی ترغیب و تحریص کی نظر سے بنفس نفیس انکے شریک ہوتے تھے چھ روز کامل کھدائی ہوتی رہی اس عرصہ میں کئی معجزے آنحضرتؐ سے ظاہر ہوئے مثل مشہور معجزہ جابر کے بکصاع طعام حضرت کو دعوت کرنے اور ببرکت آپ کے ایک ہزار آدمی کے اس سے سیر ہوجانے کے کہ تفصیل انکی کتب مبسوط میں مذکور ہے۔ عمار یاسرؓ و عثمان بن عفان کے درمیان اس موقع پر بھی مثل موقع تعمیر مسجد نبی کے ایک جھڑپ ہوگئی وجہ وہی حضرت خلیفہ ثالث کی تن آرائی اور اپنے تئیں اونچے کھینچنا یہ کام خاک مٹی کا تھا وہ گرد و غبار سے کوسوں بھاگتے تھے عمار یاسرؓ خندق کھود رہے تھے اور غبار بلند تھا کہ عثمان وہاں سے گزرے اور انہوں نے چہرہ کو گرد سے بچانے کو آستین سے ڈھانپ لیا۔ عمار نے یہ تن پروری دیکھی تو اعتراض کیا عثمان کو اس مرتبہ نہایت ہی غصہ آیا بولے اے پسر زن سیاہ تو مجھ کو یہ کہتا ہے اور اس پر بھی بس نہ کرکے حضرت رسول خدا کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ ہم اس لئے مسلمان نہیں ہوئے کہ لوگ ہم کو گالیاں دے لیا کریں۔ بروایت علی بن ابراہیم قمی علیہ الرحمہ حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر اسلام درکار نہیں تو مجھکو تمہارے کافر ہوجانے کی پروا نہیں جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اس پر یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین ان اللہ یعلم غیب السموات والارض واللہ بصیر بما تعملون۔ یعنی منت واحسان رکھتے ہیں تجھپر اپنے اسلام لانے سے کہدے اے محمدؐ ان سے کہ منت مت رکھو مجھ پر اپنے اسلام لانے سے بلکہ اللہ کا احسان ہے تم پر کہ تمکو ایمان کی طرف ہدایت کی۔ اگر تم راست گو ہو بتحقیق کہ اللہ تعالی آسمان و زمین کی غیب کی باتوں کو جانتا ہے اور وہ تمہارے افعال و اعمال کا دانا و بینا ہے علی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ سیاق آیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ لوگ اسلام نہ لائے تھے **بالجملہ** کفار کے مدینہ پہنچنے میں تین روز باقی تھے کہ مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوگئے آٹھ دروازے اس کے رکھے اور ہر دروازے پر ایک ایک مرد مہاجر و انصار سے مع چند اشخاص کے مقرر ہوا کہ نگہبانی کریں اور کسیکو اندر نہ آنے دیں۔ بنی قریظہ نے حضرت رسولؐ خدا سے عہد کر رکھا تھا کہ آپ کے دشمنوں کا ساتھ نہ دیں گے وہ اپنے اقرار پر قائم اور اسوقت اپنے قلعوں میں متحصن تھے مگر قریش اور یہود بنی نضیر آنے غافل نہ تھے مدینہ پہنچتے ہی حیّ بن اخطب یہودی رات کے وقت انکے مسکن پر گیا اور دروازہ قلعہ کا کھٹکھٹایا کعب بن اسد رئیس قبیلہ کو حیّ کا آنا دریافت ہوا تو بولا اما انعل بدخول حیّ رجل مشئوم ھو الان یدعونی الی نقض العہد میں حیّ کو اندر نہ آنے دوں گا وہ ایک منحوس آدمی ہے اپنے قبیلہ (بنی نضیر) کو تو اسنے خراب کیا اب یہاں آیا ہے کہ ہم سے عہد شکنی کرائے۔ حیّ نے کہا اے کعب دروازہ کھول کہ عزت ابدی تمہارے لئے لایا ہوں اشراف قریش قبیلہ بنی کنانہ و غطفان وغیرہ کے ساتھ دس ہزار مرد دیگر آئے ہیں اب بلا اسکے کہ محمدؐ اور اسکے اصحاب کو تباہ و برباد نہ کرلیں یہ لوگ یہاں سے نہ جائیں گے کعب نے کہا اے ہو تجھپر تو ذلت ابدی ہمارے لئے لایا ہے

عہد شکنی بنی قریظہ

ہم نے محمدؐ سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہمکو تیری حاجت نہیں جہاں سے آیا ہے لوٹ جا۔ مکار حی نے کہا اے کعب تو ڈرتا ہے کہ میں اندر آؤں گا تو تجھے ضیافت کرنی پڑے گی اور آہو برہ بریاں جو تنور میں رکھا ہوا ہے اسمیں شریک ہوں گا اس لئے کواڑ نہیں کھولتا۔ کعب کو یہ سنکر طیش آیا اور کہا دروازہ کھولدو ابن اخطب اندر آیا تو لگا شیطان کی طرح یہودیوں کو پھسلانے اور راہ صلاح و فلاح سے بہکانے اس قدر چرب زبانی کی کہ انکو اپنے ساتھ لیجانے پر راضی کر لیا۔ مزید احتیاط کیلئے عہدنامہ کہ حضرت رسولؐ خدا نے ان کو لکھدیا تھا منگا کر پھاڑ ڈالا کہ جو ہونا تھا سو ہو لیا اب سوائے جنگ کے تمکو چارہ نہیں حضرت رسول خدا کو یہ حال معلوم ہوا تو نہایت محزون ہوئے۔ اور خوف و ہراس مسلمانوں میں دم بدم ترقی پکڑنے لگا۔ آپ نے سعد معاذ و اسید بن حضیر انصاریوں کو کہ قبیلہ اوس سے تھے اور بنی قریظہ کے قدیم ہم سوگند تھے انکی طرف بھیجا کہ تحقیق خبر لائیں اور حتی الامکان ان کو نقض عہد سے باز رکھنے کی کوشش کریں مگر کچھ فائدہ نہ ہوا یہودیوں نے انکو اندر نہ آنے دیا اور کعب نے بالائے قلعہ سے انکے سامنے ہوکر دونوں کو سب و شتم کیا اور شان میں حضرت سید الانس والجان کے ناشایستہ کلمات کہے۔ سعدؓ نے کہا تو مثل روباہ کے سوراخ بن گھسا ہے۔ عنقریب قریش اپنے گھر کو لوٹ جائیں گے اسوقت رسولؐ خدا تیرے گھر در کا محاصرہ کرکے اس سوراخ سے تجھے نکالیں گے اور گردن ماریں گے یہ کہکر واپس ہوئے اور ماجرا حضرت کی خدمتمیں عرض کیا۔ **شیخ طبرسی** علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ لشکر قریش بیسؔ روز سے زیادہ بیرون خندق پڑا رہا بجز اس کے کہ دور سے تیر و پتھر ایک دوسرے پر پھینکتے تھے کوئی لڑائی فریقین میں نہ ہوتی تھی حضرت رسولؐ خدا نے مسلمانوں کی کمزوری اور منافقوں کا نفاق علانیہ دیکھا تو چاہا کہ عینیہ بن حصین و حارث بن عوف رؤسا غطفان سے ثلث میوہ مدینہ کا دینا کرکے صلح کر لیں تاکہ وہ قریش کی حمایت سے دست بردار ہوں۔ پس سعد بن عبادہ انصاری کو بلا کر مشورہ کیا۔ سعد نے کہا یا رسولؐ اللہ اگر یہ امر حکم خدا بوحی آپ کو پہنچا ہے تو محل چون و چرا نہیں سر تسلیم خم ہے جو چاہے سو کیجئے آپ نے فرمایا وحی اس بارے میں نہیں آئی الا میں نے دیکھا کہ تمام عرب تمہاری عداوت پر متفق ہو گیا ہے چاہتا ہوں کہ بطمع مال ان کی جمعیّت کو متفرق کروں۔ سعد معاذ نے کہا جب ہم مشرک تھے خدا کو نہ پہچانتے تھے تو وہ ہمارے مال میں طمع نہ کر سکتے تھے اب کہ مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی خدمت کا امتیاز حاصل کیا تو کیونکر اپنی پیداوار انکو دیں اور یہ عار گوارا کریں۔ بخدا سوگند کہ ہمارے پاس بجز شمشیر اُن کے لئے دوسری شے نہیں حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا وَھُوَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ **ترجمہ** جب تک کہ حکم کرے خدا ہمارے درمیان اور وہ ہے زیادہ حکم کرنیوالا حاکموں کا) رسول خدا نے فرمایا میرا بھی دلی منشا یہی ہے اپنے عزم پر ثابت قدم رہو ہرگز حق تعالیٰ اپنے پیغمبر کو مخذول نچھوڑے گا اور ضرور اس دین کو بموجب اپنے وعدہ کے جملہ ادیان پر غالب کرے گا پس حضرت بقدم جد و جہد استادہ ہوئے اور اصحاب کو جہاد اہل عناد کی طرف دعوت کی اور وعدۂ نصرت و یاری جناب باری انکو پہنچایا۔ کفار اشرار سے عمرو بن عبدود و عکرمہ بن ابی جہل و ہبیرہ بن ابی وہب و ضرار بن خطاب و مرداس فہری ہتھیار لگائے عربی گھوڑوں پر سوار لشکر سے نکلے بنی کنانہ کی منزل گاہ پہنچے تو ان کو بھی لڑائی کے لئے برانگیختہ کیا خندق کے قریب پہنچے تو کہا یہ ایک مکر ہے کہ عرب

جنگ عمرو بن عبدود

اس سے واقفت نہ تھے یہ اس فارسی کا کام ہے جو اسکے (پیغمبرؐ کے) ساتھ ہے۔ پس ایک مقام تنگ دیکھ کر گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور خندق کو پھلانگ گئے۔ عمرو بن عبدود شجاعت و مردانگی میں شہرۂ آفاق اکیلا ہزار مرد کے برابر شمار ہوتا تھا۔ اسکو فارس یلیل[1] کہتے تھے اس سبب سے کہ ایک مرتبہ قافلہ قریش کا کہ عمرو ان میں شامل تھا۔ تجارت کیلئے شام کو جا رہا تھا۔ راہ میں یلیل کے مقام پر ناگاہ ایک ہزار قزاق ان کے مقابل ہوئے اہل قافلہ تو انکو دیکھتے ہی بھاگ گئے مگر عمرو بدستور اپنے مقام پر کھڑا رہا رہزن نزدیک آئے تو اس نے ایک شتر بچہ اٹھا لیا اور بطور سپر اسکو اپنے منھ کے سامنے کرکے باشمشیر برہنہ ان پر حملہ کیا اور اسقدر جنگ کی کہ قزاق ہزیمت پاکر بھاگے اور قافلہ صحیح سلامت نکل گیا تب سے اسے فارس یلیل کہتے تھے۔ پس اس نے میدان میں گھوڑے کو جولان دیکر مبارز طلب کیا۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ اہل اسلام عمرو کی جرأت وجلادت سے پہلے سے آگاہ تھے شدت خوف سے خون انکے بدن کا خشک ہوگیا اور وہ خاموش بے حس وحرکت کھڑے تھے کان علیٰ رؤسھم الطیر گویا ان کے سروں پر پرندہ ہے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے عرب میں اونٹ کے سر میں جوئیں پڑ جاتی ہیں جب بڑی ہوتی اور ایذا دینے لگتی ہیں تو وہ سر جھکا کر بیٹھ جاتا ہے کوّا آتا ہے اور اس کے سر پر بیٹھ کر جوئیں اپنی چونچ سے چنتا ہے اونٹ اس خوف سے کہ مبادا کوّا اڑ نہ جائے اور جوئیں سر میں رہ نہ جائیں سر نیوڑھائے چپ چاپ بیٹھا رہتا ہے اور اصلا حرکت نہیں کرتا۔ اسی سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ جب کوئی خاموش بیٹھتا ہے تو کہتے ہیں کہ گویا اس کے سر پر پرندہ ہے نیز روضۃ الصفا میں ہے کہ رسول خدا نے تامّل و تساہُل اصحاب کا ملاحظہ فرمایا تو ارشاد کیا کیا سبب ہے کس لئے اس کا مقابلہ نہیں کرتے حضرت عمر بن خطاب نے سب کی طرف سے عذر خواہی کی اور قصہ عمرو کے ہزار نفر راہزن کے ساتھ تنہا جنگ کرنے اور ان کو شکست دینے کا جیسا اوپر ذکر ہوا مفصل بیان کیا یعنی جو خوف کہ خود حضرت کے دلمیں راسخ تھا اوروں میں القا فرمایا۔ **بالجملہ** عمرو نے نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اسپ کو جولان کرتا اور مبارز چاہتا تھا رسولؐ خدا نے بیہودہ سرائی اس مردود کی سماعت کی تو فرمایا کوئی ایسا دوست نہیں جو شر اس دشمن کا ہم سے دفع کرے امیر المومنینؑ سیّد الاشجعین اُٹھے اور عرض کی انا اُبارِزُہ یا رسول اللہ میں اس سے لڑونگا اور اس کی شرارت کو بحول خدا آپ سے دفع کروں گا حضرتؐ خاموش تھے دوبارہ عمرو نے آواز دی کہ کون ہے تم سے جو میرے ساتھ نبرد آزما ہو ایہا الناس تم کہتے ہو کہ تمہارے کشتے جنت میں اور ہمارے دوزخ میں جاتے ہیں۔ فما یُحِبُّ اَحَدُکم ان یُقْدِمَ علیٰ الجنۃ او یُقَدِّم عدوّاً لہٗ الی النار یعنی کوئی نہیں چاہتا کہ جنت میں داخل ہو یا اپنے دشمن کو جہنم کو بھیجے یہ کہتا اور دائیں بائیں گھوڑا کوداتا کبھی نیزہ کبھی شمشیر کو ہلاتا پھرتا تھا اور رجز پڑھتا جاتا تھا جب کسی کو اس کے مقابلے کی جرأت نہوئی تو امیرؑ کبیر دوبارہ اٹھے اور اجازت پیکار طلب کی پیغمبر خدا نے فرمایا بیٹھ جا شاید کوئی دوسرا اٹھے یا علی یہ عمرو بن عبدود ہے۔ امیر المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی علی بن ابی طالب ہوں ؎ پیمبر بگفتش کہ عمرو است این۔ کہ دست یلی آختہ زآستین ✤ علی گفت اے شاہ اینک منم کہ یک بیشہ شیر است در جوشنم ✤ اس دفعہ عمرو نے آگے بڑھکر آواز بلند کہا کہ میں مبارز طلب کرتے کرتے تھک گیا اور آواز

[1] یلیل بدو یائے تحتانی دو نقطوں والی مثل یلین ایک مقام کا نام ہے شام میں ۱۲

میری کند ہوگئی مگر کوئی تم سے میرے سامنے نہ آیا امیر المومنینؑ یہ سنکر بیتاب ہوگئے اور باصرار والحاح اجازت چاہی پس حضرت رسولِ خدا نے آپ کو قریب بلایا اور عمامہ مبارک اپنا سحاب نام ان کے سر پر باندھا اور زرہ ذات الفضول بدن اقدس میں پنہائی اور تلوار ذوالفقار کو آپ کی کمر سے لٹکایا اور رخصت کیا اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اَعِنْهُ عَلَيْهِ پروردگار انصرت کر علیؑ کی اس پر دست دعا بلند کئے اور عرض کی پروردگارا تو نے عُبَیْدہ کو بروز بدر مجھسے لیا حمزہ کو بروز احد اور خود فرمایا یہ علیؑ میرا بھائی اور پسر عم ہے ۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِ رَاْسِهِ وَمِنْ تَحْتِ قَدَمَيْهِ فَلَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ؕ یعنی خداوندا آگے پیچھے داہنے بائیں بالائے سر و زیر ہر دو پا سے اسکی حفاظت کر اور مجھکو تنہا و اکیلا مت چھوڑیو اور تو خیر الوارثین ہے ۔ پس شاہ مردان شیر یزداں مثل پیل وماں و شیر ژیاں کے میدان جنگ میں تشریف لائے ۔ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ اس وقت حضرت رسولِ خدا نے فرمایا ذهب الايمان كُلُّهُ الى الكفر كُلِّه کہ تمام ایمان کل شرک کے سامنے گیا ہے ۔ پس صدائے گریہ و بکا زنان مدینہ سے بلند ہوئی کیونکہ عمرو کی برابر کسیکو نہ جانتے تھے اندیشہ تھا کہ امیر المومنینؑ کہیں اس کافر کے ہاتھ سے مارے نہ جائیں ۔ القصہ حضرت اس کے مقابل ہوئے تو اس نے نام و نشان آپ کا دریافت کیا فرمایا میں ہوں علی بن ابی طالب پسر عم رسول خدا و داماد آنحضرتؐ کا ۔ عمرو نے کہا ابوطالب ہمارا دوست و ندیم تھا میں نہیں چاہتا کہ اس کا بیٹا میرے ہاتھ سے مارا جائے ۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ اور استاد کے سامنے یہ حدیث پڑہی تو اس نے کہا اس ملعون نے جھوٹ کہا ۔ اصل یہ تھی کہ اس نے حضرت امیر کبیر کو دیکھا اور آپ کے کارنامے جنگ بدر و اُحد کے یاد آئے تو خوف اس پر طاری ہوا چاہتا تھا کہ حیلہ کرکے شیر خدا کے پنجہ سے نجات پائے اس لئے باپ کی دوستی کا بہانہ کیا امیر المومنینؑ نے کہا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کروں کیونکہ تو کفر و عناد پر مصر ہے یہ سُنکر عمرو کو غیرت آئی اور حمیت و جاہلیت اس کی دامنگیر ہوئی ۔ بروایتے امیر المومنینؑ نے کہا اے عمرو میں نے سنا ہے کہ تو پردہ ہائے خانہ کعبہ سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا کہ جو کوئی معرکہ جنگ میں تین امر مجھ پر عرض کرے البتہ میں ایک امر اس سے قبول کروں گا اب میں تین باتیں تیری روبرو پیش کرتا ہوں ایک ان سے قبول کر اوّل یہ کہ خدا و رسول پر ایمان لا اور کثافت کفر و نجاست شرک سے باہر نکل کہا یہ امید مجھ سے نہ رکھ ممکن نہیں کہ میں مسلمان ہوں ۔ فرمایا دوسرا امر یہ ہے کہ تو یہاں سے لوٹ جا اور لشکر کو بھی اپنے ساتھ لیتا جا جو کچھ حضرت رسولؐ خدا کہتے ہیں اگر وہ راست نکلا اور ان کا دعویٰ ثبوت کو پہنچگیا تو تمہارے لئے فخر و شرف کا باعث ہے ۔ کس لئے کہ تم آنحضرت کے قوم و قبیلہ سے ہو ورنہ دروغ گوئی کی صورت میں درندگان عرب ان کو کفایت کریں گے ۔ اس بدبخت نے کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا اگر ایسا کروں تو زنان قریش گھروں میں تذکرہ کریں اور مرد اس مضمون کے شعر کہیں کہ میں لڑائی میں جی چرا گیا اور جن لوگوں نے مجھکو اپنا رئیس و مقدم مانا تھا ان کی ذرا مدد نہ کرسکا ۔ کہتے ہیں کہ عمرو مذکور کے جنگ بدر میں سخت ضربت آئی تھی ۔ اسی وجہ سے وہ جنگ احد میں شامل نہ ہوسکا وہ اب لڑائی کے لئے تلملا رہا تھا کہ مبادا جو نام مردانگی میں عرب میں اسکا نکلا ہوا ہے کہیں پست نہو جائے الغرض اس نے دوسری بات بھی نہ مانی امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اگر انمیں سے کوئی بات تجھ کو منظور نہیں تو تیسرا امر یہ ہے کہ گھوڑے سے اتر کر میرے ساتھ جنگ کر اس لئے کہ میں بھی پیادہ ہوں عمرو یہ سنتے ہی گھوڑے سے کود پڑا اور اس کے پاؤں

کاٹ ڈالے اور کہنے لگا کہ میرا گمان نہ تھا کہ عرب سے کوئی بھی میرے ساتھ لڑنے کی جرات کر سکے یہ کہکر ایک ضرب شمشیر حضرت پر لگائی آپ نے سپر پر روکی سپر کو کاٹ کر سر اقدس تک پہنچی اور خون اس سے رواں ہوا یہی مقام تھا کہ جہاں پینتیس ۳۵ سال بعد ابن ملجم ملعون نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار ماری اور حضرت نے اس کے صدمے سے شہادت پائی الغرض امیر المومنینؑ نے اللہ اکبر کہکر ایک ضرب عمرو ملعون پر لگائی جس سے سر بجس اس کا مثل گیند الگ جا پڑا صدائے تکبیر سے مسلمانوں کو آگہی ہوئی کہ حضرت اس خبیث پر غالب آئے بروایت دیگر چونکہ خدعہ و فریب جنگ میں روا ہے امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنے تئیں فارس عرب کہتا ہے بس نہیں کرتا کہ میں تن تنہا تیرا مقابلہ کروں تو اپنے ہمراہ دوسرے شخص کو لایا ہے کہ تیری مدد کرے عمرو یہ سنکر مڑکر پیچھے دیکھنے لگا حضرت نے ایک وار اسپر کیا کہ دونوں پاؤں اس کے کٹ گئے اور وہ زمین پر گرا ایک گرد بلند ہوئی کہ دیکھنے والوں کو نہ معلوم ہوا کہ کسنے کس کو قتل کیا منافقوں نے غل مچایا علیؑ مارے گئے تھوڑی دیر میں غبار فرو ہوا تو دیکھا کہ حضرت اس کے سینہ پر سوار اس کی ڈاڑہی ہاتھ میں پکڑے ہوئے سر قلم کر رہے ہیں۔ پس سر پر غرور اس کا کاٹ کر حضرت رسول خدا کی خدمت میں لائے حضرتؐ نے امیر المومنینؑ کو آتے دیکھا تو استقبال کے لئے آگے بڑھے اور غبار چہرۂ مبارک سے پوچھتے تھے اور فرماتے تھے شادرہ اے علیؑ کہ اگر تیرے اس عمل کو تمام امت کے اعمال کے ساتھ وزن کریں تو البتہ تیرا پلہ بھاری نکلے اس لئے کہ کوئی گھر مشرکوں کا ایسا نہیں کہ اس کے مارے جانے سے ضعف اس میں داخل نہ ہوا ہو اور کوئی گھر مسلمانوں کا نہیں جس نے اس سے قوت و عزت نہ پائی ہو اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ضَرْبَۃُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یا اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ۔ یعنی ضربت علیؑ کی بروز خندق افضل ہے میری امت کی قیامت تک کی عبادت سے یا افضل ہے جن و انس کی عبادت سے ٥ بیں اجر یکضر بتش را ببین۔ گر انصاف باشد ہمیں بس ہمیں ٭ عبد اللہ بن مسعود صحابی حاضر تھے انہوں نے کہا کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیٍّ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا قَوِیًّا ٥ کہ کفایت کیا اللہ تعالی نے جنگ کو مسلمانوں سے ساتھ علی علیہ السلام کے اور ہے اللہ عزت والا قوی۔ عمر ابو بکر نے اٹھکر آنحضرتؐ کے سر و چشم بوسے دئیے عمر نے کہا یا علیؑ عمرو کی زرہ کیوں چھوڑ دی ایسی زرہ تو تمام عرب میں نہیں مل سکتی۔ حضرت نے فرمایا مجھکو شرم آئی کہ اپنے پسر عم کو بعد قتل عریاں کروں، ابو بکر بن عباس سے منقول ہے کہ کہتا تھا کہ علیؑ نے ایک ضرب لگائی کہ اسلام میں کوئی ضربت اس سے عزیز نہ تھی یعنی عمرو بن عبدود کے اور ایک ضربت کھائی کہ کوئی اس سے زیادہ منحوس نہیں یعنی ضربت ابن ملجم مرادی کی۔ **مؤلف کہتا ہے** کہ حدیث ضربۃ علی یوم الخندق الخ احادیث مشہورہ مستفیضہ سے ہے کہ سنی و شیعہ نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں اس کو روایت کیا ہے تعجب ہے کہ باوجود ایسی احادیث کے بھی حضرات اہل سنت ابو بکر و عمر کو آنحضرتؐ پر ترجیح و تفضیل دیتے ہیں اور ذرا نہیں سوچتے کہ جب ایک ضرب آپ کی اس اُمت کی قیامت تک کی تمام عبادات سے بہتر ہے تو اور ضربات و دیگر مجاہدات و باقی عبادات امیر المومنینؑ کے کہاں تک ثواب ہوں گے اور شیخین ان کے مقابل میں کس حساب میں شمار کیے جائیں گے طرہ یہ کہ خود آنحضرتؐ پر تہمت لگائی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ جَلَدْتُہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ

کہ جو کوئی مجھکو ابوبکر و عمر پر ترجیح دیگا اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ یعنی وہ سزا دوں گا جو شرع میں جھوٹے افترا پرواز کے لئے مقرر ہے کیا خوب جواعتقاد کہ امیر المومنینؑ ان دو بزرگوں کی نسبت رکھتے تھے آئندہ ناظرین کتاب ہذا کو بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ یہاں صرف اسی قدر کافی ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو سب سے پہلے اس سزا کے مستحق خدا اور سول ٹھہرتے ہیں جو ہمیشہ آپ کو شیخین اور تمام صحابہ پر ترجیح دیتے رہے خود اہل سنت نے بروایت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عَلِیٌّ خَیرُ البشر فَمَنْ اَبیٰ فَقَدْ کَفَرَ کہ علی بہترین بشر ہیں جو اس سے انکار کرے کافر ہے بعد ازاں خلیفۂ اوّل بھی اس حد کی زد سے نہیں بچ سکتے کیونکہ وہ بھی اپنے عہد خلافت میں سر منبر فرماتے رہے اَقِیلُونِی اَقِیلُونِی لَسْتُ بِخَیرِکُمْ وَ عَلِیٌّ فِیکُمْ کہ مجھکو خلافت سے نکالو میں تم سے بہتر نہیں جبکہ علیؑ تم میں داخل ہیں پس شبہ نہیں کہ یہ حدیث اور اور بہت احادیث مثل اس کے جن کا کہیں سر اور پیر نہیں ملتا حکّام وقت کے خوش کرنے کو خلفا بنی اُمیّہ کے زمانہ میں گھڑی گئی ہیں مگر بعض علما امامیہ نے اس مقام پر افادہ فرمایا ہے۔ کہ بفرض تسلیم معنی اس حدیث کے یہ ہوں گے کہ تفضیل و ترجیح اس مقام پر ہوتی ہے جہاں مُفَضَّل مُفَضَّل علیہ کے درمیان کوئی مناسبت ہو چونکہ امیر المومنینؑ اور شیخین میں اصلاً کوئی نسبت نہ تھی تو آنحضرت کو ان پر ترجیح دینا ایسا ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ یہ انسان اس لکڑی سے عاقل تر یا یہ مشک بکری کی مینگنیوں سے خوشبو تر ہے۔ پس جیسے یہ باتیں سرتا پا غلط و اہیات ہیں ویسا ہی امیر المومنینؑ کو ان لوگوں سے افضل کہنا باعث آپ کی کسر شان و قریب بہ تمسخر و استہزا تھا تو اس سبب سے آپ نے فرمایا جو ایسا کہے گا جھوٹے افترا پرواز کی سزا پائیگا چنانچہ اسی مقام سے ہے کہ جب کسیکو اپنے مبارک نام کے ساتھ معاویہ کا نام لیتے سُنتے تو آپ فرماتے تھے اَنْزَلَنِی الدَّهْرُ اَنْزَلَنِی حَتّٰی قِیلَ عَلِیٌّ وَمُعَاوِیَۃ کہ زمانے نے مجھکو گرایا اور پھر گرایا حتّٰی کہ کہا جاتا ہے کہ علیؑ و معاویہ۔ پس یہاں پر اوّل انزلنی سے خلفا ثلٰثہ کا زمانہ اور دوم سے معاویہ کا مراد ہے **لطف** یہ ہے کہ خود حضرات اہل سنت اپنے مقتداؤں سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر وغیرہ حضرت امیر المومنین سے کوئی نسبت نہ رکھتے تھے اور ان کا قیاس آنحضرت پر نہیں ہو سکتا باوجود اس کے پھر ایسے وضعی روایات کو زبان پر لاتے اور معتبر کہتے ہیں۔ کتاب مودۃ القربیٰ میں جس پر مولوی رشید الدین جیسے فاضل فخر کرتے ہیں عبداللہ بن عمر خطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ جب اصحاب پیغمبرؐ کا ذکر کرتے تو ابوبکر عمر عثمان کا نام لیتے پھر خاموش ہو جاتے ایک شخص نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن علی بھی تو اصحاب سے ہیں تو حضرت ابن عمر نے فرمایا علیؑ اہل بیت سے ہیں وہ کسی کے برابر قیاس نہیں کئے جا سکتے کیونکہ وہ رسول اللہ کے ساتھ اور ان کے درجہ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انکی ذریت ان کے ساتھ ایمان لائی تو ملحق و شامل کیا ہم نے ان کے ساتھ ان کی ذریت کو پس حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ فاطمہؑ رسول اللہ کے ساتھ ان کے درجہ میں ہیں اور علی فاطمہ کے ساتھ ہیں۔ **اور نیز** انہوں نے نقل کیا ہے کہ ربیعہ اسدی حذیفہ بن الیمان کے پاس گیا اور کہا ہم جب مناقب علیؑ نقل کرتے ہیں تو اہل بصرہ کہتے ہیں کہ تم علیؑ کے حق میں غلو کرتے ہو آیا کوئی حدیث تمہارے پاس اس بارے میں ہے تاکہ ان کی زبان بند کی جائے۔ حذیفہ نے کہا اے ربیعہ علی کا کیا حال بیان ہو قسم

بخدائے عزوجل کہ اگر امت محمدؐ کے اعمال روز بعثت آنحضرتؐ سے لیکر قیامت تک کے ایک پلے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا عمل دوسرے پلے میں تو البتہ آپ کا پلہ بھاری نکلے گا۔ ربیعہ نے کہا اس کا تحمل نہیں ہوسکتا۔ حذیفہ کو غصہ آیا اور کہا کیونکر تحمل نہیں ہوسکتا اے احمق کہاں تھے ابوبکر و عمر و حذیفہ و دیگر اصحاب رسول اللہ اس روز جبکہ عمرو بن عبدود مبارز طلب کرتا تھا۔ اور سب اس کے مقابلے سے جی چراتے تھے الا علی بن ابیطالب کہ میدان میں گئے اور حق تعالیٰ نے اسکو ان کے ہاتھ پر قتل کیا قسم ہے خدائے بزرگ و برتر کی کہ حذیفہ کی جان اس کے قبضہ میں ہے کہ اجر و ثواب اس کا عظیم تر ہے اعمال امت محمد سے تا بروز قیامت **یا لجملہ** عمرو کی بہن اس کی لاش پر آئی تو دیکھا کہ لباس و سلاح اس کے بدن کے اتارے نہیں گئے سمجھی اس کا قاتل مرد کریم تھا جس نے ان چیزوں کی پرواہ نہیں کی پوچھا کس نے اسے قتل کیا ہے کہا علیؑ ابن ابی طالب نے تو اس نے یہ دو شعر پڑھے ؎ لَوْ کَانَ قَاتِلُ عَمْرٍو غَیْرَ قَاتِلِہٖ ۔ لَکُنْتُ اَبْکِیْ عَلَیْہِ آخِرَ الْاَبَدِ ۔ لٰکِنَّ قَاتِلَہٗ مَنْ لَا یُعَابُ بِہٖ ۔ مَنْ کَانَ یُدْعیٰ اَبُوْہُ بَیْضَۃَ الْبَلَدِ یعنی اگر قاتل عمرو کوئی اور شخص ہوتا تو میں ابدالآباد اس پر رویا کرتی۔ مگر اس کو ایسے شخص نے قتل کیا ہے جو کسی عیب سے منسوب نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا باپ بیضۃ البلد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بیضۃ البلد کے معنی مہتر و سردار شہر کے ہیں جس پر اہل شہر مجتمع ہوں اور اس کا حکم مانیں چونکہ حضرت ابوطالب رئیس قریش و سردار مکہ تھے لہذا اس نام سے موسوم تھے قصہ کوتاہ عمرو کے ساتھ ضرار بن خطاب و ہبیرہ بن ابی وہب و نوفل بن عبداللہ و عکرمہ بن ابوجہل بھی خندق کو عبور کر آئے تھے۔ عمرو مارا گیا تو ضرار و ہبیرہ بقصد پیکار حضرت حیدر کرار کی طرف بڑھے آپ ضرار کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر ضرار کی نظر جونہی آنحضرتؐ پر پڑی تو بے تحاشا بھاگا۔ اس سے سبب اس فرار فوری کا دریافت کیا گیا تو کہا میں نے موت مجسم کا علی کے چہرے میں نظارہ کیا اس لئے قرار نہ ہوسکا۔ ضرار کو بھاگتا دیکھ کر حضرت خلیفۂ ثانی کو بھی شوق شجاعت چرایا اس کے پیچھے چلے تاکہ کوئی کام شہرت و عزت کا ان کے ہاتھ سے بن پڑے۔ ضرار نے آپ کو دیکھا تو پلٹا مگر یہاں اسکو دیکھکر تمام نشہ ہرن ہوگیا اور ہوش و حواس نے جواب دیدیا تھا۔ بارے ضرار نے زیادہ ضرر نہ پہنچایا صرف سرنیزہ کو ان کے سر سے چھوا کر کہدیا کہ اے عمر یہ ایک نعمت مشکورہ ہے جو تجھ پر ثابت کرتا ہوں میرا یہ احسان کبھی فراموش نہ کرنا کہ تجھکو زندہ چھوڑ دیا اگر عہد نہ کیا ہوتا کہ قریش سے کسیکو قتل نہ کروں گا تو تو کبھی میرے ہاتھ سے زندہ و سلامت نہ جاتا۔ **ابن ابی الحدید** معتزلی کہتا ہے کہ جنگ احد میں بھی حضرت عمر کو ضرار سے ایسی ہی ندامت اٹھانی پڑی تھی۔ جنگ خندق میں یہ دوسری باری تھی۔ **واقدی** نے دونوں حکایتوں کو اپنی کتاب مغازی میں نقل کیا ہے **ہُبَیرہ** تھوڑی دیر حضرت امیر کے مقابلہ میں کھڑا رہا یہ ہبیرہ شوہر ام ہانی خواہر امیر المومنین تھا آخر تاب ضرب یداللہی نہ لاکر پیٹھ دکھائی اور بھاگتے میں زرہ اپنے بدن سے اتار کر حضرت کے آگے پھینکتا گیا۔ ضرار و ہبیرہ بھاگے تو ان کے باقی رفیقوں عکرمہ وغیرہ کے بھی پاؤں اکھڑ گئے یہ سب اپنے اپنے مقام پر واپس پہنچ گئے الا نوفل بن عبداللہ کہ خندق کو پھلانگنے میں پشت زین سے جدا ہوکر خندق میں گرا مسلمان اوپر سے پتھر مارنے لگے تو اس نے کہا اس ترسانے سے تو بہتر ہے کہ ایک مرتبہ قتل ہی کر دو۔ اس لئے امیر المومنینؑ نے خندق میں اتر کر اسے قتل کیا۔ ابوسفیان و خالد ولید کو

خندق کے باہر صف بستہ کھڑے تھے جب انہیں عمرو و نوفل کے مارے جانے اور باقی سرداروں کے خائب و خاسر پھر آنے کا حال معلوم ہوا تو خوف ان پر چھا گیا اور مع لشکر وہاں سے باگ موڑی بنی غطفان نے بھی ان کے ساتھ فرار کیا اور منزل عقیق تک ان سب نے کہیں دم نہیں لیا اور کسی آدمی کو روانہ کیا کہ عمرو و نوفل کی لاشوں کو خرید لے آپ نے فرمایا کہ ہمکو ان کے پلید جسموں سے کوئی سروکار نہیں لا ناکل ثمن الموتی ہم مردوں کی قیمت نہیں کھاتے جہاں چاہیں ان کو لیجائیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ بعض اہل سنت نے نقل کیا ہے کہ لشکر قریش عمرو کے قتل کے بعد بے توقف مکہ کو لوٹ گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ پندرہ روز یا کچھہ زیادہ میدان جنگ میں ٹھہر کر مسلمانوں کا محاصرہ کئے رہا اس عرصہ میں کثرت سرما و قلت آذوقہ سے طرح طرح کے مصائب مسلمانوں کو پہنچے اور بہت سے معجزات بھی حضرت رسالت پناہ سے ظاہر ہوئے الامنافقوں کی زبانیں بند ہوتی تھیں وہ کہتے تھے کہ خدا اور رسول نے ہم کو دھوکا دیا وہ فتح کہاں گئی جسکا وعدہ تھا۔ بعض مسلمان اس بہانے سے کہ ہمارے گھر کنار شہر پر واقع ہیں مبادا یہودی ان پر چڑھ آئیں آہستہ آہستہ لشکر گاہ سے کھسکنے لگے۔ کچھہ لوگ کہتے تھے کہ بادیہ کی طرف چلنا اور اہل بادیہ (بدویوں) سے امداد طلب کرنا چاہیئے رسول خدا نے ایک جماعت کو اصحاب سے مقرر کیا کہ راتوں کو مدینے کے گرد پھر کر پاسبانی کریں امیر المومنینؑ تمام شب لشکر کے گرد گشت کرتے اور نگہبانی کی شرطیں بجالاتے۔ قریش سے کوئی شخص ذرا بھی اپنی جگہ سے حرکت کرتا تو حضرتؑ خندق کے پار جاتے اور اس کا مقابلہ کرتے اور ان کے لشکر میں پھرتے اور وہ آپ کو دیکھتے آپ مطلق اس کی پروانہ کرتے۔ اور راتوں کو تنہا مشغول عبادت رہتے صبح ہوتی تو اپنے لشکر میں واپس آتے۔ جس مقام پر آپ اُن ایام میں نماز پڑھتے۔ وہاں بعد کو مسجد بنگئی چنانچہ یہ مسجد مسجد امیر المومنینؑ کے نام سے مشہور ہے جو وہاں جاتا ہے اس میں نماز پڑھتا ہے۔ مسجد فتح سے بقدر ایک تیر پرتاب عقیق واقع ہے جب حضرت رسولؐ خدا نے دیکھا کہ اصحاب طول محاصرہ سے تنگ آگئے اور گھبرا اٹھے ہیں تو مقام مسجد فتح پر تشریف لے گئے وہ ایک پہاڑ ہے جہاں پیچھے سے مسجد فتح بنا ہوئی اور دست دعا گریہ وزاری حضرت باری میں دراز کئے اور ایفاء وعدۂ ایزدی کی اس طرح پر درخواست کی یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ اے کاشف کرب عظیم تو ہمارا اور ہمارے آباء اولین کا ولی ہے ہمارے اس غم و الم کو دور کر اور اپنی قدرت کاملہ سے اس قوم کی شدت و عنا کو ہمارے سروں سے اٹھالے پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور مژدۂ قبول دعا حضرت کو پہنچایا اور ساتھ ہی طوفان عظیم باد صرصر کا آیا لشکر کفار میں کھلبلی پڑگئی خیموں کی میخیں اکھڑ کر الگ جاپڑیں دیگیں جو چولھوں پر رکھیں ہوا کے تھپیڑوں سے سرنگوں گریں زحمت بے حد عسا مشرکین کے عائد حال ہو کر خائب و خاسر اپنے وطنوں کو انہوں نے فرار کیا اور مسلمانوں کو ضیق محاصرہ سے رہائی ملی۔ حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روضۃ الصفا میں بروایت محمد بن اسحاق نقل کیا ہے کہ ایک جوان مسجد کوفہ میں حذیفہ یمانی سے کہتا تھا خوشا حال تمہارا اے ابو عبداللہ کہ تم حضرت رسول خدا کی خدمت میں پہنچے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگر ہم کو شرف ملاقات آنحضرت کا حاصل ہوتا تو اپنے تئیں خاک راہ بناتے کہ وہ قدم مبارک اپنے ہم پر رکھتے۔ حذیفہ کو سُنکر غصہ آیا اور

کہا تو جھوٹ کہتا ہے تجھ سے بہتر اصحاب آنحضرت کی خدمت میں تھے انہوں نے ایسا نہیں کیا پس حدیث شب احزاب بیان کرنے لگے۔ کہ بخدا سوگند اس رات کو بھوک اور سردی نے ایسا ستایا تھا کہ خدا ہی جانتا ہے۔ کسیقدر رات گزرے حضرت رسول خدا خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز پڑھ کر فرمایا کہ کوئی مرد ہے کہ ہم کو اس قوم (کفار) کی خبر پہنچاوے۔ حق تعالیٰ اس عمل کی عوض اس کو بہشت میں میرا رفیق کرے گا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ بخدا ایسے بھوکھ اور سردی کے کسی نے جواب تک آنحضرت کو نہ دیا آپ پھر مشغول نماز ہوئے فارغ ہوئے تھوڑی دیر میں پھر فرمایا کہ جو اس وقت ان لوگوں کی خبر ہم کو لاکر دے فروا رقیامت بہشت میں ہمارا رفیق ہوگا اس مرتبہ بھی کوئی نہ بولا تا اینکہ تین چار بزرگان صحابہ کا نام لیکر خطاب کیا مگر کسی نے جانا قبول نہ کیا اور ان کا جواب یہ تھا کہ پناہ لیجاتے ہیں ہم طرف خدا، رسول کے اس آفت سے کہ ایسے وقت اپنی جگہ سے جنبش کریں آخر مجھکو آواز دی اے حذیفہ بن حرض کی لکنت فرمایا کیا باعث ہے کہ میں نے تین چار مرتبہ آواز دی اور تو سنتا تھا اور نہ بولا عرض کی یا رسول اللہ جوع اور سردی مجھکو اس سے مانع آئی حضرت تبسم ہوئے اور فرمایا میرے نزدیک آ۔ میں نزدیک گیا تو دست مبارک میرے سینہ پر پھیر کر فرمایا اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَتَحْتِهٖ خداوندا آگے پیچھے دہنے بائیں زیر و بالا سے حذیفہ کی حفاظت کر قسم بخدا کہ بھوک اور سرما کی زحمت مجھ سے زائل ہوگئی۔ **مترجم** کہتا ہے کہ واقعی صحابہ غیر معصوم جائز الخطا انسان تھے کبھی اطاعت و موافقت ان سے ظاہر ہوتی تھی کبھی عصیان و مخالفت اہل سنت کہ عموماً ان کی مدح و ستائش میں بلند پروازیاں کرتے ہیں یہ ان کا افراط و غلو ہے۔ دیکھو حذیفہ جیسے بزرگوار رازدار رسولؐ نے کیسے پوست کندہ حال بیان کردیا اور جوان نادان کو کہ زیادہ گوئی کرتا تھا کسطرح ڈانٹا بزرگان صحابہ سے بھی جن کا نام لیکر خطاب کیا گیا اور انہوں نے قبول نہ کیا ظاہرا شیخین اور ایسے ہی حضرات مراد معلوم ہوتے ہیں نہ کہ سلمانؓ و ابوذرؓ و عمارؓ وغیرہ۔ امیر المومنینؑ تو خود بقول حضرت عبداللہ بن عمر جماعۃ صحابہ سے ارفع و افضل اہلبیت رسالت تھے۔ ان سے کیونکر ممکن ہے کہ حضرت رسول خدا کسی کام کو کہیں اور سردی یا فاقہ ان کو تعمیل ارشاد نبوی سے مانع آئے۔ علاوہ بریں نہ معلوم اسوقت وہ لشکر کے کس کنارے پر حفاظت میں مشغول ہوں گے اگر شدت سرما و فاقہ کشی آنحضرت میں بھی اثر کرتی تو پھر کارروائی کیونکر ہوتی اور کشتی اسلام کسطرح کنارے پر پہنچتی۔ **القصہ** حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے مجھے حکم دیا کہ لشکر کفار میں جاکر خبر لا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور تاکید فرمائی کہ کوئی حرکت وہاں تجھ سے صادر نہ ہو بس میں نے ہتھیار لگائے اور خندق سے عبور کیا برکت سے دعاء آنحضرت کی بھوکھ اور جاڑے کی شدت بالکل مجھ سے زائل ہوگئی۔ اور ایسا گرم ہوگیا کہ گویا حمام میں جارہا ہوں قریب پہنچا تو ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوکر ان کو تاکنے لگا اندھیا ئی تے طوفان برپا کر رکھا تھا۔ ابوسفیان کے تاپنے کے لئے بہزار دقت تھوڑی سی آگ روشن کی تھی وہ کبھی اس پہلو کو اس سے گرم کرتا تھا کبھی اس کو میں نے چاہا کہ اس موقع پر اس کے ایک تیر لگاؤں مگر قول رسول اللہ کا یاد آیا اور باز رہا۔ علقمہ بن سلاقہ پکار رہا تھا کہ اے آل عاص ہوا اور سردی مجھکو مارے ڈالتی ہے۔ اس وقت لشکر خدا آپہنچا اور بڑے بڑے پتھر آسمان سے ان پر برسنے لگے جنکو وہ ڈھالوں پر روکتے تھے ہوا کے جھونکوں سے ان کے چراغ امید گل ہوگئے اور دلوں پر افسردگی کا ابر چھایا۔ ابوسفیان نے کہا ہمارے قیام کو یہاں

طول ہوا۔ اور دواب و مویشی ہلاک ہوئے۔ بنی قریظہ نے مخالفت کا رویہ اختیار کیا سلاح و ہتھیار کند و بیکار ہو گئے۔ یہ باد تند رہا سہا
ستیاناس کئے دیتی ہے۔ میں تو اب نہ ٹھہرونگا۔ یہ کہکر اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ جلدی میں اس کے پاؤں کی رسن بھی نہ کھولی۔ عکرمہ بن
ابی جہل یہ دیکھکر چلایا اے ابو سفیان تو پیشوائے قوم ہے ان کو بلا میں چھوڑ کر کہاں بھاگا جا رہا ہے بارے اس کے کہنے سے کچھ شرم
آئی اونٹ سے اُتر کر اس کا پاؤں کھولا اور مہار ہاتھ میں لئے چلا اور کہتا جاتا تھا کہ جلد بار کرو اس کے کہنے سے تمام قریش و غطفان و کنانہ
و فزارہ ایک بار روانہ ہوئے اور ایک مرد ان سے باقی نہ رہا راوی کہتا ہے کہ وہ بار کرنے میں مصروف ہوئے تو میں واپس ہوا۔ راستہ میں
مجھکو بیس سوار سفید عمامے سر پر باندھے ملے دو نے ان سے کہا کہ اپنے صاحب (پیغمبر خدا) سے کہہ کہ اللہ نے شر دشمن کو ان سے
دفع کیا اپنے مقام پر آیا تو پھر اسی طرح جاڑا معلوم ہونے لگا حضرت رسول خدا اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ دست مبارک سے
اشارہ کیا کہ نزدیک آ۔ آپ کے پاس ایک چادر طویل و عریض تھی اس کا ایک گوشہ مجھ پر ڈھانپ دیا میں اسکو اوڑھ کر گرم ہوا اور سو گیا
صبح کو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر مجھکو پکارا کہ قُمْ یَا نَوْمَان اے بہت سونے والے اٹھ صدائے روح افزا آنحضرتؐ سے بیدار ہو کر
ماجرائے شب من وعن آپ کے روبرو بیان کیا۔ روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اب وہ ہم سے لڑنے نہ آئیں گے۔ ہم ان کے جنگ
کو جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ پھر کفار کو فرصت نہوئی کہ لشکر مسلمانوں پر لائیں حتےٰ کہ حضرت ان پر گئے اور مکہ معظمہ کو فتح کیا۔ اس لڑائی
میں چھ شخص مسلمانوں سے شہید ہوئے۔ ایک ان میں حضرت سعد معاذ انصاریؓ تھے۔ ایک تیر آپ کے ہاتھ پر لگا اور رگ اکحل جس کو
ہفت اندام و میزاب بدن کہتے ہیں قطع ہو کر خون رواں ہوا جب ضعف بڑھنے اور قوت گھٹنے لگی تو انہوں نے انگشت موضع زخم پر
رکھ کر دعا کی پروردگارا اگر مسلمانوں کو قریش کے ساتھ ابھی لڑنا باقی ہے تو مجھکو زخم سے نجات دے۔ کیونکہ کوئی عمل خیر میرے نزدیک
اس گروہ کے جنگ سے بہتر نہیں۔ نہیں تو مجھکو زندگی درکار نہیں نہ دل سے شہادت کا خواستگار رہوں صرف اس قدر مہلت دے
کہ بنی قریظہ کا خاتمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ ان کی دعا مستجاب ہوئی اور خون بند ہو کر مقام زخم ورم کر آیا اور غزوہ بنی قریظہ کے بعد
خود بخود کھل کر باعث شہادت ہوا چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے اور کفار سے تین شخص مارے گئے۔ عمرو بن عبدود عامری و نوفل بن
عبداللہ مخزومی یہ تیغ شرربار حیدر کرار سے فی النار ہوئے۔ ایک عثمان بن منبہ بنی عبدالدار سے اس کے ایک تیر لگا اور مکہ پہنچکر اسی
صدمہ سے مر گیا ؛ **انجام کار بنی قریظہ و شہادت سعد معاذ رضی اللہ**۔ پہلے گذرا کہ بنی قریظہ و بنی نضیر حضرت
بشیر نذیر کے ہم عہد اور آپ کے حفظ و حمایت میں داخل تھے۔ نضیر اپنی عہد شکنی کے سبب کیفر کردار کو پہنچے یعنی بلاء جلا میں مبتلا ہو کر
وطن آوارہ ہوئے۔ قریظہ کو چاہئے تھا کہ اپنے بھائیوں کے حال سے عبرت پکڑتے اور جنگ خندق میں مسلمانوں کے ساتھ ہو کر دل و
جان سے ان کی امداد کرتے وہ برخلاف اس کے کفار قریش اور مفسدان بنی نضیر کے ساتھ شامل ہو گئے کہ اس سے کافروں کی
قوت و شوکت بڑھ گئی اور مسلمانوں پر خوف و ہراس نے غلبہ کیا چنانچہ شمہ اس کا پیشتر بیان ہوا۔ بعض تواریخ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے
عمرو بن عبدود وغیرہ کو قتل کیا اور کفار نابکار کو ہزیمت کرکے مقام عقیق تک پہنچایا اور وہ دوسرے روز باآہنگ جنگ پلٹے۔ تو بڑے

سرگرم عداوت اس وقت یہی بنی قریظہ تھے انہوں نے طلوع شمس سے غروب آفتاب تک لشکر اسلام کے ساتھ میدان کارزار گرم رکھا پس ایسے فتنہ جو مفسدہ پرداز قوم کا پہلو میں ہر دم لگا رہنا دشمن خانگی سے کم نہ تھا اور ان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دینا ذمہ ہمت اہل اسلام پر لازم ومتحتم تھا بریں رسول خدا جنگ خندق سے فارغ ہو کر داخل دولت سرا ہوئے اور جناب سیدہ نے پانی بہایا کہ گرد وغبار سے بدن اقدس کو شست وشو دیں ہتھیار اتار دیئے تھے۔ مگر کپڑے ہنوز اتارنے نہ پائے تھے کہ علم نصرت شمیم اپنا لگو دیا تھا کہ جبرئیل امین آئے اور کہا اے محمد رحمت خدا ہو تم پر تم نے ہتھیار کھولدیئے حالانکہ ملائکہ آسمان بدستور کمربستہ ہیں بس کفرۂ قریش کو مقام روحا یا حمرالاسد (باختلاف روایات) تک نکال کر واپس چلا آرہا ہوں حکم خالق ذوالمنن یہ ہے کہ آپ نماز عصر قبیلہ بنی قریظہ میں جاکر پڑھیں بس آگے چلکر بام ودَر کو اہل شر پر متزلزل کرتا ہوں جبرئیل تو یہ کہکر چلدیئے اور رسول خدا نے امیرالمومنین کو بلاکر حکم دیا کہ منادی کردیں کہ کوئی نماز عصر نہ پڑھے۔ اِلاَّ بنی قریظہ میں پس اصحاب نے اپنے اپنے مقام سے جنبش کی اور شیر خدا علم کبیر لیکر آگے بڑھے۔ **امام محمد باقر** علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس روز رایت سیاہ امیرالمومنین کے پاس تھا جسکو کہ عقاب کہتے تھے اور نیز لوائے سفید وہ حضرت رکھتے تھے۔ حضرت رسول خدا ان کے پیچھے سے سوار ہوئے جس گروہ سے گذرتے وہ کہتا کہ ایک سوار دحیۂ کلبی کی صورت کا تحریص جنگ کرتا آگے جا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ جبرئیل ہے۔ الغرض امیرالمومنین نے وہاں پہنچکر علم عین دیوار قلعہ کے نیچے گاڑ دیا حضرت کو دیکھ کر قلعہ میں کھل بلی پڑگئی اور چلائے قَدْ اَجَاءَ کُمْ قَاتِلُ عَمْرٍو وَقَدْ اَقْبَلَ الیکم قَاتِلُ عَمْرٍو کہ قاتل عمرو بن عبدود تم پر چڑھ آیا۔ اور رعب عظیم ان کے دلوں پر چھا گیا آپ نے سنا کہ ایک شخص بطور رجز کے پڑھتا ہے ؎ قَتَلَ عَلِیٌّ عَمْرواً ۔ صَادَ عَلِیٌّ صَقْراً ۔ قَصَمَ عَلِیٌّ ظَهْراً ۔ اَبْرَمَ عَلِیٌّ اَمْراً ۔ هَتَكَ عَلِیٌّ سِتْراً ۔ یعنی قتل کیا علیؑ نے عمرو کو اور صید کیا شہباز کو۔ شکستہ کیا کمر کفر کو۔ اور مضبوط کیا امر اسلام کو اور ہتک ناموس شرک فرمایا۔ حضرت امیر نے یہ سنا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَقَمَعَ الشِّرْكَ کہ شکر خدائے تعالیٰ کا کہ اس نے اسلام کی نصرت کی اور کفر کا قلع وقمع فرمایا۔ بروایت دیگر امیرالمومنینؑ وہاں پہنچے تو یہودی مسلمانوں کو گالیاں دینے اور حضرت رسول خدا کی نسبت ناسزا بکنے لگے۔ اتنے میں حضرت رسول خدا دراز گوش پر سوار وہاں تشریف لائے۔ امیرالمومنینؑ نے آگے بڑھ کر عرض کی بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قلعہ کے پاس نہ آیئے حضرت سمجھ گئے کہ یہود عنود نے گستاخانہ رویہ اختیار کیا ہے فرمایا یا علیؑ مجھکو دیکھینگے تو حق تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار کرے گا۔ کوئی ناشایستہ کلمہ زبان سے نہ نکال سکیں گے اور جس طرح حق تعالیٰ نے تجھکو عمرو کے قتل پر قادر کیا ان کو بھی تو ہی قتل کرے گا۔ پھر نزدیک جاکر کہا اے برادران میمون وخوک واے پرستندگان طاغوت تم مجھکو دشنام دیتے تھے۔ اِنَّا اِذَا اَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ بتحقیق کہ ہم جب کسی قوم کی ساحت میں بارادۂ انتقام نزول کرتے ہیں۔ پس روز بد ہے ان کے لئے۔ کعب بن اشرف نے بالائے قلعہ سے کہا یَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا کُنْتَ جَهُوْلًا وَلَا سَبَّابًا قط اے ابوالقاسم تم ہرگز جاہل ودشنام دہندہ نہ تھے۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ حضرت رسولؐ نے یہ کلمہ سنا تو شدت حیا سے عصا ہاتھ سے اور ردا دوش مبارک سے گرگئی اور آپ چند قدم پیچھے کو ہٹ گئے پس لشکر اسلام قلعہ ہائے یہود کے نزدیک خیمہ زن ہوا اور پندرہ یا بقولے پچیس روز ان کا

محاصرہ کرکے سنگ وتیران پر برسائے تھے۔ **روایت** ہے کہ ایک روز امیر کبیرؑ سوار ہوئے اور یہ کہکر کہ آج قلعہائے کفر کو فتح کرونگا ورنہ حمزہ سید الشہدا کی طرح شہید ہوجاؤں گا۔ ایک حملۂ حیدری کیا۔ کفار کے آپ کی ہیبت ودہشت سے دل ٹھکانے نہ رہے۔ قاصد حضرت رسولؐ خدا کے پاس بھیجکر خواستگار ہوئے کہ سعد معاذ انصاریؓ جو کچھ ہمارے درمیان حکم کردیں ہمکو قبول ومنظور ہے۔ سعدؓ کے جب سے جنگ خندق میں تیر لگا تھا بکمال ضعف مدینہ میں صاحب فراش تھے اسی سبب سے اس غزوہ میں بھی حاضر نہ تھے۔ حسب الایما حضرت رسالت پناہ ان کو محافہ میں سوار کرکے لشکر گاہ میں لائے۔ بنی اوس خویش واقارب سعد نے محافہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا کہ اے ابو عمر اپنی قدیمی ہم عہدوں اور مددگاروں پر رحم کر وان کی جانیں بچاؤ۔ اس سعادتمند نے کہا کہ سعد راہ خدا میں ملامت کرنیوالوں کی ملامت سے خوف نہ کرے گا اور کہا اے معشر یہود تم میری حکومت پر راضی ہو۔ کہا راضی ہیں اور امید نیکی واحسان تم سے رکھتے ہیں پھر رسول خدا کی طرف مڑے اور بکمال ادب آپ سے اذن چاہا حضرت نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی تو سعد نے کہا حکم یہ ہے۔ کہ مردان یہود قتل کیے جائیں اور زنان وبچگان بردہ واسیر اور مال وجائداد ان کی مسلمانوں میں تقسیم ہو۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا اے سعد تم نے وہ حکم کیا جو حق تعالیٰ بالائے ہفت آسمان کرچکا تھا پس یہودیوں کی مشکیں باندہ کر مدینہ میں لائے۔ حیّ بن اخطب ملعون بھی انکے درمیان تھا ان کو مسلمانوں پر قسمت کیا کہ جنت البقیع میں لیجا کر قتل کریں۔ حیّ کو حضرت امیرؑ نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا لکھا ہے کہ جب اسکو دست بستہ حضرت کے سامنے کھڑا کیا تو بولا ایک شریف آدمی دوسرے شریف کے ہاتھ سے قتل ہوتا ہے آپ نے فرمایا بہت سے نیک بدوں کے ہاتھ سے اور بد نیکوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں وائے برحال اس کے کہ نیکوکار شرفا اسکو قتل کریں اور خوشا حال اسکا کہ کفار اشرار کے ہاتھ سے مارا جائے **نیز** روایت ہے کہ نظر مبارک رسول خدا حیّ مذکور پر پڑی تو فرمایا اے فاسق صنع خدا کو اپنے حق میں کیونکر پاتا ہے کہا بخدا سوگند اے محمدؐ میں تمہاری عداوت میں اپنے تئیں ملامت نہیں کرتا جو کچھ مجھ سے ہوسکا کیا اور جسقدر جد وجہد امکان میں تھی بجا لایا الاجس کی خدا مدد نہ کرے وہ مخذول ہے۔ پھر اپنی قوم سے خطاب کیا کہ ایہا الناس جو کچھ کہ خواستہ خدا ہے ضرور ہوگا یہ ایک قتل تھا کہ بنی اسرائیل پر لکھا جاچکا تھا۔ اپنے دین ویقین پر ثابت رہو۔ **کعب بن اسد** رئیس قبیلہ سامنے آیا تو حضرت نے فرمایا اے کعب تجھکو ابن حواش شامی اپنے عالم بزرگ کی پند سودمند نہوئی جو کہتا تھا کہ نعمات شام کو چھوڑکر فقر وفاقہ کی طرف آیا ہوں کہ پیغمبر مرسل کا دیدار کروں جسکا وطن مکّہ اور ہجرت گاہ مدینہ ہے نان خشک وچند دانۂ خرما پر قناعت کرنے والا اور دراز گوش پشت برہنہ پر سوار ہونے والا ہے۔ اس کی آنکھوں میں سرخی اور اسکی پشت پر مہر نبوت لگی ہوئی ہے۔ تلوار ہاتھ میں لیگا اور جو سامنے آئیگا اس پر جہاد کرے گا۔ اس کی بادشاہی منتہائے زمین تک پہنچے گی کعب نے کہا یہ درست ہے اے محمد اگر یہود نہ کہتے کہ بخوف جان ایمان لایا ہوں تو میں البتہ تم پر ایمان لے آتا مگر اب دین یہود پر مرتا ہوں۔ پس حضرت نے حکم دیا کہ اسکو بھی قتل کریں مروی ہے کہ یہود لئام کا کام حسب مرام انجام کو پہنچا تو سعد کا زخم کہ بحکم خدا اب تک بستہ تھا پھوٹ نکلا اور یہی باعث ان کی وفات کا ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ سعد کی وفات کی خبر حضرت رسول خدا کو پہنچی تو مع جماعت اصحاب ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور حاضر رہے جبتک کہ ان کے غسل وکفن وحنوط سے

قتل حیی بن اخطب

قتل کعب بن اسد

وفات سعد بن معاذ انصاری

فراغت ہوئے پس جنازۂ سعد کے پیچھے برہنہ پا بلا ردا بصورت مصیبت زدوں کے روانہ ہوئے راہ میں کبھی داہنی جانب جنازہ کو پکڑتے تھے کبھی بائیں جانب کو۔ قبر پر پہنچے تو خود بنفس نفیس قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے انکو لحد میں رکھا۔ بعد فراغت سبب ان امور کا دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ نعلین نہ پہنے کا باعث یہ تھا کہ ملائکہ پا برہنہ جنازہ کے ہمراہ تھے۔ میں نے انکی تاسی کی اور بار بار کندہا بدلتا تھا کیونکہ جبرئیل انکی جانب چپ و راست کو اٹھاتے تھے میں بھی اسی طرف کو اٹھاتا تھا جسکو جبرئیل اٹھاتے تھے نیز منقول ہے کہ ستر ہزار ملائکہ نے جنازۂ سعد پر نماز پڑہی کہ جبرئیل ان کے درمیان تھے۔ حضرت رسول خدا نے پوچھا یا اخی جبرئیل کیا باعث تھا کہ تم نے اسقدر فرشتوں کے ساتھ اس کے جنازہ کی نماز پڑہی کہا کہ وہ سورۂ قل ہو اللہ کا ورد رکھتے تھے کھڑے بیٹھے سوار پیادہ جاتے آتے اسکو پڑہتے رہتے تھے۔ نیز منقول ہے کہ سعد نے وفات پائی تو حضرت رسالت پناہ نے فرمایا رحمت خدا ہو تم پر اے سعد تم مثل ایک استخوان کے تھے گلوئے کافران میں اٹکے ہوئے اگر میرے بعد زندہ رہتے تو مدینہ میں گوسالہ پرستی نہونے دیتے یعنے حق بحقدار پہنچتا اور ابو بکر و عمر خلافت پر مسلط نہونے پاتے ؛

ذکر غزوۂ حدیبیہ و شک کردن بعض صحابہ در نبوت آنحضرت صورت اس غزوہ کی یہ ہوئی کہ حضرت رسول خدا نے خواب میں دیکھا کہ گویا مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور طواف خانۂ خدا و باقی شرائط عمرہ بجا لائے بنابریں اصحاب کو حکم دیا کہ آمادۂ سفر ہوں اور ماہ ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری میں چودہ پندرہ سو آدمی ساتھ لیکر مدینہ سے نکلے شتران قربانی آپ کے ہمراہ تھے مقام ذی الحلیفہ[1] سے احرام عمرہ باندہا اور لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے رہگزائے منزل مقصود ہوئے۔ اصحاب سے بعض اس مقام سے اور بہت سے مسجد شجرہ سے مُحرم ہوئے قربانی کے جانور سب کے ساتھ تھے مکہ میں قریش کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے مشورہ کیا۔ رائے ناصواب ان کی اس بات پر متفق ہوئی کہ جسطرح ہو حضرت کو زیارت خانہ کعبہ سے روکنا چاہیئے پس خالد ولید کو دو سو سوار دیکر آگے بھیجا کہ موقع پاکر لشکر اسلام پر چھاپا مارے لیکن فضل الہی شامل حال رسول ذی الجلال تھا۔ اس سے کسی کا بال تک بھی بیکا نہ ہوا تا اینکہ آپ چلتے چلتے مقام حدیبیہ پر کہ قریب بحرم واقعہ ہے پہنچکر فروکش ہوئے۔ قریش بکمال قہر و طیش شہر سے نکل کر وادی ذی طوی میں خیمہ زن ہوئے حضرت نے ان کو پیغام بھیجا کہ میرا ارادہ لڑائی کا نہیں اس لئے یہاں آیا ہوں کہ طواف خانۂ معظمہ بجا لاؤں اور جانوران قربانی کو ذبح کرکے ان کا گوشت تمہارے لئے چھوڑ جاؤں مگر مشرک راضی نہوتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کس لئے مجھکو مجال خود نہیں رہنے دیتے کہ اگر اپنے دعوے میں راست گو ہونگا تو بادشاہی دینا مع فخر نبوت تمہارے لئے ہے کیونکہ تمہاری قوم اور خاندان سے ہوں ورنہ عرب کے لٹیرے مجھکو کفایت کرتے ہیں تمکو حاجت زحمت اٹھانے کی نہیں پس اپنے تمام اصحاب کو جمع کرکے ایک درخت ببول کے تلے بٹھکر بیعت لی یہ بڑی مشہور بیعت موسوم بہ بیعت رضوان و بیعت تحت الشجرہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ بارے ان باتوں سے وہ سنگین دل کچھ نرم ہوئے اور کہا کہ اب تو تمہارا ادہر آنا اور ہمارا سد راہ ہونا عرب میں مشہور ہو گیا ہے اگر اسوقت داخل مکہ ہوئے تو ہماری اس میں سبکی ہوگی اور انکو حوصلہ ہو جائیگا جسکا جی چاہیگا بزور چلا آیا کریگا۔ ہاں سال آئندہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تین دن

[1] ذو الحلیفہ بضم حا و فتح لام وہ مقام ہے جسکو رسول خدا نے اہل مدینہ کا میقات یعنی احرام باندہنے کی جگہ مقرر فرمایا وہ مدینہ سے چھ میل بجانب مکہ واقع ہے ۱۲ منہ

صرف تمہارے واسطے خانہ معظمہ کو خالی کر دیں گے تم اگر بفراغت عمرہ بجا لائیو کسی قسم کی مزاحمت نہ ہوگی۔ حضرت رسول خدا اس پر راضی ہوگئے اور ٹھیر گیا کہ دس سال کے لیے فریقین میں مصالحہ ہو جائے کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرنے پائے۔ راہیں آمدرفت کی کھلجائیں اور کاروبار تجارت جاری ہو جنگ وجدال یک قلم برطرف مسلمان مکہ میں آسودہ حال فارغ البال زیست کریں کفر وشرک پر ان کو مجبور نہ کیا جائے۔ قریش نے کہا اس قدر اور بھی درخواست ہے کہ جو کوئی ہماری قوم وقبیلہ کا بھاگ کر تمہارے پاس چلا آئے آپ اس کو واپس بھیجدیں اور جو وہاں سے علیحدہ ہو کر اپنی قوم میں شامل ہونا چاہے اس کے درپے نہوں حضرت نے فرمایا جو اسلام سے مرتد ہو کر کفر وشرک اختیار کرے ہم تہ دل سے اس سے بیزار ہیں اور اصلا اس کی حاجت نہیں رکھتے۔ اس پر بعض کوتہ اندیش ضعیف الایمان مسلمان معترض ہوئے کہ ہمارے آدمی وہ واپس نہ دیں اور ہم ان کے لوٹا دیں یہ ٹھیک نہیں اور مصلحت رسول کو انہوں نے نہ سمجھا زیادہ سرگرم اس بارے میں حضرت عمر بن الخطاب تھے انہوں نے کہا کہ اگر پیغمبر برحق ہوتے تو ہرگز اس صلح پر راضی نہ ہوتے اور برملا حضرت رسول خدا پر اعتراض کیا کہ کیا ہم حق پر اور قریش باطل پر نہیں فرمایا بلاشبہ وہ باطل پر اور تم حق پر ہو کہا پھر کس لئے اس خواری سے صلح کیجاوے آپ نے فرمایا اے عمر حق تعالی میرے ساتھ فتح ونصرت کا وعدہ کر چکا ہے وعدۂ ایزدی میں کبھی خلاف نہوگا۔ **بروایت** علی ابن ابراہیم قمی عمر نے کہا اگر اس وقت چالیس مرد بھی میرے ساتھ ہوتے تو میں البتہ محمدؐ سے مخالفت کرتا۔ اور جب قاصدان قریش مجلس سے اٹھ گئے تو انہوں نے پھر کہا یا رسول اللہ آپ نے نہیں کہا کہ ہم مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور طواف خانہ کعبہ کریں گے اور سر منڈائیں گے۔ فرمایا میں نے یہ کب کہا ہے کہ یہ ساری باتیں اسی سال میں ہوں گی۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ حق تعالی مجھ سے فتح مکہ کا وعدہ کر چکا ہے ہم ضرور مکہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے اور حجامت کرائیں گے مگر حضرت عمر کی اس سے تسلی نہ ہوئی اور وہ کہا کئے۔ مَا شَكَكْتُ فِي نُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ كَشَكِّي يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ یعنی نبوت محمدؐ میں مجھکو شک تو بارہا ہوئے ہیں۔ الا حدیبیہ کے دن کا شک ان سب سے بڑھا ہوا ہے۔ القصہ جب اس قسم کے حضرات نے شور وشغب زیادہ کیا تو حضرتؐ نے فرمایا اگر صلح قبول نہیں کرتے تو تم کو اختیار ہے جاؤ اور ان کے ساتھ جنگ کرو مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں نقل کیا ہے کہ یہ لوگ گئے۔ قریش آمادہ جنگ وپیکار تھے ان پر حملہ آور ہوئے اور یہ تاب ان کے حملہ کی نہ لا کر با حال پریشان بھاگے کفار نے ان کا تعاقب کیا اس وقت آپنے فرمایا یا علیؑ اٹھو اور بزور شمشیر کفار کو پس پا کرو حضرت امیرؑ تلوار کھینچکر مقابل ہوئے تو انہوں نے کہا یا علیؑ آیا محمدؐ اس صلح سے پشیمان ہوئے حضرت نے فرمایا نہیں وہ اپنے عہد پر قائم ہیں پس اصحاب نادم وشرمندہ سامنے آئے۔ رسول خدا نے ان سے فرمایا میں تم کو خوب جانتا ہوں کہ بدر کی لڑائی میں ڈر گئے اور جنگ احد میں بھاگے کہ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور نیز اور بہت سے موقع ان کو یاد دلائے۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ چونکہ روئے خطاب حضرت کا اس کلام میں عمر خطاب کی طرف تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ جنگ احد میں بھگوڑوں میں شامل تھے۔ **مولف کہتا ہے** کہ حضرت خلیفہ ثانی کا اس روز رسول خدا کی بات نہ ماننا اور حضرت کی نبوت میں شک کرنا کتب اہل سنت میں بھی اسی طرح مصرح ہے جیسا کہ کتب شیعہ میں مزید اطمینان کے لئے چند عبارتیں

ان کی کتابوں کی یہاں پر نقل ہوتی ہیں۔ **روضۃ الصفا** میں ہے۔ "در خاطر بعضے از اہل اسلام شیطان رجیم شبہات انداخت
کہ مناسب صدق و یقین ایشاں نبود" اور روضۃ الاحباب میں ہے "مرویست از عمر بن خطابؓ کہ گفت کہ در آں روز امر عظیم در دل من
پیدا شد و مراجعت کردم با حضرت مراجعتے کہ ہرگز مثل آں نکردہ بودم" پھر اسی طرح کے چند سوال و جواب جو کہ پہلے لکھے گئے درمیان
خلیفہ ثانی اور حضرت رسول اللہ کے نقل کر کے لکھا ہے کہ "عمرؓ گوید ہمچناں ملول و محزون مجلس آں سرور برخاستم و نزد ابو بکر
صدیق رفتم و آں حکایات بغرض حضرت رسانیدہ بودم گفتم و ہماں جواب کہ رسول گفتہ بود از ابو بکر شنیدم و در روایتے آنکہ صدیق گفت
کہ اے عمر برو و دست در رکاب اوزن و ہیچ اعتراض مکن کہ وے فرستادۂ خدا است ہرچہ کند بوحی کند و مصلحت در آں باشد انتہی" حضرت
ابو بکر کے اس آخری فقرہ کو کہ برو و دست در رکاب اوزن الخ۔ ملاحظہ فرمانا چاہیئے کہ اس سے روایت علی بن ابراہیمؒ کی جو اوپر لکھی
گئی یعنی عمر کہتے تھے کہ اگر میرے ساتھ چالیس آدمی ہوتے تو میں آنحضرت سے مخالفت کرتا الخ۔ صرف تصدیق ہی نہیں ہوتی بلکہ کچھ
بڑھ کر ثابت ہوتا ہے۔ کیا معنی کہ اس سے صاف صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر خطاب نے جناب رسالت مآب کے ساتھ مخالفت
کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ بخلاف روایت علی ابن ابراہیم کے کہ اس میں یہ خیال چالیس مرد کے ہمراہ ہونے پر مشروط ہے۔ پس فرق ظاہر
ہے اور قول خلیفہ اول "ہیچ اعتراض مکن کہ وے فرستادۂ خدا است ہرچہ کند بوحی کند و مصلحت در آں باشد" اس سے عیاں ہے کہ
خلیفہ ثانی پیغمبر پر اعتراض کرتے اور ان کو فرستادۂ خدا نہ جانتے اور ان کے افعال کو مبنی بر مصلحت و موافق وحی الٰہی خیال نہ کرتے تھے
معارج النبوۃ میں ہے "نقلست از ابو عبیدہ جراح کہ با عمر گفت کہ محمدؐ رسول خدا است جل و علا و ہرچہ گوید و کند بصدق و صواب مقرون خواہد
بود اے عمر از مکائد شیطان بخدا پناہ گیر و نفس خود را متہم دار" اور نیز معارج میں ہے۔ "و روایتست کہ در آں زمانیکہ فاروق از حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایں سوال میکرد کہ نہ تو وعدہ کردی کہ چنیں خواہد بود حضرت جواب داد کہ آرے بعد ازاں روئے بعمر آوردہ گفت کہ شمارا فراموش
شد کہ در روز احد راہ گریز پیش گرفتہ بودید و من شمارا مے خواندم و ہیچیک از شمارا من مجال التفات نبود و فراموش گردید روز احزاب
را کہ دشمنان از اعلیٰ و اسفل متوجہ بودند و آنچہ وعدۂ خدائے تعالیٰ بود بانجاز پیوست و بعد ازاں بیک واقعہ کہ بر فنون الطاف الٰہی و انجاز
وعدۂ او بود بیاد ایشاں داد انتہی۔ واضح رہے کہ اس کے بعد جو کتب اہل سُنّت میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کہتے تھے کہ میں بہت سا
استغفار بدرگاہ باری کرتا اور اعمال نیک مثل نماز روزہ کے بجا لاتا ہوں اور غلام راہ خدا میں آزاد کرتا ہوں کہ شاید اس جرأت کا کہ
اس روز مجھ سے سرزد ہوئی کفارہ ہو جائے یہ ان کے لئے کچھ فائدہ مند نہیں کیونکہ مدعا شیعوں کا ایسی باتوں کے نقل سے صرف اتنا
ہے کہ یہ حضرات ایمان کامل و یقین واثق نہ رکھتے تھے اور رسول اللہ کی حیات میں خود آنحضرتؐ کے ساتھ جب ان کے یہ سلوک تھے
تو آپ کے بعد ان کی اہل بیت سے جو بے اعتنائی ان سے صادر ہو بعید نہیں۔ اور نیز یہ کہ جب عمر جیسے بزرگواروں کے دین و یقین کا یہ حال
تھا تو بیچارا معاویہ اور اس کے افسران و امثال کس گنتی میں ہیں۔ پس قضیہ مجعولۂ اہلسنت۔ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ (ترجمہ صحابہ
سب کے سب عادل ہیں) کس طرح معتبر ٹھہر سکتا ہے۔ **القصہ** اہل شک و ریب کی بات اس معاملے میں مسموع و مقبول نہ ہوئی اور وکلاً

قریش حاضر ہوئے کہ صلح نامہ تحریر ہو امیرالمومنینؑ وثیقہ لکھنے بیٹھے، اور لکھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ سہیل بن عمر نے کہا ہم رحمان و رحیم کو نہیں جانتے۔ جیسا ہمیشہ سے لکھتے آئے ہیں۔ بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو مسلمانوں نے کہا رحمن و رحیم ضرور لکھنا چاہیئے رسول خدا نے کہا یا علیؑ بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھو آپ نے حسب الارشاد بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا۔ اس کے بعد لکھا هٰذَا مَا قَضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ یہ وہ ہے جو رسول خدا نے فیصلہ کیا ہے۔ سہیل بولا اگر ہم آپ کو رسول اللہ جانتے تو زیارت کعبہ سے کاہے کو مانع آتے بجائے رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھنا چاہیئے حضرت نے فرمایا قسم بخدا کہ میں رسول خدا ہوں تم میری تصدیق کرو یا تکذیب یا علی لفظ رسول اللہ کو محو کر کے بجائے اس کے ابن عبداللہ لکھدو امیرالمومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا کہ وصف رسالت آپ کے نام نامی سے محو کروں بروایت معارج سہیل نے کہا اے علی لفظ رسول اللہ کو محو کرو ورنہ ہم اس صلح سے بیزار رہیں امیرالمومنینؑ نے یہ سنا تو کاغذ ہاتھ سے رکھدیا اور قبضۂ شمشیر دست حق پرست میں لیا کہ بزور تلوار انکو اس حکومت بیجا سے معزول کریں اس وقت رسول خدا نے کاغذ اٹھا کر بدست مبارک خود لفظ رسول اللہ محو کیا بعد ازاں امیرالمومنین نے بقولے خود حضرت نے باعجاز رسالت ابن عبداللہ لکھا غرض صلح نامہ لکھا گیا اور فریقین کی مہر و گواہی اسپر ہو گئی تو حضرت رسول خدا نے علی مرتضیٰ سے کہا یا علی تم نے وصف رسالت کو میرے نام سے محو کرنا نہ چاہا قسم بخدا کہ تم کو بھی ایک زمانے میں ان کفار فجار کی اولاد سے ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا کہ یہ لوگ وصف امیرالمومنینؑ کو تمہارے نام سے مٹانا چاہیں گے تم کو مجبوراً مٹانا پڑے گا۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فی الحقیقت امیرالمومنین کو پس از جنگ صفین بوقت تحکیم حکمین یہ قضیہ پیش آیا اور معاویہ و عمرو عاص نے صلح نامہ میں لفظ امیرالمومنین نہ لکھنے دیا چنانچہ یہ ماجرے مفصل اپنے مقام میں مذکور ہے۔ **بالجملہ** امر مصالحت اتمام کو پہنچا تو حضرت رسالت پناہ نے اصحاب کو حکم دیا کہ شتران قربانی کو نحر کریں اور اپنے سروں کو منڈاویں مگر اہل شک و ارتیاب نے قبول حکم نبوی سے انکار کیا حضرت ملول و حزین خیمہ حرم محترم میں آکر لیٹ گئے حضرت ام سلمہؓ ام المومنین کو حال آپ کے ملال کا معلوم ہوا تو عرض کی یا رسول اللہ آپ اپنے اونٹوں کو نحر کریں اور موئے سر منڈائیں لوگ آپ کو دیکھیں گے تو طوعاً و کرہاً پیروی کریں گے آپ نے اس نیک صلاح پر عمل کیا اور اصحاب نے چار و ناچار اتباع کیا اور محل ہوئے کہتے ہیں کہ اس مصالحہ پر جس سے یہ حضرات اس قدر نعل در آتش و برہم تھے فوائد عظیم مترتب ہوتے مسلمان کہ مکہ میں بحالت پریشان خائف و ترساں رہتے تھے اس کی بدولت ظاہر و آشکار ہو گئے۔ قرآن پڑھتے نماز روزہ وغیرہ ارکان دین بجا لاتے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی نیز آیات قرآنی کفار پر تلاوت کرتے اور ان پر رد و انکار کرتے اور بہ بحث و مناظرہ پیش آتے تھے اس سے بہت سے مکہ والے کفر و بت پرستی کو چھوڑ کر راہ راست پر آنے لگے اور دین اسلام مکہ میں پھیل چلا چنانچہ دو ہی برس کے عرصے میں اتنے آدمی ان میں سے مسلمان ہو گئے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک نہ ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین کے نزدیک مراد فتح مبین سے آیہ شریفہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا میں یہی صلح حدیبیہ ہے کہ بہت سی فتوحات اسلامیہ کا پیش خیمہ ہے۔ غرض مصلحت عظیم جو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو اس صلح سے ملحوظ و منظور تھی اس کے بعد بخوبی ظاہر و ہویدا ہو گئی۔ **بعضے از فضائل امیرالمومنین علیہ السلام متعلقہ ابن مقام** طبرسی و راوندی

وشیخ مفید علیہ الرحمہ نے علمائے شیعہ سے اور صاحب جامع الاصول وغیرہ اہل سنت نے روایت کی ہے کہ صلح حدیبیہ میں سہیل بن عمر نے مع چند مشرکین کے حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمارے بھائی بیٹوں اور غلاموں سے کچھ اشخاص کاروبار زراعت وخدمت سے روگرداں ہو کر تمہارے پاس چلے آئے ہیں وہ دین ایمان سے کچھ بہرہ نہیں رکھتے۔ ہم کو واپس دلوا دیجئے حضرت نے فرمایا اے معشر قریش ان باتوں سے باز آؤ ورنہ ایسے شخص کو تم پر بھیجونگا جس کے دل کا حق تعالی امتحان کر چکا ہے وہ راہ خدا میں تم کو قتل کرے گا صحابہ نے پوچھا وہ شخص کون ہے آیا ابو بکر ہے فرمایا نہیں کہا عمر ہے فرمایا نہیں وہ ہے جو اس وقت میری جوتی درست کرتا ہے لوگ دوڑے کہ دیکھیں کون ہے دیکھا تو امیر المومنینؑ سید الوصیین اس کام میں مشغول تھے نعلین مبارک رسولؐ خدا کا تسمہ ٹوٹ گیا تھا اس کو سی رہے تھے۔ **بروایت** صاحب جامع الاصول خود شیخین نے یہ سوال کر کے جواب مذکورہ بالا پایا تھا۔ **صاحب** ناسخ التاریخ لکھتے ہیں کہ شاید سہیل وہ لوگ حضرت سے طلب کرتا ہو جو قبل وقوع صلح حضرت کی خدمت میں آگئے تھے ورنہ ایسا جواب تلخ نہ پاتا۔ اور **شیخ مفید** علیہ الرحمہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ اللہ کا جوتا ٹوٹ گیا تھا حضرت امیر کو دیا کہ اصلاح کریں اور آپ بقدر ایک تیر پرتاب ایک نعل پہنکر چلے پس اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ہے کہ تاویل قرآن پر جنگ کریگا جیسا کہ میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے۔ ابو بکر نے کہا وہ شخص میں ہوں یا رسول اللہ کہا نہیں حضرت عمر نے کہا اے رسولؐ خدا میں ہوں فرمایا نہیں۔ پس سب خاموش ہو گئے اور ایک دوسرے کا مونہہ تکتے تھے۔ اسوقت حضرت نے فرمایا وہ خاصف النعل[1] ہے اور دست مبارک سے اشارہ کر کے امیر المومنینؑ کو بتایا کہ یہ ہے کہ تاویل قرآن پر جہاد کرے گا۔ **مولف** کہتا ہے کہ حدیث اِنَّ مِنْکُمْ مَنْ یُقَاتِلُ عَلٰی تَاوِیْلِ الْقُرْآنِ کَمَا قَاتَلْتُ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ کہ تم سے ایک شخص ہے جو تاویل قرآن پر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی ہے پھر بوصف خاصف النعل اسکو ذات بابرکات امیر المومنین میں منحصر فرمانا کتب معتبرہ اہل سنت میں مثل مسند احمد حنبل ومستدرک حاکم وغیرہ کے مروی ہے۔ بلکہ ابن حجر جیسے متعصب نے اپنے صواعق محرقہ میں اس کو بے چون وچرا نقل کیا ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پر کل دو طرح کی جنگ ہوئی ایک اس کی تنزیل پر کہ کفار اس کے منکر تھے اور کہتے تھے۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ عَلٰی بَشَرٍ کہ خدا نے کوئی شے انسان پر نازل نہیں کی پس رسول خدا نے ان پر جہاد کیا تا اینکہ وہ تنزیل پر ایمان لائے۔ دوسری لڑائی آنحضرت کے بعد اس کی تاویل پر ہوئی کہ باغی وخارجی معنی قرآن میں تصرف کرتے تھے اور اس کے بنا پر دعوۂ دار الخلافت تھے اسکو امیر المومنینؑ نے انجام دیا پس وہ حضرت مثل ومشابہ رسول اللہ کے ہوئے انہوں نے ظاہر قرآن پر جہاد کیا تو انہوں نے اس کے باطن پر جنگ کیا یعنی دو لڑائیاں راہ دین میں ہوئیں پہلی حضرت خاتم النبین نے کی دوسری ان کے نائب وجانشین نے۔ اس سے زیادہ دلیل خلافت امیر المومنینؑ پر اور کیا ہوگی۔ ملا عبد الرحمن جامی کتاب شواہد النبوۃ کے چھٹے رکن میں عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسول خدا غزوۂ حدیبیہ

[1] خصف النعل خصفا سیا جوتے کو سنا خاصف سینے والا نعل جوتا ۱۲

کو جا رہے تھے تو اثنائے راہ میں مقام جحفہ میں پانی ہو چکا اور تشنگی نے لشکر پر غلبہ پایا کہیں نشان پانی کا نہ تھا حضرت نے فرمایا کہ
فلاں مقام پر کنواں ہے کچھہ مسلمان مشکیں لیجائیں اور وہاں سے پانی بھر لائیں اور ضامن ہوئے اس کیلئے بہشت کے ایک[1] شخص اٹھا
اور عرض کی میں جاتا ہوں حضرت نے اس کے ساتھ چند آدمی اور کچھ سقے کر دیئے سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔
جب اس کنوئیں کے نزدیک پہنچے تو وہاں کچھ درخت تھے ہم نے درختوں کے درمیان سے آوازیں سنیں اور بہت سی حرکتیں دیکھیں
اور آگ بکثرت نظر آئی کہ بغیر ایندھن جل رہی ہے خوف ہم پر چھا گیا اور قدم آگے نہ اٹھ سکا اور واپس آکر رسول کی خدمت میں حال
بیان کیا آپ نے فرمایا کہ وہ جنات تھے کہ تم کو ڈراتے تھے اگر چلے جاتے تو کچھ اندیشہ نہ تھا پس ایک اور شخص اٹھا اور عرض کی
یا رسول اللہ میں وہاں جاتا ہوں اور ان سقوں کو لیکر وہاں گیا ان کو بھی وہی صورت پیش آئی اور وہاں سے پلٹ آئے حضرت نے
ان کو بھی فرمایا کہ اگر جسطرح میں نے تم کو کہا تھا چلے جاتے تو کوئی گزند تمکو نہ تھا۔ اسی حیص بیص میں رات ہو گئی اور پیاس اصحاب کی بڑھتی
جاتی تھی۔ پس حضرت رسول خدا نے علی کو بلایا اور کہا ان سقوں کو لیجاؤ اور اس کنوئیں سے پانی لوا لاؤ۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ ہم
مشکیں کندھوں پر اور تلواریں ہاتھوں میں لئے باہر آئے امیر المومنین علیؑ ہمارے آگے آگے تھے اور رجز پڑھتے تھے کہ اس کے معنی یہیں

پناہ من بخدائے است فرد وبے ہمتا * کہ اوست خالق جنات وانس وارض وسما * از رعد و برق و ز آتش علیؑ نیاندیشد *
چو دیگراں نہ ہراسد ز صورت و ز صدا * حتی کہ اس مقام پر پہنچے جہاں کہ وہ آوازیں اور حرکتیں پیدا ہوئیں اور دہشت ہم پر چھا گئی میں

دل میں کہتا تھا کہ علیؑ بھی دو مرد کی طرح لوٹ آئیں گے مگر انہوں نے ہماری طرف نگاہ کر کے کہا کہ میرے قدم بقدم چلے آؤ اور ذرا نہ ڈرو
کہ ان چیزوں سے کوئی نقصان تم کو نہ پہنچے گا درختوں کے درمیان پہنچے تو بہت سی آگ بغیر لکڑی ایندھن کے وہاں جلتی معلوم ہوئی۔
اور بدنوں سے جدا ہوئے سر نظر پڑے کہ ہولناک آوازیں ان سے نکلتی تھیں۔ امیر المومنین علیؑ ان سروں پر پاؤں رکھتے تھے کہ میرے پیچھے
چلے آؤ چپ و راست کو نہ دیکھو اصلاً خوف نہیں ہم بھی ان کے پیچھے چلے جاتے تھے تا اینکہ اس کنوئیں پر پہنچے ایک ڈول ہمارے پاس
تھا براء بن مالکؓ نے کنوئیں میں ڈالا ایک دو مرتبہ کھینچنے پایا تھا کہ رسی ٹوٹ کر اندر جا پڑا اور کنوئیں کے اندر سے ہنسی اور قہقہہ کی آوازیں
آنے لگیں امیر المومنینؑ نے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جا کر لشکر سے ڈول لے آئے اصحاب نے کہا کسکو طاقت ہے کہ ان درختوں سے گزرے
امیر المومنینؑ نے مصری لنگی کمر پر باندھی اور کنوئیں میں اترے قہقہہ کی آوازیں جو آرہی تھیں اور زیادہ ہو گئیں جب کنوئیں کے بیچوں بیچ پہنچے پاؤں
پھسلا اور گرے بہت شور و غل ہوا اور ایک آواز آئی جیسے کوئی گلا دباتا ہو اور خناق کی کیفیت طاری ہو۔ ناگاہ امیر المومنینؑ کی آواز سنی کہ
اللہ اکبر اللہ اکبر انا عبد اللہ واخو رسول اللہ خدا تعالی بزرگ ہے اور میں بندۂ خدا و برادر رسول اللہ ہوں پھر مشکیں طلب
کیں اور سب کو پانی سے پر کیا اور ایک ایک کو باہر لائے پس آنحضرتؑ نے دو مشکیں اٹھائیں اور ہم سب نے ایک ایک جب ان درختوں میں پہنچے
تو جو کچھہ پہلے دیکھا اور سنا تھا کچھہ واقع نہ ہوا۔ ابھی درختوں سے نکلنے نہ پائے تھے کہ ایک خوفناک آواز آئی ایک ہاتف غیب نے نعت

[1] بعض کتب میں بجائے پہلے اور دوسرے شخص کے ابو بکر و عمر کا نام لکھا ہے ۱۲ منہ

رسول اللہ و منقبت امیر المومنین پڑھنی شروع کی۔ رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو حضرت امیر نے تمام قصہ آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا وہ ہاتف عبداللہ جن تھا جس نے شیطان بنان مشعر کو کوہ صفا پر قتل کیا ۔ **مترجم کہتا ہے** کہ جناب امیر علیہ السلام کا قوم جنات پر جہاد کرنا مشہورات سے ہے اور اس مختصر میں بھی چند مقام پر اس کا ذکر آیا ہے از انجملہ ایک یہی قصہ بیر العلم ہے جسکو ملا عبدالرحمٰن جامی جیسے مستند و معتبر شخص نے اور نیز مناقب میں فتوحات القدس سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک روز حضرت رسول خدا نے صحرا کا ارادہ کیا مجھ سے فرمایا کہ میرے بھائی علی ابن ابی طالب آئیں تو ان سے کہو کہ ایک مشک پانی کی بھر کر درمیان دو پہاڑوں کے میرے پاس لے آئیں امیر المومنین تشریف لائے تو میں نے یہ پیغام پیغمبر کا ان کو پہنچایا آپ نے مشک کو چک پانی سے بھری اور ذوالفقار ہاتھ میں لی اور روانہ ہوئے آگے امیر المومنین راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں درمیان دو کوہ پہنچا تو ایک بوڑھے سے کہ بکریاں چرا رہا تھا پوچھا کہ رسول اللہ کدھر سے تشریف لے گئے ہیں اسنے کہا میں رسول اور اللہ کو نہیں جانتا مجھے یہ سنکر غصہ آیا اور ایک پتھر اٹھا کر زور سے اس کے سر میں مارا کہ پھٹ گیا۔ بوڑھے نے پتھر کھا کر فریاد کی بمجرد اس فریاد کے تمام صحرا سوار و پیادوں سے بھر گیا اور سب مجھ پر حملہ لائے۔ میں نے تلوار کھینچ لی اور بیدھڑک ان میں گھس گیا اور داہنے بائیں تلواریں مارتا تھا تا اینکہ ان کو منہزم کیا آگے بڑھا تو ایک عورت سیاہ فام نظر آئی جس کی دونوں آنکھوں سے شرارہائے آتش بلند تھے اور ناک سے دہواں نکلتا تھا اس نے مجھکو دیکھکر زمین پر ہاتھ مارا بمجرد اس کے زمین اس جگہ کی شق ہوئی اور سات عفریت مست وہاں سے نکلے اور مجھ پر حملہ کیا میں نے ایک کو ان میں سے تلوار سے دو ٹکڑے کیا۔ اسوقت عورت نے کمر پکڑ کر ایک آہ کی کہ کمر ٹوٹ گئی میں نے دوسرے کو قتل کیا باقی بھاگے پس عورت میرے مقابل ہوئی اس کو بھی فضل خدا سے فی النار کیا۔ اسوقت ایک غبار و دود عظیم صحرا میں چھا گیا اور تاریکی ہوگئی میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا رفتہ رفتہ وہ سیاہی دفع ہوئی تو میں نے مشک آب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر کی آپ پیاسے تھے پانی پیا اور میری دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر پوچھا یا اخی تمکو اتنی دیر کہاں ہوئی میں نے تمام قصہ اس بوڑھے گڈریے کا بیان کیا فرمایا وہ ابلیس ملعون تھا کہ اپنے خیل و حشم کو جمع کیا اور زن سیاہ فام یغوث بت تھا کہ اہل جاہلیت اس کی پرستش کرتے تھے اے علی تمہارے اس کو قتل کرنے سے ملائکہ آسمان تعجب میں رہے اور اہل بہشت نے شکرانہ ادا کیا کہ یہ عورت ولی خدا کے ہاتھ سے ماری گئی بہشت فخر کرتا ہے کہ میں علیؑ ابن ابی طالب شیر خدا کا مسکن ہوں۔ پس حضرت رسولؐ خدا نے دست مبارک وش اطہر امیر المومنینؑ پر مار کر کہا اے علیؑ اگر مجھکو خوف نہ ہوتا کہ میری امت مثل امت عیسیٰ کے تمہارے حق میں زیادتی کرے گی تو میں وہ باتیں تمہارے لئے کہتا کہ خاک راہ تمہاری اٹھاتے اور توتیائے چشم بناتے۔ منافقوں نے یہ حدیث سنی تو کہا کہ جسقدر فضائل اپنے ابن عم کے ہمیشہ کہتے ہیں وہ کافی نہ تھے کہ اب ان کو عیسیٰ سے تشبیہ دیتے ہیں پس حق تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیہ شریفہ نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ یعنے جبکہ پسر مریم کی مثال لائی گئی تو اس وقت تیری قوم اس سے انکار کرتی ہے۔ **شیخ مفید** علیہ الرحمہ اس قسم کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یہ اخبار سنی و شیعہ نے برابر نقل کئے ہیں کسی کو ان سے انکار نہیں الا جماعت معتزلہ کہ بباعث میل و انحراف کے طرف مذاہب باطلہ زنادقہ و براہمہ کے ان کو نہیں مانتے اور نیز بعض نواصب

معاند بھی امیر المومنینؑ کے جنوں سے ملاقات کرنے اور ان کا شر مسلمانوں اور رسول اللہ سے دفع کرنے کو بعید جانتے ہیں اور عداوت کی راہ سے شیعوں کی بنائی ہوئی باتیں کہکر ان پر مضحکہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ یہی اعتراض بعینہٖ زندیق و دشمنان اسلام قرآنؐ حدیث پر کر سکتے ہیں۔ جن میں جنوں کے موجود ہونے اور رسول اللہ پر ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ یہ قصہ سورہ جن میں موجود ہے اور عبد اللہ بن مسعود صحابی سے صحیح و ثابت ہے کہ انہوں نے لیلۃ الجن میں جنات کو زطوں[1] کی شکل میں دیکھا پس ایسے ہی اعتراض کفار سورۂ جن اور حدیث ابن مسعود پر بلکہ دیگر معجزات و خوارق عادات رسول خدا پر مثل چاند کے دو ٹکڑے کرنے اور انگشتان مبارک سے پانی جاری ہونے اور سنگریزوں کے آنحضرت کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے وغیرہ وغیرہ پر کر سکتے ہیں پس دشمنان امیر المومنین کہ آنحضرت کی اس فضیلت کا انکار کرتے ہیں درحقیقت اسلام کی بنیاد کھوکھلی کرتے ہیں گویا آنحضرت کی دشمنی کے پردے میں ان کو اسلام کی دشمنی منظور ہے کہ ملاحدہ اور دہریوں کو اس پر اعتراض کی راہ بتاتے ہیں۔ **غزوۂ خیبر**۔ حضرت رسول خدا صلح حدیبیہ سے واپس آکر کوئی بیس روز ہی مدینہ سکینہ میں ٹھیرے ہونگے کہ شروع محرم ۷ھ میں آپ کو خیبر پر چڑھائی کرنی پڑی یہ لڑائی یہودیوں کے ساتھ تھی۔ اس کو غزوۂ بنی نضیر و بنی قریظہ کا نتیجہ و ثمرہ سمجھنا چاہیے۔ مقام خیبر مسکن یہود مدینہ سے چار منزل کے فاصلہ پر تھا۔ اس میں سات قلعے محکم و استوار موسوم بہ ناعم۔ قموص۔ کتیبہ۔ شق۔ نطاۃ۔ وطیح۔ سلالم دس ہزار مردان کارزار و اسباب و سامان بے شمار سے بھرے ہوئے تھے۔ علاوہ برایں بنی غطفان اہل خیبر کے ہم عہد و سوگند ان سے دو فرسخ یعنی چھ کوس کے فاصلہ پر رہتے تھے۔ انمیں بھی چار ہزار مرد جنگی سے کم نہ ہوگا۔ حضرت رسول خدا کل چودہ سو آدمیوں کے ساتھ اس انبوہ کثیر کے مقابلے کو چلے۔ مدینہ کے یہود مسلمانوں پر طنز کرتے تھے کہ محمدؐ نے خیبر کو بھی بنی نضیر و قریظہ سمجھا ہے وہاں جاکر دیکھیں گے کہ فتح خیبر کوئی آسان کام نہیں عبد اللہ بن ابی منافق نے یہودیوں کو کہلا بھیجا کہ تمہارے پاس سپاہ و اسباب وافر ہے خوب جی کھولکر لڑو محمد ہرگز تمہارے جوڑ کے نہیں۔ یہودی پہلے ہی سے اپنے ساز و سامان پر نازاں تھے اس پیغام سے اور بھی پھول گئے اور انہوں نے قاصد بھیجکر غطفائیوں کو بھی اپنی مدد پر طلب کیا۔ مگر حق تعالیٰ کو اسلام کا بول بالا منظور تھا اور یہ فتح اس جل شانہٗ نے روز ازل سے حضرت امیر خیبر گیر کے نام پر لکھدی تھی۔ ان کا مال و رجال کچھ بھی کام نہ آئے اور خواستہ خدا ہو کر رہا۔ چنانچہ مشرح اس کا بیان آتا ہے۔ **روایت ہے** کہ علم لشکر اس روز بھی حسب دستور امیر المومنینؑ امام الاشجعین کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت رسول خدا کو بہت خیال اس بات کا تھا کہ کسی طرح ایسی راہ سے جائیں کہ بنی غطفان اور خیبر کے بیچ میں حائل ہوں اور ان کو باہم ملنے نہ دیں لیکن بنی غطفان اپنے منزل و مکان سے نکلے تو ان کو پیچھے سے ایک آہٹ محسوس ہوئی گمان کیا کہ مسلمان ان کے گھروں کو تاخت و تاراج کرنے آئے ہیں پس وہ ویسے ہی الٹے پھر گئے۔ بروایتے منادی غیب نے ان کے درمیان آواز دی کہ اے بنی غطفان اپنے مسکن کو واپس جاؤ بہ تحقیق کہ غنیم تمہارے اہل و عیال پر چڑھ آیا ہے وہاں جاکر دیکھا تو کسی کو نہ پایا تا کہ یہ آواز خدا کی طرف سے تھی اُدھر

غزوۂ خیبر

[1] زط کالے رنگ کا آدمی زنگبار وغیرہ کا ہے والا چونکہ جن سیاہ بھوتوں کی شکل میں نظر آئے تھے اس لئے ان سے تشبیہ دی گئی اور قاموس میں ہے کہ لفظ زط معرب و مبدل جت یا جات کا ہے کہ ہندوستان کی ایک قوم کا نام ہے ۱۲ منہ

رسول خدا خیبر کے قریب پہنچکر ایک مقام پر درمیان درختان خرما اتر کر خیمہ زن ہوئے اگلے روز بوقت ظہر حضرت کے منادی نے آواز دی۔ لوگ جمع ہوئے تو دیکھا کہ ایک مرد آپ کے پاس بیٹھا ہے فرمایا کہ میں اسدرخت کے نیچے سو رہا تھا کہ یہ آکر میری تلوار میان سے لیکر میرے سرہانے کھڑا ہوا میں بیدار ہوا تو بولا اے محمدؐ اسوقت کون تم کو میرے ہاتھ سے نجات دے سکتا ہے مینے کہا میرا خدا یہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور اسی طرح خاموش بے حس و حرکت بیٹھا ہے غرض حضرت نے اس کا قصور معاف کیا اور بیس روز تک یہودیوں کا محاصرہ کئے رہے اس عرصہ میں امیر المومنینؑ کو درد چشم شدید عارض ہوا۔ مسلمان قلعہ کے پاس جاتے اور سنگ و تیر سے ان کے ساتھ جنگ کرتے یہودی اندر سے جواب دیتے ٭ **روایت** ہے کہ سب سے محکم و مضبوط قلعہ ان کا قموص تھا۔ اس کے گرد ایک خندق کھودی ہوئی تھی۔ مرحب یہودی کہ شجاعت و جوانمردی میں رستم وقت شمار ہوتا تھا۔ اور کثرت طاقت و ثروت کی وجہ سے یہودیوں کا سردار گنا جاتا تھا ہر روز مع فوج قلعہ قموص سے باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا حضرت رسول خدا بوجہ درد سر ان دنوں بنفس نفیس معرکۂ جہاد میں حاضر نہوتے ایک سردار کو مہاجر و انصار سے فوج و علم دیکر اس کے مقابلے کو بھیجتے چنانچہ پہلے دن سعد بن عبادہ انصاریؓ کو بھیجا سعد نے میدان میں جاکر خوب داد دلاوری دی تا اینکہ زخمی ہوئے مگر قلعہ فتح نہ کر سکے ناچار واپس آئے دوسرے روز حضرت ابوبکر گئے ناکام پھرے تیسرے دن عمر خطاب آگے بڑھے لیکن تاب مقابلہ نہ لاکر خائف و ترساں واپس ہوئے۔ بروایت دیگر اوّل روز عمر پھر ابوبکر تیسرے روز پھر عمر تشریف لے گئے مگر سوائے اس کے کہ اسلام کو نظر کفار میں ذلیل و خوار کیا کوئی کار نہ کر سکے۔ ابن ابی الحدید کہ علماء معتزلہ اہل سنت سے ہے چند اشعار میں اس واقع کا ذکر کرتا ہے۔ دو شعر اسکے یہ ہیں

؎ وَاِنْ اَنْسَ لَا اَنْسَ الَّذِیْنَ تَقَدَّمَا ٭ وَفَرَّهُمَا وَالْفَرُّ قَدْ عَلِمَا حُوْبٌ ٭ وَلِلرَّایَةُ الْعُظْمٰی وَقَدْ ذَهَبَا بِهَا مَلَابِسُ ذُلٍّ فَوْقَهَا وَجَلَابِیْبُ ٭

کہتا ہے کہ اگر میں تمام باتیں بھلادوں تو ان دو شخصوں کے بھاگنے کو تو نہ بھولوں گا جنہوں نے سبقت کی اور حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ علم بزرگ اسلام پر جسکو وہ لیکر گئے تھے لباسہائے ذلّت و پردہ ہائے تاریک ڈھانپ دیئے۔ **الحاصل** تیسرے روز جبکہ حضرت عمر خطاب جنگ گاہ سے واپس آئے تو حضرت رسالت پناہ نے بآواز بلند فرمایا۔ لاعطین الرّایۃ غداً رجلاً کرارا غیر فرار یحب اللّٰہ ورسولہ ویحبہ اللّٰہ ورسولہ یفتح اللّٰہ علیٰ یدیہ۔ یعنے کل میں علم لشکر اس مرد کو دوں گا کہ لڑنے والا ہے بھاگنے والا نہیں خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں حق تعالیٰ اس لڑائی کو اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔ یہ حدیث جہانتک دیکھا جاتا ہے کتب اہل سنت میں متواترات سے ہے تمام محدثوں اور جملہ مورخوں نے اس کو نقل و روایت کیا ہے ہاں بعض متعصبوں نے فقرات حدیث میں کاٹ چھانٹ کی ہے یعنی لفظ کرار **غیر فرار** کو حضرات شیخین کے پاس خاطر سے بیچ سے نکال دیا ہے۔ سو وہ جانیں ہمارے نزدیک تو مفت کا وبال گردن پر لیا ہے۔ اس اصلاح سے کچھ فائدہ بحال شیخین نہیں پہنچ سکتا ان کا فرار ہونا اور حضرت امیرؑ کا کرار غیر فرار ہونا نفس قصہ سے ظاہر ہے جو صفت کہ خدا و رسول کی طرف سے بھی اسکا اعلان ضرور تھا۔ اعنی امیر المومنین کا خدا و رسول

حدیث اعطاء رایت

کو اور خدا اور رسول کا ان کو دوست رکھنا اسکو انہوں نے بالاتفاق روایت کیا ہے اور کیونکر نہ کرتے ایسی باتیں روایت نہ کرتے تو حجت خدا کیونکر تمام ہوتی وَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ القصہ حدیث مذکور زبان مبارک حضرت رسالت سے سن کر ہر ایک کو اس کی آرزو ہوئی کہ علم لشکر مجھکو ملے چونکہ امیرالمومنینؑ بوجہ آشوب چشم جہاد پر جانے کے قابل نہ تھے اس لئے بہت سوں کو امید کرنے کا موقع ملا بریدہ بن الحصیب کہتا ہے جو کوئی آنحضرت سے ادنیٰ تقرب رکھتا تھا وہ بھی اس رات امیدوار تھا کہ علم مجھکو ملے اور فتح میرے ہاتھ پر ہو۔ حضرت عمر با وجودیکہ اپنے تئیں جانتے اور دوبار آزما چکے تھے مگر وہ بھی اس تمنا سے خالی نہ تھے چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو آرزوئے امارت نہیں ہوئی اِلّا اس رات۔ امیرالمومنین کو یہ حال معلوم ہوا تو کہا اَللّٰھُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ خداوندا جو چیز تو دینا چاہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسکو تو منع کرے کوئی اس کے دینے پر قادر نہیں۔ غرض صبح ہوئی تو آفتاب نبوت نے افق خیمہ سے طلوع کیا اور علم سفید سامنے درخیمہ کے نصب ہوا۔ اسوقت ہر ایک اپنے آپ کو دکھلاتا اور آنحضرتؐ کی نظر میں لاتا تھا تاکہ آپ اس کی طرف التفات کریں سعد وقاص کہتے ہیں کہ میں چند بار آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھا اور پھر اٹھا تاکہ علم لشکر مجھکو ملے۔ مگر حضرتؐ نے فرمایا علیؑ ابن ابی طالب کہاں ہے۔ صدائیں چار طرف سے بلند ہوئیں کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ اور شدت درد سے اپنی پشت پا تک نظر نہیں کر سکتے۔ فرمایا ان کو یہاں لاؤ حسب الحکم لوگ ہاتھ پکڑ کر سامنے لائے رسولؐ خدا نے پوچھا یا علیؑ کیا حال ہے عرض کی یا رسول اللہ آنکھیں نہیں کھلتی ہیں اور سر میں درد شدید ہے۔ آپ نے بکمال شفقت بزرگانہ سر مبارک امیرالمومنینؑ کو اپنے زانو پر رکھا اور آب دہن اپنا ان کی آنکھوں پر ملا فی الفور آنکھیں کھل گئیں بلکہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گئیں اور درد سر جاتا رہا پس حضرت نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ بارالہا ضرر سرما و گرما سے علی کو نگاہ رکھ۔ مدارج النبوۃ میں ہے چونکہ غزوہ خیبر سخت گرمی کی موسم میں تھا اس لئے حدت حرارت سے بچنے کے لئے دعا کی اور سرما کا ذکر استطراداً درمیان آ گیا بہرکیف اس کے بعد ببرکت دعا خاتم المرسلین شیر خدا نے سردی و گرمی سے کبھی ایذا نہ پائی سخت سے سخت گرمی میں جامہ پنبہ دار پہن لیتے اور پروا نہ کرتے کڑکتے جاڑے میں باریک کپڑے زیب تن فرماتے اور خبر تک نہوتی۔ نیز لکھا ہے کہ بعد ازاں مدت العمر آنحضرتؐ کو درد سر و درد چشم عارض نہ ہوا۔ **القصہ** علم لشکر حضرت فاتح خیبر کو عنایت ہو کر اذن جہاد ملا۔ **محمدؒ ابن شہر آشوب** نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے اس روز اپنا ملبوس خاص امیرالمومنینؑ کو مرحمت کیا اور عمامہ مبارک ان کے سر پر باندھا اور اپنے اسپ پر سوار کر کے کہا یا علیؑ جاؤ جبرئیل تمہارے داہنے۔ میکائیل بائیں عزرائیل آگے اور اسرافیل پیچھے چلیں گے اور میری دعا تمہارے ساتھ ہو گی اور نیز فرمایا اے علیؑ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایلیا نام ایک شخص انکو ہلاک کرے گا۔ پس تم اپنا نام علی ان کو بتلانا کہ علی و ایلیا ایک ہی لفظ ہے۔ اس کو سن کر انشاءاللہ تعالیٰ مخذول ہونگے۔ امیرالمومنین نے عرض کی یا رسول اللہ عَلٰی مَاذَا اُقَاتِلُ کہ کس بات پر ان سے جنگ کروں فرمایا جنگ کر جب تک کہ شہادت دین وحدانیت خدا اور میری رسالت کی۔ جب یہ شہادت دیں تو ان کا خون و مال ہم پر حرام ہے۔ بروایتے فرمایا یا علی پہلے ان پر اسلام کو عرض کرو

قسم بخدا کہ اگر ایک نفس بھی تیرے ہاتھ پر ہدایت پائے تو بہتر ہے شتران سرخ موسے کہ راہ خدا میں ان کو خیرات کرے۔ الغرض امیر المومنین علم نصرت شیم لیکر روانہ ہوئے تا اینکہ زیر قلعہ قموص جاکر ایک بلند جگہ پر اسکو نصب کیا معارج النبوۃ وغیرہ میں ہے کہ اس وقت ایک عالم نے علما یہود سے بالائے قلعہ سے پکار کر کہا کہ تو کون ہے حضرت نے فرمایا ؎ اَنَا عَلِیُّ وَّابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ٭ مُهَذَّبٌ ذُوْسَطْوَةٍ وَذُوْغَضَبٍ ٭ یعنی میں علی پسر عبد المطلب کا تہذیب یافتہ صاحب قہر و غضب ہوں یہودی نے نام علی سنا تو چلایا غُلِبْتُمْ وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُوْسٰی۔ مغلوب ہوئے تم قسم ہے توریت کی جو موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور رعب آنحضرتؐ کا یہودیوں پر چھا گیا۔ پس اول جس نے میدان جنگ میں قدم رکھا وہ حارث برادر مرحب تھا فوج یہود کے ساتھ قلعہ سے نکلکر لشکر اسلام پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ میں مسلمانوں سے دو مرد شہید ہوئے امیر المومنین یہ دیکھکر مثل شہباز نر اس کافر کے سر پر آئے۔ اور بیک ذوالفقار رانہ خیار اسکو دو ٹکڑے کیا مرحب بھائی کے مارے جانے پر شیر غضبناک کی طرح قلعہ سے نکلا یہ مرحب قوم یہود میں بے مثل و یکتا سر بزرگ بلند بالا تھا اس وقت دو زرہ بدن میں اور دو عمامے سر پر رکھتا تھا کہ ان کے اوپر خود اور خود پر ایک سنگ کلاں سوراخ کر کے رکھا تھا صرف بھالا اس کے نیزے کا تین من وزن کا بیان کیا گیا ہے۔ غرض مرحب حیدر کرار کو دیکھ کر جوش و خروش کرنے اور یہ رجز پڑھنے لگا ؎ قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٌ ٭ شَاکِیُ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ یعنی یہودان خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں سلاح سے غرق آہن و پہلوان جنگ آزمودہ ہوں۔ امیر المومنین نے اس کے جواب میں ایک رجز پڑھا اول شعر اس کا یہ ہے ؎ اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَهْ ٭ ضِرْغَامُ اٰجَامٍ وَلَیْثٌ قَسْوَرَهْ ٭ یعنی میں ہوں وہ شخص کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے شیر آجام یعنی بنوں کا رہنے والا اور شیر ببر ہوں۔ لکھا ہے کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کو ہلاک کرتا ہے امیر المومنین نے رجز میں اپنا نام باعجاز حیدر یعنی شیر بتلایا تو اس کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہوئی۔ بروایت شیخ ابو جعفر طوسیؒ اس کی ایک دایہ کاہنہ تھی کہ بوجہ جسامت و شجاعت کے مرحب کو بہت چاہتی تھی اس نے کہدیا تھا کہ جس کے ساتھ چاہے جنگ کرنا کہ تو سب پر غالب آئیگا۔ الا جسکا نام حیدر ہو اس کے پاس نہ جانا کہ مارا جائیگا۔ اس وقت نام حیدر کا امیر المومنینؑ سے سنا تو بہت گھبرایا اور بے تحاشا بھاگا راہ میں شیطان بصورت ایک عالم یہود کے اس کو ملا پوچھا کہاں جاتا ہے مرحب نے قصہ دایہ کا اس کے روبرو بیان کیا شیطان نے کہا قَبَّحَ اللّٰهُ وَجْهَكَ زشت ہو تیری رو تو ایک عورت کے کہنے سے معرکہ جنگ سے روگرداں ہوتا ہے۔ حالانکہ عورات کی باتیں اکثر غلط و خطا ہوتی ہیں بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو دنیا میں حیدر نام بہت سے اشخاص ہیں کیا ضرور ہے کہ یہ وہی حیدر ہو جس کے ہاتھ پر تجھے قتل ہونا ہو لوٹ جا کہ میں مردان یہود کو تحریص جنگ کر کے تیرے پیچھے بھیجتا ہوں لاجرم مرحب اپنی قتل گاہ کو پھرا اور آتے ہی چاہا کہ حضرت امیر پر وار کرے مگر آپ نے پیش دستی کر کے ذوالفقار اسپر چلائی کہ سنگ و خود اور دستار کو مع اس کے سر کے کاٹ کر قربوس زین تک پہنچی اور اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ **کتاب** مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ امیر خیبر گیر نے مرحب کو قتل کیا تو جبرئیلؑ تعجب کنان حضرت رسالت پناہؐ

قتل حارث

قتل مرحب

کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے باعث استعجاب دریافت کیا تو انہوں نے کہا اے محمدؐ ملائکہ مقام ملکوت میں اسوقت لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار۔ کا تکرار کر رہے ہیں۔ میرے تعجب کا یہ باعث ہے کہ مجھکو حکم تھا کہ قوم لوط کو ہلاک کروں پس ان کے سات شہروں کو طبقۂ ہفتم زمین سے اکھاڑا اور اپنے بازوئے پر اٹھایا اور اس قدر بلند کیا کہ اہل آسمان ۲ و از مرغان و صدائے گریۂ اطفال سنتے تھے صبح تک بازوؤں پر لئے منتظر حکم ربانی کھڑا رہا ان کی سنگینی مجھکو محسوس نہوئی۔ الا آج کہ علی نے اللہ اکبر کہکر ازروئے غضب ضربت حیدری مرحب پر لگائی تو مجھکو حکم ہوا کہ زیادتی طاقت آنحضرتؐ کو اپنے بازوؤں پر روکوں کہ مبادا گاؤ زمین تک اس کا صدمہ پہنچے اس ضربت کی سنگینی ان شہروں کی سنگینی سے اپنے پروں پر زیادہ پاتا ہوں۔ حالانکہ میکائیل و اسرافیل بحکم رب جلیل پیچھے سے آنحضرت کے بازو کو تھامے ہوئے تھے۔ صاحب حملہ حیدری کہتے ہیں ۵ چو شمشیرش از مر دو مرکب گذشت۔ ہمیخواست کز ہم در و کوہ و دشت۔ چو او خورد برخاک روح الامین۔ رسید و نگبستر و پر بر زمین۔ سرافیل بازو و میکال دست۔ گرفتند تا خاک ازاں ضرب رست۔ ولے یک وجب تیغ بنشستہ بود۔ کہ روح الامیں پر نگبستر دزود۔ ببرید شمشیر ضرغام دیں۔ سہ پر نیز ازبال روح الامیں۔ زضربش طپید انچناں دشت و در۔ کہ گاو زمیں باخت گفتی کمر۔ شنیدم کزاں ضرب ازجنیاں۔ برافتاد یکجا نداں کلاں

روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ اس روز سات مرد بہادران و شجاعان یہود سے امیرالمومنینؑ نے اپنے ہاتھ سے قتل کئے بقیۃ السیف قلعہ کی طرف بھاگے حضرت نے انکا تعاقب کیا اسوقت ایک یہودی نے مُڑ کر ایک ضربت آپ کے ہاتھ پر لگائی کہ سپر دست حق پرست سے گر گئی دوسرے نے جرأت کی ڈھال اٹھا کر بھاگا۔ حضرت کو غیظ آیا اور ان پر ایک حملۂ حیدری کیا یہود قلعہ میں گھس گئے اور پل روئے خندق سے اٹھا کر دروازہ کہ آہنی تھا بند کر لیا حضرت بیک جست درِ قلعہ پر پہنچے اور بزورِ ید اللّٰہی اس درِ آہنی کو اکھاڑ کر بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور جہاد کرتے تھے حتیٰ کہ صدائے الامان یہود بے بود سے بلند ہوئی اسوقت آپ نے کواڑ کو اپنی پشت کی طرف پھینکا چالیس ہاتھ پر جا کر پڑا سات جوانوں نے مسلمانوں سے چاہا کہ اس کو حرکت دیں ذرا نہ ہلا سکے۔ چالیسؔ آدمی بایکدگر ملکر اس کو پلٹنا چاہتے تھے قادر نہ ہوئے۔ بروایت روضۃ الصفا ستر اشخاص نے اٹھانا چاہا نہ اٹھا سکے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ اصحاب رسولؐ سے ستر آدمی گئے اور اس در کو جگہ سے نہ ہلا سکے۔ **علیٰ ہذا** اس کے وزن میں بھی اختلاف کیا ہے۔ صاحب معارج النبوۃ آٹھ سو من پختہ کا لکھتے ہیں۔ روضۃ الصفا میں تین ہزار من تک کی روایت نقل کی ہے۔ **معارج النبوۃ** میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جسوقت امیرالمومنینؑ نے درِ خیبر کو اکھاڑنے کے لئے جنبش دی تو تمام قلعہ میں زلزلہ پڑ گیا حتیٰ کہ صفیہ بنت حی اخطب کہ اپنے تخت پر بیٹھی تھی سرنگوں زمین پر گری اور اس کے مونہہ میں چوٹ آئی۔ کہ نشان اس کا باقی رہا۔ **جابرؓ** انصاری کہتے ہیں کہ امیرالمومنین نے درِ خیبر کو ہاتھ میں لیکر خندق کا پل بنا دیا۔ کہ مسلمان اس پر سے گزر کر داخل قلعہ ہوئے۔ ابوعبداللہ جدلی کہتا ہے کہ امیرالمومنین نے مجھ سے نقل کیا کہ میں نے درِ خیبر کو اکھاڑ کر ہاتھ میں لیا اور یہودیوں سے جنگ کرتا تھا تا اینکہ بفضل خدا ان کو شکست دی پھر اسکو خندق کے اوپر مثل پل کے ہاتھ میں لئے رہا حتےٰ کہ مسلمان اس پر سے گزر گئے۔ پس اسکو دور پھینکدیا

کسی نے کہا یا امیرالمومنین بڑا بھاری بوجھ آپنے اُٹھایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھکو اس ڈہال سے کہ میرے ہاتھ میں تھی زیادہ بھاری معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور نیز حضرت فرماتے تھے کہ مینے درخیبر کو اکھاڑکر دور پھینکا تو یہ امر قوت بدنی اور حرکت غذائی سے نہ تھا بلکہ میں مویّد تھا ساتھ قوت ملکوتی اور نفس نورانی کے کہ نور پروردگار سے منور تھا اور میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے بمنزلہ ایک چراغ کے ہوں کہ دوسرے چراغ سے روشن کریں۔ بخدا سوگند کہ اگر تمام عرب میرے مقابلے پر تل جائے تو ذرا موتہہ نہ موڑوں اور موقع ملے تو تمام منافقوں کی گردنیں کاٹ ڈالوں بہ تحقیق کہ جو شخص مرنے سے نہیں ڈرتا اور ہمیشہ آرزوئے مرگ میں رہتا ہے وہ لڑائی سے کیونکر بھاگے گا۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ بعد نقل قصہ حیات القلوب کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر کا لڑائی سے فرار کرنا اور حضرت رسول خدا کا اس کے بعد یہ فرمانا کہ میں علم اس شخص کو دونگا جو خدا ورسول کو دوست رکھے اور خدا ورسول اس کو دوست رکھیں۔ متواترات سے ہے بخاری ومسلم وغیرہ محدثین اہل سنت نے اس کو اپنی اپنی کتابوں سے روایت کیا ہے اور نیز اکثر مناقب ومفاخر آنحضرت کے کہ یہاں نقل ہوئے۔ ان کی معتبرہ کتب میں مذکور ہیں پس جسکو تھوڑی سی تمیز بھی ہو تو اس کے نزدیک یہی ایک واقعہ آنحضرت کے استحقاق خلافت اور شیخین کے عدم استحقاق میں کافی ہے اس لئے کہ ہر عاقل سمجھہ سکتا ہے کہ جب حضرت ان کے بھاگنے کے بعد فرمائیں کہ کل میں علم اس شخص کو دوں گا جس میں یہ صفات ہوں گے تو اس سے ظاہر ہے کہ مراد آنحضرت کی یہ ہے کہ بھاگنے والے یعنی شیخین ان صفات سے عاری ہیں پس جو شخص کہ خدا ورسول کو دوست نہ رکھے اور خدا ورسول اس کو دوست نہ رکھیں تو وہ کیونکر خلیفۂ خدا و پیشوائے دین ودنیا ہو سکتا ہے انتہی۔ **القصہ** اہل قموص ودیگر اہل خیبر نے یہ امر غریب حضرت مظہر العجائب والغرائب سے مشاہدہ کیا تو با الحاح وزاری طالب اماں ہوئے شاہ ولایت پناہ نے باجازت حضرت رسالت ان کو امان دی بدیں شرط کہ کوئی شخص بجز اسپ وقیچی اپنے ساتھ دوسری چیز نہ لیجائے باقی تمام مال واسباب جملہ سلاح ودواب مسلمانوں کے لئے ہے اور فرمایا زنہار کہ کوئی شے اپنے پاس پوشیدہ نہ رکھیں کہ اگر بعد کو ظاہر ہوگی تو مال مسروق تصور ہوکر امان باطل ہو جائیگی اس فتح سے غنیمت عظیم مسلمانوں کے ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی ہاتھہ نہ آئی تھی صاحب مدارج کہتے ہیں کہ سو زرہ چار سو تلواریں ہزار نیزے پانچ سو کمانیں صرف قلعہ قموص سے کہ کنانہ ابن ابی الحقیق اسکا سردار تھا ملے دیگر مال واسباب کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے پھر باقی قلعوں کے غنائم کو دیکھنا چاہیئے۔ حضرت رسول خدا کو فتح خیبر کی خبر پہنچی تو خوشی خوشی خیمہ سے نکلکر متوجہ قلعہ ہوئے امیرالمومنین نے بیرون در تک آپ کا استقبال کیا نزدیک پہنچے تو حضرت نے آغوش شفقت میں لیا اور پیشانی نورانی آنحضرت پر بوسے دیئے پھر فرمایا قَدْ بَلَغَنِیْ بِنَاءُكَ الْمَشْكُوْرُ وَصَنِيْعُكَ الْمَذْكُوْرُ قَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ وَرَضِيْتُ اَنَا عَنْكَ یعنی میں نے تیری سعی مشکور اور شجاعت مشہور کا حال سنا بہ تحقیق کہ اے علی خدا تجھ سے خوشنود اور میں راضی ہوں امیرالمومنین نے یہ کلمات زبان حقائق ترجمان آنحضرتؐ سے سنے تو رقت آپ پر طاری ہوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا یا علیؑ تیرے اسوقت رونے کا کیا باعث ہے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ گریہ شادی ہے کیونکر شاد نہ ہوں میں جبکہ آپ مجھ سے رضامند ہوں رسول خدا نے مکرر فرمایا یا علیؑ نہ تنہا میں تجھہ سے

راضی ہوں بلکہ حق تعالیٰ وجبرئیل ومیکائیل ودیگر ملائکہ جلیل تجھہ سے راضی ہیں۔ **بروایت** اخطب خوارزم وغیرہ محدثین اہل سنت آپ نے کہا یا علیؑ اگر اندیشہ نہو تا کہ کچھہ لوگ میری امت کے تیرے بارے میں گمراہ ہوجائیں گے جیسے کہ قوم نصاریٰ عیسیٰ کے بارے میں گمراہ ہوگئی تو البتہ میں چند اوصاف وفضائل تیرے بیان کرتا کہ جدہر تو گزرتا مسلمان خاک تیرے قدموں کی اٹھاتے اور آنکھوں کو لگاتے اور بقیہ آب وضو تیرا لیتے اور بیماروں کو اس سے شفا دیتے۔ لیکن بس ہے تیرے لئے کہ تو مجھ سے بمنزلۂ ہارون کے ہے موسیٰ سے الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں یا علی تو میرے فرضوں کو ادا کرے گا اور میری سنت پر جنگ کرے گا۔ آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک ہوگا اور فردائے قیامت میں میرا خلیفہ ہوگا حوض کوثر پر اور تو ہی سب سے پیشتر کوثر پر وارد ہوگا اور تمام امت سے پہلے بہشت میں جائیگا۔ تیرے شیعہ بہشت میں منبر ہائے نور پر چمکتے ہوں گے۔ **حقیر مترجم** کہتا ہے کہ اس حدیث کا جسکو سوائے اخطب خوارزم موفق بن احمد مکی کے دیگر مشاہیر علمائے اہل جماعت واحدی ونیشا پوری وغیرہ نے روایت کیا ہے ایک شمہ بھی متضمن بر فضائل عالیہ امیرالمومنین موجود ہے جسکو ہم نے بنظر اختصار اس مقام پر نقل نہیں کیا۔ لیکن امام احمد بن حنبل نے مقدار مذکورہ بالا میں بھی قطع برید کی ہے انہوں نے جسقدر اپنی مسند میں روایت کی ہے وہ یہ ہے والذی نفسی بیدہ لولا ان یقول طوائف من امتی فیک ما قالت النصاریٰ فی ابن مریم لقلت الیوم فیک مقالۃ لا تمر بملاء من المسلمین الا اخذ التراب من تحت قدمیک للبرکت مگر طالب حق کے لئے جو کچھہ امام صاحب لکھہ گئے ہیں وہ بھی کافی ووافی ہے۔ **کہتے ہیں** کہ کنانہ بن ابی الحقیق رئیس خیبر کو جڑاؤ سنہری زیورات اپنے باپ سے میراث میں پہنچے تھے جو ایک بکری کی کھال میں سماتے تھے بعد ازاں بڑہتے بڑہتے پوست گائو کی مقدار کو پہنچ گئے اسپر بھی ترقی ہوئی تو جلد شتر میں رکھے جانے لگے۔ چونکہ اہل مکہ گاہ گاہ شادی بیاہ کے موقعوں پر ان زیورات کو کنانہ سے کرایہ پر منگا یا کرتے تھے۔ اس لئے حضرت رسول خدا ان سے واقف تھے خیبر فتح ہوا تو آپ نے اس زر وجواہر کا حال دریافت کیا یہودی لگے حیلے حوالے بنانے اور ٹالنے حضرت نے فرمایا اگر مجھکو معلوم ہوا کہ تم نے یہ مال مجھ سے چھپایا ہے تو امان تم سے اُٹھ جائیگی یہ قول قرار ہوگیا آخر وحی آسمانی نے یہودیوں کا کید کھولدیا اور وہ مال بجنسہ ایک خرابے سے زمین میں گڑا ہوا ملا۔ اب حسب قرارداد امان اُن سے برطرف ہوئی۔ خود کنانہ ایک مسلمان کے قصاص میں مارا گیا اور اسکی بیوی صفیہ بنت حی اخطب مع دیگر زنان یہود بندی میں آئی صفیہ چونکہ زن صاحب جمال ہفدہ ساله امیر کی بیوی امیر کی بیٹی تھی اور سلسلہ نسب اس کا حضرت ہارون نبی تک پہنچتا تھا اس لئے مسلمانوں کی یہ صلاح ہوئی کہ وہ حضرت رسالت پناہ کے لئے مخصوص ہو پس صفیہ خاتون داخل زوجات عالیات ہوئیں اور ان کا مہر اُن کی آزادی قرار پایا یہ صفیہ وہی بی بی ہیں کہ امیرالمومنین کی باب خیبر کو جنبش دینے کے وقت دہشت کھا کر اوندہے موںہہ زمین پر گریں اور ان کے چہرے پر خراش آئی بروز زفاف حضرت رسول خدا نے اس خراش کا سبب انسے پوچھا تو انہوں نے تمام قصہ تخت سے گرنے اور چوٹ کھانیکا آپ کے روبرو بیان کیا حضرت نے سنکر فرمایا اے صفیہ علی کا مرتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک عظیم ہے۔ جب انہوں نے در خیبر کو پکڑ کر ہلایا تو زمین اور آسمان عرش اعلیٰ تک ان کے غصہ سے لرز گئے۔ **القصہ** حضرت نے یہودیوں کی دوبارہ جان بخشی کی نہ صرف جان بخشی بلکہ تمام

باغ اور کہیت اس ملک کے ان کو دیدیئے کہ نصف محاصل اسکا حضرت کو دیا کریں باقی نصف بونے جوتنے کی اجرت میں وہ کھاویں اس طرح غزوۂ خیبر کا خاتمہ ہوا۔ **فتح فدک** ۔ فدک کا علاقہ گو آبادی میں خیبر کے برابر نہ تھا مگر حاصل خیزی میں اس سے کم تر نہ تھا خیبر کی یہ صورت ہوئی تو اہل فدک خوف کھا کر خود طالب صلح ہوئے۔ امیر المومنین بنفس نفیس وہاں تشریف لیگئے اور ان کو امان بخشی چونکہ فدک بغیر فوج کشی اور مسلمانوں کے جنگ وجدل کے ہاتھ آیا تھا۔ اس لئے بموجب نصِ قرآن رسول اللہ کا خالص مال ہوا پس جبرئیل امین نازل ہوئے۔ اور آیہ شریفہ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ لائے حضرت رسول خدا نے پوچھا یا اخی جبرئیل میرے ذوالقربیٰ یعنے قرابت دار کون ہیں اور حق ان کا کیا ہے کہا ذوالقربیٰ فاطمہ زہرا اور حق ان کا فدک ہے وہ ان کو عطا کرو بنا برین حضرت نے فدک فاطمہ کو مرحمت فرمایا۔ اور اس مقدمے میں ایک وثیقہ لکھدیا اسوقت سے وہ معصومہ فدک پر قابض ومتصرف تھیں حتے کہ بعد وفات حضرت رسالت پناہ خلیفہ اوّل نے اس معصومہ سے غصب کیا۔ معارج النبوۃ میں کتاب مقصد اقصےٰ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فاطمہ کو فدک کا وثیقہ لکھدیا تھا فاطمہ اس کاغذ کو بعد رحلت رسول خدا ابوبکر کے پاس لائیں اور کہا یہ کتبہ حضرت رسولؐ خدا کا ہے کہ میرے اور حسنین کے نام لکھا ہے یہ قصہ آگے اس کتاب میں اپنے مقام پر مفصل لکھا جائیگا ۞ **آمدن جعفر طیار برادر عالی وقار جناب حیدر کرار از حبشہ وشہادت آنجناب رضی اللہ عنہ** ۞ مقرر ہے کہ قبل از ہجرت مدینہ چند اصحاب حضرت رسالت مآب قریش مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آکر جعفر طیار برادر اکبر امیر المومنینؑ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔

اب کہ مدینہ منورہ ہجرت گاہ خیر الانام قرار پایا اور رانده صیر اکفر کا فروغ اسلام کے سامنے دن بدن کافور ہونے لگا تو حضرت رسولؐ خدا کو مہاجران حبشہ کا فکر ہوا چنانچہ قبل روانگی غزوہ خیبر ایک خط نجاشی بادشاہ حبش کو لکہہ کر اس کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اور اپنے اصحاؐ کو اس سے واپس مانگا نجاشی کو نامہ عنبر شمامہ حضرت کا ملا تو صدق دل سے ایمان لایا۔ اور اصحاب کو خلعتہائے فاخرہ دیکر با تحف وہدایائے بسیار روانہ درگاہ کیا یہ قافلہ فتح خیبر کے روز خدمت بابرکت میں پہنچا اپنے برادر وابن عم جعفر طیار کی آمد کی خبر سُنکر حضرت رسول خدا شاد ہوگئے اور جوش سرور میں فرمایا۔ لَا اَدْرِیْ بِاَیِّهِمَا اَنَا اَسَرُّ بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرَ ۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں کس سے زیادہ خوش ہوں خیبر کے فتح ہونے سے یا جعفر کے آنے سے اور چند قدم آگے بڑھکر جعفر کا استقبال کیا اور ان کو گلے لگایا پھر تمام مہاجرین حبشہ کو غنائم خیبر سے حصہ دیا اور جعفر طیار کو اس کے علاوہ نماز تسبیحات تعلیم فرمائی کہ دنیوی انعام واکرام سے کہیں زیادہ تھی۔ یہ نماز شیعوں میں رائج ومتداول ہے۔ اور کتب شیعہ میں مذکور ومشہور۔ غرض جعفر مدینہ میں حاضر خدمت رسولؐ اللہ تھے تا اینکہ اگلے سال جنگ موتہ میں امیر لشکر ہوکر گئے اور وہیں اس جناب نے شہادت پائی بروایت صاحب استیعاب عمر جعفرؓ کی اکتالیس سال کی ہوئی۔ ابن ابی الحدید نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف شجروں سے پیدا ہوئے ہیں الّا میں اور جعفرؓ کہ ہماری خلقت شجرۂ واحد سے ہے اور جعفر کی طرف دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ اَشْبَہُ النَّاسِ بِخَلْقِیْ وَخُلُقِیْ کہ اے جعفر تم از روئے خِلقت وخُلق سب سے زیادہ مجھسے مشابہت رکھتے ہو۔ لکھا ہے کہ

خبر شہادت جعفر طیار مدینہ میں آئی تو حضرت رسول خدا ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور عبداللہ و عون و محمد پسران جعفر کو پاس بلاکر پیار کیا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اسماء بنت عمیس زوجۂ جعفر نے کہا یا رسول اللہ آپ اس طرح ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں کہ گویا یہ یتیم ہوگئے فرمایا واقعی اے اسماء میرے بھائی جعفر نے وفات پائی۔ چونکہ جہاد میں ان کے دونوں ہاتھ قطع ہوگئے تھے تو حق تعالیٰ نے ان کو دو پر زمرد سبز کے عنایت کئے ہیں۔ جنسے وہ بہشت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ **مروی ہے** کہ حق تعالیٰ نے وحی کی رسول اللہ کی طرف کہ ہم کو چار خصلتیں جعفر رضی اللہ عنہ کی پسند ہیں حضرت نے پوچھا اے اخی جعفر وہ چار خصلتیں تم میں کیا کیا ہیں جو حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں عرض کی یا رسول اللہ ایک یہ ہے کہ میں نے جاہلیت و اسلام میں کبھی شراب نہیں پی کیونکہ جانتا تھا کہ وہ عقل کو زائل کردیتی ہے۔ دوسرے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے کہ مروت آدمی کی اس سے جاتی رہتی ہے۔ سوم کسی کی عورت کے ساتھ زنا نہیں کیا کہ مبادا کوئی میری عورت کے ساتھ اس کا ارادہ کرے۔ چوتھے اصلاً بت پرستی نہیں کی کیونکہ جانتا تھا کہ کوئی نفع وضرر انسے متصور نہیں۔ پس حضرت رسول خدا نے دست مبارک اپنا ان کے شانے پر رکھکر فرمایا سزاوار ہے کہ حق تعالیٰ تم کو دو پر عطا کرے کہ ان سے فرشتوں کے ساتھ پرواز کرو۔ **مولف کہتا ہے** کہ حدیث جعفر کے دو پر عطا ہونے کی جنسے وہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں کتب سنی و شیعہ میں معروف و مشہور ہے اس میں حاجت طول کی نہیں چنانچہ اسی وجہ سے وہ جناب بلقب طیار و ذوالجناحین مشہور ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت رسول خدا جب پسر جعفر کو سلام کرتے تو فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْن **ترجمہ** (سلام ہو تجھ پر اے بیٹے دو پروں والے کے) امیر المومنین علیہ السلام کا شعر ہے ؎ وجعفر الذی یضحی و یُمسی ٭ یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَۃ ابن امی ٭ یعنی جعفر طیار کہ صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں میرے بھائی ہیں ٭ **جنگ ذات السلاسل**

غزوہ خیبر سے لیکر فتح مکہ تک کوئی پونے دو سال کی مدت میں بہت سے چھوٹے چھوٹے غزوے و سریے واقع ہوئے۔ جن میں حضرت امیر المومنین امام الاشجعین کو قولاً و فعلاً بہت کچھ دخل تھا۔ مگر چونکہ ہماری نظر اختصار پر ہے ہذا ان تمام سے یہاں صرف ایک سریۂ ذات السلاسل نقل کرتے ہیں اور نیز چونکہ اکثر مورخین اہل تسنن نے اس جنگ کو پورا نقل نہیں کیا اور بزعم خود ایک فضیلت کو فضائل آنحضرتؑ سے کم کرنا چاہا ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہ قصہ لکھا جائے۔ **واضح رہے** کہ عمرو عاص جیسے چالاکوں نے جب دیکھا کہ اسلام نہ صرف قریش میں پھیل رہا ہے بلکہ اس کا سکہ دن بدن تمام ملک عرب میں بیٹھتا چلا جاتا ہے ادہر نجاشی بادشاہ حبش کو دیکھا کہ مسلمان ہوگیا تو انکی کمر ہمت کہ بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی مخالفت پر کسی تھی ٹوٹ گئی اب انکو اپنا فائدہ اس میں دکھائی دیا کہ جسطرح ہو مدینہ چلکر مسلمانی اختیار کیجئے۔ ناگوار تو بہت تھا کہ کہا مونہہ لیکر جائیں مگر مرتا کیا نہ کرتا لاچار مدینہ کا ارادہ کرکے نکلے راہ میں خالد ولید بھی آکر ان کے شامل ہوگئے۔ غرض دونوں نے بالاتفاق حضرت متمم مکارم اخلاق کی خدمت میں جاکر کلمہ پڑھیا **واقدی کہتا ہے** کہ عمرو نے کہا یا رسول اللہ میں نے بناء اسلام کے گرانے میں بہت سی کوششیں کیں میں چاہتا ہوں کہ اسکی تائید میں بھی ویسے ہی آثار مجھ سے ظاہر ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم تجھکو انشاء اللہ تعالیٰ کسی مہم پر بھیجیں گے۔ انہیں دنوں حضرت کو خبر ملی کہ کچھ

لوگ قبیلہ قضاعہ وغیرہ کے وادی الرمل میں جمع ہوئے ہیں کہ ناگاہ مدینہ پر شبخون ماریں۔ حضرتؐ نے عمرو عاص کو بلا کر کہا کہ اپنا ساز و سامان درست کر کہ ہم ایک لشکر کے ساتھ تجھے بھیجنے والے ہیں تاکہ مال غنیمت تیرے ہاتھ آئے۔ عمرو نے کہا یا رسول اللہ میں مال کی خاطر تو مسلمان نہیں ہوا فرمایا کیا مضائقہ ہے مال اگر حلال طریقہ سے ہاتھ آئے تو کیا برا ہے۔ پس ایک علم سفید ترتیب دیا اور تین سو بقولے سات سو مرد کے ساتھ اسکو روانہ کیا۔ ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ جرّاح وغیرہ بزرگان مہاجرین و انصار اس مہم میں اس کے ہمراہ رکاب تھے۔ یہ روایت واقدی کی ہے لیکن علمار شیعہ نے اہل بیت علیہم السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے پہلے اس فوج کا سردار ابوبکر کو کیا اور ان سے کہدیا کہ قبیلہ بنی سلیم پر جائیں مشرکوں نے پہاڑوں پر نگاہبان بٹھا رکھے تھے جونہی فوج کے آنے سے مطلع ہوئے تو اپنے گھروں میں کہ پہاڑوں میں درختوں کے درمیان مخفی تھے گھس گئے مسلمان درے میں داخل ہوئے تو بے خبران کے سر پر آپڑے۔ چنانچہ بہت سوں نے ان سے شربت شہادت نوش کیا۔ مابقی کو حضرت خلیفہ اول لیکر بھاگ آئے۔ ابوبکر واپس آئے تو رسول خدا نے عمر بن خطاب کو امیر لشکر کر کے اس طرف روانہ کیا مگر وہ بھی اسی معمولی راستہ سے گئے اور ویسے ہی نقصان اٹھا کر الٹے پھرے اس وقت عمرو عاص نے کہا یا رسول اللہ مدار جنگ مکر و فریب پر ہے حضرت مجھکو اس مہم پر مقرر کریں شاید حیلہ کر کے کوئی کام نکال سکوں۔ غرض عمرو عاص مامور ہوا مگر وہ بھی راہ متعارف مشہور سے گیا اور اس قوم جنگ جو پر دست قدرت نہ پا سکا۔ بروایت سابق عمرو عاص وہاں پہنچا تو کسی کو وادی میں نہ پایا کچھ مویشی ادہر اودہر چرتے دکھائی دیئے ان کو اس کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور ذبح کر کے طعام طیار کیا۔ بس فقط یہی غنیمت اس غزوہ میں ہاتھ آئی مدینہ میں آئے تو لشکر نے رسول اللہ سے امیر کی شکایت کی کہ اس نے ہمکو آگ روشن کرنے اور گرم ہونے سے روکا۔ اور نیز دشمن کے پیچھے نہ جانے دیا۔ عمرو نے کہا یا رسولؐ اللہ ہم آگ روشن کرتے تو وہ ہماری قلت سے واقف ہو کر ہم پر دلیر ہو جاتے اور جو تعاقب کرتے تو ممکن تھا کہ مددان کو ملے اور لوٹ کر ہم کو قتل کریں۔ بس یہی غنیمت ہے کہ ہم زندہ واپس آئے۔ یعنی جان بچی لاکھوں پائے۔ یہانتک پہنچکر عامہ مورخین[1] خاموش ہو گئے ہیں کچھ نہیں بتاتے کہ آگے کیا ہوا۔ حضرت رسالت پناہ نے آیا اس مہم کو ناقص و ادہورا چھوڑ دیا یا کسی اور ذریعہ سے اس شریر قوم کی بیخ کنی کی تدبیر ہوئی لہذا ہم اپنے ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کے بعد بھی وہی ہوا جو اس سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ اور جو ابھی عنقریب جنگ خیبر میں ہو چکا تھا۔ **شیخ** مفید علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا یہ کیفیت دیکھکر بغایت ملول و حزیں ہوئے اور نفرین کی ان لوگوں کو جو اسلام کا نام ڈبوتے پھرتے تھے۔ بعد ازاں امیر خیبر گیر کو طلب کیا اور علم لشکر ان کو دے کر درگاہ باری میں عرض کی۔ پروردگارا میں اس شخص کو اس کام پر بھیجتا ہوں جو کرّار غیر فرار ہے خداوندا حرمت اپنے نبی کو اس کے بارے میں رعایت کر اور اسکو دشمن پر یاری و مددگاری بخش۔ **روایت** ہے کہ امیر المومنین کے پاس ایک عصا یعنی سر پیچ تھا جب کسی اہم کام پر مامور ہوتے تو اس کو زیب سر فرماتے۔ پس حضرت نے جناب فاطمہ سے وہ عصابہ طلب کیا۔ جناب معصومہ گھبرا گئیں کہ خیر ہے کہاں کا عزم کیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو رسول اللہ نے وادی الرمل پر مقرر

[1] صرف معارج النبوہ و روضۃ الصفا میں بضمن وقائع ۹ھ ہجری بعض ان حالات سے جو ہم نے بروایت شیعہ آگے لکھے ہیں کشف الغمہ سے نقل کئے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

فرمایا ہے فاطمہ یہ سنکر رونے لگیں اتنے میں حضرت رسول خدا وہاں تشریف لائے اور کہا اے فاطمہ کیوں روتی ہو تمہارا شوہر اس سفر سے انشاء اللہ تعالیٰ صحیح وسالم واپس آئے گا کوئی گزند اسے نہ پہنچے گا۔ امیر المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نہیں چاہتے کہ میں سعادت شہادت پر فائز ہوں۔ غرض حضرت روانہ ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسجد احزاب تک آنحضرت کی مشایعت فرمائی اسوقت حیدر کرار ایک اسپ راہوار کمیت رنگ پر سوار تھے او بردیمنی بدن اقدس میں اور نیزہ خطی دست مبارک میں رکھتے تھے پس حضرت رسول خدا نے دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔ ابوبکر عمر و عمرو عاص بھی حضرت کے لشکر میں تھے راہ راست سے منحرف ہوکر آپ نے راہ عراق کی اختیار کی تو اصحاب نے خیال کیا کہ کہیں اور جانیکا ارادہ ہے۔ لگر آپ راہ غیر متعارف سے جا رہے تھے۔ رات کو چلتے اور دن کو گھاٹیوں اور شگاف کوہ میں پنہاں رہتے عمرو عاص نے دیکھا کہ جس طریق سے وہ حضرت جا رہے ہیں ضرور کامیاب مراد ہوں گے۔ حسد اس پر غالب آیا اور ابوبکر و عمر کے پاس آکر کہنے لگا کہ علی ناواقف ہیں ان راہوں کو نہیں جانتے۔ ہم ان سے زیادہ آگاہ ہیں تم ان کو منع کرو۔ اس راستہ میں موذی جانور اور درندے بکثرت ہیں ان کا ضرر مسلمانوں کو دشمنوں کے ضرر سے زیادہ ہوگا انہوں نے حضرت کی خدمت میں جاکر عرض کیا آپ نے فرمایا جسکو اطاعت خدا اور رسول منظور ہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ اختیار ہے جدھر کو چاہے چلا جائے۔ پس شیر خدا چلے جاتے تھے۔ جانوران صحرا و درندوں سے آپ کے لشکر کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا۔ نزدیک مقصد پہنچے تو حکم دیا کہ مونہہ چوپاؤں کے باندھ لیں کہ کوئی آواز ان سے نہ نکلنے پائے۔ پس صبح ہوتے ہوتے ان کو جا لیا اور تیغ تیز قوم فتنہ انگیز میں رکھی بہت سے ان میں سے بروایتے ایک سو بیس آدمی مارے گئے باقی مع معہ زن و فرزند دستگیر ہوئے چونکہ انکو زنجیروں اور رسیوں میں باندھا تھا اس لئے اس غزوے کو ذات السلاسل کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک سلاسل اس مقام کا نام تھا جہاں یہ فوج کشی ہوئی تھی اور اور قول بھی اس بارے میں اہل تاریخ وسیر کے ہیں مگر حقیر مولف کہتا ہے کہ چونکہ سلسلے افواج مسلمین کے یکے بعد دیگرے اس مہم پر چڑھ کر گئے تھے۔ شاید اسوجہ سے اسکا نام ذات السلاسل رکھا گیا ہو واللہ اعلم۔ **مروی ہے** کہ یہ مقام مدینہ سے پانچ منزل کے فاصلہ پر تھا جس صبح کو یہ غارت واقع ہوئی۔ حضرت رسول خدا دولت سرا سے برآمد ہوئے تو سورۂ والعادیات کو تلاوت فرماتے تھے یہ سورۃ اس روز نازل ہوئی اور حق تعالیٰ نے اس جنگ کی کیفیت اس میں بیان کی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا یعنی قسم ہے اسپان دوندہ کی جن کو دوڑتے دوڑتے دم چڑھ گیا اور ہانپنے لگے فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا۔ اور ان کی جو اپنی سموں سے پتھروں سے آگ نکالیں چونکہ وہ زمین سنگلاخ تھی۔ اس لئے گھوڑوں کے نعل اسمیں لگ کر شرارہائے آتش نکلتے تھے فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا اور ان کی قسم جو غارت لانے والے ہیں بوقت صبح فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا پس انہوں نے غبار اس جگہ برانگیختہ کیا۔ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا۔ اور جماعت کفار کے درمیان داخل ہوگئے حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ اس سورہ میں حق تعالیٰ نے عمرو عاص کے علیؑ پر حسد کرنیکو اپنے پر حسد کرنا کہا ہے۔ کیونکہ مراد کنود سے حاسد ہے اور حب خیر یعنی محبت زندگانی دنیا کو ان کی سخت و شدید بتلایا ہے کہ وہ خوف جان کرتے اور درندوں سے ڈرتے تھے

بروایت دیگر امیر اس جماعت کا حارث بن مکید جسکو پانچسو سوار کے برابر گنتے تھے حضرت امیرؑ پر حملہ آور ہوا آپ نے اُسے قتل کیا۔ پھر اس کا چچا زاد بھائی عمرو بن فتاک رجز پڑھتا ہوا آگے آیا صاحب ذوالفقار نے اسے بھی واصل جہنم کیا پھر ہر چند مبارز طلب کیا مگر کوئی اس قوم مورد لوم سے باہر نہ نکلا پس شیر بیشۂ شجاعت نے ان گرگان وادی ضلالت پر حملہ کیا کہ بہت سے دلیران کے خاک ہلاک پر پڑے باقی زن و مرد گرفتار ہوکر آئے مجاہدین مال اسباب پر متصرف ہوکر مدینہ کو پلٹے۔ بموجب اس روایت کے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ میں کنود یعنی ناسپاس سے مراد حارث بن مکید ہے۔ **القصہ** امیر المومنینؑ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت سید المرسلین مع جماعت انصار مہاجرین ان کے استقبال کے لئے نکلے صحابہ دو طرف راہ کے قطار باندہ کر کھڑے ہوگئے۔ جبوقت نظر امیر المومنین کی جمال باکمال حضرت رسول خدا پر پڑی گھوڑے سے اُترے اور دوڑکر رکاب سعادت انتساب کو بوسہ دیا فرمایا یا علیؑ سوار ہو کہ خدا و رسول تجھ سے راضی و خوشنود ہیں خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا بازو تجھ سے محکم کیا اور میری پشت کو تجھ سے قوت بخشی یا علیؑ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا کی کہ میرا بازو میرے بھائی ہارون سے قوی کر اور امر رسالت میں ان کو میرا شریک گردان میں نے بھی تیرے حق میں یہی سوال کیا اس جل شانہ نے اسکو قبول فرمایا۔ پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا مجھکو علیؑ کی محبت میں ملامت نہ کرو کیونکہ میں بحکم خدا اس کو دوست رکھتا ہوں بعد ازاں سب خوشی خوشی شہر میں آئے اور اموال غنائم لشکر پر تقسیم فرمایا۔ حضرت رسول خدا نے امیر المومنینؑ کا حال لشکریوں سے پوچھا تو انہوں نے آپ کی مدح و ثنا کی الا یہ کہا کہ ہر نماز میں جو ہم نے ان کے ساتھ پڑہی سورہ قل ہو اللہ احد پڑھتے رہے۔ رسول اللہ نے اس کا سبب حضرتؑ سے دریافت کیا آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سورہ کو بہت دوست رکھتا ہوں فرمایا یا علی خدا تجھکو دوست رکھتا ہے جیسا تو سورۂ قل ہو اللہ کو دوست رکھتا ہے پھر فرمایا کہ اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ ایک گروہ اس امت کا تیرے پیچھے گمراہ ہو جائیگا جیسا کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے پیچھے گمراہ ہوگئے تو میں چند اوصاف تیرے بیان کرتا کہ جہاں کو گزرتا لوگ خاک تیرے قدموں کی برکت کے لئے اٹھا رکھتے۔ **روایت ہے** کہ حضرت ابوبکر کے پاس غزوہ سلاسل میں کملی تھی جہاں بیٹھتے اس کا فرش کرتے اٹھتے تو تہ کرکے اپنے ساتھ لے لیتے اہل یمن نے ان کو اس کملی سے پہچان رکھا تھا۔ جب بعد وفات سرور کائنات خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بیعت نہ کی اور کہا نَحْنُ نُبَايِعُ ذَا الْعُبَايَةِ ہم اس کملی والے سے بیعت کریں نیز اس جنگ میں رافع بن رافع حضرت شیخ صاحب کے ساتھ تھا اثنار راہ میں آپ نے اس کو چند نصیحتیں کیں پھر فرمایا اے رافع ہرگز دو مسلمانوں پر امیر نہ بنا اور حکومت مسلمانان کی کبھی طمع نہ کرنا رافع کہتا ہے میں نے کہا سب باتیں تو میں نے تمہاری مانیں مگر یہ کہ طالب حکومت نہوں یہ دشوار کام ہے میں دیکھتا ہوں کہ آجکل رسول اللہ کی خدمت میں لوگ جاہ و رفعت کے طلبگار ہیں منصب و حکومت پاتے ہیں کوئی بھی اسے نہیں چھوڑتا۔ میں کیوں مسلمانوں کی حکومت سے پرہیز کروں۔ ابوبکر نے کہا سن حق تعالیٰ نے پیغمبر کو مبعوث کیا ہے کہ جسطرح پر ہو اسلام کو دنیا میں پھیلائیں پس وہ حضرت ہر ایک کو طوعاً و کرہاً مسلمان کرتے ہیں۔ پس جو شخص مسلمان ہوا خدا کی پناہ میں داخل ہوا اور اسکا جار و ہمسایہ ہوا۔ پس اگر کوئی خدا کے

فضیلت سورۂ قل ہو اللہ احد

جابر پر حاکم ہو کر کسی قسم کا تشدد کرے تو حق سبحانہ تعالیٰ ضرور اس پر غضبناک ہوگا جیسا کہ کسی کے ہمسایہ شفیق و مہربان ہو اور دوسرا اس پر ستم کرنا چاہے تو وہ شفیق ہمسایہ ضرور اس کی حمایت کرے گا۔ پس خبردار حکومت مسلمانان کی کبھی خواہش نہ کرنا۔ رافع کہتا ہے کہ اس جنگ کے بعد میں حضرت رسولؐ خدا سے اجازت لیکر اپنے وطن کو چلا گیا پھر جو واپس مدینہ میں آیا تو وہاں اور ہی زمانہ تھا۔ حضرتؐ رحلت کر گئے تھے اور ابوبکر ان کی جگہ پر بیٹھ گئے تھے مسلمانوں کی حکمرانی کر رہے تھے۔ ایک مرتبہ تنہائی میں میں نے انسے کہا کہ اے ابوبکر تم مجھکو تو مسلمانوں کی حکومت سے منع کرتے تھے آج خود تمام مسلمانوں پر خلیفہ بنے بیٹھے ہو یہ کیا ماجرا ہے۔ ابوبکر نے جواب میں کہا کہ یہ کام میری گردن پر رکھدیا گیا اب اگر اسکو اتار کر پھینکتا ہوں تو مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف پڑ جانیکا خوف ہے۔ **مولف کہتا ہے** کہ یہ جواب حضرت عتیق کا کہاں تک صحیح و درست ہے۔ اس کا حال آگے چلکر بیان خلافت میں معلوم ہو جائیگا۔

فتح مکہ مشرفہ

فتح مکہ اسلام کے اعظم فتوحات سے ہے۔ اور آیہ شریفہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا میں اس کو فتح مبین کہا ہے۔ عرصہ دراز سے مسلمانوں کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا کہ تم مسجد الحرام میں داخل ہوگے سر منڈاؤگے بال کترواؤگے اور اصلا خوف و خطر نہ ہوگا چنانچہ آیہ شریفہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ اس سے خبر دیتی ہے۔ پس بموجب عدۂ ایزدی سب کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں اور سینوں میں دل بیقرار تھے کہ یہ وعدہ کب پورے طور سے وفا ہوگا گو سال گذشتہ ایک مرتبہ بہ تقریب عمرۃ القضا زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہو بھی چکے تھے مگر اس سے جیسی چاہئے تسلی نہیں ہوئی تھی اور دلوں کے ولولے جوں کے توں باقی تھے۔ ظاہری اسباب میں اس کا سامان یہ ہوا کہ قبیلہ بکر بن کنانہ و قبیلہ خزاعہ کے درمیان مکہ میں قدیم سے عداوت چلی آتی تھی صلح حدیبیہ کے بعد خزاعہ رسول خدا کی امان میں داخل ہوئے اور بنی بکر قریش کی امان میں اور قرار پایا کہ طرفین سے کوئی اپنے حلفا و ہم سوگندوں کی باہمی تنازعات میں دخل نہ دے اور کسی قسم کی امداد ان کی نہ کرے اگر ایسا ہوا تو صلح دہ سالہ ٹوٹ جائے گی مگر قریش اس عہد پر قائم نہ رہے جلدی اسکو توڑ ڈالا۔ بات یہ ہوئی کہ ایک شخص قبیلہ بکر کا کچھ اشعار حضرت رسول خدا کی مذمت میں پڑھ رہا تھا ایک غلام خزاعی نے وہ ہذیانات سنکر اسے روکا مگر وہ مرد و دباز نہ آیا غلام کو غصہ آیا اور ایک طمانچہ اس مرد بکری کے کھینچ مارا پس مرد بکری نے اپنے قبیلہ سے امداد چاہی خزاعہ اپنے غلام کی مدد پر اٹھ کھڑے ہوئے اور باہم جنگ شروع ہو گئی۔ خزاعہ تعداد میں زیادہ تھے انہوں نے مارتے مارتے دشمن کو حرم تک پہنچا دیا۔ مگر قریش برخلاف معاہدہ بنی بکر کی امداد کو آمادہ ہو گئے انہوں نے نہ تنہا چوپاؤں اور ہتھیاروں سے اپنے ہم سوگندوں کی مدد کی بلکہ چند کس ان کے شرفا سے مثل صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عمرو وغیرہ کے مونہہ چھپا کر لڑائی میں جا ان کے شریک ہوئے مونہہ اس لئے چھپایا تاکہ کیکو ان کا شامل جنگ ہونا معلوم نہ ہونے پائے اور صلح حدیبیہ میں خلل نہ آئے۔ مگر یہ راز فوراً طشت از بام ہو گیا اور مغلوب خزاعیوں سے ایک شخص مسمی عمر بن سالم نے مدینہ جاکر حضرت رسولؐ خدا کے سامنے ایسی درد انگیز نظم میں یہ حال سنایا کہ طبع مبارک پریشان ہو گئی۔ فرمایا حَسْبُكَ يَا عَمْرُ بس کر اے عمر پس حضرت وہاں سے اٹھے اور شدت غضب سے دامن ردا زمین پر لٹکتا جاتا تھا۔ اور

فرماتے تھے۔ لَا نُصِرْتُ اِنْ لَمْ اَنْصُرْ بَنِیْ خُزَاعَۃَ فِیْمَا اَنْصُرُ بِہٖ نَفْسِیْ میں کبھی منصور نہ ہوں اگر اس موقع پر بنی خزاعہ کی اسی طرح نصرت نہ کروں جس طرح پر کہ اپنے نفس کی نصرت کرتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ حضرت نے عزم بالجزم مکہ کے فتح کرنیکا کر لیا اور دعا کی پروردگارا اس خبر کو قریش سے پنہاں رکھ کہ ہم ناگاہ ان کے سر پر پہنچ جائیں ادہر قریش اپنی حرکت پر سخت پشیمان تھے جانتے تھے کہ کام ہاتھ سے نکل گیا اب معاہدہ قائم رہنے والا نہیں پس انہوں نے ابوسفیان بن حرب کو مدینہ بھیجا کہ کچھ اصلاح کرے۔ ابوسفیان نے حضرت رسول خدا کی خدمت میں پہنچکر بدیں گمان کہ شاید اس وقت تک حضرت کو اس قصہ کی خبر نہیں پہنچی صلح حدیبیہ کے دوبارہ تازہ کرنے کی درخواست کی اور کچھ زبانی زور اس میں لگایا مگر کچھ جواب نہ پایا ناچار اہل بیتؑ واصحاب سے ملتجی ہوا۔ وہاں بھی کشود کار نہوا۔ مگر امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر الحاح کی تو حضرت نے فرمایا اے ابوسفیان تو بزرگ قریش ہے در مسجد رسول اللہ پر کھڑا ہو کر کہدے کہ میں نے قریش کو امان دی اور اپنے گھر کو چلا جا ابوسفیان نے کہا یا علی اس سے کچھ فائدہ بھی ہوگا فرمایا یہ میں نہیں جانتا کہ کچھ فائدہ ہوگا یا نہ الا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں دکھائی دیتا یہ امیرالمومنین کی طبعی کشادہ دلی وظرافت کا نتیجہ تھا جس میں کہ آپ اوروں سے ممتاز تھے۔ دشمنوں نے اس خصلت ستودہ کو عیب تصور کیا حاشا کہ اس میں کوئی عیب کی بات ہو رسول اللہ خود مزاح کرتے تھے چنانچہ ارشاد ہے اُمَازِحُ وَلَا اَکْذِبُ میں خوش طبعی کرتا ہوں مگر جھوٹ نہیں بولتا۔ علیٰ ہذا امیرالمومنین کی عادت میں خوش طبعی و لطیفہ گوئی تھی دروغ و باطل سے دونوں صاحبوں کو احتراز تھا۔ اسی قصہ کو دیکھلو کہ بجز اس کے کہ ابوسفیان جیسے خرانٹ کو ایک لطافت کے ساتھ احمق بنادیا۔ اور اس میں کیا عیب ہوا۔ مگر چشم بد اندیش کو کیا کیا جائے ؎ گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است۔ ہم اس مبحث پر آئندہ کسی اور مقام پر بھی کچھ لکھیں گے۔ غرض احمق ابوسفیان دروازہ مسجد پر کھڑا ہو کر پکارا کہ میں نے قریش کو امان دی اور ان کا پیمان تازہ کیا۔ امید نہیں کہ محمد میرے کئے کو رد کریں۔ لوگ یہ سنکر ہنسنے لگے وہ مکہ کو چلدیا وہاں پہنچا تو قریش نے پوچھا کیا کر آیا ابوسفیان نے تمام ماجرے بیان کیا سب نے کہا علیؑ نے تیرے ساتھ ریشخند کیا۔ تو امان طلب کرنے گیا تھا نہ کہ امان دینے ہندہ اس کی زوجہ کو اس کی حماقت پر غصہ آیا اور دو تین لاتیں اس کے سر و سینہ میں رسید کیں کہ برا سفیر تھا تو قوم کی طرف سے ان کے واسطے منحوس خبر لایا۔ نیز طول قیام مدینہ سے لوگوں کو خیال ہوگیا تھا کہ کہیں ابوسفیان نے دین اسلام تو قبول نہیں کر لیا۔ اس تہمت کے دفع کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہ کے باوا صاحب نے یہ تدبیر کی کہ ایک بکرا ذبح کرکے اس کا خون بتوں کے سر کو ملا اور بکمال ادب دست بستہ ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ جبتک زندہ ہوں تہارا بندہ رہوں گا تہاری پرستش کو مرتے دم تک نہ چھوڑونگا۔ درحقیقت ایسا ہی ہوا کہ پھر اس نے بلکہ اس کے بیٹوں اور پوتوں میں بھی کسی نے بت پرستی نہیں چھوڑی۔ القصہ حضرت رسول خدا بہت سرگرم تھے کہ ہماری خبریں قریش پر پوشیدہ رہیں مگر حاطب ابن ابی بلتعہ صحابی بدری نے کہ مہاجرین مکہ سے تھا اپنا فائدہ اسمیں دیکھا کہ قریش کو حضرت کے ارادے سے مطلع کردے۔ پس اس نے ایک خط اس مضمون کا لکھکر زن سیاہ فام کو جسپر شبہ نہ ہوسکے دیا لونڈی نے اسکو اپنی چوٹی کے بالوں میں گوندہ لیا اور روانہ ہوئی حضرت رسول خدا کو وحی سے حال معلوم ہوا آپ نے امیرالمومنینؑ و زبیر بن العوام کو

مزاح امیرالمومنین

قصہ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی

بھیجا کہ جاکر راہ میں اس عورت سے خط لے لیں یہ حضرات روضۂ خاخ میں اس کے پاس پہنچے زبیر نے آگے بڑھکر خط کی تفتیش کی عورت گریہ وبکا کرنے اور قسمیں کھانے لگی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں زبیر نے کہا یا علیؑ اس کے پاس خط نہیں قسمیں کھاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کیونکر خط اس کے پاس نہیں رسول اللہ نے فرمایا ہے اور روح الامین خبر لائے ہیں نہ حضرت دروغ کہتے ہیں نہ جبرئیل جھوٹی خبر دیسکتے ہیں۔ پس تلوار میان سے نکالکر عورت پر آئے کہ جلد خط نکال ورنہ ابھی تیرا سر قلم کرتا ہوں تلوار کی چمک دیکھکر زن محتال سیدھی ہوگئی اور جلد اوڑھنی سر سے سر کا گیسوؤں کو کھول کھال خط نکال دیا۔ **شیخ** مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ ایک منقبت ہے مع دیگر مناقب ومفاخر امیرالمومنینؑ کی کہ اس سے حضرت رسول خدا کی حکمت علی خبر کی پوشیدہ رہنے اور ناگہاں قریش پر جا پہنچنے کی کامل وتمام ہوئی۔ چونکہ یہ نازک مقام رازداری کا تھا اور اغیار پر اس میں اعتماد واعتبار نہو سکتا تھا اسواسطے امیرالمومنین کو اس کام کے لئے انتخاب فرمایا۔ اور زبیر کو چونکہ اپنی ماں صفیہ کی طرف سے نبی ہاشم میں داخل اور شجاعت میں یگانہ وممتاز تھا ان کا شریک گردانا لیکن اس نے اگر امیرالمومنینؑ تدارک نہ فرماویں تو کام ہی خراب کردیا تھا۔ پس زبیر کے لئے اس خصوص میں کوئی فخر وفضیلت نہیں الغرض حضرت رسول خدا کو حاطب کا خط ملا تو منبر پر گئے اور کہا ایہاالناس میں نے خدا سے چاہا تھا کہ ہماری خبریں مشرکین پر مخفی رہیں۔ ایک شخص نے تم سے یہ خط مکہ کو لکھا پس چاہیئے کہ کاتب نامہ اٹھ کھڑا ہو قبل اس کے کہ وحی اسکو رسوا کرے پس حاطب بید کی طرح تھرتھر کانپتا اٹھا۔ اور عرض کی یارسول اللہ میں نے یہ خط لکھا ہے لیکن میں منافق نہیں ہوا نہ آپ کی رسالت میں مجھکو شک عارض ہوا ہے فرمایا پھر کس لئے تو نے ایسی حرکت کی عرض کی یارسول اللہ میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں کوئی یار ومددگار ان کا نہیں۔ میں نے چاہا کہ قریش پر احسان کروں تاکہ ان کو ضرر نہ پہنچائیں ورنہ مجھکو اپنے دین ویقین میں اصلاً شک نہیں ہوا۔ پس عمر خطاب اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ مجھکو اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اتار لوں۔ فرمایا کہ اہل بدر سے ہے جانے دے شاید توبہ کرے اور حق تعالیٰ گناہ بخشدے۔ مگر اس کو مسجد سے نکال دو پس لوگ اٹھے اور اس کو پشت کی طرف سے دھکیلتے تھے وہ پیچھے مڑکر رسول اللہ کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ آخر حضرت رحمتہ اللعالمین کو رحم آیا اور اسے واپس بلواکر اس کی توبہ قبول فرمائی اور دعائے مغفرت اس کے لئے کی۔ **القصہ** دوم رمضان بروز جمعہ کو حضرت مدینہ سکینہ سے برآمد ہوئے دس ہزار مرد پرخاش جو کہ چارسو انمیں سے اسپ سوار تھے ہمراہ رکاب فیض انتساب ہوئے موضع کراع الغمیم پر پہنچکر ارشاد کیا کہ بوجہ سفر سب روزہ افطار کرلیں اور خود بھی افطار فرمایا مگر بعض اصحاب نے تعمیل ارشاد سے پہلوتہی کی۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ منزل عسفان پر آپ نے ایک جام آب طلب کیا اور ہاتھ میں لیکر اسکو بلند کیا کہ وہ سب دیکھ لیں پھر نوش فرمایا من بعد علم میں پہنچا کہ بعض اصحاب افطار نہیں کرتے۔ دومرتبہ فرمایا اُولٰئِکَ الْعُصَاۃُ یعنی وہ نافرمان ہیں امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے افطار روزہ سے انکار کیا وہ بلاشبہ عاصی و نافرمان تھے ان کی اولاد بھی روز قیامت تک نافرمان رہے گی۔ اور نیز حضرت نے فرمایا کہ ہم ان کو پہچانتے ہیں۔ القصہ لشکر فیروزی اثر ثنیۃ العقاب پر پہنچا تو عباس بن عبدالمطلب مع ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب وعبداللہ بن امیہ مخزومی مکہ سے معسکر

امان [illegible] عباس [illegible] حضرت رسالت پناہ

ہمایوں میں آئے عباس تو بے روک ٹوک خیمہ رسالت میں داخل ہوگئے نگران دونوں کو حاجب نے منع کیا عباس نے خدمت میں پہنچکر عرض کی جُعِلْتُ فِدَاکَ یَا رَسُوْلَ اللہ تمہارے چچا کا بیٹا ابوسفیان و پسر عمہ دروازے پر کھڑے ہیں۔ فرمایا مجھکو ان کی حاجت نہیں یہ چچا کا بیٹا وہ ہی نہیں کہ میری ہتک حرمت کرتا تھا اور پسر عمہ مکہ میں کہتا تھا کہ میں جب ایمان لاؤں کہ ان پہاڑوں میں پانی کے چشمے جاری کردو۔ **راوی** کہتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث حضرت کی مذمت میں اشعار لکھتا تھا اور آپ کو سخت آزردہ کرتا تھا۔ پس ام سلمہ ام المومنینؓ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ابوسفیان آپ کے چچا کا بیٹا تائب ہوکر آیا ہے اسکو اپنے لطف و احسان سے محروم نہ رکھئے اور عبداللہ حضرت کا پھوپی زاد بھائی میرا برادر حقیقی آپ سے قرابت و مصاہرت رکھتا ہے بہرحال مستحق اکرام و افضال ہے ادُہر ابوسفیان نے بیرون در سے پکار کر کہا یا رسول اللہ ہمارے حق میں آپ ایسے ہوجئے جیسے کہ یوسفؑ اپنے بھائیوں کے حق میں تھے پس حضرت نے دونوں کا قصور معاف کیا اور دونوں مسلمان ہوئے۔ وہاں سے کوچ کرکے لشکر اسلام مقام مرالظہران میں مکہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر فروکش ہوا رات ہوئی تو حکم ہوا کہ سرداران لشکر اپنے اپنے خیموں کے آگے آگ روشن کریں۔ اس وقت عباس عم خیر الناس کو فکر ہوا کہ مبادا رسول خدا اس لشکر جرار کے ساتھ بلا امان داخل مکہ ہوں اور شہر پامال سم اسپان و قدم شیر مرداں ہوجائے۔ پس وہ اس تلاش میں ہوئے کہ کوئی آدمی اس نواح کا ملے تو اس کی زبانی رؤسا قریش کو کہلا بھیجیں کہ کل یہاں آکر منت و سماجت جس طرح ہو حضرت سے امان حاصل کریں اسی تلاش میں رفتہ رفتہ لشکر سے دور نکل گئے۔ ادہر ابوسفیان بن حرب پدر معاویہ و حکیم بن خرام و بدیل ورقا شہر سے نکلکر پشتہ مرالظہران پر کھڑے دیکھ رہے تھے کہ یہ آگ کیسی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کی تو یہ آتش معلوم نہیں ہوتی ان میں یہ شکوہ و کثرت کہاں ہاں بنی تمیم یا قبیلہ ربیعہ ہوں تو ہوں اتنے میں عباسؓ نے آواز پہچان کر کہا ابوسفیان ہے۔ ابوسفیان نے بھی عباس کو پہچان لیا بولا اے ابوالفضل یہ آگ کیسی اس صحرا میں روشن ہے عباس نے کہا ارے بے وقوف حضرت رسول خدا دس ہزار لشکر کے ساتھ آئے ہیں ابوسفیان نے گھبرا کر کہا یا ابا الفضل اب کیا کرنا چاہئے۔ عباس بولے کہ جلد میرے پیچھے سوار ہولے کہ چلکر آنحضرت سے تجھکو امان دلوادوں۔ ابوسفیان فوراً عم رسولؐ خدا کے پیچھے سوار ہوگیا اور عباس اس کو لشکرگاہ میں تشریف لائے۔ عمر خطاب نے ابوسفیان کو دیکھکر پہچانا کہا اے دشمن خدا خدا کا احسان ہے کہ ہم نے تجھکو بے عہد و پیمان پایا یہ کہکر دوڑے ہوئے حضرت رسولخدا کی خدمت میں جاکر کہا یا رسولؐ اللہ ابوسفیان بے امان و ایمان لشکر میں ہے مجھکو اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کروں اتنے میں عباسؓ پہنچکر شفاعت خواہ ہوئے کہ میں نے اس کو امان دی ہے حضرت بھی منظور کریں۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ شیخ دوم کی یہ عادت تھی کہ جب کسی گرفتار یا ایسے ہی نہتے لاچار کو دیکھتے تھے تو ان کی رگ شجاعت حرکت کرتی تھی اس کے مارنے پر بہت دلاوری ظاہر کرتے تھے لیکن معرکۂ جہاد میں کہ اظہار شجاعت کا اصلی موقع ہے وہاں ان کا خون خشک ہوجاتا تھا۔ کبھی کسی نے سنا ہوگا کہ ایک کافر بھی لڑائی میں آپ کے ہاتھ سے مارا گیا ہو۔ الغرض ابوسفیان کی ضراعت و سماجت و عباس کی

شفاعت سے اس کی جان بخشی ہوئی اور ابو سفیان نے بخوف جان نہ برغبت ایمان کلمۂ شہادتین پڑہا۔ اگلے روز عباسؓ نے کہکر اتنی رعایت اور اس کے ساتھ کرادی کہ قریش سے جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہوا امان میں ہے۔ صبح کو جب قریب ہوا کہ لشکر نصرت اثر مثل امواج بحر اخصر اپنے مقام سے جنبش کرے تو عباسؓ نے بدیں خیال کہ ابو سفیان نے مسلمانوں کو پراگندہ و متفرق دیکھا ہے اور شوکت اسلام کما حقہ ابھی اس کے ذہن نشین نہیں ہوئی ایسا نہو کہ مکہ جاکر کچھ اور رنگ لائے اسکو لیجاکر ایک بلندی پر جس کے نیچے سے فوجیں گزرنے والی تھیں بٹھلا دیا۔ ابو سفیان فوج کے تزک و احتشام و کثرت و اژدہام کو دیکھکر مدہوش ہوگیا اور بکمال حیرت عباس سے کہنے لگا اے ابا الفضل تمہارے بھتیجے نے بڑی بادشاہی پائی ہے۔ عباسؓ نے کہا ارے احمق یہ بادشاہی نہیں نبوت و پیمبری ہے یہی باتیں تھیں کہ غول بزرگ لشکر کا جسمیں مجمع مہاجر و انصار اور خود رسولؐ مختار تھے دکھائی دیا۔ آگے آگے سعد عبادہ انصاری علم لئے تھے انہوں نے جونہی ابو سفیان کو دیکھا کہنے لگے ؎ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃ ؂ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَۃ ؂ اَذَلَّ اللہُ قُرَیْشاً ؂ یعنی آج اے ابو سفیان روز کشت و خون ہے۔ آج حرمت اہل حرم کی حلال ہوگی اور قریش کی نخوت خاک میں ملے گی یہ سنکر ابو سفیان کے رہے سہے ہوش بھی اڑگئے۔ حضرت رسول خدا کی سواری برابر آئی تو چلایا جُعِلْتُ فِدَاکَ یَارَسُوْلَ اللہِ قربان ہوں آپ پر آپنے سنا کہ سعد کیا کہتا ہے پھر سعد کا قول نقل کیا حضرت نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ پس اس نظر سے کہ مبادا سعد سے کوئی حرکت خلاف مصلحت سرزد نہ ہوجائے۔ امیر المومنینؑ علیہ السلام کو حکم دیا کہ علم لشکر سعد سے لے لیں۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت جانتے تھے کہ سعد کا معزول ہونا انصار کو ناگوار ہوگا اور کبھی راضی نہ ہونگے کہ سوائے رسولؐ خدا یا نفس رسول کوئی ان سے علم لے اس لئے امیر المومنین کو اس کام کے لئے اختیار کیا اور یہ فضیلت آپ کی ذات سے مخصوص فرمائی چنانچہ آنحضرت نے آگے بڑھکر علم سعد سے لے لیا اور بہت احتیاط سے سپاہ کو لے گئے کہ کوئی امر خلاف مصلحت ظہور میں نہ آیا مولف کہتا ہے کہ حضرت رسول خدا کو اس قدر احتیاط ملحوظ تھی مگر خالد ولید کہ کچھ فوج کے ساتھ دوسری راہ سے داخل شہر ہوا جوانی کے نشہ اور سرداری کے ترنگ میں ایسا چور تھا کہ اس نے باوجود ممانعت رسول خدا تلوار کھینچکر خدا جانے کب کب کے بدلے مکیوں سے لئے کہ ایک دم کے دم میں ستر اشخاص ان کے مارڈالے حضرت رسالت پناہ یہ سنکر سخت برہم ہوئے مگر اب کیا ہوسکتا تھا جو ہونا تھا سو ہوگیا علمائے اہل سنت نے خالد کے اس ظلم و ستم کی تاویل میں بہت کچھ باتیں بنائی ہیں۔ مگر بے فائدہ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ یہ فعل اس کا خلاف حکم خدا و رسول کبائر معاصی سے تھا۔ شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ میں کہتے ہیں کہ ہمکو یاد ہے کہ جب مکہ میں قاضی علی بن جار اللہ سے کہ خالد ولید کی اولاد سے تھا ملاقات ہوئی اور خالد کے بے حکم رسولؐ اللہ اہل مکہ پر دست درازی کر بیٹھنے کا ذکر آیا تو قاضی مذکور شرمندہ ہوا اور رفع خجالت کے لئے کہنے لگا واللہ کان فیہ رضی اللہ عنہ شوبا من الاستعجال والمبادرۃ الی القتال قسم بخدا کہ خالد میں ایک گونہ جلدبازی اور مبادرت بجنگ تھی انتہی الحاصل عباس نے ابو سفیان سے کہا کہ مکہ میں جاکر قریش سے کہہ کہ اسلام قبول کریں تاکہ قتل و قید سے امان پائیں۔ ابو سفیان اُفتاں و خیزاں

لشکر سے پیشتر داخل شہر ہوا اس کے پیچھے غبار لشکر سر بآسمان کشیدہ بلند تھا لوگ اس کی طرف دوڑے کہ پوچھیں کیا حال ہے ابوسفیان نے کہا اَسْلِمُوْا تَسْلِمُوْا اسلام لاؤ تاکہ نجات پاؤ قسم بخدا کہ ایسا لشکر عظیم آرہا ہے کہ بادشاہوں کو بھی اس سے مقابلے کی تاب نہیں قریش نے برہم ہوکر کہا کہ یہ کیا منحوس خبر تو ہمارے لئے لایا۔ ہندہ زوجۂ ابوسفیان نے کہا اے آل غالب اس پیر احمق کو قتل کرو تاکہ پھر ایسی بیہودہ باتیں نہ کرے اور خود لپک کے اس کی ڈاڑھی پکڑ لی اور خوب زد و کوب کیا جیسا کہ اس سے پہلے مدینہ سے واپس آنے پر بھی خوب کندہ کاری کی تھی اور اسی دو موقعہ پر موقوف نہیں مادر امیر معاویہ اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح پیش آتی تھی اور مدام اسکو اپنی جوتی کے تلے رکھتی تھی۔ غرض افواج ظفر امواج اعلیٰ و اسفل مکہ سے داخل ہوئیں اور خیمہ رسالت کوہ حجون پر لگایا گیا منادی نے پکار دیا کہ کوئی لشکریوں سے اہل شہر سے معترض نہو۔ اِلَّا مَنْ اَلْقَی السَّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَ دَارِهٖ فَهُوَ اٰمِنٌ یعنی جو ہتھیار ڈالدے یا گھر کا دروازہ بند کرلے وہ امن میں ہے۔ الا چند اشخاص زن و مرد جنہوں نے ہنگام قیام مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دی تھیں ان کا خون ہدر[۱] فرمایا **نقل ہے** کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سنا کہ چند اشخاص بنی مخزوم سے کہ قیس بن سائب و حارث بن ہشام انمیں داخل ہیں خانہ اُمّ ہانی خواہر آنحضرتؐ میں پناہ گیر ہوئے ہیں پس حضرت ویسے ہی ہتھیار لگائے اُمّ ہانی کے گھر پر آئے اور دروازہ پر آواز دی کہ باہر نکالو ان لوگوں کو جن کو تم نے پناہ دی ہے۔ نعرہ حیدری سنکر اندر والے کانپ گئے ام ہانی خود دروازہ پر آئیں اور چونکہ خود میں سر روئے حضرت پوشیدہ تھے اس لئے آپ کو نہ پہچان سکی اور کہا اے بندۂ خدا میں اُمّ ہانی خواہر علی مرتضیٰ بنت عم محمد مصطفےٰ ہوں یہاں سے چلا جا حضرت نے فرمایا جو لوگ تمہارے گھر میں پناہ گزیں ہیں انہیں نکالو اُمّ ہانی نے کہا قسم بخدا اے جوان میں تیری شکایت رسول خدا سے کرونگی۔ اسوقت آپ نے خود سر مبارک سے اٹھا دیا۔ اُمّ ہانی نے اپنے برادر محترم کو پہچانا تو دوڑکر ان سے لپٹ گئیں حضرت نے ان کو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا اے بہن حضرت رسول خدا نے ان لوگوں کا خون ہدر کیا ہے۔ مجھکو انہیں قتل کئے بغیر چارہ نہیں اُمّ ہانی نے کہا تم پر قربان ہوں مینے قسم کہائی ہے کہ تمہاری شکایت رسولؐ اللہ سے کروں گی فرمایا وہ حضرت بالائے وادی پر خیمہ زن ہیں جاؤ اور اپنی قسم پوری کرو۔ پس ام ہانی متوجہ خدمت رسول اللہ ہوئیں۔ آپ اس وقت خیمہ میں مشغول غسل تھے جناب سیدہ چادر پردہ پکڑے حاضر خدمت اقدس تھیں اُمّ ہانی کی آواز سنکر آپ نے پہچانا فرمایا مرحبا ہو اے اُمّ ہانی اُمّ ہانی نے ماجرے بیان کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہمنے امان دی جنکو کہ تم نے امان دی۔ حضرت فاطمہ زہرا نے کہا اے اُمّ ہانی اپنے بھائی کی شکایت کرتے آئی ہو جنہوں نے دشمنان خدا و رسول کو دھمکایا۔ عرض کی تم پر فدا ہوں میری تقصیر معاف کرو رسول خدا نے فرمایا خدا جزائے خیر دے علی کو کہ راہ خدا میں کسی کی رعایت نہیں کرتے اور مکرر فرمایا کہ مینے اَمان دی جسکو کہ اُمّ ہانی نے امان دی بوجہ قرابت علیؑ کے القصہ غسل سے فارغ ہوکر حضرت فخر کائنات نے زرہ پہنی خود سر پر رکھا اور سوار ہوکر بعزم طواف بیت اللہ روانہ ہوئے اسوقت سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا آپ تلاوت کرتے جاتے تھے۔ پس بلا احرام مسجد الحرام میں داخل ہوکر نیزہ سے استلام[۲] حجر اسود فرمایا اور تکبیر کہی

[۱] ہدر بفتح اول وثانی حق خون کا باطل وضائع ہونا ۱۲ منہ [۲] استلام حجر اسود کا چھونا یا بوسہ لینا لبوں سے یا ہاتھوں سے یا کسی اور شے سے ۱۲ منہ

اسلام امیر المومنین

اصحاب باوفانے بھی آپ کے ہمراہ تکبیر کہی صدائے تکبیر سے مکّہ و کوہستان مکّہ گونج اٹھے۔ مشرکین کہ پہاڑوں پر کھڑے اس شان کبریائی کو بہ نگاہ عبرت دیکھ رہے تھے غلغلہ تکبیر سن کر کانپنے لگے۔ حضرت رسالت پناہ سوارہ طواف بیت الحرام کا بجا لائے اصحاب پیادہ پا آپ کے ہمراہ تھے۔ بعد ازاں بتوں کے توڑنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مسجد الحرام میں کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے کہ ان کے پیر لوہے سیسے اور چونے گچ سے زمین میں محکم تھے۔ حضرت خاتم الرسل سنان نیزہ ان کی آنکھوں میں مارتے اور فرماتے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ بمجرد اسکے بت بقدرت خدا و اعجاز رسول خدا اپنی جگہ سے اکھڑ کر اوندھے مونھہ زمین پر گر جاتے تھے۔ کفار یہ صورت دیکھکر کہتے کہ محمدؐ بڑا جادوگر ہے۔ حتیٰ کہ تمام بتوں کو اسی طرح اکھاڑ پھینکا الا چند بُت ان سے کہ دیواروں پر اونچی جگہ رکھے ہوئے تھے بنابریں امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ میرے شانوں پر چڑھ کر ان کو گرائیے۔ فرمایا یا علیؑ تم کو طاقت بار نبوت اٹھانے کی نہیں اس لئے تم میرے کاندھے پر سوار ہو تاکہ یہ کار عظیم تمہارے ہاتھ سے انجام پائے بروایتے فرمایا اے علی تم نے ابتدا سے تائید اسلام میں مشقتیں جھیلیں مصائب اٹھائے تاآنکہ نشان دین و ایمان تمہارے زور بازو سے قائم ہوا پس سزاوار ہے کہ آج تمہارا رتبۂ عالی و شان رفیع دوست و دشمن پر ظاہر ہو پس تم میرے شانے پر سوار ہو کر ان بتوں کو گراؤ۔ پس سید المرسلین خم ہوئے۔ اور امیر المومنین نے دوش نبی پر چڑھ کر رتبہ معراج حاصل کیا **شاعر** کہتا ہے ؎ زہے نقش پائے کہ بر دوش احمد ٭ زمہر نبوت مقدم نشیند ٭ دیگر ؎ مرتضیٰ آنکہ شہ مسند عالی نسبت ٭ آفتابیست کہ برج شرفش دوش نبی است ٭ کتاب قطب شاہیہ میں کہ ۱۰۵۸ھ ہجری میں سلطان ابوالمظفر عبداللہ قطب شاہ والی دکن کے نام پر لکھی گئی اور الحق ایک نفیس و لطیف کتاب ہے بعض محققین عرفا سے نقل کیا ہے کہ شب معراج جبکہ محب و محبوب میں ملاقات معنوی ہوئی اور خلوت خانۂ خاص یعنی منزل قاب قوسین او ادنیٰ میں ہمکلامی و راز و نیاز کی خصوصیت حاصل کی۔ تو اشرف انبیاؐ کو بباعث کمال ہیبت و دہشت ایک حرارت بدن اقدس میں محسوس ہونے لگی کہ اگر الطاف الہی اس کا تدارک نہ کرے تو طاقت بشری اس تپ محرق کی تاب لانے میں عاجز تھی مگر رحمت کاملہ خداوندی فوراً شامل حال ہو کر ید قدرت نامتناہی شانۂ حضرت رسالت پناہی سے مس ہوا کہ وہ حرارت اسی دم مبدل بہ برودت ہوگئی۔ بروز فتح مکہ بتوں کے توڑنے کے وقت امیر المومنینؑ نے جو پائے مبارک شانہ اطہر پیغمبرؐ پر رکھا اتفاق سے اسی مقام پر پہنچا جہاں کہ دست رحمت ایزدی مس ہوا تھا اور فضیلت بالائے فضیلت حضرت مرتضوی کو حاصل ہوئی چنانچہ حسان بن ثابت انصاری نے اس مضمون کو نظم کیا ہے ؎ وَالنَّبِيُّ الْمُصْطَفٰى قَالَ لَنَا ٭ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَعِدَهٗ ٭ وَضَعَ اللّٰهُ بِظَهْرِيْ يَدَهٗ ٭ فَاَحَسَّ الْقَلْبُ اَنْ قَدْ بَرَدَهٗ ٭ وَعَلِيٌّ وَاضِعٌ اَقْدَامَهٗ ٭ فِيْ مَحَلٍّ وَضَعَ اللّٰهُ يَدَهٗ ٭ **ترجمہ** بر کف مصطفیٰ ید قدرت نہادہ حق ٭ شام وصال و این سخن از قول مصطفیٰ است ٭ جائیکہ حق بر آن ید قدرت نہادہ بود ٭ از روئے احترام بر آن پائے مرتضیٰ است ٭ الغرض رسول خدا نے فرمایا یا علی تم پہنچے جہاں کہ چاہتے تھے عرض کی ہاں۔ یا رسول اللہ قسم بخدا کہ اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اگر چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا دوں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پوچھا یا علی تم اپنے تئیں کیسا پاتے ہو

عرض کی یا حضرت میں دیکھتا ہوں کہ تمام پردے میری آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ گئے ہیں اور گویا سر میرا ساق عرش تک پہنچا ہے جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاؤں میرے ہاتھ میں آجائے آپ نے فرمایا کہ خوشا حال تمہارا کہ کار حق کرتے ہو اور خوشا حال میرا کہ بار حق اٹھاتے ہوں خلاصہ یہ کہ امیر المومنین ع نے تمام بت جو اوپر رکھے تھے نیچے ڈال دیے اور بت کلاں بنی خزاعہ کا جسکا نام ہُبل تھا اُسے اس زور سے زمین پر پٹکا کہ گر کر چکنا چور ہو گیا پھر وہ جناب میزاب کے قریب سے کود پڑے اور کود کر ہنسنے لگے رسول خدا نے پوچھا یا علی ع تم کیوں ہنسے عرض کی اس لیے ہنسا کہ اتنے اونچے سے گرا اور کسی طرح کا الم مجھے نہ پہنچا فرمایا کیونکر تم کو الم پہنچتا کہ محمدؐ نے تمہیں اٹھایا اور جبرئیل نے اتارا۔ **روایت** ہے کہ بت ہبل ٹوٹ گیا تو زبیر بن العوام نے ابو سفیان بن حرب سے کہا دیکھا تو نے یہ بت جس پر بروز احد تو ناز کرتا تھا اور کہتا تھا اعلی اہبل آج ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں ملگیا ابو سفیان نے کہا اے زبیر مجھکو ملامت نکر بہ تحقیق کہ اگر خدائے محمدؐ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو صورت دگرگوں ہوتی اور رسول خدا و علی مرتضےٰ کی طرف اشارہ کرکے کہا بجز ان دو کے کہ انہوں نے تو بتوں کی پرستش نہیں کی اور ہم تم سب ان کے آگے سجدہ کرتے اور معبود جانتے تھے صرف آگے پیچھے کا فرق ہے کوئی چار دن پہلے اسلام لے آیا کوئی بعد میں۔ **عبد اللہ بن عباس** کہتے ہیں کہ علی کے لئے چار فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر تمام عالم کے لوگوں پر تقسیم کیجائیں تو سب کے لئے وسعت رکھ سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے کبھی بت کی عبادت نہیں کی اور اصلاً شراب نہیں پی۔ دوسری فضیلت یہ کہ جبرئیل حق تعالیٰ کی طرف سے وحی لیکر نازل ہوتے تھے تو وہ ان کے پروں کی آواز محسوس کرتے تھے۔ ہم میں کسی اور کو محسوس نہ ہوتی تھی۔ تیسری جب حق تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ فاطمہ صلوات علیہا کو ان کے ساتھ تزویج کرے تو حور العین کو حکم کیا کہ زینت کرکے ایک جگہ جمع ہوں اور طوبیٰ کو حکم کیا کہ در و یاقوت نثار کرے پس اس نے اس قدر جواہرات تصدق کیے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کے برابر انبار لگ گئے ان جواہرات کو حوروں نے اٹھایا اور باہم ہدیہ بھیجتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ ہدیہ ہے علیؑ و فاطمہؑ کا۔ چوتھی فضیلت یہ کہ جب رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار فرمایا اور بتوں کو آنحضرت کے ہاتھ سے تڑوایا بعض علمار شیعہ نے افادہ فرمایا ہے کہ دشمنان جناب امیرؑ چاہتے ہیں کہ اتنی بڑی فضیلت کو آنحضرتؑ کی مٹا دیں چنانچہ اس کی تاویل میں کہتے ہیں کہ اگر رسول خدا نے آنحضرتؑ کو اپنے دوش مبارک پر چڑھایا تو کیا ہوا ہر شخص اپنے بچوں کو کاندھے پر چڑھاتا ہے۔ فضیلت تو ابوبکر کے لئے ہے۔ جنہوں نے بروز غار رسول اللہ کو اپنی پشت پر سوار کیا۔ مگر یہ قول ان کا براہ عداوت و عناد ہے اگر یہ امر باعث فضیلت جناب ولایت مآب نہوتا تو بزرگان محدثین و مفسرین اہل سنت مثل احمد بن حنبل و ابو یعلی الموصلی و خطیب خوارزم وغیرہ اسکو مقام فضیلت میں نہ لکھتے حالانکہ انہوں نے اس سے آپ کی فضیلت ثابت کی ہے اور شعرا نے اس بارے میں شعر کہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ دوش مبارک رسولؐ پر سوار ہونا ایک منزلت شریف و مرتبۂ عظیم ہے۔ جسکا مثل نہیں اس لئے کہ دوش نبی اشرف ہے عرش و کرسی سے جیسے کہ نبیؐ اشرف ہیں عالم علوی و سفلی سے۔ پس سوار ہونے والا ایسی شریف جگہ پر کیونکر افضل نہوگا۔ اس کے سوا یہ قصہ اور چند فضیلتوں پر مشتمل ہے، پہلی شرکت جناب امیر کی رسول خدا کے ساتھ بتوں کے توڑنے میں،

طعن زبیر و ابو سفیان و جواب او

میں ظاہر ہے کہ تمام افعال رسولؐ خدا نیک ہیں خاصکر بت شکنی کہ افضل اعمال ہے۔ پس شرکت رسولؐ اللہ کی افضل اعمال میں کسقدر فضیلت رکھتی ہے دوسرے معین و مددگار ہونا اس جنابؑ کا پس کیونکر وہ حضرت انسے افضل نہ ہوں گے جو رسولؐ اللہ کو زرغہ اعدا میں چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ تیسرے وہ جناب باذن واجازت رسولؐ اللہ سطح کعبہ پر کہ افضل اماکن ہے چڑھے واسطے توڑنے بتوں کے غرض جیسے معراج باعث فضیلت رسول خدا ہے ویسے ہی یہ امر باعث فضیلت علی مرتضیٰ ہے۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات صرف اتنی بات سے کہ ابوبکر رسولؐ خدا کے ساتھ غار میں رہے بڑی بھاری فضیلت ابوبکر کی ثابت کرتے ہیں اور ایسی بڑی فضیلت جناب امیرؑ کا اقرار نہیں کرتے۔ چوتھی فضیلت یہ ہے کہ بتوں کو توڑنا یہ امر صریح باعث اعزاز دین و ذلت و نکبت مشرکین ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی بت توڑے تھے۔ مگر چھپکر نہ علانیہ اور کہا تھا کہ تمہارے بڑے بت نے یہ کام کیا ہے پوچھو اس سے اگر بولتا ہو مگر رسول خدا و شیر اللہ نے علانیہ کفار کے سامنے بتوں کو توڑا تو یہ فعل ان کا افضل ہے۔ فعل خلیل اللہ سے اور یہ قول ان کا کہ لڑکوں کو سب اپنے کاندھے پر چڑھا لیتے ہیں سراسر تعصب و عناد سے ہے۔ اس لئے کہ سب کو معلوم ہے امیرالمومنین اس وقت طفل صغیر نہ تھے بلکہ سنّ مبارک اس جناب کا فتح مکہ میں تیس اکتیس سال کا تھا اتنی عمر کا آدمی ہرگز لڑکا نہیں ہوتا۔ اور یہ جو کہا کہ ابوبکر نے رسول خدا کو اپنی پشت پر اٹھایا تو بفرض و تسلیم اس میں ہرگز کوئی فضیلت ابوبکر کے لئے نہیں کس لئے کہ گدھے خچر گھوڑے اونٹ بھی تو حضرت کو اٹھاتے اور آپ اُن پر سوار ہوتے تھے۔ پس اسمیں اگر کوئی فضیلت خلیفہ اول کو ہوئی تو ان سواریوں کے برابر ہوئی ظاہر ہے کہ بوقت اٹھانے ابوبکر کے اس جناب نے بوجہ نبوت کا نہیں دکھایا تھا جیساکہ اور سواریوں پر سوار ہوتے وقت اس کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ بخلاف اسوقت کے کہ بوجھ نبوت کا دکھانا منظور تھا تاکہ معلوم ہو کہ کوئی اسکو نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے کہ جب جناب امیرؑ سے جنہیں یہ طاقت تھی کہ دو انگلیوں سے در خیبر اکھاڑ کر پھینکدیا یہ بوجھ نہ اُٹھ سکا تو پھر اور کون اسکو اٹھا سکتا تھا۔

القصہ مسجد الحرام کو بتوں کی نجاست سے پاک و صاف کر کے اندر داخل ہوئے اور نماز نافلہ وہاں بجالائے۔ پھر در کعبہ کے بازوؤں کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہوئے اور عمر بن الخطاب کو بلا کر کہا تم مجھکو جھٹلاتے اور میرے خواب کو دروغ بتلاتے تھے اور وعدۂ ایزدی پر ایمان نہ لاتے تھے۔ میرے خواب کی یہ تعبیر ہے جو آج دیکھتے ہو۔ پھر فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ یعنی خدائے وحدہ لاشریک نے اپنا وعدہ وفا فرمایا اور اپنے بندہ کی نصرت کی اور تنہا قبائل و احزاب کو منہزم فرمایا۔ اسوقت شرفا قریش جنہوں نے آپ کو انواع و اقسام کی ایذائیں دی تھیں مسجد میں خائف و ترساں منتظر تھے کہ حضرت ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے معشر قریش تم کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو میری طرف سے عرض کی نَقُوْلُ خَیْرًا وَّنَظُنُّ خَیْرًا ہم اچھا کہتے اور نیک گمان کرتے ہیں آپ برادر کریم و پسر برادر کریم ہیں کہ ہم پر سب طرح کی قدرت رکھتے ہیں چونکہ اس کلام میں انہوں نے قصہ حضرت یوسفؑ و برادران یوسفؑ کی طرف اشارہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے بوقت قدرت اپنے بھائیوں سے کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ کہ تم پر آج کوئی گرفت نہیں خدا تمہارا گناہ بخشے اور وہ ہے زیادہ رحم کرنیوالا الرحم کرنیوالوں کا
بعدازاں فرمایا فَاذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ جاؤ تم غلامان آزاد کردہ ہو۔ چنانچہ اہل مکہ کہ بروز فتح یا اس کے بعد مسلمان ہوئے اسی روز
سے طلقاء و آزاد کردہ کہلاتے ہیں **فائدہ**۔ معاویہ بن ابو سفیان طلیق پسر طلیق ہے۔ بلا شک و شبہ مگر ابن حجر ہیتمی مکی نے ایک سالہ مسمّی
بتطہیر الجنان واللسان عن الحظور والتفوہ بثلب سیدنا معاویۃ بن ابی سفیان "حمایت معاویہ میں لکھکر بہت کچھ اسکی مدح گستری کی ہے اور حق
یہ ہے کہ تعصب و ہٹ دہرمی کی خوب دل کھولکر داد دی ہے اسمیں اسکے اسلام کی نسبت بھی لکھا ہے کہ معاویہ بروز حدیبیہ یا بعد اس کے سنہ ہجری میں
اسلام لایا مگر بخوف اپنے ماں باپ کے کہ کہیں نفقہ نہ بند کرلیں اسکو چھپاتا اور ہجرت سے کنیاتا رہا تا اینکہ بروز فتح مکہ اسلام کا اظہار کیا۔
ہمارے نزدیک اس توجیہہ میں شیخ ابن حجر سے ایک یہ فروگذاشت ہوگئی کہ انہوں نے بضمن مدح حضرت معاویہ ان کے والدین کی
تنقیص فرمائی حالانکہ اس کتاب میں انہوں نے انکی مدائح میں بھی تقصیر نہیں کی چنانچہ یہاں سے تھوڑے ہی آگے بڑھ کر ابو سفیان کی نسبت
افادہ فرماتے ہیں فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ وَتَزَایَدَ صَلَاحُہٗ حَتّٰی صَارَ مِنْ اَفَاضِلِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَکَابِرِ الصَّادِقِیْنَ یعنی ابو سفیان کا اسلام
خوب ہوا اور اس کی صلاح و تقویٰ نے زیادتی پکڑی حتیٰ کہ وہ (ابن حجر جیسے) مومنین و صادقین سے اکبر و افضل ہوگیا۔ اور والدہ خال
المومنین ہندہ بنت عتبہ کی نسبت لکھتے ہیں فَاطْمَأَنَّتْ اِلَی الْاِسْلَامِ کہ اسکو صحابہ کو مسجد الحرام میں مشغول عبادت دیکھکر اسلام پر
اطمینان کامل حاصل ہوگیا۔ پھر ذرا آگے چلکر کہتے ہیں وہ بہت بیدار مغز و ہوشیار تھی بمجرد بیعت گھر پر جاکر اس بت کو جو گھر میں رکھ چھوڑا
تھا پیروں میں کچلکر ریزہ ریزہ کردیا کہ ہم تجھ سے دہوکہ میں رہے۔ پس ایسے عقلا رکاملین و افاضل صادقین کے لئے تھوڑے ہی عرصہ
پیشتر ایسا پکا کفر ثابت کرنا کہ معاویہ ان کے خوف سے اظہار اسلام نہ کرسکا بلا شبہ ان کے رتبہ کو گھٹانا اور شان کو کم کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ
صرف روٹی کپڑا بند ہوجانے کے خوف سے معاویہ جیسے ہٹے کٹے جوان آدمی کا جو ہر طرح محنت و مزدوری کرکے پیٹ پال سکتا تھا
دو سال غایت سال بھر تک بتوں کے آگے سر رگڑتے رہنا اور اظہار اسلام سے جی چرانا ثبوت تقیہ کی ایسی روشن مثال ہے کہ اسکی نظیر
شیعوں کے ہاں بھی نہ ملے گی تعجب ہے کہ یہ حضرات ان لوگوں کی حمایت میں ایسے از خود رفتہ ہوجاتے ہیں کہ انکو اپنے مسائل مسلّمہ کی بھی خبر
نہیں رہتی۔ معاویہ کو طلقاء و مولفۃ القلوب سے نکالنے میں یہ اہتمام کہ دنیا بھر کے مورخوں کے خلاف فتح مکہ سے سال بھر پہلے اسکا اسلام فرض
کرکے صندوق تقیہ میں بند کیا جائے۔ اور حضرت ابو طالب حامی و سرپرست رسول اللہؐ کا اسلام کہ صرف اسلام و صاحب اسلام کے فائدہ کی
نظر سے اسکا اعلان نہ ہوا سرے ہی سے قبول نہ ہو گو انکے اشعار آبدار بصدائے بلند اس کی گواہی دیں اور گو اجماع اہل بیت اس پر منعقد ہو اور
ہر چند عباس بن عبد المطلب مرتے وقت انکی زبان سے کلمہ شہادتین سماعت فرمائیں چنانچہ یہ امور بیشتر تاریخ ابو الفداء وغیرہ سے نقل ہوئے
الحاصل معاویہ کا طلیق ہونا مثل روز روشن ثابت و مبرہن ہے حاجت اقامت دلیل نہیں رکھتا۔ امیر المومنینؑ ایک خط میں اس کو لکھتے
ہیں "واما قولک انا بنو عبد مناف فکذالک نحن ولکن لیس اُمیۃ کھاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابو سفیان
کابی طالب ولا المھاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المومن کالمدغل یعنی تیرا یہ کہنا کہ ہم اولاد

عبد مناف ہیں درست[1] ہے مگر امیہ ہاشم کی مثل نہیں نہ حرب عبد المطلب کے برابر نہ ابوسفیان ابوطالب کے مقابل علی ہذا راہ خدا میں ہجرت کرنیوالا غلام آزاد کردہ کی مانند نہیں ہے اور نہ صریح النسب الحاقی والصاقی کی مثل ہوسکتا ہے ایسا ہی اہل حق و باطل میں فرق ہے اور مومن و دغا باز میں امتیاز اس کلام میں آنحضرت نے اپنے تئیں مہاجر صریح محق و مومن سے تعبیر فرمایا اور معاویہ کو اس کے خلاف طلیق لصیق مبطل مدغل کہا۔ بس یہی ایک ارشاد شیعوں کے لئے کافی ہے اور قول ابن حجر مثل گوز شتران کے نزدیک ذرا وقعت نہیں رکھتا۔ القصہ حضرت رسولخدا نے مواعظ شافیہ و احکام دین مسلمانوں کو تلقین کئے پھر فرمایا ایہا الناس مکہ ابتدائے خلقت عالم سے حرم محترم خدا ہے اور روز قیامت تک حرم رہیگا اسمیں انسان کا قتل کرنا جانور کا شکار کھیلنا بلکہ درخت و گیاہ حرم تک کا ٹنا کسی کو جائز نہیں ہمارے لئے صرف ایک ساعت کو خونریزی جائز ہوئی پھر حرمت بحال خود عود کر آئی لکھا ہے کہ چند اشخاص اراذل و اوباش مکہ سے باشارہ اشراف آپکے اصحاب سے بجنگ پیش آئے تھے لاجرم آپنے بھی اجازت جنگ دی مگر تھوڑی ہی دیر میں جبکہ معروض رائے ہوا کہ قریش ہلاک ہوئے جاتے ہیں ممانعت فرمائی الاّ خزاعہ کہ انکو عصر تک بنی بکر کو قتل کرنے کی اجازت ہوئی تھی **حکایت** چند نفر بزرگان قریش سے ایک جگہ اکھٹے بیٹھے تھے کہ اتنے میں ظہر کا وقت آیا اور بلال بن رباح نے حسب الحکم بام کعبہ پر جاکر اذان دی۔ عکرمہ بن ابوجہل نے کہا کیسا برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بام کعبہ پر مثل گدہے کے چیختا ہے۔ خالد بن اسید بولا خدا کا شکر ہے کہ آج ابو عتاب (پدر خالد مذکور) زندہ نہیں کہ اس حبشی زادہ کو سقف خانہ پر دیکھتا اور اسکی مکروہ آواز کو سنتا سہیل بن عمر نے کہا بھائیو یہ خانۂ خدا ہے اگر منظور خدا نہ ہوگا تو وہ ان حالات کو بدل دیگا۔ ابوسفیان بن حرب بھی شامل جلسہ تھا کہنے لگا لیکن میں تو اس بارے میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ جانتا ہوں کہ یہ دیواریں بھی محمدؐ کو ماجرے کی خبر دیں گی حضرت رسولخدا کو وحی کے ذریعہ ان چار یاروں کی باتیں معلوم ہوئیں تو آپ نے ان کو بلوا کر ہر ایک کا کلام اس سے نقل کیا عتاب بن اسید برادر خالد نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے واقعی یہ باتیں کی ہیں لیکن اب استغفار کرتے ہیں ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہؐ آپ جانتے ہیں کہ میں کچھ نہیں بولا حضرت متبسم ہوئے اور اس کی تصدیق فرمائی **کشتن خالد بن ولید مسلمانان بنی جذیمہ را**۔ قوم جذیمہ پسر عامر مقام یلملم و غمیصا پر مکہ سے دو منزل دور رہتی تھی۔ یہ لوگ رسول اللہ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگئے تھے۔ اور نامۂ امان آنحضرت سے لیکر اپنے وطن میں مساجد تعمیر کرکے مسلمانی قاعدے سے زندگی بسر کرتے تھے اسوقت کہ حضرت رسولخدا مکہ مشرفہ میں وارد ہوئے چاہا کہ ان کے حال سے آگاہ ہوں کہ آیا اپنے عہد و اقرار پر قائم ہیں یا نہیں لاجرم خالد ولید کو ساڑہے تین سو سوار کہ بعض انسے مہاجر و انصار و اکثر بنی سلیم اس کے ہم قوم تھے دیکر اس طرف روانہ کیا کہ خبر مشخص لائے چونکہ مقصود محض ان کے حال کا دریافت کرنا تھا اسلئے بر تقدیر انکے کفر و ارتداد کی بھی رخصت جنگ و پیکار نہ تھی لیکن خالد نے چاہا کہ جسطرح ہو اس قوم کو تباہ و برباد کیجئے اور کہنہ لئے دیرینہ انسے لیجیے نقل ہے کہ خالد کا چچا فاکہہ بن المغیرہ اور عبد الرحمن بن عوف کا باپ عوف بن عوف کسی زمانے میں اس قبیلہ میں مارے گئے تھے دونوں یمن کی تجارت سے مال لیکر واپس آرہے تھے اثنار راہ میں اس قبیلہ میں فروکش ہوئے انہوں نے بطمع مال انکو قتل کرکے مال لے لیا تھا یہ کینہ اس کے دلمیں تھا حالانکہ انکے قاتلوں سے

---

[1] یہ بنا بر مشہور کہا ورنہ بروایت شعبہ امیہ عبد مناف کا بیٹا نہ تھا غلام تھا۔ ۱۲ منہ

اسوقت کوئی زندہ نہ تھا اور اسلام جاہلیت کے قضیوں جھگڑوں کو بہت تشدد سے محو ونسی کرچکا تھا۔ مگر یہاں ان باتوں کی کیا پروا تھی بکمال جوش وخروش اس سرزمین میں پہنچے ان کو کیا خبر تھی کہ مسلمان ہمارا حال دریافت کرنیکو آرہے ہیں یا ہماری جان لینے کو لشکر لارہے ہیں ہمسایہ قبیلوں سے آئے دن جنگ وجدال رہتے تھے جانا کہ اب بھی کوئی انمیں سے چڑھ آیا ہے لاجرم مسلح ہوکر ان کے دفعیہ کو نکلے **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ خالد نے انسے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو کہا مسلمان پانچوں وقت کی نماز پڑہنے والے اور دین نبی کی تصدیق کرنیوالے ہیں اپنے درمیان مسجدیں بنائی ہیں انمیں بآنگ بلند اذان کہتے اور شعار دین کو برپا رکہتے ہیں خالد نے کہا پھر ہتھیار کس لئے لگائے ہیں کہا ہماری بعض اعراب سے عداوت ہے تمکو دور سے آتے دیکھکر سمجھے کہ کہیں وہ نہ چڑھ کر آئے ہوں مگر خالد نے انکا عذر قبول نہ کیا اور کہا اگر مسلمان ہو تو ہتھیار ڈالدو انہوں نے بے تامل ہتھیار ڈالدیئے تب اس نے اپنے لشکر کو حکمدیا کہ انکی مشکیں باندہ لو اور ہر ایک اسیر کو اپنے اصحاب سے ایک ایک کے سپرد کیا پس مردان قبیلہ اس کے لشکر میں قید تھے اور اطفال وزنان خیموں میں مصروف آہ وفغاں تا اینکہ ایک رات اس سفاک نے حکمدیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کرے نبی سلیم نے حسب الامر اپنے اسیروں کو مارڈالا الّا مہاجر وانصار نے بے گناہ مسلمانوں کے خون پر ہاتھ نہ اٹھایا بلکہ ان کو رہا کردیا کہ بعض نے انسے رسول اللہ کی خدمت میں جاکر ماجرا بیان کیا حضرت کو اس حال کے سُننے سے جسقدر غصہ آیا اور اس جماعت کثیر مسلمانوں کی ناحق خونریزی جتنی آپ پر ناگوار گزری اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حاضرین سے فرمایا کہ خالد ولید نے مسلمانوں کو مسجد میں جبکہ وہ مشغول جمعہ وجماعت تھے پکڑ کر قتل کیا پھر روبقبلہ کھڑے ہوکر دست دعا بلند کئے اور تین مرتبہ بدیں عبارت خالد پر تبرا کیا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَءُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ خداوندا میں خالد کے فعل سے بیزاری ڈہونڈتا ہوں تیری طرف پھر اس قوم کی بیکسانہ مظلومیت کو یاد کرکے رقت آپ پر طاری ہوئی اور گریاں ہوئے یہ روایت روضۃ الاحباب ومعارج النبوۃ وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت کی ہے اور نیز **روضۃ الاحباب** میں عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں سریہ خالد میں شامل تھا اسیروں میں ایک جوان کہ اس کے ہاتھ گردن میں بندہے تھے میری رسی میں تھا۔ اس نے کہا اے شخص ہوسکتا ہے کہ مجھکو ذرا کی ذرا اس سامنے کے خیمہ میں ان عورات کے پاس لیچلے کہ ان سے کچھ حاجت رکہتا ہوں پھر جو چاہنا میرے ساتھ کرنا میں نے کہا یہ کام بہت آسان ہے غرض میں اسکو وہاں لیگیا وہ انمیں سے ایک عورت سے ملا اور باہم کچھ باتیں کیں اور چند اشعار پڑہے پھر میں واپس لے آیا جسوقت اسکو قتل کیا تو وہ عورت آئی اور بیتابانہ اس کی لاش پر گرپڑی اور دو تین نعرہ مار کر جان بحق تسلیم ہوگئی اہل سریہ نے واپس آکر جب یہ قصہ حضرت رسولؐ اللہ کی خدمت میں نقل کیا تو آپ نے فرمایا اَمَا کَانَ فِیْکُمْ رَجُلٌ رَحِیْمٌ کیا تم میں ایک مرد بھی ایسا نہ تھا کہ اسکو رحم آتا۔ القصہ ان دنوں مال عظیم زروسیم وغیرہ غنیمت میں رسول اللہ کے پاس آیا تھا وہ سب امیر المومنینؑ کو دیکر کہا کہ جاکر ان لوگوں کو رضامند کریں امیر کبیر تشریف لیگئے اور تمام مال اس قوم پر بذل کیا واپس آئے تو آپ نے پوچھا یا علیؑ کیا کر آئے عرض کی یا رسولؐ اللہ اوّل جو لوگ انسے قتل ہوئے تھے انکا خون بہا دیا اور جو حمل انکے ضائع ہوئے تھے۔ اس کے بدلے لونڈی غلام انکو بخشے پس مال کثیر میرے پاس باقی رہا تو جو مال واسباب انکا غارت ہوا تھا حتے کہ مشکوں اور برتنوں اور گڈریوں کی رسنوں تک کا معاوضہ انکو بھر دیا تب بھی باقی

رہا تو معلوم و نامعلوم کاموں کا بدلا دیا پھر بھی کسی قدر بچ رہا تو اس لئے انکو دیدیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ آپ سے راضی ہو جائیں فرمایا یا علیؑ تو نے اسلئے انکو مال دیا کہ مجھ سے راضی ہو جائیں خدا تجھ سے راضی ہو یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی بروایتے فرمایا یا علیؑ تو نے مجھکو راضی کیا خدا تجھے راضی کرے اے علیؑ تو میری امت کا ہدایت کرنیوالا ہے سعید ہے وہ جو تجھے دوست رکھے اور تیری پیروی کرے و شقی و بدبخت ہے جو کہ تجھ سے روگرداں ہو تا بروز قیامت شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں ارشاد کرتے ہیں کہ جو طریقہ کفر و عدوان کا براہ حمیت جاہلیت خالد نے اختیار کیا تھا اس سے قریب تھا کہ اسلام نظروں میں معیوب ہو جائے اور بجائے رغبت کے لوگ اس طرف سے نفرت کرنے لگیں پس نزدیک تھا کہ نظام دین اور اشاعت شرع میں خلل واقع ہو کر معاملہ درہم برہم ہو جائے اگر امیر المومنینؑ تشریف فرما ہو کر جلد زخمی دلوں کی چارہ جوئی نہ کریں اور اس قوم ستمدیدہ کو دوبارہ رسولؐ اللہ سے راضی نہ فرمائیں آپ نے کمال سیر چشمی سے ان شکستہ دلوں کی تسلی کی اور مواد فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ظاہر ہے کہ اس مجمع میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کام کو حسب دلخواہ جناب رسالت پناہ انجام دیتا اسی لئے حضرت کو کسی دوسرے پر اعتبار و اعتماد نہوا پس یہ ایک فضیلت ہے کہ اوروں کے تمام حق و باطل فضائل سے اعلیٰ و افضل ہے اور کوئی دوسرا اسمیں آنحضرت کا شریک و سہیم نہیں **غزوہ حنین**۔ غزوۂ حنین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد کفار کو سر اٹھانے کی مجال نہ رہی اور تقریباً تمام ملک عرب پر مسلمانوں کا قبضہ و تصرف ہو گیا۔ اس غزوہ میں بھی شکست کے بعد اسلام کی فتح ہوئی۔ یہاں بھی بجز چند اشخاص کے حضرت کی خدمت میں کوئی نہ ٹھیرا بڑے بڑے یار غار جان نثاری کے دعویدار آپ کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر فرار ہو گئے جیسا کہ آگے واضح ہو گا۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ جب فتح مکہ کی خبر اطراف و جوانب میں منتشر ہوئی تو قبیلہ ہوازن و ثقیف نے کہ بزرگان قبائل سے تھے باہم مشورہ کیا کہ محمدؐ کا اقتدار دن بدن بڑھتا جاتا ہے۔ اس روز افزوں ترقی سے اندیشہ ہوتا ہے کہ ایکدن وہ اس طرف کا بھی عزم کریں پس ہم کو چاہیئے کہ سبقت کریں اور کل کے کام کیلئے آج تیار ہو جائیں ورنہ ملک و ملت دونو ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ آس پاس کے قبیلے مثل جشم و نصر و سعد و بنی ہلال وغیرہ کے بھی انکی امداد کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ الا قبیلہ کعب و کلاب کہ یہ دو جدا رہے غرضکہ تیس[۳۰] ہزار مرد جرار کا جمگھٹ ہو گیا اور ان سبنے مالک بن عوف نضری کو اپنا سردار اور ابو جردل کو علمدار بنایا مالک بن عوف ہر چند پہلوان زورمند لیکن ناآزمودہ کار تھا اس نے لشکر کو حکم دیا اپنے عیال و اطفال و مویشی و اموال سب ساتھ لیچلیں تا کہ مال و ناموس کیلئے سپاہی جی توڑ کر لڑیں اور کوئی میدان جنگ سے بھاگنے نہ پائے ایک شخص درید بن الصمہ نضری نام اس لشکر میں تھا جسکی عمر بقولے ایک سو ساٹھ[۱۶۰] سال کو پہنچی تھی اور بباعث ضعف پیری اسکی بصارت جاتی رہی تھی اسکو یمن و برکت کی غرض سے نہ کہ جنگ و جرأت کیلئے ساتھ لیا تھا جب اسکو زنان و اطفال و اسباب و اموال کے ساتھ لانیکا حال معلوم ہوا تو مالک کو نصیحت کی کہ انکو لڑائی میں ساتھ لیجانا مناسب نہیں اور کہا کہ جس قوم کا ستارۂ اقبال عروج پر ہوتا ہے اسکا کوئی لڑنیوالا جد و جہد میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کرتا۔ برعکس اس کے بخت برگشتہ کو کوئی چیز فرار سے نہیں روک سکتی پھر پوچھا کہ قبیلہ بنی کعب و بنی کلاب بھی ساتھ ہیں یا نہیں کہا نہیں درید نے کہا اگر تمہارا نصیب یاور ہوتا تو یہ دو نامور قبیلے کبھی تخلف نہ کرتے

ہیں دیکھتا ہوں کہ گویا تم میدان جنگ سے فرار کیا ہے اور تمہارا مال واسباب مواشی ودواب وعورات واطفال تمام غنیم کے ہاتھ آئے مالک کو درید کی اس دریدہ دہنی پر بہت غصہ آیا۔ کہا اپنی زبان بند کر تو پیر فرتوت ہوگیا ہے اور ہوش وحواس تیرے بجا نہیں رہے بے سوچے سمجھے جو دلمیں آتا ہے کہدیتا ہے غرض مالک نے درید کی نصیحت نہ سنی اور لشکر ضلالت نے وہاں سے کوچ کرکے مقام حنین میں نزول کیا۔ ادہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس جتھہ بندی کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اصحاب کو جہاد کی ترغیب دی اور حق تعالیٰ کیطرف سے وعدۂ فتح نصرت انکو سنایا کہ غلبہ پاؤگے اور ان کے اموال واولاد غنیمت میں تمہارے ہاتھ آئیں گے پس لوگ جنگ کو آمادہ ہوگئے علاوہ ان دس ہزار مرد کے کہ پہلے سے آپکے ساتھ تھے دوہزار بروایتے چھ ہزار طلقا رمکہ سے مستعد ہوگئے۔ آپ نے سوزرہیں مع دیگر سازوسامان کے صفوان بن امیہ سے عاریت لیں اور علم بزرگ حسب معمول امیر المومنینؑ کو عنایت کرکے کہا یا علیؑ اسکو لو کہ حق تعالیٰ نے یہ فتح بھی تمہارے نام پر لکھی ہے پس آپ آخر ماہ رمضان یا شروع شوال میں ردگرائے مقصد ہوئے امیر المومنینؑ لوائے نصرت لئے آگے آگے جاتے تھے۔ صاحب حملہ حیدری نے اس کیفیت کو اس طرح قلم بند کیا ہے ؎ چو آں شیر فیروز جنگ خدا ٭ رواں شد بہ پیش نبیؐ با لوا ٭ نیازم تراگفت فرخ سروش ٭ کہ ناموس عالم گرفتی بدوش ٭ تو گفتی کہ ایمان وصدق ویقین ٭ جوانمردی وہمت ودرد دین ٭ وقار وکرم شوکت واقتدار ٭ شکوہ وجہابت شکیب ووقار ٭ وگر عزم واقبال وفتح وظفر ٭ زیک جیب باہم برآوردہ سر ٭ ہمی رفت درپیش ضرعام دین ٭ بدنبال او اشرف المرسلین ٭ عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمی جسکو پیمبر خدا نے مشرکوں کا حال دریافت کرنیکے لئے مکہ سے اس طرف کو بھیجا تھا واپس ہوکر راہ میں حاضر خدمت ہوا اور مفصل کیفیت کثرت سپاہ وسامان کی اور بال بچوں اور چوپاؤں کے ساتھ لانے کی معروض رائے کی حضرت یہ سنکر تبسم ہوئے اور فرمایا فضل خدا سے امید ہے کہ یہ تمام اشیار غنیمت مسلمانان ہوں پہلی بات کہ اس لشکر میں حادث ہوئی حضرت ابوبکر کی نظر بد تھی جو انکو پہنچی چونکہ حضرت عتیق نے ایسا شاندار لشکر کبھی پہلے کاہے کو دیکھا تھا اوچھے برتن کی طرح چھلک گئے اور کہنے لگے لَنْ نُغْلَبَ الْيَوْمَ مِنْ قِلَّةٍ کہ آج ہم کمی لشکر کے سبب سے شکست نہ پائیں گے بقول صاحب روضۃ الاحباب یہ کلمہ انہوں نے خود رسول اللہ سے کہا چونکہ اسمیں شائبہ عجب وغرور تھا کہ فتح ونصرت میں کثرت سپاہ پر بھروسا کیا تھا خدا ورسول کو ناپسند ٹھہرا پس اول مرتبہ جو حنین میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اسکی علت یہی چشم زخم صدیق سنیاں تھی تاکہ آئندہ کوئی کثرت سپاہ پر اعتماد نہ کرے اور فتح ونصرت کو صرف اس جل شانہ کی طرف سے جانے چنانچہ ارشاد ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝ یعنی حق تعالیٰ نے مقامات کثیرہ میں تمہاری نصرت کی اور بروز حنین نصرت کی جبکہ تم کثرت لشکر پر مغرور تھے مگر کچھ فائدہ اس کثرت نے نہ بخشا اور زمین باایں فراخی تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ دکھلا کر بھاگ گئے تعجب ہے صاحب مدارج النبوۃ سے کہ باوجودیکہ اس کتاب کی بنا روضۃ الاحباب پر رکھی اور زیادہ تر مضامین کو اس سے نقل کرتے مگر یہاں پر اس قول کو ذرا بیان میں نہیں لاتے اور اس کے اور جملہ کتب تفسیر وحدیث کے خلاف اس کلمہ کا قائل بجائے ابوبکر کے کسی اور شخص مجہول الاسم والجسم کو قرار دیتے ہیں اور خلیفہ اول کو اس الزام سے بچاتے ہیں مگر ولن یصلح العطار ما افسدہ الدھر جسکو زمانہ ہی فاسد کر

عطار کیا اصلاح کرے گا۔ القصّہ ادہر سے ہوازن اور ادہر سے مسلمان چلتے چلتے وادی حنین کے نزدیک پہنچے۔ اس وادی کے ایک جانب میدان سطح وہموار دوسری طرف درے اور پہاڑ تھے مالک بن عوف نے پہلے پہنچکر میدان میں ڈیرے لگادیئے اور فوج کو تعین کیا کہ دروں اور گہاٹیوں کے سروں پر مسلمانوں کے گھات میں رہیں رسول اللہؐ نے بعد نماز صبح لشکر کو ترتیب دیکر موُنہہ اندھیرے آگے بڑہنے کا حکمدیا راستہ تنگ تھا تمام فوج ایک جگہ سے نہ گزر سکی ہذا دستہ دستہ متفرق ہوکر مختلف گھاٹیوں اور کوچوں سے داخل ہوئے کفار کہ گھات میں ان کے منتظر تھے حملہ آور ہوئے مقدمہ لشکر پر خالد ولید مع قبیلہ بنی سلیم تھا ان کے صدمہ کی تاب نہ لاکر الٹے پاؤں پیچھے پھرا سنّی صاحبان اسکو سیف اللہ کہتے ہیں کیا سیف خدا کا یہی کام ہے کہ معرکۂ زحف سے فرار کرے اور اوروں کے بھی فرار کا باعث ہو روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے پہلے خالد نے فرار کیا اس کے پیچھے کفار قریش نے کہ قریب العہد بجاہلیت تھے بعدازاں باقی اصحاب مہاجر و انصار بھاگے رسول خدا اس روز خچر سفید رنگ پر جسکو فروہ جزامی نے حضرت کو ہدیہ میں بھیجا تھا سوار تھے اصحاب کو پکارتے تھے کہ اے انصار خدا و رسول میں بندۂ خدا و رسول اسکا ہوں کبھی کہتے تھے الی این ایھا النّاس لوگو کہاں بھاگے جاتے ہو مگر اصحاب اس طرح بھاگنے میں مصروف تھے کہ ذرا پیچھے مڑکر نہ دیکھتے تھے۔ قریش کہ تازہ مسلمان اُور حسد و کینہ سے بھرے ہوئے تھے ہنستے اور ان پر طعن کرتے تھے کوئی کہتا تھا کہ اصحاب محمدؐ ایسے بھاگے جاتے ہیں کہ سمندر کے کنارہ سے اس طرف کہیں دم نہ لیں گے دوسرا کہتا تھا کہ آج محمدؐ کا سحر باطل ہوا ایک نے صفوان بن امیہ سے کہا تجھکو بشارت ہو کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب بھاگ گئے اس نے کہا کیا خاک بشارت یہ ہے قریش سے ایک شخص ہمارا بادشاہ ہو وہ اچھا ہے یا ہوازن سے ہو وہ اچھا ہے منقول ہے کہ نسیبہ بنت کعب بھگوڑوں کے موُنہہ پر خاک ڈالتی اور کہتی کہ خدا و رسول سے بھاگ کر کہاں جاؤگے مگر مطلق اثر نہ تھا۔ یہ نسیبہ وہی شیر دل عورت ہے جسکا حال بضمن جنگ احد سے کسی قدر ناظرین کو معلوم ہے اسوقت حضرت عمر خطاب نسیبہ کے سامنے سے گذرے تو اس نے للکارا اے عمر یہ کیا کام ہے جو تم کرتے ہو۔ عمر نے کہا خدا کا حکم یہی ہے۔ کیا خوب خدا کا حکم یہی تھا کہ اس کے پیغمبر کو تیس ہزار تلوار کے تلے چھوڑ کر معرکۂ جہاد سے بھاگ جاؤ حضرت ابوبکر جنکو کثرت سپاہ پر بہت گھمنڈ تھا پہلے ہی چلدیئے تھے ابن ابی الحدید ان کی نسبت اپنے قصیدۂ رائیہ میں کہتا ہے ؎
وَلَیْسَ بِنُکْرٍ فِیْ حُنَیْنٍ فِرَارُہٗ ؛ ففی احد قد فرخوفاً وَخَیْبَرُا یعنی ابوبکر کا جنگ حنین میں فرار کرنا کوئی انوکھی بات نہیں وہ اس سے پیشتر جنگ احد و جنگ خیبر میں بھی ڈر کر بھاگ چکے ہیں حقیر مولف کہتا ہے کہ یہ ہیں ممدوحین اہل سنت جنکی دل کھولکر لمبی چوڑی تعریفیں کرتے کرتے بھی ان کے پیٹ نہیں بھرتے ابتدا میں جبکہ ہمت و جوانمردی کے اسلام میں سخت حاجت تھی تو یہ امید کبھی بھولکر بھی ان بزرگواروں سے ظاہر نہ ہوئے ہمیشہ معرکۂ جنگ پیٹھ دکھاتے ہی نظر آئے۔ ثانی الحال بنیاد دین مضبوط ہوگئی اور اس شجرۂ طیبہ نے جڑ پکڑ لی تو اس میں شاخ و برگ پھول پھل آنے ہی تھے نہ کیونکر آتے۔ فخریہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ ثانی کے عہد میں اس قدر شہر فتح ہوئے۔ ہم کہتے ہیں بیشک ہوئے مگر یہ تو بتائیں کہ کبھی حضرت نے بھی اپنے ہاتھوں کوئی کارنمایاں کرکے دکھایا۔ یہ نہیں تو بڑی فتوحات جنمیں وہ شریک تک نہوتے تھے کچھہ ان کے لئے فائدہ مند نہیں اسوقت بھی حضرت امیرؑ کی حکمت و تدبیر ہی کام کرتی تھی جیسے کہ ابتدا میں انکے زور شمشیر سے

کارروائی ہوتی تھی اب ان کی نیک صلاح ومشورہ کی برکت سے مسلمانوں کو یہ کامیابیاں نصیب ہوتی تھیں۔ چنانچہ آئندہ اس مجموعہ کے ناظرین پر بھی یہ بات کسی قدر ظاہر ہوجائیگی علاوہ بریں بقول اہلسنّت رسولؐ خدا خود فرما گئے تھے کہ ہمارے بعد حق تعالیٰ اس کے فاسقوں فاجروں سے نصرت کرائیگا چنانچہ حدیث ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر صحیح بخاری تک میں موجود ہے اس حدیث کے موافق آنحضرات کی مدح وستائش کی ذرا بھی گنجائش نہیں رہتی بلکہ اور الرجل الفاجر کی مصداق ٹھہر جائیں تو تعجب نہیں بالجملہ وعدۂ الٰہی تھا کہ کسریٰ وقیصر کے ملکوں پر اسلام کا قبضہ ہوجائیگا اور مدائن وقسطنطنیہ کی دیواروں پر اسکا پھریرا لہرائیگا سو اس کے آثار حضرت رسالت پناہیؐ کے زمانہ میں بزور بازوے ید اللّٰہی دکھائی دینے لگے تھے کہ اکثر عرب مشرکوں کافروں سے پاک ہوگیا تھا اس امن وآسائش کے زمانے میں اگر انہوں نے بھی گھروں میں بیٹھکر زبانی تکے چلائے تو فخر کی کیا بات ہے۔ **القصّہ** سولہ ہزار مرد سے اس بھاگ دوڑ میں صرف چار شخص حضرتؐ کی خدمت میں رہ گئے باقی تمام بھاگ نکلے۔ اوّل وافضل امین امیرالمومنینؑ تھے کہ پیش روے سید المرسلین تیغ زنی وسر افشانی کفار نابکار میں مشغول تھے اور حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی ٹھہرا آپ ہی کے ٹھہرنے سے ٹھہرا اسی لئے بعض ظرفا رعلمار نے کہا ہے ابوبکر عاثھم وعلیّ اعانھم کہ ابوبکر تو وہ تھے جنہوں نے اس لشکر کو بدنظر لگائی اور علی وہ کہ جنہوں نے انکی اعانت کی دوم عباس بن عبدالمطلب عم محترم رسول خدا کہ آنحضرت کے اُشتر کے آگے آگے تھے۔ سوم ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے دوسرے چچازاد بھائی کہ دہنی رکاب خچر کی تھامے ہوئے تھے۔ چہارم عبداللہ بن مسعود صحابی کہ آپ کے بائیں طرف تھے۔ بروایتے دسؔ اشخاص ثابت قدم رہے تو بنی ہاشم سے یعنی امیرالمومنینؑ وعباسؓ وفضلؓ وقثمؓ پسران عباس وابوسفیانؓ وربیعہؓ پسران حارث بن عبدالمطلب وعبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب وعتبہ ومعتب پسران ابولہب۔ دسویں امین پسر ام امین انصاری روایت ہے کہ مالک بن عوف سرعسکر کفار نے میدان خالی پاکر چاہا کہ آگے بڑھکر حضرت رسول خدا پر حملہ کرے تو اسوقت امین انصاری اس کے سدّراہ ہوئے مالک نے ایک ضرب تلوار کی انکے لگائی جس سے اس سعادتمند نے سعادت شہادت حاصل کی امین کے قتل کے بعد مالک نے اور آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو اسکا گھوڑا باعجاز رسالت پناہ رک گیا اور آگے نہ بڑھا پس حضرت رسول خدا نے تلوار میان سے کھینچ لی اور استر دلدل کو جس پر آپ سوار تھے مہمیز کیا اور بنفس نفیس کفار پر حملہ آور ہوئے اور اس عبارت کو بطور رجز پڑھتے تھے ؎ انا النبی لا کذب ۔ انا ابن عبدالمطلب ایسی پر آشوب حالت میں آپکا زور زور اس رجز کو پڑھنا گویا ہجوم اعدا کو اپنی طرف بلاتا تھا حالانکہ اسوقت گھوڑے پر بھی نہیں آپ خچر پر سوار تھے جو اصلا کودنے پھاندنے دوڑنے بھاگنے کی صلاحیت نہیں رکھتا یہ امر آنحضرت کے کمال شجاعت ودلاوری واطمینان قلب ووثوق بوعدہ ایزدی پر دلالت کرتا ہے کہتے ہیں کہ اس لڑائی کے سوا رسول اللہ کو کہیں بذات خود لڑنیکا اتفاق نہیں ہوا۔ **مروی** ہے کہ اس گیرودار میں عباسؓ نے امیرالمومنینؑ کو نزدیک نہ دیکھا تو حیران ہوئے کہ ایسے نازک وقت میں کرار غیر فرار کہاں گئے فضل ان کے بیٹے نے دور سے برق شمشیر انکو دکھلا کر کہا کہ وہ ہیں کہ خرمن ہستی کو دشمنوں کے جلاتے اور مایہ حیات کو انکی خاک میں ملاتے ہیں عباس نے غور سے

دیکھکر ضربت حیدری کو پہچانا تو کہا نیکو کار ہے پسر نیکو کار کا عم و خال اس کے فدا ہوں اس پر پھر فضل کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے چالیس کافر اس روز اپنے ہاتھ سے قتل کئے جس پر تلوار لگاتے دو برابر حصے ہو جاتے تھے حتے کہ بینی و ذکر تک بھی برابر تقسیم ہوتے اور ضربت اس جناب کی ہمیشہ بکر ہوتی تھی یعنی پہلی ہی چوٹ میں دشمن کا کام تمام کر دیتے تھے دوسرے کی حاجت نہ رہتی تھی ۔ نقل ہے کہ عباس مرد دراز قد و بلند آواز تھے انہوں نے باشارۂ ختمی مآب ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا اے اصحاب سورۂ بقرہ والے صاحبان بیعت شجرہ کہاں بھاگے جاتے ہو رسول خدا یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ پس حضرت نے دست دعا بجانب آسمان بلند کئے اور عرض کی اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ اسوقت تم نے وہ دعا کی جس سے موسیٰ کے لئے دریا شگافتہ ہوا اور بنی اسرائیل نے غرق سے نجات پائی ۔ غرض انصار نصرت شعار نے صدائے عباس سنی تو پلٹے اور لبیک لبیک کہتے ہوئے بکمال خجالت حضرت رسالت پناہ کے پاس سے گزر کر علم امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے حتے کہ قریب ایکسو نفر کے زیر علم نصرت شیم جمع ہو گئے اور حضرت نے ان کو ساتھ لیکر کفار پر حملہ کیا اسوقت رسول اللہ نے فرمایا اَلْاٰنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ یعنی اب تنور کارزار گرم ہوا۔ اتنے میں ابوجرول علمدار لشکر ہوازن علم ہاتھ میں لئے شتر سرخ پر سوار حضرت امیرؑ کے سامنے نمودار ہوا۔ لکھا ہے کہ وہ مردود جس مسلمان کو قتل کرتا اس کی لاش کو اوپر اچھالتا تھا تاکہ اس کی قوم دیکھے اور اسکی جوانمردی کی داد دے ۔ آپ کے نزدیک آیا تو یہ رجز پڑھا ؎ انا ابوجرول لا براح ؛ حتی یبیح القوم او نباح ؛ یعنی میں ابوجرول ہوں بلا شک و شبہ جنگ کرونگا جبتک کہ ہم دشمنوں کو قتل کریں یا خود قتل ہو جائیں حضرت امیرؑ نے بڑھکر اوّل اس کے شتر کی پشت پر پھر اسکے سر پر ایسی ضربت لگائی کہ دونوں گر کر سرد ہو گئے اور اس شعر کو پڑھا ؎ قد علم القوم لدی الصباح ؛ اِنِّیْ لدی الھیجاء ذو نصاح ؛ یعنی قوم بوقت صبح یہ معلوم کر چکی ہے کہ میں بوقت جنگ صاحب نصاحؔ[1] ہوں ۔ ابوجرول کے مارے جانے پر مشرکین میں تاب و تواں نہ رہی حضرت رسول خدا نے دعا کی خداوندا تو نے ابتدا میں مسلمانوں کو تلخی عذاب چکھائی انتہا میں حلاوت عطا و بخشش سے ان کا مونہہ میٹھا کر اور ایک مشت سنگریزہ اٹھا کر مشرکوں کے مونہہ پر ماری اور فرمایا شَاھَتِ الْوُجُوْہُ جابر انصاری کہتے ہیں کہ ایسی آواز ان سنگریزوں کی ہوئی کہ گویا کسی نے ایک طشت انکا الٹ دیا ہے ۔ بروایت مشت خاک تھی جس سے سب کے مونہہ خاک سے بھر گئے ممکن ہے کہ دو بار مٹھی بھر کر پھینکی ہو ایک دفعہ کنکریوں کی دوسری دفعہ مٹی کی غرض نسیم فتح و ظفر مہب لطف خداوند اکبر سے چلی ملائکہ آسمان نصرت پیغمبر آخر الزماں کے لئے نازل ہوئے ۔ بجدیکہ لوگ ان کی آوازیں سنتے تھے مگر دیکھ نہ سکتے تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ترجمہ پس نازل کیا اللہ نے سکینے و وقار اپنے کو اوپر رسول کے اور اوپر مومنوں کے اور نازل کیا ایسے لشکروں کو جنکو تم دیکھتے نہ تھے اور عذاب کیا کافروں کو اور یہی ہے بدلا کافروں کا ۔ امام رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ سکینہ ایک ہوائے خوشگوار خوشبودار ہے جو بہشت سے

[1] نصاح وہ رسے بارسن کہ شکاری کے پاس بوقت شکار ہوتی ہیں ۔ [2] دیکھو یہاں جیسے پیغمبر خدا پر سکینہ نازل کیا ویسے ہی مومنین پر کیا ہے بخلاف آیہ غار کے کہ وہاں نزول سکینہ صرف رسول اللہ پر ہوا ہے حضرت یار غار پر نہیں ہوا

چابق ہے اور اس کی صورت بشکل آدمی ہوتی ہے وہ ہمیشہ پیغمبروں کے ساتھ رہتی ہے۔ غرض کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ خوار و زار میدان جنگ سے بھاگ گئے اور بال بچے مال و چوپائے سب مسلمانوں کے لئے چھوڑ گئے۔ شجرہ بن ربیعہ نضری نے اسیر ہوکر کہا کہ اب وہ ابلق سوار سفید لباس تم میں نظر نہیں آتے جنہوں نے ہم کو مغلوب کیا معلوم ہوا کہ وہ ملائکہ تھے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری[1] نے کہا۔ میرے عزیزوں اور رشتہ داروں سے آٹھ مرد جنہوں نے یکے بعد دیگرے علم قریش لیا جنگ احد میں مارے گئے تھے لہذا محمدؐ کی طرف سے کینہ عظیم میرے دلمیں تھا ہمیشہ اسی گھات میں رہتا کہ قابو ملے تو ان سے اپنے کنبہ کا بدلا لوں اور دلمیں کہتا تھا کہ اگر تمام جہان بھی مسلمان ہوجائیگا تو میں تب بھی نہ ہوں گا فتح مکہ کے بعد میری کچھ ہمت ٹوٹ گئی اور میں اپنی کامیابی سے مایوس ہونیکو تھا کہ اتنے میں غزوۂ حنین پیش آیا پس اسی خیال سے ساتھ ہولیا کہ شاید اس میں کوئی موقعہ کینہ کشی کا ملے۔ جسوقت مسلمان منہزم ہوکر بھاگے اور میدان خالی ہوا تو میں نے دیکھا کہ آگے کی طرف سے عباس آنحضرتؐ کے چچا انکی حفاظت کرتے ہیں اور دہنی بائیں جانب بھی خالی نہیں تو میں پشت کی جانب سے بڑھا اور تلوار میان سے نکال لی قریب پہنچا تو ایک آگ میرے اور آنحضرت کے درمیان حائل ہوگئی کہ اگر ذرا وہاں ٹھیروں تو جلا کر مجھکو خاکستر کردے پس دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھکر پیچھے کو دوڑا حضرت نے آواز دی کہ اے شیبہ نزدیک آ پاس گیا تو دست مبارک میرے سینہ پر لگا کر فرمایا اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الشَّیْطَانَ خداوندا اس سے وسوسۂ شیطان کو دور کر یا تو میری وہ حالت تھی یا بمجرد اس کے وہ حضرت میرے نزدیک میرے دو گوش اور دونو آنکھوں سے زیادہ عزیز ہوگئے فرمایا اے شیبہ جا اور کفار سے جنگ کر پس میں ان پر حملہ آور ہوا اور یہ جوش مجھ میں تھا کہ اگر اسوقت میرا باپ بھی میرے مقابل ہوتا تو اس کو بھی قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔ اختتام جنگ کے بعد رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا اے شیبہ جو کچھ حق تعالیٰ نے تیرے لئے چاہا وہ اس سے بہتر ہے جو تو نے اپنے واسطے چاہا تھا پھر تمام باتیں جو میرے دلمیں گزری تھیں ایک ایک بیان کیں پس میں نے کلمہ پڑھا اور اسلام لایا اور عرض کی حضرت میرے لئے دعائے مغفرت کریں آپ نے فرمایا غفر اللہ لک۔ **حیات القلوب** میں ہے کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرت نے امر کیا کہ کشت وخون سے ہاتھ اٹھائیں۔ جس کے پاس کوئی بردہ ہو اسکو رہنے دے مارے نہیں ابن اکوع نام ایک شخص فتح مکہ کے روز بنی ہذیل کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی کے لئے آیا تھا اس جنگ میں اسیر ہوگیا عمر خطاب نے اس کو گرفتار پا کر ایک مرد انصاری کو اشارہ کیا کہ یہ دشمن خدا کفار کا جاسوس بنا تھا اسے زندہ نہ رکھنا چاہئے۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ بارہا معلوم ہوا کہ خلیفہ دوم کی یہ عادت تھی کہ لڑائی کے وقت بھاگ جاتے اور اسیران دست بستہ پر اظہار جرأت وجلادت فرماتے تھے۔ غرض انصاری نے عمر کے کہنے سے دہوکا کھا کر ابن اکوع کو مار ڈالا پیغمبر خدا نے یہ سنا تو ناراض ہوئے کہ ہمنے منع نہیں کیا کہ قیدیوں کو نہ مارو بعد ازاں ایک اور شخص جمیل بن معمر نام اسی طرح مارا گیا اسپر آپنے غضبناک ہوکر انصاریوں سے جواب طلب کیا کہ باوجود ممانعت کے تم کس لئے قیدیوں کو قتل کئے جاتے ہو انہوں نے کہا ہمنے

[1] عبدری منسوب بہ قبیلہ عبد الدار ہے اس کا باپ اور کئی چچا بروز احد امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے چنانچہ جنگ احد میں اسکا بیان گزرا ۱۲ منہ

شیبہ بن عثمان عبدری

عمر کے کہنے سے قتل کیا۔ پس آپ نے عمر کی طرف سے مونہہ پھیر لیا اور اعراض فرمایا تا اینکہ چند روز بعد عُمیر بن وہب نے عذر خواہی کر کے خطا معاف کرائی۔ مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ابتدائے جنگ میں ابوبکر نے رسولؐ اللہ کو آزردہ کیا تھا انتہا میں عمر نے کیا۔ روایت ہے کہ جنگ حنین میں چار ہزار اسیر اور بارہ ہزار شتر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ بروایتے چھ ہزار بردے چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکری اور بقدر چالیس ہزار اوقیہ[۱] کے چاندی غنیمت میں ملی حضرت نے تمام غنائم بدیل بن ورقاء خزاعی کے سپرد کیں کہ مقام جعرانہ میں لیجا کر نگہبانی کرے تاکہ بوقت فرصت مسلمانوں میں تقسیم کی جائیں اور خود تعاقب کفار کا عزم کیا نقل ہے کہ ایک سو کافر اس جنگ میں مارے گئے اور مسلمانوں سے کل چار شخصوں نے شہادت پائی ؛ **غزوۂ طائف وغیرہ** منقول ہے جب حنین میں مشرکوں کو شکست ہوئی اور ان کی جماعت تفرقہ سے بدل گئی تو ان کے دو گروہ ہو گئے۔ بڑا گروہ ثقیف وغیرہ کا کہ مالک بن عوف المین شامل تھا طائف کو گیا جہاں ان کے احمال و اثقال محفوظ تھے اور کہتے ہیں کہ ایک سال کا ذخیرہ مہیا کر کے اسکی فصیلوں کو مضبوط کیا تھا کہ ضرورت کے وقت اسمیں پناہ گزیں ہوں۔ باقی اعراب بادیہ نشین نے مع اپنے تابعین کے اوطاس کی راہ لی حضرت رسولؐ خدا نے ابوعامر اشعری کو کچھ فوج دیکر ان کے پیچھے بھیجا۔ سلمہ بن اکوع و زبیر عوام و ابوموسیٰ اشعری اس کے لشکر میں تھے یہ لوگ اوطاس میں پہنچے تو مخالف بجنگ و جدل پیش آئے اثنا ء جنگ میں دُرید بن الصمہ پیر کہن سال جسکا کچھ حال پہلے مذکور ہوا اور اسوقت وہ اس گروہ کا سردار تھا مارا گیا ادہر ابوعامر سردار مسلمین نے بھی اس کشش و کوشش میں جام شہادت نوش کیا مگر فتح و نصرت مسلمانوں کے شامل حال ہوئی۔ اور مظفر و منصور حاضر خدمت ہوئے رسولؐ خدا نے ابوعامر کے لئے دعا خیر فرمائی بعد ازاں حضرت خود بدولت و اقبال عازم تسخیر طائف ہو کر اس طرف کو روانہ ہوئے۔ علمداری لشکر اس غزوے میں بھی بدستور امیر المومنینؑ قاتل المشرکین سے متعلق تھی۔ کفار حصار طائف میں متحصن ہو کر مدافعہ و مقابلے کے لئے تیار تھے رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ قلعہ کا محاصرہ کرلیں مشرکین دیوار قلعہ سے تیر مارتے تھے جس سے بہت سے مسلمان زخمی ہوئے مگر تاہم کچھ کم و بیش ایک ماہ محاصرہ کئے رہے اس عرصہ میں حبیب خدا نے شیر خدا علی مرتضیٰ کو کچھ سپاہ کے ساتھ تعیین کیا کہ اطراف طائف میں گشت کر کے جہاں بتخانہ پائیں خاک میں ملائیں جو بجنگ پیش آئے اسکو قتل فرمائیں امیر خیبر گیر حسب الایما ر متوجہ خدمت ہوئے راہ میں ایک لشکر عظیم قبیلہ خثعم سے آپکا سامنا ہوا ایک پہلوان شہاب نام ان کا پیش رو تھا ہنگام سحر کہ ہنوز تاریکی شب دور نہوئی تھی دونوں لشکروں کی باہم ملاقات ہوئی شہاب نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا امیر المومنین نے چاہا کہ کوئی مسلمان اس کے مقابلے کو نکلے مگر کسیکو ہمت نہ ہوئی جب معلوم ہوا کہ کوئی اس سے لڑنیکی جرأت نہ کرے گا تو بالضرور خود مہیائے پیکار ہوئے اسوقت ابوالعاص بن ربیع شوہر زینب خاتون نے عرض کی یا امیر المومنین آپ تکلیف نہ کریں میں اس کی شرارت کو آپ سے دفع کرتا ہوں چونکہ تیار ہو گئے تھے قبول نہ کیا اور فرمایا اگر میں یہاں کام آیا تو امیر اس لشکر کا تو ہے الغرض یہ شہاب اللہ ثاقب اس شہاب خاسر و خائب کے

---

[۱] اوقیہ کی مقدار چالیس درہم شرعی ہے کہ ہر درم چھ دانگ ہر دانگ دو قیراط ہر قیراط دو طسوج ہر طسوج دو جَو میانہ کا ہوتا ہے ۱۲ منہ

مقابل ہوا اور بیک ضرب ذوالفقار اسکو واصل جہنم فرمایا۔ سردار کے مارے جانے سے لشکر میں تاب قرار نہ رہی بھاگ گئے حضرت نے گرد و نواح میں پھر کر جہاں کوئی بت یا بتخانہ پایا نیست و نابود کر دیا اور فائز المرام مراجعت فرمائی رسول خدا ابھی محاصرہ طائف ہی میں تھے کہ آپ حاضر خدمت ہوگئے۔ حضرت نے امیر المومنین کو دیکھا تو تکبیر کہی اور دست مبارک اس جناب کا پکڑ کر گوشہ خلوت میں لے گئے اور عرصہ دراز تک آپ کے ساتھ تنہائی میں راز کہتے رہے کوئی پاس نہ تھا کیا معلوم کہ نبی و وصی میں کیا باتیں ہوئیں مگر حاسد کی آنکھ میں یہ مجلس خار گزری اور برملا رسول اللہ پر اعتراض کیا۔ چنانچہ سنی و شیعہ نے بطریق بسیار جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جب سید انبیا اشرف اوصیا کے ساتھ خلوت میں راز کہہ رہے تھے تو عمر خطاب نے آگے جاکر کہا ان کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرتے ہو اور ہمکو پاس نہیں آنے دیتے۔ حضرت نے فرمایا ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ یعنے ان سے راز نہیں کہا بلکہ حق تعالی نے راز کہا۔ مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں بجائے عمر کے لفظ قائل لکھا ہے یعنی ایک کہنے والے نے کہا مگر اوروں نے یہ ستر پوشی روا نہیں رکھی صاف صاف حضرت عمر کا نام لے دیا۔ **معارج النبوۃ** میں ہے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ گوید کہ در ہنگام خلوت مسارہ نبی با وصی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ با حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت یا رسول اللہ با علی راز میگوئی و با خلوت میکنی آنسرور گفت ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ روایت ہے کہ رسول خدا کے اس جواب باصواب سے بجائے اس کے کہ خلیفہ ثانی اپنی جرأت پر پشیمان ہوتے یہ کہنے لگے کہ یہ بھی وہی بات ہوئی کہ بروز حدیبیہ ہمکو کہدیا تھا کہ مسجد الحرام میں داخل ہوگے حالانکہ نہ داخل ہوئے۔ یعنی جیسے اس روز وہ (معاذ اللہ) جھوٹ بولدیا تھا۔ ایسے ہی آج یہ جھوٹ کہتے ہیں کہ خدا ان سے مناجات کرتا ہے ہم نہیں کرتے حضرت نے یہ سنکر فرمایا مینے کب کہا تھا کہ تم اسی سال داخل ہوگے پھر آخر داخل ہوئے یا نہیں دیکھیئے بار بار گستاخی کر کے خلیفہ ثانی کسطرح پر رسول اللہ کو آزردہ فرماتے تھے۔ روایت ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک روز نافع بن غیلان قبیلہ ثقیف کے کچھ آدمی ساتھ لیکر قلعہ سے نکلا رسول خدا نے امیر المومنین کو اس کے مقابلے کے لیئے بھیجا وادئ وج میں تلاقی کفر و ایمان واقع ہوئی اور نافع امیر المومنین کے تیغ صاعقہ بار سے مارا گیا اور اس کے اصحاب بھاگ گئے اس سے رعب عظیم اہل قلعہ پر چھا گیا بعض انسے قلعہ سے نکلکر فوراً مسلمان ہوگئے مابقی نے کہلا بھیجا کہ آپ محاصرہ اٹھالیں تو ہمارے قاصد آنکر کچھ شرائط پیش کریں چنانچہ رسول مکہ میں آئے تو ان لوگوں نے حاضر ہوکر عرض کی کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں بشرطیکہ نماز و زکوۃ سے مستثنیٰ رہیں حضرت نے فرمایا لَا خَيْرَ فِي دِيْنٍ لَا رُكُوْعَ فِيْهِ وَلَا سُجُوْدَ۔ یعنی جس دین میں رکوع و سجدہ نہیں کوئی بھلائی اس میں نہیں ہوسکتی پھر فرمایا قسم بخدائے عز و جل کہ میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ تم نماز پڑہو، زکوۃ نکالو نہیں تو تم پر ایسے شخص کو بھیجوں گا جو بمنزلہ میرے نفس و جان کے ہے وہ تمکو قتل اور تمہارے زن و فرزند کو اسیر کرے گا پھر امیر المومنین کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا کہ یہ ہے وہ شخص قاصدوں نے واپس جاکر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اس قوم سے بیان کیا تمام اہل طائف بلا چون و چرا مسلمان ہوگئے۔ رسول اللہ نے فرمایا

قتل نافع بن غیلان

کہ جو کوئی اس امت سے میری نافرمانی کرے گا میں سہم اللہ[۱] یعنی شیر خدا کو اس پر بھیجوں گا اصحاب نے پوچھا سہم اللہ کون ہے فرمایا علی بن ابیطالب ہیں کہ جہاں انکو بھیجتا ہوں جبرئیل و میکائیل ان کے راست و چپ ہوتے ہیں اور ایک اور فرشتہ آگے اور ابر رحمت ان پر سایہ افگن واپس نہیں ہوتے جبتک کہ حق تعالیٰ اس مہم کو انکے دست حق پرست پر فتح نہیں کرتا۔ ابن اثیر نے کامل میں روایت کی ہے کہ جب محاصرہ طائف کو طول ہو گیا تو حضرت رسول خدا نے نوفل بن معاویہ دُئلی سے اس بارے میں مشورہ کیا اس نے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ مثل ایک روباہ کے سوراخ میں گھسے ہوئے ہیں اگر آپ نے یہاں قیام کیا تو ضرور ہے کہ نکلیں اور گرفتار ہوں اور جو ان کو چھوڑ دیں گے تو کچھ ضرر آپ کو نہیں پہنچا سکتے پس حضرت نے اذن کوچ دیا ٭ **عطایا ء رسول الثقلین بوقت تقسیم غنائم حنین** روضۃ الصفا میں ہے کہ رسول خدا محاصرہ طائف سے اٹھکر جعرانہ[۲] میں جہاں کہ حنین کی غنیمتیں محفوظ تھیں تشریف لائے اور دست سخا و کرم دراز کرکے قریش کو کہ تازہ مسلمان مولفۃ القلوب تھے انعام و بخشش سے مالا مال کر دیا کہتے ہیں کہ جسوقت اموال غنیمت نقد و جنس آپکے سامنے انبار تھے۔ ابو سفیان بن حرب کہ خست و امساک میں شہرہ آفاق تھا خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپ تمام قریش سے زیادہ مالدار ہیں آپ متبسم ہوئے تو ابو سفیان نے سلسلہ طمع کھولکر کہا مجھکو بھی اس مال سے کچھ عنایت کیجئے آپ نے فرمایا کہ بقدر چالیس اوقیہ سیم اور سو شتر اسکو دیدیں لالچی ابو سفیان نے گردن طمع دراز تر کی اور اپنے بیٹوں یزید و معاویہ کا حصہ مانگا حضرت نے اتنا ہی اتنا ان کو بھی مرحمت کیا ابو سفیان یہ جود و سخا اس کان عطا کی دیکھکر حیران رہ گیا اور کہنے لگا میرے ماں باپ تمپر فدا ہوں قسم بخدا کہ تم بوقت جنگ و صلح دونوں کریم ہو تمہارے کرم و بخشش ہے جو اسوقت آپ نے بذل کیا حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے پس حکیم بن حزام کو سو اونٹ عنایت کئے اس نے زیادہ کی خواہش کی تو اسی قدر اور بخشے علیٰ ہذا سہیل بن عمرو و صفوان بن امیہ و حویطب بن عبد العزیٰ و اسید بن حارثہ ثقفی و حارث بن ہشام برادر ابو جہل و قیس بن عدی و اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فزاری وغیرہم کو سو سو اونٹ دیئے ان کے سوا ہشام بن عمر عامری و مخرمہ بن نوفل و سعید بن یربوع وغیرہ کو کہ دوسرے درجے کے لوگ تھے پچاس پچاس شتر مرحمت فرمائے ٭ **مؤلف** روضۃ الصفا کہتے ہیں کہ خلاف ہے اس بارے میں کہ آیا یہ عطیات خاص خمس سے تھیں یا مجموع غنائم سے بعض علماء نے قول اول اختیار کیا ہے بعض نے دوسرا بہر حال کل اصحاب قریب بارہ ہزار کے تھے جماعت مولفۃ القلوب کے سوا تمام کو چار چار شتر ملے سواروں کا حصہ اس سے زیادہ تھا حالانکہ زیادہ سے زیادہ روایت اونٹوں کی چوبیس[۲۴] ہزار تک کی ہے یہ بھی معجزات حضرت ختمی مآب سے ہے کہ منتہی چوبیس[۲۴] ہزار اونٹ بارہ ہزار پر تقسیم ہوں اور چار چار سے کم کسیکو نہ ملے اور بعض سو سو تک بھی پا جائیں لکھا ہے کہ عباس بن مرداس شاعر کہ رؤسا قریش سے تھا اسکو چار شتر ملے تو بہت غصہ ہوا اور چند اشعار اسمیں لکھے کہ دو شعر انکے یہ ہیں ٭

اتجعل نہبی ونہب العبید ٭ بین عیینۃ والاقرع ٭ فما کان حصن ولا حابس ٭ یفوقان مرداس فی المجمع یعنی میری اور عبید

---

[۱] سہم اللہ و سیف اللہ دراصل امیر المومنین کے لقب ہیں ناصبوں نے جہاں غصب خلافت کیا اسماء و القاب سے بھی دریغ نہیں فرمایا اسی پر کیا صدیق و فاروق کس کے لقب ہیں ۱۲ منہ

[۲] جعرانہ بکسر جیم و سکون عین مہملہ ۱۲ منہ

اعتراض بعض انصار بر تقسیم رسول خدا

کے درمیان قسمت کرتے ہو. حالانکہ حصن عیینہ کا باپ اور حابس اقرع کا باپ میرے باپ مرداس سے فائق نہ تھے. حضرت نے یہ اشعار سنے تو غضبناک ہوکر امیر المومنینؑ سے فرمایا اُقْطَعْ لِسَانَهٗ کہ اسکی زبان کاٹ لو حضرت اس کا ہاتھ پکڑکر باہر لائے عباس کہتا ہے کہ سخت تشویش واضطراب مجھکو لاحق ہوا میں نے کہا یا علی واقعی تم میری زبان کاٹو گے فرمایا جو کچھ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔ اس کی تعمیل کروں گا تھوڑی دور جاکر پھر میں نے کہا یا علی ضرور ہی میری زبان قطع کروگے. حضرت نے پھر وہی جواب دیا تا اینکہ مجھکو ایک احاطہ میں جہاں شتر بکثرت تھے لیگئے اور فرمایا چار سے لیکر سو شتر تک جتنے چاہے اپنے لئے اختیار کرلے میں نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں تم پر کس قدر تم کریم حلیم اور صاحب علم و حلم وکرم ہو کہ بجائے سزا کے سو اونٹ بخشے اور علم یہ کہ کسطرح امیر المومنینؑ رسولؐ خدا کی مراد کو پاگئے حالانکہ اس شاعر کو اس کا شعور نہ ہوا۔ امیر المومنین نے کہا اے عباس رسول اللہ نے تجھکو چار شتر دیئے تاکہ مولفۃ القلوب سے ممتاز اور مہاجر وانصار میں شامل ہو مگر حرص تجھ پر غالب ہے عباس نے کہا یا ابا الحسن میں تم سے صلاح پوچھتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیئے آپ نے فرمایا کہ قسمت خدا ورسول پر راضی ہو پس عباس نے بطوع رغبت چار اونٹ لئے اور زیادہ کی خواہش نہ کی نیز اس تقسیم پر بعض انصار بھی برہم ہوئے کہ اس کے کیا معنی کہ لڑنے بھڑنے کے وقت تو ہم جب تقسیم اموال کا وقت آیا تو قریش کا گھر بھر اگیا بعض نے کہا آج اپنے رشتہ داروں اور عموزاد بھائیوں کو دیکھکر ہم کو بھول گئے. غرض حضرتؐ نے انکو مکدر پایا تو امر کیا کہ سب ایک خیمہ میں جمع ہوں اور سوائے انصار کے کوئی وہاں نہ جائے پس امیر المومنین کا ہاتھ پکڑکر اس خیمہ میں داخل ہوئے اور ان کے درمیان بیٹھکر فرمایا اے معشر انصار یہ کیا باتیں ہیں کہ تمہارے درمیان سنی جاتی ہیں آیا تم نے ایسا اور ایسا کہا ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ مشائخ و بزرگان انصار کے مونہہ سے کوئی کلمہ خلاف نہیں نکلا ہاں جوان نوعمروں نے ایسا کہا ہے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے درمیان آیا تو تم نارہائے آتش کے کنارے تھے حق تعالیٰ نے میری بدولت تم کو دوزخ سے نجات دی انہوں نے کہا بلی ولله ولرسوله المنّ والطّولُ یعنی ہاں درست ہے اور خدا ورسول کے لئے ہے فضل واحسان پھر فرمایا اور تم بایکدیگر دشمنی اور پھوٹ رکھتے تھے میری وجہ سے الفت ومحبت پیدا ہوئی نیز قلیل وذلیل تھے کثرت وآبرو حاصل کی۔ اسیطرح آپ اپنے احسانات شمار فرماتے اور انصار حضرت کی تصدیق کرتے جاتے تھے تا اینکہ فرمایا کہ جواب دو مجھکو کس لئے جواب نہیں دیتے انصار نے کہا ہمارے ماں باپ تم پر فدا ہوں کیا جواب دیں آپ کے احسان ہم پر اور تمام عالم پر بکثرت ہیں فرمایا نہیں تم کہہ سکتے ہو کہ تو ہمارے پاس آیا حالانکہ تیری قوم نے تجھکو جھٹلایا تھا ہم نے تصدیق کی انہوں نے گھر سے نکالا تھا ہم نے پناہ دی۔ کوئی ناصر ومددگار نہ رکھتا تھا ہم نے نصرت ویاری کی خائف وترساں تھا ہم نے امینی بخشی اسوقت صدائے گریہ انصار سے بلند ہوئی۔ اور بزرگان وشرفار قبیلہ اپنی اپنی جگہ سے اُٹھکر پائے مبارک پر گر پڑے اور دست وپائے اقدس کو چومتے تھے اور کہتے تھے یا رسول اللہ ہمارے اپنے مال حاضر ہیں آپ چاہیں تو ان کو بھی ان لوگوں پر تقسیم فرمادیں آپ نے فرمایا اے گروہ انصار تم اتنی سی بات پر خفا ہوگئے کہ میں نے کچھ مال دنیا تازہ مسلمانوں کو دیا تاکہ ان کے دلونکو اسلام کیطرف مائل کروں اور تم کو تمہارے اعتقاد واثق وایمان کامل پر چھوڑدیا

آیا تم راضی نہیں کہ اور لوگ شتر و گوسفند لیکر گھر کو جائیں اور تم اپنے حصہ میں رسولؐ اللہ کو لیجاؤ سب نے کہا ہم راضی ہیں ہم راضی
ہیں اور جس کی زبان سے کوئی کلمہ نکلا وہ براہ عداوت و رنج نہ تھا بلکہ اس گمان سے کہ شاید آپ انسے ناراض ہیں یا وہ آپ کے
نزدیک قصور وار ہیں حضرت ان کے لئے دعا مغفرت کریں آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اغفر للانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء
الانصار حق تعالیٰ تو انصار اور ان کے بیٹے پوتوں تک کے گناہ معاف کر۔ پھر فرمایا الانصار کرشی وعیبتی کہ انصار میرے
مخصوصان وصندوق رازدان ہیں اگر تمام آدمی ایک راستہ کو جائیں اور انصار دوسرے کو تو میں انصار کے ساتھ جاؤں گا اَللّٰھُمَّ
اغفر للانصار نیز اس تقسیم میں ذوالخویصرہ تمیمی معروف بہ ذی الثدیہ ملعون نے حضرت رسول اللہ پر اعتراض کیا جیسا کہ مشہور ہے
مگر تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ یہ اعتراض اس مردود نے اس وقت کیا تھا جبکہ امیرالمومنین نے یمن سے مال بھیجا تھا
اور رسول خدا اسکو تقسیم فرما رہے تھے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ دو مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے یہاں کا قصہ اس جگہ لکھا جاتا ہے دوسرا
اپنے موقعہ پر آگے آئیگا۔ شیخ طبرسی علیہ الرحمہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا غنائم حنین بانٹ رہے
تھے تو ایک مرد قبیلہ بنی تمیم کا جسکو ذوالخویصرہ کہتے تھے حضرت کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسول اللہ تقسیم اموال میں عدل و انصاف
کیجئے حضرت نے غضبناک ہوکر فرمایا ویلک اذا لم یکن العدل عندی فعند من یکون وائے ہو تجھ پر میں ہی عدل
نہ کرونگا تو پھر اور کون عدل کرے گا کیا تیری نگاہ میں اور کوئی ہے۔ عمر خطاب حاضر تھے بولے یا حضرت مجھکو حکم دیجئے کہ اسکو قتل
کروں فرمایا جانے دو کہ اس کے کچھ اصحاب ہوں گے کہ تمہارے نماز روزے انکے نماز روزوں کے سامنے کم اور حقیر ہوں گے وہ قرآن
پڑھیں گے الا قرآن انکی حلقوم سے نہ گزریگا یعنی مطلب و معانی سے سروکار نہ ہوگا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جسطرح کہ تیر کمان سے
انکی علامت ایک مرد سیاہ ہوگا جس کے ایک بازو پر گوشت کا ٹکڑا مثل پستان عورت کے لٹکتا ہوگا پس وہ بہترین گروہ پر خروج کرینگے
ابوسعید کہتے ہیں کہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ کلام رسول انام کی زبان مبارک سے سنا اور نیز گواہی دیتا ہوں کہ جنگ خوارج
میں امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ تھا جبکہ بموجب حکم اس جناب کے کشتگان میں اس مرد کی تلاش کی اور انہیں
علامات سے کہ رسول اللہ نے بیان کی تھیں اس کو پایا مؤلف کہتا ہے کہ قصہ ذوالثدیہ ملعون کے قتل ہونے کا اس کتاب
میں اپنے موقعہ پر مفصل مذکور ہے۔ نیز شیخ طبرسیؒ نے روایت کی ہے کہ غنائم حنین تقسیم ہوچکے تو حضرت سوار ہوئے لوگ آپ
کے پیچھے دوڑتے تھے کہ یا رسول اللہ ہمکو بھی کچھ دیجئے تا اینکہ ایک مقام پر آپ کو گھیر لیا اور ردا دوش مبارک سے کھینچ
لی آپ نے فرمایا لوگو میری ردا مجھکو دو قسم بخدا کہ اگر میرے پاس بعدد گیاہ زمین بھی شتر گاؤ و گوسفند ہوں تو سب کو تم پر بانٹ
دوں اور اصلا بخل نکروں وہراس فلاکت دلمیں نہ لاؤں پس حضرت نے چند بال کوہان شتر سے اکھاڑ کر دکھائے کہ بخدا سوگند کہ میں نے
تمہاری غنیمت سے اس قدر بھی نہیں لیا الا خمس اور وہ بھی تمکو دیدیا۔ القصہ بارہویں ذیقعد کو حضرت نے جعرانہ سے احرام عمرہ باندھا
اور مکہ میں تشریف لاکر اس کے مناسک ادا کئے پھر عتاب اسید کو حکومت مکہ دیکر اور معاذ بن جبل کو تعلیم مسائل کیلئے

اعتراض ذوالخویصرہ تمیمی

اس کا مددگار مقرر کرکے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ یہ ہیں مشہور غزوات و مجاہدات امیرالمومنینؑ کے حضرت سید المرسلین کی خدمت میں کہ سنی و شیعہ کی معتبر کتابوں سے بہت اختصار کے ساتھ یہاں پر نقل ہوئے چونکہ مقصود اصلی اس کتاب سے امیرالمومنین کے حالات کا ضبط کرنا ہے اس لئے تاریخ اسلام سے بہت سی باتیں عمداً قلم انداز کی گئیں بلکہ کمتر کوئی بات لکھی ہے جسکو کسی نہ کسی طرح کا علاقہ آنحضرت سے نہو۔ طالب حق منصف مزاج اسکو دیکھکر جان سکتا ہے کہ اصحاب جناب رسالت مآب سے کیونکر کوئی آنحضرت کا ہمسر ہو سکتا ہے چہ جائے کہ کسیکی برتری کا سودائے خام پکایا جائے اور جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تمام کدو کاوش وسعی و کوشش آنجنابؑ نے اعلائے کلمۃ اللہ محض رضائے خدا و رسولؐ خدا کے لئے کی ہیں اغراض نفسانی اور بشری خواہشوں کو انہیں مطلقاً دخل نہیں تو ان کارناموں کی قیمت ایک سے ہزار تک بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ اگر اوروں سے شمہ بھی اس جرأت و جلادت کا کہیں ظاہر ہوا ہے تو بہت سی ذاتی قومی ملکی غرضیں اس میں شامل پائی گئی ہیں۔ مثلاً خالد ولید کے کشت و خون بیشتر اسی قسم کے نکلے ہیں۔ ابن اثیر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مہم بنی جذیمہ کے بعد ایک روز عبدالرحمٰن بن عوف و خالد ولید میں تکرار ہوئی عبدالرحمٰن نے کہا تو نے براہ حمیت جاہلیت ناحق مسلمانوں کا خون کیا خالد نے کہا تو یہ کہتا ہے حالانکہ میں نے جو کچھ کیا تیری خاطر سے کیا تیرے باپ عوف کا بدلا لیا عبدالرحمٰن نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے میں اپنے باپ کا عوض آپ لیچکا تھا تو نے اپنے چچا فاکہ بن المغیرہ کی عوض انکو قتل کیا ہے پس ان حضرات کے جہاد راہ خدا کی یہ کیفیت تھی اسی طرح اس خالد نے خلیفہ اول کے زمانے میں جو مسلمانوں کو بہتہمت ارتداد قتل کیا اس کا زیادہ تر تعلق ایک عورت صاحب جمال کے عشق سے تھا نہ کہ درد دین سے جسمیں وہ ایسا از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ اس عورت کے شوہر کو قتل کرکے اسی رات اسکے ساتھ ہمبستر ہوا اور ظاہری رعایت بھی شرع مقدس کی عدہ وغیرہ کے بارے میں نہ کی پہلا قصہ اس کتاب میں گذر گیا دوسرا آگے خلافت خلیفہ اول کے بیان میں بیان کیا جائیگا۔ پس ان نجس و ناپاک حرکات کو حملات جناب مرتضوی سے کیا نسبت ہو سکتی ہے وہ نفسانی خواہشوں اور شہوانی آلودگیوں سے بالکل پاک وصاف خالص خدا و رسول کے لئے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ معرکۂ جنگ میں آپ ایک کافر پر حملہ آور ہوئے اور تلوار کھینچ کر چاہتے تھے کہ اسے قتل کریں کہ اس نے حضرت کے مونہہ پر تھوک دیا آپ نے بمجرد اس کے تلوار ہاتھ سے ڈال دی اور اسکو رہا کیا تاکہ مبادا شائبہ غرض شامل ہوکر اخلاص عمل میں فرق آئے چنانچہ مولوی روم نے اس قصہ کو اپنی مثنوی میں نظم کیا ہے ؎ از علی آموز اخلاص عمل ٭ شیر حق را داں منزہ از دغل ٭ در غزا بر پہلوانے دست یافت ٭ زود شمشیرے برآورد و شتافت ٭ تا جدا گرداندش سر از بدن ٭ او زغصہ زد برو آب دہن ٭ چوں خو انداخت برروئے علی ٭ افتخار ہر نبی و ہر ولی ٭ ذوالفقار انداخت از دست و نشست ٭ ترک قتلش کرد و شد از ذوق مست ٭ گشت حیراں آں مبارز زیں عمل ٭ از نمودن عفو و رحمت بے محل ٭ گفت برمن تیغ تیز افراشتی ٭ ازچہ افگندی چرا انگذاشتی ٭ گفت من تیغ از پئے حق میزنم ٭ بندۂ حقم نہ مامور تنم ٭ شیر حقم نیستم شیر ہوا ٭ فعل من بر دین من باشد گوا ٭ رجوع بسوانح

دیگر آں برگزیدہ عباد غیر از جنگ و جہاد مشہور غزوات امیرالمومنین لکھنے کے بعد ہم دوبارہ اس جناب کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں اور جو ضروری باتیں درمیان میں لکھنے سے رہ گئی ہیں انکو یہاں پر درج کرتے ہیں پس واضح رہے کہ پیشتر معلوم ہوا کہ زفاف شیر خدا کا سیدۃ النسا کے ساتھ موافق مشہور بشروع ماہ ذی الحجہ سنہ۲ ہجری میں واقع ہوا۔ اس مواصلت سراپا یمن وبرکت کو ابھی پورے نو مہینے نہ گزرنے پائے تھے کہ نہال آرزو بارور ہوا اور نخل تمنا میں پھل لگا یعنی پندرہ رمضان سنہ۳ ہجری کو سرو بوستان امامت وغنچہ چمن رسالت سبط اکبر پیمبر شکم اطہر جناب سیدہ سے متولد ہوئے رسول خدا نے اس مولود مسعود کا نام ہارون پیغمبر کے بیٹے کے نام پر حسن رکھا یعنی کہ انکا نام شبر بزبان عبرانی تھا آپنے اسکا ترجمہ عربی حسنؑ مقرر کیا یعنی تشبیہہ انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کی تکمیل فرمائی اور ساتویں روز اس تولد کے اس جناب کا عقیقہ کیا زیادہ حالات اس ولادت کثیر السعادت کے آنحضرت کی تاریخ میں دیکھنے چاہئیں اسکے دوسرے سال یعنی ۳ رمضان سنہ۴ ہجری کو شاہ گلگوں قبا خامس آل عبا سبط اصغر حضرت سید الشہدا وجود میں آئے انکا نام شبیر پسر دوم ہارون کے نام کا ترجمہ حسین حسب وحی خدا رکھا گیا مدارج النبوۃ میں ہے کہ جناب سیدہ امام حسن کے پیدا ہونے کے پچاس روز بعد امام حسینؑ سے حاملہ ہوئیں حالانکہ انکو اور عورتوں کیطرح حیض ونفاس نہ آتا تھا چنانچہ اسی لئے آپکا نام حور جنت رکھا گیا مروی ہے کہ امام حسین کل چھ مہینے شکم مادر گرامی میں رہے یہ آپ کے خصائص سے ہے ابتدائے عالم سے آجتک کوئی بچہ سوائے آنحضرت کے اور یحییٰ بن زکریا کے اتنی تھوڑی مدت حمل میں رہ کر زندہ نہیں رہا معارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے ایک روز نماز صبح سے فارغ ہوکر امیرالمومنینؑ کو مژدہ غیبی سے افتخار بخشا پس انکا ہاتھ پکڑے ہوئے حجرۂ جناب سیدہ کی طرف آئے اور آپکو در حجرہ پر بٹھلاکر فرمایا کہ کسیکو اندر نہ آنے دیں مراد یہ کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں اور ملائکہ کرام آپ کے پاس اس خوشی کی مبارکباد کو آئے ہیں کوئی اور اندر نہ آنے پائے یہ کہکر خود حجرۂ مقدسہ میں داخل ہوئے اور امیرالمومنینؑ نے در حجرہ پر قیام کیا تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر وہاں تشریف لائے اور حضرت امیر سے حال رسول خدا کا پوچھنے لگے آپنے فرمایا فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے فرشتے آپکی زیارت کرنے اور مبارکباد دینے کیلئے آرہے ہیں اس لئے فرصت نہیں چنانچہ اسوقت تک چار لاکھ چوبیس ہزار فرشتے آچکے ہیں اور بھی آئیں گے۔ ابوبکر یہ تعداد سنکر حیران رہ گئے اتنے میں عمر خطاب و عثمان بن عفان ودیگر صحابہ کرام بھی وہاں آگئے اور منتظر تھے کہ کب رسول اللہ اس شغل سے فارغ ہوں پس ازساعتے آپ باہر تشریف لائے اور دوستوں کو اپنے ساتھ اندر لیگئے اسوقت ابوبکر نے قول امیرالمومنین کا آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا فرمایا یا علی تم کو تعداد فرشتگان پر کسطرح اطلاع ہوئی عرض کی میں فرشتوں کے آنے سے مطلع ہوتا تھا جو گروہ انکا یہاں سے گزرتا تھا اپنی تعداد ایک خاص زبان میں تقریر کرتا تھا میں نے اسکو سمجھا اور یاد رکھا اور باہم جوڑلیا تا اینکہ اس کا مجموعہ اس قدر ہوا آپ نے فرمایا زادلک اللہ علماً وعقلاً یا علی اے علی حقتعالی تمہارے علم وعقل کو زیادہ کرے نیز سنہ۴ ہجری میں جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیرالمومنین نے دنیا سے رحلت کی اس موقعہ پر حضرت رسول خدا کا اپنے لباس خاص سے انکو کفن دنیا اور چالیس تکبیروں کے ساتھ ان پر نماز پڑھنا اور قبل دفن ان کی قبر میں لیٹنا۔ اور عقائد حقہ کا انکو تلقین فرمانا مع دیگر مناقب ومراتب اس جناب کے پیشتر نقل ہوچکا اب حاجت اعادہ نہیں

ولادت امام حسینؑ ۳ شعبان سنہ۴ ہجری

وفات جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیرالمومنینؑ

یہاں پر مزید حالات کتب معتبرہ اہل سنت سے نقل ہوئے ہیں کتاب نور الابصار فی مناقب اہل بیت النبی المختار تصنیف شیخ مومن شبلنجی مصری مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ نے اسامہ بن زید و ابو ایوب انصاری و عمر خطاب اور ایک غلام سیاہ ان چار شخصوں کو حکم دیا کہ اس معظمہ کی قبر کھودیں انہوں نے جنت البقیع میں قبر کھودنی شروع کی جب لحد تک پہنچے تو حضرت رسول خدا نے خود اسکو کھودوا اور مٹی بنفس نفیس اس کی نکالتے تھے۔ قبر کھد کر تیار ہو گئی تو حضرت اس قبر میں لیٹے اور دعا کی پروردگارا میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخشدے اور حجت اسکو تلقین فرما اور قبر کو وسیع کر اسکے لئے بحق اپنے نبی محمدؐ اور دیگر انبیا ء سابقین کے بتحقیق کہ تو ارحم الراحمین ہے مدارج میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ فشار قبر سے سوائے فاطمہ بنت اسد کے کوئی بے خوف نہیں ہو سکتا اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کے فرزند قاسم کو بھی یہ عذاب ہوگا فرمایا بلکہ ابراہیم کو بھی جس نے اس سے بھی چھوٹے سن میں انتقال کیا۔ ظاہرا قبر منور اس جناب کی جنت البقیع میں متصل بائمہ اربعہ علیہم السّلام ہے جہاں پردہ پڑا رہتا ہے اور لوگ غلطی سے اسے قبر فاطمہ زہرا صلوات اللہ سمجھکر اس معصومہ کی زیارت بجالاتے ہیں چنانچہ مولوی محمد علی بن محمد باقر اصفہانی رسالہ فارسیہ انتخاب لزادیں بضمن تحقیق مرقد مطہر جناب سیدہ ایک عبارت لکھتے ہیں کہ خلاصہ ترجمہ اسکا یہ ہے۔ کہ ایک جماعت قائل ہے کہ جنت البقیع میں ہے برایں تقدیر ظاہر ہے کہ بیت الاحزان میں ہوگی جیسا بعض محققین اہل سنت نے تصریح کی ہے اور قول سنیوں کا موضوعات احکام میں بالاتفاق مقبول ہے مگر جبکہ معارض اقوی رکھتا ہو اور ظاہرا قبہ ائمہ بقیع میں جہاں کہ پردہ پڑا رہتا ہے اور عوام اسکو قبر فاطمہ کہتے ہیں وہ قبر فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین علیہ السلام کی ہے جیسا کہ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور جو قبہ اس زمانے میں مادر امیر المومنینؑ سے منسوب ہے ظاہرا بے اصل ہے کہ برعایت قبر عثمان بنایا گیا ہے۔ چنانچہ بعض کتب اہل سنت میں الفاظ مشعر اس کے پائے جاتے ہیں حقیر مترجم کہتا ہے کہ میں نے بھی اس قبہ منسوبہ بفاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو ۱۲۹۸ھ ہجری میں جب کہ زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوا دیکھا کہ منتہائے بقیع پر قبر عثمان سے بھی دور جانب شمال واقع ہے۔ اسکو دیکھکر ایک صاحب عقل جان سکتا ہے کہ یہ چالاکی صرف حضرت قتیل دار کی پردہ پوشی اور ان کی قبر کو زبردستی مسلمانوں کی قبروں میں شامل کرنے کی غرض سے کیگئی ہے۔ کیونکہ جب مسلمانوں نے اتفاق کر کے حضرت باحیا کو قتل کیا تو مقابر مسلمین میں ان کے دفن سے بھی مانع آئے اس سبب سے مجبوراً انکو قبرستان یہود بیرون بقیع میں دفن کرنا پڑا معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں دیوار بقیع کو توڑ کر اسکو داخل بقیع کیا اور مسلمانوں کو مجبور کیا کہ اپنے اپنے مُردے اس کے گرد و پیش دفن کریں چنانچہ اس کا تذکرہ آگے قتل عثمان کے ذکر میں آئے گا پس اسیوقت بڑی ہوشیاری کے ساتھ حضرت فاطمہ بنت اسد کی فرضی قبر بھی عثمان کی قبر سے کچھ آگے بڑھ کر بنادی گئی ہے نہیں تو باوجود اس محبت و فرط رافت کے جو حضرت رسالت پناہ اس معظمہ کی نسبت رکھتے تھے کون ضرورت تھی کہ شروع ہجرت و صدر اسلام میں ان کے جنازہ کو اتنی دور لیجاتے اور قبرستان مسلمین قریب تر کو چھوڑ کر یہودیوں کے مقبرے کے بھی پرلے سرے پر جاکر ان کو دفن کرتے یہی وجہ ہے کہ محققین اہل سنت نے بھی اس معاویہ شاہی چالاکی کو قبول نہیں کیا۔ چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی جذب القلوب میں سید سمہودی سے نقل کرتے ہیں " پس انچہ الآن

ص ۹۹ [illegible] ابی طالب ۱۲

اعتقاد مردم است و رقبہ مشہور بقبۂ فاطمہ بنت اسد کہ شمالی قبۂ امیرالمومنین عثمان ست صحیح نباشد اگرچہ بعض مورخین نیز موافق آں ذکر کردہ اند" پھر وجہ اس صحیح ہونے کی انہی سید مذکور سے اس طرح نقل کی ہے "میگوید چگونہ روا باشد کہ سرور انبیا با وجود آں ہمہ محبت و عنایت کہ دربارہ وے داشتہ او را در موضع بعید از بقیع دفن کند یا اینکہ در وقت وفات عثمان بن مظعون فرمود ادفن الیہ من مات من اھلی (ترجمہ جو کوئی میری اہل سے مرے گا میں اسکو ابن مظعون کے پاس دفن کرونگا) وچوں مشہد عثمان رضی اللہ عنہ بحقیقت داخل بقیع نیست و ایں قبہ منسوب بفاطمہ بنت اسد خود دور ترست از وے پس دفن وے رضی اللہ عنہا در آں نہایت بعید است انتہی ۔

رجوع مہر منیر برائے امیر کبیر علیہ الصلوات من اللہ القدیر حدیث میں وارد ہے کہ جو جو باتیں پہلی اُمتوں میں واقع ہوئیں وہ سب اس امت میں بھی واقع ہونگی طَابَقَ النَّعْلُ بِالنَّعْلِ یعنے مثل برابر ہونے ایک جوتی کے دوسری کے ساتھ ۔ پس ردشمس کہ علامت بزرگ و رفیع الشان خرق عادت ہے برگزیدگان سابق کیلئے مثل یوشع بن نون وغیرہ کے ظاہر ہو چکا ہے لہذا اس اُمت میں بھی اسکا واقع ہونا ضروریات سے تھا چونکہ سوائے امیرالمومنین نفس رسول رب العالمین کے دوسرا محل مناسب اس موہبت عظمی و آیۃ الکبری کا نہ تھا یہ دولت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی اور وہی حضرت اس فضیلت کے ساتھ مخصوص ہوئے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ

واضح رہے کہ رجوع آفتاب امیرالمومنین کے لئے دو مرتبہ ہوا ایک دفعہ جناب رسالتمآب کے حین حیات میں دوسرے آپکی وفات کے بعد عہد خلافت ظاہری امیرالمومنین میں ۔ عہد خلافت کا واقعہ حالات خلافت اس جناب میں مذکور ہے یہاں پیغمبر خدا کے زمانے کا واقعہ بیان ہوتا ہے خاصہ و عامہ نے ام سلمہؓ و اسماء بنت عمیس و ابو سعید خذری و جابر بن عبداللہ انصاری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ جنگ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القری کیطرف متوجہ تھے تو ایک روز منزل صہبا میں سر مبارک اس جناب کا امیرالمومنین کی گود میں تھا کہ بیک ناگاہ اثر نزول وحی آپ پر ظاہر ہوا اور زمان وحی نے طول کھینچا حتے کہ آفتاب غروب ہو گیا جب وحی منجلی ہوئی تو آپ نے پوچھا یا علی تم نے نماز عصر پڑہ لی تھی عرض کی نہیں یا رسول اللہ ۔ شواہد النبوہ وغیرہ میں ہے کہ جب وقت تنگ ہونے لگا تو آنحضرت نے نماز عصر باشارہ ادا کی اور بعد اتمام وحی آنحضرت کو اسکی خبر دی بہرحال جب رسول خدا کو معلوم ہوا کہ امیرالمومنین ؑ کی نماز فوت ہو گئی یا نماز کامل بارکوع و سجود نہیں ہو سکی تو دست دعا بجانب آسمان بلند کئے اور عرض کی پروردگارا اگر علی تیری اور تیرے نبی ؐ کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو اس کے لئے واپس لاتا کہ نماز عصر کو فضیلت کے وقت میں بجالائے ۔ بروایت شواہد حضرت نے خود دعا نہیں فرمائی امیرالمومنین سے کہا با اخی دعا کرو کہ حق تعالی تمہاری دعا کی برکت سے آفتاب کو پھیر لائے تاکہ نماز کو بوقت فضیلت ادا کرو پس امیرالمومنین اُٹھے اور دعا کی پس آفتاب غروب شدہ جانب مغرب سے بلند ہوا تا اینکہ اس مقام پر آگیا جہاں کہ نماز عصر کے وقت ہوتا ہے اور آپ نے نماز عصر بہ نیت ادا پڑہی ۔ پھر جلد غروب ہو گیا ۔ اسما کہتی ہیں کہ بوقت غروب اسمیں سے ایک آواز سنائی دی ۔ جیسے کہ آرہ سے بوقت گزرنے لکڑی کے سنائی دیتی ہے ۔ احمد بن صالح کہ اکابر اہل سنت سے ہے کہتا ہے کہ ارباب علم کو شایاں نہیں کہ اس حدیث کی حفظ میں تغافل کریں کیونکہ یہ علامات نبوت سے ہے ۔ **شیخ** ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں کہتا ہے کہ حدیث ردشمس کو طحاوی حنفی نے اپنی کتاب شرح آثار میں اور قاضی

شواہد النبوہ میں حدیث ردشمس کو دو طریق سے دو مقام پر نقل کیا ہے ایک رکن چہارم میں در بیان شواہد و دلائل کے کہ رسولخدا کے عہد میں واقع ہوئیں دوم رکن ششم میں بضمن بیان خرق عادات امیرالمومنین ۱۲ منہ

عیاض مالکی نے شفا میں تصحیح کیا ہے یعنی اس کے راوی ان کے نزدیک سب ثقہ ہیں اور شیخ الاسلام ابوزرعہ رازی اور ایک اور جماعت نے اس کی تحسین کی ہے اور ان لوگوں کی ردکی ہے جو اسکو موضوع کہتے ہیں اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ شیخ سعید گازرونی شافعی نے بھی اپنی کتاب منتقی میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کوئی اعتراض اس پر نہیں کیا الّا ذہبی میزان الاعتدال میں اس کو ضعیف کہتا ہے اس لئے کہ بعض محدثوں نے عمار بن مطر راوی کو کہ اس کے راویوں سے ایک شخص ہے ضعیف جانا ہے اور نیز اس لئے کہ ابو ہریرہ نے رسول خدا سے روایت کی ہے لَمْ تردا الشمس الا لیوشع بن نون یعنی آفتاب کبھی رد نہیں ہوا الا یوشع علیہ السّلام کے لئے مصنف روضۃ الاحباب کہتا ہے کہ اس عمار بن مطر کو بعض اہلحدیث نے ثقہ کہا ہے اور بعضوں نے بوصف حفظ یاد کیا ہے چنانچہ یہ بات کلام ذہبی سے بھی معلوم ہوتی ہے پس عمار کی حدیث مطلقاً رد نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ حدیث ردشمس کو ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے رہی حدیث ابوہریرہ سو محتمل ہے کہ مراد آنحضرت کی یہ ہو کہ انبیاء سابقین سے کسی کے لئے سوائے یوشع کے رجعت آفتاب نہیں ہوئی یا یہ حدیث آنحضرت سے قبل وقوع ردشمس برائے امیر المومنینؑ صادر ہوئی ہو۔ **مؤلف** اوراق کہتا ہے کہ بعض کتب اہل سُنّت سے معلوم ہوتا ہے کہ رجعت آفتاب سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لئے بھی ہوئی ہے۔ پس حدیث ابوہریرہ سرے سے وضعی و باطل ہوگی مخفی نہ رہے کہ جو مہارت حدیث بنانے میں ابوہریرہ کو تھی سُنّی بھی اس سے ناواقف نہیں ہیں رسول اللہ پر اسکی افتراپردازی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ خود خلیفہ ثانی کو بھی تنگ آکر یہ کہنا پڑا لتترکنّ الحدیث عن رسول اللہ والا لالحقنک بارض دوس یعنی کنز الاعمال وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں ہے کہ حضرت عمر کو کثرت روایت ابوہریرہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے اسکو کہا تو حدیث رسولؐ خدا کو ترک کر ورنہ تجھکو تیرے مسکن زمین دوس کیطرف نکلوا دونگا۔ مگر ذہبی کو عداوت امیر المومنینؑ نے ایسا مضطر و مجبور کیا کہ اُسنے ایسے جھوٹے کذاب کی حدیث کو تو بے چون وچرا سر پر رکھا اور اصلاً اس کی تاویل کی طرف بھی مثل صاحب روضۃ الاحباب کے متوجہ نہوا اور ابن مطر کی جسے محدثوں نے ثقہ کہا اور بصفت حفظ یاد کیا ہے اور خود ذہبی کے کلام سے بھی بقول صاحب روضہ یہ اوصاف اسمیں پائے جاتے ہیں حرج فرمائی اور اس بنا رفاسد پر حدیث ردشمس کو ضعیف کہدیا۔ الغرض پھر شیخ ابن حجر کہتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ جب آفتاب غروب ہوگیا تو اس کے ساتھ ہی وقت نماز جاتا رہا اس کے دوبارہ لوٹ کر آنیسے کیا فائدہ بے فائدہ ہے۔ کس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ جیسا رجعت آفتاب آپ کی خصوصیات وکرامات سے ہے ویسا ہی نماز کا اسوقت بہ نیت ادا پڑھنا دوسری خصوصیت وکرامت ہوگی۔ سوائے اس کے اگر آفتاب دوبارہ آسمان پر لوٹ آئے تو وقت نماز بھی اس کے ساتھ لوٹ آئیگا یا نہیں یہ مسئلہ خود محل نظر ہے۔ ہم نے اس کا بیان اور اسمیں قول راجح بحجت وبرہان اپنی کتاب شرح عباب شروع کتاب الصلوٰۃ میں لکھدیا ہے بعد ازاں یہ فاضل حجری حکایت مشہور واعظ مداح اہل بیت کی جس کے لئے بھی آفتاب چھپکر نکل آیا تھا سبط بن الجوزی سے نقل کرتا ہوا کہتا ہے کہ ابوالمنصور مظفر بن اردشیر ایک روز بعد عصر منبر پر مدح وثنائے اہلبیت اظہار میں مشغول تھا اور حدیث ردشمس درمیان تھی کہ ناگاہ آفتاب پر ابر آگیا بحدیکہ اہل مجلس نے جانا کہ دن چھپکر رات ہوگئی ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اہل سنت نے اس حکایت کو اسطرح

روایت کیا ہے جیسا کہ ابن حجر کہتا ہے چنانچہ سید علیخاں مدنی نے بھی ربیع الابرار میں مثل صواعق محرقہ کے یہی لکھا ہے لیکن علامہ علی علیہ الرحمہ نے کشف الیقین میں نقل کیا ہے کہ ایک واعظ زاہد ذکر فضائل جناب امیر علیہ السلام کرتا تھا کہ آفتاب قریب بغروب پہنچا اور افق میں تیرگی چھاگئی پھر کیف واعظ مذکور منبر پر کھڑا ہوگیا اور آفتاب کی طرف خطاب کرکے یہ اشعار پڑھنے لگا ؎ لَاتَغْرُبِی یا شمسُ حتی تنقضی ٭ مدحی لصنو المصطفٰی ولنجلہ ٭ واثنی عنانک اذ عزمت ثناءہ ٭ انسیت یومک اذ رددت لاجلہ ٭ ان کان للمولی وقوفک فلیکن ٭ ھذا الوقوف لخیلہ ولرجلہ ٭ یعنی اے آفتاب مت غروب ہو جبتک کہ مدح ابن عم رسول و زوج بتول تمام ہوجائے چونکہ میں نے آنحضرتؑ کی مدح کا عزم کیا ہے تو اپنی باگ موڑلے کیا تو اسدن کو بھول گیا ہے جبکہ انکی خاطر پلٹ کر آیا تھا اگر تیرا توقف مولیٰ اور آقا کیلئے تھا تو اب انکے نوکروں چاکروں کیلئے بھی توقف چاہیے پس آفتاب اسوقت نکل آیا اور افق روشن ہوگئی تا اینکہ مدح جناب امیر تمام ہوئی علامہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں چونکہ مجلس سامعین سے پُر تھی لہذا خاص و عام نے اس قصہ کو نقل کیا تا اینکہ متواترات سے ہوگیا۔ لیکن سید علی مدنی نے لکھا ہے فطلعت الشمس من تحت الغیم عند انتھاء الابیات ولا یدری ما رمی علیہ من الاموال والثیاب یومئذٍ یعنی جونہی یہ اشعار تمام ہوئے آفتاب بادل کے نیچے سے نکل آیا اسوقت نہ معلوم کسقدر روپیہ پیسا اور پارچے اس واعظ پر ڈالے گئے۔

ذکر بارۂ از حال جود و سخائے امیر المومنینؑ علی مرتضیٰ و بیان نزول سورہ ہل اتیٰ در شان آں سرچشمہ نوال و عطا

کسی نے حضرت امیرؑ کے سامنے حال سخاوت حاتم طائی بیان کیا کہ ایک مکان چالیس دروازوں کا بنایا تھا ہر دروازے سے سائل کو دیتا تھا حتیٰ کہ اگر کوئی چالیسوں دروازہ سے بھی آکر مانگتا تو ہر دفعہ اسکو عطا کرتا حضرت نے فرمایا کس لئے پہلے ہی دروازہ پر اس قدر نہیں دیتا تھا کہ پھر حاجت مانگنے کی نہ رہتی۔ الحق آپ کی سخاوت ایسی ہی تھی۔ بھوکے نے روٹی کا ٹکڑا مانگا آپ نے قطار اونٹوں کی اس کو بخشدی عین موقعہ جنگ میں ایک مشرک نے تلوار کا سوال کیا رد نہ فرمایا شمشیر دیڈالی پس بشر کا کیا مقدور ہے کہ آپکی سخاوت کا بیان کما حقہ کرسکے لیکن یہاں حسب حیثیت اس رسالہ کے تھوڑا سا لازمۂ وقائع نگاری جانکر لکھا جاتا ہے۔ **حیات القلوب** میں ہے کہ جب جعفر طیار حبشہ سے لوٹ کر آئے تو رسول خدا خیبر میں تشریف رکھتے تھے جعفر بہت سے تحف و ہدایا از قسم پارچہ و خوشبو وغیرہ کے آپ کے واسطے اپنے ساتھ لائے تھے۔ جب یہ تحفے نظر انور سے گزرے تو آپ نے ایک قطیفہ بیش قیمت انمیں سے اٹھالیا اور فرمایا یہ اسکو دونگا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھے اور خدا و رسول اسے دوست رکھیں پس صحابہ نے گردنیں طمع کی بلند کیں آپ نے فرمایا علی کہاں ہیں عمارؓ دوڑے گئے اور امیر المومنین کو بلا کر لائے حضرت نے وہ قطیفہ انکو مرحمت کیا جناب امیر نے وہ قطیفہ لے لیا مدینہ میں آئے تو اسکو لیکر بقیع کی طرف کہ ان دنوں بازار مدینہ اُدھر لگتا تھا تشریف لیگئے اور اس قطیفہ کو کہ طلا باف تھا سنار کو دیا کہ سونا اسکا جدا کرے بقدر ایک ہزار دینار سونا اسمیں سے برآمد ہوا حضرت نے تمام فقرا مہاجرین و انصار پر قسمت کر دیا ایک حبہ تک اپنے لئے نہ رکھا اور خالی ہاتھ گھر واپس آئے اگلے روز حضرت رسول خدا مع عمارؓ یاسر و حذیفہ بن الیمان وغیرہ آپ سے ملے اور فرمایا یا علیؑ کل ایک ہزار دینار تمہارے ہاتھ آئے ہیں آج ہم مع ان صحابیوں کے دن کا کھانا تمہارے گھر کھائینگے

حکایت قطیفہ مطلا

حضرت کے یہاں اس روز قلیل و کثیر کچھ موجود نہ تھا کہ مہمانی کریں انکار کرتے بھی شرم آئی لاجرم عرض کی چلئے یا رسول اللہ اور جسکو چاہیے اپنے ساتھ لے چلئے پس رسول خدا مع رفقا داخل خانہ حضرت امیر ہوئے حذیفہ کہتے ہیں کہ میں اور عمار و سلمان وابوذر و مقداد کل پانچ شخص آپ کے ہمراہ تھے حضرت امیر سبقت کرکے حضرت فاطمہ کی طرف چلے تاکہ ان کے پاس کچھ ہو تو لیکر مہمانوں کو کھلائیں گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صحن خانہ میں ایک کاسۂ بزرگ پراز ثرید گرما گرم رکھا ہے جس کے اوپر بہت سا گوشت ہے اور بوئے مشک اس سے آرہی ہے پس وہ کاسہ اٹھا کر حضرت رسول خدا کے روبرو رکھدیا ہم سب نے کھایا حتےٰ کہ سیر ہوگئے مگر کھانا بدستور تھا کچھ اس سے کم نہ ہوا تھا حضرت رسول خدا اُٹھکر فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا اے فاطمہ یہ طعام تمہارے پاس کہاں سے آیا فاطمہؑ نے اس طرح پر کہ ہم نے بھی سنا فرمایا خدا کے پاس سے بہ تحقیق کہ وہ جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے پس حضرت اشکبار باہر تشریف لائے اور فرماتے تھے خدا کا شکر ہے کہ میں نے رحلت نہ کی تا اینکہ اپنی دختر میں وہ امر دیکھ لیا جو زکریا نے مریم بنت عمران میں دیکھا تھا جب زکریا محراب میں انکے پاس جاتے تو پوچھتے اے مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آیا وہ کہتی خدا کے پاس سے۔ انہ یرزق من یشاء بغیر حساب اور آیہ شریفہ ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ یعنی اختیار کرتے ہیں اپنے اوپر اوروں کو اگرچہ خود بھی محتاج ہیں یعنی گو آپ بھوکے ہوں مگر اپنا کھانا اوروں کو کھلادیتے ہیں امیرالمومنینؑ کی شان میں اتری چنانچہ کنز میں شیخ شرف الدین نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر بھوک سے شکایت کی حضرت نے ازواج کو کہلا بھیجا کہ ایک شخص بھوکا ہے اگر کسی کے پاس کچھہ ہو تو اسکو دیدے سب نے جواب دیا کہ ہمارے پاس سوائے پانی اور کچھہ نہیں ہے حضرت نے یہ جواب سُنکر فرمایا آج کی شب کون اسکا متکفل ہوتا ہے امیرالمومنینؑ علیہ السلام نے عرض کی میں اس کو مہمان کرونگا۔ پس حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور اس ماجرے سے ان کو آگاہ کیا جناب سیدہ نے فرمایا کہ میرے پاس بجز قوت اطفال اور کچھہ موجود نہیں مگر مہمان کو اپنے فرزندوں پر اختیار کرتی ہوں حضرت نے فرمایا بچوں کو بھوکا سلادو اور اس مرد کا پیٹ بھردو جناب سیدہ نے ایسا ہی کیا صبح کو جب جناب امیر حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئے تو حق تعالیٰ نے یہ آیہ نازل کی وَیُؤثِرُونَ عَلیٰ اَنفُسِھِمْ وَلَوْکَانَ بِھِمْ خَصَاصَہ یعنی باوجود اپنی محتاجگی کے اوروں کو اپنے اوپر اختیار کرتے ہیں اور بطریق شیعہ امام بحق ناطق جعفر بن محمد صادق علیہما السّلام سے نقل ہے کہ ایک روز کاشانہ ملائک آشیانہ جناب امیرؑ میں کچھہ کھانیکو نہ تھا حضرت رسالت پناہ نے ایک دینار دیا اور فرمایا اے علی جاؤ اور اپنے عیال کے لئے کچھ شے خریدو پس وہ جناب دینار لیکر رخصت ہوئے راہ میں مقداد بن اسود کندی لنسے ملے اور حاجتمندی انحضرت سے بیان کی آپ نے وہ دینار مقداد کو دیدیا اور خود مسجد میں آکر سو رہے رسولخدا نے آپ کا بہت انتظار کیا جب دیر ہوئی تو آپ بھی مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ علیؑ خواب استراحت میں ہیں ان کو بیدار کرکے پوچھا یا علی تم نے آج کیا کار خیر کیا عرض کی جب میں آپ سے مرخص ہوا تو مجھے مقداد راستے میں ملے اور اپنی احتیاج ظاہر کی مینے وہ دینار انکو دیدیا حضرت نے ارشاد کیا کہ مجھے جبرئیل نے اسکی خبردی

ہے اورآیہ وَیُؤْثِرُوْنَ الخ تمہاری شان میں لائے ہیں ارشاد القلوب ومناقب وغیرہ کتب شیعہ وسنی میں مسطور ہے کہ ایک بار حیدر کرار مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے ایک اعرابی کو دیکھا کہ دامن پردۂ کعبہ کا پکڑے ہوئے خداوند عالم سے چار ہزار درہم طلب کرتا ہے حضرت نے اس اعرابی سے پوچھا کہ تو اس قدر دراہم لیکر کیا کرے گا اسنے کہا تم کون ہو اور کیوں پوچھتے ہو آپ نے فرمایا کہ میں علی بن ابیطالب ہوں یہ سنکر اس نے کہا اَنْتَ وَاللّٰہِ حَاجَتِیْ قسم بخدا کہ تم ہی میری حاجت ہو یا حضرت مہر میری زوجہ کا میرے ذمہ ہے ایک ہزار درہم تو اسکو دونگا ایک ہزار مجھ پر قرض کے ہیں وہ ادا کرونگا ایک ہزار میں اپنے رہنے کا مکان بناؤنگا باقی ایک ہزار میں اپنی باقی زندگی بسر کروں گا حضرت نے یہ سنکر فرمایا اَنْصَفْتَ یَا اَعْرَابِیْ یعنی انصاف کیا تو نے اے اعرابی اور زیادہ طلبی نہیں کی جب تو مکہ سے مراجعت کرے تو مدینہ رسول میں آکر میرا گھر پوچھ لینا الحاصل اعرابی ایک ہفتہ مکہ میں ٹھہرا پھر مدینہ میں آیا اور بازار میں کھڑا ہو کر پکارا کہ کوئی شخص ایسا ہے کہ مجھے علی بن ابی طالب کا گھر بتا دے اتفاق سے حسنین علیہما السّلام اس راہ سے تشریف لاتے تھے اعرابی کی آواز سنکر ارشاد کیا کہ ہمارے ساتھ آ کہ ہم تجھے اس جناب کے گھر پہنچا دیں اعرابی نے پوچھا تم کون ہو کہا ہم نواسے رسول اللہ کے فرزند ہیں اس امیرؑ کے جنکا تو گھر پوچھتا ہے۔ غرض حسنین اعرابی کو گھر پر لائے اور حضرت کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے سلمان فارسی سے ارشاد کیا کہ باغ جسے رسول خدا نے میرے لئے لگایا ہے بیچ ڈالو سلمان نے حسب فرمان واجب الاذعان شہر میں پھر کر وہ باغ بارہ۱۲ ہزار درہم پر فروخت کیا اور روپیہ نقد حضرت کی خدمت میں لائے آپ نے چار ہزار درم اعرابی کو وعدہ کے اور چالیس درم اپنی طرف سے زادراہ کے عنایت کئے باقی فقراء ومساکین مدینہ پر کہ باغ کی فروخت کی خبر سنکر آنحضرت کے گرد جمع ہو گئے تھے تقسیم کر دیئے اور کچھ اپنے لئے باقی نہ رکھا بعد تقسیم جب دولت سرا میں تشریف لائے تو جناب سیدہ نے پوچھا یا ابن عم میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنے باغ کو بیچا ہے فرمایا ہاں بیچا ہے کہاں قیمت کہاں ہے فرمایا محتاجین ومستحقین پر تقسیم کر دی جناب معصومہ نے کہا میں اور دونو فرزند میرے بھوکے ہیں اور شک نہیں کہ تمہارا بھی یہی حال ہے یہ سنکر وہ جناب گھر سے باہر تشریف لائے تاکہ کسی سے کچھ قرض لیکر سب کی فاقہ شکنی کرائیں اس اثنا میں جناب رسالتمآب داخل خانہ ہوئے اور جناب سیدہ سے پوچھا کہ میرے ابن عم کہاں ہیں عرض کی باہر تشریف لیگئے ہیں آپ نے سات درہم اس جناب کو دئیے کہ میرے ابن عم کو دو کہ وہ تمہارے واسطے طعام خرید کریں یہ کہکر واپس تشریف لے گئے امیر المومنینؑ گھر میں تشریف لائے تو کہا شاید میرے ابن عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ یہاں تشریف لائے تھے کہ بوئے خوش میرے مشام میں آتی ہے جناب معصومہ نے کہا ہاں اور وہ سات درہم انکو دئیے اور پیغام رسول خدا پہنچایا جناب امیر علیہ السلام امام حسنؑ کو ساتھ لیکر بازار میں تشریف لائے وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ کہتا ہے مَنْ یُقْرِضُ الْوَفِیَّ الْمَلِیَّ یعنی کون شخص ہے کہ قرض دے وفا کنندہ کو جسکا خزانہ مال ونعمت سے پُر ہے۔ یعنی جو مجھے قرض دیگا بمنزلہ قرض دینے خدا کے ہے وہ سبحانہ تعالیٰ اسکا عوض اسکو دیگا جناب امیر نے یہ سنکر امام حسن علیہ السّلام سے پوچھا یَا بُنَیَّ نُعْطِیْہِ الدَّرَاھِمَ اے فرزند یہ درہم اس کو دے دیں امام حسنؑ نے عرض کی بہتر ہے اے پدر بزرگوار۔ پس حضرت نے وہ درہم اسکو دیدیئے اور ارادہ کیا کہ ایک شخص کے پاس جاکر کچھ قرض لیں تاکہ

ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی اس کے پاس ایک ناقہ تھا کہا یا حضرت آپ اس ناقہ کو خرید کرتے ہیں فرمایا لیس معی ثمنہا یعنی میرے پاس اس کی قیمت نہیں اس نے کہا آپ قرض لے لیں جب آپ کے پاس ہو دیدیجئے گا۔ حضرت نے فرمایا کتنے کو دیگا عرض کی سو درہم کو فرمایا اے حسن اس ناقہ کو لے لو۔ جب آگے بڑھے تو ایک اور اعرابی ملا اسنے عرض کی یا علی اسکو بیچتے ہو فرمایا ہاں مگر تو اسکو لیکر کیا کریگا۔ عرض کی اسپر سوار ہوکر تمہارے بھائی رسولؐ خدا کے ساتھ کفار سے جہاد کرونگا۔ فرمایا تو قبول کرے تو میں تجھے مفت ہی دیدوں عرض کی ایک سو ستر درم اس کی قیمت کے دیتا ہوں فرمایا اے حسن درم اس سے لیکر ناقہ دیدو اور چلو کہ اس اعرابی کو ڈھونڈکر اسکی قیمت دیویں پس اس کی تلاش میں چلے جناب رسولخدا کو ایک جگہ کھڑے دیکھا کہ پیشتر اس سے اس جگہ نہ دیکھا تھا۔ حضرت آپ کو دیکھکر تبسم ہوئے اور کہا اے ابوالحسن اس اعرابی کو ڈھونڈتے ہو کہ جسنے تمہارے ہاتھ ناقہ بیچا تھا۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ حضرت نے فرمایا اے ابوالحسن وہ آدمی نہ تھا بلکہ جبرئیل تھا جس نے تمہارے ہاتھ ناقہ فروخت کیا اور میکائیل نے تم سے خریدا اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا اور وہ درہم خداوند عالم کے نزدیک سے تھے کہ وہ ملّی وفی ہے یہ اشارہ ہے اس عبارت کی طرف جو سائل نے کہے تھے یعنی من یقرض الوفی الملیّ مصنف مناقب مرتضوی بعد نقل قصہ کے کہتا ہے کہ روایت بیع وشرا ناقہ کتب سلف میں کئی طریق سے وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ زہرۃ الرّیاض میں ہے کہ ایک بار امیرالمومنینؑ کے گھر میں تین روز کا فاقہ تھا جناب سیدہ نے اپنی چادر دی کہ فروخت کرکے اس سے کہا نا خریدیں امیرالمومنینؑ نے وہ چادر چھ درہم کو بیچ کر درہم خیرات کردیئے پس ایک شخص مہار ناقہ ہاتھ میں لیے حضرت کے پاس آیا اور آپ کو وہ ناقہ سو درہم کو اودھار دے گیا اسکو لئے جاتے تھے کہ دوسرا شخص ملا اور ایک سو ساٹھ درہم نقد دیکر اس نے آپ سے ناقہ خرید لیا پس حضرت نے سو درہم اس بائع کو دیئے اور باقی ساٹھ گھر میں لاکر جناب سیدہ کے حوالے کئے اور قصہ ان کے روبرو بیان کیا رسول خدا نے یہ حال سنا تو فرمایا فروشندہ ناقہ جبرئیل تھا اور خریدار میکائیل اور وہ ناقہ ناقہائے بہشت سے تھا جس پر فاطمہ بروز قیامت سوار ہونگی۔ اور اربعین جار اللہ سے نقل کیا ہے کہ جناب سیدہ نے چھ درہم جناب امیر کو دیئے کہ اس سے خوردنی عیال کے لئے خرید کریں حضرت طعام خریدنے کیلئے بازار میں جارہے تھے کہ راہ میں ایک شخص نے کہا من یقرض المولی الوفی آپ نے وہ دراہم اسکو دیدیئے اور گھر آکر حضرت فاطمہ سے قصہ بیان کیا معصومہ پاک نے کہا وہ وفی ہے البتہ وفا کرے گا پس امیرالمومنینؑ خدمت ختم المرسلین کو روانہ ہوئے راہ میں ایک اعرابی ناقہ لئے سامنے آیا اور عرض کی اے ابوالحسن ناقہ خریدتے ہو آپنے کہا میرے پاس دام نہیں کہا کیا مضائقہ ہے قیمت قرض رہی جب تمہارے پاس ہوگی دیدینا۔ غرض حضرت نے سو درہم کو خرید لیا تھوڑی دیر بعد ایک اور اعرابی ملا اور اس نے وہ ناقہ تین سو درہم پر آپ سے لیلیا۔ امیرالمومنین نے گھر آکر پہلے حضرت فاطمہ سے پھر حضرت رسول خدا کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی آپ نے فرمایا بخ بخ یا ابا الحسن اعطیت ستۃ دراھم اعطاک اللہ ثلث مائۃ درھم یعنی مبارک ہو تم کو اے حسن کے باپ کہ تم نے چھ درہم راہ خدا میں دیئے تھے حق تعالی نے تم کو تین سو درہم عطا فرمائے بائع ناقہ جبرئیل تھا اور مشتری میکائیل و براتیے اسرافیل

مؤلف کہتا ہے کہ سنی صاحبان بتلائیں کہ ان کے شیخین کے ساتھ بھی جبرئیل ومیکائیل نے کبھی بہشتی ناقہ کی خرید و فروخت کا معاملہ
کیا ہے نہیں کیا تو ان لوگوں کو انکے درجے پر رکھیں اور نفس رسول کیلئے جو درجہ خدا و رسول کی طرف سے مقرر ہے اس پر جائیں۔ لطف
یہ ہے کہ جیسے اعمالِ حسنۂ امیر المومنین مبنی بر کمال حسن نیت و اخلاص ہوتے تھے ویسے ہی خدا و رسول کیطرف سے انکی قدر دانی بھی اعلیٰ درجہ
کی ہوتی تھی ایک اسی مقام کو دیکھ لو کہ آپ نے چھ درہم دیئیے جبرئیل ومیکائیل ناقہ بہشت لائے اور تین سو درہم دے گئے۔ ایک مرتبہ چار
درہم آپ نے راہ خدا میں خیرات کئے۔ آیہ شریفہ الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرًّا وّ علانیة الخ قرآن میں نازل ہوئی جسکو
اہل دنیا قیامت تک تلاوت کرتے رہیں گے صواعق محرقہ وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت کے پاس چار درہم تھے ایک کو دنمیں دیا ایک رات کو
ایک پوشیدہ خیرات کیا ایک ظاہر و علانیہ حق تعالیٰ نے یہ آیہ شریفہ آپکی شان میں نازل کی معنے آیہ کے یہ ہیں کہ جو لوگ اپنے اموال کو رات اور دن
ظاہر و پوشیدہ راہ خدا میں صرف کرتے ہیں انکا اجر و ثواب خدا کے نزدیک ہے اور خوف اور غم انکے لئے نہیں پس یہ فضیلت بھی مخصوص اس
جناب کی ہے جیسا کہ آیۂ نجویٰ پر عمل کرنا خاص آپ کا حصہ تھا کوئی دوسرا اسمیں آپ کا شریک نہیں۔ مفسرین معتبرین فریقین نے لکھا ہے
کہ اغنیاء و مالدار لوگ دیر تک حضرت رسول اللہ کی خدمت میں بیٹھتے اور بہت باتیں کرتے حتی کہ فقراء کو جگہ نہ ملتی اور وہ بات تک نہ کرنے پاتے
تھے یہ بات حضرت کو بہت ناگوار ہوئی پس آیہ شریفہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَاتٍ الخ
نازل ہوئی یعنی اے ایمان لانے والو جب تم رسول اللہ سے باتیں کرنی چاہو اور مناجات کرو تو اپنی رازداری سے پیشتر صدقہ اور خیرات کیا
کرو کہ یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے جب یہ آیہ نازل ہوئی تو فقراء بوجہ تہیدستی اور امراء بخل و خست کی وجہ سے حضرت کی ہمکلامی سے
باز رہے لیکن امیر المومنین کے پاس ایک دینار تھا اسکو دس درم کو فروخت کیا اور دس مرتبہ خیرات دیکر دس ہی دفعہ آپ سے گفتگو فرمائی
تفسیر ثعلبی وجمع بین الصحاح الستہ وغیرہ سے منقول ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ کتاب خدا میں ایک آیہ ہے کہ کسی نے اسپر مجھ سے پہلے عمل
نہیں کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کرے گا وہ آیہ نجویٰ ہے جب نازل ہوئی تو ایک دینار میرے پاس تھا اسکو دس درم کو بیچا جب ایک بات
رسول سے کرنا چاہتا تو ایک درم تصدق کرتا تا اینکہ دراہم تمام ہوئے بعد ازاں وہ آیہ منسوخ ہوگئی اور میری وجہ سے امت نے اس
آیہ پر عمل کرنے سے رہائی پائی الحق ؎ نشد بغیر میسر کہ از عنایت حق۔ عمل بآیہ نجویٰ شود میسر او ۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات
اہل سنت جو خلفاء کی نسبت کہتے ہیں کہ انہوں نے راہ خدا میں بہت سا مال صرف کیا یہ قول انکا کسقدر صحیح ہے جو لوگ ایک درم کے
لالچ سے رسول خدا کے ساتھ بات کرنا چھوڑ دیں اور آپ کی ہمکلامی ان کے نزدیک ایک درہم کے برابر بھی قدر و قیمت نہ رکھے تو ظاہر ہے
کہ وہ راہ خدا میں کیا مال صرف کرنے لگے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وقت تنگ تھا یعنی آیہ نازل ہوئی پھر جلدی ہی منسوخ ہوگئی عمل کو فرصت
کرلیتے یہ قول ان کا درست نہیں اس لئے آیہ مذکور بنا بر تصریح بعض مفسرین دس دن کے بعد منسوخ ہوئی ہے علاوہ بریں خود اہلسنت قائل
ہیں کہ امیر المومنینؑ نے اسپر عمل کیا پھر انکے واسطے وقت کہاں سے آگیا تھا۔ نیز جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی نماز پڑھتے
ہیں سائل کو عطا کی حق تعالیٰ نے اس کے جلدو میں آیہ شریفہ انما ولیکم اللہ الخ نازل فرمائی جسمیں نہ صرف آپ کی اس خیرات پر مدح فرمائی

کی ہے بلکہ اس جناب کی خلافت بلافصل پر بھی نص صریح فرمائی ہے تفصیل اس اجمال کی بموجب تصریح مفسرین و محدثین اہلسنت
مثل زمخشری و نیشاپوری و ثعلبی و حافظ ابو نعیم و مسند احمد بن حنبل و مناقب ابن مغازلی و صحیح نسائی وغیرہ کے یہ ہے کہ ایک روز رسول
خدا مع جماعت اصحاب نماز ظہر پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے ہیئت فقرا مسجد میں آکر سوال کیا صفوں کے گرد پھرتا تھا اور طلب
کرتا تھا جب کسی نے اس کی حاجت روائی نہ کی تو اس نے حق سبحانہ کی طرف خطاب کرکے کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے
نبی کی مسجد میں سوال کیا اور کسی نے مجھکو نہ دیا جب امیر المومنین نے یہ کلام سنا تو حالانکہ آپ سو وقت رکوع میں تھے انگشت مبارک کو
جس میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھے اسکی طرف کرکے حرکت دی گدا آپ کا مقصود پا گیا اور جلد انگلی سے انگشتر نکال لی اور شکر گویاں
وہاں سے روانہ ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثنائے نماز میں اس سے واقف ہوئے بعد فراغت نماز سر مبارک اپنا طرف آسمان بلند
کیا اور عرض کی پروردگارا موسیٰ پیغمبر نے تجھ سے سوال کیا کہ کار نبوت میں میری اعانت فرما تاکہ یہ کام حسب مرام انجام کو پہنچے اور میرے بھائی
ہارون کو کہ میری اہل سے ہے میرا وزیر مقرر کر تاکہ میرا بین اس سے قوت پکڑے اور اسے اس کام میں میرا شریک کریں خداوندا تو نے دعا اس کی
قبول کی اور ارشاد کیا سَنَشُدُّ عَضُدَكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا کہ ہم عنقریب تیرے بازو کو اس سے قوی کرینگے۔ اور تم دونوں کو سلطنت
عنایت کریں گے پروردگارا میں بھی تیرا نبی اور تیرا برگزیدہ ہوں اَللّٰهُمَّ فَاشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي
عَلِيًّا اشْدُدْ بِهِ ظَهْرِي خداوندا میرے سینہ کو کشادہ کر اور میرے کام کو آسان فرما اور میرے اہل سے علی کو میرا وزیر بنا کہ میری پشت اس
سے مضبوط ہو راوی کہتا ہے کہ یہ دعا ہنوز تمام نہوئی تھی کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ آیہ شریفہ لائے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ یعنی تمہارا ولی کوئی نہیں بجز اللہ کے اور اس کے رسول کے
اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے نماز کو برپا رکھتے ہیں اور زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں درانحالیکہ رکوع میں ہوتے ہیں مراد یہ کہ تمہارے دین
کا نگہبان اور حامی اور تمہارے کاروبار کا اولیٰ بتصرف صرف خدا ہے اور رسول اور وہ مومن جو ان صفات سے موصوف ہیں چونکہ
یہ آیہ باتفاق مفسرین امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی اس لئے کاروبار خلائق میں تصرف کرنے والے اور اسمیں دخل دینے والے
یعنی ولی صرف تین شخص ہوئے خدا اور رسول و امیر المومنین اور یہی معنی امام کے ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ امالی میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت
عمر خطاب نے کہا میں نے چالیس انگوٹھیاں حالت رکوع میں خیرات کیں کہ کاش میرے حق میں بھی کوئی آیہ نازل ہووے جیسے کہ علیؑ کے
حق میں نازل ہوئی۔ مگر کچھ نہ ہوا اختلاف کیا ہے اسمیں کہ شخص واحد یعنی امیر المومنین کے لئے صیغہ جمع کیوں استعمال کیا گیا اس
کی کیا وجہ تھی بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں اس جناب کی تعظیم مقصود ہے چنانچہ اکثر عظمت و بزرگی کے مقام پر واحد کی جگہ جمع کا لفظ
استعمال کرتے ہیں اور صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ جمع کا صیغہ یہاں اس لئے استعمال ہوا تاکہ اور لوگ بھی اس نیک کام
کی طرف رغبت کریں اور فقرا و مساکین پر انفاق کرنے میں کوتاہی روانہ رکھیں کہ ان کو بھی ایسا ہی ثواب اور مرتبہ جلیل ملے جیسا کہ
آنحضرت کو مرحمت ہوا اور بعض علما رامامیہ نے کہا ہے کہ حضرات ائمہ معصومین یعنی امیر المومنینؑ سے لیکر حضرت صاحب الامر تک

سب نے حالت رکوع میں نماز کے وقت صدقہ دیا ہے۔ پس اس صیغہ جمع سے ان تمام حضرات کی طرف اشارہ ہے۔ بہر کیف امام غزالی حجتہ الاسلام اہل سنت نے اپنی کتاب سر العالمین میں روایت کی ہے کہ وہ انگشتر جو امیر المومنین نے حالت نماز میں سائل کو دی انگشتر سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام تھی کہ بعد آنحضرت کے قوم جنات کو کہ مقرب آنحضرت کے تھے ہاتھ آئی تھی اور انہوں نے بطور پیشکش رسول اللہ کی خدمت میں ہدیہ کی آپ نے شاہ ولایت کو مرحمت فرمائی چنانچہ جن وانس نے اس عطیہ خیر الوریٰ کا مشاہدہ کیا جب وقت نماز ظہر کا آیا اور صفوف جماعت آراستہ ہو کر سب لوگ متوجہ نماز ہوئے تو حق تعالیٰ نے جبرئیل کو بصورت درویش مسجد رسول میں بھیجا کہ اصحاب سے سوال کرے جب کسی نے کچھ نہ دیا تو امیر المومنینؑ نے اسکو اس عطیہ سے خوشوقت فرمایا **مولف** کہتا ہے کہ اسی جگہ سے ہے کہ شاعر نے کہا ہے ؎ انگوٹھی دی جو سائل کو علی نے نل ہوا سر سو ؛ گدا کو مرتبہ حیدر نے بخشا ہے سلیماں کا۔ **نیز** سورۂ مبارکہ ہل اتی شان میں امیر المومنین و دیگر اہل بیت طاہرین کے نازل ہوئی جبکہ انحضرات نے تین روز متواتر روزے پر روزہ رکھا اور اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو بخشدیا۔ فریدالدین عطار کہتا ہے ؎ بسکیں نانے از بہر خدا داد ؛ خداوند جہانش ہل اتی داد۔ **دیگر** ؎ آں شنیدی کہ حیدر کرار ؛ کافراں کشت وقلعہا بکشاد ؛ تا نداد او سہ قرص نان جویں ؛ ہفدہ آیت خدائش نفرستاد ؛ مفسرین شیعہ وسنی نے تفسیر آیہ یُوفُونَ بِالنَّذْرِ الآخر میں روایت کی ہے کہ ایک بار حسنین علیہما السلام زمانہ طفولیت میں بیمار ہوئے حضرت رسول خدا نے جناب امیر سے کہا یا ابا الحسن کوئی شے نذر کرو کہ خداوند عالم انکو جلد شفا عنایت کرے بنابریں جناب امیر اور جناب سیدہ حتےٰ کہ حسنین اور فضہ خادمہ انحضرات نے بھی تین تین روزے نذر کئے۔ جب حسنین شفایاب ہوئے اور ان بزرگواروں نے ادائے نذر شروع کیا تو اسوقت بیت الرسالت میں کچھ کھانیکو موجود نہ تھا لاجرم حضرت امیر المومنین شمعون یہودی کے گھر تشریف لیگئے اور کسیقدر صوف طلب کیا کہ دختر رسول خدا فخر مریم و حوا فاطمہ زہرا اسکو کاتے اور تین صاع جو اجرت کے اس سے لئے اور جناب معصومہ کو لا کر دیئے۔ آپ نے ایک حصہ صوف کا کاتا اور ایک صاع جو پیسکر پانچ قرص نان پکائے بعد افطار جسوقت سب صاحب کھانا کھانے بیٹھے تو ایک مسکین نے دروازے پر آکر آواز دی کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ میں مسکین ہوں مجھکو کھانا دو خدا تعالیٰ تمکو نعمات بہشت عطا کریگا جناب امیرؑ نے یہ سنکر لقمہ ہاتھ سے رکھدیا اور بہ تبعیت آپ کے جناب فاطمہؑ اور حسنینؑ و فضہ نے بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور سب نے اپنی اپنی روٹی فقیر کو اٹھا دی۔ اور تنہا پانی پر قناعت کر کے سب کے سب بھوکے سو رہے دوسرے دن پھر روزہ تھا جناب معصومہ نے پھر ایک صاع جو پیسکر پانچ روٹیاں تیار کیں افطار کے بعد اپنی اپنی روٹی لیکر کھانے بیٹھے تھے کہ ایک اور آواز دروازے سے آئی کہ میں یتیم و بیکس ہوں کچھ کھانیکو اپنے پاس نہیں رکھتا امیر المومنینؑ نے اپنا حصہ اسکو اٹھا دیا اور آپ کے ساتھ گھر بھر نے اپنا اپنا حصہ اس کو عطا کیا اور خود بھوکے صبر کر کے سو رہے۔ **تیسرے** دن پھر حسب معمول روٹیاں پکیں اور بعد افطار پانچوں بزرگوار کھانیکو بیٹھے کہ ایک اسیر نے آکر پکارا اسلام ہو میرا تمپر اے اہل بیت رسالت ہمکو قید کرتے ہو اور کھانیکو نہیں دیتے بروایتے تینوں دن حق تعالیٰ نے جبرئیلؑ یا کسی اور ایسے ہی فرشتے کو بھیجا تھا اس نے بنام مسکین و یتیم و اسیر سوال کیا غرض جناب

امیرؑ نے جو آواز اس اسیر کی سنی تو لقمہ ہاتھ سے ڈالدیا اور کہا اے فاطمہ اے دختر رسول آخر الزماں یہ اسیر تمہارے پاس آیا ہے کہیں
نہیں جا سکتا کیونکہ غل وزنجیر میں قید ہے اور شکایت کرتا ہے بھوک اور فاقہ کی ذرا شک نہیں کہ جو آج اسکو کھانا دیگا حق تعالیٰ اسکو
بروز قیامت نعمات بہشت سے متلذذ کریگا جناب سیدہ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ چکی پیستے پیستے مجروح ہوگئے یہی ایک صاع اس میں
باقی تھا میرے بچے بہت ہی بھوکے ہیں خداوندا تو ان کو ضائع نہ کر کہ ان کا باپ سیر چشم و فراخ دست ہے یہ کہکر تمام کھانا سائل
کو اٹھا دیا۔ اور سوائے گھونٹ پانی کے اس روز بھی کسی نے کچھ نہ چکھا چونکہ اب روزے نذر کے تمام ہوگئے تھے اگلے روز بہ نیت افطار
سب بیدار ہوئے۔ امیر المومنین حسنین کو رسول خدا کی خدمت میں لے گئے دراں حالیکہ وہ بھوکھ کی شدت سے کانپ رہے تھے حضرت
نے جب اپنے جگر پاروں کا یہ حال دیکھا تو فرمایا اے ابوالحسن بہت ناگوار ہے مجھکو کہ تمکو اس حال میں دیکھوں چلو فاطمہؑ کے پاس
چلیں وہاں جاکر دیکھا کہ جناب معصومہ محراب عبادت میں کھڑی ہیں اور شکم مبارک انکا شدت گرسنگی سے پشت کو جا لگا ہے اور آنکھیں
نیچے اتر گئیں ہیں آپ نے اپنی جگر گوشہ کو سینہ سے لگایا اور فرمایا پناہ لیجاتا ہوں طرف خدا کے اس حال سے اس وقت جبرئیل
حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ لو جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے مہیا کیا ہے پس سورہ ہل اتی کو اِنَّ
هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا تک آپکے سامنے تلاوت کیا رسول خدا شکریہ اس عطیہ عظمیٰ کا بجالائے صاحب
کشف الغمہ اس حکایت کی نقل کے بعد فرماتے ہیں وَهٰذِهِ السُّوْرَةُ نَزَلَتْ فِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ بِاِجْمَاعِ الْاُمَّةِ لَا اَعْرِفُ اَحَدًا خَالَفَ فِيْهَا
یعنی یہ سورۃ باتفاق تمام مسلمانوں کے اس قصہ میں نازل ہوئی ہے مجھکو معلوم نہیں کہ کسی نے بھی اسمیں اختلاف کیا ہو۔ اور ایک روایت
میں ہے کہ جب رسول خدا فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور انکا یہ حال دیکھا تو گریاں ہوئے اور کہا تم تین روزے گرسنہ ہو اور یہ حالت
تمہاری ہوگئی اور مجھکو خبر نہیں اتنے میں جبرئیل یہ آیات لیکر نازل ہوئے اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۔ یعنی بیشک ابرار و نیکوکار پئیں گے کاسوں سے کہ ہوگا مزاج ان کا
مثل کافور کے وہ چشمہ کہ اس سے پئیں گے بندگان خدا جاری کرینگے اس کو جاری کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ چشمہ رسول خدا کے گھر
میں ہوگا اور اس سے اور چشمے جدا کرکے انبیاء و مومنوں کے گھروں میں جاری کریں گے يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ پورا کرتے ہیں
نذر کو مراد ان سے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا اور ڈرتے ہیں اس روز سے کہ شر اسکا عظیم ہے
وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اور دیتے ہیں کھانا اسکی محبت پر مسکین و یتیم و اسیر کو اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ
اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا اور کہتے ہیں کہ ہم صرف خدا کیلئے تم کو کھانا دیتے ہیں اور نہیں چاہتے تم سے بدلا و شکر اِنَّا نَخَافُ
مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا بتحقیق کہ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے جسدن کہ ہوگا ترش رو و سخت ۔ معصومؑ فرماتے ہیں کہ یہ بات انہوں
نے زبان سے نہیں کہی تھی اور دل میں رکھتے تھے خدا تعالیٰ نے ان کے دل کی بات کی خبر دی کہ یہ اس ارادے سے دیتے ہیں ۔
فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا پس نگاہ رکھا حق تعالیٰ نے ان کو اس دن کے شر سے اور عنایت

کی ان کو تازگی و سرور۔ اور جزادی بسبب ان کے صبر کے کہ بہشت میں رہیں اور حریر بہشت کو لباس بنائیں اور بیٹھیں اسمیں تکیہ تکیہ لگا کر اوپر تختوں کے اور نہ دیکھیں اس میں حرارت آفتاب نہ برودت زمہریر ابن عباس سے منقول ہے کہ بہشت میں ایک روشنی مثل روشنی آفتاب کے دکھائی دے گی بہشتی کہیں گے خداوندا تونے فرمایا تھا لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا کہ نہیں دیکھینگے اسمیں آفتاب کو پس یہ روشنی کیسی ہے اسوقت جبرئیل ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ یہ نور آفتاب کا نہیں بلکہ فاطمہ زہرا و علی مرتضی کے تبسم کرنے کا نور ہے کہ یہ حضرات اسوقت باہم متبسم ہوتے ہیں۔ **نزول مائدہ**۔ ہر چند مائدہ یعنی خوان پر از نعمات بہشت حضرات اہلبیت اطہار کے لئے بارہا نازل ہوا ہے چنانچہ ایک قصہ اس کے نازل ہونیکا ابھی اس کتاب میں گذرا الاطعام مسکین و یتیم و اسیر کے بعد نزول مائدہ از بس مشہورات سے ہے علمار فریقین نے اسکو اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے یہاں چند روایتیں متعلق اس قصہ کے نقل ہوتی ہیں۔ **ازانجملہ** سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے ثعلبی سے کہ مفسرین اہل سنت سے ہے اور اس نے محمد بن علی معازلی سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی کتاب موسوم بہ بُلغہ میں لکھتا ہے کہ اہل بیت رسالت کی اس سخاوت کے بعد اور نیز سورہ ہل اتی کے نازل ہونیکے بعد حضرت واہب العطایا نے ایک خوان پر از نعمہائے جنتی ان کے لئے بھیجا کہ ایک ہفتہ تک شب و روز اسمیں سے کھاتے تھے بعد ازاں وہ خوان ناپدید ہوگیا اور محمد بن یوسف شافعی نے کفایت الطالب میں قصہ نزول ہل اتی کے ضمن میں اسطرح لکھا ہے کہ چوتھے روز امیرالمومنین حسنین کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ کی خدمت میں لائے حضرت نے انکو دیکھا اور ان کے بھوکے رہنے کا حال آپ کو معلوم ہوا تو ایک کو گود میں دوسرے کو شانے پر لے لیا اور حضرت فاطمہ کے پاس آئے فاطمہ اپنے باپ کو دیکھکر بے اختیار رونے لگیں اور عرض کی بطور حکایت کہتی ہوں نہ بطرز شکایت کہ آج چار روز سے بنے اور علیؑ اور حسنین نے طعام دنیا سے ذرا سا نہیں چکھا اور تم سے حال چھپاتی رہی حضرت رسول خدا نے دست مبارک اپنے دعا کیلئے بلند کئے اور عرض کی اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ مَائِدَةً كَمَا اَنْزَلْتَ عَلٰی مَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ خداوندا آل محمدؐ کے لئے بھی مائدہ بہشت بھیج جیسا کہ تونے اس سے پہلے مریم بنت عمران کیلئے بھیجا تھا پس حضرت فاطمہؑ و امیرالمومنینؑ و حسنؑ و حسینؑ کو حجرہ کے اندر لے گئے وہاں ایک کاسہ دیکھا مرصع بجواہر کہ خوشبو رمشک اس سے آتی تھی ثرید سے بھرا ہوا یعنی شوربے میں ٹکڑے روٹی کے ترکئے ہوئے اور بوٹیاں اس کے اوپر رکھیں سب نے اس سے کھایا اور سات شبانہ روز اس سے کھاتے رہے مگر کھانا کم نہ ہوتا تھا۔ آٹھویں دن صبح کو ایک زن یہودیہ ہمسایہ نے ایک ہڈی امام حسین کے ہاتھ میں دیکھکر پوچھا یا ابن رسول اللہ ہڈی تمہارے پاس کہاں سے آئی امام علیہ السّلام نے کہا یہ عالم غیب سے ہے یہودیہ نے چاہا کہ آنحضرت کے ہاتھ سے لے لے وہ استخوان فوراً غائب ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی خوان بھی اپنے مقام کو واپس چلا گیا۔ حضرت رسالت پناہ نے یہ حال سنکر فرمایا کہ اگر اسکا اظہار نہ ہوتا تو یہ خوان روز قیامت تک خانہائے اہل بیت میں موجود رہتا اور فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے قصہ نزول ہل اتی نقل کیا ہے اس میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام تین دن کے بعد ابوجبلہ انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے ایک دینار قرض لیا اور بازار کو خرید طعام

کے لئے متوجہ ہوئے اثناء راہ میں مقداد بن اسود کندی سے ملاقات ہوئی وہ غمگین و حزین ایک مقام پر بیٹھے تھے۔ امیر المومنینؑ نے باعث
ان کے حزن و ملال کا دریافت کیا انہوں نے کہا میں نے سنا ہوں جو کچھ بندۂ صالح موسیٰ بن عمران نے کہا تھا رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ
اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ یعنی اے پروردگار میرے میں اس خیرات و نیکی کا جو تونے میری طرف نازل کی محتاج ہوں جناب امیرؑ نے پوچھا
تم کو کے روز کا فاقہ ہے عرض کی چار دن کا حضرت نے فرمایا اللہ اکبر آل محمدؐ تو تین روز سے فاقہ سے ہیں اور تو چار روز سے ہے پس
تو ہم سے زیادہ اس دینار کا سزاوار ہے یہ کہکر آپ نے وہ دینار مقداد کو دیدیا اور خود رسول اللہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ
مسجد میں مشغول عبادت تھے بعد فراغت دست مبارک اپنا شانہ آنحضرت پر رکھکر ارشاد کیا کہ یا علی میں تمہارے گھر چلتا ہوں تا کہ کچھ
کھانا کھاؤں اسواسطے کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے ابوجبلہ سے ایک دینار قرض لیا ہے پس حضرت رواں ہوئے اور امیر المومنین دل میں
کہتے تھے کہ دینار تو مقداد کو دیدیا اور آپ یہ فرماتے ہیں اور رسول اللہ نے بھوک کی شدت سے پتھر شکم مبارک پر باندھ رکھا تھا
حضرت فاطمہ نے جو آثار گرسنگی اپنے باپ کے چہرہ پر نمایاں دیکھے بولیں واسوتاہ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اے ابوالحسن تم جانتے ہو کہ تین
روز سے ہم نے خود کھانا نہیں کھایا پھر حجرہ طاہرہ میں جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی اے رب العباد محمدؐ پیغمبر و برگزیدہ تیرا ہے اور
فاطمہ اس کی دختر تیری لونڈی اور علی اس کا ابن عم اور داماد اور حسنینؑ اس کے نواسے ہیں بار الہا تو نے بنی اسرائیل پر مائدہ نازل کیا
انہوں نے کفران نعمت کیا خداوندا آل محمدؐ کفران نعمت نہ کریں گے ان کے لئے مائدہ نازل کر پس سلام پھیرا تو دیکھا ایک طبق پر از
طعام آگے رکھا ہے اسکو اٹھاکر رسول اللہ کی خدمت میں لائیں پس پنجتن نے بیٹھکر کھانا تناول کیا پیغمبر خدا کھاتے تھے اور رخ انور
امیر المومنین پر نگاہ کرتے اور مسکراتے جاتے تھے اور جناب امیر جناب فاطمہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا یا علی
کھانا کھاؤ اور فاطمہ سے کچھ نہ پوچھو شکر کرتا ہوں باری تعالی کا کہ تم اور فاطمہ زکریا و مریم کی مثل ہوگئے کہ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا
الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
ترجمہ جب زکریا محراب عبادت میں مریم کے پاس آتے ان کے پاس اچھی روزی مہیا پاتے پوچھتے اے مریم تمہارے پاس یہ رزق
کہاں سے آیا وہ کہتی یہ خدا کے پاس سے آیا بہ تحقیق کہ وہ جسکو چاہتا ہے بے حساب بخشتا ہے۔ پس حضرت رسول خدا نے فرمایا اے
علی یہ منزلت تمہاری بباعث اس دینار کے ہے کہ تم نے مقداد کو دیا تھا **تنبیہ** اس مقام پر بعض کوتاہ بینوں نے کہا ہے کہ آیا جائز
ہے کسی کیلئے کہ خیرات میں اس قدر مبالغہ کرے کہ اپنے نفس کو اور اپنی اہل کو قریب بہ ہلاکت پہنچائے حالانکہ حق تعالی فرماتا ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ
مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ یعنی سوال کرتے ہیں تجھ سے اے پیغمبر کہ کس طور پر صدقہ دیں پس کہدے انسے کہ جو کچھ نفقہ عیال سے
باقی رہے وہ صدقہ کرو اور حدیث میں بھی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ نفقہ عیال کے بعد دیا جائے جواب اس کلام کا بعض اعلام نے
یہ دیا ہے کہ لفظ عفو جیسا کہ بمعنی مذکورہ بالا آیا ہے ویسا ہی بمعنی افضل و اطیب بھی آیا ہے۔ پس معنی آیہ یہ ہونگے کہ جو کچھ کہ بہتر و خوب تر
ہو خیرات کرو اور مؤید اس کی یہ ہے آیہ شریفہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی ہرگز خیر و خوبی کو نہ پہنچوگے جب تک کہ

صدقہ دو اور خیرات کرو اس شے کو جسکو کہ تم دوست رکھتے ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ عمدہ خیرات وہ ہے کہ سائل کو غنی کر دے کہ اس کے بعد محتاج سوال نہ رہے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ ان ایام میں اپنا حصہ سائل کو دیتے تھے اوروں پر جبر نہ کرتے جناب فاطمہ و حسنین و فضہ ثواب آخرت کے لئے بخوشی خاطر حضرت کی تاسی فرماتے تھے۔ **مولف کہتا ہے** کہ اگر امیر المومنین نے اپنے نفس اور اپنے کنبے پر جبر کیا ہوتا اور یہ جبر ناپسند جناب کبریا ہوتا تو قرآن میں آپ کی مدح ہرگز نہ آتی بلکہ (العیاذ باللہ) اگر مذمت نازل ہوتی تعجب نہ تھا اب جبکہ سورہ کا سورہ اس جناب کی مدح اور اس کارِ خیر کی خوبی میں نازل ہوگیا تو کسی معاند کا اسمیں چون و چرا کرنا فضول جھک مارنا ہے جو فعل کہ مقبول درگاہ الٰہی ہو چکا حتی کہ اس کی صفت و ثنا میں آیات قرآنی نے نزول اجلال پایا تو اس پہ اعتراض کرنیوالا ہرگز مومن مسلمان نہیں ہوسکتا چنانچہ شاعر عربی کہتا ہے ؎ قوم اتی فی مدحهم هل اتیٰ ؛ هل یشك فی ذلك الا ملحدا ؛ یعنی جن لوگوں کی مدح میں ہل اتیٰ نازل ہوا انکے بارے میں سوائے ملحد بیدین کے کوئی شک نہ کرے گا تعجب ہے کہ حضرات معترضین امیر المومنین پر اعتراض کرتے ہیں تو اس قدر دلیر ہیں اور اپنے پیر و مرشدوں صوفیوں کی لغو حرکات کو کہ عقل بھی ان کو قبول نہیں کرتی سر پر رکھ لیتے ہیں مثل اس کے کہ کہتے ہیں کہ بایزید بسطامی نے ایک سال تک پانی نہیں پیا فلاں صوفی نے چند چلے کھینچے ہر ایک چلے میں ایک دن میں ایک گھونٹ دودھ یا ایک دانہ بادام پر بسر کرتا تھا حالانکہ یہ ریاضات نفس کے لئے ضرر رساں ہیں اور دوسر کو کچھ نفع نہیں پہنچاتے بخلاف اس جناب کے تین روز کی فاقہ کشی کے کہ اسمیں ہر چند مشقت تھی الامسکین و یتیم و اسیر کا شکم سیر کیا گیا اور باعث اس کا ہوا کہ اتنی آیتیں انحضرات کی شان میں نازل ہوئیں لیکن وہ ناہنجار باتیں چونکہ صوفیوں سے ہیں ممدوح و قابل اقتدا ہیں اور یہ امر امیر المومنینؑ و اہلبیت طاہرین سے واقع ہوا اس لئے معیوب شاعر شیعی کہتا ہے ؎ ہمہ بپذیری چوں ز آل نبیؐ باشد حرف ؛ زود بخروشی و گوئی نہ صواب ست خطا است ؛ بیگماں گفتن تو باز نماید کہ ترا ؛ بدل اندر غضب و دشمنی آل عبا ست۔ **ذکر بعضے از حالات متعلقہ غزوہ تبوک** غزوہ تبوک (بقدیم تا ر شناۃ فوقانیہ) حضرت رسالت پناہ کا آخری غزوہ ہے اس کے بعد انحضرت کو بنفس نفیس کسی لڑائی میں شریک ہونیکا اتفاق نہیں ہوا۔ اس غزوے کے سبب میں مورخوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک قافلہ سوداگروں کا شام سے آیا اور یہ خبر لایا کہ بادشاہ روم بہت سے لشکر کے ساتھ مدینہ پر آرہا ہے۔ قبیلہ لخم و جذام و عاملہ و غسان اس کے ساتھ مل گئے ہیں بروایتے خبر آئی کہ ہرقل والے روم نے قبا دنام ایک سردار کو چالیس ہزار سوار دے کر اس طرف بھیجا ہے بقولے یہود مدینہ نے کہا اے ابو القاسم اگر تم پیمبر ہو تو زمین شام کو کہ محل حشر و ملک انبیا ہے کیوں تصرف میں نہیں لاتے لیکن بعض روایات معتبرہ میں ہے کہ اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل نے جسکا علاقہ شام تک پھیلا تھا بہت سا لشکر جمع کیا تھا اور کہتا تھا کہ محمدؐ پر چڑھائی کرکے ان کو اور ان کے اصحاب کو قتل کروں گا اور ان کا ملک تاخت و تاراج کر ڈالوں گا بنا بریں خوف عظیم اصحاب پر چھا پایا تھا بحدیکہ کوئی آواز سنتے تو یہی کہتے کہ مقدمۂ لشکر اکیدر ہے کہ مدینہ پر آیا ہے۔ **بہر کیف** حضرت نے عزم بالجزم جہاد کیا چونکہ بذریعہ وحی معلوم ہوگیا تھا کہ اس دفعہ ضرورت جدال و

قتال نہ پڑیگی اور تمام کاروبار بفضل کردگار یونہی درست ہوجائیں گے۔ لہذا امیرالمومنین کا ساتھ لیجانا مناسب نہ جانا دیگر یہ کہ کفار ومنافقین چاہتے تھے کہ حضرت رسولؐ کے اس طولانی سفر سے فائدہ اٹھائیں آپ کے پیچھے مدینہ میں لوٹ مار مچائیں۔ پس کوئی شخص کہ آپ کے غیبت میں اس کی نگہبانی کماینبغی کرسکے نہ تھا الا امیرالمومنین اس لئے بھی آپ کا یہاں رہنا ضروری معلوم ہوا اور حق یہ ہے کہ قرب زمان رحلت میں امیرالمومنین کا آپ کی طرف سے دار ہجرت اور بیضۂ اسلام میں حاکم خلق و نائب رسول ہو کر رہنا اشد ضروریات سے تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ بعد حضرت رسالت زیبندۂ مسند امامت و امارت آپ ہیں اور حجت خدا و رسول خلائق پر تمام ہو پس ان وجوہ سے مصلحت الٰہی یہ ہوئی کہ رسول خدا سفر کریں اور وہ حضرت مدینہ میں رہیں۔ چنانچہ فرمایا یاعلی حکم خدا یہ ہے کہ تم میرے پیچھے نگہبان مدینہ ہو حضرت امیر نے عرض کی کہ حکم خدا و رسول بجان و دل قبول ہے ہرچند آپکی خدمت سے جدائی مجھ پر نہایت شاق ہے۔ فرمایا یاعلی راضی نہیں کہ تیری نسبت میرے سے تمام امور میں سوائے نبوت کے ہارون کی نسبت ہو موسیٰ سے بہ تحقیق کہ تیرے یہاں رہنے کا ثواب ساتھ چلنے کے ثواب سے زیادہ ہوگا اور یاعلیؑ چونکہ تو چاہتا ہے کہ تمام طور و اطوار نشست برخاست میرے اور میرے اصحاب نیک کردار کے معائنہ کرتا رہے۔ پس حق تعالیٰ تیری خاطر سے زمین کو جس پر کہ تو ہے اور جس پر کہ ہم ہوں گے بلند کرے گا اور تیری بینائی کو قوت دیگا کہ تو تمام کیفیت ہماری مشاہدہ کرے گا۔ اور وہ موانست کہ تجھکو ہمارے ساتھ ہے تجھ سے فوت نہونے پائے گی۔ امام زین العابدین علیہ السلام یہ حدیث بیان کررہے تھے کہ ایک شخص اہل مجلس سے اٹھا اور کہا کیونکر ہوسکتا ہے کہ علی کے لئے وہ امر واقع ہو جو سوائے انبیاء کے کسی کو میسر نہیں ہوسکتا امام عالیمقام نے فرمایا کہ یہ بھی معجزۂ رسول اللہ تھا کہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا سے درمیان کی زمین کو پست کیا اور دیدۂ حق بین امیرالمومنینؑ کو طاقت بخشی کہ آپ نے وہ کیفیت مشاہدہ کی امام محمد باقرؑ نے اس حدیث کو نقل کرکے فرمایا کہ کسقدر ناانصافی کرتے کرتے ہیں یہ لوگ علی کے بارے میں کہ جو باتیں دیگر صحابہ کی نسبت قبول کرتے ہیں آنحضرت کی نسبت ان سے انکار کرتے ہیں حالانکہ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ حضرت افضل صحابہ ہیں۔ بعض حضار نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ یہ کیونکر فرمایا تم لوگ ابوبکر و عمر و عثمان کے دوستوں کو دوست رکھتے ہو اور ان کے دشمنوں سے دشمنی کرتے اور بیزاری ڈھونڈتے ہو۔ مگر جب علی تک پہنچتے ہو تو کہتے ہو کہ ان کے دوستوں کے دوست ہیں الا ان کے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرتے حالانکہ چاہتے ہو اور قائل ہو کہ رسولؐ خدا نے فرمایا اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ یعنی خداوندا دوست رکھ علیؑ کے دوست کو اور دشمن جان اس کے دشمن کو اور نصرت کر اس کی جو علی کی نصرت کرے اور ترک نصرت و یاری کر جو اسکی ترک نصرت و یاری کرے۔ دیگر یہ کہ جب کسی کرامت کا بدعائے رسول اللہ آنحضرت کے لئے واقع ہونے کا ذکر ہوتا ہے تو انکار کرتے ہو حالانکہ ویسی ہی کرامت ان لوگوں کے لئے روایت کرتے ہو اور بجان و دل اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے ہو مثلاً کہتے ہو کہ عمر خطاب مدینہ میں خطبہ کہہ رہے تھے اثنائے خطبہ میں کہنے لگے کہ دور ہو لے پہاڑ جب حاضرین نے اس بے جوڑ کلام کا سبب

دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے سعد وقاص کے ساتھ نہاوند پر لشکر بھیجا ہے وہ اسوقت کفار کے ساتھ مشغول جہاد تھے بعض کفار چاہتے تھے کہ پشت کوہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوں میں نے اس کلام سے پہاڑ کو تنبیہہ کی کہ ان کو نہ آنے دے چنانچہ وہ نہ آسکے۔ اور مسلمانوں نے فتح پائی لوگوں نے یہ قصہ بقید وقت و تاریخ یاد رکھا جب لشکر وہاں سے واپس آیا تو اس کی تصدیق ہوئی۔ حالانکہ نہاوند مدینے سے پچاس منزل کے فاصلہ پر تھا پس حضرت نے فرمایا کہ ان امور کا پور خطاب سے سرزد ہونا بلاچون وچرا مان لیتے ہو اور امیرالمومنینؑ سے کہ مخزن اسرار آسمان وزمین و مظہر عجائب و غرائب ہیں باور نہیں کرتے۔ القصہ حضرت رسالت پناہ امیرالمومنینؑ کو حکومت مدینہ پر تعین کرکے اور محمد بن مسلمہ بقولے سباع بن عرفطہ کو آپ کی خدمت میں چھوڑ کر پچیس ہزار بروایتے تیس ہزار مرد جرار کے ساتھ جنمیں دس ہزار اسپ و بارہ ہزار شتر تھے روانہ منزل مقصود ہوئے اس وقت پہلی شرارت جو کفار و منافقین نے مدینہ میں کی یہ تھی کہ شہرت دیدی کہ رسولؐ علی علیہ السلام کی طرف سے سینہ صاف نہ تھے اور ان کی ہمراہی آپ پر گراں تھی اس لئے ان کو ساتھ نہ لیگئے۔ امیرالمومنین کو یہ باتیں سنکر کمال قلق ہوا اور ہتھیار زیب تن کرکے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقام جرف میں حضرت کی خدمت میں پہنچکر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا ارجع یا اخی فان المدینة لا تصلح الا بی او بک یعنی اے بھائی لوٹ جاؤ کہ سزاوار نہیں کہ مدینہ بے میرے یا تمہارے رہے فانت خلیفتی فی اهل بیتی و دار هجرتی و قومی اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی بہ تحقیق کہ تو میرا خلیفہ ہے میرے اہلبیت پر اور میری دار ہجرت پر اور میری قوم پر آیا راضی نہیں ہے تو کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسے سے الا یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں یہ حدیث نص صریح ہے خلافت بلافصل امیرالمومنین پر کس لئے کہ اس میں آنحضرت نے تمام مدارج ہارونی سوائے نبوت کے آپ کے لئے ثابت فرمائے اور شک نہیں کہ منجملہ ان مدارج کے خلافت و وصایت موسیٰؑ بھی ہارون کے لئے تھی۔ پس امیرالمومنینؑ کے لئے بھی خلافت و وصایت رسول اللہ ثابت ہوئی حیرت ہے کہ اہل سنت اس حدیث متواتر کے بھی قائل ہیں اور پھر اوروں کو امیرالمومنین سے مقدم جانتے ہیں۔ معارج النبوة میں ہے کہ جب موسیٰؑ مع بنی اسرائیل دریائے نیل سے گزرے تو آگے موسیٰ تھے اور پیچھے ہارون اور ان کے درمیان تمام قوم بنی اسرائیل پس اول و آخر کی برکت سے دریا کو مجال نہوئی کہ ایک بال کسی کے بدن کا تر کرسکے اسی طرح اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بروز قیامت حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا کہ اے محمدؐ تم نے کہا تھا یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰؑ رسول خدا عرض کریں گے ہاں اے پروردگار میرے ارشاد ہوگا کہ چونکہ اب تمہاری امت کو دریائے آتش سے گزرنا ہوگا لہذا تم کو چاہیئے کہ تم اور علیؑ دونوں میں سے ایک آگے ہو اور ایک پیچھے اور بیچ میں اپنی امت کو رکھو کہ آگ کو مجال نہ ہو کہ کہ ایک بال تمہاری امت کا جلا سکے۔ اس وقت یہ تشبیہ پوری ہوگی انتہی۔ **دوسری** حرکت قوم نفاق پیشہ نے یہ کی کہ جب امیرالمومنین رسول خدا کے پاس ان کی شکایت کو گئے تو انہوں نے راہ میں ایک گڑھا کھود کر اس کو خس پوش کیا تا کہ جب حضرت واپس تشریف لائیں تو اس میں گر پڑیں اور اوپر سے یہ ملاعین پتھر مار کر آپ کا کام تمام کریں روایت ہے کہ گڑھا جو انہوں نے کھودا تھا پچاس ہاتھ لمبا تھا۔ اور بہت عمیق تھا جب امیرالمومنین مراجعت کرکے قریب اس گڑھے کے آئے تو اسپ سواریٔ آنحضرت نے باعجاز آپ کے سربلند کرکے عرض

کی یا امیرالمومنینؑ میری اور آپ کی ہلاکت کی تدبیر کی ہے اور حال روپوش گڑھے کا بیان کیا آپ نے اس کو دعائے خیر دیکر امر کیا کہ چلا چلے پس گھوڑا حسب حکم اشرف رواں ہوا حق تعالیٰ نے گیاہ ضعیف کو کہ گڑھے پر بچھاکر تھوڑی تھوڑی خاک اسپر ڈال دی تھی محکم فرمایا گھوڑا بے تکلف اسپر سے گزر گیا دوسری سمت پہنچکر حضرت نے حکم کیا کہ گھاس کو سرِ غار سے ہٹائیں اور کید منافقین کا کھل گیا اور وہ بھرے مجمع میں خوار و ذلیل ہوئے بعض علماء نے کہا ہے کہ آیہ شریفہ کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا یعنی اسلام کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جس کو نہ پاسکے اس واقعہ میں نازل ہوئی۔ اس وقت گھوڑے نے پھر کلام کیا کہ یا امیرالمومنین چوبیس[۲۴] اشخاص ہیں جنہوں نے آپ کے اور آپ کے بھائی رسول اللہؐ کے قتل کی صلاح کی ہے بارہ انمیں سے یہاں ہیں اور بارہ ہمراہ رکاب اس جناب کے گئے ہیں وہ راستے میں آنحضرت کے ساتھ کچھ مکر کریں گے۔ مومنین کہ حاضر تھے یہ سنکر کہنے لگے یا امیرالمومنینؑ یہ تمام ماجرا لکھکر کسی تیز رو قاصد کو دیجئے کہ آنحضرت کے پاس لیجائے تاکہ رسولؐ خدا کید منافقین سے محفوظ رہیں آپ نے فرمایا کہ پیک خدا سب سے زیادہ تیز رو ہے وہ سبحانہ تعالیٰ خود آپ کو خبر کر دیگا۔ فی الحقیقت جیسا کہ امیرالمومنین نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت رسولؐ خدا کو وحی ہوئی اور تمام حال یہاں کا آپ پر کھل گیا۔ پس آپ نے اصحاب کو جمع کیا اور کہا روح الامین مجھکو خبر دیتے ہیں کہ جماعت منافقین نے حوالی مدینہ میں علی بن ابی طالب کے قتل کی تدبیر کی تھی حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ان کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ مومنین اس خبر کو سنکر خوش ہوئے مگر منافقوں کو یقین نہ آیا اور باہم کہنے لگے کہ اصل حال اس لئے چھپاتے ہیں کہ لوگ ان کے قتل پر دلیر نہ ہوجائیں ورنہ ممکن نہیں کہ علی اس تدبیر سے جان بر ہوئے ہوں۔ ہم کو چاہیے کہ ان کی باتوں پر نہ جائیں اور اپنے کام میں سعی کریں تاکہ ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ سے نجات ملے پس کوشش کرو کہ محمد اس سفر سے سلامت نہ جائیں۔ راوی کہتا ہے کہ راہ تبوک میں ایک عقبہ مسمی بہ عقبہ ذی فتق تھا۔ منافقوں نے مشورہ کیا کہ ہنگام مراجعت اس پر جمع ہوں اور آپ کی سواری کے شتر کو بھڑکائیں۔ تاکہ آپ اس کی پشت سے شگاف کوہ میں گریں۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ بوقت مراجعت ایک رات عقبہ پیش آیا حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ منادی ندا کرے کہ کوئی شخص اس عقبہ پر نہ جائے جب تک کہ رسولؐ خدا نہ گزر جائیں۔ پس حضرت شتر سوار اسپر تشریف لے گئے حذیفہؓ بن یمان مہار شتر کی پکڑے ہوئے تھے اور عمار یاسرؓ پیچھے سے اس کو ہنکاتے تھے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے کہ بارہ[۱۲] یا چودہ سوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے آپ کو آگاہ کیا آپ نے ان کو ڈانٹا وہ بھاگے بروایتے عمارؓ نے آگے بڑھ کر ان کے اونٹوں کے موہنہ پر مارا حضرت نے فرمایا تم نے پہچانا کہ یہ کون تھے کہا نہیں یا رسول اللہ ان کے موہنہ پوشیدہ تھے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہینگے جانتے ہو کہ ان کا کیا ارادہ تھا چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑکائیں اور مجھکو گراکر ہلاک کریں۔ حذیفہ نے کہا یا رسول اللہ کیوں آپ حکم نہیں دیتے کہ ان کا سر کاٹ لیں فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب کہیں کہ محمد نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔ غالب ہوئے تو اب ان کو قتل کرتے ہیں۔ خداوندا تو ان کو دبیلہ میں گرفتار کر عرض کی دبیلہ کیا فرمایا ایک شعلہ آتش ہے کہ ان کے دل میں پیدا ہوکر باعث ہلاکت ہوگا بعد ازاں ان کے اور ان کے باپوں کے نام حذیفہ و عمارؓ کو تلائے

اور فرمایا پوشیدہ رکھو اور ان کو رسوا نہ کرو۔ نیز روضۃ الاحباب میں ہے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے اصحاب سے بارہ شخص منافق ہیں کہ روئے بہشت نہ دیکھیں گے اور اس کی بو کو نہ سونگھیں گے حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ جب تک کہ شتر سوئی کے ناکے سے نہ نکل جائے۔ یعنی ان کا بہشت میں جانا ناممکن ہے۔ اور آٹھ شخص ان سے زحمت دبیلہ میں گرفتار ہوں گے کہ ایک شعلہ آتش ان کے شانوں سے اٹھکر سینوں سے نکل جائیگا۔ اسی وجہ سے حذیفہ صاحب السر الذی لایعلمہ غیرہ کے نام سے مشہور ہیں یعنی وہ ایسے اسرار جانتے ہیں کہ انکے سوا کوئی دوسرا ان کو نہیں جانتا۔ اور محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حذیفہ سے روایت کی ہے کہ اصحاب عقبہ چودہ نفر تھے بدیں تفصیل ابوبکر۔ عمر۔ معاویہ۔ ابوسفیان پدر معاویہ۔ طلحہ۔ سعد وقاص۔ ابوعبیدہ جراح۔ ابوالاعور۔ مغیرہ بن شعبہ۔ سالم مولائے ابوحذیفہ۔ خالد ولید۔ عمرو عاص۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عبدالرحمٰن بن عوف حق تعالیٰ اپنی رحمت کو ان سے دور رکھے ان کے حق میں آیہ شریفہ هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا نازل ہوئی نیز منقول ہے کہ رسول اللہ نے سات موقعہ پر ابوسفیان کو لعنت کی از انجملہ ایک موقعہ عقبہ ہے کل بارہ اشخاص وہاں تھے۔ سات بنی امیہ سے باقی دیگر اقوام سے پس حضرت نے لعنت کی تمام حاضرین عقبہ پر سوائے اپنے اور اپنے شتر کے اور اس کے کھینچنے والے اور ہنکانے والے کے۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ امیر المومنین عمر کچھ عرصہ تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دے دے کر اس سے پوچھتے رہے کہ مجھکو تو رسول اللہ نے گروہ منافقین میں شامل نہیں کیا۔ حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں انتہیٰ۔ اس روایت کا پچھلا حصہ یعنی یہ کہ حذیفہ کہتے تھے نہیں نہیں وضعی یعنی راوی کا اپنے دل کا بنایا ہوا ہے۔ حذیفہ نے کبھی خلیفہ صاحب کے اس گروہ میں شامل ہونے سے انکار نہیں کیا اور اگر وہ انکار کرتے تو پھر عمر کو بار بار ان کے پاس جاتے اور قسمیں دیکر پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی حقیقت یہ ہے کہ حذیفہ خلیفہ صاحب کے استفسار کے جواب میں ہمیشہ یہی کہے گئے کہ میں رسولخدا کا راز افشاء نہ کرونگا۔ اس سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا مقصود کیا تھا لیکن حضرت عمر از روئے تجاہل یا بگمان اس کے کہ شاید بوجہ روپوش ہونے کے اس موقعہ پر کسی نے مجھکو نہ دیکھا ہو حذیفہ سے پوچھ پوچھکر اپنا سر کھپاتے رہے کہ کسی طرح ان کے مونہہ سے کہلوالیں کہ تم ان میں شامل نہ تھے۔ مگر حذیفہ ایسا کیونکر کر سکتے تھے۔ کتاب سواد وبیاض سے کہ کتب اہل سنت سے طبقات مشائخ کے بیان میں لکھی گئی ہے نقل ہوا ہے کہ چونکہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا۔ اعرفکم بسان المنافقین حذیفۃ کہ سب سے زیادہ منافقوں کے حال سے خبردار حذیفہ ہے۔ اس لئے امیر المومنین عمر نے دو مرتبہ ان کے پاس جاکر اور دو مرتبہ ان کو اپنے نزدیک بلاکر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے بتلا کہ میں بھی ان میں شامل ہوں یا نہ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے ماکنت فشوا لسر رسول اللہ کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہ کروں گا۔ یعنی اگر میں کہدوں کہ تم بھی ان میں شامل ہو تو اس میں خوف افشائے راز رسول اللہ ہے یہاں حذیفہ نے ہر چند صاف تو نہ کہا مگر اس عبارت میں وہ کنایتہً عمر کو منافقوں میں شامل کر گئے کس لئے کہ اگر بہ تقدیر عدم شمول عمر یہ کہتے کہ تم انمیں داخل نہیں ہو تو اس میں ہرگز کوئی افشائے راز نہ تھا کما لایخفیٰ۔ اور اس سے بھی زیادہ ابلغ طریقہ سے انہوں نے وفات عمر کے بعد اس کی تصریح کی ہو چنانچہ صحیح بخاری میں تفسیر آیہ شریفہ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کے ذیل میں سورۂ نساء سے اسود سے روایت کی ہے[۵۷]

[۵۷] اس حدیث کو عبدالرحیم ملتانی نے بھی رسالہ ارشاد الحنفا میں صحیح بخاری سے نقل کیا ہے ۱۲۔ منہ

کہ اس نے کہا میں ایک روز مسجد مدینہ میں حلقۂ درس عبداللہ بن عمر میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ حذیفہؓ داخل ہوئے اور عبداللہ کے نزدیک پہنچکر سلام کیا مگر اس نے حذیفہ کی کچھ تعظیم نہ کی اس لیئے حذیفہ نے عبداللہ کی طرف خطاب کرکے کہا ما اکثر النفاق فی قوم کان خیراً منکم یعنی نفاق ان لوگوں میں بکثرت تھا جو کہ تم سے بہتر تھے اگر تم میں ہو تو محل تعجب نہیں اسود کہتا ہے کہ میں نے اس وقت آیہ شریفہ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کو تلاوت کیا (ترجمہ) بے شک منافق طبقۂ زیرین جہنم میں ہیں اس وقت لوگ ہنسنے لگے حذیفہ ان سے اعراض کرکے مسجد کے اور جانب میں بیٹھ گئے۔ جب ابن عمر وہاں سے اٹھ گئے اور ان کا مجمع متفرق ہوگیا تو حذیفہ نے سنگریزہ میری طرف پھینک کر مجھکو اپنے پاس بلایا اور کہا مجھے عبداللہ کے اس موقعہ پہ ہنسنے سے تعجب آتا ہے باوجودیکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ میرا اس کلام سے کیا مدعا تھا۔ ظاہر ہے کہ حذیفہ کا مدعا اس کلام سے یہ تھا کہ عبداللہ اور ان کے باپ پسر خطاب اور ویسے ہی اور اشخاص جنہیں لوگ عبداللہ سے بہتر جانتے تھے انمیں نفاق بکثرت پھیلا ہوا تھا۔ اسپر عبداللہ کو رونا چاہیئے تھا نہ کہ ہنسنا۔ قاضی نوراللہ شستری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں کہ اگر حذیفہ عبداللہ کی طرف نفاق کی نسبت کرنے میں راست گو تھے تو کفر عبداللہ وغیرہ کا لازم آتا ہے اور جو دروغ زن تھے تو فسق حذیفہ کا بہر تقدیر اہلسنت کہ دعویٰ تمام صحابہ کی عدالت کا کرتے ہیں صحیح نہوگا۔ مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ منافقین عقبہ تبوک میں کامیاب مراد نہوئے تو نادم ہوکر عمارؓ و حذیفہؓ سے دلی دشمنی رکھنے لگے۔ ابوبکر خلیفہ ہوئے تو عمر نے حذیفہ سے مواخذہ کرکے چاہا کہ حمایت رسول اللہ کا اس سے بدلا لے۔ لیکن ابوبکر نے ان کو اس سے منع کیا کہ اس کے بارے میں سکوت ہی مناسب ہے خود عمر خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے پھر اس کا ارادہ کیا کہ جسطرح ہو اس سے انتقام لیجیئے چنانچہ اس کو طلب کرکے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو ایک جماعت کو اصحاب پیغمبرؐ سے منافق بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ جہنم کے دربان ہونگے یہ کہکر اپنا دُرّہ بلند کیا کہ حذیفہ کے مارے حذیفہ نے کہا اے عمر ساکن ہو کہ تو بھی جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے کہ منافقوں کو اسمیں داخل ہونیسے منع کرے گا۔ عمر نے اسوقت سختی کرنے میں مصلحت نہ دیکھی اور متبسم ہوکر حذیفہ کی خوشامد کرنے اور حاضرین کے سامنے اس کی مدح و ستائش کرنے لگے مگر آخر کار عثمان نے سب کے بدلے لے لئے اور روح منافقین کو اپنے سے شاد کیا۔ **اہل نفاق** کے قضیے میں کلام کو طول ہوگیا اب ہم پھر اصل قصہ کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ناظرین کو کسی قدر حال غزوۂ تبوک کا سناتے ہیں غرض حضرت رسول خدا چلتے چلتے مقام تبوک میں پہنچے وہ ایک موضع تھا نواحی شام میں مگر بعض مورخ ایک قلعہ کا نام بتلاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ اس نام کا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اول چشمہ ہو پھر اس پر آبادی ہوکر اس آبادی کے گرد دیوار بطور فصیل کے بنا کی ہو اور آبادی اور حصار کا نام چشمہ ہی کے نام پر تبوک مشہور ہوگیا ہو بہرکیف حضرت کو وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ شاہ روم کی اس طرف متوجہ ہونے کی خبر غلط تھی رسولؐ اللہ نے قریب دو مہینے کے وہاں قیام کیا کوئی مقابلہ پر نہ آیا بلکہ آپ نے سرداروں کو اطراف و جوانب میں بھیجکر بہت سا ملک تسخیر کرلیا بحدیکہ رعب اسلام نواح شام میں قائم ہوگیا۔ **روایت** ہے کہ رسولؐ خدا نے زبیر عوام و سماک بن خراشہ کو بیس سواروں کے ساتھ تعیین کیا کہ اکیدر نصرانی والے دومۃ الجندل کو پکڑ لائیں۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس کے پاس ساز و سامان بسیار اور لشکر بہت ہے اور قلعہ استوار و حصین میں جاگزین ہے ہم ہیں۲۰ بائیس۲۲ آدمی کیونکر اس کو گرفتار کر سکتے ہیں فرمایا حیلہ و تدبیر سے دستگیر کرو عرض کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے یہاں سے اس کے قلعہ تک میدان مسطح و ہموار ہے اور چاندنی راتیں ہیں وہ ہمکو دور سے دیکھ سکتے اور پہچان سکتے ہیں فرمایا اگر چاہتے ہو کہ ان کی نظر سے پوشیدہ رہو اور نور تمہارا مثل نور ماہتاب کے درخشاں ہو کہ وہ تمیز نہ کر سکیں تو درود بھیجو محمدؐ و آل محمدؐ پر اور اعتقاد کرو کہ بہترین آل محمدؐ علی ابن ابی طالب ہیں علی الخصوص تو اے زبیر اعتقاد کر کہ علی جس گروہ میں ہوں انمیں سزاوار حکومت و ریاست وہ ہیں ان کے ہوتے دوسرے کو برتری نہیں پہنچتی پس جب ایسا کروگے تو ان کی نظر سے پنہاں ہو جاؤگے حتیٰ کہ ان کے قصر کے نیچے پہنچ جاؤ پس اس وقت حق تعالیٰ چند گاؤ صحرائی کو بھیجے گا کہ اپنے سینگوں کو دیوار قلعہ پر ماریں گی اکیدر یہ آواز سنکر شکار کے شوق میں نیچے اتر آئیگا اس وقت اس کو پکڑ لینا پس یہ لوگ حسب ارشاد ہدایت بنیاد روانہ ہوئے اور ببرکت اس عمل کے زیر قلعہ جا پہنچے وہاں جسطرح حضرت نے خبر دی تھی جنگلی گائیں آئیں اور سینگوں سے دیوار قلعہ کو ٹھکرانے لگیں۔ اکیدر کہ شیفتہ شکار تھا ان کی آواز سنکر بیقرار ہو گیا اس کی عورت نے کہا زنہار تو اسوقت نیچے اترنے کا ارادہ نہ کیجیو کہ محمدؐ مع اصحاب یہاں سے نزدیک پڑے ہوئے ہیں مبادا کہ انکے آدمی تجھکو پکڑ لیجائیں اس نے کہا کسکو طاقت ہے کہ اس شب روشن میں لشکر سے جدا ہووے اور یہاں آئے حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ ہمارے جاسوس و نگہبان گھات میں لگے ہوئے ہیں اور اگر اس وقت کوئی ہمارے قصر کے پاس ہوتا تو یہ وحشی جانور کسطرح یہاں آتے غرض اکیدر نے عورت کا کہنا نہ مانا اور قصر سے اتر کر سوار ہوا جنگلی گائیں اس کو دیکھکر بھاگیں اور اس نے ان کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ جب قلعہ سے دور نکل گیا تو اصحاب رسول اللہ نے اس کو گرفتار کر لیا اکیدر نے التجا کی کہ میرے بیش قیمت کپڑے اتار لو صرف ایک پیراہن رہنے دو اور نیز پٹکا اور شمشیر کمر سے کھول لو کہ شاید محمدؐ اس حال میں دیکھ کر مجھ پر رحم کریں اور میری جان بخشی ہو جائے اصحاب نے اس کی درخواست قبول کی اور اسکو حاضر خدمت رسول اللہ کیا۔ فقرائے مسلمین نے جو اس کے گراں بہا لباس کو دیکھا اور اس کے زیورات پر نظر کی تو کہنے لگے کہ کیا یہ چیزیں بہشت سے آئی ہیں حضرت نے فرمایا یہ اکیدر کا لباس ہے بہشت کا ایک رومال کہ زبیر[۱] و سماک کو ملیگا اس تمام لباس و زیورات سے بہتر ہوگا بشرطیکہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہیں جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ القصہ اکیدر کو رسول خدا کے حضور میں پیش کیا تو وہ رونے اور گریہ و بکا کرنے لگا کہ یا حضرت مجھکو چھوڑ دیجیے کہ میں اپنے ملک کے آگے سے آپ کے دشمنوں کو دفع کروں گا۔ حضرت نے فرمایا اگر تو عہد کو وفا نہ کرے کہا اگر عہد پورا نہ کروں تو اگر تم نبی برگزیدۂ خدا ہو تو پھر خدا تم کو مجھ پر مظفر کرے گا۔ یعنی جس خدا نے تمہارے اصحاب کا سایہ زمین پر نہ گرنے دیا اور جانوران صحرائی کو بھیجا کہ مجھکو اپنی جائے پناہ سے نکالا اور تمہارے ہاتھ میں قید کیا۔ اگر میں عہد شکنی کروں گا تو پھر وہی قادر مطلق تم کو مجھ پر فتحیاب کرے گا۔ پس حضرت نے اس کے ساتھ صلح کی کہ وہ رہا ہو بشرطیکہ ہر سال دو مرتبہ ایک ماہ رجب میں دوسرے صفر میں ایک ایک ہزار اوقیہ طلا اور دو دو سو حُلّے مدینہ میں بھیجے اور جو لشکر مسلمانوں کا اس کے ملک سے گزرے اس کو تین روز

[۱] یہ شرط ناظرین کو ملحوظ خاطر رہے کہ جنگ جمل کے بیان میں کام آئے گی ۱۲ منہ

تک مہمان رکھے اور اگلی منزل کے واسطے زادِ راہ اس کے ہمراہ کرے اگر ان باتوں کے خلاف کرے گا تو امان خدا و رسول اس سے اٹھ جائے گی۔ **عزل ابوبکر از ابلاغ سورۂ برات ونصب امیر المومنینؑ بجائے وے** چونکہ بسم اللہ آیۂ وعلامت رحمت خدا ہے اور سورہ برات مشرکوں کی سرکوبی وتہدید کے لئے نازل ہوئی۔ لہٰذا اس کے ساتھ بسم اللہ نہیں آئی۔ اس سورہ کے شروع کی چند آیتیں جنکا مضمون یہ ہے کہ خدا و رسول کفار کے عہد و پیمان کے ذمہ وار نہیں جس سے مدت معین کا معاہدہ ہے اس مدت کو پورا کرے ورنہ چار مہینے کی مہلت ہے اگر اس عرصہ میں ایمان لائے تو بہتر ورنہ جہاں پاؤ ان کو قتل کرو اور خانۂ خدا کو رجس ونجاست کفر وشرک سے پاک کرو۔ نازل ہوئیں تو رسول اللہ نے ابوبکر کو دیں کہ موسم حج میں مکہ جاکر مشرکوں کو سنائے۔ **روایت** ہے کہ کفار کا قاعدہ تھا کہ جن کپڑوں میں طواف خانہ کعبہ بجالاتے ان کو خیرات کردیتے اور اگر وہ کپڑے مانگے کے یا کرایہ کے ہوتے تو ان کے مالکوں کو واپس دیدیتے۔ غرض جن کپڑوں میں طواف کرتے ان کو پھر اپنے استعمال میں لانا ان کی شرع میں مذموم تھا پس جسکو بکرایہ یا بعاریت لباس میسر نہ آتا اور اپنے لباس کے دے ڈالنے کا بھی مقدور نہ رکھتا تو ننگا مادرزاد ہوکر طواف بجالاتا اور ننگ دھڑنگ طواف کرنے کو وہ بہت اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے جس نے برہنہ طواف کیا وہ طفل معصوم کی طرح گناہوں سے نکل گیا جس قوم کی عبادات کا یہ حال ہو اسکی دیگر عادات کا کیا ٹھکانا ہے۔ اتفاقاً ان ایام میں ایک زن صاحب جمال باہر سے مکہ میں طواف کو آئی تھی چونکہ اس کے پاس بدن کے کپڑوں کے سوا دوسرا جامہ پہننے کو نہ تھا اس لئے طواف کے واسطے کرایہ پر یا بعاریت لباس لینا چاہا دستیاب نہوا تو ناچار اس تن نازنین غیرت ماہ کامل کو عریاں کیا دونو ہاتھ آگے پیچھے عورتین پر رکھکر مشغول طواف ہوئی وہ طواف کرتی تھی اور اہل مکہ چار طرف کھڑے اسکے حسن وجمال کو بے پردہ دیکھ دیکھ کر غش ہو رہے تھے۔ فارغ ہوئی تو بہت سوں نے اسکو شادی کا پیام دیا عورت نے کہا یہ خیال دل سے دور رکھو کیونکہ میں آزاد نہیں پابند یعنی شوہردار ہوں حضرت رسول خدا غزوۂ تبوک سے مراجعت کرکے آخر ذی القعدہ میں ارادہ حج بیت اللہ کا رکھتے تھے کہ یہ اخبار گوش زد ہوئے طبیعت نے کراہت کی اور نہ چاہا کہ کفار کے ساتھ ان پلید رسموں میں شریک ہوں۔ پس حضرتؐ ابوبکر کو آیات مذکورہ دیکر پہلی ذی الحجہ ۹ھ ہجری کو اس طرف بھیجا وہ مسجد ذی الحلیفہ سے احرام باندھ کر آگے بڑھے ہی تھے کہ حضرتؐ کو وحی ہوئی اور جبرئیل نے آکر بعد سلام ملک علام کیطرف سے یہ پیغام پہنچایا لَا يُؤَدِّيهَا عَنْكَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ رَجُلٌ مِنْكَ یعنی ان آیات کو یا تم خود پہنچاؤ یا وہ شخص جو تم سے ہو کہ قرب وقرابت اور شرف وفضیلت میں مثل تمہارے ہو بروایتے جبرئیل نازل ہوئے اور کہا يُبَلِّغُ عَنْكَ إِلَّا عَلِيٌّ کہ کوئی بجز علی علیہ السلام کے ان کو نہ پہنچائے۔ پس حضرت نے جناب امیر کو بلایا اور جابر بن عبداللہ انصاری وغیرہ چند اشخاص آپ کے ہمراہ کئے اور ناقہ عضباء خاص اپنی سواری کا شتر آنحضرت کو دیا کہ جاکر ان آیات کو ابوبکر سے لیلو اور حج کے دنوں میں خود لوگوں کے سامنے ان کو قرأت کرو ابوبکر کو اختیار ہے خواہ تمہارے ساتھ حج کرے یا واپس مدینہ آجائے اور یہ چار کلمے ارشاد کئے کہ مشرکوں کو پہنچائیں اول یہ کہ کوئی خانۂ خدا میں داخل نہ ہو جب تک کہ ایمان نہ لائے۔ دوم کوئی برہنہ طواف خانہ کعبہ نہ کرے۔ تیسرے اس سال کے بعد کسی مشرک کو اجازت نہیں کہ حج خانۂ کعبہ بجالائے چوتھے جو خدا و رسولؐ کی طرف سے عہد معین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں

جن کے پاس عہد نہیں یا عہد مؤقت نہیں رکھتے تو چار ماہ یعنی دہم ذی الحجہ سے دہم ربیع الثانی تک امان میں ہیں اس کے بعد اگر مسلمان
نہوں گے تو ان کا خون و مال حلال ہوگا پس امیر المومنین سوار ہوئے اور منزل روحا یا جحفہ پر ابوبکر کو جالیا۔ حضرت شیخ صاحب نے اس آنیکا
سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھکو رسول اللہؐ نے بحکم خدا بھیجا ہے کہ آیات تم سے لے لوں اور خود ان کو قرائت کروں تم چاہو میرے
ساتھ مکہ چلو حج بجالاؤ ورنہ مدینہ پلٹ جاؤ۔ ابوبکر آیات کو حوالہ امیر المومنینؑ کرکے آپ مدینہ آئے اور حضرت رسول خدا کی خدمت میں عرض
کی یا رسول اللہ اھلتنی لامر طالت الاعناق الیّ فلما صرت ببعض الطریق عزلتنی عنہ آپ نے مجھکو ایک کام کے لایق
جانا جس کے سبب سے بہت سی گردنیں میری طرف دراز ہوئیں پس ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ معزول فرمایا حضرت نے فرمایا مجھکو خدا تعالیٰ
نے معزول کیا ہے ابوبکر کو زیادہ اندیشہ ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے حق میں کچھ نازل ہوا ہے فرمایا نہیں مگر جبرئیل میرے پاس
آئے۔ اور کہا تم خود ان کو پہنچاؤ یا کوئی اور جو تم سے ہو پہنچائے اس لئے میں نے علی ابن ابی طالب کو بھیجا۔ **مولف** کہتا ہے کہ یہ ہے
قصہ ابوبکر کی رسالت برات سے معزول ہونے اور امیر المومنین کے اسپر مقرر فرمائے جانیکا اسکو جس طور سے علمائے شیعہ نے نقل کیا
ہے ویسے ہی اکابر محدثین و مفسرین اہل سنت نے کیا ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی در منثور میں وابوعبدالرحمن نسائی خصائص میں گازرو
نے اپنی تاریخ میں عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں کواشی اپنی تفسیر مسمی بہ تلخیص میں میرزا محمد بدخشانی نزل الابرار میں ثعلبی تفسیر میں
سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں محب الدین طبری ریاض النضرہ میں اور دیگر اشخاص اپنی اپنی کتابوں میں اسکو اسی طرح نقل و روایت
کرتے ہیں جیسا کہ مذکور ہوا یعنی تمام نے ابوبکر کا آیات کو حوالہ امیر المومنین کرکے اثنا راہ سے لوٹنا اور حضرت رسول خدا کے آگے اپنی
آزردہ دلی اور ملامت کا اظہار کرنا بتصریح لکھا ہے کہ صریح ان کے معزول ہونے پر دال ہے۔ مگر شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ میں باوجود
اس کے کہتے ہیں کہ اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر امارت حج پر مامور ہوئے تھے نہ رسالت سورہ برات پر سورہ برات ان کے
جانے کے بعد نازل ہوئی اور علی علیہ السلام کو دی گئی پس عزل متحقق نہو گا صاحب تشئید المطاعن اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس
عزل و نصب کو نو صحابیوں نے یعنی خود امیر المومنینؑ نے۔ ابوبکر نے۔ عبداللہ بن عباس۔ ابوسعید خدری عبداللہ عمر۔ ابوہریرہ۔ سعد وقاص
ابورافع اور انس بن مالک نے روایت کیا ہے۔ پس شاہ صاحب کو لازم تھا کہ ثابت کرتے کہ ان سب نے اسکو ویسے ہی روایت کیا ہے
جیسے وہ کہتے ہیں ورنہ ان بے سروپا باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اور جبکہ یہ معزولیت نو صحابیوں کے روایت سے ثابت و متحقق ہے
تو وہ متواترات سے سمجھی جائے گی کیونکہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں پیشنمازی ابوبکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوے سے
متواتر کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے اعلم ان ھذا الحدیث متواتر لانہ ورد من حدیث عائشۃ وابن مسعود وابن عباس
وابن عمر وعبد اللہ بن زمعہ وابی سعید وعلی بن ابی طالب وحفصہ انتھی۔ یعنی جان تو کہ یہ حدیث متواتر ہے کیونکہ
اسکو عائشہ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن ربیعہ و ابوسعید خدری و علی بن ابی طالب وحفصہ نے روایت
کیا ہے پس جب آٹھ صحابیوں کی روایت متواتر ہے تو نو کی بطریق اولیٰ متواتر ہوگی۔ اگر شاہ صاحب اپنے یہاں کی کسی روایت ضعیف

ہیں اپنا فائدہ دیکھکر شیعوں کے مقابلے میں اسکو ترجیح دیں اور روایت متواتر مشہور کو چھوڑ دیں تو ان کا قول کیونکر مقبول و مسموع ہوسکتا ہے ایسا ہو تو باب احتجاج و استدلال طرفین سے بند ہو جائے بالجملہ حضرت عتیق کا ادائے سورہ برات سے بحکم رب العزت معزول ہونا اور اثنائے راہ سے مراجعت کر کے رسول خدا کی خدمت میں جزع و فزع بلکہ گریہ و بکا کرنا کتب معتبرہ اہل سُنّت میں جیسا ہم اوپر لکھ آئے مشہورات مستفیضہ سے ہے ان کے بڑے بڑے محدثوں اور مفسروں نے اس کو روایت کیا ہے شاہ صاحب اور مریدان شاہ صاحب کی قدرت سے باہر ہے کہ اس واقعہ کو تمام کتابوں سے نکال ڈالیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ خدا و رسول کا ان کو اس کام پر مقرر کرنا پھر بلا پہنچنے منزل مقصود کے ادہر سے واپس بلوا لینا یعنی ہہ کس لئے ایسا کیا گیا اس سے تو بہتر تھا کہ پہلے ہی سے امیر المومنین کو آیات حوالے کر دیتے اور ان سے تعرض ہی نہ ہوتے تاکہ ایک بیچارے بوڑہے آدمی کی یوں مٹی خراب نہوتی جن سے کہ وہ زار قطار روتے تھے۔ چونکہ افعال ایزدی میں شائبہ جہالت اور عبث ہونیکا نہیں ہوسکتا وہ ہمیشہ مبنی بر مصلحت و حکمت ہوا کرتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اسمیں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہو پس واضح رہے کہ مصلحت و حکمت اس عزل و نصب کی یہ تھی کہ تمام خلقت کو اور خود شیخ صاحب کو معلوم ہو جائے کہ وہ خدا و رسول کے نزدیک ایک سورہ قرآنیہ کے پہنچانے کی قابلیت نہیں رکھتے چہ جائیکہ خلافت عامۂ مسلمانان کی پس ثانی الحال جبکہ وہ بظلم غصب خلافت کا ارادہ کریں تو سب کو یہ واقعہ یاد رہے اور تمام پر حجت خدا تمام ہو اگر اول ہی امیر المومنین کو اس مہم پر مقرر فرما دیتے تو یہ نکتہ صاف طور سے سمجھ میں نہ آتا اور خیال رہتا کہ سوائے آنحضرت کے اور اشخاص بھی اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کا اس معزولیت پر گریہ و بکا کرنا ہرچند روایات کثیرہ اہل سنت میں وارد ہے مگر یہاں بہ نظر اختصار صرف ایک روایت نقل ہوتی ہے۔ کتاب کنز العمال میں تفسیر سورہ توبہ کے ذیل میں ابوبکر سے روایت کی ہے ان النبی بعثہ ببراءۃ الی اھل مکۃ فسار بھا ثلثا ثم قال لعلیؑ الحقہ فرد علی ابا بکر ففعل فلما قدم ابوبکر بکی فقال یا رسول اللہ حدث فی شی فقال ماحدث فیک الا خیرا لکن امرت ان لا یبلغہ الا انا او رجل منی۔ حم۔ وابن حزیمہ وابو عوانہ۔ قط یعنی رسول اللہ نے ابوبکر کو سورہ برات دیکر مکہ بھیجا تین دن کے بعد علیؑ کو کہا کہ تم جا کر ابوبکر کو واپس بھیجدو اور تم اس کو پہنچاؤ پس وہ گئے اور ابوبکر رسولؐ اللہ کی خدمت میں آئے تو رونے لگے اور کہا یا رسولؐ اللہ کیا مجھ میں کوئی نئی بات حادث ہوئی فرمایا بجز خیر و خوبی کے کچھ تجھ میں حادث نہیں ہوا الا مجھکو حکم ہوا کہ اسکو یا میں خود پہنچاؤں یا کوئی اور جو میری اہل سے ہو روایت کیا ہے اس کو احمد حنبل نے اپنی مسند میں اور ابن خزیمہ و ابوعوانہ اور دار قطنی نے۔ القصہ ابوبکر تو روتے دہوتے مدینہ میں تشریف لے آئے اور امیر المومنینؑ طے منازل کر کے داخل مکہ ہوئے اور روز عرفہ عرفات میں اور شب عید مشعر الحرام میں اور دہم ذی الحجہ روز عید کو جمرات کے نزدیک اور ایام تشریق میں منیٰ میں باواز بلند اس سورہ کو مشرکوں کے سامنے قرأت کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ لا یدخل البیت کافر ولا یحج مشرکٌ ولا یطوف بالبیت عریان بروایتے روز عید کو کوہ شعب پر تشریف لے گئے اور شمشیر میان سے نکال لی اور باآواز بلند ان کلمات کو کہتے تھے۔ اسوقت حراش و شعبہ پسران عبدود برادران عمر بن عبدود نے جسکو امیر المومنینؑ نے بروز احزاب قتل کیا تھا کہا کہ تو ہمکو

چار مہینے کی مہلت دیتا ہے بہ تحقیق کہ ہم تجھ سے اور تیرے ابن عم سے بیزار ہیں اور تم دونوں کے لئے ہمارے پاس بجز نیزہ و شمشیر
دوسری چیز نہیں حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو میری شمشیر کو دوبارہ آزمالو برولیتے کسی نے کہا اگر معاہدہ جو ہمارے اور تمہارے ابن عم کے
درمیان ہے اس کے ٹوٹ جانے کا خوف نہوتا تو ہم ابتدا تم سے کرتے یعنی پہلے تم ہی کو قتل کرتے حضرت نے فرمایا اگر رسولؐ اللہ
نے منع نہ کیا ہوتا کہ کوئی امر اپنی طرف سے حادث نہ کروں تو میں تجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا نیز جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ نے مجھکو مکہ بھیجا میں قریش کی عداوت کا حال بخوبی جانتا تھا کہ اگر ان سے ہوسکے تو میرا ہر عضو کاٹ کر ایک ایک پہاڑ
پر رکھ آئیں اور راضی تھے کہ اگر میرے قتل میں ان کی جان و مال و زن و فرزند کام آئیں تو اس سے بھی دریغ نہ کریں میں نے رسولؐ خدا
کا پیغام ان کو پہنچایا تو انکے چہرے دفعتہً غیظ و غضب سے اندوختہ ہوگئے اور لگا ہر ایک اظہار کراہت و عداوت کرنے حتیٰ کہ زن
و مرد کے چہروں سے بغض و عناد کے آثار عیاں تھے مگر میں نے کچھ پرواہ نہ کی اور تعمیل ارشاد نبوی میں سرگرم رہا تاآنکہ سب کو آپ کا
حکم سنا دیا۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تاریخ طبری میں کہ کتب اہل سُنت سے ہے لکھا ہے کہ سال ششم ہجرت عمرہ حدیبیہ میں
حضرت رسول خدا نے عمر بن الخطاب کو مکہ بھیجنا چاہا تو وہ ڈر گئے اور بدیں عذر کہ مجھکو ان سے خوف ہے تعمیل حکم سے پہلو تہی کی ۔
علیٰ ہذا سال نہم ہجرت میں فتح مکہ کے بعد آنحضرت نے پھر عمر کو کہا کہ اشراف قریش کے پاس پیغام لیجائیں انہوں نے اسوقت بھی خوف
کا اظہار کیا باوجودیکہ کسیکا بال تک بھی ان کے ہاتھ سے بیکا نہ ہوا تھا بلکہ باطن میں ہمیشہ ان کے موافق رہتے تھے امیر المومنینؑ
حال آنکہ کوئی شخص مکہ میں نہ تھا کہ جس کو ان کے ہاتھ سے صدمہ نہ پہنچا ہو ان کے نوک سنان و شمشیر جان ستان ہر ایک کے جگر میں
کھُبی تھی اس پر بھی آنحضرت نے کچھ پرواہ نہ کی اور تنہا ایک لاکھ مشرکین کے مجمع میں چلے گئے اور ان کے پیمان و امان کو توڑ ڈالا اور ان
کے دین و آئین کو باطل فرمایا۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ **الغرض** حضرت اس مہم سے فارغ ہو کر حسب المرام مدینہ
سکینہ کی طرف واپس ہوئے بآرام و آہستگی طے مسافت کرتے تھے ادہر حضرت رسولؐ خدا کے پاس کوئی خبر آسمانی اس مقدمہ
میں نہ پہنچی تو آپ دلگیر ہوئے اور تشویش و نگرانی دن بدن بڑہتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ آثار حزن و ملال چہرۂ اقدس سے نمایاں ہونے لگے
شدت غم سے اپنی ازواج کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ صحابہ یہ صورت دیکھتے تھے مگر کسی کی جرأت نہ تھی کہ باعث اس تغیر کا دریافت کرسکے
آخر ابوذر غفاریؓ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے غم و اندوہ کو دیکھکر اصحاب گمان کرتے ہیں کہ آپ کی وفات کی خبر آپ کو دی گئی
ہے یا کوئی خبر بد اُمت کے حق میں ملی ہے یا کوئی مرض آپ کے دشمنوں کو عارض ہوا ہے فرمایا ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں لیکن
یہ رنج و الم علی ابن ابی طالب کی طرف سے ہے مجھکو کچھ معلوم نہیں ہوا کہ کیا صورت ان کو پیش آئی نہ کوئی وحی اس بارے میں پہنچی بہ تحقیق
کہ حق تعالیٰ نے علیؑ کے مقدمے میں مجھکو نو خصلتیں عطا کیں تین دنیا میں تین آخرت میں دو خصلتیں ایسی ہیں کہ ان سے بے خوف
ہوں اور ایک جس سے ڈرتا ہوں لیکن تین خصلتیں دنیا کی پس وہ میرے ستر کو چھپائیں گے اور میرے امور کو انجام دیں گے اور میری وصی
ہوں گی میری اُمت پر اور تین آخرت کی ایک یہ کہ لوائے حمد مجھکو دینگے تو میں ان کے حوالہ کروں گا کہ میرے لیئے اس کو برپا رکھیں

دوم شفاعت کے مقام میں ان پر اعتماد کرونگا سوم وہ میرے معین و مددگار ہوں گے بہشت کی کنجیاں اٹھانے ہیں۔ اور دو باتیں کہ انسے اپنے بعد مطمئن ہوں یہ ہیں کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے اور اسلام پر کفر کو اختیار نہ کریں گے۔ ایک جس سے ڈرتا ہوں وہ مکر قریش ہے ان کے ساتھ۔ القصہ رسول خدا کا معمول تھا کہ صبح کو نماز پڑھکر طلوع آفتاب تک قبلہ رو مشغول تعقیب و ذکر الٰہی رہتے تھے امیر المومنین حاضرین کی طرف مونہہ پھیرتے اور لوگ انحضرت سے اجازت لیکر اپنے کاروبار کو جاتے پیغمبر خدا نے ان کو اس کام پر مقرر کیا تھا جب آپ مکہ گئے تو حضرت نے کسی کو اس خدمت پر مامور نہ کیا خود روے مبارک صحابہ کی طرف کرتے اور اجازت فرماتے ایک روز ابوذر نے اجازت باہر جانے کی چاہی حضرت نے اجازت دی تو وہ شہر سے نکلکر شوق لقائے امیر المومنینؑ میں مدینہ کی راہ ہو لئے۔ آخر جذب محبت نے اثر دکھلایا اور کشش دلی اپنا رنگ لائی امیر المومنین کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار اس طرف کو آرہے ہیں دوڑ کر انحضرت سے لپٹ گئے اور چھاتی سے لگالیا اور روئے انور پر بوسے دیتے تھے پھر عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم آہستہ آہستہ آؤ میں آگے چلکر تمہارے آنے کی خوش خبری رسول اللہ کو پہنچاتا ہوں کیونکہ وہ حضرت تمہاری مفارقت میں نہایت بے چین ہیں پھر جلد آکر یہ مژدۂ فرحت افزا رسول خدا کو پہنچایا آپ نے فرمایا اے اباذر میں اس کی عوض تمکو بشارت بہشت دیتا ہوں پس سوار ہوئے اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ سوار ہوئے بیرون شہر۔ قران سعدین واقع ہوا بھائی نے بھائی کو دیکھا آنکھوں میں ٹھنڈک تن میں توانائی آئی امیر المومنین کی نظر روئے انور خاتم المرسلین پر پڑی تو ناقہ سے اتر لئے حضرت بھی پیادہ پا ہوگئے اور دونوں ہاتھ حضرت امیرؑ کے گلے میں ڈالدیئے اور روئے منور دوش اطہر امیرؑ پر رکھکر جوش مسرت میں خوب گریہ کیا امیر المومنین بھی بہت روئے سے وہ رو رو کے اس طرح دونوں ملے ہ کہ جسطرح ساون سے بھادوں ملے ہ پھر فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں بیان کر کہ کیا کر آیا یہ تحقیق کہ مجھکو تیرے مقدمے میں وحی بہ دیر پہنچی۔ امیر المومنین نے تمام قصہ مفصل عرض کیا یہ سُنکر فرمایا کہ حق تعالیٰ زیادہ دانا ہے اس جل شانہ نے تجھکو اس کار کے لئے اختیار کیا تھا۔ **ظہور فضیلت امیر المومنینؑ علی مرتضیٰ و باقی آل عبا علیہم التحیۃ والثنا در معاملہ مباہلہ با قوم نصاریٰ** منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور تمام عرب آپ کا مطیع و منقاد ہوگیا تو امراء و رؤسا و سلاطین روئے زمین کو خطوط لکھکر اسلام کی طرف دعوت کی از انجملہ ایک خط نصارائے نجران کو لکھا کہ اسلام قبول کرو اور شہادت دو وحدانیت خدا و رسالت محمدؐ مصطفےٰ کی ورنہ جزیہ دینا ہوگا۔ اس طرح پر کہ بذلت و خواری اس کو اپنے ہاتھ سے ادا کروگے اگر اس سے بھی انکار ہے تو جنگ کے لئے آمادہ رہو یہ خط نصرانیوں کو پہنچا تو ان کے عظما و علما، وزہاد و رہبان ایک کنیسۂ بزرگ میں جمع ہوئے اور چند روز ان کے درمیان اس امر میں مباحثہ و مناظرہ ہوتا رہا کہ آیا یہ محمدؐ وہی ہیں جن کی مسیح علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام نے خبر دی ہے یا کوئی اور بعض متعصب کہتے تھے کہ عیسیٰؑ کے بعد قیامت تک دو پیغمبر ہوں گے ایک کا نام محمدؐ دوسرے کا احمدؐ ہے۔ موسیٰؑ کو اول کی خبر دی گئی ہے اور عیسیٰؑ کو دوسرے کی یہ قریشی صرف اپنی قوم پر مبعوث ہوا ہے وہ پیمبر جس کی بادشاہی روئے زمین پر پھیل جائے گی اور دین کامل کا خاتمہ اسپر ہوگا اس کے بعد آئیگا

دلیل اس کی یہ ہے کہ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ اس کے فرزند نہیں بخلاف اس پیغمبر موعود کے کہ اس کی نسل جاری ورواں ہوگی اور ایک فرزند
اس کا ہوگا کہ تمام عالم پر حکومت کرے گا ساتھ دین حنیف کے دوسرا فریق کہتا تھا کہ محمدؐ و احمد ایک شخص کے نام ہیں اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ
دونوں کو اسی ایک شخص کی بشارت دی گئی ہے۔ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ایک قوم پر مبعوث ہوں اور دعویٰ کریں
بعثت کا تمام عالم پر ایسا کذاب و دروغ زن قابل نبوت نہیں ہوسکتا ہے آگاہ رہو کہ اسکی نسل دختر پاکیزہ و مطہرہ سے ہے اور وہ
بادشاہ صالح کہ مالک شرق وغرب زمین ہوگا اس کی ذریت سے ہوگا وہ ہے خاتم النبیین و خیر المرسلین غرض اس سوال وجواب میں
طول ہوگیا اور ہرچند منکرین نبوت پر آنحضرت کی حقانیت کھل گئی اور ان کے دل اس کو مان گئے تھے الّا بظاہر اقرار کرنے میں ڈرتے
تھے کہ وہ جاہ ومنزلت کہ انکو قوم میں حاصل ہے اور مال و دولت کہ وہ اس ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں ان سے جاتی رہے۔ لہذا باطل
حجتیں نکالتے تھے آخر یہ صلاح ٹھری کہ کتاب جامع بزرگ کہ جامع کتب وصحائف انبیاء ہے مجمع میں لائی جائے اور اس کی عبارتیں
سب کے سامنے پڑھی جائیں تاکہ ہر ایک اسمیں غور وخوض کرسکے اہل انکار کہ ذی اقتدار لوگ تھے اس کے بھی خلاف ہوئے کہ ایسا
نہو کہ حق الامر ظاہر ہوجائے مگر حاضرین کے اصرار سے چارنا چار اس کتاب کو لانا پڑا ایک شخص اس کو اپنے سر پر اٹھا کر لایا۔ کتاب
اسقدر گراں تھی کہ حامل بمشکل چل سکتا تھا اس کو لاکر مجمع میں رکھا اور صحف آدمؑ و شیثؑ و ابراہیمؑ و توریت موسیٰؑ و انجیل عیسیٰؑ سے
مقامات نکالکر پڑھے اور سنائے گئے حق مثل نور صبح ظاہر و آشکار تھا۔ اوّل صحیفہ آدمؑ و شیثؑ کی عبارات پڑھیں پس رفتہ رفتہ صندوق
ابراہیم علیہ السلام پر آئے اسمیں لکھا تھا کہ حق تعالیٰ نے فضیلت وبزرگی دی ابراہیم کو اور برگزیدہ کیا اسکو اپنی خُلّت کے ساتھ اور
صلوات وبرکات بھیجی اس پر اور نبوت وامامت کو اس کی پشت میں قرار دیا اور تابوت آدم کہ علم وحکمت سے مشحون ہے اسکو عنایت کیا
پس نظر کی ابراہیم نے طرف اس تابوت کے اور دیکھا کہ اس میں بعد و انبیاء اولو العزم اور ان کے اوصیاء کے خانے بنے ہیں۔ پس حضرت
ہر خانے کو دیکھتے اور معائنہ کرتے تھے تا اینکہ خانۂ محمدؐ آخر الزماں تک پہنچے اس کے دہنے جانب خانۂ علی بن ابی طالب کو دیکھا
اس میں لکھا تھا کہ یہ شبیہ ونظیر ووصی آنحضرت کا ہے کہ موید بہ نصرت الٰہی ہوگا عرض کی ابراہیم نے خداوندا یہ دو مخلوق بزرگوار
کون ہیں وحی ہوئی کہ اے ابراہیم یہ بندہ وبرگزیدہ میرا محمد خاتم پیغمبراں ہے اور دوسرا اس کا وصی ووارث علی بن ابی طالب ہے بہ تحقیق
کہ محمد فاتح وخاتم ہے کہ تمام خلائق سے پیشتر جبکہ آدم پانی اور مٹی ہی کے درمیان تھا ہمنے اسکو نبوت دی ہے اور آخر زمانے میں مبعوث
ہوگا اس کا دین کامل اور نبوت اس پر تمام ہوگی اور علی اسکا بھائی صدیق اکبر ہے صلوات وبرکات ہو ان دونوں برگزیدہ ومعصوم
ومطہر پر پس حضرت ابراہیم نے بارہ نور درخشاں دیکھے چاہا کہ ان کے اسماء گرامی سے مُطلع ہوں ارشاد ہوا کہ ایک نور میری کنیز فاطمہ
زہرا دختر محمد مصطفےٰ کا ہے اور باقی حسنؑ و حسینؑ و ائمہ اولاد حسینؑ کے حضرت قائمؑ آل محمدؐ تک پس حضرت ابراہیم نے درود وصلوات
بھیجے ان انوار برگزیدہ پر اور کہا رَبِّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ پس وحی کی حق تعالیٰ نے ان کی طرف کہ گوارا ہو تجھکو اے
ابراھیم فضیلت وکرامت اپنے پروردگار کی بہ تحقیق کہ محمدؐ اور اس کی آل معصوم ومطہر تیری نسل اور تیرے فرزند اسمٰعیل کی

پیشتر سے ہوں گے اور مقرون کروں گا تیری صلوات و برکات کو اس صلوت و برکات کے ساتھ جو کہ ان پر بھیجوں گا۔ بعدازاں توریت و انجیل کی بشارتیں پڑھیں اور مجلس ختم ہوئی اہم جسکا کہ لقب سید تھا مع عبدالمسیح عاقب کے کہ بزرگان ملت و منکر نبوت تھے ملزم و مبہوت ہو کر اپنے معابد کو چلے گئے۔ **مترجم** کہتا ہے کہ نصرانیوں کے باہمدگر مباحثے کی روایت بہت طولانی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے سید بن طاؤس رح سے اور انہوں نے کتاب مفضل شیبانی سے اسکو نقل کیا ہے اس میں باہمی سوال و جواب بہت بسط و تفصیل سے مذکور ہیں اور بشارات کتب و صحف انبیا کو مفصل نقل کیا ہے۔ یہاں پر ہم نے تھوڑا سا اس سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے جسکو تمام حال دیکھنا منظور ہو بحار الانوار ناسخ التاریخ وغیرہ میں دیکھے۔ **القصہ** سید و عاقب و ابو الحارثہ مع قیس بن حصین و یزید بن عبدالمدان قسیس حضرموت کے اور کرز بن علقمہ برادر ابو الحارثہ کہ اسی وقت سفر سے آیا تھا و دیگر اہل علم و معرفت شرف فضیلت کے آمادہ سفر ہوتے کہ مدینہ جا کر حضرت رسول خدا سے ملاقات کریں اور آپ کے اوضاع اور اطوار کو دیکھیں سید و عاقب نے اپنے اپنے بیٹے کہ ایک کا نام صبغۃ المحسن دوسرے کا عبدالمنعم تھا اور اپنی ازواج سارہ و مریم کو ساتھ لیا۔ **راوی** کہتا ہے کہ راہ میں ایک مقام پر کرز کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا اس نے غصہ ہو کر کہا تعس الابعد یعنی ہلاک ہو وہ شخص کہ جس کے پاس ہم جاتے ہیں اس سے اشارہ اس کا رسول اللہ کی طرف تھا ابو الحارث نے یہ سنکر کہا بَلْ تَعَسْتَ اَنْتَ کہ تو ہلاک ہو اور سر کے بل گرے کرز نے کہا اے برادر یہ کیا بات تو کہتا ہے اس نے کہا قسم بخدا کہ محمد رسول و فرستادہ خدا وہ پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے کرز بولا اگر ایسا ہے تو پھر کس لئے اس پر ایمان نہیں لاتا کہا تمام قوم کے خلاف کام کرنا آسان نہیں ایسا کریں تو جو کچھ انہوں نے ہمکو دے رکھا ہے سب چھین لیں۔ بروایتے یہ گفتگو کرز اور عاقب کے درمیان ہوئی اور عاقب نے اسکو مصباح چہارم انجیل سے بشارت بعثت محمد مصطفیٰ اور دیگر آثار و علامات آنحضرت کے سنائے کرز نے کہا اگر یہ شخص وہی ہے تو کس لئے ہم کو اس کے معارضے کے لئے لیجاتا ہے۔ کہا ہم اس لئے جاتے ہیں کہ ان کی باتیں سنیں اور ان کے طور و اطوار مشاہدہ کریں۔ اگر وہی ہیں جن کے اوصاف کتابوں میں پڑھے ہے تو اس کے ساتھ صلح کرلیں تاکہ ضرر سے ایمن رہیں اور دروغ گو ہے تو خلقت سے اسکی شرارت کو دفع کریں کرز نے کہا اگر اسکی حقیقت ہم کو ثابت ہو جائے تو پھر صلح کیسی کس لئے ان پر ایمان نہ لائیں کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ نصاریٰ نے عزت و حرمت و مال و دولت ہمکو دیا ہے ہماری اطاعت کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ ہو کر دشمن سے جہاد کرتے ہیں کنیسہائے بزرگ ہمارے لئے تعمیر کرائے ہیں یہ باتیں مسلمانی میں کہاں وہاں وضیع و شریف ادنیٰ اعلیٰ سب برابر ہیں۔ کرز کے دلمیں ان باتوں سے محبت اسلام پیدا ہو گئی اور یہی باتیں انجام کار اس کے اسلام کا سبب ہوئیں غرض قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک مقام پر اتر کر سب نے غسل کیا اور لباسہائے فاخرہ ابریشمیں و زیورات سے اپنے تئیں زینت کیا اور بکمال تزک و احتشام داخل شہر ہوئے صحابہ ان کو دیکھکر کہتے تھے کہ وفود عرب سے کوئی اس شان کا اب تک مدینہ میں نہیں آیا پس یہ لوگ دامن کشاں داخل مسجد ہوئے اور سلام کیا آنحضرت پر آپ نے جواب سلام کا نہ دیا اور روئے مبارک ان کی طرف سے پھیر لیا۔ اتنے میں ان کی

نماز کا وقت آیا تو رو بمشرق ہو کر نماز پڑھنے لگے بعض صحابہ نے چاہا کہ ان کو منع کریں حضرت نے فرمایا جو چاہیں کریں ان سے تعرض نہ کرو نماز سے فارغ ہو کر پھر حاضر خدمت ہوئے ہر چند گفتگو کرنا چاہتے تھے مگر جواب نہ ملا ناچار مسجد سے نکلکر عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف سے کہ سابقہ آشنائی ان سے رکھتے تھے ملاقات کی اور کہا تمہارے پیغمبر نے ہمکو خط لکھکر اسلام کی طرف دعوت کی یہاں آئے تو ہمارے سلام کا جواب نہیں دیتے اور ہمارے ساتھ بات نہیں کرتے انہوں نے کہا یہ عقدہ علیؑ بن ابیطالب سے حل ہوگا پس ان کو امیر المومنین کی خدمت میں لائے اور کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا یہ لباس و زیورات اتار دیں اور سفر کے میلے کچیلے کپڑے یا پارچہ صوف پہنیں نصاریٰ حسب الایما ربانوں کے کپڑے پہن کر حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا قسم بخدا کہ پہلی مرتبہ جو میرے پاس آئے تو شیطان ان کے ساتھ تھا اس لئے میں نے ان کو جواب نہ دیا پس کئی دن حضرت سے سوال پوچھتے اور آپ کے ساتھ مناظرہ کرتے رہے پھر کہا اے ابوالقاسم ہم نے تمہاری صفات کتب انبیا میں مطالعہ کیں سب تم پر مطابق ہیں الا ایک امر کہ انجیل میں لکھا ہے کہ جو پیغمبر مسیح کے بعد آئیگا مسیحؑ کی تصدیق کریگا حالانکہ تم اس کی تکذیب کرتے ہو وہ خداوند ہے تم بندہ بتلاتے ہو آپ نے فرمایا میں ان کی پیغمبری کی تصدیق کرتا ہوں مگر ان کو بندہ جانتا ہوں کہا بندہ کیونکر ایسے کام کر سکتا ہے۔ جیسے مسیح نے کئے۔ وہ مردوں کو زندہ کرتا کور مادرزاد کو بینا فرماتا مبروص کو شفا دیتا دلوں کے پوشیدہ راز بتلاتا تھا سوائے خدا کے کوئی بشر ان امور پر قدرت نہیں رکھتا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ ساری باتیں جو عیسیٰؑ کے ہاتھ پر ہوتی تھیں بحکم خدا ہوتی تھیں وہ بندۂ برگزیدۂ خدا تھے بندگی سے عار نہ رکھتے تھے کیا تم نہیں جانتے کہ وہ گوشت پوست خون مو ورگ و پے رکھتے تھے کھاتے پیتے اور بیت الخلا جاتے تھے۔ سب یہ صفات مخلوق کی ہیں خداوند عالم ان سے پاک و منزہ ہے کہا کوئی ان کے سوا ایسا ہے کہ بدون باپ کے پیدا ہوا ہو حضرت نے فرمایا حق تعالیٰ قادر مطلق ہے اس کے نزدیک کسی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا کچھ مشکل کام نہیں حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے آدم علیہ السلام بدون ماں اور باپ دونو کے پیدا ہوئے پس اس آیہ شریفہ کو ان پر تلاوت کیا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ بے شک مثل عیسیٰؑ علیہ السلام کی مثل آدم کے ہے کہ اسکو مٹی سے پیدا کیا پھر اسکو کہا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ نصرانی یہ حجت واضح و دلیل روشن سنکر بھی قائل نہوئے اور ہٹ دھرمی سے یہی کہے گئے کہ عیسیٰؑ خداوند پسر خدا ہے پس حق تعالیٰ نے آیہ مباہلہ بھیجی وہ یہ ہے فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ یعنی جو کوئی مجادلہ کرے تجھ سے اے محمد بعد اس کے کہ آیا تیری طرف جو کچھ کہ حق علم ہے پس کہہ تو انسے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی کو اور ہم اپنے ان لوگوں کو کہ بمنزلہ ہمارے نفس کے ہیں اور تم اپنوں کو پس نفرین کریں اور گردانیں لعنت خدا دروغ گویوں پر پس حضرت نے یہ آیہ ان کے سامنے پڑھی اور کہا میں تمہارے ساتھ مباہلہ کروں گا کہ تم حق کو قبول نہیں کرتے پس وہ مباہلہ پر راضی ہو گئے اور قرار پایا کہ کل فلاں مقام پر مباہلہ کریں یہ کہکر اپنی قیام گاہ کو چلے گئے اور باہمدگر کہتے تھے کہ محمدؐ نے تم پر

حجت تمام کی اور امر اس کا ظاہر ہو گیا اب دیکھنا چاہیے کہ کن لوگوں کے ساتھ تم سے مباہلہ کرتے ہیں۔ اگر دنیوی احتشام کے ساتھ لاؤ لشکر لیکر آئے تو جاننا کہ یہ روش بادشاہوں اور جباروں کی ہے کچھ خوف کا مقام نہیں اور جو چند فقرائے صلحا عزیز ترین خلق اللہ کے ساتھ آئے تو یہ طریقہ پیغمبروں اور سچے لوگوں کا ہے اسوقت ان کے ساتھ مباہلہ وملاعنہ سے پرہیز کرنا چاہیے پس حضرت رسول خدا نے امر کیا کہ زمین زیر درخت کو جاروب کریں اور اگلے روز حسب الحکم ایک عبائے سیاہ رنگ تنگ لاکر اس درخت پر پھیلا دی اور سید و عاقب اپنے کنبے والوں کے ساتھ نکلے اور نصارائے نجران وسواران بنی حارث بن کعب ان کے ساتھ بڑے کروفر کے ساتھ برآمد ہوئے اُدھر سے مہاجر وانصار و دیگر اہل مدینہ اپنے اپنے نشان لئے تجمل وشان سے شہر سے باہر آئے کہ دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے حضرت رسول خدا ہنوز حجرۂ مبارک میں تشریف رکھتے تھے جب دن چڑھا اور آفتاب بلند ہوا تو آپ بھی برآمد ہوئے۔ اس طرح پر امیر المومنین کا کہ بمنزلہ آپ کے نفس کے تھے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں اور حسنینؑ آگے آگے اور جناب سیدہ آپ کے پیچھے تھیں بروایت روضۃ الاحباب امام حسینؑ کو گود میں لئے تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور علیؑ اور فاطمہؑ دونو آپ کے پیچھے آرہے تھے اور حضرت ان سے کہتے جاتے تھے کہ جس وقت میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نجرانیوں نے پنجتن پاک کو اس طرح آتے دیکھا اور دعا و آمین کی گفتگو سنی تو خوف ان پر غالب ہوا ابو الحارثہ کہ ان کا حبر و دانشمند شخص تھا بولا یارو میں چند صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو حق تعالیٰ ان کی خاطر سے پہاڑ کو جگہہ سے سرکا دے گا خبردار ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا نہیں تو روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہیگا۔ بروایت اوّل حضرت رسالت مع اہل بیت عصمت وطہارت خراماں خراماں زیر درخت جس کے اوپر عبا ڈال رکھی تھی تشریف لائے اور عبا کے سایہ میں دوزانو مثل نشست انبیا بیٹھ گئے۔ پس سید و عاقب کو بلوا کر کہا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرو انہوں نے کہا اے ابو القاسم اس جوان اور دو لڑکوں اور ایک عورت کے ساتھ مباہلہ کرتے ہو اور بڑے بڑے شاندار آدمی جو تم پر ایمان لائے ہیں ان کو حاضر نہیں کرتے فرمایا کہ میں حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں کہ ان کو لیکر مباہلہ کروں بہ تحقیق کہ یہ لوگ اس جل شانہ کے نزدیک بہترین اہل ارض ہیں اور نزدیک ترین ہیں مجھ سے از روئے قرابت کے یہ سنکر ان کے چہروں کے رنگ زرد ہو گئے اور مشورے کے لئے اپنے اصحاب کی طرف پلٹے اس وقت ایک شخص ان کے علمائے سے بروایتے کرز بن علقمہ اٹھا اور کہا وائے ہو تم پر ہرگز محمدؐ کے ساتھ مباہلہ نہ کرو یاد کرو ان اوصاف کو کہ تم نے کتاب جامعہ میں پڑھے ہیں قسم بخدا کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ راست گو ہیں اگر تم نے ان کے ساتھ مباہلہ کیا تو دیر نہ ہوگی کہ تم بندر و سور کی شکل میں مسخ ہو جاؤ گے پس خدا سے ڈرو اور ناحق دنیا کو تہ وبالا نہ کرو بہ تحقیق کہ جس قوم نے اپنے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کیا وہ ایک چشم زدن میں نیست و نابود ہو گئی ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ آفتاب کس طرح زرد پڑ گیا ہے اور درختوں نے سر نہوڑ لئے اور طیور آشیانوں سے گر پڑے اور پروں کو زمین پر بچھا دیا ہے اور جو کچھ ان کے چینہ دانوں میں تھا خوف عذاب سے گداختہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ کوئی گناہ ان کا نہیں لیکن وہ آثار نزول عذاب دیکھ رہے ہیں اور خوف کھا رہے ہیں اور پہاڑوں کو دیکھو کہ لرز رہے ہیں اور عالم دھواں دھار ہو گیا ہے اور چھا رہا ہے ابر سیاہ باوجودیکہ موسم گرما بارش کا نہیں کیونکر آسمان پر جمع ہوتے جاتے ہیں۔ اور نظر کرو محمدؐ اور ان کے اہل بیت کی طرف

کہ ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے منتظر اس کے ہیں کہ تم نفرین قبول کرو پس آگاہ رہو کہ اگر ایک کلمہ لعن کا ان کے موہنہ سے نکلا تو ہم سب تباہ وبرباد ہوجائیں گے اور ایک متنفس ہم سے سلامت نہ جائیگا۔ پس سید وعاقب نے آثار غضب الہی کو دیکھا تو جانا کہ اگر ہم نے مباہلہ کیا تو ضرور قہر خدا ہم پر نازل ہوگا اور ان کا بدن دہشت سے کانپنے لگا اور نزدیک تھا کہ ہوش وحواس باطل ہوجائیں کرز نے کہا اگر اسلام لاؤ تو عذاب دنیا وعقبیٰ سے نجات ملے اور جو دنیوی اعتبارات سے دست بردار نہیں ہوتے تو جلد جاؤ اور محمدؐ سے صلح کرو انہوں نے کہا اے کرز تو ہماری طرف سے ان کے پاس جا جس طرح تو صلح کرے گا ہم اس پر راضی ہیں بہتر ہے کہ ان کے ابن عم محمد علی بن ابیطالب کے واسطے سے امر مصالحت کو انجام دے پس کرز روانہ ہوا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ شہادت دیتا ہوں کہ خدا واحد ویکتا ہے اور آپ اور عیسیٰ دونوں بندہ خدا ورسول وفرستادہ اس کے ہیں یہ کہکر ان کا پیغام پہنچایا رسول خدا نے ان کی درخواست قبول کی اور امیر المومنین کو امر کیا کہ جا کر امر صلح طے کریں پس حضرت تشریف لے گئے اور دو ہزار حلہ نفیس اور ایک ہزار مثقال طلا سالانہ پر کہ نصف اس کا محرم میں اور نصف رجب میں ادا کریں صلح کی اور سید وعاقب دونوں کو خدمت میں حاضر کیا کہ انہوں نے بخواری وزاری حضرت کے سامنے اس قرارداد کا اقرار کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی قبول کیا قسم بخدا کہ اگر آج تم میرے اور ان لوگوں کے ساتھ جو زیر عبا ہیں مباہلہ کرتے تو حق تعالی اس وادی کو تم پر آتش روشن کردیتا کہ یہ آگ ایک ساعت میں تمکو اور تمہارے تمام اہل ملت کو جہاں جہاں ہوتے جلاکر خاک سیاہ کردیتی بعد ازاں وہاں سے اٹھے اور مظفر ومنصور شہر میں تشریف لائے مسجد میں داخل ہوئے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ تم کو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے موسیٰ وہارون نے اپنے دشمن قارون کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ یعنے قارون کو مع اس کے اصحاب کے کہ اس کی اعانت کرتے تھے زمین میں اتار دیا اے احمد قسم ہے مجھکو اپنی عزت وبزرگواری کی کہ اگر تو اپنے اہل بیت کے ساتھ تمام اہل زمین کے ساتھ مباہلہ کرے تو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں اور پہاڑ ریزہ ریزہ بنیں اور زمین نیچے دھنس جائے پس رسول اللہ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنا موہنہ زمین پر رکھا۔ پھر ہاتھوں کو بلند کیا تا اینکہ سفیدیٔ زیر بغل نمایاں ہوئی۔ اور تین مرتبہ کہا شُکْرًا لِلْمُنْعِمِ حاضرین نے اس شکریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے شکر کیا اس انعام وافضال کا کہ حق تعالیٰ نے میرے اہل بیت کو عطا کیا پھر ماجرا جبرئیل کے آنیکا بیان فرمایا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین میں روایت مباہلہ کو تفسیر ثعلبی وکشاف زمخشری سے نقل کیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدائے عزوجل کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ مرگ وہلاکت اہل نجران پر آویختہ تھی اگر مباہلہ کرتے تو تمام خوک وبوزنہ ہوجاتے اور یہ صحرا ان کے لئے آگ بن جاتا کہ سب کے سب حتیٰ کہ مرغ درختوں پر اس عذاب سے نجات نہ پاتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ نصاریٰ روئے زمین سے نیست ونابود ہوجاتے۔ بعد ازاں صاحب کشاف نے روایت عائشہ نقل کی ہے اسمیں ہے کہ حضرت نے اپنے اہل بیت کو داخل عبا کیا اور یہ آیہ شریفہ تلاوت کی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا نیز حق الیقین میں ہے کہ قصۂ مباہلہ ۲۴ و

شیعہ کے درمیان متواترات سے ہے تمام محدثوں مفسروں اور مورخوں نے اسکو نقل کیا ہے اور گو اس کے بعد خصوصیات میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ مباہلہ صرف آل عبا کے ساتھ تھا اور ان حضرات کے سوا کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہوا پس اس سے ظاہر ہے کہ امیرالمومنینؑ و فاطمہ زہرا و حسنین علیہم السلام افضل و اشرف خلق ہیں خدا کے نزدیک چنانچہ تمام مخالفین معاندین نے مثل زمخشری و بیضاوی و فخر رازی وغیرہ کے اس کا اقرار کیا ہے ازانجملہ زمخشری کہ سب سے زیادہ متعصب ہے۔ کشاف میں کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دشمن کو مباہلہ کے لئے بلانے سے مُدعا یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ کاذب تھے یا وہ حضرت تھے۔ پس یہ امر آپ سے اور آپ کے دشمن سے مخصوص تھا زنان و اطفال اس میں شامل کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ان لوگوں کا اس میں شامل کرنا دلالت کرتا ہے کہ ان کے ساتھ مباہلہ کرنے میں آپ کو زیادہ وثوق و اعتماد تھا بہ نسبت اس کے کہ تنہا مباہلہ کرتے پس اس لئے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور سب سے زیادہ عزیزوں اور محبوں کو مقام ہلاکت و نفرین میں لائے اور صرف اپنے اوپر کفایت نہ کی اور خاص زن و فرزند کو دیگر اعزہ و اقارب کے درمیان سے اس لئے اختیار کیا کہ یہ سب میں زیادہ عزیز و محبوب قلوب ہوتے ہیں بسا اوقات آدمی اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالتا ہے تاکہ ان کو صدمہ نہ پہنچے اسی وجہ سے عورات و اولاد کو لڑائیوں میں لیجاتے ہیں کہ ان کے خاطر سے بھاگنے نہ پائیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اس آیہ شریفہ میں خود مباہلہ کرنے والوں کے نفسوں اور جانوں پر مقدم ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ جان سے زیادہ عزیز ہیں اس کے بعد زمخشری کہتا ہے کہ یہ ایک دلیل ہے فضیلت آل عبا پر کہ اس سے زیادہ قوی دلیل کوئی ہو نہیں سکتی **مولف** کہتا ہے کہ اہل سنت آیہ مباہلہ میں لفظ انفسنا و انفسکم سے مباہلہ کرنیوالوں کے نفس اور ذات مراد لیتے ہیں نہ وہ اشخاص کہ بمنزلہ ان کے نفس و ذات کے ہوں اس لئے امیرالمومنین کو وہ اَبْنَاءَنَا میں داخل جانتے ہیں نہ اَنْفُسَنَا میں چنانچہ عبارت مذکورہ بالا کشاف کی اس پر دلالت کر رہی ہے اور شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ میں حسب عادت خود اس مضمون کو ذرا وسعت سے لکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں شاہ صاحب نے ناحق اس میں خامہ فرسائی فرمائی ان کو کوئی فائدہ زائدہ اس سے حاصل نہیں ہوا۔ اَبْنَاءَنَا میں داخل ہوں یا اَنْفُسَنَا میں امیرالمومنین ہی ہوں گے۔ ابوبکر و عمر تو داخل ہونے سے رہے۔ جب یہ نہیں تو اَبْنَاءَنَا میں تو آنحضرت کا داخل ہونا اور بھی اچھا ہے کس لئے کہ وہ بقول صاحب کشاف خود شخص کے نفس و ذات سے بھی زیادہ عزیز ہوتے ہیں چنانچہ یہی وجہ انہوں نے کلام الٰہی میں اَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا کے اَنْفُسَنَا سے پہلے ذکر ہونے کے بیان کی ہے اس صورت میں وہ حضرت نفس رسول ہونے سے بھی شرف و فضیلت میں ایک نمبر بڑھے رہے چنانچہ اسی وجہ سے صاحب کشاف کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ ایک ایسی دلیل فضیلت اہلبیت کی ہے کہ اس سے زیادہ قوی کوئی دلیل ہو نہیں سکتی لیکن ہم نے الزاماً ایسا کہا ہے تحقیق مقام یہی ہے کہ امیرالمومنین صرف انفسنا کے مصداق ہیں نہ کہ اَبْنَاءَنَا کے ورنہ کلام خدا حشو و زیادتی پر شامل ہوگا۔ کس لئے کہ مقصود اس مقام پر علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کا صاحب مباہلہ کے ساتھ شامل کرنا تھا سو وہ اس تقدیر پر اَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا سے حاصل ہو گیا اَبْنَاءَنَا میں امیرالمومنینؑ و حسنینؑ وَنِسَاءَنَا میں

جناب فاطمہ آگئیں پھر لفظ انفسنا کے بڑہانے اور آپ اپنے تئیں بُلانے سے فائدہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ نَدۡعُ اَنۡفُسَنَا (بلائیں ہم اپنے نفسوں کو) سے مراد نحضر انفسنا (حاضر کریں ہم اپنے نفسوں کو) ہے تو کیا جب وہ حضرت فعل ندع نبتھل و نجعل لعنۃ اللہِ صیغہائے متکلم مع الغیر کے فاعل- یعنی اپنے اہلبیت اطہار کو اس کام میں شریک کرنیوالے اور مباہلہ کرنے والے اور جھوٹوں پر لعنت کرنیوالے ہوئے تو خود حاضر نہوں گے۔ اور کیا بغیر لفظ انفسنا کے زیادہ کرنے کے کسی کو آپ کی شرکت میں شک وشبہ رہتا پس ضرور ہے کہ اَنۡفُسَنَا سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد ہوں کہ کلام الٰہی لغو وحشو سے پاک رہے پس شاہ صاحب کی یہ درازنفسی کہ دعوت نفس یعنی آپ اپنے تئیں بُلانا خلاف محاورہ نہیں یہاں کچھ مفید مطلب نہیں ہوسکتے ہم نے تسلیم کیا کہ اَنۡفُسَنَا سے اشخاص بمنزلہ نفس مراد لینا بھی ایک مجاز ہے لیکن یہ مجاز محاورۂ عرب وعجم بلکہ تمام عالم کے روزمرہ میں شائع وذائع ہے ہرزبان میں اپنے محبوب اور دوست کو جان ودل بولتے اور لکھتے ہیں۔ خاصکر امیر المومنینؑ کے مقدمے میں یہ مجاز بہت ہی ظاہر ہے آپ کا نفس وجانِ رسول اللہ ہونا اسلام میں سوائے معاند متعصب کے کسی پر پوشیدہ نہیں شاعر کہتا ہے

؎ یا علیؑ تم اور نبیؐ تو ایک تھے ٭ چشم احول میں مگر دو ہوگئے۔ دیگر ؎ نبیؐ وعلیؑ ہر دو نسبت بہم ٭ دوتاؤ یکے چوں زبان قلم ٭

صحاح اہل سُنّت میں مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا علی منی وانا منہ کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے خصائص نسائی میں ہے کہ آپ نے فرمایا علیؑ کنفسی کہ علی مثل میرے نفس کے ہے اور فردوس الاخبار وغیرہ میں روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علی مجھ سے بمنزلہ سر کے ہے بدن سے بروایت دیگر بمنزلہ روح کے ہے میرے بدن سے اور ایک گروہ مخالفین کو آپ نے خطاب کرکے کہا کہ نماز پڑھو زکوٰۃ ادا کرو ورنہ اس شخص کو تم پر بھیجوں گا کہ بمنزلہ میرے نفس کے ہے یعنی علی علیہ السلام کو غرض ایسی روایتیں بکثرت ہیں اور اس کتاب میں بھی جابجا نقل ہوئی ہیں یہ سب قرینۂ واضحہ ہیں اس مجاز کے۔ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اَنۡفُسَنَا کا مصداق امیر المومنینؑ کو ٹھرائیں تو کفار کی طرف سے کون اَنۡفُسَکُمۡ کا مصداق ہوگا چنانچہ لکھتے ہیں " ونیز از جانب پیغمبر کہ حضرت امیر را مصداق اَنۡفُسَنَا قرار دادیم از جانب کفار در اَنۡفُسَکُمۡ کدام کس را مصداق انفس کفار قرار خواہیم داد"۔ یہ عجیب وغریب ایراد ہے جو شاہ صاحب نے اس مقام پر وارد کیا ہے واقعی جب انسان کسی امر میں عاجز آجاتا ہے تو ایسی ہی ایسی بے تکی باتیں بنانے لگتا ہے جیسا کہ ڈوبنے والا ایک ایک تنکے کا سہارا لیتا ہے کہ شاید اسی کی مدد سے غرق ہونے سے بچ نکلے یہی مثل بعینہ اس مقام پر شاہ صاحب کی ہے۔ خصم آپ کے اس منطق کے جواب میں کہہ سکتا ہے کہ کیا ضرور ہے کہ اگر کفار کی طرف اَنۡفُسَکُمۡ کا مصداق غیر معین رہے تو حضرت رسالت پناہ کی جانب اَنۡفُسَنَا کے مصداق خود وہی حضرت ہوں دوسرا کوئی اس کا مصداق نہ ہونے پائے ان دونوں باتوں میں کونسی ملازمت ہے۔ کیا شاہ صاحب ان کی طرف اَبۡنَاءَکُمۡ وَنِسَاءَکُمۡ کے مصداق معین کرچکے جو اَنۡفُسَکُمۡ کا مصداق چاہتے ہیں اور کیا ان دوگروہوں کے اُدہر غیر معین رہنے سے وہ اَبۡنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا کا مصداق بھی خود حضرت رسالت پناہ ہی کو قرار دیں گے یہ نہیں تو پھر کس لئے اَنۡفُسَکُمۡ ہی کے مصداق پر زور دیا جاتا ہے جبکہ

مباہلہ واقع ہی نہیں ہوا اور وہ لوگ پنجتن پاک کی شکل ہی دیکھکر تھر تھر کانپنے لگے مقابلہ کرنا تو درکنار۔ پھر تو کوئی کیا جانے کہ ان کی طرف کون اصل مباہلہ کرنے والا اور کون اس کے زن و فرزند اور کون بمنزلہ نفس کے ہوتا ادہر سے تو حضرت رسول خدا بموجب حکم خدا ان چار بزرگواروں کو ہمراہ لیکر میدان میں تشریف لائے ان کی تشخیص و تعیین ہوگئی اُدہر بغیر اس کے ان کی مُعیّن کرنے کی کیا سبیل ہے اسپر گزارش ہے کہ مورخین نے لکھاہے کہ امیر و فرمانروائے نصارائے نجران عبدالمسیح ملقب بعاقب تھا۔ پس اگر مباہلہ واقع ہوتا تو سَر و رئیس مقابل و صاحب مباہلہ کفار کی طرف سے یہی شخص ہوتا۔ دوؔم صاحب رجال و مجمع ان کا یعنی سردار لشکر ایہم ملقب بہ سیّد۔ سوؔم عالم اس جماعت کا صاحب مدارس و معابد ابو الحارث بن علقمہ چہارؔم کرز بن علقمہ برادر ابو الحارث کا یہ چار اشخاص ان کے رؤسا و سرآوردہ بتلائے گئے ہیں۔ از انجملہ ابو الحارث پر حقانیت اسلام مثل روز روشن ظاہر ہوچکی تھی وہ رسالت رسول خدا کا بدل قائل تھا بلکہ جب راہ میں اس کے شتر کے ٹھوکر لگی اور اسپر اس کے بھائی کرز نے ایک کلمۂ ناشائستہ حضرت رسالت پناہ کی نسبت موہنہ سے نکالا تو اس نے اس کو ڈانٹا پھر اعتقاد رسالت اس جناب کا کہ خود رکھتا تھا اس کو تلقین کیا چنانچہ اسوجہ سے کرز مذکور مدینہ پہنچکر مسلمان ہوگیا پس ان دونو بھائیوں سے تو اُمید نہیں ہوسکتی کہ وہ اس کام میں کھڑے ہوتے یا اہل مباہلہ کے معین و مددگار بھی بنتے۔ عاقب خود رئیس و سردار اصل مباہلہ کرنے والا تھا رہ گیا ایک سید سو ہونہ ہو وہی مصداق انفسکم کا ہوتا۔ یقین نہیں تو احتمال تو اس کی نسبت ضرور ہے۔ و اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب سیّد کا مصداق انفسکم ہونا محتمل ہوا تو شاہ صاحب کا ارشاد کہ اس طرف انفسکم کا مصداق کون ہوگا اور اس سے امیر المومنین کے نفس رسول نہونے پر استدلال لانا باطل ہوگیا۔ لیجئے یہ مرحلہ بھی طے ہوا اب تو شاہ صاحب کے مقلد اس آیہ شریفہ سے حضرت امیر کا نفس رسول ہونا مان لیں گے اور اس میں چون وچرا نہ کریں گے۔ **فخر الدین** رازی امام اہلسنت بعض علمائے شیعہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیرؑ بموجب آیہ مباہلہ نفس رسول ہیں پس تمام کمالات رسول خدا میں سوائے پیغمبری کے آپ کے شریک ہوں گے اور چونکہ آپ کے کمالات سے ایک کمال جمیع انبیاء و صحابہ سے افضل ہونا بھی ہے تو حضرت امیر بھی جملہ پیغمبروں اور تمام صحابہ سے افضل و اشرف ہوں گے امام صاحب اس دلیل کو شیعیوں کی طرف سے بتفصیل نقل کرکے جواب میں کہتے ہیں کہ جیسا اجماع منعقد ہے اس پر کہ محمدؐ علیؑ سے افضل ہیں ویسا ہی اجماع ہے کہ تمام انبیا غیر انبیا سے افضل ہوتے ہیں۔ پس علی علیہ السلام کی افضلیت انبیا پر ثابت نہ ہوگی۔ انبیا کے بارے میں تو امام صاحب نے یہ فرمایا مگر صحابہ کے بارے میں جب کوئی بات نہ سوجھی تو خاموش ہو رہے شیعہ آپ کی اس حجت کے جواب میں کہ انبیا غیر انبیا سے ہمیشہ افضل ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ اجماع سُنّیوں کے اپنے گھر کا اجماع ہے ہم اس اجماع کے قائل نہیں اور بغیر سُنّی و شیعہ کے اتفاق کے کوئی اجماع اجماع نہیں ہوسکتا سُنّیوں نے اہل بیت اطہار کے مراتب گھٹانے کو اور بھی چند اجماع کئے ہیں جو شیعوں کے نزدیک ذرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ پس حضرت امیرؑ کا جملہ انبیا سے افضل ہونا بموجب اس آیہ شریفہ کے بحال خود ثابت رہیگا۔ **حقیر** مولف کہتا ہے کہ امام صاحب کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو امیر المومنینؑ کے نفس رسول اللہ ہونے سے انکار نہیں اس سے انکار ہوتا تو مسئلہ فضیلت انبیا میں وہ

اجماع کی پوچ وناقص دلیل سے کس لئے متمسک ہوتے کیوں شاہ عبد العزیز کی طرح سرے ہی سے یہ نہ کہدیتے کہ حضرت امیرؑ
اَبْنَآءَنَا کے مصداق ہیں اَنْفُسَنَا کے نہیں۔ **ذکر توجہ امیر المومنینؑ بسوئے یمن و شرح حالات آں امام زمن**
منقول ہے کہ ہجرت سے دسویں سال حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے آنحضرت کو ملک یمن کو روانہ کیا تاکہ ان لوگوں کو پند
ونصیحت کرکے دین اسلام کی طرف مائل کریں اور انہیں اصلاح فرمائیں اور جو جنگ پیش آئے اس پر جہاد فرمائیں تین سو آدمی آپ کے
ساتھ کئے اور حکم دیا کہ موضع قبا میں توقف کریں تا اینکہ سپاہ متعینہ آپ کے پاس جمع ہو جائے پس ایک علم آنحضرت کے لئے ترتیب دیا
اور عمامہ سر مبارک پر اپنے ہاتھ سے باندھا جس کے کہتے ہیں کہ دو سرے آگے پیچھے کی طرف چھوٹ رہے تھے پیچھے کا سرا بالشت بھر کا
اور اگلا کوئی ہاتھ بھر کا لمبا ہوگا بعد ازاں فرمایا یا علی میں تجھکو بھیجتا ہوں ہر چند تیری جدائی مجھ پر بہت شاق ہے۔ تم ان کو کلمہ
شہادتین اور روزے نماز کی طرف ترغیب دو قبول کریں تو ان کی زکوٰۃ لیکر ان کے درمیان تقسیم کرو اور زیادہ متعرض نہو وَاللّٰہِ
لَاَنْ یَّھْدِیَ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْکَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْہِ الشَّمْسُ وَغَرُبَتْ قسم بخدا کہ اگر حق تعالیٰ ایک
مرد واحد کو تیرے ہاتھ پر ہدایت بخشے تو یہ تیرے لئے تمام ان اشیاء سے بہتر ہے جن پر کہ آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے۔ **بروایت**
شیخ طبرسیؒ آپ کو بھیجا تاکہ ان کو اسلام کی طرف دعوت کریں اور ان کے خزائن سے خمس لیں اور احکام الٰہی یعنی حلال وحرام
سے آگاہ کریں اور اہل نجران سے زکوٰۃ وجزیہ وصول فرمائیں۔ بہرکیف تاریخ الخلفا وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے عرض کی یا رسول اللہ
آپ مجھکو اہل کتاب کے ملک میں بھیجتے ہیں حالانکہ میں ہنوز جوان ہوں حضرت نے دست مبارک اپنا سینہ جناب امیرؑ پر رکھکر فرمایا
اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاھْدِ قَلْبَہٗ بارخدایا تو اس کی زبان کو ثابت رکھ اور دل کو ہدایت فرما بروایت روضۃ الاحباب فرمایا
حق تعالیٰ تجھکو کامل ہدایت کرے گا اور تیری زبان کو راستی پر ثابت گردانے گا۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھکو کبھی
کسی قضیہ میں شک عارض نہیں ہوا۔ صاحب روضہ کہتے ہیں کہ ببرکت دعائے رسالت پناہ آپ کی مہارت علم قضا میں اس درجہ
کو پہنچی تھی کہ زبان گوہربار رسول مختار سے خطاب اقضاکم علی کا سماعت فرمایا۔ **نیز** حضرت رسول خدا نے فرمایا یا علیؑ جبکہ
عقبۂ افیق پر پہنچو تو وہاں کے شجر وحجر وزمین کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ پس حضرت روانہ ہوئے چلتے چلتے جب حوالی یمن میں
عقبۂ افیق پر پہنچے تو دیکھا کہ اہل یمن سلاح وسلب سے آراستہ ہوکر مقابلے کو آمادہ ہیں حضرت نے بآواز بلند فرمایا یَا شَجَرُ وَیَا
مَدَرُ وَیَا ثَرٰی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یَقْرَءُ کُمُ السَّلَامُ اے درختو اور پتھرو اور اے قطعات زمین محمدؐ رسول خدا تم کو
سلام پہنچاتے ہیں۔ پس کوئی سنگ ودرخت اور ڈھیلا نہ رہا الّا یہ کہ اس آواز کو سنکر کانپنے لگا اور کہا محمد رسول خدا اور تم پر ہمارا سلام
ہو اہل یمن نے جو یہ حال مشاہدہ کیا خوف سے ان کے دل سینوں میں دہل گئے اور حربے ہاتھوں سے گر پڑے۔ حضرت نے قریب
پہنچکر صف جنگ راست کی پھر فرمان رسول خدا کو ان کے سامنے قرائت کیا۔ قبیلہ ہمدان کلام اعجاز نشان حضرت امیر مومنان سنکر
تمام قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہوگیا حضرت امیرؑ نے یہ حال حضرت رسول خدا کی خدمت میں لکھا آپ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر

حق سبحانہ تعالیٰ ادا کیا پھر فرمایا اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ اَلسَّلَامُ عَلٰی هَمْدَانَ کہ سلام ہو میرا ہمدان پر **مؤلف** کہتا ہے کہ قبیلہ ہمدان اس کے بعد ہمیشہ شیعۂ مخلص و ہواخواہ حیدر کرار رہا ہے خاصکر جنگ صفین میں بحمایت امیر المومنین ان سے کارنمایاں ظاہر ہوئے اور وفاداری و جان نثاری کو انتہا درجہ پر پہنچایا چنانچہ حضرت نے خوشنود ہو کر چند اشعار ان کی مدح و ستائش میں پڑھے آخری شعر ان کا یہ ہے ؎ اِذَا کُنْتُ بَوَّابًا عَلٰی بَابِ جَنَّةٍ ۔ لَقُلْتُ لِهَمْدَانَ اُدْخُلُوْا السَّلَامُ یعنی جبکہ میں دروازۂ جنت پر صاحب اختیار رہوں گا تو ہمدان کو کہوں گا کہ سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ چنانچہ تفصیل ان کو ائف کی اپنے مقام میں مذکور ہے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے خالد ولید کو یمن بھیجا تھا بعد ازاں امیر المومنین کو روانہ کیا کہ خمس غنائم اس سے لے لیں بریدہ بن حصیب اس لشکر میں تھا کہتا ہے کہ میں پہلے سے علی کو دشمن رکھتا تھا جس وقت اموال خمس علیحدہ ہوئے تو انہوں نے ان میں سے ایک لونڈی کہ تمام کنیزوں میں خوبصورت تھی چھانٹ لی اور اس کے ساتھ صحبت کی صبح کو غسل کیا تو اثر رطوبت موئے سر میں ظاہر تھا میں نے خالد سے کہا تو نے دیکھا کہ یہ مرد کیا کرتا ہے اور ان سے کہا کہ اے ابو الحسن یہ کیا معاملہ ہے کہا تجھکو معلوم نہیں کہ یہ لونڈی خمس میں آل محمدؐ کے حصہ میں آئی پس آل علیؑ کا سہم ہوئی بیتے اس کے ساتھ مقاربت کی بریدہ کہتا ہے کہ سریہ سے واپس آکر میں نے یہ ماجرا رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اے بریدہ آیا علیؑ کو دشمن رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں فرمایا ان کو دشمن مت رکھ بلکہ دوستی کو زیادہ کر بہ تحقیق کہ علی کا حصہ خمس میں اس لونڈی سے زیادہ تھا۔ بروایتے بریدہ نے کہا میں نے جو یہ شکایت کی تو رنگ رخسارۂ مبارک رسول اللہ کا سرخ ہو گیا اور فرمایا علیؑ کی شان میں بدگمان نہ ہو کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے اور وہ ولی امور تمہارا ہے میرے بعد پس جس کا میں ولی ہوں علی اسکا ولی ہے۔ حضرات اہل سُنّت حدیث من کنت مولاہ الخ میں لفظ مولے کے معنوں میں تکرار کرتے اور کہا کرتے ہیں کہ یہ صریح و صاف خلافت پر دلالت نہیں کرتا اگر خلافت ہی مقصود تھی تو صاف صاف کیوں نہ کہا کہ علی ولی الامر بعدی لیجئے اس حدیث روضۃ الاحباب میں اور نیز حدیث مسند احمد بن حنبل میں جو آگے نقل ہوتی ہے۔ لفظ ولی الامر بعدی بھی موجود ہے بڑی خوبی تو مذہب حقہ کی یہی ہے کہ کوئی بات اس کی مفید مطلب نہ ہو کہ مخالفین کے یہاں موجود نہ ہوا اور کوئی حجت ایسی نہ ہو کہ ان پر تمام نہ ہوئی ہو۔ روضۃ الصفا میں مطابق روایت ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ روایت کی ہے کہ حضرت ختم الرسل غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو عمرو بن معدیکرب زبیدی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سخنان ہدایت نشان دربارۂ قیامت و احوال قیامت زبان مبارک آنحضرت سے سنکر مسلمان ہو گیا الّا بعد چندے کسی بات پر ناراض ہو کر مرتد ہوا اور اپنے وطن مالوف کو لوٹا اور راہ میں ایک گروہ کو بنی حارث بن کعب سے تاراج کرتا گیا سرور کائنات کو یہ حال معلوم ہوا تو امیر المومنین کو ایک جماعت مہاجر و انصار ہمراہ کر کے بنی زبید اس کے قبیلے پر مقرر کیا اور خالد ولید کو کچھ اعراب کہتے ہیں ذیکر قبیلہ جعفی پر جدا تعین فرمایا۔ لیکن اسکو کہدیا کہ جہاں دونو لشکر ملیں امیر و فرمانروا امیر المومنینؑ ہیں چاہیئے کہ آنحضرت کے حکم سے اصلا تجاوز نہ کرے۔ پس دونو لشکر اپنے اپنے مقصد کو روانہ ہوئے قبیلہ جعفی نے جب یہ سنا کہ ان پر لشکر تعینات ہوا ہے تو ان کے دو گروہ ہو گئے

ایک یمن کو چلا گیا دوسرا قبیلہ بنی زبید سے جا ملا۔ امیرالمومنین نے یہ سُنکر خالد کو لکھا کہ جس جگہ ہے توقف کرے جب تک کہ ہم وہاں نہ پہنچیں مگر اس بے سعادت نے تعمیل ارشاد سے انکار کیا حضرت نے خالد بن سعید عاص کو مع سپاہ مقدمۃ الجیش بھیجا کہ جا کر اس کو بزور شمشیر روک لے چنانچہ خالد سعید نے آگے جا کر خالد ولید کو روک رکھا تا اینکہ امیرالمومنینؑ نے وہاں پہنچکر اس کو اس نافرمانی پر بہت زجر و ملامت کیا پھر بالاتفاق آگے بڑہے قبیلہ زبید کو حضرت کے آنے کی اطلاع ہوئی تو عمرو سے کہنے لگے لے ابو ثور کیا حال ہوگا تیرا جبکہ یہ جوان قریشی تجھہ سے ملاقات کرکے خراج طلب کرے گا۔ عمرو نے کہا تم بھی دیکھو کہ میں کسطرح پر اس کو خراج دیتا ہوں اور اپنی شجاعت اور جوانمردی کا اظہار کرتا تھا۔ القصہ صفوف جنگ دونو طرف سے آراستہ ہوئیں اور عمرو بن معدیکرب نے میدان میں نکلکر مبارز طلب کیا۔ حضرت امیر اس کے مقابلے کو آمادہ ہوئے خالد بن سعید نے کہا بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مجھے اجازت دیجئے کہ اس کے ساتھ جنگ آزما ہوں۔ فرمایا اگر میری اطاعت لازم جانتا ہے تو یہیں ٹھیر اور خود آگے جا کر ایک نعرۂ حیدری اس زور سے کیا کہ اس کی ہیبت سے عمرو بغیر اس کے کہ ذرا ہتھیار کرے بھاگا اور اس کے ساتھ ہی اس کے اصحاب نے بھی فرار کیا۔ مگر حضرت نے اسکے ایک بھائی اور ایک بھتیجے کو پھر بھی زیر تیغ کھینچا۔ اس کی عورت رکانہ بنت سلامہ مع دیگر زنان قبیلے کے بندی میں گرفتار ہوئی۔ اور بہت سا مال غنیمت اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا آپ نے خالد سعید کو امر کیا کہ قبیلہ میں ٹھہرکر زکوۃ جمع کرے اور جو کوئی واپس ہوکر مسلمان ہو اور امان چاہے اسکو امان دے۔ پس عمرو معدیکرب آکر دوبارہ خالد کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اس نے اس کے زن و فرزند کو واپس دیا یہ عمرو معدیکرب یکتاز ان عرب سے شمار ہوتا تھا اور عمر خطاب کے زمانے میں جنگ روم و عجم میں بڑے بڑے نمایاں کام اس کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔ الغرض حضرت نے اس غنیمت سے ایک کنیز اپنے لئے اختیار کی تھی خالد ولید نے بہ تقاضائے عداوت بریدہ اسلمی کو خط دیکر حضرت رسول خدا کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو اس قصہ سے آگاہ کرے۔ ارشاد میں ہے کہ بریدہ مدینہ پہنچا تو عمر خطاب اس سے ملے اور حال پوچھا جب معلوم ہوا کہ علیؑ کی شکایت لیکر آیا ہے تو بہت خوش ہوئے اور کہا ضرور یہ حال رسول اللہ سے کہنا چاہیئے کنیزک کا قصہ سنیں گے تو غالباً اپنی بیٹی کی وجہ سے ناراض ہوں گے۔ پھر روضۃ الصفا میں ہے کہ بریدہ نے مجلس اقدس میں جا کر خالد کا خط آپ کو دیا چونکہ اس مردود نے حضرت شیر خدا کو منسوب بہ خیانت کیا تھا جوں جوں حضرت خط کو پڑہتے تھے رنگ روئے مبارک کا متغیر ہوتا تھا اور آثار غضب جبین مبین سے ظاہر ہوتے جاتے تھے بریدہ نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ لوگوں کو مال غنیمت میں اسطرح تصرف کی اجازت دیں گے تو محنت مسلمانوں کی ضائع ہوجائیگی رسول خدا نے کہا وائے ہو تجھ پر اے بریدہ آیا تو منافق ہوگیا۔ بہ تحقیق کہ علی کو غنیمت سے حلال ہے جو کچھ کہ مجھکو حلال ہے۔ اِنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ خَیْرُ النَّاسِ لَکَ وَلِقَوْمِکَ وَخَیْرُ مَنْ اُخَلِّفُ بَعْدِیْ لِکَافَّۃِ اُمَّتِیْ علی بن ابی طالب تیرے اور تیری قوم کے لئے تمام آدمیوں سے بہتر ہیں۔ اور بہتر ہیں میری تمام امت کے لئے ان سب سے جنکو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں۔ اے بریدہ پرہیز کر علیؑ کی دشمنی سے اگر ان کو دشمن رکھے گا تو خدا تجھکو دشمن رکھے گا۔ بریدہ کہتا ہے کہ میں شدت انفعال سے اسوقت

چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جائے تو اس میں سما جاؤں پس کہا میں نے پناہ لیجاتا ہوں طرف خدا کے غضبِ خدا و رسول خدا سے یا رسول اللہ میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے پس حضرت نے میرے لئے دعائے مغفرت کی اس کے بعد علی میرے نزدیک محبوب ترین خلائق تھے افسوس ہے کہ اہل سنت ایسی صریح وصاف روائتیں افضلیت امیر المومنین کے باب میں نقل کرتے ہیں اور پھر ابوبکر و عمر کو انحضرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کبھی حضرت ابوبکر کی نسبت بھی پیغمبر خدا نے خَیرُ مَنْ اُخَلِّفُ بَعْدِی لِکَافَّۃِ اُمَّتِیْ کہا ہے یعنی یہہ کہ وہ میری امت کے لئے میرے تمام پس ماندوں سے بہتر ہیں جبکہ ابوبکر کے لئے کبھی آنحضرت نے ایسا کلمہ نہیں فرمایا تو پھر آپ نے انحضرت کے برخلاف کس لئے ان کو امت کیلئے سب سے بہتر مان لیا اور کیسے اپنا خلیفہ بنا لیا۔ خیر خلائق للامت خلافت کے لئے سزاوار نہ تھی تو کیا شر خلائق اس کے لئے زیبا تھی۔ اس کے بعد صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ مؤلف اعلام الوری نے کہا کہ اس روایت کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ حقیر مولف کتاب ہذا مقدار ضروری روایت مسند احمد حنبل سے بھی اس مقام میں نقل کرتا ہے اور انصاف اس کا اہل انصاف پر چھوڑتا ہے۔ وھی ھذا قال بریدۃ وکنتُ بعثنی خالد بن الولید الی رسول اللہ یخبرہ بذلک فلما اتیت النبی رَفَعتُ الکتابَ فقُرِئَ علیہ فرایتُ الغضَبَ فی وجہ رسول اللہ فقلت یارسول اللہ ھذا مکان العائذ بک بعثتنی مع رجل وامرتنی ان اطیعہ فقد بَلَّغتُ ما اُرسِلتُ بہ فقال رسول اللہ لا تقع فی علی فانہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی۔ یعنی بریدہ کہتا ہے کہ مجھکو خالد ولید نے رسول اللہ کے پاس بھیجا کہ ان کو اس امر کی یعنی امیر المومنین کی لونڈی پر تصرف کرنے کی خبر دوں۔ پس میں حضرت کی خدمت میں آیا اور اس کا خط آپ کو دیا پس دیکھا میں نے کہ آثار غضب روئے مبارک رسول اللہ پر ظاہر ہونے لگے۔ پس کہا میں نے یا رسول اللہ یہ مقام آپ سے پناہ چاہنے کا ہے آپ نے مجھکو ایک مرد کے ساتھ بھیجا اور اس کی اطاعت کا حکم دیا پس میں نے اس کا خط پہنچا دیا۔ حضرت نے فرمایا علیؑ کے ساتھ دشمنی نہ کر بہ تحقیق کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولیِ امور ہے۔ القصہ حضرت امیرؑ یمن میں لوگوں کو احکام و آداب شریعت تعلیم کرتے اور ان کے باہمی تنازعات کو فیصل فرماتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی کا گھوڑا چھوٹ گیا۔ اور اس نے لاتوں سے ایک آدمی کو مار ڈالا وارثان مقتول مالک اسپ کو پکڑ کر حضرت کے پاس لائے اور دعوی دار خون بہا کے ہوے مالک نے گواہ گزرانے کہ گھوڑے کے چھوٹنے میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ حضرت نے خون بہا اس پر لازم نہ کیا مدعی ناراض ہو کر شکایت رسولِ خدا کے پاس مدینہ لیگئے کہ ہم پر علی علیہ السلام نے ظلم کیا۔ حضرت نے فرمایا علی ظالم نہیں وہ ظلم کے لئے خلق نہیں ہوئے۔ ان الولایۃ من بعدی لعلی والحکم حکمہ والقول قولہ لا یرد حکمہ وقولہ وولایتہ الا کافر ولا یرضی بحکمہ وولایتہ الا مؤمنٌ کہ ولایت و حکومت میرے بعد علی کی ہے۔ پس حکم وہ ہے جو وہ حکم کریں اور قول ان کا قول ہے۔ ان کے حکم و حکومت کو رد نہیں کرتا مگر کافر اور ان کی حکومت و ولایت پر راضی نہیں ہوتا مگر مومن جب اہل یمن نے یہ باتیں زبان مبارک سے سنیں تو بولے ہم حضرت امیرؑ کے حکم پر راضی ہیں رسول خدا نے فرمایا جو بات تم نے کی اس کی توبہ اسی طرح ہو سکتی ہے۔ نیز ہنگام قیام یمن میں

اسلام کعب الاحبار

کعب الاحبار یہودی کہ ثانی الحال خلیفہ ثانی پھر خلیفہ ثالث کا مقرب بنا حضرت کے دست حق پرست پر اسلام لایا۔ یہ شخص علماء و دانشمندان
یہود سے تھا اس کے مسلمان ہونے کا قصہ روضۃ الصفا میں اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت امیر علیہ السلام کی فصاحت و بلاغت
کا شہرہ اس نے سنا تو اپنا جامہ پہنا اور شتر پر سوار ہوا اس کے ساتھ ایک اور مرد علمائے یہود سے ہو لیا یہ دونوں مجلس اقدس میں پہنچے
تو اس وقت آپ مصروف وعظ و پند تھے اور یہ کلام زبان پر تھا۔ من الناس من یبصر باللیل ولا یبصر بالنھار و منھم من
لا یبصر باللیل ولا یبصر بالنھار۔ یعنی بعض آدمی ہیں کہ رات کو دیکھتے ہیں اور دن کو نہیں دیکھتے اور بعض ایسے ہیں کہ نہ رات
کو دیکھتے ہیں نہ دن کو دیکھتے ہیں کعب نے کہا راست کہا انہوں نے بعد ازاں آپ نے فرمایا من یعط بالید القصیرۃ یعط
بالید الطویلۃ۔ یعنی جو کوتاہ ہاتھ سے دیتا ہے دراز ہاتھ سے دیا جاتا ہے کعب نے اس کی بھی تصدیق کی۔ اس عالم نے جو
کہ اس کے ساتھ تھا کہا کیونکر ایسی بات کی تصدیق کرتا ہے جو ہنوز مشتبہ ہے کعب نے کہا اس کلام کا صدق پوشیدہ نہیں جو رات
کو دیکھتا ہے دن کو نہیں وہ ہے جو اول کتاب پر ایمان لایا آخر میں اس سے منحرف ہوا اور جو نہ رات کو دیکھتا ہے نہ دن کو وہ ہے جو
کبھی اس پر ایمان نہیں لایا تیسری بات بھی ظاہر ہے جو راہ خدا میں خیرات کرتا ہے جتنا وہ دیتا ہے حق تعالیٰ اس سے زیادہ اس کو عطا
کرتا ہے اسوقت ایک سائل نے کعب سے سوال کیا اس نے اپنا حلہ اتار کر اس کو دیدیا عالم یہود اس کی اس حرکت سے ناراض
ہو کر وہاں سے چلدیا اس کے جانے کے بعد ایک عورت کعب کے پاس آئی اور کہا میرا شتر تو لے لے اور اپنا مجھکو دیدے۔
اس نے کہا بشرطیکہ اس کے علاوہ ایک حلہ بھی مجھکو دے۔ عورت نے اپنا حلہ اتار کر دیدیا کعب وہ حلہ پہنکر اور اس اونٹ پر سوار
ہو کر اس عالم کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور اس کے پاس پہنچکر کہا دیکھا تو نے صدق اس مقولہ کا من یعط بالید القصیرۃ یعط بالید
الطویلۃ پھر حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آکر ملتجی ہوا کہ شکل و شمائل و عادات و خصائل حضرت رسول خدا سے کسیقدر
اس کے لئے بیان کریں آپ نے جو کچھ حال فرخندہ مآل آپ کا بیان کیا۔ کعب ہنسنے لگا سبب خندہ دریافت کیا گیا تو عرض کیا
کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا مو بمو اس کی تطبیق کتب سابقہ میں پاتا ہوں۔ غرض کعب نے مسلمان ہو کر بقدر امکان احکام اسلام و مسائل
دین باب مدینہ علم نبی سے اخذ کئے اور مدینہ میں ٹھیر کر جو سیکھا تھا لوگوں کو سکھانے اور تعلیم دینے لگا تا اینکہ خلیفہ ثانی کے عہد میں یہ
آیا اور رسول خدا کی زیارت سے محروم رہ جانے پر افسوس کیا کرتا تھا۔ تمام ہوئی عبارت روضۃ الصفا کی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب
امیر المومنینؑ ملک یمن میں مقیم تھے تو آپ نے کسیقدر زر غیر خالص کہ خاک معدن سے ہنوز پاک نہ ہوا تھا حضرت رسول خدا کی خدمت
میں بھیجا آپ نے وہ سونا چار شخصوں یعنی عیینہ بن حصن فزاری۔ واقرع بن حابس و زید بن الخیل مہلہل و علقمہ بن علاثہ کو بانٹ دیا
اس پر ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو اتری ہوئی اور استخوان رخسار و پیشانی باہر کو ابھری ہوئی تھی گھن کی ڈاڑھی سر منڈا ازار پہنے دامن چڑھائے
تھا اٹھا اور حضرت کی تقسیم پر معترض ہوا کہ اے محمد تم نے اس قسمت میں خوف خدا ملحوظ نہ رکھا آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر مجھ سے زیادہ اور
کون خوف خدا کا لحاظ کرے گا جب وہ شخص وہاں سے چلا تو حضرت نے اس کی پشت کی طرف دیکھکر فرمایا۔ اس کی نسل سے ایک

قوم ہوگی کہ قرآن کو عمدگی سے پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نہ اترے گا یعنی ان کے دل اس سے آگاہ نہوں گے۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر صیدٗ سے نکل جاتا ہے۔ اگر میں اس قوم کو پاؤں تو ان کو قتل کروں اور کسی کو زندہ نہ چھوڑوں مراد اس سے قوم خوارج ہے کہ حضرت امیرؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ اسی قسم کی ایک روایت پہلے تقسیم غنائم حنین میں گزری الققصہ حضرت یمن میں تشریف رکھتے تھے تا اینکہ حضرت رسول خدا حجۃ الوداع کو تشریف لے گئے تو امیر المومنینؑ اس طرف سے متوجہ خدمت ہوئے اور مکہ معظمہ میں قران سعدین واقع ہوا جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آتا ہے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ان ایام میں آپ دو مرتبہ تشریف فرمائے ملک یمن ہوئے ہیں۔ شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ یمن سے واپس تشریف لائے تو چار اسپ حضرت رسول خدا کیلئے ہدیہ میں لائے۔ آپ نے پوچھا کہ کوئی گھوڑا ان میں ایسا ہے کہ سفیدی رکھتا ہو عرض کی ایک گھوڑا ہے فرمایا اس کو میرے لئے رکھو عرض کی دو گھوڑے کمیت رنگ کے ہیں کہ ان کے بھی سفید نشان ہیں فرمایا ان کو حسنینؑ کو دو حضرت امیرؑ نے عرض کی چوتھا سیاہ رنگ ہے فرمایا اسکو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے اہل وعیال کے خرچ میں لاؤ انما الیمن الخیل فی ذوات الاوضاح۔ بہ تحقیق کہ یمن وبرکت گھوڑے کی سفید پیشانی وسفید دست وپا میں ہوتی ہے۔ **ذکر حُجَّۃُ الوداع۔**

حضرت رسولؐ خدا بعد ہجرت دس سال مدینۂ سکینہ میں رہے دسویں سال حج پر مامور ہوئے اور یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ لِّیَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ۔ یعنی آواز دے آدمیوں کے درمیان ساتھ حج کے اور بلاان کو اس طرف تاکہ آئیں تیرے پاس درحالیکہ پیادہ ہوں یا شتران لاغر پر سوار ہوں۔ ہر درہ عمیق سے یا راہ دور سے تاکہ شاہد وحاضر ہوں وہ اپنے منافع آخرت ودنیا کو پس حضرت نے منادی کرائی کہ رسول اللہ عازم حج ہیں تاکہ مسلمانوں کو مناسک حج تعلیم کریں جو کوئی چاہے آپ کے ساتھ حج کو چلے اور نیز قبائل عرب میں بھی کہلا بھیجا پس مسلمان یہ سنکر جوق جوق حاضر درگاہ ہونے لگے اور حضرت ۲۵ ذی القعد کو ایک جمعیت عظیم کے ساتھ مدینہ سے برآمد ہوئے راہ میں اطراف وجوانب سے آدمی شامل ہوتے گئے حتے کہ سوا لاکھ کے قریب مجمع ہوگیا۔ ازواج رسول اللہ وجناب فاطمہ زہراؑ علیحدہ علیحدہ ہودجوں میں سوار تھیں۔ اور نیز شتران ہدی (قربانی) آپ نے مدینہ سے ہمراہ لئے تھے۔ مسجد ذوالحلیفہ پہنچکر محرم ہوئے اور صدائے لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ الخ بلند کی اصحاب نے بھی ساتھ ساتھ یہ صدا بلند کی شور تلبیہ سے زمین وزمان گونج اٹھے اور جنگل وپہاڑ میں غلغلہ پڑ گیا امیر المومنین ان ایام میں یمن میں تشریف رکھتے تھے رسول خدا نے مدینہ سے ان کو لکھا کہ مکہ آکر شریک حجۃ الاسلام ہوں بنابریں وہ حضرت مع اصحاب متوجہ مکہ معظمہ ہوئے اور میقات اہل یمن مقام یلیلم سے احرام حج باندھا اور ہدی اپنے ساتھ لیتے آئے قریب پہنچے تو لشکر کو ایک مقام پر چھوڑا اور ایک مرد کو ان پر امیر وخلیفہ مقرر کر کے خود جریدہ عازم خدمت بابرکت ہوئے حضرت رسالت پناہ مکہ میں داخل ہونے کو تھے کہ آپ نے پہنچکر سلام کیا بکمال مسرت جواب سلام فرمایا پھر پوچھا یا علیؑ تم نے کیا نیت کی عرض کی یا رسول اللہ آپ نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا تھا۔ میں نے اپنی نیت کو آپ کی نیت پر منعقد کیا

اور کہا اَللّٰھُمَّ اِھْلَالًا کَاِھْلَالِ نَبِیِّکَ پروردگار امیری وہی نیت ہے جو تیرے نبی کی نیت ہے نیز چونتیس ۳۴ شتر قربانی کے ساتھ لایا ہوں فرمایا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہمارے ساتھ چھیاسٹھ شتر ہدیٰ ہیں۔ یا علی تو حج و مناسک حج و ہدیٰ میں میرا شریک ہے اپنے احرام پر قائم رہ یہ امر مناقب مخصوصہ امیر المومنین سے ہے کہ اکثر اوقات آپ اس کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ پس حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ واپس جا کر لشکر کو لواؤ تاکہ مکہ میں سب جمع ہوجائیں۔ پس حضرت واپس ہوئے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ لشکر اثنا راہ میں آپ کو آتا ہوا ملا۔ حالانکہ تمام حُلّے کہ نصارائے نجران سے آپ نے وصول کئے تھے انہوں نے پہن رکھے تھے۔ آپ تو ملاقات رسول اللہ کے لئے آگے گئے اور انہوں نے فرصت کو غنیمت جان کر تمام حُلّے بستوں میں سے کھول کر پہن لئے۔ حضرت کو یہ صورت دیکھ کر غصہ آیا اور اس شخص کو جسے خلیفہ مقرر کیا تھا بعتاب خطاب کیا کہ تو نے کیوں ان کو پہننے دیا۔ ہنوز نظر انور رسول خدا سے نگذرنے پائے تھے کہ ان پر تصرف ہوگیا اس نے کہا انہوں نے التجا کی کہ ان سے زینت کریں اور احرام بجا لائیں من بعد واپس کردینگے۔ فرمایا لَا وَاللّٰہِ تمام حُلّے ان سے اتروائے اور بدستور بقچوں میں باندھ کر اونٹوں پر بار کئے یہ لوگ اس سبب سے حضرت کے دشمن ہوگئے اور مکہ پہنچکر دفتر شکایت کھولا جب ان خائنوں کی شکایت زیادہ ہوئی تو رسول اللہ نے منادی کو حکم دیا کہ ندا کرے ایھا الناس ارفعوا السنتکم عن علی بن ابی طالب فانہ خشن فی ذات اللہ عزوجل غیر مداھن فی دینہ۔ لوگو لب شکایت علی بن ابی طالب کو بند کرو کیونکہ وہ راہ خدا میں خشن و دُرشت ہیں اور امور دین میں کسی کی رعایت کرنے والے نہیں۔ تب یہ لوگ خاموش ہوئے اور قرب و منزلت امیر المومنینؑ کی رسولخدا کے نزدیک ان کو معلوم ہوئی۔ القصہ حضرت بتاسی رسول اللہ اپنے احرام پر قائم تھے لیکن بہت سے مسلمان ایسے تھے کہ ہدیٰ اپنے ساتھ نہ رکھتے تھے ان کے لئے آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ یعنی حج و عمرہ کو خدا کے لئے تمام کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر مجھکو پیشتر معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ تمام عمرہ کا امر کرے گا تو ہدیٰ ساتھ نہ لاتا جن لوگوں نے سیاق ہدیٰ نہیں کیا چاہئے کہ نیت حج سے عمرہ کی طرف عدول کریں اور محل ہوجائیں سراقہ بن مالک نے عرض کی یا رسول اللہ یہ حکم خاص اس سال کے لئے ہے یا کہ ہمیشہ کے واسطے حضرت نے انگشتہائے مبارک ایک ہاتھ کی دوسرے کی انگلیوں میں داخل کرکے فرمایا کہ عمرہ داخل حج ہوا اس طرح پر اور ہمیشہ ایسا ہی رہیگا۔ پس بعض آدمیوں نے اطاعت کی اور محل ہوئے اور باقی احرام پر رہے حتیٰ کہ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا بھی چونکہ ہدی ساتھ نہ رکھتی تھیں مُحلّ ہوگئیں روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے کہ تازہ یمن سے آئے تھے جب کہ فاطمہؑ کو مُحلّ دیکھا اور بوئے خوش انحضرت سے استشمام کی اور جامہ رنگین جسم اطہر پر مشاہدہ کئے تو کہا اے فاطمہؑ تم کس لئے قبل از وقت مُحلّ ہوئیں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا ارشاد فرمایا غرض اہل اطاعت مُحلّ ہوئے اور نافرمانوں نے مخالفت پر اصرار کیا اور ظاہر یہ کیا کہ رسول اللہ احرام میں گرد آلود و ژولیدہ مو ہیں ہم کو کیا زیبا ہے کہ نہا دہو کر خوشبو لگائیں اور عورات کے ساتھ ہم بستر ہوں۔ حضرت تعمیل ارشاد میں یہ حیلے حوالے سن کر بہت ناخوش ہوئے اور مکرر فرمایا اگر میں سیاق ہدیٰ نہ کرتا تو البتہ حج سے عمرہ کی طرف عدول کرکے مُحلّ ہو جاتا جو کوئی قربانی نہیں

کھنا چاہیئے کہ مُحل ہوجائے مگر اہل خلاف میں ذرا اثر نہ ہوا سرگروہ اہل عصیان حضرت عمر بن الخطاب تھے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول خدا نے سر منڈانے یا بال کترواتے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے قبول نہ کیا تھا اسی طرح اب بھی مخالفت پر تلے ہوئے تھے حضرت نے ان کو بلا کر پوچھا اے عمر تو کس لئے مُحل نہیں ہوا کیا تو نے سیاق ہدی کیا ہے۔ کہا نہیں فرمایا تو پھر کس لئے مُحل نہیں ہوتا حالانکہ میں نے تکرار امر کیا ہے کہ جس نے سیاق ہدی نہیں کیا مُحل ہوجائے کہا میں مُحل نہ ہوں گا تا وقتیکہ آپ احرام میں ہیں فرمایا تو حج تمتع پر مرتے دم تک ایمان نہ لائیگا۔ **مؤلف کہتا ہے**۔ کہ حج تمتع یہ ہے کہ میقات سے نیت عمرہ تمتع کریں اور مکہ پہنچکر طواف و سعی وغیرہ کے بعد مُحل ہوجائیں بعد ازاں ۸ ذی الحجہ کو احرام حج باندھیں چونکہ اسمیں حج و عمرہ باہمدگر مرتبط و متصل ہیں اور ایک احلال موجب انتفاع والتذاذ درمیان حائل ہے اسلئے اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں آگے صرف حج قِران و حج افراد تھے۔ یعنے جو لوگ سیاق ہدی کرتے تھے وہ حج قِران کرتے تھے ورنہ حج افراد حجۃ الوداع میں حضرت رسولخدا نے بموجب آیہ وافی ہدایہ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ قربانی ہمراہ نہ لانے والوں کو امر کیا کہ حج افراد سے عمرہ کی نیت کی طرف عدول کریں اور حج تمتع بجالائیں خلیفہ ثانی نے مع دیگر متمردین کے اسکے قبول سے انکار کیا اور نہ صرف اسوقت بلکہ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا وہ عمر بھر کبھی حج تمتع پر ایمان نہ لائے۔ اور ہمیشہ اس انکار پر اصرار رکھتے تھے جیسا کہ متعہ عورات کے بھی منکر رہے تا اینکہ اپنے عہد خلافت میں برخلاف خدا و رسول دونو قسم کے متعہ سے بدیں عبارت ممانعت فرمائی متعتان کانا فی عھد رسول اللہ انا احرمھما واعاقب علیھما متعۃ النساء ومتعۃ الحج " دو متعہ عہد رسول خدا میں تھے میں دونو کو حرام کرتا ہوں اور ان پر عذاب کرتا ہوں۔ ایک متعہ زنان دوسرا متعہ حج یہ عبارت ہے کہ قریب قریب تمام کتب معتبرہ سُنی و شیعہ میں آپ سے نقل ہوئی ہے اور گویا متواترات اسلامیہ سے ہے۔ اب ذرا اس سینہ زوری کو ملاحظہ کیجئے کہ دو متعہ زمانہ رسول اللہ میں تھے میں ان کو حرام کرتا ہوں بھلا آپ کو حرام ہی کرنا تھا تو عہد رسول اللہ کے حوالے کی کون ضرورت تھی یہ تو صریح مشاقہ و معاندہ با خدا و رسولؐ ہوا اور اہل مشاقہ پر جو وعید شدید قرآن میں ہے اس کو کون نہیں جانتا ومن یشاقق الرسول الخ ترجمہ اور جو کوئی خلاف کرے پیغمبر کے بعد اس کے کہ راہ ہدایت اس کے لئے ظاہر ہوجائے اور مومنوں کے مخالف راستے کی پیروی کرے۔ چھوڑ دیں گے ہم اسکو اسپر جسکو کہ اختیار کیا اس نے اور ڈالیں گے اس کو جہنم میں اور بُری بازگشت ہے (وہ جہنم) باوجود اس کے اہل سنت کے خلیفہ صاحب کی حمایت و ہواخواہی بھی تماشا گاہ اہل انصاف ہے یہ تو حال متعہ کی حرمت کا ہے کہ خود اس کے حرام کرنیوالے بھی عہد رسول میں اسے مروج بتلاتے ہیں۔ اس پر یہ حضرات شیعہ سے الجھتے ہیں اور متعہ النسا کو زنا بتلاتے ہیں اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ متعہ سدِ باب زنا ہے نہ کہ العیاذ باللہ خود زنا قال امام الْبَرَرَۃ لَوْلَا مَا نَھٰی عُمَرُ عَنِ الْمُتْعَۃِ مَا زَنٰی اِلَّا شَقِیٌّ امام ابرار حیدر کرار فرماتے ہیں کہ اگر عمر متعہ سے لوگوں کو منع نہ کرتا تو مسلمانوں میں کوئی شقی ہی زنا کرتا تو کرتا بالجملہ متعتین آنحضرات کے نہ ملننے سے اسلام سے نہ معدوم ہوئے اور نہ آئندہ معدوم ہوں گے۔ شیعہ علی العموم ان کے قائل اور کاربند ہیں سنیوں سے بھی فرقہ مالکیہ متعہ النسا کو حلال جانتا ہے تو ایک چوتھائی ان سے بھی نکل گئے اب متعہ الحج کی سنئے بخاری و مسلم میں

مروان بن حکم سے روایت کی ہے کہ مقام عسفان میں علیؑ وعثمان کے درمیان نزاع ہوئی عثمان لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتے تھے۔ حضرت امیرؑ نے یہ سنکر صدائے لبیک بعمرہ تمتع بلند کی اور فرمایا لبیک بعمرۃ وحجۃ عثمان نے کہا میں حج تمتع سے منع کرتا ہوں اور تم صریح میری مخالفت کرتے ہو آپ نے فرمایا میں کسی کے کہنے سے سنت رسول اللہ کو نہ چھوڑوں گا اور صحیح مسلم میں مطرف سے روایت کی ہے کہ عمران بن حصین نے مجھ سے کہا کہ میں آج ایک حدیث تجھ سے نقل کرتا ہوں شاید کہ حق تعالیٰ تجھکو اس سے نفع بخشے تو جان کہ رسول اللہؐ نے اپنے اہل سے ایک گروہ کو عشرۂ ذی الحجہ میں عمرہ بجالانیکا حکم دیا پھر کوئی آیہ نازل نہیں ہوئی کہ اسکو منسوخ کرے اور آنحضرت نے منع نہ کیا جب تک کہ دنیا سے تشریف لیگئے اس کے بعد ایک مرد نے اپنی رائے سے جو چاہا سو کہدیا۔ القصہ آٹھویں ذی الحجہ کو بوقت زوال آفتاب آپنے حکم دیا کہ سب لوگ احرام حج باندھیں اور تلبیہ گویاں مکّے سے برآمد ہو کر منیٰ میں داخل ہوئے چنانچہ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔ صبح کی نمازیں منیٰ میں پڑھیں صبح روز نہم ذی الحجہ متوجہ عرفات ہوئے اور مشعر الحرام سے گزر کر عرفات میں پہنچے۔ نمرہ میں درختان اراک[1] کے نزدیک خیمۂ رسالت برپا ہوا اور تا غروب آفتاب وہاں وقوف فرمایا کہ نماز ظہر وعصر اس جگہ ادا ہوئی بعد غروب وہاں سے سوار ہو کر مشعر الحرام میں تشریف فرما ہوئے اور مغرب وعشا کو ادا کیا اور وہیں شب باش ہوئے علی الصباح روز عید مشعر سے کوچ کر کے منیٰ میں آئے اور رمی جمرۂ عقبہ کے بعد قربانی کی امیر المومنینؑ نے بھی آپ کے ساتھ قربانی کی حضرت رسولؐ خدا نے امر کیا کہ تمام شتران قربانی سے ایک ایک ٹکڑا گوشت کا لیکر ایک دیگچہ میں پکائیں جب یہ سو بوٹیوں کی ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی تو نبی ووصی نے باہم بیٹھکر اس میں سے تناول کیا اسطرح پر گویا تمام قربانی سے کھانا کھایا بعد ازاں موئے سر منڈوائے اور مکّہ میں آکر طواف خانہ کعبہ وسعی مابین صفا ومروہ بجالائے اور اسی روز منیٰ کو واپس تشریف لے گئے جہاں کہ گیارہویں[11] بارہویں[12] تیرہویں[13] تین روز ایام تشریق کے قیام کیا تیرہویں کو جمعرات سہ گانہ کو رمی کر کے مکہ تشریف لائے اور مناسک حج تمام ہوئے روایت ہے کہ دوسرے روز ایام تشریق سے سورۂ اذا جاء نصر اللہ ان حضرت پر نازل ہوئی چونکہ اس میں فتح ونصرتِ الٰہی اور لوگونکے فوج فوج دین اسلام میں داخل ہونے کی خبر دی گئی تھی معلوم ہوا کہ یہ اشارہ ہے کہ آپ دین خدا کو جسقدر مقصود ایزدی تھا رواج دے چکے اب زمان ناگزیر درپیش ہے تسبیح واستغفار کرنا چاہیئے حضرت اپنے ناقہ موسومہ عضبا پر سوار ہوئے اور خطبہ نہایت فصیح وبلیغ ادا کیا کہ بہت سے احکام حلال وحرام اس میں بیان کئے بعد ازاں فرمایا ایہا الناس میں دو شئے عظیم تمہارے درمیان چھوڑتا ہوں ایک کتاب خدا دوسرے میرے اہل بیت چنگ مار وان کے دامن میں اور تمسک کرو ان سے تاکہ گمراہی سے بچو۔ پھر فرمایا کہ حاضرین کو چاہیئے کہ یہہ باتیں غائبوں کو پہنچائیں۔ **نصب کردن حضرت بشیر ونذیر امیرؑ کل امیر را بخلافت خویش بمقام خم غدیر۔** حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے بحکم خدا جس اصرار کے ساتھ خلافت جناب امیرؑ کا اعلان فرمایا اور جیسے بار بار اس پر ایمان لانے اور کاربند ہونے کی اُمّت کو تاکید فرمائی ایسی کسی امر شرعی کے رواج دینے میں سعی نہیں کی اور کیونکر کرتے ایسا امر اہم وضروری بھی تو کوئی دوسرا نہ تھا جیسے آپ کی نبوت کا اقرار اصل ایمان ہے ویسے ہی ولایت وامامتِ امیر المومنینؑ کا اذعان دین اسلام کی جان مگر افسوس

[1] اراک درخت پیلو جس کی لکڑی سے مسواک کرتے ہیں۔

کہ بہت بڑا گروہ اس امت کا اس اصل اصیل کا منکر ہی رہا۔ سچ یہ ہے کہ شیطان لعین کا وار چل گیا اور اس نے خلقت کو گمراہ کر ڈالا اور اسطرح مسلمانوں کی مجموعی طاقت و شکوہ و شوکت کا خون ہو گیا اگر سنی و شیعہ کا یہ خلافت کا اختلاف نہوتا تو آج دنیا بھر کے مسلمان باہم شیر و شکر ہوتے پھر کیوں ہوتا کہ وہ اسے دیکھتا ہے تو مونہہ چڑھا کر کپا کر لیتا ہے کہ خلیفوں کا دشمن بدگوئے سلف رافضی۔ کافر آتا ہے اس سے سلام علیک نہ کرنی چاہیئے ادھر یہ ہے غاصبوں کا پیرو عدو آل نبی ناصبی وغیرہ کہکر اعراض ہی مناسب جانتا ہے پوری صفائی نہ ادھر سے ہے نہ اُدھر سے جہاں کہیں دنیوی تعلقات کی وجہ سے گونہ ارتباط ہے وہ بھی تو خالص نہیں اختلاف مذہبی سینوں میں کھٹک ہی جاتا ہے یہ صورت ہندوستان میں ہے جہاں سرکار انگریزی کے سائے میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں جس جگہ ان کی اپنی حکومت ہے وہاں تو ذکر ہی کیا ہے ان سب باتوں کا اصل اصول یہی خلافت کا تنازعہ ہے دوسری بات نہیں۔ حضرت رسول خدا کو ابتدا سے اسمیں اہتمام تام تھا کہ جیسا یہ امر ضروری و شاندار ہے ویسا ہی اس کی اشاعت بھی بوجہ اکمل متکرر ہونی چاہیئے چنانچہ سب سے پہلے حضرتؐ نے خلافت مرتضویہ کا بنیادی پتھر اسوقت رکھا جبکہ آیہ شریفہ وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ نازل ہوئی ہے پہلے طعام قلیل سے جماعت کثیر کو سیر کرکے معجزۂ باہرہ دکھلایا پھر خلافت و امامت حضرت امیرؑ کا اعلان فرمایا چنانچہ کفار براہ طنز حضرت ابو طالبؑ کو کہتے تھے۔ لیھنك الیوم ان دخلت فی دین ابن اخیك فقد جعل ابنك امیراً علیك تم کو آج کا دن مبارک ہو کہ اپنے بھتیجے کے دین میں داخل ہوئے اور اس نے تمہارے بیٹے کو تم پر امیر مقرر کیا۔ بعد ازاں تھوڑے عرصہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی تو آنحضرت کو اپنا وصی و خلیفہ کرکے اپنی جگہ بلکہ اپنے بستر پر اپنی چادر کے نیچے عین تلواروں کے سائے میں چھوڑ گئے تاکہ آپ کی کامل شجاعت اور خالص محبت اور سچی اطاعت ہر ایک کو معلوم ہو۔ اور حجت خدا تمام ہو جائے اور لوگوں کی امانتیں انکو پہنچ جائیں۔ پھر نزول آیہ وافی ہدایہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ الخ سے جس خوبی و صفائی کے ساتھ خدا و رسول کی طرف سے اس امر کا اظہار ہوا محتاج بیان نہیں۔ پھر غزوۂ تبوک پر رسول اللہؐ نے سفر دور کا ارادہ کیا تو آنحضرتؐ کو مدینہ میں اپنا وصی و جانشین کرکے کہا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ ہارون موسیٰؑ سے تھا فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا پھر ابلاغ سورۂ برات میں تنہا خلافت حضرت مرتضوی ہی کا اظہار نہیں ہوا بلکہ اوروں سے اس کی نفی کا بڑے زور شور سے اشتہار دیا گیا۔ مگر واہ رے اُمّت کہ اسنے بھی ابوبکر کو خلیفہ بنا کر ہی چھوڑا گو خدا اور رسول نے چند آیتیں دیکر ان سے واپس لے لیں اور پکار کر کہدیا کہ یہ ان کے پہنچانے کے لائق ہی نہیں مگر وہ کب مانتے تھے۔ شاباس۔ مذکورۂ بالا قصص کہ ہم ان کو پیشتر اس کتاب میں کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں اعلان خلافت کے مشہور اور معرکہ کے مقامات ہیں ورنہ کتب اہل سُنّت میں تلاش کیا جائے تو صدہا ہزارہا مواقعات پر اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ ہم نے بھی موقعہ بموقعہ ایسی روایات نقل کی ہیں ابھی حضرت امیرؑ کے یمن کو تشریف لیجانے کے بیان میں خالد ولید کی شرارت اور اپنی اُمنگ سے بریدہ اسلمی نے آنحضرتؐ کی شکایت کرکے پیشگاہ پیغمبر سے جو انعام پایا ناظرین کو بھولا نہ ہوگا اس موقعہ پر بھی حضرت نے ڈنکے کی چوٹ کہدیا کہ میں اور علیؑ دو قالب اور ایک جان ہیں وہی میرے بعد امت کے ولی و صاحب اختیار ہوں گے۔ کوئی ان کی نافرمانی نہ کرے یَا بُرَیۡدَۃُ لَا تَعۡصَیَنَّ عَلِیًّا فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ وَاَنَا مِنۡہُ وَھُوَ وَلِیُّ الۡاَمۡرِ بَعۡدِیۡ متواترات سے ہے اب ہم اُس قصہ کی طرف رجوع

ہوتے ہیں جس کے سامنے مذکورہ بالا تنبیہیں اور تاکیدیں پاسنگ کے برابر بھی نہیں کیونکہ یہ استخلاف سو دو سو ہزار دو ہزار غایت درجہ پانچ سات ہزار آدمیوں کے سامنے واقع ہوتے تھے خطبۂ غدیر خم جسکا حال ہم اس جگہ بیان کرنیوالے ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے سامنے پڑھا گیا۔ اور تمام سے آپ کی امامت و وصایت کا اقرار لیا گیا۔ **پس واضح** رہے کہ سفر مکہ و جمعیت مسلمانان سے اس موقع پر خدا اور رسول کو دو امر ملحوظ و مقصود تھے ایک مناسک حج و احکام حلال و حرام کا لوگوں کو تعلیم کرنا دوسرا امامت و خلافت امیرالمومنین کا عام طور سے اعلان فرمانا۔ پہلا امر بطریق اجمال پیشتر گزارش ہوا دوسرے کی نسبت حق تعالیٰ کی جانب سے بار بار تاکید ہوتی تھی مگر رسول خدا بخوف اصحاب منافقین و دشمنان اہلبیت طاہرین اس کے اظہار میں تامل فرماتے تھے تا اینکہ حضرت عرفات میں تشریف رکھتے تھے کہ اس بارے میں مفصل وحی جبرئیل امین رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئے اور بعد تحفۂ سلام یہ پیغام پہنچایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اے محمدؐ اجل تمہارے نزدیک پہنچی اور عمر آخر ہوئی پس وصی و جانشین کرو اپنا علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اور علوم گذشتہ و آئندہ کہ تمہارے پاس ودیعت ہیں۔ اور سلاح انبیاء و تابوت سکینہ وغیرہ علامات و معجزات پیغمبران کہ تم رکھتے ہو سب آنحضرت کو تسلیم کرو اور علَم و نشان قرار دو ان کے تئیں درمیان امت کے کہ لوگ ان سے ہدایت پائیں اور تازہ کرو اپنے عہد و پیمان کو کہ ان کے مقدمے میں تم نے خلقت کے ساتھ کئے ہیں۔ اور یاد دلاؤ ان کی ولایت و امامت کو کہ ہم پیشتر تمہارے پاس بھیج چکے ہیں بہ تحقیق کہ میں نے کسی پیغمبر کی روح کو قبض نہیں کیا الّا یہ اس کے دین کو کامل اور نعمت کو تمام گردانا اپنے دوستوں کی ولایت اور دشمنوں کی دشمنی کے ساتھ اسلئے کہ میں زمین کو کبھی امام و پیشوائے خلائق سے خالی نہیں چھوڑتا تاکہ حجت میری خلق پر تمام ہو۔ پس کامل کیا میں نے اس دین کو اور تمام کیا اپنی نعمت کو ساتھ ولایت ولی اپنے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے کہ وہ مولا ہر مومن و مومنہ کا ہے اور وصی و جانشین ہے میرے پیغمبر کا اور خلیفہ اس کا ہے اس کی امت پر بعد اس کے اور حجّت کاملۂ خدا ہے اس کی اطاعت بعینہ مثل محمدؐ کی اطاعت کے ہے اور محمدؐ کی اطاعت مثل طاعت خدا سب پر فرض ہے پس جس نے اسکو پہچانا مومن ہوا اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔ حضرت رسول خدا کو اندیشہ تھا کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پراگندہ ہو جائیں اور کفر جاہلیت کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ امیرالمومنینؑ کے ساتھ ان کی عداوت آپ کو بخوبی معلوم تھی اور جو کینے آنحضرت کی طرف سے سینوں میں بھرے ہوئے تھے اس جناب پر روشن تھے لاجرم تبلیغ رسالت میں تاخیر فرماتے تھے تا اینکہ مسجد خیف میں پھر وحی ہوئی کہ ولایت و امامت آنحضرتؑ کو ان لوگوں تک پہنچایا اور سب کے مواجہہ میں آپ کو قائم مقام بنانا چاہا مگر وعدہ حفاظت از شر اہل عداوت اس کے ساتھ نہ تھا اس لئے آپ متامل تھے حقیقت یہ ہے کہ ان احکام میں تعیین وقت نہ تھا اگر وقت تبلیغ معیّن ہو جاتا تو اس سے تجاوز ممکن نہ تھا۔ پس حضرت موقعہ مناسب کہ شرارت اعداء سے حفاظت رہے ڈھونڈتے تھے حتےٰ کہ مناسک حج سے فراغت پاکر متوجہ مدینہ منورہ ہوئے تو موضع کراع الغمیم پر پھر اس کی تاکید ہوئی آپ نے فرمایا اے برادر جبرئیل یہ لوگ قریب العہد بکفر اور علیؑ کے ہاتھ سے صدمہ اٹھائے ہوئے ہیں مجھکو خوف ہے کہ میری تکذیب کریں اور میرا کہنا انکے مقدمے میں قبول نہ کریں پس اٹھارہویں ذی الحجہ کو جبکہ موکب ہمایوں نواحی غدیر خم سے گزر رہا تھا عین تمازت آفتاب کیوقت یکایک خطاب باعتاب مع وعدہ عصمت و حفاظت جانب رب العزت سے صادر ہوا یعنی اس آیہ شریفہ نے شرف نزول پایا یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا

اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبِّکَ اے رسول ہمارے پہنچاؤ اُن لوگوں کو جو کچھ کہ نازل ہوا ہے تم پر تمہارے پروردگار کی جانب سے دربارۂ ولایت وامامت علیؑ بن ابی طالبؑ کے فَاِن لَّم تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَہٗ اور جو نہ پہنچایا تم نے اسکو تو چونکہ یہ امر جزو اعظم دین وضروری اسلام ہے تم نے رسالت اپنے پروردگار کی ادا ہی نہیں کی وَاللّٰہُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور دلجمعی رکھو شرا شرار سے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے گا تفسیر نیشاپوری تفسیر ثعلبی وتفسیر درمنثور سیوطی وتفسیر اسباب نزول وغیرہ کتب معتبرۂ اہل سنت سے ظاہر ہے کہ یہ آیہ بروز غدیر جناب امیرؑ کے باب میں نازل ہوئی اور مناقب ابن مردویہ وغیرہ میں عبداللہ مسعود سے روایت ہے کہ عہد کرامت حضرت رسالت میں اسکو اس طرح پر پڑھتے تھے یَا اَیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبِّکَ اَنَّ عَلِیًّا مَولَی المُؤمِنِینَ یعنی نام آنحضرت کا اور ولایت آپ کی جمیع مومنین پر جسکا ابلاغ منظور تھا بتصریح آیۂ شریفہ میں موجود تھی بعد زمانۂ رسول خدا کے درددین کے دل سوزوں نے لفظ اِنَّ عَلِیًّا مَولَی المُؤمِنِینَ کو اس میں سے نکالڈالا الغرض سواری رسالت پناہ کی عین غدیر خم کے محاذ میں تھی اور اگلا حصہ لشکر کا مقام جحفہ تک کوئی تین میل آگے بڑھ گیا تھا دن کے گیارہ بجے کے وقت یہ تہدیدی خطاب پہنچا دوپہر کا وقت گرمی کا موسم عرب کا ملک۔ میدان کی دہوپ بگر حکم حاکم حضرت نے فوراً شتر کی باگ روک لی اور منادیوں کو حکم دیا کہ جو لوگ آگے نکل گئے ہیں ان کو واپس بلائیں اور پیچھے آنے والوں کو روکیں کہ آگے جانے نہ پائیں پس باشارۂ جبرئیل راستے سے قدرے دہنے ہاتھ کو میل کرکے مقام خم غدیر میں جہاں پر کہ اب مسجد بنی ہوئی ہے تشریف لائے اور سواری سے اُترے اصحاب بھی آپ کے ساتھ اترے اس جگہ کوئی سامان مسافروں کے آسائش وآرام کا نہ تھا اس لئے یہاں منزل کرنا اصلا معمول نہ تھا پس اس صحرائے خالی میں ایسی تیز دہوپ کے وقت راہ گیروں کے ٹھیرانے سے مصلحت یہ تھی کہ اس امر جلیل القدر کی عظمت سب کو معلوم ہو اور اسکے ضروری ہونیکو جان جائیں اور نیز یہاں سے راستے قبائل کے جدا ہوتے تھے آگے بڑہنے میں اندیشہ تھا کہ جمعیت متفرق ہو جائیگی لہذا پس ماندے روک لئے گئے اور آگے والے حکماً لوٹائے گئے۔

اور آپنے حکم دیا کہ درختوں کے نیچے کی جگہ خس وخار سے صاف کریں اور پالان شتران سے ایک جائے بلند مثل منبر کے آراستہ ہو روضۃ الصفا میں اعلام الوریٰ اور ربیع الابرار سے نقل کیا ہے پس حضرت فرمود تا زیر درختاں آنموضع را صفا دادند و پالانہائے شتراں را جمع کردہ بزرِ یکدگر نہادند باشارت آنحضرت آنگاہ بلال مؤذن نداکرد الصَّلوٰۃ جامعۃٌ بروایتے نداکرد حَیَّ عَلٰی خَیرِ العَمَل خلق مجتمع گشتند رسول اللہ بربالائے آں پالانہا برآمد وعلی نیز بامر آں سرور بآں موضع برآمدہ در پہلوئے راست او بایستاد ؎ اسوقت بھی عجیب عالم وطرفہ سماں تھا لاکھ سوا لاکھ آدمیوں کا ایک جگہ جمگھٹ آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ اپنی پوری تمازت اور تیزی سے سر پر کھڑا آنکھیں دکھا رہا ہے نیچے عرب کی پتھریلی جھلجھلاتی زمین پاؤں میں آبلے جدا ڈالے دیتی ہے ہر طرف جہاں تک دیکھئے ایک دشت پرخار سایہ کا نام نہیں کیا ہوا جو دو چار پیڑ گرمی کے مارے لوؤں سے کملائے ایک طرف کو دکھائی دیتے ہیں ان سے کیا ہو سکتا ہے مثل مشہور ہے ایک انار سو بیمار وہ کس کس پر سایہ کرتے پھریں۔ مجبور بہتوں نے چادریں سروں پر تان لیں کہ بھیجا نہ پک جائے بعضوں نے کپڑے تہ کرکے پاؤں کے نیچے دے لئے کہ جتنا جلتی ریت سے بچیں اتنا ہی غنیمت ہے ایک اونچی جگہ پر رسولؐ خدا ان کے دہنے ہاتھ کو علیؑ مرتضیٰ اس طرح پاس پاس

کھڑے ہیں کہ گویا چاند سورج نے ایک برج سے سر نکالا ہے مومنین باصدق ویقین کی آنکھیں حضرت خاتم المرسلین کی طرف لگی ہیں کہ دیکھیا زبان مبارک سے ارشاد ہوتا ہے جو کچھ حضرت فرمائینگے یہ ضرور اسپر امنّا وصدقنا کا شور مچائینگے ادہر یار لوگ بھی تاڑ گیے ہیں کہ کوئی انوکھی بات نہیں وہی اساطیر الاولین ہے جس کو سُنتے سُنتے کان بہرے ہو گیے جو ہمیشہ کھڑے بیٹھے صاف صاف اور اشارے کنایہ سے فرمایا کیے ہیں آج اس کی تاکید مزید ہوگی بھائی کو بلا کر برابر کھڑا کر تا پکار کر یہی کہہ رہا ہے کہ ان کی خلافت کا ذکر ہے خیر سر دست تو اس کا کیا تدارک ہوسکتا ہے اب تو بجز اس کے کچھ چارہ نہیں کہ جیسا کچھ کہیں دم بخود سن لو بلکہ اُظہار رضامندی میں ایک قدم اوروں سے آگے ہی بڑھا رہے تو بہتر ہے تاکہ کسیکو بدگمانی کی گنجائش نہ ملے. جو کچھ بخت وپُزان سے کرتے بنے کر لینے دو بروقت ہم بھی دیکھ لیں گے کہ یہ بیل کیسی منڈھے چڑہتی ہے. ادہر سے بھی اس کے جواب میں وہ تدبیر ہو کہ انشاء اللہ تسمہ لگا نہ رہے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ کسکی طرف اشارہ ہے یہہ وہ بزرگ ہیں جو جلسہ کے ختم ہوتے ہی سب سے پہلے بخٍ بخٍ لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبُ الخ پکارے تھے اور پھر جلدی ہی صحیفہ مشومہ کی تیاری میں سرگرم ہو گئے. چنانچہ ابھی اس کا بیان آتا ہے. القصہ یہاں تو پیٹ میں یہہ کھلبلی پڑی ہوئی تھی. اور وہاں حضرت افصح عرب وعجم نے زبان گوہربار کو کھولا اور ایک خطبہ مشتمل برحمد وثنائے جناب احدیّت وپند ونصیحت اُمّت اس طلاقت وذلاقت سے ادا کیا کہ بڑے بڑے فُصحا وبلغا محو سماعت تھے. یہہ خطبہ تمامہا کتب مبسوطہ میں منقول ہے. یہاں بنظر اختصار بہت سا اس سے چھوڑ دیا گیا. پس حضرت نے اپنی رحلت کی خبر دی فرمایا. اِنِّیْ قَدْ دُعِیْتُ وَیُوْشِکُ اَنْ اُجِیْبَ وَقَدْ حَانَ مِنِّیْ حُقُوْقٌ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِکُمْ ایہا الناس مجھکو مرگ کی طرف بلایا ہے عنقریب اجابت کر نیوالا ہوں بہ تحقیق کہ وہ وقت قریب آگیا ہے کہ میں تمہارے درمیان سے غائب وپوشیدہ ہو جاؤں اِنِّیْ مُخْلِفٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا مِنْ بَعْدِیْ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ میں تمہارے درمیان دو شئے چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان سے تمسک کروگے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے وہ شئے کتاب خدا اور میری عترت ہے. اِنَّ اللَّطِیْفَ الْخَبِیْرَ اَخْبَرَنِیْ بِاَنَّهُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ بہ تحقیق کہ خدائے لطیف وخبیر نے مجھکو خبر دی ہے کہ یہ دونو ایک دوسرے سے کبھی جدا نہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں پس فرمایا اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ پروردگارا آیا میں نے تیری رسالت پہنچائی پھر اور مناقب ومفاخر امیر المومنینؑ بیان کئے اور ہر فصل کے بعد کہتے تھے. اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ تا اینکہ آخر میں باواز بلند فرمایا اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ آیا تمہارے لئے تم سے میں اولی بتصرف نہیں ہوں. بروایتے کہا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّیْ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی تم نہیں جانتے کہ میں تمہارے نفسوں سے تمہارے لئے اولی بتصرف ہوں بروایت مشکوٰۃ دو مرتبہ اس عبارت کو کہا اور صواعق محرقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ فرمایا. سب نے کہا بیشک آپ ایسے ہی ہیں یعنی ہم سے زیادہ ہم پر اختیار رکھنے والے ہیں جب سب سے یہ اقرار لے لیا اسوقت امیر المومنینؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بلند کیا بحدیکہ سفیدئ بغل دونوں کی دکھائی دی. بروایت روضۃ الصفا. دست علی راگرفتہ از پالا نہائے شتر برداشت چناں کہ قدم امیرؑ

خطبۂ غدیر

عبارت روضۃ الاحباب

برزانوئے پیغمبر رسید۔ یہ بڑی طاقت کا کام تھا سو آپ کی طاقت میں شک ہی کیسے ہے پس فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَہٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ جس کا میں مولے و آقا ہوں یہ علی اس کا مولا و آقا ہے بارالہا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اسے دشمن رکھے اور نصرت و یاری کر اس کی جو علی کی نصرت و یاری کرے اور ترک نصرت کر اور مخذول فرما اس کے تئیں جو علیؑ کو مخذول کرے۔ اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ فرمود اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ یعنی آیا نیستم من اولی بمومنان از نفسہائے ایشاں و روایتے آنکہ فرمود گوئیا مرا بعالم بقا خوانند و من اجابت نمودم بدانید کہ من درمیان شما دو امر عظیم میگزارم یکے از دیگرے بزرگتر است قرآن و اہل البیت من بہبینید و احتیاط کنید بعد از من کہ باآں دو امر چگونہ سلوک خواہید نمود و رعایت حقوق آنہا چہ کیفیت خواہید کرد و آں دو امر از یکدگر ہرگز جدا نخواہند شد" برلب حوض کوثر بمن رسند آنگاہ فرمود۔ بدرستیکہ خدائے تعالیٰ مولائے من است و من مولائے جمیع مومنانم بعد ازاں دست علیؑ را بگرفت و فرمود۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وال من والاہ وعاد مَنْ عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ وادر الحق معہ حیث کان۔ یعنی دعائے مذکورہ بالا کے سوا اس قدر اور دعا کی کہ خداوندا گردش دے حق کو جس طرف کہ علی گردش کرے۔ الغرض بعد اتمام خطبہ آپ نے پھر فرمایا اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ پھر اصحاب سے کہا میں نے تم کو حکم خداتعالیٰ پہنچایا آیا تم نے سنا سب نے کہا ہاں ہم نے سنا فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلَیْھِمْ خداوندا تو ان پر شاہد رہیو پس منبر سے اترے اور دو رکعت نماز پڑہی۔ اسوقت زوال آفتاب ہو گیا تھا موذن نے اذان ظہر کی کہی اور آپ نے نماز ظہر بجماعت ادا کی۔ **واضح رہے** کہ یہ حدیث مشہور و متواتر ہے فریقین سے کوئی اس کی صحت و تواتر میں کلام نہیں کر سکتا۔ **شیخ** ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں کہتا ہے کہ یہہ حدیث صحیح ہے بلاشک و شبہ اور بزرگان محدثین نے مثل ترمذی و نسائی و احمد بن حنبل کے اس کو روایت کیا ہے اور طرق اس کے بہت زیادہ کثرت سے ہیں۔ چنانچہ سولہ صحابیوں نے اس کو پیغمبر خدا سے روایت کیا ہے حالانکہ اس سے پیشتر یہی ابن حجر روایت پیشمازیٔ ابوبکر کو آٹھ صحابیوں کی روایت کے دعوہ سے متواتر کہہ چکا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ بروایت احمد بن حنبل تیس صحابی نے حدیث غدیر کو رسول خدا سے سنا اور عہد خلافت امیرالمومنینؑ علی بن ابی طالب میں جب اس پر نزاع ہوئی تو اس کی شہادت دی اور نیز ابن حجر مذکور اکثر اسناد اس کی صحیح و حسن بتاتا ہے اور رد کرتا ہے قول اس کا جس نے فقرہ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ الخ کو وضعی کہا ہے یہہ حال اس کتاب کا ہے جو خالص ابطال مذہب شیعہ کے لیے لکھی گئی ہے اور جس کا نام بکمال سوز و گداز صواعق محرقہ (برقہائے سوزندہ) فی الرد علی اہل البدع والزندقہ رکھا ہے ورنہ راوی اس حدیث شریف کے بقول دیگر اہلسنت سینکڑوں ہیں ابن مغازلی شافعی کتاب مناقب میں کہتا ہے کہ اسکو تقریباً سو صحابیوں نے نقل کیا ہے کہ عشرۂ مبشرہ انہیں داخل ہیں یہ حدیث ثابت و واقع ہے مجھکو معلوم نہیں کہ علیؑ کس لیئے اس فضیلت سے مخصوص ہوئے اور کس لئے کوئی دوسرا ان کا شریک نہ ہوا۔ اور ابوالعباس ہمدانی مشہور بہ ابن عقدہ نے ایک کتاب مسمی بولایت خاص اس باب میں لکھی ہے اور اس میں اس حدیث کو ایک سو پانچ طریق سے روایت کیا ہے اور شیخ عمادالدین ابن کثیر شامیؒ شافعی اپنی تاریخ کبیرا

ہیں محمد بن جریر طبری کے حال میں لکھتا ہے کہ اس نے ایک کتاب ضخیم دو جلدوں میں لکھی ہے۔ جس میں روایات حدیث غدیر خم کو جمع کیا ہے۔ اور ابو المعالی جوینی معروف با مام الحرمین سے نقل کیا ہے کہ وہ تعجب کرتا تھا کہ میں نے بغداد میں ایک کتاب ایک صحاف کے پاس دیکھی کہ اس کی پشت پر یہ عبارت تحریر تھی۔ المجلد الثامن والعشرون من طُرق حدیث مَن کنتُ مولاہ فہذا علیؓ مولاہ کہ یہ اٹھائیسویں جلد ہے بیان طرق حدیث غدیر ہے۔ **الحاصل** اس حدیث کی صحت و تواتر میں کلام کرنا تو بیلی کے پاگلانے کے لائق ہے نہ کہ ارباب اولالباب کے جواب و خطاب کے قابل اس لیے جب اکثر اہل سنّت نے دیکھا کہ اس کی سند میں تو کسی طرح گفتگو کی مجال نہیں اور اسکو اس کے اصلی معنوں پر رہنے دینے میں بھی قباحت عظیم کا سامنا ہے کہ سارا کھیل ہی بگڑا جاتا ہے یعنی خلافت خلفاء ثلثہ ہی درہم برہم ہوئی جاتی ہے تو وہ اس کی تاویل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے لفظ مولے بمعنی اولے بتصرف یعنی ولی و امام لغت میں نہیں آیا مراد یہاں دوست یا ناصر ہے۔ یعنی حضرت نے فرمایا ہے کہ جسکا میں دوست ہوں علیؑ اس کا دوست ہے۔ ہم ابو عبیدہ وغیرہ مستند لوگوں کے کلام سے کہ اہل لغت کے دارومدار ہیں اور انہوں نے مولے کو اولے بتصرف سے تفسیر و تعبیر کیا ہے اس مقام پر قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ مراد اولے بتصرف سے مالک امور و صاحب اختیار یعنے سید و سردار ہے گو لفظ مولے ان معنوں میں زبان عرب میں شائع ہے ہر قبیلہ میں اپنے بزرگوں اور سرگروہوں کو بلفظ مولائی یعنی سید مطاع و اولے بتصرف خطاب کرتے ہیں بلکہ ان معنوں میں کثرت استعمال کی وجہ سے مولے لفظ عبد کا مقابل قرار پا گیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اھانۃ العبد اھانۃ المولی کہ غلام کی تحقیر بعینہ اس کے آقا کی تحقیر ہے۔ ابن اثیر نہایہ میں کہتا ہے وقد تکرر المولی فی الحدیث وھو اسم یقع علی جماعۃ کثیرۃ فھو الرب والمالکُ والسیّد الخ کہ لفظ مولے کا ذکر احادیث میں بکثرت آیا ہے وہ ایک اسم ہے کہ جماعت کثیر پر مثل رب و مالک و سید وغیرہ کے بولا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ مالک و سردار متولی امور سب معنوں میں بولا جاتا ہے۔ خود ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اقرار کیا ہے کہ مولے چند معنوں میں مشترک ہے اور منجملہ ان کے متصرف فی الامر کو شمار کیا ہے پس یہی متصرف فی الامر ہونا یہاں کافی ہے اس لئے کہ جب رسول اللہ نے فرمایا کہ جس کا میں متصرف فی الامر ہوں علی اس کا متصرف فی الامر ہے تو پھر امامت و خلافت میں کیا باقی رہ گیا جس طرح کا تصرف مسلمانوں کے کاروبار میں رسول مختار کو حاصل تھا وہ تمام حیدر کرار کے لئے ثابت ہو گیا۔ علاوہ بریں سیاق کلام بلاغت نظام حضرت خیر الانام خود کہہ رہا ہے کہ یہاں بجز امامت دوسرے معنی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ من کنت مولاہ کوئی جملہ جداگانہ نہیں وہ فقرہ الست اولی بکم من انفسکم کے بعد اور اس پر متفرع ہے یعنی پہلے آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ میں تمہارے نفسوں سے اولی بتصرف ہوں یا نہ جب سب نے اس کا اقرار کیا تو آپ نے فوراً فرمایا من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولے سے بھی آپ نے وہی اولی بکم من انفسکم والے معنی مراد لئے ہیں ورنہ سیاق کلام بگڑ جائیگا دیگر یہ کہ الفاظ مشترکہ سے ہمیشہ کوئی خاص معنی بلحاظ قرینہ و موقعہ کے سمجھے جایا کرتے ہیں تو اب دیکھنا چاہئے کہ یہاں لفظ مولے سے کن معنوں کے

سمجھنے کا موقعہ ہے ولی امور والے متصرف کا۔ یا جیسا کہ سُنّی کہتے ہیں دوست اور ناصر کو۔ سو تمام قرآن مجید [illegible] الیہ آواز بلند پکار رہے ہیں کہ اس جگہ ولیٔ اولیٰ بتصرف یعنے امام و خلیفہ کے کوئی اور معنی ٹھیک ہی نہیں بیٹھتے اول تو حق تعالیٰ کی طرف سے غضب کی تاکید ہے کہ اے نبی ہمارے پہنچا تو اس رسالت کو نہیں پہنچائیگا۔ تو تو نے کوئی رسالت ہماری پہنچائی ہی نہیں۔ کیونکہ اکثر محدثین و مفسرین اہل سُنّت ثعلبی و سیوطی و نیشاپوری وغیرہ نے جیسا کہ پیشتر گزرا اسکا اقرار کیا ہے کہ آیہ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ الخ بروز غدیر امر ولایت امیر المومنینؑ میں نازل ہوئی۔ پھر رسول اللہ کا ایسے ناوقت جلتی دہوپ میں ہزاران ہزار خلق اللہ کو ایک چٹیل میدان میں اُتارنا اور آگے گئے ہوؤں کو تین تین کوس سے گھیر کر پیچھے ہٹانا پھر منبر پر جاکر اپنی رحلت کی خبر دینا اور اس کے ساتھ ہی فضائل و مناقب حضرت امیرؑ کو بیان کرنا کیا یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ جتلایا جائے کہ علیؑ محب یا ناصر مسلمانان ہیں کیا وہ حضرت پہلے ان کے دشمن تھے جو اب دوست ہوئے کیا آیہ اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ سے یہ عقدہ حل نہیں ہوا تھا اور کیا آپ کا ناصر اسلام و مسلمین ہونا کسی فرد بشر پر مخفی تھا کیا نصرت اسلام میں جو عظیم مہمات آپ کے مبارک ہاتھوں سے سرہوئی تھیں جمادات تک اس کے شاہد نہ تھے۔ پھر ایسے صریح و صاف امر کے اظہار کے لئے کیوں خدا کو ایسا اصرار تھا اور کا ہیکو پیغمبر نے اتنی سی بات کے واسطے خلقت کو تہ و بالا کر دیا کس لئے پہاڑ کھود کر ایک گھاس کا تنکا نکالا گیا۔ تعصب بھی کیا بُری بلا ہے۔ کیسے بڑے معرکہ کے معاملے کو مٹایا جاتا ہے اور کس طرح چاند پر خاک ڈالی جاتی ہے طُرّہ یہ کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اگر مولے کے معنی اولے بتصرف بھی ہوں تب بھی اتنا ہی ثابت ہوگا کہ وہ حضرت فی وقت من الاوقات خلیفہ تھے خلافت بلافصل تو اسوقت بھی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے گی۔ سو اس کو سنی بھی مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ چوتھے درجہ پر خلیفہ تھے۔ اس حقیر نے پہلے پہل یہ تاویل علیل تحفۂ عزیزیہ میں دیکھی تھی اور جانتا تھا کہ شاہ صاحب کی جیسی عادت ہے کہ الزام وہی خصم کے شوق میں ہر رطب و یابس لکھدیا کرتے ہیں ایسے ہی یہ لچر بات بھی ان کے قلم سے نکل گئی ہے مگر جب کتابیں دیکھتے دیکھتے معلوم ہوا کہ اصل اس کی ملا سعد الدین تفتازانی سے ہے انہوں نے شرح مقاصد میں اس توجیہ کو لکھا ہے نہ صرف لکھا ہے بلکہ اس پر فخر و ناز کیا ہے کہ یہ ہمارا ہی حصہ ہے کسی کو پہلے سے نہ سوجھی تھی۔ اس وقت بلا مبالغہ عرض ہے کہ مجھکو سخت تعجب ہوا کہ یہ اتنا بڑا عالم اور ایسی موٹی سمجھ کسی کے قیاس میں آسکتا ہے کہ ایسے بڑے اہتمام سے تو خدا و رسول خلیفہ و امام مقرر کریں مگر چوتھے درجہ کا کریں اور پہلے تین درجوں کا ذکر کبھی بھولکر بھی زبان پر نہ لائیں اتنی بات اس فاضل کے ذہن میں نہ آئی کہ اگر کوئی مرشد مطاع اپنے کسی خاص الخاص مرید کو یا مثلاً کوئی بادشاہ عالیجاہ اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنا قائم مقام و جانشین کرے اور اپنے مریدوں اور رعایا کو کہے کہ یہ میرا خلیفہ اور تم سب کا سید و سردار ہے تو کیا اس کارروائی سے ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ شخص اس مرشد یا بادشاہ کے مرنے کے بعد چوتھے درجہ پر اس کا خلیفہ ہوگا اور پہلے تین درجوں میں اس کے دیگر مریدوں و ملازموں کو کہ وہ بھی اس کے ماتحت ہو چکے تھے اس کا خلیفہ بننا چاہیے۔ اب ہم باقی واقعات متعلقہ اس قصہ کے لکھتے ہیں کہ ان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ مراد اس تبلیغ سے تبلیغ امامت و خلافت امیر المومنینؑ ہے

اور معنی مولیٰ کے صرف اولےٰ بہ تصرف ہیں اور کچھ نہیں اور زیادہ تر انہیں کی کتابوں سے لکھتے ہیں۔ روضۃ الصفا میں روایت سابقہ منقولہ از اعلام الوریٰ وربیع الابرار کے ضمن میں ہے۔ پس فرود آمد و در خیمہ خاص بنشست و فرمود کہ امیر المومنینؑ علی در خیمہ دیگر بنشیند بعد از آں طبقات خلائق را امر کرد کہ بخیمہ علیؑ رفتند و زبان بہ تہنیت آنحضرت کشادند و چوں مردم ازیں امر فارغ شدند امہات بفرمودۂ خواجۂ کائنات نزد علیؑ رفتہ و او را تہنیت گفتند از جملہ اصحاب عمر بن الخطاب گفت خوشا حال تو اے علیؑ کہ صباح کردی مولائے جمیع مومنین و مومنات انتہی۔ حضرت خلیفہ ثانی کا (و بروایت صواعق محرقہ عمر و ابوبکر دونوں کا) اس منصب عظیم پر آنحضرت کو مبارکباد دینا قریب قریب تمام کتب اہل سنت میں جن میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے لکھا ہوا ہے اور یہہ عبارت اُن سے روایت ہوئی ہے بخٍ بخٍ لَکَ ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولا کُلّ مُؤمنٍ وَ مُؤمنۃٍ کہ خوشا حال تمہارا یا مبارک و گوارا ہو تم کو اے پسر ابوطالب کے کہ تم میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا و سردار ہو گئے ہو۔ روضۃ الاحباب میں ہے و مرویست کہ قدوۂ اصحاب عمر بن الخطاب گفت کہ اے علیؑ بامداد کردی مولائے من و مولائے ہر مومن و مومنہ **نظم** روا ز برائے سر دین خویش تاجے سازد خاک پائے جوامرد وال من والاہ ✤ زوال عداوت او دور دار تا نخوری ✤ ز تیغ لفظ نبی رجم عاد من عاداہ ✤ گواہ پاکی اصلت و لای شاہ ہے واں ✤ کہ برکمال معالیش ہل اتیٰ است گواہ ✤ تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مبارکباد اس امر پر دی گئی ہے جو ان کے گمان میں پہلے نہیں تھا اب حادث ہوا ہے پس وہ امر خلافت و امامت ہی ہو سکتا ہے نہ کہ نصرت و محبت مومنین و مومنات کہ ہمیشہ آپ کے لیے ثابت ہے۔ کتب شیعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت نے غدیر میں تین روز قیام کیا اس عرصہ میں لوگ حسب الامر غول کے غول خیمۂ امیر المومنینؑ میں جاتے اور بلفظ السلام علیک یا امیر المومنینؑ آپ کو سلام کرتے اور مبارکباد دیتے تھے اس منصب جلیل کے پہلے ابوبکر عمر وغیرہ مہاجرین نے آپ سے بیعت کی پھر انصار نے پھر قبائل عرب درجہ بدرجہ اس سے مشرف ہوئے ہر ایک گروہ کہ بیعت کرتا تھا حضرت رسالت پناہ فرماتے تھے۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی فَضَّلَنَا عَلیٰ جَمِیعِ العَالَمِینَ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمکو تمام عالم کے لوگوں پر فضیلت بخشی مرد فارغ ہوئے تو ازواج رسول اللہ نے مع دیگر عورات مسلمین تہنیت و مبارکباد کہی مودۃ القربیٰ وغیرہ میں حضرت عمر خطاب سے منقول ہے کہ بروز غدیر ایک جوان خوبرو بالباسہائے مشکبو میرے برابر کھڑا تھا جب رسول اللہ نے خطبہ تمام کیا اور لوگ آنحضرت سے اور علی بن ابی طالب سے مصافحہ کرنے لگے تو اس نے کہا قسم بخدا میں نے کسی کام میں ایسی تاکید و تشدید نہیں دیکھی تھی جیسی کہ آج رسول اللہ نے اپنے بھائی اور ابن عم کے لیے عقد خلافت کو مستحکم کیا ہے کوئی اس عقد کو نہ کھولے گا الا یہہ کہ خدا و رسول سے کافر ہو جائیگا بہ تحقیق کہ ویل و عذاب ہے اس کے لیے جو اس کے کھولنے کا ارادہ کرے بروایتے اس جوان نے خلیفہ صاحب کے مونڈھے پکڑ کر ہلائے کہ اے عمر تو اس عقد کو نہ کھولیو ہیبت مانع ہوئی کہ آپ اس سے نام نشان اس کا دریافت کریں لاجرم رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور قصہ اس جوان رعنا کا نقل کیا آپ نے فرمایا اے عمر وہ جوان جبرئیل تھا اور تجھکو تنبیہ کرتا تھا زنہار کہ اس عقد کو نہ کھولیو کیونکہ ایسا کرے گا تو خدا اور رسول اور تمام مومنین تجھ سے بیزار ہوں گے۔ اور نیز سُنّی شیعہ نے

اکثر اصحاب نے جناب امیر کو تہنیت خلافت دی

ازواج پیغمبرؐ نے بھی تہنیت دی

روایت کی ہے کہ اسوقت حسان بن ثابت انصاری شاعرِ نبیؐ نے اجازت چاہی کہ اس مبارک موقعہ کی یادگار میں کچھ اشعار کہے رسول اللہؐ
نے کہا قل یا حسّان علی اسم اللہ کہہ اے حسان بنام خدا تو اس نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر چند اشعار آبدار پڑھے جن سے جناب
امیرؑ کا خلیفہ بلا فصل ہونا بخوبی ظاہر ہے اول اس کا یہ ہے ؎ یُنَادِیهِمْ یَوْمَ الْغَدِیرِ نَبِیُّهُمْ ٭ بِخُمٍّ وَاسْمَعْ بِالنَّبِیِّ مُنَادِیَا
یعنی رسول خدا بروز غدیر خم کے مقام میں ان کو پکارتے تھے اور لوگ بکثرت ان کی آواز کو سن رہے تھے پھر دو شعروں کے بعد کہا ؎
فقال له قُمْ یا علیُّ فانّنی ٭ رضیتک من بعدی اماماً وهادیاً ٭ ترجمہ رسول اللہؐ نے ان کو کہا اے علیؑ اٹھ یہ تحقیق کہ
میں راضی ہوا کہ تو میرے بعد امام و ہادیٔ انام ہو۔ یہ اشعار تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی وکفایۃ الطالب یوسف گنجی شافعی و مناقب
خوارزمی وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں نقل ہوئے ہیں اب فرمایئے اس سے بڑھ کر اور کونسی ایسی بات ہوگی جو خلافت علی علیہ السلام پر
دلالت کرے گی اشعار تمام کرنے کے بعد پیغمبر خدا نے حسانؔ کو دعائے خیر دی کہ لا تزال یا حسّان مؤیداً بروح القدس ما
نصرتنا بلسانک اے حسانؔ تو روح القدس سے موید رہے جب تک کہ اپنی زبان سے ہماری نصرت کرے۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ
حسان کا انجام کار اچھا نہیں اور وہ ایک نہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ کی مخالفت کرے گا بنا بریں اس کی دعا کو مشروط فرمایا۔ جیسا کہ
حق تعالیٰ نے فضیلت ازواج رسول کو چونکہ جانتا تھا کہ ان میں سے بعض کا انجام بخیر نہ ہوگا۔ کہ وہ امامت حقہ سے انکار کریں گی مشروط فرمایا
چنانچہ ارشاد کیا یا نساء النبیّ لستنّ کاحدٍ من النساء ان اتقیتنّ اے ازواج پیغمبر تم مثل دیگر عورات کے نہیں اگر تقویٰ
و پرہیزگاری کرو اور اہل بیت کی خوبی و آغاز و انجام سے واقف تر تھا تو انکے فضائل مطلق بلا کسی قسم کی قید کے ارشاد کئے چنانچہ ایک
سورۂ ہل اتیٰ ہی کو دیکھ لو کہ کوئی قید اس میں نہیں وجزاهم بما صبروا جنةً وحریرا یعنی بدلا دیا ان کو حق تعالیٰ نے بوجہ ان کے
صبر کرنے کے جنت و حریر کو۔ نیز ایک بہت بڑی حجت اس کی کہ بروز غدیر خلافت جناب امیرؑ پر نص قطعی ہوئی یہ ہے کہ آیۂ اکمال دین و اتمام
نعمہ اس روز نازل ہوئی۔ اخطب خطبا ابی خوارزم و ابن مغازلی شافعی و ابن مردویہ و ابونعیم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ابھی لوگ اس
مقدس مجلس سے متفرق نہ ہوئے تھے کہ جبرئیل یہ آیہ لائے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت
لکم الاسلام دیناً کہ آج کامل کیا میں نے تمہارے دین کو اور تمام کی نعمت اپنی اور راضی ہوا میں تمہارے لئے دین اسلام سے
پس حضرت رسالت پناہ نے فرمایا اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمة ورضی الرب برسالتی والولایة لعلیّ بن
ابی طالب۔ یعنی اللہ بزرگ و برتر ہے اس نے ہمارے دین کو کامل کیا اور ہمارے لئے اتمام نعمت فرمایا اور راضی ہوا میری رسالت پر اور ولایت
علی ابن ابی طالب پر اس سے معلوم ہوا کہ یہ تبلیغ ایک جلیل القدر امر تھا جس سے دین خدا کامل اور نعمت تمام ہوئی پس وہ خلافت و امامت
جیسے بڑے مہم کام کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت نے فقرہ والولایة لعلیّ بن ابی طالب میں اس کی اور بھی توضیح فرما دی اب
اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ لفظ مولےٰ سے مراد محب و ناصر ہی ہے تب بھی ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا کس لئے کہ ایسی محبت و نصرت کہ جس کے
اعلان میں یہ بلا کا اہتمام خدائے کریم کو ہو کہ اگر پیغمبر بھی اس کو امت کو نہ پہنچائیں تو پیغمبری سے ہاتھ دھوئیں۔ تمام مسلمانوں زن و مرد سے

فرداً فرداً اس کا اقرار لیا جائے۔ شیخین جیسے بزرگوار بڑی تپاک سے اسپر مبارکباد کہیں حسان سا شاعر اس کے لیئے اشعار نظم کرے۔ اس کی تبلیغ پر دین خدا کامل اور نعمت خدا تمام ہو ورنہ بغیر اس کے دین کے ادھورا اور نعمت کے ناقص رہ جانیکا اندیشہ ہو ایسی نصرت و محبت ہرگز خلافت و امامت سے کم درجہ کی کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ ثعلبی وغیرہ نے علماء عامہ تفسیر آیہ شریفہ سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ الخ میں روایت کی ہے کہ جب رسول خدا نے بروز غدیر لوگوں کو جمع کیا اور علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنتُ مولاہ فعلی مولاہ تو یہ خبر بسبب منتشر ہونے آدمیوں کے تمام شہروں میں پھیل گئی اور شائع ہوئی ایک شخص مسمی حارث بن نعمان فہری نے اسکو سنا تو اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور مدینہ آیا شتر کو بیرون مسجد باندہ کر خود اندر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو آپ اس وقت اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس نے آکر کہا یا محمدؐ تم نے ہمکو امر کیا کہ کلمہ پڑھو اور شہادت دو وحدانیت خدا اور میری رسالت کی ہم نے اسکو قبول کیا۔ پھر حکم دیا کہ نماز پنجگانہ بجا لاؤ اسکو بھی سر پر رکھا پھر کہا کہ زکوٰۃ دو وہ بھی مانا۔ روزہ ہائے ماہ رمضان کو فرمایا اسکو بھی منظور کیا حج خانہ کعبہ کے لیئے کہا وہ بھی بجا لائے مگر تم ان سب باتوں پر راضی نہ ہوئے تا اینکہ اپنے بھائی کے بازوؤں کو پکڑ کر اٹھایا اور ہم سب پر اس کو فضیلت دی اور خلیفہ بنایا اور کہا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولےٰ ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ یہ بات آپنے اپنی طرف سے کہی ہے یا خدا کی طرف سے حضرت نے فرمایا قسم ہے خدائے وحدہٗ لاشریک کی کہ یہ بات میں نے خدا کی جانب سے کہی یہ سنکر حارث اپنی سواری کی طرف چلا۔ اور کہتا تھا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مَاقال محمد حقا فامطر علینا حِجَارَۃً مِنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ بار خدایا اگر جو کچھ کہ محمدؐ کہتے ہیں راست ہے تو ہم میں تاب اس کی نہیں آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا کوئی اور عذاب دردناک ہم پر نازل کر راوی کہتا ہے کہ ہنوز اپنی سواری تک نہ پہنچا تھا کہ ایک پتھر خدا کی طرف سے اس کے سر پر گرا اور اس کے نیچے سے نکل گیا اور وہ واصل جہنم ہوا اسوقت حق تعالیٰ نے یہ آیہ شریفہ نازل کی سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْکَافِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ کہ سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا جو کافروں کے واسطے ہے اور کوئی اس کو دفع نہیں کر سکتا۔ **انصاف** کیا ہے اس مقام پر محمد غزالی امام اہلسنت نے اپنی کتاب سر العالمین وکشف ما فی الدارین میں جیسا کہ ابن جوزی نے اس سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا اَسْفَرَتِ الْحُجَّۃُ وَاَجْمَعَ الجماھیر علی متن الحدیث فی یوم غدیر خم باتفاق الجمع وھو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بن الخطاب بخٍ بخٍ لک یا اباالحسن اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنۃ یعنی صاف اور روشن ہوئی حجت اور جمع ہوئی جمہور امت اوپر متن حدیث غدیر کے اور اتفاق کیا انہوں نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مولاہ پس کہی عمر نے یہ عبارت بخٍ بخٍ الخ اس کے بعد امام غزالی کہتے ہیں فھذا تسلیم ورضاءٌ وتحکیم ثم بعد ذالک غلب الھوی لحب الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الھواء فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول وفتح الامصار وسقاھم کاس الھوی فحملھم علی الخلاف فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہٖ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ یعنی یہ کہنا عمر کا خلافت علیؑ کو مان لینا ہے اور اسپر راضی ہونا اور آنحضرت کو حاکم سمجھنا مگر بعد کے

حکایت حارث بن نعمان فہری

عبارت غزالی

ہوائے نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست وحکومت فانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست بزرگ کا ہاتھ آنا اور جھنڈا خلافت کا ملکوں میں گڑجانا اور علم کے پھریرے کا ہوا میں اڑنا اور ہوا کا بیرقوں سے لپٹنا اور گھوڑوں کا دو طرفہ جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کے پیروں کی کثرت سے مثل جال کے معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کو فتح کرنا ان باتوں نے ان کو جام خواہش پلا کر بیخود کر دیا اور یہی بے خودی خلافت کا باعث ہوئی اور اپنی حالت سابق کی طرف انہوں نے عود کیا اور اس عہد کو اپنی پس پشت ڈالا اور ایک ادنی شے کو یعنی حکومت دنیا کو خرید کیا پس کیا بُری شے ہے جو انہوں نے خرید کی۔ اب ہم قصۂ غدیر خم کو ختم کرتے ہیں مگر اس قدر اور کہتے ہیں کہ ہر چند فضائل اس روز مبارک اعنی ۱۸۔ ذی الحجہ کی کتب شیعہ میں بکثرت منقول ہیں الا کتب اہل سُنت بھی اس سے خالی نہیں۔ مودۃ القربیٰ میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جو شخص ۱۸۔ ذی الحجہ کو روزہ رکھے ایسا ہے جیسا کہ اس نے ساٹھ مہینے برابر روزے رکھے ہوں کیونکہ وہ ایک روز ہے جس میں کہ رسول اللہ نے غدیر خم میں علی علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ

ظہور اخلاص و وفا از یاران باصفا نسبت بہ رسول خدا و نوشتن ایشاں صحیفہ بیشومہ را۔

پہلے گزرا کہ غزوہ تبوک سے مراجعت کے وقت اصحاب منافقین نے شتر سواری رسول اللہ کو بھڑکانا چاہا تھا کہ آپ اس کی پشت سے گر کر جاں بحق ہوں اسی طرح ان لوگوں نے اسوقت بھی حجۃ الوداع سے واپس آتے میں اسکا ارادہ کیا تفصیل اس اجمال کی بروایت حذیفہ بن الیمان یہہ ہے کہ جب مکہ میں آنحضرت کو وحی ہوئی کہ امیر المومنین کو اپنا وصی وجانشین مقرر کریں اور علوم گزشتہ وآئندہ کہ آپ کے پاس ودیعت ہیں ان کو پہنچائیں تو آپ نے ایک شب و روز حضرت امیرؑ کے ساتھ خلوت کر کے تمام علوم وحِکَم انحضرت کو تفویض کئے اتفاقاً وہ روز عائشہ کی باری کا تھا وہ اسکی تاک جھانک میں رہیں۔ چونکہ بیوی گھر کی رہنے والی یہاں کی خوبو سے واقف تھیں پا گئیں کہ کیا معاملہ ہے مگر حضرت رسول خدا نظر بمصلحت مذکورہ بالا چاہتے تھے کہ ابھی یہہ راز افشا ہو بنا بریں آپ نے فرمایا اے عائشہ میں چاہتا ہوں کہ ایک عام مجلس کر کے علیؑ کو خدا کے حکم کے بموجب امام وپیشوائے خلق اور اپنا خلیفہ مقرر کروں تمام خلائق پر اسکو ظاہر کر کے سب سے اس کا اقرار لوں گا مگر تجھکو چاہئے کہ جب تک میں نہ کہوں اس راز کو اپنے دلمیں پوشیدہ رکھے اگر اس کی حفاظت کریگی تو حق تعالی تجھسے راضی وخوشنود ہوگا اور دنیا وعقبیٰ میں تیری حفاظت کرے گا ورنہ تمام اعمال خیر تمہارے حبط اور ضائع ہو جائیں گے اور خدا و رسول کی نافرمان ٹھیروگی لیکن ان بیوی صاحب میں اتنی تاب کہاں تھی کہ خاصکر ایسے ضروری معاملے میں چپ رہتیں اسوقت تو حضرت کے سامنے سب کچھ قول وقرار کر لئے مگر تھوڑی ہی دیر میں اپنے باپ ابوبکر سے اس کو لے بیٹھیں ابوبکر سے عمر کو اور ان سے ابو عبیدہ وجراح وعبدالرحمن عوف وغیرہ تمام دوستوں ہواخواہوں کے پاس تار برقی کی طرح یہ خبر پھیل گئی اور لگے یہ حضرات مشورے کرنے اور تدبیریں سوچنے آخر قرار پایا کہ قبل اس کے کہ یہ ارادہ وقوع میں آئے حضرت رسالت پناہ کے قتل کی تدبیر کرنی چاہیئے نوع قتل میں فکر کرتے کرتے وہی پہلے غزوہ تبوک والی صورت پر آ کر ٹھیرے اور عقبۂ ہرشی کہ جحفہ سے کچھ آگے بڑھکر ہے اس کام کے لئے تعیین ہوا اور یہہ مصلحت الہی بفحوائے مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ اس کی مقتضی ہوئی کہ جسقدر جلد ہو یہہ مرحلے ہونا چاہیئے۔

پس مقام غدیر میں دربار عام ہوکر یہ مُہم باحسن الوجوہ انصرام کو پہنچی چنانچہ مفصل حال اسکا پیچھے بیان ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر ان حضرات کے حوصلے ذرا پست نہوئے بلکہ اس سے زیادہ تر اُن کے عزم میں پختگی اور عداوت میں سختی ہوگئی پس حضرت نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور باقی دن اور رات کو چلتے رہے تا اینکہ عقبہ ہرشی پر پہنچے یہ لوگ پہلے سے آگے جاکر پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوگئے تھے اور ڈھیلے پتھر وغیرہ اونٹ کے بھڑکانے کے سامان وہ اپنے ساتھ لیتے گئے تھے۔ حذیفہ بن یمانؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ رسول خدا قریب عقبہ کے پہنچے تو مجھکو اور عمار یاسرؓ کو بلایا اور عمارؓ کو امر کیا کہ آگے سے مہار ناقہ کی پکڑے اور مجھکو حکم دیا کہ اس کے پیچھے رہوں تا اینکہ عقبہ پر پہنچے منافقوں نے پتھر ناقہ کے پیروں میں لُڑکائے ناقہ جھجکا اور قریب تھا کہ بھڑک کر حضرت کو پشت سے گرا دے آپ نے اسکو آواز دی کہ ساکن ہو کہ تجھکو کچھ خوف نہیں پس ناقہ بزبان فصیح گویا ہوا یا رسولؐ اللہ میں ہرگز ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں گا جب تک کہ آپ مجھ پر سوار ہیں منافق لوگ آگے بڑھے تاکہ اس کو ہاتھوں سے نیچے دھکیل دیں اس وقت میں نے اور عمار یاسرؓ نے تلواریں سونت لیں اور ان کی طرف دوڑے رات نہایت تاریک تھی وہ اپنی تدبیر سے مایوس ہوکر پیچھے کو لوٹ گئے۔ اسوقت میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ یہ کون لوگ تھے کہ آپ کی نسبت ایسا ارادہ رکھتے تھے فرمایا اے حذیفہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا و آخرت میں منافق رہیں گے میں نے کہا کس لئے آپ ان کو مروا نہیں ڈالتے فرمایا میں حق تعالیٰ کی طرف سے اس پر مامور نہیں ایسا کروں تو لوگ کہیں کہ محمدؐ جن لوگوں کی امداد سے اپنے دشمنوں پر غالب آئے انہیں کو قتل کرتے ہیں حق تعالیٰ ان کو عذاب آخرت میں مبتلا کرے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ مہاجرین سے ہیں یا انصار سے تو آپ نے سب کے نام مجھ سے ارشاد کئے لیکن ان میں بعض ایسے تھے کہ جنکو میں نہ چاہتا تھا کہ اس مجمع میں شریک ہوں اس لئے ان کے نام سنکر خاموش رہ گیا۔ آپ نے فرمایا اے حذیفہ گویا تجھکو اسمیں شک عارض ہوا شک ہے تو سر بلند کر کے سر اٹھا کر دیکھا تو تمام قطار باندھے درے کے سرے پر کھڑے تھے استنے میں بجلی چمکی اور میں نے اس کی روشنی میں ہر ایک کو شناخت کیا سب وہی تھے جن کے حضرت نے نام لئے تھے حذیفہ کہتے ہیں کہ وہ چودہ اشخاص تھے بدین تفصیل ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ عبدالرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ جراح۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عمر عاص۔ یہ نو شخص قریش سے۔ اور ابوموسیٰ اشعری۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفی۔ اوس بن حدثان بصری۔ ابوہریرہ۔ ابوطلحہ انصاری پانچ دیگر قبائل سے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم عقبہ سے نیچے اترے تو صبح ہوگئی تھی حضرت رسول خدا نے ناقہ سے اتر کر نماز کا تہیہ کیا مسلمان پیچھے سے آکر شامل جماعت ہوتے تھے اسوقت دیکھا میں نے کہ یہ لوگ بھی آکر اوروں کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے نماز پڑھ چکے تو رسول اللہ نے دیکھا کہ ابوبکر۔ عمر۔ ابوعبیدہ تینوں باہم سرگوشی کر رہے ہیں آپ نے حکم دیا کہ منادی ندا کردے کہ کوئی تین آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔ وہاں سے کوچ ہوکر اگلی منزل پر ٹھہرے تو سالم مولائے ابی حذیفہ نے دیکھا کہ وہی تین اشخاص پھر ایک جگہ بیٹھے چپکے چپکے کچھ راز کی باتیں کر رہے ہیں سالم چلتا چلتا کھڑا ہوگیا اور بولا مجھکو بھی بتاؤ کہ تم کیا اصلاح کر رہے ہو نہیں تو میں جاکر رسول اللہ سے اس کی خبر کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے سالم اگر تو عہد کرے کہ ہمارا راز کسی پر افشا نہ کرے گا بلکہ اس امر میں ہمارا معین و مددگار رہوگا تو ہم تجھکو بھی شریک کئے لیتے ہیں اس نے عہد کیا تو کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ علیؑ کی خلافت کے مقدمہ میں محمدؐ کی اطاعت نہ کریں سالم نے کہا

اس امر میں ہیں تم سے زیادہ آمادہ ہوں قسم بخدا کہ مجھکو کسی خاندان سے اس قدر عداوت نہیں جتنی کہ بنی ہاشم سے ہے اور بنی ہاشم میں کسی کو اتنا دشمن نہیں رکھتا جتنا علیؑ بن ابی طالبؑ کو میں اس کام میں تمہارا دل وجان مددگار ہوں۔ پس سب نے عہد و پیمان کئے اور قسمیں کھائیں کہ اس معاہدے کو توڑا جاہے یہہ پخت وپز کرکے متفرق ہوگئے حضرت رسول خدا کوچ کرنے کو تھے کہ یہ حضرات ان کے سامنے آئے آپ نے فرمایا آج تم سب اکٹھے بیٹھے کیا پوشیدہ باتیں کررہے تھے حالانکہ میں نے منع کیا تھا کہ کوئی پوشیدہ باتیں نہ کرے انہوں نے کہا یا رسول اللہ اس وقت کے سوا ہم نے تو آج ایک دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھی حضرت تھوڑی دیر تک بنگاہ تعجب ان کیطرف دیکھتے رہے پھر فرمایا تم سچ کہتے ہو یا خدا تعالی بہ تحقیق کہ حق تعالی تمہارے ارادوں سے غافل نہیں پس حضرت سوار ہوئے تا اینکہ مدینہ منورہ پہنچے۔ اس وقت یہ لوگ مدینہ میں پھر ابوبکر کے گھر میں جمع ہوئے اور انہوں نے اس معاملے میں ایک صحیفہ تحریر کیا تاکہ زبانی قول و قرار قید کتابت میں آجائے اور عہد کیا کہ پیمان خلافت امیر المومنین قطعی توڑا جائے اور یہ امر صرف ابوبکر ابو عبیدہ جراح سالم مولائے حذیفہ کے لئے تعین ہو دوسرے کو اس میں داخل نہیں۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی جو مرتے وقت حسب تصریح تاریخ الخلفاء وغیرہ ابو عبیدہ جراح و سالم مولائے حذیفہ کو بار بار یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ لَوْ اَدْرَکَنِیْ اَحَدُ رَجُلَیْنِ ثُمَّ جَعَلْتُ ھٰذَا الامر الیہ لوثقت یعنی اگر ان دونوں میں ایک بھی اس وقت زندہ ہوتا اور میں اس کو خلیفہ بناتا تو مجھے اسپر بھروسا تھا اور کبھی کہتے تھے ابو عبیدہ امین اس امت کا تھا اگر میں اس کو پاتا تو اپنے بعد خلیفہ بناتا پھر اگر خدا مجھسے استفسار کرتا تو کہتا پروردگارا تیرے نبیؐ سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ امین ہے اسکا پتہ یہاں سے لگتا ہے کہ کس لئے وہ ان دو ہی کو اس قدر یاد کرتے تھے اور کیوں تمام موجودین پر ان کو ترجیح دیتے تھے بلکہ اس حساب سے تو ابوبکر کا خود عمر کو خلیفہ بنانا ایک نوع کی زبردستی اور دھینگا دھانگی تھی مگر ان کا بھی عذر واضح ہے حضرت عمر کے سقیفہ کے دن کی کوششیں ایسی نہ تھیں کہ ابوبکر ان کو نظر انداز کر دیتے۔ ہاں حضرت عمر کی حالت اور تھی وہ خلافت پانے میں موجودین سے کسی کے کنونڈے نہ تھے۔ پس وہ ابو عبیدہ و سالم کو جتنا یاد کریں تھوڑا ہے۔ الغرض صحیفہ مشومہ لکھا گیا اور اس میں چونتیس ۳۴ اشخاص کے نام درج ہوئے۔ چودہ اصحاب عقبہ اور باقی دیگر اشخاص اور وہ ابو عبیدہ کے سپرد ہوا یعنی ابو عبیدہ اسکا امین بنایا گیا۔ یہہ تمام حدیث حذیفہؓ نے ایک جوان انصاری سے اپنی وفات کے وقت نقل کی جبکہ اس نے مدائن میں ان کے پاس حاضر ہو کر حال غاصبان خلافت و متغلبان امت کا دریافت کیا غرض انصاری نے پوچھا کہ ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ قریش سے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح خلافت امیر المومنین سے باز رکھیں لیکن انہوں نے سالم کو کیوں اپنے ساتھ شامل کیا وہ نہ مہاجرین سے تھا نہ انصار سے ایک زن انصاریہ کا غلام آزاد کردہ تھا حذیفہ نے کہا یہ لوگ امیر المومنین سے اس سبب سے عداوت رکھتے تھے کہ ان کے عزیز و اقربا ان کے ہاتھ سے مارے گئے تھے پس شیر خدا کی ضربات سے ان کے سینوں میں زخم کھل رہے تھے اور ان کے فضل و کمال پر حسد کرتے اور ان کے مدارج پہ جلتے تھے۔ سالم کو بھی اس حسد و عداوت میں اپنی مثل پایا تو اس کو بھی اپنا شریک کر لیا مرد انصاری نے کہا اے حذیفہ میں چاہتا ہوں کہ تم مضمون اس نامہ کا مجھ سے بیان کرو حذیفہ نے کہا ہاں اسماء بنت عمیس خثعمیہ نے جو اسوقت ابوبکر کے نکاح میں تھی اور تمام

ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھتی اور کانوں سے سُنتی تھی مجھ سے روایت کی ہے کہ جب قیل و قال کے بعد رائے فاسدان کی تحریر صحیفہ پر ٹھری تو انہوں نے سعید بن عاص اموی کو امر کیا اس نے لکھنا شروع کیا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یہ وہ امر ہے کہ جس پر اتفاق کیا ہے اسپر بزرگان و شرفا ر اُمّت محمدیہ نے مہاجر و انصار سے جن کی حق تعالیٰ قرآن میں اپنے رسولؐ کی زبان پر صفت کرتا ہے۔ سب نے صلاح و مشورہ کر کے مسلمانوں کی بھلائی و بہبودی کے لئے اس صحیفہ کو لکھا ہے تا کہ روز قیامت تک اس کی پیروی کریں۔ **امابعد** بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے محمد مصطفےٰؐ کو رسالت خلق پر مبعوث کیا ساتھ دین مرضی و پسندیدہ کے پس انہوں نے ادائے رسالت فرمایا اور جو کچھ خدا نے حکم دیا اس کے بندوں کو پہنچایا اور واجب کیا ہم پر کہ اس کی تمام باتوں پر قائم ہوں حتیٰ کہ کامل کیا ہمارے لئے اس دین کو واجب کیا اس کے فرائض کو اور محکم کیا اس کی سنتوں کو پس حق تعالیٰ نے دار آخرت کو ان کے لئے دنیا پر اختیار کیا اور ان کی روح کو قبض فرمایا در انحالیکہ عزیز و گرامی تھے وہ خدا کے نزدیک اور متنعم کیا ان کو ساتھ نعمات ابدی اپنی کے بغیر اس کے کہ وہ کسی کو اپنا وصی و جانشین مقرر کریں تا کہ اُمّت جس کی رائے و خیر خواہی پر اعتماد کرے اسکو اپنے لئے اختیار کریں پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ رسولؐ اللہ کی نیک پیروی کریں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بہ تحقیق کہ تمہارے لئے ہے رسول اللہ میں تاسّی نیک اور پیغمبر خدا نے کسیکو خلیفہ اس لئے نہیں بنایا کہ مبادا خلافت ایک گھر میں رہے کہ ان کی میراث ہو جائے اور باقی مسلمان اس سے محروم رہیں اور اس لئے بھی کہ تونگر اس کو اپنے درمیان دست بدست نہ پھرائیں اور نیز اس لئے کہ کوئی دعویدار خلافت نہ کہے کہ یہ امر ہمیشہ کو میری اولاد میں رہیگا تا بروز قیامت پس جبکہ کوئی خلیفہ مرے تو لازم ہے کہ تمام اہل الرائے مسلمانوں سے جمع ہو کر مشورہ کریں اور جس کو مستحق خلافت و امامت دیکھیں اس سے بیعت کریں پس اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھکو رسول اللہ نے خلیفہ مقرر کیا ہے اور نص کی ہے میری خلافت پر تو وہ دروغ کہتا ہے اور خبر لایا ہے برخلاف اس کے کہ اصحاب رسولؐ اللہ کو پیغمبروں کی نسبت معلوم ہے اور مخالف ہے تمام مسلمانوں کے علیٰ ہذا جو کوئی دعویٰ کرے کہ خلافت رسول میراث سے ملتی ہے یا کوئی آنحضرت کا وارث بننا چاہے تو اس نے محال بات کہی کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیا کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ ہم سے باقی رہتا ہے صدقہ راہ خدا ہے اور جو مدعی ہو کہ میں بوجہ قرابت رسول مستحق خلافت ہوں اور یہ امر مجھ میں اور میری اولاد میں منحصر ہے تا روز قیامت کہ بیٹا اس کو اپنے باپ سے میراث میں پاتا رہے گا اور ہمارے سوا دوسرے کو نہیں پہنچتی پس نہیں ہے خلافت اس مدعی کے لئے اور نہ اس کی اولاد کے واسطے گو ان کا نسب پیغمبر سے کیسا ہی نزدیک ہو کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کہ کریم و بزرگترین تم میں سے خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا ان ذمۃ المسلمین واحدۃ یسعیٰ بھا ادناھم وکلھم ید علی من سواھم یعنی امان مسلمانوں کیلئے ایک ہی چاہیئے کہ ادنےٰ و اعلیٰ اس کے لئے کوشش کریں اور سب ملکر اپنے دشمنوں کو دفع کریں پس جو شخص کتاب اللہ پر ایمان لایا اور سنت رسولؐ اللہ کا اس نے اقرار کیا راہ حق پر مستقیم ہوا اور طریقہ

صواب کو اخذ کیا اور جس نے اس سے کراہت کی اور مسلمانوں کے خلیفہ مقرر کرنیکا دستور اسکو پسند نہ آیا وہ حق کا مخالف اور جماعت مسلمانان کا مفارق ہوا پس ایسے شخص کو قتل کرنا چاہئے کیونکہ اس کے قتل میں امت کی اصلاح ہے اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اُمّت کی جمعیت میں تفرقہ ڈالے اسکو قتل کرو اور تنہا کو مارو کوئی کیوں نہو کیونکہ جمع ہونا علامت رحمت ہے اور جدا رہنا نشان عذاب اور نیز فرمایا رسول اللہ نے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور مسلمان غیروں پر مثل دست واحد کے ہیں کوئی ان کی جماعت سے جدا نہیں ہوتا الاّ وہ کہ ان کا دشمن اور ان کے دشمنوں کا دوست ہوتا ہے۔ پس خدا اور رسول نے اس کا خون حلال فرمایا ہے۔ لکھا اس نامہ کو سعید بن العاص نے باتفاق ان لوگوں کے جن کی گواہی اس میں ثبت ہے ماہ محرم سنہ ہجری میں بروایت حذیفہ گواہوں کے نام اس تفصیل سے ہیں۔ ابوسفیان بن حرب۔ عکرمہ بن ابوجہل۔ صفوان بن اُمیہ۔ سعید بن العاص۔ خالد بن ولید۔ عیاش بن ربیعہ۔ بشیر بن سعد۔ سہیل بن عمر۔ حکیم بن خزام سہیب بن سنان۔ ابو اعور سلمی۔ مطیع بن اسود بدری اور اور لوگ جن کے نام حذیفہ کو یاد نہیں رہے اور نیز بموجب روایت حذیفہ ابو عبیدہ امین نے اس صحیفہ کو لیکر مکہ بھیجدیا وہاں خانہ کعبہ میں دفن کر دیا گیا چنانچہ عہد خلافت عمر بن خطاب تک اسی طرح مدفون تھا انہوں نے اپنے زمانہ میں اس کو نکلوایا یہ وہی صحیفہ ہے جس کی نسبت امیر المومنینؑ نے عمر کے جنازے پر فرمایا۔ اُحبّ الیّ ان القی اللہ بصحیفۃ ھذا المسجی کہ میں بہت دوست رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں اس مرد کے صحیفہ کے ساتھ کہ کفن میں لپٹا ہوا پڑا ہے۔ مراد یہ کہ جو صحیفہ اس نے اور اس کے رفیقوں نے لکھا ہے اسے لیکر حق تعالیٰ کے آگے پیش کروں۔ اور اس سے دادخواہی چاہوں۔ ناسخ التاریخ میں ہے کہ ابو جعفر طبری کہ بزرگان اہل سنت سے ہے بسند خود ابن عباس سے روایت کرتاہے کہ جب شرفاء قریش نے علیؑ کے قتل کے لئے یہ صحیفہ لکھکر ابو عبیدہ جراح امین قریش کے سپرد کیا کہ اس کو پوشیدہ رکھے پیغمبر خدا نے اس آیۂ شریفہ کو قرأت کیا انّ اللہ یعلم مافی السموات ومافی الارض ومایکون من نجوی ثلثۃ الخ یعنی حق تعالیٰ جو کچھ کہ مابین زمینوں اور آسمانوں کے ہے اس کو جانتا ہے جہاں کہیں تین شخص راز کہتے ہیں وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور جہاں پانچ کہتے ہیں وہ چھٹا ہوتا ہے وہ کم و زیادہ میں ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ ہوں پھر بروز قیامت ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا بہ تحقیق کہ اللہ ہر شئے کا علیم و دانا ہے۔ پس ابو عبیدہ کو طلب کرکے وہ صحیفہ اس سے طلب کیا اس نے آنحضرت کو دیا حضرت نے فرمایا کہ تم اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے انہوں نے حلف کرکے کہا ہم نے اس سے کوئی بد ارادہ نہ کیا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھمّوا بما لم ینالوا یعنی قسم کھاتے ہیں خدا کی کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمۂ کفر کو کہا اور بعد اسلام کے کافر ہوگئے اور ارادہ کیا اسکا جسکو نہ پایا صاحب ناسخ التاریخ کہتے ہیں کہ ابو جعفر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے وہ صحیفہ اُن سے لے لیا لیکن اور مورخ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کتابت صحیفہ کے بعد ابوبکر کے گھر سے نکل کر پراگندہ ہوگئے اگلے روز صبح کو رسول اللہ نے نماز ادا کی پھر مصروف تعقیب رہے تا اینکہ آفتاب طلوع ہوا اسوقت ابو عبیدہ سے کہا کیا خوب اے ابو عبیدہ تو امین امت ہوا پھر اس آیۂ شریفہ کو اسپر قرأت کیا۔ فویل للذین یکتبون

الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون - یعنی ویل وعذاب ہے ان لوگوں کے لئے کہ نامہ کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے تاکہ تھوڑی سی قیمت پر اس کو فروخت کریں۔ پس عذاب ہے ان پر بباعث اس کے کہ ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے اور عذاب ہے اس سے کہ انہوں نے اس کو کسب کیا ہے پس رسول اللہ نے فرمایا یہ جماعت ان لوگوں سے مشابہ ہے کہ آدمیوں سے استغفار کرتے ہیں اور خدا سے مغفرت نہیں چاہتے۔ حالانکہ خدا ان کے ساتھ ہے جب وہ ایسی باتوں میں رات بسر کرتے ہیں جن کو خدا دوست نہیں رکھتا اور خدا ان کی کردار کا عالم و دانا ہے پس فرمایا کہ ایک گروہ نے اس امت سے بطریق جاہلیت ایک عہدنامہ لکھا ہے اور اس کو خانہ کعبہ پر لٹکایا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو مہلت دی ہے امتحان کے لئے تاکہ جو لوگ ان کے بعد آئیں حق و باطل میں تمیز کرسکیں اگر اللہ تعالیٰ مجھکو امر نہ کرتا کہ ان لوگوں سے تعرض نہ کروں تو البتہ میں حکم دیتا کہ ان کا سر کاٹ لیا جائے یہ سنکر منافقین گھبرا گئے اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں بجدیکہ ان کی خیانت جملہ حاضرین پر آشکار ہوگئی اور سب نے جان لیا کہ تمام تعریفیں جو رسول اللہ کرتے تھے اور تمام آیات کہ وہ حضرت پڑھتے تھے ان کے حق میں تھیں۔ پس حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اس سفر سے واپس ہو کر ام سلمہؓ کے گھر میں نزول کیا اور ایک مہینے تک کسی بی بی کے گھر نہ گئے جیسا کہ پیشتر جایا کرتے تھے۔ پس عائشہ و حفصہ نے اس کی شکایت اپنے اپنے باپ سے کی شیخین نے کہا ہمکو اسکا سبب معلوم ہے کہ کس لئے وہ ایسا کرتے ہیں تم جاکر بملاطفت و مدارا پیش آؤ اور محبت و دوستی جتاؤ وہ صاحب حیا و کرم ہیں رضامند ہوجائیں گے اور مثل سابق مہربانی کرنے لگیں گے۔ پس عائشہ تنہا حضرت کی خدمت میں آئی جبکہ آپ ام سلمہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے اور امیرالمومنین حاضر درگاہ تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا کس لئے آئی ہے اے حمیرا عائشہ نے کہا آپ کا میرے گھر پر قدم رنجہ نہ فرمانا مجھپر نہایت شاق ہے اور پناہ لیجاتی ہوں طرف خدا کے غضب رسول خدا سے فرمایا اگر یہ باتیں راست ہوتیں تو ہرگز میرا راز افشا نہ کرتی جو کہ میں نے تیرے سپرد کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ اس کو ظاہر نہ کرنا بہ تحقیق کہ اس کے اظہار سے تو آپ ہلاک ہوئی اور اوروں کو ہلاک کیا پس حضرت نے کنیز ام سلمہؓ سے ارشاد کیا کہ میری تمام ازواج کو بلا لاوہ گئی اور بلا لائی جب سب جمع ہوگئیں تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ سنو جو کچھ کہ میں کہتا ہوں اور علیؑ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا بھائی و وصی و وارث ہے میرے بعد تمہارے اور تمام امت کے اوپر میرا خلیفہ ہے پس اس کی ہر امر میں اطاعت کرو اور کسی بات میں نافرمانی نہ کرو۔ بہ تحقیق کہ اس کی نافرمانی میں ہلاکت و نقصان ہے۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ سے فرمایا یا علیؑ ان عورتوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں ان کی نگہبانی کرو اور ان کے خرچ کے کفیل ہو جب تک کہ تمہاری فرماں برداری کریں پس امر و نہی کرو ان کے تئیں نہ مانیں تو ان کو رہا کرو اور طلاق دو امیرالمومنینؑ نے عرض کی یارسول اللہ وہن وسستی وضعف رائے عورتوں کی سرشت میں داخل ہے فرمایا نرمی و مدارا کرو ان کے ساتھ جہانتک کہ مصلحت جانو پھر بھی عصیان کریں تو ان کو طلاق دو تمام ازواج خاموش تھیں اور کچھ نہ بولیں الا عائشہ کہ اس نے کہا یارسول کب ہوسکتا ہے کہ آپ کسی امر کے لئے ہمکو ارشاد کریں اور ہم اس کے خلاف کریں فرمایا ایسا نہیں اے حمیرا تو نے میری مخالفت کی بدترین

مخالفت کرنا اور بخدا سوگند کہ تو اس بات کی بھی مخالفت کرے گی جو کہ تجھ سے اب کہتا ہوں تجھ سے میرے بعد علیؑ کی نافرمانی صادر ہوگی اور جس گھر میں تجھکو چھوڑتا ہوں علانیہ اس سے نکلیگی اور ہزار ہا آدمی تیرے گرداگرد ہوں گے۔ پس اسوقت تو اپنے پروردگار کی عاصی و نافرمان ہوگی اور علامت اس کی یہ ہوگی کہ سگان حواب تیری راہ میں تجھ پر فریاد کریں گے یہ ایک امر ہے کہ البتہ ہونیوالا ہے۔ پس حضرت نے سب کو اجازت دی کہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں **حقیر مولف** کہتا ہے کہ رسول اللہ کا امیر المومنینؑ کو اپنی ازواج کی طلاق کا اختیار دینا کتب معتبرہ اہل سنت سے مثل روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ کے ثابت ہے اور قصہ عائشہ کے امیر المومنینؑ پر خروج کرنے اور سگان حواب کے اسپر بھونکنے کا اس کتاب میں اپنے مقام پر مفصل لکھا گیا ہے وہاں دیکھیں۔ **تجہیز لشکر اسامہ و تخلف یاران**

از آن رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس آکر کوئی سوا دو مہینے مدینہ میں زندہ رہے اس عرصہ میں عہد و پیمان خلافت امیر المومنین کو تازہ کرنے اور اس بنا کو مضبوط و محکم بنانے میں برابر سرگرم تھے بار بار خطبے کہتے اور امت کو تقویٰ و پرہیزگاریٔ خدا اور پابندیٔ شرع کی تقید کرتے اور وصیت کرتے کہ سنت و طریقہ آنحضرت کو قائم رکھیں اور بدعت سے باز رہیں اور متمسک ہوں ساتھ دو ثقل عظیم و گراں کے کہ عترت پیغمبر و کتاب خدا ہے اور متابعت و پیروی ان دونوں کی بجالائیں بیشتر فرماتے ایہا الناس میں تم سے آگے جاتا ہوں تم حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوگے اسوقت تم سے پوچھوں گا کہ ان دو شے بزرگ کی کہ تمہارے درمیان چھوڑ آیا تھا کس طرح رعایت کی اور کیسے انکے ساتھ پیش آئے پس دیکھوں کہ اُن سے کیا سلوک کرتے ہو بہ تحقیق کہ علی بن ابی طالب میرا بھائی و پسر عم و وصی و خلیفہ ہے قتال کرے گا تاویل قرآن پر جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر قتال کی ہے۔ مرض الموت سے چند روز پہلے آپ نے چاہا کہ مدینہ ارباب نفاق و شقاق سے پاک ہو جائے تاکہ بوقت وفات کوئی خرخشہ امر خلافت میں نہ رہے۔ پس آپ نے ارادہ کیا کہ ایک لشکر گراں پانچہزار کی جمعیت کا روم کیطرف بھیجا جائے کہ اب سے دو سال پہلے جنگ موتہ میں آپ کے کئی سردار کام آئے تھے۔ ابوبکر و عمر وغیرہ پس تمام اصحاب کو جن کی طرف سے فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا اس سپاہ میں بھرتی کیا اور سرداری اسکی اپنے غلام آزاد کردہ کے بیٹے اسامہ بن زید کو عنایت کی جیسا کہ اکثر اوقات ان لوگوں کو ایسے اشخاص کے ماتحت کیا کرتے تھے تاکہ ان کا رتبہ اسلام میں ہرکس و ناکس کو معلوم رہے چنانچہ جنگ سلاسل میں انکو عمرو عاص کے ماتحت مقرر کیا تھا اسپر یہ خبط میں ابوعبیدہ جراح کے وقس علی ہذا شتیٰ حضرت رسول خدا کی اس حکمت عملی کی تردید میں کہتے ہیں کہ کسی شخص کے امیر لشکر ہونے سے مامورین پر اس کی فضیلت و فوقیت لازم نہیں آتی۔ اور ایک روایت اپنی من گھڑت اس مقدمہ میں پیش کرتے ہیں کہ غزوہ سلاسل سے واپس آکر عمرو عاص کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں ابوبکر و عمر سے افضل ہوں کیونکہ ان پر امیر رہا اور وہ میرے تابع رہ چکے ہیں بارے اس نے چاہا کہ اس کی تصدیق رسول اللہ سے بھی کرائے پس حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ آپکے نزدیک سب سے زیادہ دوست و محبوب کون ہے فرمایا عائشہ عرض کی اور مردوں سے فرمایا اس کا باپ پوچھا اس کے بعد کہا عمر علیٰ ہذا چند اشخاص کے نام لیکے بعد دیگرے لئے اور عمرو عاص کا ذکر نہ کیا تو وہ خاموش ہو گیا ایسی روایتیں گھر ہی گھر میں تسلی کا باعث ہوں تو ہوں خصم کے سامنے انکی ذرا وقعت نہیں ہو سکتی بھلا شیعہ کیونکر ایسی پادر ہوا روایتوں سے ایک عقلی قاعدے پر تفضیل مفضول کے مباحثے

دست بردار ہونے لگے ہیں۔ قطع نظر اس کے اُسامہ کو خود رسول مقبول نے بقول علمائے اہل سُنّت جملہ مامورین پر ترجیح و تفضیل دی اور برملا فرمایا کہ وہ میرے نزدیک محبوب ترین اشخاص سے ہے اور اس کا باپ سب سے زیادہ مجھکو عزیز تھا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اشرف مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و سعد وقاص و ابوعبیدہ جراح وغیرہ لشکر اسامہ میں مامور ہوئے تو یہہ صورت بعض لوگوں پر ناگوار گزری اور انہوں نے طعن سے کہا کہ پیغمبر نے اس غلام کو مہاجرین اولین پر امیر مقرر کیا حضرت کو یہ کلام ان کا پہنچا تو غضبناک ہوئے اور باوجود شدت بخار و دردسر عصابہ سر مبارک سے باندھکر برآمد ہوئے اور منبر پر جاکر فرمایا ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو اسامہ کی امارت میں میں تم سے سنتا ہوں تم نے آج ہی اعتراض نہیں کیا اس سے پہلے اس کے باپ زید کے امیر کرنے پر بھی تم اسیطرح معترض ہوئے تھے قسم بخدا کہ وہ لائق امارت تھا اور اس کے بعد اسکا بیٹا سزاوار ریاست و سرداری ہے۔ زید میرے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ دوست تھا اسکا بیٹا اسامہ بھی محبوب ترین مردم سے ہے یہہ دونوں مظنۂ خیرات و نکوئی ہیں میری وصیت کو ان کے مقدمے میں قبول کرو اور نیکی کرو اس کے ساتھ کیونکہ وہ تمہارا خیرخواہ و دانشمند ہے تمام ہوئی عبارت روضۃ الاحباب کی معلوم نہیں کہ جب حضرات شیخین ایسے ایسے لوگوں سے بھی رتبہ میں کم تھے تو اہل سنت امیر کبیرؑ کے مقابلے میں کیوں کر ان کی افضلیت کا حرف زبان پر لا سکتے ہیں۔ کیا کبھی وہ حضرت بھی اُسامہ کے ماتحت ہوئے ہیں اور ان پر بھی اس طرح برملا (العیاذ باللہ) ان باپ بیٹے کو ترجیح دی گئی ہے۔ اسامہ تو اسامہ یہہ حضرات اپنی ہی کتابوں سے کسی شخص کا سوائے رسول اللہ کے ایک ساعت کو انحضرت پر امیر ہونا ثابت کردیں۔ الغرض حضرت رسول خدا نے حکم دیا کہ لشکر جلد مہیائے سفر ہو مگر یہ لوگ بھی ہوا کے رُخ کو پہچاننے والے تھے انہوں نے تعمیل ارشاد میں لیت لعل شروع کیا زیادہ تاکید ہوئی تو ظاہر کیا کہ ہم ابھی سفر حجۃ الوداع سے آئے ہیں سامان تیار نہیں رکھتے اس کی تیاری کر رہے ہیں مُہیا ہوجائیگا تو جائیں گے۔ یہی کیفیت تھی کہ حضرت بہ بیماریٔ موت بیمار ہوگئے پس جوں جوں مرض آپ کا شدید ہوتا جاتا تھا اسی قدر اس کی تاکید کرتے اور فرماتے تھے۔ جَہِّزُوا جَيشَ اُسَامَة لعن الله من تخلف عنها لشکر اسامہ کے لئے جلد تیار رہو خدا لعنت کرے اسکو جو اس سے تخلف کرے پس اسامہ کو امر کیا کہ شہر سے ایک فرسخ کے فاصلے پر باہر جاکر توقف کرے۔ تاوقتیکہ لشکر متعینہ اس سے ملحق ہوجائے اسوقت ان کو ساتھ لیکر مہم پر روانہ ہو پس اسامہ نشان لشکر جسکو کہتے ہیں کہ باوجود ضعف مرض آپ نے اپنے دست مبارک سے ترتیب دیا تھا باہر لے گیا لیکن یہ لوگ حضرت کی بیماری دیکھکر بے طرح مچلتے اور پاؤں ملتے تھے۔ لہذا آپ نے قیس بن سعد عبادہ و حباب بن المنذر انصاریوں کو کہ آپ کے لشکروں کے رانندہ تھے تعیین کیا کہ جماعت مذکورہ کو بجبر و اکراہ شہر سے نکالیں انہوں نے دیگر انصار کی مدد سے ان کو شہر سے لیجاکر لشکر گاہ اسامہ میں پہنچایا اور اسامہ سے کہا کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اب ذرا توقف نہ ہو اسی وقت کوچ کرو اسامہ نے کوچ کیا اور ان لوگوں نے واپس آکر ان کے چلے جانے کی خبر پہنچائی رسول خدا نے فرمایا وہ ہرگز نہ جائیں گے ایسا ہی ہوا تھوڑی دور جاکر ابوبکر عمر ابوعبیدہ وغیرہ نے اسامہ سے کہا کہ مدینہ خالی چھوڑ کر اسوقت کہاں جاتا ہے ہمکو کبھی یہاں ٹھہرنے کے لئے حاجت نہ تھی جیسے کہ اسوقت ہے رسول اللہ بیمار پڑے ہیں اگر ان کی حالت دگرگوں ہوئی تو وہ امور پیش آئیں گے جنکا تدارک

خیر امکان سے باہر ہوگا پس انجام کار انتظار کرنا اور یہاں توقف کرنا چاہیئے غرض کہ لشکر اس کو پہلے لشکر گاہ پر پھر لائے اور بی بی عائشہ کے پاس ایک قاصد کو خفیہ بھیجکر حضرت کا حال دریافت کرایا انہوں نے کہلا بھیجا کہ آپ کی بیماری صعب ہے۔ تم کو جس مقام پر کہ ہو ایک قدم وہاں سے آگے نہ جانا چاہیئے میں وقت وقت کی خبر بھیجتی رہوں گی جب مرض میں اور شدت ہوئی تو عائشہ نے صہیب کو شیخین کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ رسول اللہ کا مرض بڑھ گیا ہے اور امید زیست بالکل منقطع ہے تم جس جس کو مناسب جانو ساتھ لیکر مدینہ میں چلے آؤ۔ صہیب لشکر گاہ میں پہنچا تو وہ اس کو اسامہ کے پاس لے گئے کہ دیکھو یہ کیا کہتا ہے ہم آنحضرت کو اس حال میں چھوڑ کر کیسے آگے جا سکتے ہیں اور اجازت چاہی اس سے شہر میں آنے کی اسامہ نے کہا بہتر ہے مگر چھپ کر جاؤ کہ کوئی تم کو نہ دیکھے پھر اگر حضرت کو افاقہ ہو تو پھر لشکر گاہ میں لوٹ کر آؤ ورنہ ہمکو بھی خبر کرو کہ سب وہاں چلے آئینگے رات کا وقت تھا کہ یہ لوگ داخل شہر ہوئے اور حضرت رسول اللہ نے اسوقت غشی سے آنکھیں کھولیں اور فرمایا قَدْ طَرَقَ لَیْلَتَنَا هٰذِهِ الْمَدِیْنَةَ شَرٌّ عَظِیْمٌ۔ کہ آج رات اس شہر میں ایک شر عظیم داخل ہوا ہے حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کچھ لوگ لشکر اسامہ سے میرے حکم کے خلاف فتنہ و فساد کی نیت سے شہر میں لوٹ آئے ہیں۔ آگاہ رہو کہ میں انسے بیزار ہوں پس فرمایا روانہ کرو لشکر اسامہ کو لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا اور اسکو آخر تک کہتے رہے حتے کہ چند بار کہا۔ مخفی نہ رہے کہ جماعت متخلفین از لشکر اسامہ پر پیغمبر خدا کا لعنت کرنا کتب معتبرہ اہلسنت میں ویسا ہی مصرح ہے جیسا کہ حضرات شیخین اور ان کے ہمچشموں کا اس لشکر میں متعین ہونا اور پھر اس سے متخلف ہو کر شہر میں چلے آنا پھر ان کے ہاں مصرح ہے محمد شہرستانی اشعری نے ملل و نحل میں فقرہ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا کو روایت کیا ہے اور اس تخلف کو ان اختلافات سے جو بوقت وفات پیغمبر حادث ہوئے دوسرا اختلاف قرار دیا ہے یعنی قضیہ قرطاس کو جسکا بیان آگے آتا ہے پہلا اختلاف اور تخلف از لشکر اسامہ کو دوسرا مقرر کیا ہے اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر جوہری سے یہ تمام قصہ نقل کیا ہے اس میں ہے۔ فَلَمَّا اَفَاقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَئَلَ عَنْ اُسَامَةَ والبعث فَاُخْبِرَ اَنَّهُمْ یَتَجَهَّزُوْنَ فَجَعَلَ یقول انفذوا بعث اسامة لعن اللّٰهُ من تخلف عَنْهُ یعنی جب رسول خدا کو غش سے افاقہ ہوا تو لشکر اسامہ کی نسبت استفسار کیا آپ کو خبر دی گئی کہ وہ لوگ تیاری میں مصروف ہیں پس فرمایا روانہ کرو لشکر اسامہ کو خدا لعنت کرے اسکو جو کہ اس سے تخلف کرے۔ بالجملہ ان لوگوں نے باوجود اس تاکید شدید پیغمبر کے لشکر سے تخلف کیا اور لعن پیغمبر کو اپنے اوپر لیکر لشکر گاہ سے مدینہ چلے آئے تو ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کیا حتیٰ کہ آخرش خود اسامہ علم سمیت مدینہ میں چلا آیا اور لشکر کا جانا حیات رسول اللہ میں قطعی ملتوی رہا پس درود لعن سے کوئی امنیں سے بچ نہیں سکتا ہاں فرق اسقدر ہے کہ اور لوگ تو وفات آنحضرت کے بعد اس مہم پر چلے گئے اِلّا حضرت ابوبکر و عمر اُسوقت بھی اس شرکت سے محروم رہے۔ یعنی باوجود غصب حکومت و امارت بھی انہوں نے مدینہ چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔ حضرات اہل سنت ان بزرگواروں کو اس لعن صریح رسالت پناہ کی زد سے بچانے کو کہتے ہیں کہ ابوبکر کو رسول اللہ نے امامت نماز پر مقرر فرمایا لہذا وہ حکم سابق منسوخ ہوگیا۔ اور عمر کو ابوبکر نے خلیفہ ہو کر اسامہ سے اجازت لیکر اپنی اعانت و امداد کے لئے ٹھیرا لیا تھا۔ امامت نماز پر جیسا کچھ

پیغمبر نے ابوبکر کو مقرر کیا تھا اس کا بیان ابھی آگے آتا ہے۔ لیکن عمر کے مدینہ میں چھوڑ دینے کا اختیار اسامہ کو معلوم نہیں کہ کس نے دیا تھا وہ ایک خاص جماعت پر صرف اس لئے امیر ہوا تھا کہ ان کو لڑنے کو لیجائے اور اس کے متعلق کاروبار میں حکمرانی کرے نہ یہہ کہ جسکو چاہے چھوڑ جائے اور جسکو چاہے لیجائے عمر رسولؐ خدا کے مقرر کئے ہوئے تعیناتیوں سے تھے ان کے چھوڑ نیکا اسامہ ہرگز مجاز نہ تھا علاوہ برایں حضرت ابوبکر بقول اہلسنّت خود اسوقت خلیفہ مطاع تھے تو ان کا اسامہ سے اجازت لینا اور اس التجا کے لئے اس کے گھر پر جانا جیسا کہ یہہ حضرات فخر یہ کہتے ہیں یعنی چہ خود مختار نہ تھے تو اپنے لئے بھی اجازت لینا چاہیئے تھا۔ صرف عمر کے لئے اجازت چاہنے پر کیوں اکتفا کیا گیا مجلسی علیہ الرحمہ مورخین و محدثین عامہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اسامہ کو تمام عمر امیر کہتے رہے۔ اور یہہ کہ جب ابوبکر نے اپنے خلیفہ بنجانے کی خبر اسامہ کو بھیجی تو اس نے کہا بھیجا اور لشکر نے کہ میرے ساتھ ہے تجھکو خلیفہ نہیں کیا رسول اللہ نے مجھکو تمہارے اوپر امیر مقرر کیا اور اس سے معزول نہیں فرمایا حتےٰ کہ دنیا سے رحلت کی تم میری اجازت بغیر مدینہ میں ٹھیر گئے وہ حضرت اعلم و دانا تھے مجھکو اور تمکو خوب پہچانتے تھے مجھکو تم پر امارت بخشی مجھکو تمہارے زیر فرمان نہ کیا تو کچھ سوچ سمجھکر کیا ہے ابوبکر یہ باتیں سنکر چاہتے تھے کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں لیکن عمر ان کو مانع آئے اسامہ سفر سے واپس آیا تو دروازہ مسجد پر کھڑا ہو کر چلایا کہ مجھکو تعجب ہے اس مرد سے کہ رسول اللہ نے مجھے اس پر امیر کیا اور وہ معزول کر کے اپنی امارت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجلسیؒ کہتے ہیں کہ جبکہ شیخین مامور بہ اطاعت اسامہ اور اس کی رعایا سے تھے اور وہ بالاتفاق خلیفہ نہ تھا بلکہ جو خلیفہ ہوتا اس کی اطاعت اس پر لازم تھی تو وہ اس کے باوجود کیونکر خلیفہ ہوسکتے ہیں۔ **کیفیت پیشنمازی ابوبکر** حدیث حذیفہ میں ہے کہ جب سے رسول خدا بیمار ہوئے تھے آپ کا دستور تھا کہ جس وقت مسجد میں اذان ہوتی حتی المقدور خود باہر تشریف لاتے اور گو سخت زحمت اٹھاتے مگر نماز سب کے ساتھ ہی بجالاتے اور جو کسی وقت تکلیف بہت زیادہ ہوتی اور آپ نہ آسکتے تو امیر المومنینؑ کو حکم دیتے وہ حضرت آپ کی نیابت سے نماز پڑہاتے حضرت امیرؑ اور فضل بن عباس آپ کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے تھے اور جدا نہوتے جس رات کو یہ لوگ لشکر اسامہ سے جدا ہو کر شہر میں آئے اس کی صبح کو بلال نے اذان کہی پھر در دولت پر آکر آواز دی تا کہ حضرتؐ کو نمازیوں کے جمع ہوجانے کی اطلاع دے مگر مرض اس وقت شدت پر تھا کسی نے اس کی آواز نہ سنی اندر آنا چاہا تو بی بی عائشہ نے اس کو روک دیا اور صہیب کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ رسول اللہ بیماری کی زیادتی سے نماز نہیں پڑہا سکتے علی بن ابی طالب ان کی تیمارداری میں لگے ہوئے ہیں بہت اچھا موقعہ ہے جلد آؤ اور نماز پڑہاؤ یہ پیشنمازی ثانی الحال تمہارے بہت کام آئیگی۔ ادہر لوگ مسجد میں انتظار کر رہے تھے کہ رسول اللہ تشریف لاتے ہیں یا امیر المومنینؑ کو بھیجتے ہیں کہ یکنا گاہ ابوبکر داخل ہوئے اور کہا کہ مرض کی زیادتی سے رسول خدا اسوقت نماز کو نہیں آسکتے مجھکو امر کیا ہے کہ نماز پڑہاؤں اصحاب سے ایک صاحب نے کہا کہ تم تو لشکر اسامہ میں تھے۔ تم کو یہ حکم رسول خدا کا کیونکر پہنچا بخدا اسوقت تک میں گمان نہیں کرتا کہ آنحضرت نے تم کو بلایا یا نماز پڑہانے کو فرمایا ہو بلال نے کہا ذرا صبر کرو میں جا کر حضرت سے دریافت کئے لیتا ہوں۔ پس بلال دوبارہ دروازے پر گئے اور اس مرتبہ زور سے کنڈی کھٹکائی رسولؐ اللہ نے آنکھیں کھولیں کہ دیکھو کون ہے کیا کہتا ہے۔ فضل دروازے پر

آئے بلال نے ان سے کہا کہ ابوبکر رسولؐ خدا کے مقام پر کھڑے کہتے ہیں کہ مجھکو آنحضرتؐ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ فضل حیران ہوئے کہ ابن ابوبکر لشکر اسامہ میں نہیں قسم بخدا کہ یہ وہی شتر بزرگ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آج رات اس شہر میں داخل ہوا ہے۔ اور بلال کو ساتھ اندر لیجا کر ماجرا بیان کیا حضرت رسالت پناہ یہ سُنکر نہایت آزردہ و سراسیمہ ہوئے فرمایا مجھکو اٹھاؤ اور مسجد میں لے چلو قسم بخدائے عزّ وجل کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ بلائے عظیم اسلام پر نازل ہوئی۔ پس عصا بہ سر مبارک سے باندھ کر اور ایک ہاتھ دوش مبارک امیرالمومنین پر اور دوسرا شانۂ فضل بن عباس پر رکھ کر پائے کشاں باہر تشریف لائے اور بکمال تعب مسجد میں داخل ہوئے یہاں جماعت شروع ہوگئی تھی۔ حضرت ابوبکر امام۔ عمر و ابوعبیدہ سالم و صہیب وغیرہ مقتدی تھے مگر اکثر اشخاص نے اقتدا نہیں کی تھی۔ اور بلال کی واپسی کا انتظار کھینچ رہے تھے۔ سرور عالم کا اس حال سے تشریف لانا ان کو عظیم معلوم ہوا پس حضرت نے محراب میں پہنچکر ابوبکر کو ہاتھ سے گھسیٹ کر علیحدہ کیا اور خود مصلے پر کھڑے ہوکر نماز شروع کی پس یہ لوگ پیچھے ہٹے اور صفوں میں ہل جُل کر غائب ہوگئے۔ حضرت نے سب کے ساتھ نماز ادا کی ضعف کے سبب سے اچھی طرح آواز نہ نکلتی تھی لہذا بلال تکبیرات کو بلند کہتے تھے کہ سب کو انتقالات قیام و قعود سے آگاہی ہو نماز سے فارغ ہوکر پیچھے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ایہا الناس تم ابن ابو قحافہ اور اس کے اصحاب سے تعجب نہیں کرتے میں نے ان کو لشکر اسامہ کے ساتھ بھیجا تھا وہ اس کے برخلاف آمادہ و فساد ہوکر مدینہ میں چلے آئے گویا حق تعالیٰ نے ان کو ان کے پہلے کفر و بدکاری کی طرف پھرا دیا پس فرمایا کہ مجھکو منبر پر بٹھلاؤ۔ حضار نے دست مبارک پکڑ کر منبر پر بٹھایا پایۂ منبر پر بیٹھکر اول حمد و ثنائے الٰہی ادا کی بعد ازاں فرمایا اے گروہ مسلمین مجھکو ہنگام ناگزیر (مرگ) درپیش ہے لیکن تمکو راہ روشن و طریق واضح پر چھوڑتا ہوں درانحالیکہ راہ دین کو تمہارے لیئے صاف اور آشکار کر دیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ میرے بعد اختلاف نہ کرو جیسا کہ نبی اسرائیل نے اختلاف کیا تھا بندگان خدا میں تم پر حلال کرتا ہوں اُن امور کو جن کو قرآن نے حلال کیا اور چھوڑتا ہوں تمہارے درمیان دو شے بزرگ جب تک ان سے متمسک ہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ کتاب خدا اور میری عترت اہلبیت ہیں یہ دونوں میرے خلیفہ ہیں تیرا اور کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پس اسوقت میں تم سے سوال کروں گا کہ تم نے ان دونوں کی کسطرح رعایت کی یہ تحقیق کہ اس روز چند اشخاص کو میرے اصحاب سے حوض سے ہٹائیں گے اور دور کریں گے جسطرح پانی پلانے کے وقت شتران اجنبی و غریب کو دور کرتے ہیں پس وہ کہیں گے کہ میں فلاں ہوں اور میں فلاں ہیں ان کو کہوں گا کہ میں تمہارے نام جانتا ہوں اِلّا تم میرے بعد مرتد ہوگئے اور دین سے نکل گئے پس اس لئے رحمت خدا سے دور ہوا اور عذاب ابدی کے نزدیک مترجم کہتا ہے کہ حدیث حوض صحاح اہل سنت میں بطرق متعددہ متکثرہ وارد ہوئی ہے ازانجملہ سہل بن سعد سے نقل کیا ہے اور متفق علیہ ہے کہ اُس نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا

حدیث حوض

انا فرطکم علی الحوض من ورد شرب ومن شرب لم یظما ابداً و لیردن علیّ اقوام اعرفهم و یعرفونی ثم یحال

بلینی و بینھم فاقول انھم من امتی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً لمن تبدل بعدی یعنی میں تم سب سے پہلے حوض کوثر پر وارد ہوں گا اور جو اس پر وارد ہوگا پانی پئے گا اور جو اس کا پانی پی لیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے کہ میں ان کو اور وہ مجھکو پہچانتے ہوں گے پس میرے اور ان کے درمیان کوئی حائل اور روک واقع ہوجائیگی پس میں کہوں گا کہ یہ میری امت سے ہیں۔ جواب ملے گا کہ تم کو معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا اور کیسی کیسی بدعتیں دین میں احداث کیں پس میں کہوں گا کہ رحمت خدا سے دور ہو جس نے میرے بعد میرے دین میں تغیر و تبدل کیا اور انس بن مالک سے روایت کی ہے اور یہ بھی متفق علیہ ہے کہ لیردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رایتھم ورفعوا الی رؤسھم اختلجوا فلا قولن ای ربی اصحابی فلیقالن لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک یعنی ایک جماعت میرے اصحاب کی حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوگی تا اینکہ جب میں ان کو دیکھوں گا اور وہ میری طرف دیکھنے کو سر بلند کریں گے تو میری نظر سے چھپ جائیں گے پس میں کہوں گا اے پروردگار میرے' یہ میرے اصحاب تھے۔ پس مجھ سے کہیں گے کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا احداث کئے اس قسم کی روایتیں صحاح ستہ میں بکثرت ہیں۔ غرض حضرت منبر سے اتر کر اپنے حجرۂ طاہرہ کو تشریف لے گئے۔ اور ارباب نفاق مدینہ میں پوشیدہ تھے رحتیٰ کہ آپ نے رحلت فرمائی۔ پس غصب خلافت و منع حقوق خاندان رسالت سے کیا جو کچھ کہ کیا۔ اس کے بعد حذیفہ راویٔ حدیث نے مرد انصاری سے کہا کہ ایک خلیفہ رسول کے ساتھ ان کے یہ سلوک تھے۔ دوسرے خلیفہ نے قرآن کو تحریف کیا اور جس طرح چاہا اس میں تغیر و تبدل کر ڈالا اے انصاری یہ امر عظیم کہ میں نے تجھ سے نقل کیا طالب ہدایت کے لئے محل عبرت ہے سعادت مند انصاری نے یہ تمام باتیں سنی تو کہا بخدا سوگند کہ تو نے مجھکو ہدایت کی میں ہمیشہ ان لوگوں سے بیزاری طلب کروں گا اور دشمن ان کا ہوں گا اور خدمت امیر المومنینؑ علی کو مایۂ سعادت جان کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ حتیٰ کہ سعادت شہادت نصیب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پس حذیفہ کو وداع کر کے متوجہ ملازمت شاہ ولایت ہوا اور اس وقت خدمت بابرکت میں پہنچا جبکہ حضرت مدینہ سے عراق کی طرف طلحہ و زبیر کے فتنے کے دفع کرنے کو تشریف لاتے تھے۔ راہ میں باریاب خدمت ہو کر ملازم رکاب ہوا پس سب سے اول جو جنگ جمل میں شہید ہوا وہ تھا۔ یہ وہ جوان ہے جسے حضرت نے قرآن شریف دے کر ناکثین کے پاس بھیجا اور ان بے رحموں نے اس کو بے قصور مار ڈالا تھا جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مذکور ہے۔ یہ ہے کیفیت پیشنمازی ابوبکر کی موافق روایت شیعہ کے اور سنیوں سے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں اپنے استاد شیخ ابو یوسف یعقوب بن اسمٰعیل لمعانی سے درباب عداوت عائشہ با اہل بیت امجاد ایک کلام طویل نقل کیا ہے۔ اس میں ہے کہ امیر المومنین ابوبکر کی پیشنمازی کو عائشہ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ اس نے بلال مؤذن اپنے باپ کے آزاد کردہ سے کہلا دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائے رسول اللہ نے کسی کو اس کام کے لئے متعین نہیں کیا تھا صرف اس قدر فرمایا تھا کہ کوئی نماز پڑھا دے نماز نماز صبح تھی۔ رسول اللہ باوجود کمال ضعف علالت

وعباسؓ[1] کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی ابوبکر نے اس امامت کو اپنے لئے دلیل خلافت گردانا اور کہا کون ہم سے راضی ہے کہ ان قدموں پر سبقت کرے جن کو رسول اللہ نے مقدم کیا ہے اور پیغمبر خدا کے اس برآمد ہونیکو انہوں نے اس پر حمل نہیں کیا کہ وہ ابوبکر کو ہٹانے آئے تھے بلکہ اس کو حتی المقدور آنحضرت کی نماز جماعت کی پابندی پر گمان کرتے ہیں پھر شیخ لمعانی کہتا ہے کہ یہ ایک نکتہ تھا جس نے ابوبکر کو خلافت دلوادی اور علیؑ کے نزدیک وہ صرف عائشہ کی کارپردازی تھی وہ بارہا خلوت میں اپنے اصحاب سے اس کو کہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ پیغمبر خدا نے ناراض ہو کر عائشہ وحفصہ کے حق میں کہا تھا انکن صوٰحبات یوسف کہ تم وہی عورتیں ہو جنہوں نے یوسف کو گمراہ کرنا چاہا تھا۔ یہ دونوں اپنے اپنے باپ کے واسطے کوشش کرتی تھیں اور پیغمبر خدا اس کے تدارک کو نکلے تھے اور انہوں نے ابوبکر کو محراب سے دور کر دیا انتہی اور صحیح بخاری میں عروہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے اپنے آپ میں خفت پائی تو باہر تشریف لائے اور محراب میں نماز پڑھی۔ پس ابوبکر آنحضرت کی نماز سے نماز پڑھتے تھے اور اور خلقت ابوبکر کی نماز سے یعنی اور لوگ ابوبکر کی تکبیروں سے اقوال وافعال آنحضرت پر اطلاع پاتے تھے۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ نظر بحالات سابق خصوص اس مبالغہ واہتمام سے کہ آنحضرت کو ان لوگوں کے مدینہ سے نکالنے میں مرکوز خاطر تھا کہ تخلف جیش اسامہ پر لعن تک سے بھی دریغ نہ فرمایا ناممکن ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے جناب ابوبکر کو امام نماز مقرر کیا ہو یہ صرف بی عائشہ ان کی دختر نیک اختر کی چالاکی تھی گو رسول اللہ نے عین موقعہ پر اس کا تدارک کما ینبغی فرما دیا مگر پھر بھی یار لوگ ان کو رسول اللہ کا مقرر کردہ پیشنماز کہے گئے اور اس فرضی پیشنمازی کو نہ صرف ان کے فضائل سے شمار کیا بلکہ خلافت وامامت عامہ کی دلیل گردانا۔ مگر قدرت خدا دیکھیے کہ کس طرح یہ شبہ صاف ہوا ہے خود انہی کے مونہہ سے کہلا دیا گیا کہ امامت نماز کوئی چیز ہی نہیں چنانچہ یہ حضرات رسولخدا سے روایت کرتے اور اسکو صحیح جانتے ہیں کہ نماز ہر ایک کے پیچھے جائز ہے خواہ نیکبخت ہو یا بدکردار[2] پس جبکہ امامت نماز عدالت کی بھی علامت نہیں تو امامت عامہ یعنی خلافت کی کیونکر دلیل ہو سکتی ہے اور اس سے ان کو کیا فائدہ ہوا۔

قصہ طلب قرطاس ونسبت ہذیان باآں اشرف الناس واقعات دردانگیز ومصیبت خیز سے ایک واقعہ طلب قرطاس ہے مجمل بیان اسکا حسب روایات فریقین یہ ہے کہ سرور کائنات نے تاکید مزید وتشئید امر خلافت کے لیے دوران مرض

---

[1] یہ بات بھی اس مقام پر قابل لحاظ ہے کہ ام المومنین عائشہ امیر المومنین سے اسقدر عداوت رکھتی تھیں کہ صحیح بخاری میں جہاں کہ یہ حدیث انکے ہاں سے نقل ہوئی ہے اس میں آپ کا نام نہیں بجائے اس کے لفظ رَجُلٌ (کوئی مرد) مذکور ہے عبداللہ بن عباس نے راوی حدیث کو آگاہ کیا کہ مراد رجل سے امیر المومنین ہیں اور ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے صاف صاف لکھ دیا کہ عائشہ خوش نہ تھی کہ نام مبارک امیر المومنین کا لے یا بسبب شدت عداوت وہ یہ نام لے نہیں سکتی تھی ۱۲ منہ عفی عنہ

[2] سنن ابوداؤد اور مشکوٰۃ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم پر جہاد واجب ہے ہر امیر کے ساتھ نیک ہو یا فاجر اور مرتکب کبائر کا ہوتا ہو اور نماز واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے نیکوکار ہو یا بدکردار اور ہر چند گناہان کبیرہ عمل میں لائے اور نماز واجب ہے ہر مسلمان پر نیک ہو یا فاسق اگرچہ گناہان کبیرہ کرتا ہو۔ اور نیز آنحضرت کے نزدیک غلام کی امامت بلا کراہت جائز ہے اور کہتے ہیں کہ عائشہ کا ایک غلام ابو عمر نام تھا جس کے پیچھے وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اور طفل نابالغ کے پیچھے نماز جائز ہے اور دلیل لاتے ہیں کہ عمرو بن سلمہ سات سال کا لڑکا حضرت رسول خدا کے زمانے میں اپنی قوم کی امامت کیا کرتا تھا ۱۲ بحار ؂

ہیں فرمایا کہ قلم دوات اور کاغذ سفید میرے پاس حاضر کرو کہ تمہارے لئے ایک کتبہ لکھوں جس سے ہمیشہ ہمیشہ کو گمراہی سے
نجات پاؤ عمر خطاب مع اپنے مددگاروں کے اس مجلس میں موجود تھے اس سے مانع آئے اور کاغذ نہ آنے دیا یا کاغذ حاضر ہوا تو انہوں
نے اس کو پھاڑ ڈالا کہ اس شخص یعنی رسول خدا کے حواس ٹھکانے نہیں ہذیان بکتے ہیں ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔ بعض حاضرین
نے کہا کاغذ قلم و دوات ضرور لانا چاہیے کہ پیغمبر خدا آخری وصیت قلم بند کریں عمر کے ساتھیوں نے کہا کچھ ضرور نہیں القول
ما قال عمر حسبنا کتاب اللہ بات وہی ٹھیک ہے جو عمر نے کہی ہم کو قرآن کفایت کرتا ہے پس نزاع و اختلاف کو
اس مقدمے میں طول ہوا اور طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں حضرت نے یہ صورت دیکھی تو نہایت دلگیر ہوئے اور بکمال غیظ فرمایا
قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع میرے پاس سے چلے جاؤ یہاں جھگڑا و نزاع کرنا زیبا نہیں یہ قصہ مشہورات
و متواترات سے ہے صحاح ستہ اہل سُنّت اور ان کی دیگر کتابوں میں موجود ہے اور شہرت اس کی اس درجہ کو ہے کہ صرف
بخاری نے باوجود سخت تعصب کے اس کو سات موقعوں پر نقل کیا ہے اور مسلم میں تین طریق سے روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی
ہے انا انجملہ صحیح بخاری وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن عباس اس روز کو یاد کرتے تھے کہ یوم الخمیس ما یوم الخمیس پنجشنبہ کا دن بھی
عجب پنجشنبہ کا دن ہے یہ کہکر اس قدر روئے کہ سنگریزے مسجد کے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ ان سے پوچھا اے ابن عباس کونسا
امر عظیم پنجشنبہ کو واقع ہوا کہ تم اس کو اتنا یاد کرتے ہو کہا اس روز درد وجع رسول اللہ کا شدید ہوا اور انہوں نے چاہا کہ ایک نامہ
لکھیں کہ ان کے بعد امت میں اختلاف نہ رہے پس فرمایا ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا آؤ تمکو ایک نوشتہ لکھدوں
کہ جس سے کبھی گمراہ نہ ہو۔ بروایتے فرمایا ایتونی بدواۃ و بقرطاس کہ لے آؤ دوات اور کاغذ اور بعض میں ہے ایتونی بکتف
لاؤ میرے پاس شانہ گوسفند یا شتر قال عمر ان النبی قد غلب علیہ الوجع و عندکم القران حسبنا کتاب اللہ یعنی
عمر نے کہا رسول اللہ پر درد غالب ہے تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ کہ کتاب خدا کافی ہے بروایتے عمر نے کہا دعوا الرجل انہ
لیھجر و حسبنا کتاب اللہ اس مرد کو چھوڑو بہ تحقیق کہ وہ ہذیان بکتا ہے۔ بعض روایات میں خود ہذیان کا لفظ موجود ہے یعنی
دعوا الرجل انہ لیھذوا بہر حال راوی کہتا ہے فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا الیکتب لکم النبی
کتابا لن تضلوا بعدہ و منھم من یقول من قال عمر یعنی جو لوگ اس وقت مکان میں تھے انمیں اختلاف و خصومت واقع
ہوئی بعض کہتے تھے کہ قلم دوات لے آؤ تاکہ نبی یہ نوشتہ لکھدیں جس سے تم کبھی گمراہ نہو اور بعض وہ تھے عمر کا کہنا کہتے تھے فلما اکثر
اللغط والاختلاف عند النبی قال رسول اللہ قوموا عنی لا ینبغی عند نبی تنازع جب بک بک اور اختلاف پیغمبر
کے سامنے زیادہ ہوا تو آنحضرت نے فرمایا اٹھ کھڑے ہو اور جاؤ کہ نبی کے پاس بیٹھکر یہ جھگڑے کرنے سزاوار نہیں ابن عباس کہتے ہیں۔
فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع کہ انہوں نے نزاع اور جھگڑا کیا حالانکہ پیغمبر خدا کے پاس جھگڑا کرنا سزاوار نہ تھا اور نیز ابن عباس
کہتے تھے ان الرزیۃ کل الرزیۃ فیما حال بین رسول اللہ و بین ان یکتب لھم ذلک الکتب لاختلا فھم و لغطھم

مصیبت سے مصیبت سخت مصیبت ہے یہ کہ رسول اللہ کو نوشتہ نہ لکھنے دیا اور اس میں اور رسول خدا میں حائل ہوئے بسبب اختلاف اور شور وغل کرنے کے واقعی اس سے بڑھکر اور کون سی مصیبت ہوگی کہ پیغمبر خدا آخر وقت میں وصیت لکھنا چاہیں اور وصیت بھی وہ کہ اُمّت کو ابداً آبا ضلالت وگمراہی سے بچائے اور یہ لوگ اس سے مانع آئیں نہ صرف منع کریں بلکہ آپ کو رو در ومختل الحواس وہذیان بکنے والا (معاذ اللہ منہ) بتلائیں اور اس قدر آزردہ وناراض کریں کہ رحمت اللعالمین جن کے خلق عظیم کی حق تعالیٰ قرآن میں صفت وثنا کرتا ہے ان کے پاس بیٹھنے کے بھی روادار نہ رہیں اور بکمال غیظ وغضب اپنے مکان سے اٹھوا دیں ادنےٰ شخص بھی مرنے کے وقت وصیت کرنا چاہتا ہے تو اس کی بات کو سنتے اور رلتے ہیں بلکہ نہایت دلجوئی کرتے ہیں تاکہ جو کچھہ اس کے دلمیں ہو کہہ گزرے رسول خدا کہ باعث ایجاد عالم وفخر بنی آدم تھے اور ہر ایک کلمہ آپ کا وحی منزل من اللہ ہلاکت سے بچانے والا ہادی وراہ نما تھا ان کی وصیت کرنے پر یہ لوگ یہ رنگ لائے کفار کہا کرتے تھے انہ لمجنون حضرت عمر نے کہا انہ لیھجر خدا تو یاایھا الرسول یاایھاالنبیؐ ان القاب کے ساتھ آپ کو خطاب کرے اور جناب پسر خطاب ان الرّجل (یہ مرد) کہیں۔ کیسی بے ادبی کی بات اور کسقدر شوخ چشمی اور گستاخی یہ تھی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اطیعواللہ واطیعوالرّسول اطاعت کرو خدا ورسول کی اور نیز کہتا ہے مَا اٰتاکُمُ الرَّسُوْلُ فخذ وہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا کہ جو رسول خداؐ تم کو حکم کریں اس کو قبول کرو جس سے منع کریں باز رہو یہہ بجائے اطاعت کے ایسی زبان درازیاں کریں کیا یہی اطاعت رسول تھی اور یہی آنحضرت کے امرونہی کی پیروی جو انہوں نے آخر وقت میں رسول اللہ کے سامنے ظاہر کی۔ بات صرف یہ ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ جو بات ہمیشہ کہتے ہیں اور جو ابھی بر سر منبر کہی اور جسکو غدیر خم میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کے مجمع میں تقریر کیا یعنی خلافت علی مرتضیٰؑ اسی کو حضرتؐ اس وقت لکھوائیں گے پس انہوں نے سوچا کہ زبانی باتوں کا تو علاج ہوسکتا ہے کچھہ بندوبست کرینگے مگر نوشتہ تو مثل نوشتۂ تقدیر کسی کے مٹائے نہ مٹے گا۔ لاجرم وہ بات پیدا کی کہ اگر وہ کاغذ لکھا بھی جاتا تو کچھہ فائدہ نہ تھا۔ پس شرم وحیا بلکہ دین وایمان کو بالائے طاق رکھکر کہدیا ان الرّجل لیھجُرُ یہ شخص بدحواس اور بیہوش ہیں اس کی بات کا کچھہ اعتبار نہیں اور حضرت عمر کا یہ کہنا کہ حَسبُنا کتابُ اللہ کہ ہمکو کتاب خدا یعنی قرآن کافی ہے عجیب منطق ہے۔ حضرت رسول اللہ تو کہیں کہ قرآن واہلبیت دونوں ساتھ ہیں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہوں گے اور بار بار دونوں سے تمسک کرنے کا حکم دیں اور یہ حضرات کہیں کہ ہم کو قرآن کافی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیمار کہے کہ میرے پاس طب کی کتابیں موجود ہیں اس لئے طبیب کی حاجت نہیں رکھتا پھر بیمار بھی وہ کہ ایک حرف ان کتابوں کا خود نہ پڑہ سکے یہی حال بعینہٖ خلیفہ صاحب کا اس مقام پر ہے کہ آپ کے علم ومعرفت کی تو یہ کیفیت تھی کہ خود انہیں کے قول کے موافق زنان پردہ نشین بھی ان سے افقہ تھیں اور جہاں کوئی مشکل پیش آجاتی تھی تو اہلبیت کا دامن پکڑتے اور حضرت حلّال مشکلات کی خدمت میں لتجا لیجاتے تھے لیکن زبان سے کہنے کو حسبنا کتاب اللہ کہہ گئے۔ جبکہ آیات متعلقہ احکام حسب تصریح علماء کل پانچ سو ہیں تو ظاہر ہے کہ ان سے تمام مسائل شرعی

استخراج نہیں ہوسکتے۔ علاوہ بریں قرآن میں محکم متشابہ ناسخ منسوخ مجمل مؤول ہر طرح کا کلام ہے تو کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے
کہ ہم کو قرآن کافی ہے حق تعالیٰ خود فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کہ اس کی
تاویل سوائے اللہ کے اور ان لوگوں کے جو علم میں راسخ ہیں کوئی نہیں جانتا۔ سو ظاہر ہے کہ راسخون فی العلم رسولؐ خدا ہیں
یا ان کے اہل بیت ہدیٰ جن کے گھر میں قرآن اترا ہے نہ کہ حضرت پسر خطاب جس کی زبان لولا علی لہلک عمر کہتے خشک
ہوتی تھی۔ تعجب ہے کہ حضرت امیرؑ کی خلافت لکھنے پر تو حضرت عمر نے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر بدحواسی کی تہمت لگائی اپنی
خلافت کا کاغذ لکھتے وقت ابوبکر کو سٹری خبطی ہذیان بکنے والا نہ بتایا۔ انہوں نے بھی تو اپنے مرض موت ہی میں یہہ نوشتہ لکھوایا
تھا۔ بلکہ وہ تو اثنائے تحریر میں سچ مچ بیہوش ہو جاتے تھے حتیٰ کہ عمر کا نام بھی عثمان کاتب وثیقہ نے ان کی بیہوشی میں اپنی
ہوشیاری سے لکھدیا۔ جس کو ہوش میں آکر خلیفہ اول نے بہت پسند کیا چنانچہ اس کا ذکر آئندہ زیادہ تفصیل کے ساتھ اس
کتاب میں آئیگا مگر وہاں اپنا فائدہ تھا حضرت ابوبکر کی بے ہوشی بھی ہوشیاری ہوگئی یہاں امیر المومنینؑ کا معاملہ درمیان تھا کہ حضرت
اعقل ناس بھی بدحواس سمجھے گئے نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس شاعر عربی
کہتا ہے ؎ اوصی النبی فقال قائلہم * قد ظل یھجر سید البشر * ورأوا ابابکر اصاب فلم * یھجر وقد اوصیٰ
الی عمر یعنی پیغمبر نے وصیت کی تو ان کے کہنے والے نے کہا کہ سید و سردار آدم ہذیان بکتے ہیں اور ابوبکر نے عمر کے واسطے
وصیت کی تو ان کے نزدیک وہ راہ صواب پر تھے اور ہذیان نہیں بکتے تھے شاہ عبدالعزیز تحفہ میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ اس قضیہ
کے بعد تین چار روز زندہ رہے اس وقت عمر نے منع کر دیا تھا دوسرے وقت کیوں نہ کسی اور نے آنحضرت سے اس کاغذ کو لکھوالیا
اس کا جواب یہ ہے کہ بعد میں لکھوانے سے کیا فائدہ تھا جن لوگوں کے واسطے یہ نوشتہ تھا اور جن کو اس سے ہدایت کرنا اور
آگاہ کرنا منظور تھا وہ تو روبرو ہی اختلال حواس و ہذیان تجویز کر چکے تھے پھر اگر اس جلسہ کے بعد یہ نوشتہ لکھا بھی جاتا تو کیا اثر
ہوتا وہ کیوں اس کو قبول کرنے لگے تھے تب تو اتنی ہی بات اس کو کافی تھی کہ پیغمبر نے کوئی کتبہ نہیں لکھا ان لوگوں نے آپ
کاغذ لکھکر ان کی طرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس قضیہ کے بعد خود رسول اللہ ہی نے اس کے لکھنے کا خیال ترک
کر دیا تھا۔ حدیث میں وارد ہے کہ اس کے بعد بعض اصحاب نے عرض کیا کہ ہم اب کاغذ قلم دوات حاضر کریں تو حضرت نے فرمایا
ابعد ما سمعت یعنی تم نے یہ حال ان لوگوں کا دیکھا اور گستاخی اور دریدہ دہنی ان کی مشاہدہ کی پھر مجھ سے اس کے لکھنے
کو کہتے ہو اب اس سے کیا فائدہ ہوگا اب تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری اہلبیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کو ایذا نہ دینا
یہ کلام حسرت انجام آنحضرت کا سنکر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ قطع نظر اس کے تین چار روز تک اس کے بعد آپ کا زندہ
رہنا بھی تبیض نہیں بعض کتب اہل سنت سے پایا جاتا ہے کہ اسی روز بلکہ اسی وقت اس جلسہ کے برخاست ہوتے ہی جان بحق
ہوگئے ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے فَمَاتَ رَسُولُ اللهِ فِي ذَٰلِكَ الْيَوْمِ یعنی جس روز کہ قضیہ قرطاس وقوع پذیر ہوا

اسی روز آنحضرت نے رحلت کی اور واقدی نے لکھا ہے کہ جب ان کے درمیان یہ شور و غل ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اور وہ لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی وقت روح پر فتوح نے جسم اطہر سے انتقال کیا۔ طُرّہ یہ ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اس کاغذ میں حضرت رسالت پناہ خلافت امیرالمومنین کی تصریح کیا چاہتے تھے مگر حضرت عمر نے براہ دلسوزی و دردِ دین کہ وہ خلیفہ ہوں گے تو عرب ان پر اتفاق نہیں کرے گا ان کو اس سے باز رکھا نودی شارح مسلم اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی هم النبی به فقیل اراد ان ینص علی الخلافة فی انسان معین لئلا یقع نزاع وفتن یعنی علما نے اختلاف کیا ہے اس کتبہ میں کہ پیغمبر خدا اس کے لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے چاہا تھا کہ ایک شخص خاص کے واسطے خلافت لکھ جائیں تاکہ باہم نزاع و فساد نہونے پائے درحقیقت جسقدر نزاع و فساد اس کاغذ کے نہ لکھے جانے کے سبب سے ہوئے اتنے کسی سبب سے نہیں ہوئے بلکہ سچ پوچھو تو بنیاد تمام لڑائی جھگڑوں مسلمانوں کی اور جملہ اختلافات کی یہی مسئلہ خلافت ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے تاریخ بغداد سے ایک روایت نقل کی ہے ماحصل اس کا یہ ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ابتدائے خلافت عمر میں ان کے پاس داخل ہوا تو دیکھا میں نے کہ بقدر ایک صاع (ہندوستان کے وزن سے تین سوا تین سیر کا ہوتا ہے) کے خرما ان کے آگے چٹائی پر پڑے ہیں اور ایک گھڑا پانی کا پاس رکھا ہے مجھکو دیکھکر میری بھی تواضع کی کہ کھاؤ میں نے ایک دانہ اس سے اٹھا کر کھا لیا۔ لیکن خلیفہ صاحب نے جو کھانا شروع کیا تو تمام کو کھا گئے پھر گھڑا مونہہ سے لگا کر پانی پیا اور اپنے بچھونے پر لیٹ کر بار بار خدا کا شکر کرتے تھے بعد ازاں مجھ سے بولے من این جئت یا عبد اللہ اے عبداللہ تم اسوقت کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے پوچھا اپنے چچیرے بھائی کو کس حال پر چھوڑا عبداللہ کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ شاید عبداللہ جعفر کو پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا اپنے ہم سنوں کے ساتھ کھیل رہے تھے عمر نے کہا میں ان کو نہیں پوچھتا۔ انما عنیت عظیمکم اهل البیت میرا سوال تم اہل بیت کے بزرگ کی نسبت ہے میں نے کہا وہ ایک شخص کے باغ میں پانی سینچ رہے تھے اور تلاوت قرآن کرتے جاتے تھے عمر نے کہا اے عبداللہ تم کو قسم دیتا ہوں تم پر قربانی شتران لازم ہو اگر تم چھپاؤ آیا ان کے دل میں اب بھی کچھ خیال خلافت کا باقی ہے میں نے کہا ہاں کیوں نہیں عمر نے کہا شاید ان کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ ان کو خلیفہ کر گئے ہیں۔ میں نے کہا البتہ اس کے علاوہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا تھا کہ علی جو دعویٰ خلافت کا کرتے ہیں آیا وہ درست ہے انہوں نے کہا ہاں درست ہے عمر نے کہا رسول اللہ کی باتیں اس بارے میں کچھ ایسی پریشان اور مبہم ہوتی تھیں کہ ان سے کسی حُجّت کا اثبات اور کوئی عذر قطع نہیں ہو سکتا یعنی صاف صاف نہیں تھیں اور پیغمبر بسا اوقات علی کی محبت کے سبب سے طریق حق سے لغزش کر جاتے تھے اور انہوں نے مرض الموت میں چاہا کہ ان کے نام کی تصریح کر جائیں میں نے بسبب محبت و شفقت مسلمانوں کے ان کو روک دیا اور نہ لکھنے دیا قسم بخدائے کعبہ کہ اگر علیؑ خلیفہ ہوتے تو قریش ان کو نہ مانتے اور عرب چاروں طرف سے اٹھ کھڑے ہوتے رسولؐ خدا

روایت ابن ابی الحدید از عمر

کو بھی میرے دل کی بات معلوم ہوگئی تھی لہذا چپکے ہو رہے اور جو خدا کو منظور تھا وہی ہو کر رہا۔ تمام ہوئی روایت ابن ابی الحدید کی
حقیر مولف کہتا ہے کہ رسول اللہ چپکے کہاں ہو رہے بلکہ **قُومُوْا عَنِّی** کہکر کمال ذلت وخواری آپ کو حجرۂ مقدس سے نکلوا دیا اور
علیؑ کے حق میں تو ضرور وہ حضرت طریق حق سے گذر جاتے تھے لیکن حق پر چپ رہتے جبکہ آپ کی یا آپ کے برادر کلاں حضرت ابوبکر کی
مدح فرماتے یا آپ کی خلافت کا پٹہ لکھ جاتے۔ ہمارے نزدیک آپ کو بارگاہِ خداوندی میں دخل تو تھا ہی حتّٰی کہ وحی آپکی رائے کے موافق
نازل ہوتی تھی لیکن یہ برا کیا کہ پیغمبر خدا کو پیغمبری سے یہ کہکر لگتے ہاتھ آپ نے نہ روکدیا کہ وہ پیغمبر ہوں گے تو قریش ان کو نہ مانینگے اور عرب
مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوگا کہ سرے ہی سے چھٹی ہو جاتی وحی آپ کی رائے کے موافق تو آتی ہی تھی آپ ہی کے پاس آجایا کرتی پھر دیکھئے
کہ آپ کی حسن تدبیر سے خلافت کو کیا رونق ہوئی ہے جو نبوت کو ہوتی ادہر خدا کو یہ آسانی ہو جاتی کہ ہر بات میں آپ کی رائے معلوم
کرکے وحی بھیجنے کی تکلیف سے چھوٹ جاتا سب کام آپ کی رائے زرین کے حوالے ہو جاتے آپ خود ہی سب ٹھیک ٹھاک کر لیتے
بھلا صاحب یہ غیب کی بات کہاں سے جانی کوئی الہام ہوا یا جبرئیل آپ سے کہہ گئے کہ امیر المومنین خلیفہ ہوتے تو عرب ان پر
اتفاق نہ کرتا۔ جو کوئی آپ کا خیرخواد یہ کہے کہ زمانہ خلافت علی علیہ السلام سے ظاہر ہوا کہ جنگ جمل وصفین ونہروان میں لوگ ان سے لڑتے
رہے تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی حضرت خلیفہ صاحب ہی کی عنایت تھی نہ وہ غصب خلافت کرکے ستنہائے رسولؑ کو یوں ملیامیٹ کرتے نہ
آنحضرتؑ کو یہ قصے جھگڑے پیش آتے دیکھئے سب سے پہلا قضیہ اس عہد کا طلحۂ زبیر کا فتنہ ہے جو صرف اس سبب سے پیدا ہوا کہ امیر المومنینؑ
انکو سنتِ رسول اللہ کے موافق برابر حصہ دیتے تھے مگر ان کو تو خلیفوں کے وقت کی بُردوں کی چاٹ لگی ہوئی تھی کیوں راضی ہوتے
بگڑ بیٹھے اور ایسے بگڑے کہ ظالموں نے جمل کا بکھیڑا کھڑا کر دیا ان کی دیکھا دیکھی معاویہ کو بھی حوصلہ ہوا اور اس نے بہ بہانہ طلب خونِ
عثمان دوسری جنگ صفین پیش کی نہروان کی لڑائی ظاہر ہی ہے کہ جنگ صفین کے بعد اور جھگڑے اس سے پیدا ہوئے چلئے خاتمہ
ہوا اب فرمائیے کہ یہ تمام جنگ وجدل کس کی طرف سے واقع ہوئے اور خلیفہ صاحب کا یہ ارشاد اَبَی اللّٰہُ اِلَّا اِمْضَاءَ مَا حَتَمَ کہ وہی ہوا
جو خدا کو منظور تھا جبریوں اور قدریوں کے قول کے بہت ہی مشابہ ہے اگر یہی راستہ کھولا جائے تو اہل فسق وفجور وکفر وزور کو اچھا خاصہ
عذر ہاتھ آتا ہے وہ کہدیں گے کہ ہم کیا کریں خدا کو یہی منظور تھا جو ہم سے صادر ہوا پس ابولولو نے جو آپ کے شکم میں خنجر لگایا اس کی نسبت یہی
کہا جا سکتا ہے کہ خدا کو یہی منظور تھا اس بیچارے کا کیا قصور تھا نیز شیعہ جو کوئی کلمہ آپ کے حق میں کہہ بیٹھتے ہیں خدا ان کے مونہہ سے کہلوا دیتا
ہے ان کا کیا گناہ ہے جو آپ کے معتقد اسے سنکر جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے موقعہ پر اس عذر بدتر از گناہ کو خلافت پناہ نے اور بھی
وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ ابن ابی الحدید انکے سفر شام کی حکایت بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اور عبداللہ بن عباس اپنے اپنے اونٹوں پر
سوار سب سے علیحدہ چلے جا رہے تھے اس وقت عمر نے کہا اے پسر عباس میں تمہارے ابنِ عم علی علیہ السّلام کی شکایت کرنیوالا تھا
میں نے ہرچند چاہا کہ اس سفر میں وہ ہمارے ساتھ آئیں نہ آئے اور میں انکو اپنے سے ہمیشہ خفا پاتا ہوں اس غیظ وغضب کا سبب کچھہ تمہاری
بھی سمجھہ میں آتا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا اسکا سبب تم کو خود معلوم ہے عمر نے کہا شاید ان کا یہ غصہ خلافت کے نہ ملنے پر ہے

کہا ہاں یہی وجہ ہے وہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ خلافت ان کے لئے چاہتے تھے عمر نے کہا جبکہ خدا نے نہ چاہا کہ خلافت انکو ملے تو رسولؐ خدا کے چاہنے سے کیا ہوسکتا تھا رسولؐ خدا نے یہ چاہا خدا نے اسکے برخلاف چاہا کیا ہمیشہ وہی ہوتا تھا جو رسولؐ خدا چاہتے تھے رسولؐ خدا تو بہت چاہتے رہے کہ ان کے چچا ابو طالب مسلمان ہو جائیں مگر خدا نے نہ چاہا نہ ہوئے انتہی **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ حضرت ابو طالب تو خدا کے فضل سے مسلمان اور مسلمانوں کے سرتاج ہیں ان کی نسبت تو یہ ناحق کی بڑبڑ ہے مگر ہاں ابو لہب ابو جہل وغیرہ کفار قریش و دیگر کفرہ فجرہ کو بہت اچھا پروانہ خلافت آپ نے عطا کر دیا ہے وہ ضرور قیامت کے روز اس سند عمری کے حوالے سے خدا کے سامنے کہہ سکتے ہیں کہ تو نے ہی تو نہ چاہا کہ ہم مسلمان ہوں تو پھر کیا ہم کوئی تجھ سے زبردست تھے کہ خلاف تیری مرضی کے مسلمان ہو جاتے۔ **اب ہم** حضرت عمر کی پیغمبرؐ خدا کے ساتھ چند مخالفتیں نقل کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ **ازانجملہ** ایک عظیم مخالفت یہی قصہ قرطاس کی ہے کہ رسول اللہ تو وصیت نامہ لکھنے کو کاغذ مانگیں اور وہ کہیں ہذیان بکتے ہیں ہمکو کتاب خدا کافی ہے اور اس سرکشی کا نام عقل و دوربینی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کہیں اور اسکو فخریہ لوگوں کے سامنے نقل کریں۔ پہلے گذرا کہ ابن عباس اس مصیبت کو یاد کرکے زار و قطار مثل ابر نو بہار رویا کرتے تھے۔ اور فاضل شہرستانی نے ملل و نحل میں اسکو مسلمانوں کا پہلا نزاع و فساد کہا ہے اور لکھا ہے کہ کسی مسئلہ شرعیہ پر اسقدر تلوار نہیں چلی جس قدر کہ مسئلہ امامت پر چلی۔ ایک ان میں سے روز حدیبیہ کی مخالفت ہے کہ حضرتؐ نے نظر بمصالح کفار کے ساتھ صلح فرمائی تو حضرت خلیفہ ثانی بگڑ بیٹھے اور لگے حضرت کی نبوت میں شک کرنے اور اتنا شک کیا کہ خود اپنے قول کے موافق یہ شک عمر بھر کے شکوک سے جو انہوں نے حضرت کی رسالت میں کئے تھے بڑھ چڑھ کر تھا۔ ایک اور مخالفت حجۃ الوداع کے دن کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ جو لوگ ہدی ساتھ نہیں لائے عمرہ تمتع کی نیت بدلکر محل ہو جائیں لیکن عمر اور ان کے اصحاب نے اسکو اپنے لئے کسر شان جانا کہ علیؑ تو رسول اللہ کے ساتھ محرم اور انکے حج میں شریک رہیں اور ہم محل ہو جائیں پس پیغمبر کے حکم کی مخالفت کی اور احرام پر جمے رہے اور نہ اسوقت بلکہ تا بزیست حج تمتع پر ایمان نہ لائے۔ اور پھر عہد خلافت میں اس مخالفت پیغمبر کا بڑے زور سے اعلان فرمایا کہ دو متعہ پیغمبر خدا نے حلال کئے تھے میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں وہ متعہ النساء و متعہ الحج ہیں۔ چنانچہ پیشتر کسی قدر تفصیل سے ان کا بیان گذرا۔ ایک اور روز نمایاں مخالفت پیغمبرؐ کی ابو ہریرہ والی حکایت ہے مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس کو نقل کیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ میں ایک روز حضرت رسول اللہ کی طلب میں چلا آپ کو ایک مرد انصاری کے باغ میں پایا پس مجھکو نعلین مبارک اپنے دیئے اور کہا ان کو لیجا اور جو تجھے ملے اُن کو دکھلا کر کہنا کہ پیغمبر خدا نے کہا ہے کہ جو بصدقِ دل لا الہ الا اللہ کی شہادت دے بشارت بہشت اس کے لئے ہے ابو ہریرہ نے کہا کہ سب سے پہلے جس سے میری ملاقات ہوئی وہ حضرت عمر خطاب تھے انہوں نے پوچھا یہ جوتیاں کیسے لئے پھرتا ہے میں نے کہا کہ پیغمبر خدا نے دی ہیں کہ جو وحدانیتِ خدا کی گواہی دے اس کو بشارت بہشت دوں یہ سنکر حضرت عمر نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک مکا ابو ہریرہ کے سینہ میں اس زور سے رسید کیا کہ وہ بیچارا پشت کے بھل زمین پر جا پڑا اور کہا جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔ پس ابو ہریرہ گرتا پڑتا بھاگا اور روتا جاتا تھا باغ میں پہنچا تو رسولؐ خدا نے پوچھا اے ابو ہریرہ تجھکو کیا ہوا اسنے ماجرائے گذشتہ بیان کیا اتنے میں

زدوکوب کردن عمر ابو ہریرہ را

حضرت عمر بھی وہاں آ گئے۔ پیغمبر نے پوچھا کس لئے تونے اس کو مارا کہا یا رسولؐ اللہ آپ نے اسکو بھیجا تھا کہ یہ بشارت دے فرمایا ہاں
کہا ایسا نہ کریں نہیں تو لوگ اسپر بھروسہ کر کے اعمال خیر کو بالکل چھوڑ دیں گے دیکھئے جاننا دردِ دین حضرت عمر کو تھا پیغمبر کو نہ تھا اور
جسقدر وہ اس کے نیک و بد کو جانتے تھے حضرتؐ نہ جانتے تھے سی لئے توہمنے کہا تھا کہ ان کو خدا کی کچہری میں اپنے لئے پیغمبری کی درخواست
دینی چاہیے تھی اب ذرا راوی حدیث کی شرارت کو بھی خیال کیجئے کہ پیغمبر نے یہ نصیحت حضرت عمر کی سنی تو فرمایا اچھا رہنے دو کہ
لوگ اعمال خیر بجا لائیں یعنی پہلے سے حضرت کو اسکی خبر نہ تھی عمر کے کہنے سے برُے نتیجہ کی خبر اسکو جانا لاحول ولا قوۃ الا باللہ
ایک اور سنئے عبداللہ بن اُبی منافق مرا تو اسکا بیٹا عبیداللہ بن عبداللہ کہ مومن خالص تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کہ پیرہن مبارک
اپنے بدن کا اُسکے کفن کو عنایت کریں آپ نے اپنا کرتا اتار دیا پھر ملتجی ہوا کہ نماز جنازہ بھی پڑھائیں آپ کو اس کی دلداری منظور تھی نماز
کیواسطے بھی کھڑے ہو گئے حضرت عمر کا تو جوش دینداری رسول خدا کی نسبت زیادہ تھا ہی بیتاب ہو گئے اور بروایت صحیح بخاری و مسلم
آپ کا کپڑا پکڑ کر گھسیٹا کہ آپ اس منافق کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیا ہے رسول خدا نے فرمایا دور ہو
اے عمر مجھ سے اور نماز پڑھنے دے زیادہ مبالغہ کیا تو فرمایا حق تعالیٰ نے مجھکو اختیار دیا ہے (اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ کہ
طلب آمرزش کر ان کے لئے یا نکر اِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اگر استغفار کرے ان کے لئے ستر مرتبہ۔ پس حضرت نے فرمایا کہ اگر میں
جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے میں حقتعالیٰ اسکو بخشدیگا تو زیادہ استغفار کرتا غرض حضرت نے اسپر نماز پڑھی بعد ازاں آیہ نہی صلوۃ
نازل ہوئی۔ عمر کہتے ہیں کہ مجھکو آنحضرت پر اسقدر جرأت کرنے سے تعجب ہوتا ہے یہ روایت صحیحین کی ہے ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عمر کی
اس جرأت (گستاخی) پر اور لوگ بھی تعجب کرتے تھے اور بطریق شیعہ حضرت صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ عبیداللہ پسر عبداللہ کے تالیف قلب کے لئے اس کے جنازہ پر حاضر ہوئے عمر نے کہا آیا خدا نے تمکو اس کی قبر پر کھڑے ہونیسے
منع نہیں کیا حضرت نے کچھ جواب نہ دیا تو اس نے پھر تکرار کیا فرمایا وائے ہو تجھ پر تو کیا جانے کہ میں نے اسپر کیا کہا میں نے یہ کہا کہ خداوندا اسکی قبر
آتش سے پُر کر اور اس کے بدن کو آتش جہنم میں جلا حضرت صادقؑ کہتے ہیں کہ عمر نے مصلحتِ رسولؐ کو بگاڑ دیا اور وہ امر حضرت سے ظاہر کرایا
جسکو آپ اسکے بیٹے کی دلشکنی کے خیال سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے واضح رہے کہ یہ عبیداللہ پسر عبداللہ وہ شخص ہے کہ جب عبداللہ
مذکور نے ایک سفر میں کہا کہ اب کے یہاں سے لوٹ کر مدینہ جائیں تو عزیز تر ہمارا (یعنی خود) ذلیل تر کو یعنی پیغمبر کو وہاں سے نکالدیگا تو یہ
عبیداللہ تاک میں رہا جب سواری مدینہ کے قریب پہنچی تو اس نے آگے جا کر اپنے باپ کی سواری کے اونٹ کو روکا اور کہا قسم بخدا کہ تجھکو مدینہ
جانا نہیں ملیگا جب تک حضرت رسولؐ خدا اجازت نہ دیں تاکہ تو بھی جان لے کہ عزیز تر کون ہے اور ذلیل تر کون؟ وہ اسکو روکے کھڑا تھا اور لوگ
ان کا تماشا دیکھتے جاتے تھے اور عبداللہ کہتا تھا انا اذل من الصبیان انا اذل من النساء میں بچوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں میں
عورتوں سے بھی بیقدر ہوں اور وہ مومن اسکو نہ چھوڑتا تھا حتیٰ کہ رسول خدا نے پہنچکر باپ کو بیٹے کے ہاتھ سے خلاصی دلوائی۔ اور نیز اسی عبیداللہ
نے کہیں سے یہ سنا کہ رسولؐ خدا عبداللہ بن اُبی کو مروانا چاہتے ہیں تو حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو میرے باپ کا قتل

منظور ہے تو مجھکو حکم دیجئے کہ قبل اس کے کہ آپ اس مقام سے حرکت کریں میں اس کا سر آپ کے لئے کاٹ لاتا ہوں باوجودیکہ قبیلہ خزرج
میں اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرنیوالا مجھ سے بڑھکر کوئی دوسرا نہیں اور عرصے سے وہ بجز میرے اور کسی کے ہاتھ کی کوئی شے نہیں کھاتا لیکن
مجھکو خوف ہے کہ اگر کوئی اور شخص اسکی گردن مارے تو مبادا مجھ سے صبر نہ ہوسکے اور اس سے بدلا لوں اور اس سبب سے جہنم میں ڈالا جاؤں۔
حضرت نے فرمایا اے عبداللہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا بلکہ جب تک ہمارے درمیان رہیگا اُسکے ساتھ نیکی کریں گے۔ افسوس کہ
حضرت عمر نے مصلحت پیغمبر کو اس مومن پاک کے حق میں برہم کیا اور اسکا دل دکھایا یعنی وہ کلمہ آپ سے کہلوایا جسکو آپ کہنا نہیں چاہتے تھے
روضۃ الاحباب میں ہے۔ وبثبوت پیوستہ کہ بعد ازانکہ ابن ابی را دفن کردہ بودند حضرت بر سر قبر وے برفت و فرمود تا آں را بیروں آوردند و سر وے
بر کنار مبارک خود نہادند و آب دہن مبارک خود در دہان وے انداخت انتہی۔ ہرچند یہ بیہودہ روایت ہمارے نزدیک معتبر نہیں لیکن چونکہ روضۃ
الاحباب کی ہے اسلئے الزاماً گذارش ہے کہ رسول اللہ کو تو ابن ابی کی اسقدر خاطر منظور تھی کہ اس کی لاش کو قبر سے نکلواکر آب دہن اُسکے
مونہہ میں ڈالا اور حضرت عمر کو اسپر نماز پڑھنا بھی گوارا نہ تھا یہ صریح مخالفت و معاندت ہے رسول خدا کے ساتھ **ذکر مرض حضرت خیر الانام**
وپارۂ از سوانح آں ایام مصیبت انجام۔ مرض الموت جسمیں کہ آپ نے رحمت خدائے ذوالجلال کی طرف انتقال فرمایا
کوئی بارہ تیرہ روز مستمر رہا چونکہ تاریخ وفات بنا بر مشہور میان علمائے امامیہ ۲۸ صفر سلہ ہجری ہے اس سبب سے غالباً ۱۶ یا ۱۷ صفر سے یہ
مرض شروع ہوا۔ مدارج النبوۃ میں ہے چونکہ وہ حضرت شدت مرض سے بار بار بیہوش ہوتے اور ہوش میں آتے تھے چلنا چاہتے تو اچھی طرح
چل پھر نہیں سکتے تھے اسلئے لوگ آپ کی بیماری کو ذات الجنب تجویز کرتے تھے مگر آپ نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ ذات الجنب شیطان
سے ہے حق تعالیٰ اس کو مجھپر مسلط نہیں کرسکتا۔ منقول ہے کہ ابتدائے مرض میں رسول خدا مامور ہوئے کہ اہل گورستان بقیع کیلئے
دعائے مغفرت کریں پس دست مبارک امیر المومنینؑ کا پکڑکر اس طرف کو روانہ ہوئے صحابہ حضرت کے پیچھے پیچھے جاتے تھے جنۃ البقیع
میں پہنچے تو فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ گوارا و مبارک ہو تم کو یہ حالت جسمیں کہ ہو کیونکہ تم فتنوں سے پناہ میں ہو جو خلقت
کو پیش آنے والے ہیں بہ تحقیق کہ فتنہ ہائے بسیار مثل پارہ ہائے شب تار لوگوں کی طرف متوجہ ہیں۔ پس دیر تک کھڑے ہوئے اُن کے
لئے طلب آمرزش کرتے رہے پھر امیر المومنین سے فرمایا کہ جبرئیل ہر سال قرآن کو ایک مرتبہ مجھپر عرض کرتے تھے اِلّا امسال کہ دو مرتبہ
عرض کیا لہذا میرا گمان یہ ہے کہ اجل میری نزدیک پہنچی یا علی حقتعالیٰ نے مجھکو اختیار دیا کہ چاہوں تو دنیا میں رہوں اور خزانہائے
روئے زمین میرے قبضہ و تصرف میں ہوں ورنہ بہشت بریں کو جاؤں اور ملاقات پروردگار پر فائز ہوں۔ پس میں نے ملاقات اپنے
پروردگار کی اختیار کی جسوقت کہ میں جان بحق ہوں تو غسل دینا اور میری ستر پوشی کرنا کیونکہ جو کوئی میرے عورتین پر نگاہ کرے گا
نابینا ہو جائیگا پس مراجعت فرمائے بیت الشرف ہوئے مرض آنحضرت کا سخت و شدید ہوتا جاتا تھا تین روز بعد عصابہ سر مبارک
پر باندہ کر امیر المومنینؑ و فضل بن عباس کے سہارے سے برآمد ہوئے اور منبر پر جاکر کہا لوگوں میں تمہارے درمیان سے جاتا ہوں
جس کے ساتھ میرا کوئی وعدہ ہو یا جسکا میرے ذمہ کچھہ قرضہ ہو وہ آئے اور مجھکو آگاہ کرے ایہا الناس کوئی شے بجز اعمال خیر کے

بندگانِ خدا کو عذاب سے نہیں بچاسکتی پس اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ بغیر عملِ خیر کے رستگار ہو جاؤں یا آرزو کرے کہ بے طاعت
خدا اس کی رضا حاصل کر لوں محض باطل ہے قسم بخدائے عزوجل کہ سوائے نیک اعمال کے کوئی چیز عذابِ خدا سے نجات دینے والی
نہیں حتیٰ کہ اگر میں بھی معصیتِ خدا کروں تو جہنم میں بھیجدیا جاؤنگا۔ پس فرمایا پروردگارا میں نے تیری رسالت ادا کی بس منبر سے اترے اور
نمازِ خفیف وسبک بجماعت ادا کر کے حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں داخل ہوئے ایک روز یا دو روز وہاں رہ کر حجرۂ عائشہ میں تشریف لائے
مرض آنحضرتؐ کا دن بدن زیادہ ہوتا جاتا تھا ایک روز بوقت صبح بلال نے آواز دی آپ اسوقت متوجہ عالم قدس تھے مطلع نہ ہوئے عائشہ
نے کہا ابو بکر کو کہو نماز پڑھائے حفصہ نے کہا عمر کو کہو یہ آوازیں گوش مبارک میں پہنچیں اور غرضِ فاسد ان کی معلوم ہوئی تو فرمایا خاموش
رہو تم ان عورتوں کے مشابہ ہو جو یوسف کو گمراہ کرنا چاہتی تھیں۔ آپ نے ابوبکر وعمر کو اس سے پہلے لشکر اسامہ میں تعین کیا تھا اس وقت
ان کی بیٹیوں کی باتوں سے معلوم کیا کہ وہ مدینہ میں فتنہ وفساد کو موجود ہیں نہایت دلگیر ہوئے اور بدیں خیال کہ مبادا ان کی نماز دلوں میں
اشتباہ پیدا کرے اسی شدت مرض میں امیرالمومنین اور فضل کے شانے پر ہاتھ رکھکر پیر زمین پر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے محراب
میں پہنچے تو دیکھا کہ ابوبکر نے سبقت کی ہے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹو اور خود محراب میں بیٹھکر نماز شروع کی بعد فراغت
دولتخانہ کو مراجعت فرمائی اور ابوبکر وعمر وغیرہ کو بلا کر فرمایا میں نے تمکو امر نہیں کیا کہ لشکر اسامہ کے ساتھ جاؤ ابوبکر نے کہا میں گیا تھا الّا واپس آیا کہ
ایک بار پھر آپ کو دیکھلوں عمر نے کہا میں نے نہ چاہا کہ آپ کی بیماری کی خبر اوروں سے سنوں اس لئے نہیں گیا حضرت نے فرمایا جاؤ لشکر اسامہ کو
لیجاؤ کہ پھر تین مرتبہ فرمایا لَعَنَ اللہُ مَنْ تَخَلَّفَ جیشَ الاسامۃ جناب امیرؑ کہتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ نے لشکرِ اسامہ کے ساتھ
ان لوگوں کو بھیجا تھا جو مجھ سے بغض وعناد رکھتے تھے اور میں نے راہ خدا میں ان کے عزیز واقارب کو قتل کیا تھا اور جو لوگ کہ میرے
ساتھ محبت رکھتے تھے اور ان کے سینے میری طرف سے صاف تھے ان کو اپنے پاس مدینہ میں ٹھیرالیا تھا تاکہ کوئی مفسد میرے خلاف
فتنہ پردازی نہ کرنے پائے لیکن یہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے اور میری بیعت کو جو خدا ورسولؐ نے انکی گردنوں میں ڈالی تھی توڑ ڈالا اور
جس سے ساتھ چاہا بیعت کرلی حالانکہ میں آنحضرت کی تجہیز وتکفین میں کہ اہم امر تھا مصروف رہا اور انہوں نے اپنا کام محکم کیا۔ غرض مسجد
میں جانے کی تکان اور اس غم واندوہ کے سبب سے رسولؐ اللہ کو غش آگیا مسلمان رونے لگے اور صدائے آہ و بکا اہلخانہ ملایک آشیانہ
اس جناب سے بلند ہوئی۔ پس چشم مبارک کھولی اور فرمایا میرے پاس دوات وقلم و شانہ گوسفند حاضر کرو کہ ایک نامہ لکھوں تاکہ گمراہ نہ ہو
پس ایک شخص اٹھا کہ قلم دوات لائے عمر نے کہا بیٹھ جا یہ ہذیان بکتے ہیں اور بیماری نے ان پر غلبہ کیا ہے ہمکو کتابِ خدا کافی ہے پس
حاضرین میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ عمر درست کہتے ہیں ہم کو کتاب اللہ کافی ہے باقیوں نے کہا اسوقت پیغمبرؐ خدا کے خلاف نہ کرو
جو مانگتے ہیں حاضر کرنا چاہئے پس اسمیں نزاع ہوئی دوبارہ دریافت کیا کہ جو کچھ آپ طلب کرتے ہیں حاضر کریں فرمایا مجھکو یہ باتیں تمسے
سنکر حاجت نہیں کہ وہ کاغذ لکھوں الّا تمکو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے ساتھ نیک سلوک کرنا یہ کہکر روئے مبارک ان کی
طرف سے پھیر لیا اور یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں خدمتِ جناب رسولِ خدا

ہیں حاضر ہوا وہ جناب ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور اسقدر حرارت تپ کی تھی کہ اس کے اوپر سے بدن شریف پر ہاتھ نہ رکھا جاتا تھا مجھکو یہ دیکھکر تعجب ہوا حضرت نے فرمایا انبیاء کی بلاؤنکی برابر کسی کی بلا سخت نہیں ہوتی جیسے انکی بلائیں سخت ہیں ویسے ہی ان کے اجر بھی زیادہ ہیں کہتے ہیں کہ یہ شدت حرارت اثر اس زہر کا تھا جو خیبر میں زن یہودیہ نے آپ کو کھلایا تھا چنانچہ ہر سال آپ اس کی وجہ سے فصد کراتے تھے اس مرتبہ اس کا زور زیادہ ہوا اور آپ نے وفات پائی اور حکمت اس میں یہ تھی کہ پیغمبر کو سعادت شہادت بھی حاصل ہو شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب مجمع اصحاب اس جناب کے پاس سے متفرق ہوگیا۔ اور فقط امیر المومنینؑ اور عباس اور خاص اہلبیت آپ کے باقی رہگئے تو عباس نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ کے بعد امر خلافت ہمارے درمیان رہنے والا ہے تو ہمکو اس کی بشارت دیں اور جو علم نبوت سے آپکو معلوم ہے کہ یہ لوگ اسپر غالب آئینگے تو ہمارے لئے ان کو وصیت کرجائیں حضرت نے فرمایا تم کو میرے بعد ضعیف کرینگے اور غلبہ پائیں گے یہ سُنکر تمام اہلبیت گریاں ہوئے اور اس جناب کی زندگی سے قطع امید کی اور سُنی و شیعہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول خدا نے عباسؓ سے فرمایا اے عمو تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرا قرض ادا اور میرے وعدے وفا کرو اور مجھکو بری الذمہ فرماؤ اور میرے وصی ہو میرے اہلبیت پر عباسؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میں مرد پیر و عیالدار ہوں اور آپ سخاوت و بخشش میں مثل باد بہار و ابر آذار میرا مال کفایت نہیں کرتا کہ آپ کے وعدوں کو وفا اور آپ کی بخششوں کو پورا کروں پس امیر المومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یا اخی انت تقبل وصیتی و تنجز عدتی و تقضی دینی و تقوم بامر اھلی من بعدی اے برادر تم میری وصیت قبول کرتے ہو کہ میرے وعدوں کو وفا اور میرے قرض کو ادا کرو اور میرے بعد میرے اہل و عیال کے خبرگیراں رہو۔ اسوقت گریہ امیر المومنین پر غالب ہوا بحدیکہ شدت گریہ سے بولا نہ جاتا تھا بکمال دشواری اپنے تئیں ضبط کرکے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ارشاد کیا اے علیؑ تم میرے بھائی ہو دنیا و آخرت میں اور وصی و خلیفہ ہو میرے بعد میرے اہل اور میری امت پر پس فرمایا اے بلال میرا خود ذوالجبین اور ذرہ ذات الفصول اور علم عقاب اور شمشیر ذوالفقار حاضر کرو اور عمامہ سحاب اور دوسرا عمامہ تحمیہ اور چادر اور ابرقہ اور عصائے خورد اور عصائے کلان ممشوق نام یہ تمام اشیاء لے آ عباس کہتے ہیں کہ میں نے یہ ابرقہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا جب اس کو لاکر رکھا تو نزدیک تھا کہ اس کے نور سے آنکھیں خیرہ ہوجائیں پس حضرت نے فرمایا یا علیؑ یہ ابرقہ جبرئیل میرے لئے لائے اور کہا اسکو حلقہائے زرہ کے اندر مثل پٹکہ کے کمر پر باندھو پس دو جوڑے نعلین عربی کے منگائے ایک میں پیوند لگا تھا دوسرا ثابت تھا اور پیراہن جو کہ شب معراج زیب بدن کیا تھا اور ایک اور کرتا کہ بروز احد پہنا تھا اور تین کلاہ منگائیں ایک جو سفر میں پہنتے تھے۔ دوسری روزہائے عید کو زینت سر فرماتے۔ تیسری وہ تھی کہ اس کو پہنکر اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا اے بلال میرے دو استر (خچر) ایک شہبا دوسرا دُلدل حاضر کرو اور دو ناقے عضبا و صہبا لا اور دو گھوڑے جناح و حیزوم لے آ۔ راوی کہتا ہے کہ جناح وہ اسپ تھا کہ جسکو مسجد رسول اللہ پر کھڑا رکھتے تھے جب حضرت کسی کو ضروری کام کو بھیجتے تھے تو وہ اسپر سوار ہوتا تھا اور حیزوم ایک اسپ تھا کہ بروز احد رسول خدا اسپر سوار تھے اور جبرئیل امین آسمان و زمین سے اس کو کہتے تھے اَقْدِمْ یَا حَیْزُوْمُ۔ آگے بڑھو اے حیزوم اور

وصایت جناب امیر علیہ السلام

تفصیل اشیائے مخصوص حضرت رسول خدا

اپنا حمار یعفور نام منگایا پس امیرالمومنینؑ کو فرمایا یا علی اٹھو اوران اشیاء پر میری حیات میں سب کے سامنے تمام کی شہادت سے قبضہ کرو تاکہ کوئی میرے بعد تمسے اس میں نزاع نہ کر سکے امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور شدت الم سے میرے پاؤں میں طاقت رفتار نہ تھی لڑکھڑاتا گیا اوران تمام اشیاء کو اپنے گھر لوالیگیا۔ واپس آیا تو حضرت نے انگشتر مبارک اپنی انگلی سے نکالکر میری انگلی میں پہنائی اسوقت بنی ہاشم و دیگر مسلمان حجرۂ ہمایوں میں بھرے ہوئے تھے اور شدت ضعف سے سر مبارک راست و چپ کو ہل رہا تھا ایک جگہ قائم نہ تھا۔ پس بآواز بلند کہ سب نے سنا فرمایا اے مسلمانوں علی میرا بھائی اور وصی و خلیفہ ہے میرے اہل بیت اور میری اُمّت پر وہ میرے قرضوں کو ادا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا اے گروہ حاضرین علیؑ کو دشمن نہ رکھو اوراس کے حکم کے خلاف نہ کرو کہ گمراہ ہو جاؤگے اور حسد و رشک اس پر نہ کرو اور اسے چھوڑ کر دوسری طرف مائل نہ ہو کہ کفر تم پر عاید ہوگا اور بسند معتبر امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب وقت وفات حضرت رسول خدا کا قریب پہنچا تو جبرئیل جانب رب جلیل سے ایک نامہ لائے اور ملائکہ مقرب ان کے ساتھ تھے پس فرمایا یا محمدؐ جو لوگ تمہارے پاس ہیں ان کو کہو کہ باہر جائیں الاّ وصیّ تمہارے علی بن ابی طالب ٹھیرے رہیں تاکہ اس نامہ آسمانی کو سمجھ لیں پس تمام حاضرین اٹھ گئے صرف امیرالمومنین رہے اور جناب سیدہ دروازہ پر تھیں پس جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ حق تعالیٰ تمکو سلام پہنچاتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ یہ وہ عہد ہے کہ شب معراج تمہارے ساتھ قرار پایا تھا اور ملائکہ کو اسپر گواہ کیا تھا۔ ہرچند میں کافی ہوں شہادت کے لئے حضرت رسول خدا نے یہ کلام جبرئیل سے سنا تو ہیبت سے اس کلام کے بند بند بدن اقدس کا کانپنے لگا اور فرمایا اے جبرئیل پروردگار میرا سالم ہے تمام نقصوں اور عیبوں سے اور اُسیکی طرف سے ہیں تمام سلامتیں اور اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں تمام تحیۃ و سلام راست فرمایا پروردگار عالم نے اور اپنے وعدہ کو وفا کیا پس وہ نامہ جبرئیل سے لیکر امیرالمومنینؑ کے ہاتھ میں دیا کہ اسکو کھولکر پڑھیں پس اُنحضرت نے اوّل سے آخر تک اسکو قرأت کیا رسول خدا نے فرمایا یا علی یہ عہد خدا ہے میرے ساتھ اور شرط ہے جو اس جل شانہ نے مجھ سے کی ہے پس آیا میں نے ادائے رسالت کیا اور شرط خیر خواہی بجالایا امیرالمومنینؑ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے تبلیغ رسالت بوجہ احسن فرمائی اور حق خیر خواہی امت بجالائے گواہی دیتے ہیں اسپر چشم و گوش میرے اور خون و گوشت میرا پس جبرئیلؑ نے کہا انا لکما علیٰ ذٰلک من الشاھدین میں تم دونوں کا ان باتوں پر گواہ ہوں پس حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یا علیؑ عہد خدا کو جو اس میں ہے وفا کرنا اور خدا و رسول اوران کے دوستوں کے دوست رہنا اوران کے دشمنوں کے دشمن اور صبر کرنا ان مصائب پر جو تم پر وارد ہوں بہ تحقیق کہ تمہارا حق غصب کریں گے اور خمس تمکو نہ دیں گے اور حرمت تمہاری کہ حرمت خدا و رسول ہے ضائع کرینگے پس تم غصہ کو اپنے ضبط کرنا پس جبرئیل نے کہا یا رسولؐ اللہ ان کو کہدیجئے کہ ان کی ہتک حرمت کریں گے اور انکی ریش کو ان کے سر کے خون سے رنگین کرینگے حضرت امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں سنکر مدہوش ہوتا تھا پس عرض کی میں نے کہ قبول کیا میں نے یا رسولؐ اللہ اور راضی ہوں اسپر ہرچند کہ میری حرمت کو ضائع کریں اور سنتہائے رسولؐ کو معطل کریں اور کتاب خدا کو پھاڑ ڈالیں اور کعبہ خدا کو گرادیں اور میری ڈاڑہی کو میرے خون سے خضاب کریں میں ان سب باتوں پر صبر کروں گا اور امید اجر و ثواب درگاہ خدا سے رکھوں گا

پس رسول خدا نے حضرت فاطمۂ زہرا و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور جو جو مصائب انکو پیش آنے والے تھے اُنسے آگاہ کیا۔ انہوں نے بھی قبول کیا
اور وعدۂ صبر فرمایا پس وصیت نامہ کو طلائے بہشت سے جسے آگ کی آنچ نہ لگی تھی مہر کیا اور امیر المومنین کے سپرد کیا۔ راوی کہتا ہے کہ
امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نامہ میں تمام سنن و احکام خدا و رسول مندرج تھے اور تمام حالات جو بعد آنحضرت کو پیش آنیوالے تھے غصب
خلافت وغیرہ سے یک بیک مصرح تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَکُلَّ شَیْءٍ
اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ یعنی بتحقیق کہ ہم مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو کچھ وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار اور ان تمام
اشیا کو جنکو احصاء و احاطہ کیا ہم نے امام مبین میں یعنی لوح محفوظ یا امیر المومنینؑ میں نیز حدیث میں ہے کہ حضرت رسول خدا نے بلال کو فرمایا
کہ مسجد میں لوگوں کو جمع کر پس عمامہ سرانور پر باندھا اور باہر تشریف لائے در آنحالیکہ کمان پر تکیہ کئے تھے۔ پس منبر پر رونق افروز ہوئے
اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا اے گروہ اصحاب کیسا پیغمبر تھا میں تمہارے لئے آیا میں نے تمہارے ساتھ ہو کر راہ خدا میں جہاد نہیں کیا
کیا جہاد میں میرے دانت نہیں ٹوٹے میری پیشانی خاک آلود نہیں ہوئی اور میرے مونہہ پر خون نہیں بہا اور کیا میری ریش خون سے
رنگین نہیں ہوئی آیا میں نے سنگ گرسنگی شکم پر نہیں باندھا تمام حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں حق و صدق ہے
حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت نے فرمایا خدا تم کو بھی جزا ء خیر دے پھر ارشاد کیا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی ظالم کا ظلم
اس سے نہیں گذرے گا اور قسم یاد کی ہے کہ وہ ہر ایک سے اس کا انتقام لیگا پس میں تم کو قسم دیتا ہوں خدائے عزوجل کی کہ جس کو مجھ سے
کچھ ایذا پہنچی ہو اٹھے اور مجھ سے قصاص لے کیونکہ میرے نزدیک قصاص آخرت سے کہ انبیا و ملائکہ کے سامنے ہوگا دنیا کا قصاص
بہتر ہے پس ایک شخص کہ نام اس کا سوادہ بن قیس تھا اٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایک روز آپ طائف
سے تشریف لا رہے تھے اور میں حضرت کے استقبال کو گیا تھا آپ نے عصا اٹھایا کہ اپنے ناقہ کو ماریں وہ عصا میرے شکم پر لگا
معلوم نہیں کہ عمداً مجھکو مارا یا سہواً حضرت نے فرمایا معاذ اللہ کہ میں جان کر تجھکو مارتا اور بلال سے فرمایا کہ وہ عصا فاطمہؑ کے گھر سے
لے آ بلال نے مسجد سے نکلکر مدینہ کے بازار میں پکار دیا ایہا الناس وہ کون ہے کہ قبل قیامت اپنے نفس پر قصاص چاہے رسولخدا
صلی اللہ علیہ وآلہ قبل روز جزا اپنے تئیں معرض قصاص میں لائے ہیں پھر در دولت جناب سیدۂ پر جا کر وہ عصا طلب کیا جناب معصومۂ
نے کہا رسول اللہ کا یہ وقت عصا کے کار فرمائی کا نہیں عصا کیا ہوگا بلال نے عرض کی کہ آپ کو خبر نہیں کہ حضرت مسجد میں تشریف لائے
ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں وداع کا نام سن کر حضرت فاطمہ رونے لگیں اور بلال عصا لیکر مسجد میں آئے حضرت نے فرمایا وہ
مرد پیر کہاں گیا اس نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں حاضر ہوں فرمایا نزدیک آ اور مجھ سے قصاص لے تاکہ تو راضی ہو اس نے
عرض کی یا رسول اللہ آپ اپنا شکم مبارک کھولیں حضرت نے شکم محترم کھولا تو اس نے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے شکم کا
بوسہ لوں اجازت ملی تو اس نے بوسۂ شکم لیکر کہا کہ پناہ چاہتا ہوں روز قیامت کی آتش جہنم سے ساتھ موضع قصاص شکم حضرت
رسولخدا کے حضرت نے فرمایا اے سوادہ قصاص لیتا ہے یا عفو کرتا ہے عرض کی یا رسول اللہ میں نے عفو کیا پس حضرت منبر سے اتر کر خانۂ ام سلمۂ

قصاص رسول خدا

حکایت سوادہ بن قیس

میں داخل ہوئے اور دعا کرتے تھے خداوندا تو اس امت کو آتش جہنم سے بچائیو روز حساب روز جزا انپر آسان کیجیو پھر فرمایا اے ام سلمہ جبرئیل

خبر مرگ میرے لیئے لائے ہیں پس تم پر سلام ہو کہ اسکے بعد تم محمدؐ کی آواز نہ سنو گی حضرت ام سلمہؓ نے جو یہ خبر محنت اثر حضرت سے سنی بیتاب ہو کر

رونے اور اشک بہانے لگیں کہ یہ کیسی مصیبت ہم پر آئی جسکا کچھ تدارک نہیں ہو سکتا نقل ہے کہ دوران مرض میں ایک روز امیر المومنین کسی کار

ضروری کو باہر تشریف لیگئے تھے حضرت رسول خدا نے اس جناب کو نہ پایا تو فرمایا اُدْعُوا اِلَیَّ اَخِیْ وَحَبِیْبِیْ وَصَاحِبِیْ کہ میرے بھائی اور میرے

دوست اور صاحب کو میرے لیئے طلب کرو عائشہ نے ابوبکر کو اور حفصہ نے عمر کو بلوایا جب یہ دونوں صاحب سامنے گئے تو روئے مبارک کو انکی

طرف سے پھیر لیا تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی ارشاد کہا کہ میرے حبیب و خلیل اور میرے بھائی کو بلاؤ شیخین پھر اپنی بیٹیوں کے اشارہ سے حاضر

پیشگاہ ہوئے پھر حضرت نے اعراض فرمایا۔ اسوقت اُم سلمہؓ نے کہا کہ علی علیہ السلام کو بلاؤ وہ ان کے سوا کسی کو نہیں چاہتے پس آدمی گیا اور

حضرت امیرؑ کو بلا لایا حضرت رسول خدا نے آپ کو دیکھا تو آغوش میں لے لیا اور دہن مبارک اپنا آنحضرت کے کان پر رکھکر بہت دیر تک چادر کے

اندر آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے اصحاب بیرون در کھڑے تھے جب فارغ ہوئے تو کہا یا علیؑ رسول اللہ تم سے راز کہتے تھے فرمایا ہاں ایکہزار باب علم

کے مجھکو تعلیم کیئے کہ اُنسے ہزار باب اور مجھپر منکشف ہوئے بروایت دیگر فرمایا کہ ہزار باب حلال و حرام و علوم گذشتہ و آئندہ سے تا روز قیامت مجھکو

تلقین کیئے کہ ہر ایک باب سے ایکہزار باب اور مجھ پر کشادہ ہوئے چنانچہ میں لوگوں کے مرنے اور ان کے تمام مصائب سے اطلاع رکھتا ہوں اور

اُن کے درمیان بحکم حق فیصلہ کرنے پر قادر ہوں۔ نیز منقول ہے کہ حضرت رسول خدا نے امیر المومنین کو سینہ حقائق گنجینہ سے لگا کر کہا اے برادر جبکہ

دنیا سے مفارقت کروں تو یہ لوگ میرے غسل و کفن کی طرف متوجہ نہ ہونگے اور میری لاش کو چھوڑ کر غصب خلافت میں مصروف ہو جائیں گے

لیکن یا علیؑ تو اپنے حق کے طلب کیلئے انکے پیچھے نجائیو اور مجھ سے جدا نہ ہونا بہ تحقیق کہ تیری مثال اس امت میں خانہ کعبہ کی مانند ہے کہ اپنی جگہ

پر قائم ہے لوگ ہر چہار طرف سے اسکے طواف کو آتے ہیں اے علیؑ تو علم ہدایت اور نور دین و روشنی آسمان و زمین ہے قسم بخدائے عزّ و جل کہ

ملنے تیری ولایت و امامت و وجوب اطاعت کو سب پر ظاہر کر دیا اور تمام سے اقرار لقیا د کا اور تیری بیعت کا لیا گو انہوں نے بحسب ظاہر

اسکو قبول کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ وفا نہ کریں گے پس تجھکو چاہیئے کہ میرے مرنے کے بعد مجھکو غسل و کفن دے پھر نماز پڑھکر دفن کرے بعد ازاں

اپنے گھر میں بیٹھکر قرآن کو بموجب ترتیب نزول جمع کرے اور کسی کی پروا نہ کر اور جور امت کو صبر و سکون سے برداشت کر جب تک مجھ سے ملحق ہو

پھر حضرت فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور ایک ہاتھ سے فاطمہؑ اور دوسرے سے امیر المومنینؑ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر بہ نگاہ

حسرت انکی طرف دیکھتے رہے اور قطرات اشک دیدۂ حق بیں سے جاری تھے بات کرنی چاہتے تھے لیکن شدّت گریہ مانع تھی پس

اہلبیت رسالت میں غلغلہ پڑگیا اور شور فریاد بلند ہوا حضرت فاطمہؑ روتی تھیں اور بیتابانہ عرض کرتی تھیں اے پدر بزرگوار میرے آپ کے گریے

سینۂ فاطمہ چاک چاک ہوا جاتا ہے اور آتش حسرت روشن ہو کر میرے جگر کو جلائے دیتی ہے اے سیّد و سردار پیمبران واے بہترین آیندگان

و گذشتگان و امین خداوند رحمان و حبیب ملک منّان بعد تمہارے کون میرے بچوں کی حمایت کرے گا اور جو ذلتیں کہ امت سے ہمکو پہنچنے

والی ہیں ان میں کون ہمارا مددگار ہوگا اور تمہارے بھائی علی بن ابیطالب کی کہ تمہارے دین کے ناصر و مددگار ہیں کون نصرت و یاری

کریگا تمہارے بعد وحیٔ خدا منقطع ہوجائے گی اور احکام آسمانی نازل نہ ہوں گے پس سینۂ مبارک آنحضرت سے لپٹ گئیں اور روئے انور کے بوسے لیتی تھیں اور دریائے اشک آنکھوں سے جاری تھے پس حضرت نے فاطمہؑ کا ہاتھ امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا یا علیؑ یہ امانتِ خدا ہے تمہارے پاس حرمتِ خدا اور میری حرمت کو اس کے مقدمے میں رعایت کرو اور مجھکو یقین ہے کہ تم رعایت کروگے اے علیؑ فاطمہ بہترین زنانِ بہشت ہے اور اسکا رتبہ خدا کے نزدیک مریم بنتِ عمران کے مرتبہ سے زیادہ ہے جس سے فاطمہؑ راضی ہے میں اس سے راضی ہوں اور حق جلّ وعلا و ملائکہ ارض وسما اس سے راضی ہیں وائے ہے اُسپر جو اسکو ستائے اور اسکا حق غصب کرے اور ویل وعذاب ہے اسکے لئے جو اسکی ہتکِ حرمت کرے اور براحال ہے اسکا جو اسکے گھر کا دروازہ جلائے اور عذاب الیم ہے اسپر جو اسکو ایذا و اہانت پہنچائے اور درجۂ زیرین جہنم ہے اس کے واسطے جو اس سے نزاع کرے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اس قسم کی روایت نقل کرنیکے بعد گریاں ہوئے اور فرمایا اے مادرِ گرامی افسوس کہ تمہاری حرمت کو ضایع کیا اور تمہارے درعزّ و شرف کو توڑا اور حرمتِ خدا کو تمہارے حق میں رعایت نہ کیا۔ پس رسولخدا نے جناب فاطمہؑ کی تسلّی کی اور صبر وسکون کی اُنکو وصیت فرمائی پھر فرمایا اے فاطمہؑ حقتعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور چن لیا تمام خلق سے تیرے باپ کو اور اسکو پیغمبری بخشی پھر اختیار کیا تیرے شوہر علی ابن ابی طالبؑ کو اور مجھکو امر کیا کہ تجھکو اسکے ساتھ تزویج کروں پس میں نے بحکم پروردگار اسکو وصی و جانشین اپنا کیا اے فاطمہؑ علیؑ کا حق تمام مسلمانوں پر سبسے زیادہ ہے اور اسکا اسلام تمام سے قدیم ہے اور اسکا علم وحلم سبسے بیشتر اور قدر ومنزلت کا پلّہ سب سے گراں تر ہے اے فاطمہؑ علی میرا بھائی اور میرا برگزیدہ ہے اور باپ ہے میرے فرزندوں کا بہ تحقیق کہ حقتعالیٰ نے اسکو وہ نیک خصلتیں بخشی ہیں کہ اس سے پہلے کسی کو نہیں بخشی اور نہ اس کے بعد کسی کو بخشیگا جناب فاطمہؑ یہ سنکر شاد ہوگئیں پھر حضرت نے فرمایا اے فاطمہ صبر کر اور آگاہ رہ کہ تیرا باپ جلد تجھسے جدا ہوکر اپنے پروردگار کے پاس جانیوالا ہے فاطمہؑ نے عرض کی اے پدر اوّل مجھکو مسرور کیا۔ اور آخر میں محزون فرمایا۔ ارشاد کیا اے دختر دنیا کے کام ایسے ہی ہیں یہاں کی شادی وغم باہم توام ہیں اور اسکی صفائی کدورت کے ساتھ آمیختہ ہے آیا اور بیان کروں تمہارے لئے اے بیٹی میری جناب سیدہؑ نے عرض کی بہت بہتر کجیے اور ارشاد فرمایئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا حق تعالیٰ نے خلایق کو پیدا کیا اور اُنکی دو قسمیں کیں مجھکو اور علیؑ کو قسم افضل واعلیٰ میں رکھا پھر ان دو قسموں کے قبیلے قرار دئیے تو ہم کو بہتر قبیلہ میں تعبیہ کیا پس ان قبیلوں کے خاندان بنائے اور ہمکو عمدہ خاندان میں مقرر کیا اور اسمیں سے مجھکو اور علیؑ وحسنؑ وحسینؑ اور تم کو اے فاطمہؑ انتخاب کیا چنانچہ فرمایا ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الخ پس میں بہترین اولاد آدم ہوں اور علیؑ بہتر ہے ملک عرب کا اور تو بہتر ہے زنانِ عالم کی اور حسنؑ وحسینؑ سید وسردار جوانانِ بہشت ہیں اور تمہاری نسل سے ہی مہدیؑ آلِ محمدؐ ہے کہ حق تعالیٰ اسکی برکت سے زمین کو عدل سے معمور کرے گا جبکہ ظلم وجور سے بھر گئی ہوگی۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں روایت کی ہے کہ حضرت نے ام سلمہؓ سے فرمایا اے اُم سلمہؓ میری نورِ چشم فاطمہ زہراؑ کو بلاؤ یہ کہکر بیہوش ہوگئے جناب سیدہ نے آکر سید انبیاء کو غش میں دیکھا تو رو رو کر کہنے لگیں اے پدر بزرگوار میرے میری جان آپ کی جان پر فدا ہو اور میری شکل آپکی صورت پر قربان میں آپ پر آثار مرگ دیکھتی ہوں آیا اپنی بیٹی سے بات نہیں کرتے اور اسکو تسلّی نہیں دیتے آواز فاطمہؑ کی گوش مبارک میں پہنچی تو آنکھیں کھولدیں اور فرمایا اے دختر میں تم سے جدا ہوتا ہوں

اور تمکو وداع کرتا ہوں پس سلام ہو تمپر میرا جناب سیدہؑ نے پُردرد دل سے ایک آہ سرد کھینچکر کہا اے بابا جان ہیں بروز قیامت آپکو کہاں پاؤں گی فرمایا جہاں کہ خلقت کا حساب لیں گے عرض کی اگر وہاں نہ ملیں تو کہاں ڈہونڈوں حضرت نے فرمایا مقام محمود میں ہیں وہاں گناہگاران امت کی شفاعت کرتا ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی نہ پاؤں حضرت نے فرمایا تو پل صراط پر تلاش کرنا کہ اس روز میری اُمّت صراط پرسے گذرے گی اور ہیں وہاں کھڑا ہوں گا اور میرے دہنی طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل اور باقی ملائکہ آگے پیچھے کھڑے ہونگے اور وہ سب اس امت گنہگار کے لئے دعا کرتے ہونگے کہ خداوندا امت محمدؐ کو سلامتی کے ساتھ پل صراط سے پار کر اور حساب کو اُن پر آسان فرما پھر جناب فاطمہؑ نے پوچھا کہ میری ماں خدیجۂ کبریٰ کس جگہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک قصر میں ہیں کہ چار قصر بہشت کے دروازے اُس میں کھلتے ہیں یہ فرما کر حضرت بیہوش ہوگئے ہوش میں آئے تو فرمایا کہ مجھکو فاطمہؑ کے گھر لے چلو جب وہاں تشریف لائے تو سر مبارک اپنا جناب سیدہ کی گود میں رکھا امام حسنؑ اور امام حسینؑ حالِ زار اپنے جدِّ بزرگوار کا دیکھکر رونے اور گھبرانے لگے حضرت نے اُنکو اپنے پاس بلا لیا اور دونوں جگر گوشوں کو گلے سے لگایا۔ امام حسنؑ زیادہ روتے تھے فرمایا اے حسنؑ گریہ نہ کر تیرا رونا مجھپر دشوار ہے اور میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے بروایت دیگر دونو شاہزادوں کو اپنے سینہ سے لگایا اور ان دو گل بوستان رسالت کو سونگھتے تھے امیرالمومنینؑ کہتے ہیں کہ مجھکو خوف ہوا کہ مبادا حضرت کی زحمت اور زیادتیِ کلفت کا باعث ہوں پس میں نے چاہا کہ ان کو آپ کے سینہ سے جدا کروں فرمایا یا علیؑ رہنے دو کہ میں انکو سونگھوں اور یہ مجھکو استشمام کریں یہ میری ملاقات سے توشہ حاصل کریں اور میں ان کے دیدار سے ٹھنڈک پاؤں بہ تحقیق کہ میرے بعد مصائب عظیم اور بلائیں سخت ان کو پیش آنیوالی ہیں خدا لعنت کرے اسپر جو ان کو ستائے اور جور و ستم ان پر روا رکھے خداوندا میں حسنینؑ کو تیرے سپرد کرتا ہوں یا صالح المومنینؑ کے یعنی حضرت امیرؑ کے پس ازواج مکرمات کو وداع کیا اور وصیت فرمائی ان کو گھروں میں بیٹھنے اور اعمال خیر بجالانیکی خصوصاً عائشہ و حفصہ کو بہت تاکید کی کہ فتنہ و فساد سے محترز رہیں۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ عائشہ نے التماس نصیحت کیا تو حضرت نے فرمایا اے عائشہ تم کو لازم ہے کہ اپنے گھر کے گوشہ میں قرار پکڑو اور صبر و صیانت پر کار بند ہو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ کہ اے زنانِ پیغمبر اپنے گھروں میں توقف کرو اور پہلی جاہلیت کی طرح اپنے تئیں دکھاتی نہ پھرو یہ سنکر عائشہ اسقدر روئی کہ حضرت رسالت پناہ کی آنکھوں سے بھی اشکِ حسرت نکل پڑے۔ **کیفیت وقوع حادثہ کبریٰ و داہیۂ عظمیٰ رحلتِ حضرت رسولخدا بفردوس اعلیٰ** حدیث میں وارد ہے کہ عمار یاسرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ جب آپ دار دنیا سے دار البقا کو رحلت فرمائیں تو کون آپ کو غسل دیگا فرمایا میرے غسل دینے والے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں جس عضو کو دہونا چاہیں گے ملائکہ ان کی مدد کریں گے پھر عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کون آپ پر نماز پڑہیگا حضرت رسول خدا امیرالمومنینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے پسر ابوطالبؑ جب تم دیکھو کہ روح میرے بدن سے نکل گئی تو مجھکو اچھی طرح سے غسل دینا اور ان دو کپڑوں میں جو میرے بدن پر ہیں یا چادر مصری سفید یا بُرد یمانی میں مجھکو کفن کرنا لیکن میرا کفن بہت گراں قیمت نہ ہو بعد ازاں میرا جنازہ اٹھا کر میری قبر کے پاس رکھدینا پس سب سے پہلے جو مجھپر نماز پڑہیگا خداوند جبار

ہوگا کہ اپنی عظمت وجلال سے مجھپر درود وصلوٰۃ بھیجیگا اس کے بعد جبرئیل واسرافیل ومیکائیل معہ ملائکہ آسمان وزمین کہ سوائے رب العالمین کوئی ان کا شمار وحساب نہیں جانتا نماز پڑہیں گے بعدازاں میرے اہلبیت وازواج مجھپر نماز پڑہیں یعنی مجھپر سلام بھیجیں لیکن صدائے نالہ وفغاں بلند نہ کریں اور مجھکو آزار نہ پہنچائیں ۔ **روایت** ہے کہ جبرئیل رسولخدا کے پاس بقدر چالیس درہم کافور بہشت لائے تھے پس حضرت نے اس کے تین حصے کئے ایک اپنے لئے رکھا دوسرا جناب امیرؑ کو تیسرا جناب فاطمہؑ کو مرحمت کیا۔ منقول ہے کہ جبؔ وقت وفات سرور کائنات وخلاصہ موجودات نزدیک پہنچا تو امیر المومنینؑ کو امر کیا یا علیؑ حکم خدا آگیا تم میرا سر اپنے دامن میں رکھو جب جان میرے بدن سے نکل جائے تو میرا کفِ دہن ہاتھ میں لو اور اپنے موہنہ پر ملو اور جب تک کہ قبر میں دفن نہ کرلو میرے پاس سے جدا نہ ہو اور مجھکو قبلا رو کردینا اور پھر میری تجہیز وتکفین کرنا پس مجھپر نماز پڑہنا اور میرے پاس سے جدا نہونا جب تک کہ مجھکو قبر میں دفن نہ کردو یہ کہکر حضرت بیہوش ہوگئے اس اثنا میں کسی نے دروازہ پر دستک دی جناب سیدہ نے پوچھا کون ہے کہا مرد مسافر ہوں چاہتا ہوں کہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں فرمایا اے بندۂ خدا یہ وقت ملاقات رسول اللہ کا نہیں وہ حضرت اپنے مرض میں مشغول ہیں بروایتے ملک الموت بشکل ایک اعرابی دروازہ پر آئے اور کہا السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکۃ اجازت دو کہ میں اندر آؤں رحمتِ خدا ہو تمپر جناب سیدہ بالین پیغمبر پر حاضر تھیں بولیں آنحضرت کو طاقتِ ملاقات نہیں دوبارہ اجازت چاہی وہی جواب پایا تیسری مرتبہ بصدائے مہیب کہ تمام اہلخانہ اسکو سنکر کانپ گئے خواستگار اجازت ہوئے اس مرتبہ حضرت رسول خدا نے غش سے آنکھیں کھولدیں کہا اے فاطمہؑ جانتی ہو کہ یہ کون شخص ہے یہ توڑنیوالا لذتوں کا اور پراگندہ کرنیوالا جماعتوں کا ہے بچوں کو یتیم بناتا اور عورتوں کو بیوہ کرتا ہے یہ فرشتۂ موت ہے یہ احسانِ الہی ہے کہ تمہارے دروازہ پر طالب اجازت ہے اور بلا اجازت اندر نہیں آتا۔ ورنہ جب اندر آتا ہے تو کوئی اسکو منع نہیں کرسکتا باہر جاتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا اسکو اجازت دو کہ اندر آئے پس ملک الموت اندر آئے اور کہا السّلام علیک یا رسولؐ اللہ فرمایا وعلیک السّلام اے ملک الموت تم سے میری ایک حاجت ہے کہ تم میری روح قبض نہ کرنا جب تک کہ جبرئیل میرے پاس نہ آلیں اور میں انسے ملاقات نہ کرلوں پس ملک الموت باہر گئے اتنے میں جبرئیل امین آسمان سے نازل ہوئے اور ملک الموت سے کہا کہ روح محمدؐ مصطفےٰ کو قبض کرو مگر نہیں دیکھتے تم کہ دروازے آسمانوں کے کھُلے ہیں اور حورانِ خلد بریں نے زینت کی ہے پس جبرئیل معہ ملک الموت اندر آئے اور کہا سلام ہو تمپر میرا اے ابو القاسم یہ تحقیق کہ حق تعالیٰ مشتاق تمہاری ملاقات کا ہے پس جبرئیل دستِ راست آنحضرت پر کھڑے ہوئے اور میکائیل دستِ چپ پر اور ملک الموت پیش روسے مصروف قبض روح ہوا اسوقت رسول خدا نے اپنی ازواج معظمہ اور اپنے فرزندوں کو وداع کیا اور حضرت فاطمہؑ کو نزدیک بلاکر ان کے کان میں کچھہ ارشاد کیا کہ وہ جناب گریاں ہوئیں دوبارہ ایک بات کہی تو مسکرانے لگیں حاضرین نے سبب اس گریہ وخندہ کا دریافت کیا آنحضرت سے فرمایا اوّل بار مجھکو اپنی رحلت کی خبر دی یہ باعث گریہ تھا پھر فرمایا کہ تو دنیا میں بہت دنوں زندہ نہ رہیگی اور میرے اہل بیت میں سب سے پہلے میرے پاس آئیگی اس سبب سے شاد وخنداں ہوئی الغرض دم واپسیں رسولؐ اللہ نے ہاتھ بڑہاکر سر مبارک امیر المومنینؑ کو اپنے لحاف میں لے لیا اور دہن مبارک ان کے کان پر رکھکر اسرار الٰہی

وعلوم نا متناہی کہتے تھے کہ اسی حالت میں مرغ روح اقدس نے آشیانۂ عرش کی طرف پرواز کیا امیر المومنینؑ نے لحاف سے نکال کر فرمایا کہ حق تعالیٰ تم کو ماتم پیغمبر میں اجر عظیم دے بہ تحقیق کہ آنحضرت نے رحمتِ خدائے لایزال کی طرف انتقال فرمایا پس بیتِ رسالت سے شور نالہ وبکا بلند ہوا جو مومن خالص الاعتقاد تھے اور غصبِ خلافت میں شریک نہ ہوئے تھے وہ شریک ماتم وتعزیت رہے باقیوں نے اپنی راہ لی ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ رسول خدا نے لحاف کے اندر تم سے کیا راز کہے فرمایا مجھکو ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب ورکھلجاتے ہیں۔ نیز امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا سوائے حضرت رسالت پناہ کے دنیا میں کوئی مونس وغمخوار ویاور ومددگار نہ تھا جسپر کہ اعتماد کرتا اور امید یاری ووفاداری اس سے رکھتا آنحضرت نے مجھکو بچپن میں پرورش کیا بڑا ہو کر کمالات نفسانی وعلوم ربانی تعلیم فرمائے پس آپ کی وفات سے جو صدمہ عظیم مجھپر پڑا میرا گمان یہ ہے اگر پہاڑوں پر بھی وہ صدمہ پڑتا تو اسکی تاب نہ لاتے لوگوں کا حال اس مصیبت میں مختلف تھا انکے اہلبیت کی تو یہ کیفیت تھی کہ اسقدر روتے پیٹتے اور بیقرار ہوتے تھے کہ صبر ان سے جاتا رہا تھا اور اپنے تئیں سنبھال نہ سکتے تھے اور فرزندان عبد المطلب اور باقی آدمیوں کا یہ حال تھا کہ بعض انسے کہتے تھے کہ صبر کرو اور بعض ان کے ساتھ روتے دھوتے تھے لیکن مینے باوجود اس کوہِ غم کے جو مجھپر پڑا اپنے آپ کو ضبط کیا اور خاموش ہوا اور جو کچھ آنحضرت نے مجھکو وصیت فرمائی تھی اسمیں مصروف ہوا حالانکہ میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آہ جگر سوز سینہ سے نکلتی تھی تا اینکہ جو کچھ حق تعالیٰ نے مجھپر لازم کیا تھا اسکو بجا لایا اور رحمت الہی کا امیدوار ہوا۔ غرض قبض روح اقدس کے بعد حضرت امیر متوجہ غسل اس جناب کے ہوئے اور جسطرح پر کہ حضرت رسالت پناہ نے ان کو غسل ولادت اپنے دستِ مبارک سے دیا تھا اسیطرح آنحضرت نے آپ کو غسل میت اپنے ہاتھ سے دیا۔ ملائکہ جسم اطہر کو کروٹ دینے او پہلو بدلنے میں آپ کے مددگار رہتے او فضل بن عباس پانی لاتے تھے حضرت نے ان کی آنکھوں کو عصابہ (پٹی) بند ہوا دی تھی کہ مبادا عورتوں کی رسالت پناہ پر نظر پڑ جائے اور نور بصارت جاتا رہے۔ حضرت امام رضا فرماتے ہیں کہ نہلانے میں کچھ پانی گوشۂ چشم رسول خدا میں باقی رہ گیا تھا حضرت امیر المومنینؑ نے سر زبان سے اسکو چوس لیا اور فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہ آپ زندگی میں اور وفات کے بعد ہر وقت طیب وپاکیزہ تھے اور نیز حضرت نے فرمایا بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ تم خاتم الرسل تھے تمہارے مرنے سے پیغمبری دنیا سے اُٹھ گئی اور وحی آسمانی منقطع ہوئی بہ تحقیق کہ تمہاری مصیبت وہ مصیبت عظیم ہے جس سے اور مصیبتوں کو تسلی ہوتی ہے اگر آپ رونے اور بیقرار ہونے سے ہم کو نہ منع کر جاتے تو میں جوئے اشک اپنی آنکھوں سے بہاتا اور تمام رطوبت چشم کو اس مصیبت میں خرچ کر ڈالتا پس جو درد والم کہ ہمارے دلوں میں مسکن ہے گو کتنا ہی ہو اس مصیبت کے مقابلہ میں تھوڑا ہے میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں یا رسول اللہ ہمکو فراموش نہ فرمایئے اور اپنے پروردگار کے سامنے یاد کیجئے گا۔ غسل کے بعد کافور بہشت سے آپ کو حنوط کیا اور کفن پہنایا۔ شیخ کلینی و شیخ طبرسی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے کہ تین پارچہ میں آپ کو کفن دیا ایک چادر خیبری سرخ دو پارچہ سفید مینی۔ نقل ہے کہ شیطان ملعون چاہتا تھا کہ فریب دے اور غسل اس جناب سے مانع آئے چنانچہ سب نے سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ تمہارے پیغمبر پاک وپاکیزہ تھے انکو حاجت غسل دینے کی نہیں حضرت امیرؑ نے فرمایا دور ہو اے دشمنِ خدا ہمکو آنحضرت نے حکم دیا ہے کہ آپکو غسل دیں اور کفن کرکے مدفون کریں کہ یہ سنت ہے

تمام مسلمانوں کے لئے تا بروز قیامت۔ نیز ایک آواز آئی اور آواز دہندہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ گویا کوئی اموات اہل بیت علیہم السلام کو تعزیت کرتا ہے اور کہتا ہے سلام ہو تمپر اور رحمت خدا اور برکتیں اسکی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے تم اپنا اجر وثواب صرف روز قیامت کو پاؤ گے۔ پس جو کہ دور کیا جائے آتش جہنم سے اور داخل ہووے بہشت میں پس وہ رستگار ہے اور نہیں ہے زندگی دنیا مگر مایۂ فریب پس کہا کہ رحمت خدا ہر مصیبت میں صبر دلانیوالی ہے اور حق تعالیٰ خلف ہے ہر ایک ہلاک ہونیوالے کا اور اسکا ثواب تدارک کرتا ہے ہر امر فوت شدہ کا پس خدا پر بھروسہ کرو اور اس کے فضل کے امیدوار ہو بہ تحقیق کہ مبتلا رمصیبت وہ شخص ہے کہ ثواب خدا سے محروم ہو اور سلام ہو تمپر اور رحمت خدا کی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے یہ آواز سنکر فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے کہ ہماری تعزیت اور تسلی کے لئے آئے تھے۔ امام محمدؑ باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ کو وصیت کی تھی کہ یا علیؑ جب میں جاں بحق ہوں تو تم چھ مشکیں پانی کی چاہ غرس سے بھروا کر مجھکو اچھی طرح سے غسل دینا پھر کفن اور حنوط کرنا اسوقت گریبان کفن پکڑ کر میری لاش کو بٹھاؤ اور جو چاہتے ہو سوال کرو کہ مجھ سے جو کچھ پوچھو گے اسکا جواب دوں گا پس انحضرت نے ایسا ہی کیا اس مقام پر بھی ایک ہزار باب علم کے باب مدینہ علم کو تعلیم فرمائے کہ انمیں سے ہر ایک باب سے ہزار باب اور انحضرت پر کھلتے تھے القصہ غسل وکفن کے بعد جنازہ فخر عالم کا تیار ہوا تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ اسپر بھیجی پھر ملائکہ نے درود و صلوات کہی بعد ازاں امیر المومنینؑ نے معہ اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑہی بعد ازاں دیگر مہاجرین وانصار کو اجازت دی وہ دس دس آدمی اندر آتے اور گرد اگرد جنازہ کے کھڑے ہوتے اور حضرت امیرؑ ان کے درمیان کھڑے ہو کر آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی تلاوت فرماتے پس وہ درود و صلوات آنحضرت پر بھیجتے اور باہر چلے جاتے تھے حتیٰ کہ اہل مدینہ ونواح مدینہ تمام نے اسطرح آنحضرت پر نماز پڑہی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ رسولؐ خدا کے غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو مجھکو اور ابوذر و مقداد کو اندر بلایا پس آپ آگے کھڑے ہوئے اور ہم معہ جناب سیدہ وامام حسنؑ وامام حسینؑ کے ان کے پیچھے اور نماز جنازہ بجالائے۔ اسکے بعد دس دس صحابیوں کو بلاکر درود وصلوات انسے کہلواتے تھے۔ حتیٰ کہ تمام مہاجرؔ وانصار نے اسطرح پر نماز ادا کی لیکن واقعی نماز وہی تھی جو ہمنے آنحضرت پر پڑہی روایت ہے کہ اہل خلاف چاہتے تھے کہ رسول خدا کو جنۃ البقیع میں دفن کریں اور ابوبکر آگے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑہائیں حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو باہر تشریف لائے اور کہا یا ایہا النّاس رسولؐ اللہ زندہ ومردہ ہمارے امام وپیشوا ہیں اور انہوں نے وصیت کی ہے کہ جس جگہ میری روح قبض ہو وہیں دفن کیا جاؤں۔ چونکہ بڑا مطلب ان لوگوں کا غصب خلافت تھا لہذا ان امور میں زیادہ کدوکاوش مناسب نہ جان کر حضرت کی رائے پر حوالے کیا پس نماز جنازہ بظاہر اسی طرح بلا امام ہوئی جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا۔ اور دفن بھی حضرت حجرۂ ہمایوں ہی میں ہوئے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ فوج فوج در آمدند ہر یک نماز علیحدہ گذارند وعلیؑ گفت ہیچ کس امامت نکند بروکہ وے امام شما است ہم در حال حیات وہم در ممات۔ اور نیز روضہ میں ہے

کہ علیؑ مرتضیٰ گفت درروئے زمین ہیچ بقعہ نیست گرامی تر نزد خداوند تعالیٰ از بقعہ کہ روح پیغمبر را دراں بقعہ قبض کردہ باشند پس
فراش وے برداشتند و موضع قبر معین ساختند ظاہرا قبر مقدس کو ابوطلحہ زید بن سہل انصاری نے کھودا گو درحقیقت ملائکہ نے یہہ
خدمت انجام دی روضۃ الاحباب میں ہے کہ بڑے گورکن مدینہ میں دو شخص تھے۔ ابو عبیدہ جراح اور ابوطلحہ انصاری۔ اول درمیانی قبر
کھودتا تھا دوسرا بغلی عباسؓ نے آدمی بھیجکر دونوں کو بلوایا اور کہا جو پہلے آئیگا اسی کے طریقہ پر قبر مبارک کھدائی جائیگی اور کہا اللھم خر
لنبیک پروردگارا اختیار کر اپنے نبی کے لیے جسکو چاہے پس ابوطلحہ بغلی قبر کھودنے والا آیا اور اس نے قبر کو کھودا۔ **حقیر مولف**
کہتا ہے کہ ابو عبیدہ اسوقت قبر کھودنے کو آتے تو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کو اہل بیت رسالت سے غصب کرنے کو انکی عوض کون
جاتا الغرض قبر لحد کر تیار ہوئی تو جنازہ کو پائینتی کی طرف سے اسکے نزدیک لائے اور امیر المومنین معہ فضل بن عباس قبر کے اندر داخل ہوئے
کہ جسد اطہر کو زمین میں اتاریں اسوقت اوس بن خولی انصاری نے کہ اہل بدر سے تھا بیرون در سے آواز دی کہ یا علیؑ ہمارا حق نظر انداز
نہ کرو اور ہم کو اس شرکت سے محروم نہ رکھو آپ نے اسکو بھی اندر بلا لیا اور سب نے ملکر اس گنج خوبی کو قبر میں داخل کیا۔ پس امیر المومنین
نے کہا پروردگارا یہ تیرا نور ہے جس سے تو نے ظلمت کفر و شرک کو مقہور کیا اور اسکو خلقت کا راہبر بنایا اور اپنی طرف ہدایت کرائی روحہ
نسخۃ الاحدیۃ فی اللاھوت وجسدہ صورۃ معانی الملک والملکوت وقلبہ خزانۃ الحی الذی لا یموت طاؤس الکبریا
وحمام الجبروت انکی روح نسخہ وحدت یگانگی ہے عالم لاہوت میں اور انکا جسم ملک وملکوت کے معنوں کا ظاہر کرنیوالا اور انکا دل حیّ لایموت
کا خزانہ اسرار ہے کبریا کا طاؤس اور جبروت کا کبوتر۔ پس قبر سے باہر آئے اور خشت اسپر چنی روضۃ الاحباب میں ہے کہ سب سے آخر جو قبر سے باہر
آیا قثم بن عباس تھے اور ایک روایت میں ہے کہ علیؑ سب کے بعد قبر سے نکلے اور یہ جو روایت ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے اپنی انگوٹھی قبر میں ڈالدی اور
اس بہانہ سے اندر اتر کر پائے مبارک کو مس کیا اور باہر آکر کہا کہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ سے قریب العہد ہوں یہ روایت محققین حدیث
کے نزدیک معتبر نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب اس نے انگوٹھی نکالنے کو اندر جانا چاہا تو علیؑ مرتضیٰ نے اسکو روک دیا اور خود قبر میں
اترکر اسکی انگوٹھی نکالدی انتہی۔ **ناسخ التواریخ** میں ہے کہ کسی نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں یہ ماجرا نقل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی
مجال نہ تھی کہ ایسا کر سکتا بالجملہ اینٹوں کے اوپر مٹی ڈالی اور قبر کو مسطح بقدر چار انگشت کشادہ یا ایک شبر کے زمین سے بلند کیا اور اسپر پانی
چھڑکا پس امیر المومنینؑ رو بقبلہ کھڑے ہوئے اور یہ کلمات ارشاد کیے۔ ان الصبر لجمیل الاعنک وان الجزع لقبیح الا علیک وان
المصاب بک لجلیل وانہ بعدک لقلیل بیشک ہر مصیبت میں صبر کرنا اچھا ہے الا تمہاری مصیبت میں اور البتہ ہر ایک کے مرنے پر جزع
وبیقراری کرنا قبیح ہے مگر تمہاری موت پر بہ تحقیق کہ تمہاری مصیبت عظیم مصیبت ہے اور تمہارے بعد کمتر کوئی ایسی مصیبت ہوگی۔ منقول ہے
کہ جب حضرت رسول خدا نے دنیا سے رحلت کی تو ابوبکر و عمر و عبدالرحمن وغیرہ مہاجر و انصار اہلبیتؑ اطہار کو مبتلا درد مصیبت چھوڑ گئے اور
اصلا انکی تعزیت نہ کی اور رسولخدا کے دفن و کفن کی طرف بھی متوجہ نہ ہوئے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جاکر غصب خلافت کی فکریں کرنے لگے اسی سبب سے
بہت سے انہیں سے انحضرت کی نماز جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے حضرت امیر المومنینؑ نے بریدہ کو ان کے پاس بھیجکر نماز کو بلوایا مگر وہ نہ آئے

حتیٰ کہ ان کی بیعت اسوقت تمام ہوئی جبکہ یہاں آنحضرت کو دفن کر چکے تھے چنانچہ ایک شخص نے آکر حضرت امیر المومنین سے کہا کہ منافقین صحابہ نے اس خوف سے کہ مبادا تم فارغ ہو جاؤ تو وہ تمہارا حق غصب نہ کرسکیں ابوبکر کے ساتھ بیعت کرلی ہے حضرت کے ہاتھ میں اسوقت بیلچہ تھا اور قبر رسولخدا کو اس سے درست کر رہے تھے یہ سنکر سر بیلچہ کو زمین پر رکھا اور اسکے دستہ پر ہاتھ رکھکر آیات اول سورۂ عنکبوت کو ساء مَا یَحۡکُمُونَ تک تلاوت فرمایا حاصل ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔ آیا ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ ہم چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہ جائینگے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے البتہ آزمایا ہمنے ان لوگونکو جو ان سے پہلے تھے اور البتہ معلوم کریگا اللہ ان لوگوں کے تئیں جو راست گو ہیں اور جو جھوٹے دروغ زن ہیں۔ آیا بدکار لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم سے چھوٹ جائیں گے پس وہ غلط حکم کرتے ہیں۔ تفصیل قصہ غصب خلافت اس کتاب کی دوسری جلد میں مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ **کلینی** علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا روضۂ رضوان کو تشریف لے گئے تو جناب سیدہ کو آنحضرت کی مفارقت اور منافقوں کے ظلم اذیت سے وہ رنج و مصیبت پیش آئی کہ جسکی شدت سوائے حقتعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں پس اس جل شانہٗ نے جبرئیل کو مقرر کیا کہ اس جناب کے پاس جاکر سخنان دل آویز انکے غم و اندوہ کو تسکین دیں جبرئیل ہر روز آتے اور اس جناب کی دلداری فرماتے اور قرب و منزلت رسول اللہ اور انکے مدارج عالیہ بدرگاہ باری انسے بیان کرتے اور جو سلطنت حق و باطل اس امت میں ہونیوالی تھی اور رنج و مصیبت و بلا و محنت آنحضرت کی ذریت کو پیش آنیوالی تھی۔ اور جن جن عذاب میں دشمنانِ اہلبیت مبتلا ہونیوالے تھے ایک ایک کرکے انکے روبرو بیان کرتے تھے امیر المومنینؑ ان تمام حالات اور سوانح نادرات کو لکھتے جاتے تھے تا اینکہ رفتہ رفتہ ایک کتاب بنگئی کہ جو مصحف فاطمہؑ کے نام سے موسوم ہے اور تمام احوال آئندہ روز قیامت تک کے اسمیں درج ہیں اور وہ اب قائم آل محمدؐ کے پاس ہے۔ پس معصوم نے فرمایا کہ جناب فاطمہؑ رسول اللہ کے بعد پچھتر روز زندہ رہیں اور جب تک رہیں مبتلائے رنج و غم رہیں تا اینکہ اپنے پدر بزرگوار احمد مختار سے ملحق ہوئیں۔ صلوات اللہ علیہا و علی ابیہا و بعلہا و بنیہا +

تمام شد جلد اوّل حصہ اوّل

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی نعمائہ النعمۃ سلیٰ۔ الٰہی تیری بندہ نوازی کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا اگرچہ ہر حال میں بندہ پر تیرا شکریہ واجب ہے لیکن یہ شکر حد واجب سے بھی تجاوز کر گیا کہ تونے وہ علم جو حق و باطل میں تمیز کرنیوالا ہے عطا کیا پھر توفیق تحریر مرحمت فرمائی بعد ازاں عمر اسقدر بخشی کہ اپنی حیات میں اس کی دوسری اشاعت بھی دیکھ لی اور اس سے بڑھکر یہ کرم و فضل فرمایا کہ چھپ کر بھی شائع ہوگئی آخری یہ التماس ہے کہ یا ارحم الرحمین تو جمیع مومنین کو اس کے مطالعہ کی توفیق عنایت فرما اور حشر کے روز طرفداران ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ محشور کیجو۔ آمین ثم آمین +

مصنف (مولنا مولوی) السید مظہر حسن الموسوی

هٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ

للہ الحمد کہ بفضل رب العالمین و بطفیل آئمۂ طاہرین بنا بر بصیرت اہل ایمان و یقین منظر بہجت و اقفیت ناظرین و سرور قلوب مومنین المسمی بہ

جلد اول

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

حصۂ دوم

من تصنیف عالم بے نظیر و فاضل نحریر جناب مولانا و مقتدانا مقبول بارگاہ زمن جناب مولوی سید مظہر حسن صاحب قبلہ دامت معالیہم

بمطبع سعیدی دہلی باہتمام سید منیر حسن طبع شد

کتبہ خاکسار محمد اعلیٰ عفی عنہ ہاپوڑی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنینؑ

جلد اوّل حصہ دوم

ظہور شرور و فتن بعد رحلت حضرت رسول رب ذی المنن ازین دار محن

اب ہم حضرت امیرؑ کبیر کی زندگانی کے اس حصہ پر پہنچتے ہیں جو طرح طرح کے رنج و مصیبت و ایذا و اہانت سے مشحون ہے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا دار دنیا سے رحلت کرنا تھا کہ ان کے اہلبیتؑ طاہرہ تیر آفات کا نشانہ بن گئے۔ اول تو آپ کی وفات ہی انحضرات کے لئے بزرگ ترین مصائب تھی اسپر جو سلوک باخلاص یاروں نے ان بزرگوں کے ساتھ کئے عبرت گاہ اولو الابصار ہیں۔ خلقت کا دستور ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اُس کے اعزہ و اولاد کے ساتھ بلطف و مدارا پیش آتے ہیں اور تسلّی و دلاسا دیتے ہیں خصوصاً کسی پیر و مرشد کے گذر جانے پر تو مریدان باوفا اسکی اولاد کو اسکی جگہہ جانتے اور سر پر بٹھاتے ہیں اور کمال درجہ ان کی تعظیم و تکریم بجالاتے ہیں لیکن مرشد عالم و ہادی امم صلوات اللہ علیہ کی وفات پر معاملہ برعکس دیکھنے میں آیا یہاں آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کے چچا زاد بھائی اور داماد و وصی اور ان کی دختر نیک اختر پارہ جگر سے کینہ ہائے دیرینہ نکالنے کھڑے ہوگئے اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے لگے اور وہ ستم انحضرات پر کئے جنکا مجمل بیان آگے آتا ہے اہل تاریخ کے نزدیک مشہور ہے اور ابن قتیبہ وغیرہ مورخین سُنیہ کی کتابوں میں مسطور ہے کہ امیر المومنینؑ اپنے فرزند دلبند امام حسن علیہ السلام سے فرماتے تھے یا بنی مازلت مظلوما مبغیا علی منذ هلك جدك اے فرزند جب سے تمہارے نانا رسوؐل خدا نے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی مجھ پر ہمیشہ ظلم و بغاوت ہوتی رہی ہے۔ ابراہیم بن یحییٰ کہتا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے لَقَدْ ظُلِمْتُ عَدَدَ الْمَدَرِ وَالْوَبَرِ بتحقیق کہ میں بقدر ریگ بیابان و موہائے جانداران ظلم کیا گیا ہوں اور نیز انحضرت نے فرمایا انا اول من یجثو بین یدی اللہ عزوجل یوم القیامۃ للخصومۃ میں اول ہوں ان لوگوں میں کہ بروز قیامت

حق تعالےٰ کے سامنے فریاد خواہ ہوں گے۔ **مروی ہے** کہ حضرت رسالت پناہ کے قبض روح کے وقت حضرت یارِ غار مدینہ میں تشریف نہ رکھتے تھے شہر کے باہر سنح میں حوالیٔ مدینے سے اپنے گھر پر تھے ان کی عدم موجودگی میں سخت تشویش و اضطراب خلیفہ ثانی کو عارض ہوا کہ مبادا حصولِ مدعا میں جسکے لئے عرصہ سے سرگرداں ہیں کوئی حرج نہ پڑے پس اس جلدی میں انہیں اور تو کچھ نہ سوجھا بجز اسکے کہ تلوار سونت لی اور پکارے لااسمع احداً یقول مات رسول اللہ الا فریتہ بسیفی کہ میں جسکو یہ کہتے ہوئے سنونگا کہ رسول اللہ مرگئے یہ تلوار اس کے سر پر ماروں گا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عمر قسمیہ کہتے تھے کہ رسول فوت نہیں ہوئے تاآنکہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ان کو بھیجیگا اور وہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو انہیں مردہ بتلاتے ہیں اور کنز العمال[1] میں ہے کہ عمر موہنہ پھاڑ پھاڑ کر کہتے تھے کہ رسول اللہ موئے ہیں۔ انکی روح کو آسمان پر لیگئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کی روح کو لے گئے تھے۔ کبھی کہتے تھے ان کو حالتِ غشی ہے ہر چند لوگ کہتے وہ بلا شبہ مرگئے اور اسپر قسمیں کھاتے تھے حضرت عباس عمِ خیر الناس نے تو یہانتک کہا کہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اور لوگ ایک مرتبہ مریں اور رسول اللہ کو دو دفعہ موت آئے وہ حضرت حق تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہیں مگر حضرت عمر اپنی دُھن میں کسی کی نہ سنتے تھے اور تلوار گھماتے اور خلقت کو دہمکاتے پھرتے تھے کہ خبردار کوئی یہ نہ کہے کہ رسول اللہ مرگئے اور جبوقت تک کہ ابوبکر اپنے مکان پر بیرون شہر سے نہیں آلئے ان کے سر پر بناوٹی جنون کا بھوت ویسے ہی سوار رہا۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی محبت اور آپ کے رنج مفارقت سے خلیفہ ثانی کے حواس ٹھکانے نہ رہے تھے بیخودی کی حالت میں ایسا اور ایسا کہتے تھے ہم اس کو قبول نہیں کرسکتے۔ کیونکہ حضرت امیر المومنینؑ اور جناب سیدہؑ اور انکی اولاد طاہرہ سے بڑھکر کسی کو آپ کے ساتھ محبت ہو نہیں سکتی انکے حق میں تو اس حادثہ سے کوہ غم ٹوٹ پڑا تھا ان سے زیادہ کسی کے لئے رنج و قلق کا دعویٰ کرنا نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے مثل مشہور ہے جگر جگر و دگر دگر ہیں جب انہی حضرات نے اِس مصیبت کو بصبر و سکون برداشت کرلیا اور اصلاً باختہ حواس نہ ہوئے تو خلیفہ ثانی کا فرطِ غم سے بدحواس ہوجانا بجائیکہ آسمان کو زمین کہنے لگنا کیونکر تسلیم ہوسکتا ہے۔ حالانکہ خلیفہ صاحب کو اسقدر محبت حضرت رسالت پناہ کے ساتھ تھی وہ انکی زندگی کے حالات سے بخوبی عیاں ہے وہ کبھی جنگ کے موقعہ پر آپ کے ساتھ پائداری نہیں کرسکے اور نرغۂ اعدا میں آنحضرت کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جانا ان کا شیوہ ہوگیا تھا بہتیرا رسولِ خدا پکارتے کہ میں نبی برحق ہوں مجھکو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر ایک نہ سنتے تھے اسوقت یہ فرطِ محبت کہاں جاتا تھا۔ علاوہ ازیں ابھی قربِ وفات و دوران مرض الموت میں آپ بار بار اپنے مرگ کی خبر دیتے اور عمر اسکو سنتے اور اُف تک نہ کرتے تھے بلکہ وصیت نامۂ ہدایت شمامہ کے لکھنے کو قلم دوات مانگا تو خود حضرت عمر ہی تے اسکے دینے سے انکار کیا اور بکمال دریدہ دہنی آپ کو ہذیان سے نسبت دیکر حسبنا کتاب اللہ فرمایا جسکے صاف معنی یہ ہیں کہ ان کے مرنیکے بعد ہمکو کتاب خدا کفایت کرتی ہے نوشتے و تحریر کی حاجت نہیں رکھتے حضرت کے قبض روح ہوتے ہی یہ قلب ماہیت کسطرح ہوگیا کہ وہ آپ کے ایسے گہرے دوست بن گئے کہ اس رنج میں آپے سے باہر ہوگئے غرض ممکن نہیں کہ عمر کی یہ بدحواسی کوئی واقعی بدحواسی ہو کہ شدّت الم و اندوہ سے انپر طاری ہوئی ہو یہ صرف ایک دفع الوقتی

---

[1] اصل عبارت کنز العمال کی ہے فلم یزل عمر یتکلم حتی ان یدا اللہ واہ کہ عمر برابر کلام کرتے تھے تاآنکہ ان کے دونوں کنج دہن گھل گئے ۱۲ منہ

تھی کہ بوجہ غیر حاضر ہونے حضرت ابوبکر و دیگر رفقا کے ان کو عمل میں لانی پڑی چنانچہ اکثر اوقات بادشاہوں اور بڑے آدمیوں کے مرنے پر ان کے امرا و ارکانِ دولت ایسا کیا کرتے ہیں کہ میعاد معینہ تک ان کی موت کو چھپائے رکھتے ہیں تاکہ اسمیں ضروری انتظام کرلیں ایسا ہی حضرت عمر نے ابوبکر کے آلینے تک پیغمبر خدا کی موت کے چھپانے میں طرح طرح سے سعی کی کہ لوگ شبہ میں پڑجائیں اور کوئی خلافت و جانشینی کے مقدمے میں غور نہ کرنے پائے۔ پھر کنز العمال میں ہے فاقبل ابوبکر من السنح الخ خلاصہ یہ کہ ابوبکر اپنے مکان واقعہ سنح سے آکر بیت الرسالت میں داخل ہوئے۔ اور رسول اللہ کے روئے انور سے چادر سرکا کر دیکھا اور کہا قسم بخدا کہ آنحضرت نے وفات پائی عمر کا انکار درست نہیں۔ پھر مسجد میں آکر منبر رسول اللہ کے پاس کھڑے ہوئے عمر ان کو دیکھکر بیٹھ گئے اور ابوبکر نے اوروں کو بھی خاموش کرکے بٹھلایا پس خطبہ پڑھا تمام ہوا خلاصہ عبارت کنز العمال کا۔ دیکھئے ابوبکر کو دیکھتے ہی خلیفہ ثانی کا نشہ کیونکر ہرن ہوگیا اور وہ یا تو انکار موت رسول اللہ پر اڑے کھڑے تھے یا فوراً بیٹھ گئے حضرت ابوبکر نے جو خطبہ اسوقت کہا وہ قریباً تمام کتب تاریخ و حدیث سنیہ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے ایھا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یَعْبُدُ اللہ فان اللہ حی لا یموت یعنی لوگو جو شخص کہ محمدؐ کو معبود جان کر انکی پرستش کرتا تھا پس بہ تحقیق کہ محمدؐ مر گئے اور جو اللہ کو پوجتا تھا پس اللہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ جو رنگ کہ حضرت عتیق نے اسوقت اختیار کیا تھا انکی اس عبارت خطبہ سے بخوبی عیاں ہے بھلا اس مجمع میں ایسا کون تھا جو رسول اللہ کو معبود جانکر گریہ کرتا ہو نہیں تھا تو اس سوء ادب کے ساتھ انحضرت کے ذکر کی کیا ضرورت تھی کیا تسلی و دلاسا دینے اور روتوں کو خاموش کرنیکا یہی ایک طریقہ تھا اور کیا جنکا کوئی مرجاتا ہے انکو یونہی تعزیت کیا کرتے ہیں اسکے بعد خلیفہ اول نے یہ آیہ شریفہ پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ یعنی حقتعالیٰ فرماتا ہے کہ محمدؐ صرف ایک رسولؐ ہیں پس آیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو تم مرتد ہوجاؤگے تا آخر آیہ۔ غرض خطبہ تمام ہوا تو نہ حضرت عمر کی وہ بیقراری تھی نہ فریاد نہ بدحواسی نہ جنون اسیوقت خلافت و سلطنت کی صلاحین ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ اسی تک و دو میں اپنے اہالی موالی کے ساتھ سقیفہ بنی ساعد کی راہ لی اور لاشۂ رسول اللہ کو بلا غسل و کفن چھوڑ گئے کہ انکے اہلبیت و بنی ہاشم اس کے کفیل ہیں مولوی روم نے بہت درست کہا ہے ۵ چوں صحابہ حُبِّ دنیا داشتند ✤ مصطفٰے را بے کفن بگذاشتند ✤ ذکر حال پُر اختلال سقیفہ بنی ساعدۂ قبیلہ بنی ساعدہ خزرجی انصاریوں کا ایک شعبہ ہے یہ سقیفہ (چھپتہ) ان کی نشست گاہ تھی، جہاں لوگ صلاح مشورے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ یہ مکان اہلِ مدینہ کے لئے ایسا تھا جیسا کہ قریشِ اہل مکہ کے واسطے دار الندوہ پس جیسے کفار قریش وہاں جمع ہوکر حضرت رسولؐ خدا کے قتل و قمع کی تدبیریں سوچا کرتے تھے ایسے ہی انحضرت کی وفات کے روز ابوبکر و عمر اور ان کے رفیقوں نے اس سقیفہ میں ان کے اہلبیت کی دائمی تباہی و بربادی کی تدبیر کی کہ ان کو خلافت رسول اللہ سے محروم و مہجور کرکے خود اس پر قابض ہوگئے پس تمام آلام و مصائب و جملہ کوفت و کلفت کہ اہل بیتِ رسالتؐ اور ان کے دوستوں کو باضافۂ ظلم ہائے بنی امیہ و بنی عباس و اتلاف حقوق و ایقاع ہموم پہنچے اور تا قیامِ قیامت پہنچیں گے سب اسی اصل غیر اصیل کے فرع اور اسی شجر کے ثمر ہیں جو بروز سقیفہ لگایا گیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ واقعۂ ہائلۂ کربلا و قتل و قمعِ اولادِ علیؑ و زہراؑ و اعزہ و اقربا و

گرفتاریٔ زنان و اطفال و غارتِ اسباب و اموال سب کچھ اسی روز ہوا جبکہ عمر کی کار پردازی سے حکومتِ اسلام امیر المومنین علیہ السلام سے مسلوب و مغصوب ہو کر ابوبکر پر مقرر ہوئی۔ گویا حضرت سید الشہدا روحی و روح آبائی لہ الفدا کا خون اسی انصاریوں کی بیٹھک کے اندر سقیفہ کی سقف کے نیچے بہایا گیا۔ اسی جگہ سے ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے۔ انا قتلنا یوم السقیفۃ کہ میں اسی روز قتل ہو چکا تھا جبکہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں عمر کے دست بردسے خلافت ہم اہلبیت سے چھین لی گئی تھی۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں مافطرت قطرۃ من دمائنا و دماء شیعتنا الا و ھو فی اعناقھما الی یوم القیامۃ کہ ایک قطرہ بھی ہمارے خون کا اور ہمارے شیعوں کے خون کا نہیں گرا مگر اسکا وبال ان دونوں کی گردن پر ہے۔ **روایت** ہے کہ جب زید شہیدؒ نے ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں خروج کیا تو کسی نے اُن سے پوچھا کہ ابوبکر و عمر کی نسبت تمہارا کیا اعتقاد ہے۔ زید نے اس وقت تو کچھ جواب نہ دیا مگر عین وقت جنگ میں جبکہ ایک تیر لشکرِ مخالف سے آکر ان کی پیشانی پر لگا تو کہا این سائلی عن ابی بکر و عمر ھما اقامانی فی ھذا المقام کہ کہاں ہے وہ شخص جو مجھ سے ابوبکر و عمر کا حال پوچھتا تھا ان ہی دونوں نے مجھکو اس حال کو پہنچایا ہے۔ **بالجملہ** یہ دونو بزرگ اور ان کے اعوان و انصار و یاران وفادار مثل ابی عبیدہ جراح و سالم مولائے ابی حذیفہ وغیرہ جمع ہوگئے تو انہوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ معہ جملہ بنی ہاشم سید المرسلین کے سوگ و ماتم میں ہیں وہ ہرگز اسوقت ہم سے تعرض نہ کریں گے اور اصلاً کار و بار خلافت میں دخیل نہ ہوں گے پس مسلمانونکا بڑا گروہ انصاریوں کا گروہ ہے انکو رو براہ کرلیا تو سب کام ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا یہ سوچکر یہ خود غرض جماعت سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں پہنچکر اظہار کیا کہ رسول اللہ نے رحلت کی کوئی انکا جانشین مقرر ہونا چاہیے جو آنحضرت کے بعد مسلمانوں کے قضئے جھگڑے چکائے کافروں پر جہاد کرے جسمیں اس کام کی قابلیت پاؤ شرایطِ بیعت بجالاؤ صلحائے انصار یہ سنکر حیران ہوئے کہا ئیں یہ کیا کہتے ہو کل کی بات ہے کہ آنحضرتؐ نے علی ابن ابیطالب کو مجمع عام میں غدیر خم کے مقام پر اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ اور ہم سے اسکا قول و قرار لیا۔ اور اے عمر تمکو بھول گیا کہ آنحضرت نے ہم سب سے علیؑ کو بلفظ امیر المومنینؑ سلام کروایا پس جبکہ وہ مومنوں کے امیر ہیں تو انکے ہوتے کوئی اور کیونکر خلیفہ ہو سکتا ہے ابوبکر نے کہا یہ درست ہے مگر اس کے بعد آپ نے خلافتِ علیؑ کو منسوخ کر دیا چنانچہ ہم نے سُنا ہے کہ فرماتے تھے انا اھل البیت اکرمنا اللہ و اصطفنا للنبوۃ ولم یرض لنا بالدنیا و ان اللہ لا یجمع النبوۃ و الخلافۃ یعنی ہم اہلبیت کا حق تعالیٰ نے اکرام کیا اور نبوت کیلیے ہمکو برگزیدہ فرمایا اور نہیں رضا مند ہوا ہمارے لئے واسطے دنیا کے اور بالضرور وہ سبحانہ جمع نکریگا نبوت و خلافت کو۔ عمر وغیرہ نے تصدیق کی کہ ہم نے بھی پیغمبر کی زبان سے یہی سنا ہے۔ قاضی نور اللہ شستری علیہ الرحمہ مجالس المومنین میں رقمطراز ہیں کہ ان لوگوں نے سقیفہ میں جاکر انصار کو بہکایا کہ علیؑ مکان کا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے اور کار و بار خلافت سے جس پر منصوص تھے پہلو تہی کرتے ہیں اور اس کی پروا نہیں کرتے بہرکیف ان باتوں سے لوگوں کو شبہ ہوگیا۔ اور بعض حُضّار نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو خلیفہ ہماری قوم یعنی انصار سے کیوں نہو۔ کامل بہائی میں ہے کہ اوّل جس نے سعد عبادہ کے خلیفہ بنانے پر انصار کو برانگیختہ کیا خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتین تھا اس نے کہا ایھا الناس علی ابن ابیطالب گھر میں بیٹھکر تعزیت رسول اللہ میں مصروف

اعوان و انصار و یاران شیخین

ہیں قریش میں کوئی دوسرا شخص اس کام کے لائق موجود نہیں اتنا اشارہ پاکر انصار سعد بن عبادہ انصاری خزرجی سے بیعت کرنے پر تیار ہو گئے سعد ان دنوں بیمار تھے ان کو گھر سے نکال لائے اور مجمع کے درمیان ایک مسند پر لٹا دیا۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ سعد عبادہ اپنے لئے خواہانِ خلافت ہوئے اور نہ انصار نے ابتداً ان کے لئے اس امر کی خواہش کی بلکہ جیسا کہ مذکور ہوا وہ حضرت امیرؑ کو خلیفہ نصب کردۂ خدا و رسولؐ و امامِ برحق جانتے تھے مگر ان لوگوں نے انہیں دھوکا دیا۔ پس جب انہوں نے جانا کہ یہ درپے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خلافت کو ہم غصب کرلیں اور نیز شبہ ہوا کہ شاید شاہ ولایت پناہ اس سے کراہت رکھتے ہیں تو اس وقت انہوں نے سعد عبادہ کو اس کار کیلئے انتخاب کیا۔ پس انصار سعد کو ابوبکر کے مقابلے میں خلیفہ بنانا چاہتے تھے نہ کہ امیر المومنین کے مقابلہ میں اور **نیز** یہاں سے روشن ہوا کہ سقیفہ پردازی کی ابتدا اول حضرت شیخین کی طرف سے اٹھی۔ پس سنی جو کہتے ہیں کہ انصار نے سقیفہ سعد کے خلیفہ بنانیکا فتنہ برپا کیا ابوبکر عمر رفع فساد کے لئے وہاں گئے اور اس سے حرص سلطنت میں جنازۂ رسول اللہ کے چھوڑ جانیکا عظیم طعن ان سے دفع یا ہلکا کیا چاہتے ہیں یہ بھی صحیح نہوگا۔ بغرض خطبا ر انصار اپنے فضائل بیان کرتے تھے کہ لوگو فخر و فضیلت تمکو ہے محمد مصطفٰے بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سال اپنی قوم کو اسلام کیطرف دعوت کرتے رہے مگر بہت کم آدمیوں نے قبول کیا کہ جنسے نہ دین خدا کو عزت تھی نہ شر اعداء سے انحضرت کی حفاظت ہوسکتی تھی۔ تا اینکہ تم اسکے نبی پر ایمان لائے اور ان کے دشمنوں پر جہاد کیا۔ پس تمہاری تلوار سے عرب راہ راست پر آیا چار ناچار ان کو مسلمان ہونا پڑا پس وہ حضرت دنیا سے رخصت ہوئے در آنحالیکہ تم سے راضی و خوشنود تھے پس انکی جانشینی اور خلافت تمہارا حق ہے مبادرت کرو اسکی طرف قبل اسکے کہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ سبحان اللہ عجب وقت تھا اور طرفہ نفسا نفسی کہا جاتا تھا کہ ہماری تلوار سے عرب راہ راست پر آیا ہم نے انکو مسلمان کیا جسکی تلوار کے یہ اصلی و واقعی اوصاف تھے اسکا ذکر نہیں۔ القصہ حضرت ابوبکر نے کہا اے معشر انصار تمہارے شرف و بزرگی میں کسکو کلام ہے۔ حضرت رسول خدا نے تمہاری طرف ہجرت کی اور تم نے اسلام اور مسلمین کی نصرت فرمائی حتیٰ کہ حضرت باری عزاسمہ سے انصار دین کا لقب حاصل کیا مگر مہاجرین کا حق تم سے فائق ہے وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے قوم و قبیلہ سے ہیں اور آپ کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے ہیں۔ انکی خاطر کفار قریش کے جور سہے ظلم اٹھائے گھر بار عزیزوں یگانوں کو ترک کیا اور آپ کا ساتھ نہ چھوڑا اپنی جان و مال کو انپر قربان کیا عرب انکے سوا کبھی دوسرے کی اطاعت نہ کریگا یہی باتیں ہیں کہ روضۃ الاحباب وغیرہ میں ذرا بسط سے لکھی ہیں۔ خلیفہ ثانی انکی مدح کیا کرتے تھے کہ ابوبکر بڑے سخنور تھے میں بھی اس روز ایک تقریر بہ تزویر اپنے دل میں بنا کر لیگیا تھا چاہتا تھا کہ جلسہ میں بیان کروں انہوں نے روکدیا اور خود بالبداہت یہ تقریر فرمائی قسم بخدا کہ میری سوچی ہوئی تقریر سے کہیں بڑھکر تھی معلوم نہیں کہ انہوں نے اسکے بدیہی ہونیکا کہاں سے یقین حاصل کیا تھا ممکن ہے کہ جسطرح عمر پہلے سے دلمیں بنا کرلے گئے تھے اس سے زیادہ خونِ جگر پیکرا ابوبکر نے یہ تقریر بنائی ہو۔ مزید برآں اسمیں بجز اس کے کہ قرب و قومیت رسول کا سہارا لیا ہے اور اسکو دلیل استحقاقِ خلافت گردانا اور ہے ہی کیا۔ سو یہ بات اگر خلیفہ اول کو عقل مآل اندیش ہوتی تو زبان پر لانیکے قابل نہ تھی چہ جائیکہ اسی کو اخذ خلافت کا ذریعہ بنایا کیونکہ ظاہر ہے کہ یہی تقریر بالا ولی اصلی حقدار کیطرف انپر منقلب ہوئی ہے یہ غضب ہے کہ ابوبکر کہیں ساتویں آٹھویں پشت میں جاکر رسولؐ اللہ کے ہم نسب ہونیسے خلافت کا دعویٰ کریں اور ان کے

حقیقی چچازاد اور انکی اکلوتی بیٹی کے شوہر جو ہر طرح کے فضل و کمال سے آراستہ ہوں محروم رہ جائیں اسی جگہ سے ہے کہ حضرت امیر المومنین قریش کا شجرہ رسول اللہ سے کہتے تھے تو اپنے تئیں اسکا ثمر اور پھل فرماتے تھے اور یہ بات کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ پر جان و مال قربان کیا تھا اسی سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ معرکہائے جنگ میں آنحضرت کو چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے اور اس سے کہ ہجرت کے وقت انہوں نے بہ نوں صاع مدارج دو سو کا اونٹ نو سو کو رسول اللہ کے ہاتھ بیچا تھا جیسا کہ پہلے گذرا۔ القصہ تاریخ طبری میں ہے کہ ابوبکر نے کہا تم جانتے ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے الائمہ من قریش بنا بر اسکے خلافت صرف قریش کا حصہ ہے اور کسیکا نہیں پس ہاتھ کھولو کہ قریش میں سے کسی ایک سے تم بیعت کریں اور تم اسکے سامنے ایسے ہی ہو جیسے کہ رسول اللہ کے سامنے تھے۔ انصار نے کہا ہم علی بن ابیطالب سے بیعت کرینگے جو رسول اللہ کے چچازاد بھائی ہیں **نقل ہے** کہ عویم بن ساعدہ نے کہا ان الخلافۃ لایکون الامن اہل بیت النبوۃ فاجعلوھا حیث جعلہ اللہ کہ خلافت سوائے خاندان نبوت کے اور کسی کو نہیں پہنچتی اسکو اسی جگہ رہنے دو جہاں خدا نے رکھی ہے۔ اور کہا ایسا نہ کروگے تو سب سے پہلے جو اہل دین کے ساتھ جنگ کریگا وہ تم ہوگے کہتے ہیں کہ یہ عویم سعد اہل قبا سے تھا جنکے حق میں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی ہے۔ فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المتطہرین کہ اسمیں یعنی مسجد قبا میں وہ لوگ ہیں جو کہ دوست رکھتے ہیں پاکیزہ رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو۔ خزیمہ بن ثابت نے کہا اے گروہ انصار اگر آج تم نے ان لوگوں کو اپنے اوپر مقدم کرلیا تو یاد رہے کہ قیامت تک تمپر مقدم رہیں گے اور حکومت کریں گے اسپر انصار سعد عبادہ کی طرف رجوع ہوگئے۔ الامر معہ اپنے یاران ہمدم بدستور ابوبکر کے خلیفہ بنانے پر تلے ہوئے تھے اور کہتے تھے اے انصار تم مہاجرین کے بعد اور انسے دوسرے درجہ پر ہو ہم تمہاری قدر و منزلت پہچانتے ہیں ہر کام میں تم کو شریک رکھیں گے اور کوئی امر تمہاری صلاح بغیر انجام نہ دیں گے فنحن الامراء وانتم الوزراء پس چاہیئے کہ ہم امیر ہوں اور تم ہمارے وزیر۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے کہ اسوقت حباب بن منذر بن جموح اٹھا اور کہا اے قوم انصار اپنے تئیں ضبط کرو بہ تحقیق کہ یہ لوگ تمہارے زیر سایہ ہیں ان کی طاقت نہیں کہ تمہارے بغیر کوئی امر طے کریں جو کچھ ہوگا تمہاری مرضی و اجازت سے ہوگا کیونکہ تم صاحب قوت و شوکت ہو خلائق کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں کہ آیا تم کیا کرتے ہو پس نہ باہم اختلاف کرکے کام مت بگاڑ لیجیو اگر ان کو اسی پر اصرار ہے تو بہتر ہے ایک انسے امیر ہو ایک ہم سے اور مہاجرین سے مخاطب ہو کر کہا منا امیر و منکم امیر ایک امیر ہمارا رہا ایک تمہارا۔ امام محمد باقر علیہ السلام تفسیر آیہ شریفہ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس "کہ ظاہر ہوا فساد خشکی و تری میں بوجہ اس کے کہ لوگوں نے اپنے ہاتھوں کسب کیا تھا" میں فرماتے ہیں کہ قسم بخدا کہ یہ اسوقت تھا جبکہ انصار نے کہا منا امیر و منکم امیر اور نیز مروی ہے کہ آپ نے عبدالرحیم قصیر سے فرمایا اے عبدالرحیم یہ لوگ رسول اللہ کی وفات کے بعد حالت جاہلیت کی طرف عود کر گئے تھے۔ بطریق جاہلیت سعد سے بیعت کیا چاہتے تھے اور ویسے ہی رجز پڑھتے تھے ۔ یاسعد انت المرجا وشعرک المرجل وفحلک المرجم اے سعد تو امیدگاہ ہے اور تیرے بال شانہ کردہ اور تیرا عدو سنگسار شدہ ہے۔ القصہ عمر نے کہا ھیھات ھیھات دو تلواریں ایک میان میں نہیں سماتیں دو بادشاہ ایک ملک میں حکمراں نہو سکیں گے عرب کبھی راضی نہ ہوگا کہ تم ان پر حاکم ہو حالانکہ رسول اللہ تم سے نہیں

ہم آنحضرت کے عزیز و اقارب ہیں ہمسے انکی سلطنت کو منع نہ کرو۔ حباب نے پھر کہا انصاریوں اپنے ہاتھوں کو روکو اور اس شخص کی اور اسکے اصحابؔ کی باتیں نہ سنو یہ تمکو محروم کیا چاہتے ہیں بخدا کہ تم ان سے زیادہ تر سزاوار خلافت ہو۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ امیر المومنینؑ کو سقیفہ کی خبریں پہنچیں تو پوچھا انصار نے کیا کہا عرض کی وہ کہتے ہیں ایک امیر ہم سے ہو اور ایک تم سے۔ آپ نے فرمایا کس لیئے تمنے ان پر حجت نہ کی کہ تمہاری نسبت آنحضرت نے فرمایا ہے ان یحسن الی محسنھم ویتجاوز عن مسیئھم کہ ان کے نیکو کاروں کے ساتھ احسان کیا جائے اور بدکرداروں سے درگذر اور تجاوز کریں حاضرین نے عرض کی اسمیں حجت کی کیا بات ہے فرمایا اگر خلافت ان کے لیئے ہوتی تو یہ وصیت ان کے حق میں نہ فرماتے پھر پوچھا قریش نے کیا کہا۔ کہا انہوں نے کہا کہ ہم شجرۂ رسول اللہ سے ہیں فرمایا احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ افسوس انہوں نے شجرۂ رسول اللہ سے تو احتجاج کیا اور اس کے پھل یعنی خود آنحضرت کو ضایع و بیکار رہنے دیا۔ القصہ عمر و حباب میں گفتگو بڑھ گئی اور سخت سست باتیں ہوکر گالی گلوج ہونے لگی عمر ابوبکر سے بیعت کرانا چاہتے تھے اور حباب کا گوشۂ خاطر سعد کی جانب مائل تھا۔ ابوعبیدہ نے کہا اے معشر انصار تمنے سب سے پہلے دین خدا کی نصرت کی ہے ایسا نہ ہو کہ تم ہی تمام سے پہلے اسمیں رخنہ اندازی کرو۔ غرض یہ باتیں ہو رہی تھیں اور جسکا جو جی چاہتا تھا کہتا تھا مگر انجام کار نہ عمر کی غلظت و درستی کچھ کارگر ہوئی نہ ابوعبیدہ کی خوشامد و نرمی جس امر نے شیخین کو یہاں جتوا دیا وہ قبیلہ اوس و خزرج کی باہمی قدیمی عداوت تھی تفصیل اسکی یہ ہے کہ ان دو قبیلوں میں جو دو حقیقی بھائیوں اوس و خزرج پسران حارثہ بن ثعلبہ کی اولاد سے تھے قدیم الایام سے جنگ و جدل چلی آتی تھی۔ چنانچہ یوم القبیع یوم فجار یوم بعاث وغیرہ انکی مشہور لڑائیوں کے دن زبان زد عام تھے اسلام کے آنیسے یہ آتش حرب بجھی نہ تھی الا دب گئی اب جو سقیفہ میں سعد عبادہ خزرجی سے بیعت کی ٹھیری تو اوسیوں کو یہ امر بہت شاق و گراں گذرا اور ان کی دشمنی کی کچھ بجھی ہوئی چنگاری پھر بھڑک اٹھی۔ اسید بن حضیر کہ نقبار انصار سے تھا اور شرف بیعت عقبہ کا رکھتا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور بولا یہ کام قریش کا ہے جس کو وہ مقدم کریں اسکو مقدم کرنا چاہیئے بعد ازاں بشیر بن سعد پدر نعمان نے کہ بزرگان انصار سے شمار ہوتا تھا قریش کے تقدیم کی طرف میلان خاطر ظاہر کیا ان دو اوسی سرداروں کے موافق ہوجانے سے جناب ابوبکر کی خوشی کے مارے باچھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا احسنتم احسنتم جزاکم اللہ خیرا شاباش آفرین خدا تمہیں جزا رخیر دے۔ اب یہ دو عمر و ابوعبیدہ مرد شیوخ مہاجرین سے موجود ہیں انمیں سے جس ایک کے ساتھ چاہو بیعت کرلو اور اپنی پہلی درمیانی قرار داد کی وجہ سے فوراً جواب پایا کہ کون ان قدموں کو پیچھے ہٹا سکتا ہے جنکو رسول اللہ نے نماز میں آگے بڑھایا اور اس کے ساتھ ہی حضرت عمر نے لپک کر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھدیا۔ یعنی بیعت کرلی۔ بقولے پہلے بشیر سعد نے بیعت کی پھر عمر خطاب نے تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ جب شیخین اور انصار کے درمیان کلام کو طول ہوا اور بشیر بن سعد انکا طرفدار نکلا تو ابوبکر نے عمر کو آنکھ سے اشارہ کیا عمر نے بفور اشارے کے بیعت کی اس کے بعد بشیر مذکور نے کی۔ پھر ابوعبیدہ جراح نے۔ اسوقت حباب نے کہا اے بشیر قسم بخدا کہ تو نے اپنے ابن عم پر رشک و حسد کیا اور کینۂ دیرینہ تیرا جوش زن ہوا کہ مبادا وہ امیر ہوجائے۔ یہ کہکر تلوار میان سے نکال لی لوگوں نے بمشکل تمام ان کو ٹھنڈا کیا تو اس نے کہا اب جبکہ کام ہاتھ سے نکل گیا تو کیا ہو سکتا ہے قسم بخدا کہ ایک وہ زمانہ ہوگا کہ انسے پانی مانگوگے اور وہ قطرۂ آب تمکو نہ دینگے ابوبکر نے کہا اے حباب تو مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کیا تجھ سے نہیں

مگر تیرے بعد اور لوگ اسپر مسلط ہوں گے جو ایسا کریں گے ابوبکر نے کہا جب ایسا ہو تو معزول کر دیجیو حباب نے کہا ہیہات اے ابوبکر اسوقت نہ تو ہو گا نہ میں ہونگا اور لوگ پیدا ہوں گے کہ ہماری اولاد پر ایذا دیکر معذب کرینگے۔ ابن ابی الحدید اپنے استاد شیخ ابوجعفر یحیٰی بن محمد علوی سے نقل کرتا ہے کہ یہ پیشین گوئی حباب کی بروز واقعہ حرہ پوری ہوئی جبکہ یزیدیوں نے انصار سے مشرکین بدر کے بدلے لئے پھر کہتا ہے کہ حضرت رسول خدا بھی اپنی ذریت کی نسبت یہی خوف کرتے تھے کہ امت آنحضرت کے بعد ان سے کینے نکالے گی پس چاہتے تھے کہ ان کے ابن عم و داماد آپ کے بعد خلیفہ ہوں اور وقتاً فوقتاً اسکی تاکید و تمہید کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ امیر و والی امر ہو کر رہنے میں ان کے لئے اتنا اندیشہ نہ تھا جتنا کہ رعایا ہو کر رہنے میں تھا مگر قضا رالہی اسکے مساعد نہ ہوئی اور آل رسول کو پہنچا جو کچھ کہ پہنچا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ اسید بن حضیر نے کہا قسم بخدا کہ اگر آج خزرج کو خلافت ملجاتی تو ہمیشہ ہمیشہ کو تمپر فضیلت و فوقیت چاہتے اور کبھی تم کو اسمیں شریک نہ کرتے اب اٹھو اور ابوبکر سے بیعت کرو پس انہوں نے بیعت کی اور سعد عبادہ اور خزرجیوں کو شکست فاش ہوئی **مؤلف** کہتا ہے دیکھئے بشیر بن سعد و اسید بن حضیر بزرگان و اصحاب خاص خاتم النبین سے تھے پھر بھی کیسی سخت عداوت اپنے خزرجی بھائیوں کی طرف سے دل میں رکھتے تھے کہ جب تک انکا کام خراب نہ کیا آرام نہ لیا۔ اخوت اسلام و طول صحبت خیر الانام نے اصلاً انکو نفع نہ بخشا۔ ایسے ہی حضرت امیر المومنین کی طرف سے اکثر مہاجرین کے دلوں میں کینے بھرے ہوئے تھے کیونکہ ان کے بہت سے دوست آشنا عزیز و اقربا آنحضرت کی تلوار سے قتل ہوئے تھے یہی عداوت حضرت رسولخدا کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی کہ نص رسول اللہ کو آنحضرت کی خلافت پر بالائے طاق رکھدیا اور حق بحقدار نہ پہنچنے دیا بلکہ انواع ستم و آزار آنحضرت پر کئے۔ پس جیسے اوسیوں کی عداوت خزرجیوں سے باوجود انکے صحابی جلیل القدر ہونیکے صحیح و ثابت ہے ویسے ہی اکثر صحابہ کی عداوت امیر المومنین قاتل المشرکین کے ساتھ کوئی عجیب نہیں مگر سنی حب و حمایت شیخین میں اسکو نہیں مانتے اور بعید جانتے ہیں کہ صحابہ نص رسول اللہ کو ترک کریں بلکہ شیعوں پر اس اعتقاد میں طنز و طعن کرتے اور انکو نادان بتاتے ہیں۔ فخر رازی تفسیر کبیر میں سورہ نمل کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مورچہ نے اپنی قوم کو ڈرایا کہ یَآ اَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ اے چیونٹیوں اپنے گھروں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمکو کچل دے درآنحالیکہ وہ ناواقف ہوں۔ دیکھو چیونٹی نے بھی سلیمان اور ان کے لشکر کی طرف یہ گمان کیا کہ وہ دیدہ و دانستہ جانداروں کو پاؤں میں کچل دینگے شیعہ چیونٹی سے بھی زیادہ بیوقوف ہیں کہ اصحاب رسول اللہ کی طرف ارتکاب جرم کی نسبت کرتے ہیں۔ پس اب امام صاحب اور ان کے مقتدی آنکھیں کھولیں کہ بشیر بن سعد و اسید بن حضیر جیسے بزرگ صحابیوں نے اپنے بنی اعمام کے ساتھ حسد و عداوت سے کیا سلوک کیا۔ ابن اثیر مذکور کہتا ہے کہ بشیر نے ابوبکر سے بیعت کی تو حباب نے کہا لَقَدْ عَقَقْتَ عِقَاقًا وَاَنْفَسْتَ عَلَی ابْنِ عَمِّکَ الْاِمَارَةَ کہ ابوبکر سے تیری بیعت کرنے کی کوئی وجہ نہیں بجز اسکے کہ تو نے قطع رحم کیا اور اپنے چچا کے بیٹے کی امارت پر حسد لیگیا علاوہ بریں جو حضرت رسول اللہ کی آخری زندگی کے حالات کو بغور دیکھے اسکو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ خلافت کے خواستگاروں نے اسکی طمع میں کیا کچھ نہیں کیا آپ نے وصیت نامہ لکھنے کو قلم دوات مانگا انہوں نے

سلہ بعض کتب میں عقتک عفاۃ فائے موحدہ و تائے مثناۃ کے ساتھ آیا ہے اسوقت اسکے معنے یہ ہونگے بہت سی بلائیں تجھکو نیست و نابود کر دیں ۱۲ منہ

نہ دیا۔ اور الٹا آنحضرتؐ کو ہذیان سے منسوب کیا۔ جیش اسامہ میں بھرتی کرکے شام کو بھیجنا چاہا پہلو تہی کی تاکید کی نہ جانے پر مردود و ملعون کہا
ذرا اثر نہ ہو۔ پس جب آپ کی زندگی میں ان کی یہ کیفیت تھی تو وفات کے بعد اگر حرص حکومت و امارت میں نص خلافت حضرت امیرؑ کو ہضم کر جائیں
تو انسے کیا بعید ہے۔ ہم آگے چلکر خود سنیوں کی روایت سے یہ مضمون نقل کریں گے یہاں اتنا اور کہتے ہیں کہ اگر طمع سلطنت میں از خود رفتہ نہ تھے
تو کسلئے قبض روح رسالتؐ پناہ کیوقت عمر دیوانہ بکار خویش ہشیار بنگئے کیوں لاشۂ رسول اللہ کو چھوڑ کر بلا اطلاع بنی ہاشم چپکے چپکے سقیفہ کو
دوڑ گئے اور کس لئے ابوبکر نے عمر کو آنکھہ کا اشارہ کرکے بیعت کرائی۔ الغرض بشیر بن سعد نے خواہ عمر سے پہلے بیعت کی خواہ بعد اس میں
شک نہیں کہ اسکی بیعت ابوبکر کی کامیابی میں بہت فائدہ مند ہوئی۔ لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ خلاصۃ الرجال میں اسکو صاحب مقبولین سے
شمار کرتے ہیں صاحب مجالس لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اسکی بیعت کرنیکا قصہ جیسا کہ مشہور ہے علامہ کے نزدیک صحیح نہ ہوا ہو یا انہوں نے
اس بیعت میں اسکو معذور رکھا ہو کیونکہ اس روز اکثر انصار نے اس دہوکے میں ابوبکر سے بیعت کی کہ امیر المومنین اس سے کراہت رکھتے
ہیں پس اس بیعت سے لازم نہیں آتا کہ وہ خلافت ابوبکر کو برحق جانتا ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ بعد زوال شبہ حقیقت حال اسپر کھل گئی ہو اور اس
بیعت سے پشیمان ہوا ہو۔ **بالجملہ** بیعت ہوچکی تو سلمان فارسیؓ نے اپنی زبان فارسی میں کہا کردید و نکردید پھر عربی میں کہا اصبتم واخطاتم
کہ تم نے کیا اور پھر کچھہ نہ کیا۔ یعنی مسلمان ہوئے تھے تو بانی اسلام کے جملہ اوامر و احکام پر کان لگانا اور تمام ضروریات اسلام کو ماننا چاہئے تھا
جب امامت جیسے ضروری امر میں آنحضرتؐ کا فرمان واجب الاذعان نہ سنا تو تمہارا اسلام کچھہ اسلام نہیں بعض کہتے ہیں کہ مدعا یہ تھا کہ اصبتم
الخیر واخطاتم المعدن کہ تم نے یہ تو اچھا کیا کہ خلافت کا تصفیہ کر لیا مگر اسکے بعد معدن و مقام کی تعیین میں خطا کی اور چوک گئے۔ ابن ابی الحدید
کہتا ہے کہ ہمارے اصحاب افضلیہ کے قول کی بموجب یہ اسطرح ہے۔ اخطاءتم واصبتم کہ پہلے تمنے بیعت ابوبکر میں تامل کرنے میں خطا کی پھر
بیعت کرکے راہ صواب پر آگئے مگر یہ خیال محال ہے سلمان رضی اللہ عنہ کا بیعت ابوبکر سے انکار کرنا آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔ غرض مہاجرین
سے رفقا و یاران شیخین نے ابوبکر سے بیعت کی انصار سے زیادہ تر اوسیوں نے کی بعض نے کہا ہم علیؑ کے سوا کسی کے ساتھہ نہ کریں گے قبیلہ
خزرج نے بالتمام انکار کیا بنی ہاشم سر سے سے علیحدہ تھے ان کے ساتھہ خواص اصحاب امیر المومنینؑ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد۔ عمار یاسر۔ خالد بن
سعید۔ براء بن عازب وغیرہ نے اس سے انکار کیا۔ زبیر بروایت ابن اثیر طلحہ زبیر و ابوسفیان بن حرب و ابی بن کعب وغیرہ بھی اس میں شامل

قصۂ سعد بن عبادہ انصاری

نہیں ہوئے۔ سعد بن عبادہ مدۃ العمر ابوبکر و عمر دونوں کی خلافت کا قائل نہیں ہوا۔ **نقل ہے** کہ ہنگامہ بیعت میں قریب تھا کہ سعد
لوگوں کے پاؤں کے نیچے دب کر ہلاک ہو کسی نے کہا قتلتم سعدا تمنے سعد کو مار ڈالا۔ عمر نے کہا اقتلوا سعدا قتل اللہ سعدا سعد کو قتل
کرو خدا اسکو قتل کرے۔ قیس بن سعد نے یہ سنا تو کود کر عمر کی ڈاڑہی پکڑلی کہ اے پسر ضحاک حبشیہ لڑائیوں میں ڈر کر بھاگنے والے امن میں شیر کی طرح
غرانے والے۔ اگر ایک بال بھی میرے باپ کے بدن کا کم ہوا تو ایک دانت تیرے مونہہ میں باقی نہ چھوڑوں گا ابوبکر نے کہا رفق و مدارا کر
اے عمر کہ رفق ہی مطلوب ہے سعد نے کہا اے پسر ضحاک اسوقت مجھہ میں طاقت برخاست نہیں۔ نہیں تو مدینہ میں تمہارے نکالنے اور بدبر
کرنیکی آواز کے سوا اسوقت دوسری آواز سنائی نہ دیتی دور ہو یہاں سے اور وہیں چلے جاؤ جہاں کہ تم ذلیل و خوار دوسروں کے

زبردست وتابعدار تھے۔ اے آل خزرج مجھکو اس آشوب گاہ سے باہر نکالو پس خزرج اسکو اٹھا کر گھر میں لیگئے۔ کامل بہائی میں ہے کہ ابوبکر کی
بیعت کا قصہ پیش آیا تو انصار نے کہا تمنے خلیفہ نصب کردہ رسول خدا کو ترک کیا اور تابع ہوائے نفس ہوگئے تو تمسے کسی ایک کو دوسرے پر
ترجیح نہیں ہم سعد عبادہ کو اپنا امیر بناتے ہیں سعد نے کہا میں دین کو دنیا کے عوض نہیں بیچتا اور اسلام کے بعد کفر اختیار نہیں کرتا باوجود خلیفہ
برحق کے مجھکو خلافت منظور نہیں اس سے ابوبکر کا کام قوی ہوگیا۔ اور لوگ اسکی طرف مائل ہوئے جب سعد سے بیعت کرنیکو کہا تو اس نے کہا کہ
مینے اپنے لئے یہ کذب و دروغ روا نہ رکھا تو اوروں کے لئے کیونکر روا رکھونگا پس اس نے اپنی تمام قوم سمیت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور اُسکے
آدمیوں کی کثرت و شوکت سے کوئی اسپر جبر نہ کر سکا بلکہ بظاہر موافقت کا دم بھرتے تھے کہ کسی حیلہ سے اس سے بیعت لیں حتےٰ کہ ایک روز
قیس بن سعد نے عمر سے کہا کہ میں تجھکو نصیحت کرتا ہوں سعد نے قسم کھائی ہے کہ تم سے بیعت نہ کرونگا اور بجبر اس سے بیعت نہیں لیسکتے
الا یہ کہ اسے قتل کرو اور وہ قتل نہ ہوگا جب تک کہ تمام خزرج قتل نہ ہوں اور خزرج کا قتل ہونا بھی اسکے قتل پر منحصر ہے اور یہ قتل نہ ہونگے
جب تک کہ تمام بطون یمن نیست و نابود نہ ہوجائیں یہ تمہاری طاقت سے باہر ہے بہتر ہے کہ اس سے تعرض نہ کرو۔ اور محمد بن جریر طبری نے
ابو علقمہ سے روایت کی ہے کہ اس نے سعد سے کہا کہ ابوبکر سے بیعت ہوئی تو کس لئے اس میں شامل نہ ہوا تو اس نے کہا قسم بخدا کہ مینے
رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرمایا اذا انا مت یضل الاھواء ویرجع الناس الی اعقابھم فالحق یومئذ مع علی وکتاب اللہ بیدہ
لا تبائع احدا غیرہ کہ میرے بعد لوگ بسبب خواہشات نفسانی کے گمراہ ہوجائیں گے اور اپنے پہلے کفر کی طرف رجوع کریں گے پس حق
اُس روز علیؑ کے ساتھ ہوگا اور کتاب خدا اُس کے ہاتھ میں تو ان کے سوا کسی سے بیعت نہ کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ مینے کہا تیرے سوا کسی
اور نے بھی یہ حدیث پیغمبر سے سنی ہے کہا کیوں نہیں سُنی مگر لوگوں کے دلوں میں بغض اور کینے بھرے ہوئے ہیں۔ ان باتوں کو چھپاتے
ہیں۔ مینے کہا یہ نہیں بلکہ تو خلافت اپنے لئے چاہتا تھا۔ تو اس نے بحلف کہا کہ میرا ارادہ تھا اگر لوگ علیؑ سے بیعت کرتے تو سب سے
پہلے بیعت کرنیوالا میں ہوتا۔ غرض اس قضیے کے بعد سعد چندے مدینہ میں رہے پھر شروع عہد خلافت عمر میں شام کو چلے گئے۔
وہاں ایک ایک ہفتہ اپنے عزیز و یگانوں میں بسر کرتے تھے اور دیہہ بدیہہ پھرتے تھے خالد ولید کو یہ حال معلوم ہوا تو عمر کے خوش
کرنیکو تیر و کمان لیکر ایک رات راستہ کے سرے پر جا بیٹھا اور ایک تیر دلدوز مار کر انکا کام تمام کیا بعض کہتے ہیں کہ عمر نے کچھ روپیہ دینا
کرکے محمد بن مسلمہ کو سعد کے قتل کیلئے شام کو بھیجا تھا اور تاریخ بلاذری سے نقل ہوا ہے کہ عمر خطاب نے خالد اور ابن مسلمہ دونو کو مدینہ
سے بھیجا تھا ان کے تیروں سے شہید ہوئے اور مغیرہ بن شعبہ کا بھی نام لیا گیا ہے صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ سعد نے ابوبکر
سے بیعت نہیں کی اور شام کو چلا گیا وہاں کچھ عرصہ بعد ایک بڑے آدمی کی تحریک سے مارا گیا۔ ظاہر ہے کہ بڑے آدمی سے اس مصنف
کی مراد فقط حضرت عمر سے ہے بہرکیف بدنامی کے خوف سے یہ مشہور کیا گیا کہ جنہوں نے انکے تئیں قتل کیا ہے اور ایک شعر بھی ان
کی زبان سے مشہور کردیا ہو ہذا ؎ قد قتلنا سید الخزرج سعد بن عباد ٭ فرمیناہ بسھمین فلم یخط فؤادہ ٭
یعنی ہمنے سردار خزرج سعد عبادہ کو قتل کیا اسکے دو تیر لگائے ٭ وہ بیخطا اسکے دل میں لگے۔ **لطیفہ** امام ابوحنیفہ کوفی و مومن الطاق

ہیں اکثر اوقات مزاح ہوتی تھی ایک مرتبہ ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر خلافت حق علیؑ ابن ابیطالبؑ تھا تو کسلئے انہوں نے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسکو طلب نہ کیا مومن الطاق بڑے حاضرجواب تھے بولے خاف ان تقتله الجن کما قتلو سعد بن عبادہ کہ انکو ڈر ہوا کہ جیسا جنوں نے سعد عبادہ کو قتل کیا کوئی جن آنحضرت کو نہ قتل کر ڈالے۔ **نقل ہے** کہ حضرت رسولخدا کے غسل کیوقت عباس ابن عبدالمطلب نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا تھا کہ برادرزادے دست دراز کرو کہ میں تمہارے ساتھ بیعت کر لوں لوگوں کو معلوم ہوگا کہ عم رسول اللہ نے انکے ابن عم سے بیعت کر لی ہے تو کوئی چون وچرا نہ کریگا حضرت نے فرمایا اے عمو کیا اسمیں کسی کو رخنہ اندازی کی مجال ہے عباس نے کہا تمکو معلوم ہو جائیگا حضرت امیرؑ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ یہ امر دیواروں کے پیچھے مکان میں مخفی طور سے ہو۔ ابی بن کعب انصاری کہتا ہے کہ میں بروز سقیفہ شام کیوقت ایک مجلس انصار کے پاس سے گذرا پوچھا کہاں سے آتا ہے مینے کہا اہل بیت رسالت کیخدمت سے کہا کس حالت پر انکو چھوڑا مینے کہا کیا حال ہوان لوگوں کا جنکا مکان آجتک مہبط جبرئیل ومحل رسولخدا رہا ہے اور اب یہ امور اسکے منقطع ہوگئے۔ اسپر جملہ حاضرین کو رقت ہوئی اور میں بھی رویا ❖

تشئید بنائے بیعت سقیفہ وتتمیم خلافت خلیفہ

سقیفہ میں جیسا اوپر گذرا بہت تھوڑے اشخاص نے ابوبکر سے بیعت کی تھی مگر اس کے بعد خود انکی سرگرمی اور دلسوز یاروں کی جانفشانی سے جلد جلد اس جماعت میں ترقی ہوتی گئی پہلے تو سقیفہ سے نکلتے ہی ان لوگوں نے مشہور کیا کہ خلیفہ اول پر خلافت قرار پاگئی ہے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ انکے ساتھ بیعت کریں۔ اسی اثنا میں معاذ جبل یمن سے آگئے تو جملہ یاران ہمدم وہمراز خالد ولید سے جاناں کو ساتھ لیکر شہر کی گشت کو اٹھ کھڑے ہوئے اور جدا جدا ہر ایک سے ملکر بیعت پر زور دیتے تھے۔ منقول ہے کہ ابوبکر کہتے تھے البدار البدار قبل البوار مبادرت کرو طرف بیعت کے قبل اسکے کہ عذاب وہلاکت میں گرفتار ہو۔ حضرت عمر نے کمر کو چادر سے مضبوط کس رکھا تھا اور پکارتے پھرتے تھے الا ان ابابکر قد بویع فهلموا الی البيعة لوگو ابوبکر سے بیعت ہو چکی ہے تم بھی آکر بیعت کرو یہ عوام بیعت کرتے اور جہاں کہیں کسی کے گھر میں پوشیدہ ہونیکی خبر سن پاتے تو اپنے اہالی موالی سمیت اس کے گھر میں گھس جاتے اور نکالکر بیعت کرا لیتے تب چھوڑتے حتیٰ کہ بنی ہاشم اور ان کے جانبدار ابھی غسل وکفن رسول اللہ سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ انہوں نے صدہا ہزارہا خلائق کو طوعاً وکرہاً اپنے سے متفق کر لیا صاحب کامل بہائی لکھتے ہیں کہ انہوں نے اسی رات کو عکرمہ بن ابی جہل اور اسکے چچیرے بھائی حارث بن شہاب وغیرہ سے تحفہ تحائف دیکر اور وعدہ حکومت کر کے بیعت لی۔ اور بحار الانوار میں نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے زنان مہاجرین وانصار کو کچھ مال رشوت کے طور سے تقسیم کیا۔ زید بن ثابت اسکو پہنچاتے تھے زنان بنی عدی بن نجار سے جو ایک کے پاس اسکا حصہ لیگئے تو اس نے کہا یہ کیسا مال ہے زید نے کہا ابوبکر نے عورات کو تقسیم کیا ہے یہ تمہارا حصہ ہے عورت نے کہا تم مجھکو رشوت دیکر میرے دین سے پھیرنا چاہتے ہو میں یہ مال نہیں لیتی اور اسکو رد کیا۔ جملہ مخالفین بیعت سے ایک ابوسفیان پدر امیر معاویہ تھا کہ بڑے جوش وخروش سے کہتا تھا کہ آج ایسے فتنہ وفساد کا غبار بلند ہوا ہے کہ آب شمشیر کے سوا ہرگز نہ دبیگا۔ آل عبد مناف کو

کیا ہوا ادنے ترین قبائل قبیلہ تیم کو حکومت ہو اور وہ خاموش رہیں کہاں ہیں دو مرد ذلیل وضعیف علیؑ وعباسؓ کہ ابوبکر کو خلافت سے روکیں
پھر حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں آکر چلایا ابسط یدک ابایعک فواللہ لئن شئتھا لاملئنھا خیلاً ورجلاً اپنا ہاتھ کھولو کہ
بیعت کروں قسم بخدا کہ تم چاہو گے تو اس شہر کو سواروں اور پیادوں سے مالا مال کر دوں گا یہ روایت ابن اثیر کی ہے کامل میں اور شیخ مفید
علیہ الرحمہ ارشاد میں فرماتے ہیں کہ اس نے بیت الرسالت کے در پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے بنی ہاشم تم راضی ہو کہ ابوفصیل[1] زویل پسر زویل یعنی ابوبکر
بن ابی قحافہ تم پر حکمراں ہو۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا حاصل مطلب یہ ہے لے پسران ہاشم خلافت رسول اللہ تمہارا حق ہے بنی تیم و بنی عدی کون
دو ابوالحسن علیؑ کے سوا کوئی اس کام کے لائق نہیں لے ابوالحسنؑ اپنے ہاتھوں کو تھامے رہو بہ تحقیق کہ جو امر تم چاہتے ہو لے سکے سزاوار بھی ہو
وغیرہ وغیرہ۔ مگر چونکہ یہ تمام باتیں بر نیت فاسد مسلمانوں میں کشت وخون کرا کر تماشا دیکھنے کی نیت سے تھیں قبول بارگاہ ولایت
پناہ نہ ہوئیں ارشاد ہوا کہ او ابوسفیان تو ہمیشہ اسلام و مسلمین کا بدخواہ رہا ہے تیری کوئی بات قربۃً الی اللہ نہیں چلا جا کہ ہم رسول اللہ کے
کام میں مشغول ہیں جو جیسا کرے گا پائیگا۔ ابوسفیان وہاں سے پلٹا تو مسجد میں آکر بنی امیہ کو پھسلانے لگا۔ غرض اس طرح دیوانہ وار پھرتا تھا اب
سنئے کہ بانیان بیعت بکریہ نے کیونکر اس بھوت کو اپنے سر سے ٹالا انہوں نے اسے خلوت میں بلا کر سمجھا دیا کہ حکومت شام تیرے نام کئے
دیتے ہیں۔ ابوسفیان اس اشارت با بشارت کے پاتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ روضۃ الصفا میں ہے۔ گویند صدیق وفاروق را معلوم شد کہ
ابوسفیان داعیہ مخالفت وارد پسر او یزید را بامارت شام نوید دادند ابوسفیان کہ ایں معلوم کرد ترک منازعت ومخالفت نمودہ مطیع ومنقاد
گشت۔" غرض اسی معاہدے کے موافق پس از چندے اسکا بیٹا یزید پھر معاویہ یکے بعد دیگرے حاکم شام ہوئے حتیٰ کہ معاویہ کے بعد یزید
پلید کو حکومت شام وخلافت اسلام پہنچی گویا قتل امام حسینؑ علیہ السلام کا پروانہ بھی حضرات شیخین نے ساتھ کے ساتھ ہی جاری کر دیا تھا
اور ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ابوسفیان جمع اموال صدقات کے لئے مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا واپس آیا تو رسول اللہ رحلت فرما چکے تھے پس
وہ ابوبکر کی مذمت کرنے اور اسکے برخلاف لوگوں کو بھڑکانے لگا عمر نے ابوبکر سے کہا کہ مجھکو اسکی شرارت سے خوف ہے بہتر ہے کہ جو مال یہ تحصیل
کرکے لایا ہے اسی کے پاس رہنے دو ابوبکر نے اسکو قبول کر لیا ابوسفیان راضی ہو گیا بنا بر اس روایت کے جبتک اس نے مال ومنصب دونو
نہیں لے لئے رو براہ نہیں ہوا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فتنہ عام ہو گیا تھا اور بلا و مصیبت تمام خرابی کے اسباب بہمہ وجوہ مہیا اور
شیطان نے پورا پورا قابو پا لیا تھا کہ اہل شقاق ونفاق باہمدیگر معاون ومددگار تھے اور مومن اہل یقان ایک دوسرے کی نصرت ویاری چھوڑ
بیٹھے تھے۔ یہی معنی ہیں قول حق سبحانہٗ تعالیٰ کے واتقوا فتنۃ لا یصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃً کہ ڈرو اور خوف کرو اس فتنے سے کہ اسکی
مصیبت خاصکر تم سے ظالموں ہی کے لئے نہیں بلکہ ظالم اور غیر ظالم دونوں کے لئے یکساں ہے۔ حقیر مترجم کہتا ہے کہ واقعی حضرت رسول اللہ
کی وفات کے بعد صدر خلافت خلیفہ اول میں کچھ ایسی ہی ہوا مسلمانوں میں چلی تھی کہ مومن منافق سب ایک رنگ میں رنگین ہو کر نص
روز غدیر کو بھلا بیٹھے تھے۔ الا چند نفر قلیل جن کے قدم اس نازک موقعہ پر ثابت وقائم رہے گو تھوڑے عرصہ بعد انمیں سے بہت سے متنبہ ہو کر

[1] فصیل بچہ شتر از مادر جدا شدہ۔ جونکہ لفظ بکر کے معنی بھی قریب قریب اسی کے بچہ شتر کے ہیں لہذا ابوبکر کو براہ طنز وعیب ابوفصیل کہا کرتے تھے ہکذا فی البحار۔

حق کی طرف رجوع کرنے لگے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد مسلمانوں کی ٹھیک وہی کیفیت ہو گئی تھی جو حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانیکے وقت نبی اسرائیل کی ہوئی تھی جیسے وہ ان کے وصی و جانشین جناب ہارون کی اطاعت سے نکل کر گوسالۂ سامری کی پرستش کرنے لگے تھے ایسے ہی یہاں وارث مرتبہ ہارونی جناب مرتضیٰ علیؑ کی اطاعت چھوڑ کر اس امت کی گوسالہ یعنی ابوبکر کے مطیع ہو گئے تھے راست فرمایا ہے رسول اللہ نے لترکبن امتی سنۃ نبی اسرائیل حذو النعل بالنعل کہ میری امت سنتِ نبی اسرائیل پر عمل کریگی جسطرح کہ ایک جوتی دوسری کی برابر ہوتی ہے۔ **القصہ** اگلے روز تجدید و تکمیل بیعت کا جلسہ مسجد رسولؐ اللہ میں ہوا ابوبکر نے منبر رسول اللہ پر جا کر خطبہ کہا کہ میں تمپر والی ہوا ہوں حالانکہ تم سے بہتر و افضل نہیں ہوں جب تک طاعتِ خدا بجالاؤں میری اطاعت تمپر لازم ہے جب نافرمانی اس جل شانہٗ کی کروں تو میری اطاعت تمپر لازم نہیں پس عدل و انصاف کروں تو پیروی کرو ورنہ مجھے معزول فرماؤ آگاہ ہو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے کہ مجھپر غالب ہوتا ہے پس جبکہ دیکھو کہ میں غضبناک ہوں تو مجھ سے اجتناب کرو۔ یہ کلمات آپ سے متواتر ہیں حتیٰ کہ صاحب صواعق محرقہ تک نے ان کو نقل کیا ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ انکی بہت مدح کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسا خطبہ آجتک کسی سے نہیں سنا۔ مگر ہم حیران ہیں کہ جس شخص پر وقتاً فوقتاً شیطان مسلّط ہوتا ہو وہ کوئی دینی فرمانروائی کیونکر کرسکتا ہے اُسکی شیطنت کی حالت کے اقوال و افعال و احکام کو لیکر کیا کریں گے۔ عجب نہیں کہ آپ جو سقیفہ میں دوڑے گئے اور وہاں جا کر کہا کہ خلافت علیؑ کو رسولؐ اللہ منسوخ کر چکے اور حدیث الائمۃ من قریش تصنیف فرمائی بعد ازاں قضیۂ فدک میں حدیث منع میراث انبیا بیان کی یہ سب اُسی وقت کے خیال ہوں جبکہ شیطان آپ پر سوار ہو حیرت ہے کہ خلیفہ ثانی سے تو شیطان اسقدر ڈرے کہ ان کے سایہ سے بھاگے اور جس راستے کو وہ جائیں وہ راستہ بھی چھوڑ دے جیسا کہ یہ حضرات انکے مناقب و مفاخر میں کہتے اور لکھتے ہیں اور خلیفہ اول پر کہ لامحالہ اُنسے افضل تھے وہ ایسا دلیر ہو کہ جب چاہے انکی گردن پر آچڑھے سلیم بن قیس ہلالی نے سلمانؓ فارسی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے غسل دینے میں مصروف تھے اور عرض کی ابوبکر اسوقت منبر رسولؐ اللہ پر ہیں اور لوگ راضی نہیں کہ ایک ہاتھ سے بیعت کریں دونوں ہاتھوں سے کرتے ہیں حضرت نے فرمایا جس نے سب سے پہلے بیعت کی وہ کون تھا سلمانؓ نے کہا سقیفہ بنی ساعدہ میں تو اوّل بشیر بن سعد نے پھر ابو عبیدہ جراح پھر عمر نے پھر سالم مولائے ابی حذیفہ نے بیعت کی فرمایا یہ نہیں جس نے منبر رسولؐ پر اول بیعت کی وہ کون تھا سلمانؓ نے کہا وہ ایک مرد پیر کبیر السن تھا جس کی پیشانی پر اثر سجود ظاہر تھا کمر بانہے عصا ہاتھ میں لئے لرزتا کانپتا آگے آیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ تجھکو اس مقام پر نہ دیکھ لیا۔ ہاتھ بڑھا تا کہ بیعت کروں۔ ابوبکر نے ہاتھ دراز کیا اور اس نے بیعت کی پھر مسجد سے چلا گیا۔ حضرت نے پوچھا اے سلمانؓ تجھکو معلوم ہے کہ وہ کون شخص تھا کہا نہیں لیکن یہ کلام اس کا مجھکو بہت برا معلوم ہوا گویا وہ رسول اللہ کی موت پر شماتت کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا اے سلمانؓ وہ ابلیس ملعون تھا بہ تحقیق کہ مجھکو رسولؐ اللہ نے خبر دی ہے کہ جو سب سے پہلے میرے منبر پر بصورت شیخ کبیر ابوبکر سے بیعت کرے گا شیطان ہوگا۔ **منقول ہے** کہ ابلیس بروز وفات رسولؐ اللہ بصورت مغیرہ بن شعبہ متمثل

بیعت ابلیس با ابوبکر

ہو کر پکارا کہ ایہا الناس خلافت رسول اللہ کو سلطنت کسریٰ و قیصر قرار نہ دو بلکہ اسمیں وسعت کرو کہ سب کے لئے گنجائش ہو اور بنی ہاشم کی طرف اس کو رد نہ کرو کہ زنانِ حاملہ اس کی امیدوار رہیں گی یعنی اگر بنی ہاشم سے مخصوص ہو جائیگی تو جب کوئی عورت انسے حاملہ ہوگی تو منتظر بچہ پیدا ہونیکی رہیگی اور دوسروں کے واسطے ایسی تجویز نہ کریگی۔ **روایت** ہے کہ جب بروز غدیر حضرت رسولخدا نے علی علیہ السلام کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا اسوقت ابلیس لعین نہایت محزون و غمگین ہوا اور اس نے غصہ میں آکر ایک چیخ ماری کہ اسکا تمام لشکر خشکی و تری سے سمٹ کر اسکے پاس جمع ہو گیا اور کہا اے سید و سردار ہمارے کیا مصیبت تجھپر واقع ہوئی کہ ہمنے اسطرح کی آواز کبھی تجھ سے نہیں سنی اس نے کہا محمد مصطفےٰ نے آج وہ کام کیا ہے کہ اگر تمام ہو گیا تو پھر کبھی میرے لئے امید کامیابی کی نہیں۔ بعد ازاں جبوقت حضرت رسالت پناہ مرض الموت میں بیمار ہوئے اور قلم و دوات طلب کیا اور عمر نے نہ دینے دیا اور کہا قد غلب علیہ الوجع وانہ لیہجر حسبنا کتاب اللہ کہ درد نے انپر غلبہ کیا اور وہ ہذیان بکتے ہیں ہمکو کتاب خدا کافی ہے تو اسوقت پھر شیطان نے ایک نعرہ مارا اور لشکر جمع ہوا تو ان سے اپنا اطمینان دلی ظاہر کیا پھر آنحضرت نے وفات پائی اور ابوبکر کو خلافت ملی تو شیطان نے بڑی خوشی منائی تاج شاہی اپنے سر پر رکھا اور منبر پر جا کر اپنی ذریت سے کہا کہ مسرور ہو کہ اب پورے طور سے طاعتِ خدا نہ ہوگی جبتک کہ مہدیٔ آل محمد ظہور نہ کرے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے بعد نقل حدیث فرمایا یہی معنے ہیں قول سبحانہ تعالیٰ لقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین کے **ترجمہ** البتہ تصدیق کیا ابلیس نے انپر اپنے ظن کو پس متابعت کی اسکی انہوں نے بجز ایک گروہ مومنوں کے۔ امامؑ نے فرمایا جو گمان ابلیس نے ان کی نسبت بروز منع قلم و دوات کیا تھا اسکی آج تصدیق ہو گئی۔ **روایت بریدۂ اسلمی** روضۃ الصفا میں غنیہ سے نقل کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمی نے اپنے قبیلہ میں ایک علم ترتیب دیا اور مدینہ میں لا کر درِ دولت سرائے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب پر گاڑ دیا عمر خطاب کو یہ حال معلوم ہوا تو اس سے کہا مسلمانوں نے ابوبکر کے ساتھ بیعت کر لی ہے تو کس لئے مخالفت کرتا ہے بریدہ نے کہا ہم اس کے مالک کے سوا کسی سے بیعت نہ کریں گے پس مجمعِ صحابہ میں طلب کر کے پوچھا یہ کیا باتیں ہیں جو تو کہتا ہے بریدہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ اللہ نے مجھکو اور خالد ولید کو حضرت علی کے ہمراہ یمن کو بھیجا تھا مجھکو انسے اسقدر عداوت تھی کہ اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی واپس آکر رسول خدا کی خدمت میں داخل ہوا تو آپنے انکا حال پوچھا میں اپنی اسی عداوت کی وجہ سے انکی غیبت اور بدگوئی کرنے لگا پس دیکھا مینے کہ روئے مبارکِ رسولؐ اللہ متغیر ہو گیا اور شدت غیظ سے فرمایا یا بریدہ اتقع فی رجل اولی الناس بکم بعدی اے بریدہ تو اس شخص کی مذمت کرتا ہے جو میرے بعد تمہارے لئے سب سے اولیٰ ہے جب یہ کلام آنحضرت کی زبان معجز بیان سے سنا تو میں نے کہا یا رسول اللہ توبہ کرتا ہوں اُس امر سے کہ آپ کے غضب و غصہ کا باعث ہو حضرت میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں فرمایا علیؑ کو آلینے دے تھوڑی دیر میں علی آئے اور گوشہ مسجد میں بیٹھکر نعلین رسولؐ اللہ کی اصلاح کرنے لگے اسوقت مینے عرض کی یا رسول اللہ اپنے وعدہ کو وفا فرمایئے فرمایا یا علیؑ بریدہ تم سے عداوت رکھتا تھا مگر اب اسپر نادم ہے اور توبہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس کے لئے استغفار کروں تم بھی استغفار کرو پس رسولخدا و علیٔ مرتضیٰ دونو نے میرے لئے استغفار کی بعد ازاں بریدہ دوستان و ہواخواہانِ امیر المومنینؑ سے ہو گیا اور جنگ جمل و صفین میں ملازم رکاب فیض انتساب رہا۔

روایت برا ربن عازب

برابن عازب کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ بنی ہاشم کا خیرخواہ رہا رسول اللہ نے وفات پائی تو شدت رنج والم سے چاہتا تھا کہ دیوانہ ہوجاؤں پس بار بار رو رو لت پر حضرت اہلبیت کی خدمت میں جاتا اور باہر بزرگان قریش کے حال کا نگران تھا کہ دیکھوں یہ کیا کہتے اور کیا کرتے ہیں کہ یک بیک دیکھا میں نے کہ حضرت ابوبکر و عمر مجمع سے غائب ہوگئے تھوڑی دیر میں سنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کی تک ودو میں گئے ہیں پھر خبر آئی کہ ابوبکر کے ساتھ بیعت بھی ہوگئی۔ پس از ساعتے کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اور ان کے اصحاب ابو عبیدہ و عمر خطاب و دیگر حاضرین جلسہ چلے آرہے ہیں اور چادر ہائے یمنی کمروں سے باندہ رکھی ہیں جسکو راہ میں دیکھتے ہیں پکڑ کر خواہ بیعت پر رضامند ہو یا نہ ہو اسکا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ سے چھوا دیتے ہیں یہ دیکھکر میرے ہوش پرواز کر گئے اور دوڑا ہوا آنحضرت کی طرف گیا دروازہ بند تھا زور سے کھڑکایا اور کہا ابوبکر سے بیعت ہوگئی ہے عباس اندر تھے بولے تَرِبَتْ اَیْدِیْکُمْ اِلیٰ اٰخِرِ الدَّھْرِ اے بنی ہاشم تم ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئے۔ میں نے تم کو کہا تھا اگر تمنے نہ مانا اب اسکا نتیجہ دیکھا برار کہتے ہیں کہ میں ایسا ہی ملول حزین تھا کہ اتنے میں رات ہوگئی رات کو دیکھا میں نے کہ مقدادؓ و سلمانؓ و ابوذرؓ و عبادہ بن صامت و ابوالہیثم بن تیہان و حذیفہ و عمار یاسرؓ یہ سب ایک مقام پر بیٹھے صلاح کر رہے ہیں کہ امر خلافت کو شورائے مہاجرین کیطرف راجع کریں ابوبکر و عمر کو اس حال کی خبر پہنچی تو انہوں نے ابو عبیدہ جراح و مغیرہ بن شعبہ کو بلا کر مشورہ کیا مغیرہ نے کہا اس امر میں خوف صرف علی ابن ابی طالب کا ہے پس ہمکو چاہئے کہ عباس بن عبدالمطلب کے پاس چلیں وہ عم رسول خدا ہیں ان کے لئے امر خلافت میں کچھ حق مقرر کر دینا چاہئے تاکہ وہ علیؑ ابن ابی طالب سے جدا ہوجائیں پس اگلے روز رات کے وقت یہ لوگ عباس کے مکان پر گئے اور دستک دی عباس خود دروازے پر آئے اور سب کو اندر لے گئے جب ہر ایک اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گیا تو ابوبکر نے سلسلۂ کلام شروع کیا اور بعد حمد و صلوٰۃ کہا خدا کا شکر ہے کہ اسنے ہمارے درمیان نبی مرسل مبعوث کیا اب اس حضرت نے خانۂ آخرت کو دار ناپائیدار پر اختیار کیا اور ہمکو چھوڑ گئے کہ برضائے یکدگر کسی کو والی امر اور اپنا حاکم مقرر کریں پس مسلمانوں نے بالاتفاق مجھکو اس کار کیلئے انتخاب اور اختیار کیا ہے مجھکو اس میں ذرا وسواس و اندیشہ نہیں مگر سنتا ہوں کہ بعض مسلمان میرے خلاف حرکت کر رہے ہیں ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے اس امر میں کچھ حصہ مقرر کریں کیونکہ تم عم رسول خدا ہو اور وہ حضرت ہمارے اور تمہارے درمیان سے تھے۔ چونکہ عمر کے مزاج میں غلظت و خشونت تھی تو انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا عباس سمجھیں کہ ہمسے ڈر کر ہمارے پاس آئے ہیں کہا اے عباس ہم کوئی حاجت اور غرض لیکر تمہارے پاس نہیں آئے بلکہ محض تمہاری خیرخواہی اور بہبودی مدنظر ہے کیونکہ مسلمانوں نے مضبوطی سے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے تم ابتک اس سے علیحدہ ہو ہمکو خوف ہے کہ اس مخالفت سے تمکو کوئی ضرر پہنچے پس ہم تمہارے خیرخواہ ہیں اور تمہاری حفاظت کی نظر سے کہتے ہیں کہ جو کچھ کرو خوب سوچ سمجھکر کرنا۔ عباس یہ باتیں سنکر اٹھے اور حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا کہ یہ درست ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے نبی مرسل کو ہمارے درمیان مبعوث کیا الا امت کو اختیار نہیں کہ آنحضرت کے بعد ہوائے نفسانی سے جسکو چاہیں خلیفہ بنالیں پس اگر تمنے رسول اللہ کی قرابت سے خلافت لی ہے تو صرف ہمارا حق تھا کہ غصب کیا اور مسلمانوں کی وجہ سے حاصل کی ہے

توہم بھی انہیں سے ہیں اور اسپر رضامند نہیں لے ابو بکر تمہارے کلام میں صریح تناقض ہے ایکبار تم کہتے ہو کہ مسلمانوں نے مجھپر اتفاق کیا پھر
خود ہی بیان کرتے ہو کہ وہ اس کے خلاف ہیں۔ اگر کچھہ تم ہمکو دینا چاہتے ہو تمہارا اپنا حق ہے تو ہمکو اسکی ضرورت نہیں اسکو اپنے پاس رہنے
دو اور جو تمام مسلمانوں کا ہے تو تم اسکے دینے کے مجاز نہیں اور ہمارا ہے تو ہم راضی نہیں کہ اسمیں سے تھوڑا سا لیں اور باقی تمہارے پاس
چھوڑ دیں اور تمہارا یہ کہنا کہ رسول اللہ تمہارے اور ہمارے درمیان سے تھے پس وہ حضرت ایک شجر سے ہیں کہ ہم اسکی شاخیں اور تم ہمسائے
ہو اور اے عمر تو جو کہتا ہے کہ اس مخالفت میں ہمارے لئے خوف ضرر ہے پس اس خوف کی تمنے بنیاد ڈالی ہے اور تم ہی اسکے بانی ہو واللہ
المستعان۔ **روایت ابن ابی الحدید معتزلی دربارۂ نص خلافت حضرت امیر المومنین علیہ السلام** ابو بکر انباری
اپنی امالی میں لکھتا ہے کہ ایک روز علیؑ مسجد رسول اللہ میں عمر خطاب کے پاس بیٹھے تھے وہاں سے اٹھے تو ایک مرد بیہودہ سرا آپ کی
مذمت کرنے اور عجب وخود پسندی سے آپ کو منسوب کرنے لگا عمر نے کہا اگر وہ عجب کریں تو بجا ہے قسم بخدا کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ستون
اسلام قائم نہ ہوتا اور وہ ہیں اقضائے امت وسابق الاسلام وصاحب شرف وفضیلت اس مرد نے کہا ایسا ہے تو کسلئے تم اُن کو خلافت
نہیں دیتے۔ عمر نے کہا کرهناه علی حداثة السن وحُبّه بنی عبدالمطلب یعنی بوجہ کم سنی اور اولاد عبد المطلب کو دوست رکھنے کے
ہم انکی امارت سے کراہت رکھتے ہیں تاہم کچھہ عرصہ نگذریگا کہ وہ خلافت پر فائز ہوں گے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ مینے یہ کلمات ابو جعفر یحیی
بن ابی زید نقیب کے سامنے قرات کئے تو کہا یہ اخبار نص خلافت علی بن ابی طالب پر دلالت کرتے ہیں لیکن مجھکو صحابہ کا رسول اللہ
کی اس نص کے برخلاف اتفاق کرلینا بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کسی اور امر ضروری دین نماز روزہ حج وغیرہ میں ان کی مخالفت پر
متفق ہو جانا بعید ہے۔ ابو جعفر نے کہا یہ لوگ خلافت کو نماز روزہ کیطرح ضروری دین نہیں جانتے تھے بلکہ امارت لشکر و تدبیر جنگ و سیاست
رعیت کی طرح اسکو دنیوی انتظامات سے شمار کرتے تھے اسی سبب سے مصالح ملکی کے سامنے نص پیغمبر کی مخالفت کرنیکی پروا نہیں کرتے
تھے مگر نہیں دیکھا تو نے کہ لشکر اسامہ کے ساتھ جانیکو اپنی مصلحت کے خلاف جانکر ابو بکر و عمر نے کیسی صریح مخالفت پیغمبر کی حالانکہ ابھی
وہ حضرت زندہ تھے اور نیز تو جانتا ہے کہ آنحضرت نے ابو ہریرہ کو حکم دیا کہ منادی کردے کہ جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ازروے اخلاص کہیگا
داخل بہشت ہوگا تو عمر نے ابو ہریرہ کی چھاتی میں اس زور سے ہاتھ مارا کہ وہ پشت کے بھل گر پڑا اسی طرح بہت سی نصوص پیغمبر کو انہوں نے
ترک کیا مثل اس کے کہ سہم ذوی القربیٰ کا ضبط کرلیا اور مولفۃ القلوب کا حصہ نہ دیا۔ رسول اللہ نے مرض الموت میں وصیت کی کہ نصارائے
نجران کو جزیرۃ العرب سے نکالدیں انہوں نے اسپر عمل نہ کیا اور اسقدر نصوص پیغمبر کی مخالفت کی کہ ان کے بعد فقہاء اہلسنت قیاس کو
نص پر ترجیح دینے لگے تا اینکہ رفتہ رفتہ اہل قیاس نے ایک تازہ شریعت بنالی غرض ملک و بادشاہی کی مصلحتوں کو عموماً نصوص پیغمبر
پر مقدم رکھتے تھے علیٰ ہذا علیؑ کی خلافت میں بھی نص پیغمبر کی پروا نہیں کی اور اسکی مخالفت کی یہ وجہ بیان کی کہ لوگ ان کی طرف سے
بغض و عداوت رکھتے ہیں اور اپنے باپ بھائی اور بیٹوں کے جو ان کے ہاتھہ سے مارے گئے خون کے طلبگار ہیں بعض کہتے تھے کہ وہ
جوان ہیں اور نسب شریف رکھتے ہیں اسکی وجہ سے ہمپر فخر و فوقیت چاہیں گے جو نا قابل برداشت ہوگا۔ اور بعض راضی نہ تھے کہ

خلافت و نبوت ایک گھر میں جمع ہوں کہ پھر کسی کو اسپر دسترس نہ رہے اور کہتے تھے کہ خلافت اس خاندان سے باہر رہے گی تو امید ہے کہ کبھی نہ کبھی ہمکو بھی اس سے حصہ ملے یہ حال مومن مسلمانوں کا تھا منافق خود آنحضرت سے جلتے تھے اور انکی قرابت قریبہ کو پیغمبر کے ساتھہ دیکھہ نہ سکتے تھے۔ بالجملہ یہ سب ہمدست و ہمداستان ہوگئے کہ خلافت کو علیؑ تک نہ پہنچنے دیں سرداران و سربرآوردگان نے کہا کہ عرب علیؑ کی حاست نہیں کریگا وہ نص رسول کے تو منکر نہ تھے الا یہ کہتے تھے کہ حاضر وہ باتیں دیکھہ سکتا ہے کہ غائب انکو دیکھہ نہیں سکتا پیغمبر اسوقت موجود نہیں کہ مصلحت وقت کو دیکھیں انصار کے سعد عبادہ سے بیعت کے ارادہ نے اور بھی انکو تقویت دیدی چنانچہ وہ سقیفہ کو دوڑ گئے اور وہاں جاکر فوراً ابوبکر سے بیعت کرلی فبایعوہ وکانت فلتۃ وہ بیعت جلدی کا بن سوچا سمجھا کام تھا جیساکہ عمر خطاب کہتے تھے اور کہا اگر کوئی کہیگا کہ کسلئے تمنے نص رسول اللہ کی مخالفت کی تو کہیں گے کہ فتنہ و فساد کے خوف سے کی ابوبکر ہی اس کار کے لئے موزوں ہے خصوصاً جبکہ عمر اسکا وزیر ہو وہ ایک بوڑھا تجربہ کار آدمی ہے نرمی و آہستگی سے کام کریگا اور چونکہ شرافت نسبی نہیں رکھتا تو اس کی طرف سے فخر و مشیخت کا بھی اندیشہ نہیں اگر خلافت علیؑ کو دیتے تو لوگ اسلام کو چھوڑ کر دوبارہ بت پرست و کافر ہو جاتے پس صلاح اسلام کے لئے مخالفت نص کی روا ہے یہ خاص خاص لوگوں کا مقولہ تھا عوام نے جب دیکھا کہ بزرگان صحابہ علیؑ کے خلاف جمع ہوگئے تو انہوں نے جانا کہ اس نص کے برخلاف انکو رسول اللہ سے کوئی خبر پہنچی ہوگی خاصکر جبکہ ابوبکر نے حدیث الائمۃ من قریش روایت کی تو وہ سمجھے کہ نص خاص اس سے منسوخ ہوگئی اب خلافت کیلئے فقط قریشی ہونا درکار ہے کوئی کیوں نہو اور کہا کہ بزرگان صحابہ رسولخدا کے مقصود و مراد کو اچھی طرح پہچانتے تھے انہوں نے جو کچھہ کیا ہو سوچ سمجھکر کیا ہوگا۔ کیونکہ اعراب بادیہ نشین قوت فکر و اجتہاد کی نہ رکھتے تھے کسی نیک و بد سے انکو بحث نہ تھی اگر ان کے سرغنہ نماز واجب بھی انسے ساقط کر دیتے تو وہ اسکو بھی قبول کر لیتے۔ لاجرم نص رسول خدا دربارۂ خلافت علیؑ مرتضٰے محو و مندرس ہوگئی۔ علاوہ برایں علی علیہ السلام و بنی ہاشم نے گھر کے دروازے بند کر لئے کہ بے شرکت غیرے کفن و دفن رسول اللہ بجا لائیں اس نے ابوبکر کی بیعت کو اور بھی قوت بخشی کیونکہ لوگوں نے جانا کہ انحضرت کو اس طرف توجہ نہیں چنانچہ رسول اللہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر علیؑ نے جب اپنا حق طلب کیا تو انصار وغیرہ نے یہی کہا لودعوتنا الی نفسک قبل البیعۃ لما عدلنا بک احداً اگر بیعت سے پہلے تم اپنی طرف دعوت کرتے تو ہم تمہارے برابر کسی کو نہ جانتے مگر اب جبکہ بیعت ہو چکی تو اس کے توڑنیکی کوئی سبیل نہیں۔ اس کے بعد نقیب ابو جعفر کہتا ہے کہ عمر کی مخالفتیں رسول اللہ کے ساتھ بکثرت ہیں اور اگر کوئی بھی مخالفت نہ ہوتی تو صرف وہی مخالفت کافی تھی جو کہ اس نے مرض الموت آنحضرت میں کی کہ آپ نے دوات و قلم طلب کیا کہ ایک نامہ لکھیں جس سے امت کو ابدی ضلالت و گمراہی سے نجات ہو تو عمر نے نہ دیا اور کہا جو کچھہ کہ کہا یعنی کہا اِنَّ الرَّجُلَ قَدْ یَھْجُرُ بہ تحقیق کہ یہ مرد ہذیان بکتا ہے ہمکو کتاب اللہ کافی ہے جب رسول اللہ کے سامنے ان کی زندگی میں اسکی یہ کیفیت تھی تو اگر آپ کے پیچھے ان کے خلاف ابوبکر سے بیعت کرلی تو کونسی تعجب کی بات ہے جب عمر کے سامنے کوئی حدیث خلافت علی علیہ السلام کا ذکر کرتا تو وہ کہتے کہ رسول اللہ نے ابوبکر کو نماز پڑھانیکا حکم دیا تو وہ حدیث منسوخ ہوگئی۔ پھر نقیب مذکور کہتا ہے کہ ایک بات یہ ہوئی کہ ابوبکر و عمر نے خلافت پاکر تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کی موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے اور روکھی سوکھی روٹی پر

قناعت کرتے اور اموال غنائم لوگوں کو بانٹ دیتے خود اسمیں طمع نہ کرتے اس سے مسلمانوں کے دل میں کچھ شک و شبہ تھا بھی تو رفع ہوگیا کہ اگر اغراض نفسانی ان کو اس مخالفت کی باعث ہوتی تو چاہئے تھا کہ اموالِ دنیا سے متنفع ہوتے کیونکہ خلاف نص رسول کرکے دین کو بگاڑا ہوتا تو دنیا سے تو بہرہ ور ہونا تھا جبکہ انہوں نے اموال دنیا سے بھی بہت فائدہ نہ اٹھایا تو اسی سے معلوم ہوا کہ انہوں نے نص رسول اللہ کی مخالفت نہیں کی۔ ابوجعفر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ انہوں نے مال دنیا کی لذتوں کو تو یاد رکھا اور لذت ریاست و حکومت کو بھلا دیا حالانکہ اولالعزم، باہمت لوگ کھانے پینے جماع کرنیکی لذائذ کو مد نظر نہیں رکھتے بڑی لذت کہ ان کو مقصود ہوتی ہے لذتِ حکومت وانفاذ امر ہے وہ حاصل ہوگئی تو پھر کسی چیز کی پروا نہیں کرتے شیخین نے اسکو حاصل کیا عثمان بھی ان کے قدم بقدم چلتا تو اسکا بھی بال بینکا نہ ہوتا اور کوئی اس پر معترض نہ ہوسکتا ہر چند وہ قبلہ کو خانہ کعبہ سے اٹھا کر بیت المقدس کی طرف بدل دیتا اور ہر چند نماز پنجگانہ سے ایک نماز کم دیتا کیونکہ اہل دنیا کی نظر دنیوی کاروبار پر ہوتی ہے اور اپنے مطلب سے مطلب رکھتے ہیں اسکو حسب مراد پاتے ہیں تو کچھ تعرض نہیں کرتے اسمیں کسر دیکھتے ہیں تو چیختے چلاتے اور شور مچاتے ہیں۔ عثمان نے بیت المال پر دست درازی کی اور اپنے اپنے رشتہ داروں سے خاص کر لیا یعنی ہمہ تن دنیا میں غرق ہوگیا تو لوگ اسکی بغاوت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اسکو فاجر و فاسق کہا حتےٰ کہ حصار سے دیکر مار ڈالا۔ **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ یہ بات کہ ابوبکر و عمر اپنے عہد خلافت میں اموال بیت المال سے بہرہ ور نہیں ہوئے محض زہد خشک سے گذران کرتے رہے کلیۃً صحیح نہیں آئندہ حالات خلیفہ ثانی میں ناظرین دیکھیں گے کہ وہ ایک رقم چھیاسی ہزار کی اپنے سر پر لے گئے اور اتنے بڑے مالدار تھے کہ مرے تو لاکھوں کا نقد و جنس اپنے وُرثاء کے لئے چھوڑ گئے ہاں بڑا مقصود جسکے ہاتھوں یہ حضرات بکے ہوئے تھے اور جس کی خاطر دین وایمان تک سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے حب جاہ و حکومت خلائق کے مزے تھے نہ یہ کہ مالی انتفاع سے بالمرّہ خالی رہے۔ البتہ عثمان کیطرح مطلقاً نا عاقبت اندیش نہ تھے کہ تمام اموال خود ہضم کرجاتے یا اپنے لگے سگوں میں لٹا دیتے۔ اور اوروں کو کورا جواب دیدیتے اور یہ کہ علی علیہ السلام خلیفہ ہوتے تو لوگ ترکِ اسلام کرکے کافر بت پرست ہوجاتے لغو و بے دلیل ہے۔ یہ باتیں بغض وعداوتِ والیٔ اقلیم ولایت و امامت کی راہ سے تراشی گئی ہیں۔ غیب کی بات خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کسکو معلوم ہے کہ اسوقت کیا ہوتا اور ابوبکر کے خلیفہ ہونے میں بقول تمہارے کیا کچھ نہیں ہوا کتب تاریخ موجود ہیں جسکا جی چاہے دیکھ لے قریباً تمام ملک عرب مرتد ہوگیا تھا بلکہ فخریہ کہا جاتا ہے کہ لوگ زکوٰۃ سے بچنے کو اصلی کفر کی طرف لوٹ گئے تھے ابوبکر نے بڑی ہمت و جوانمردی سے انکو دوبارہ اسلام پر مائل کیا اور سچ پوچھو تو سوائے ہذا دو ارتداد کہیں کچھ بھی نہ تھا۔ اسی خلافت ابوبکر پر اعراب بگڑ بیٹھے تھے کہ رسول اللہ نے اپنے ابن عم و داماد کو خلافت دی ہے ہم زکوٰۃ انہیں کو دینگے ابوبکر نے فوجیں بھیجکر ان کو زیر کیا امیرالمومنین خلیفہ ہوتے تو وہ چوں بھی نہ کرتے چنانچہ آگے ذرا زیادہ وضاحت سے اسکی تشریح کیجائیگی اور مقطع کلام اس مقام پر یہ ہے کہ یہ اعذار باردہ کہ علی خلیفہ ہوتے تو یہ ہوتا وہ ہوتا وہ مانتے جو ابوبکر و عمر کو خدا و رسولؐ کی نسبت زیادہ دانا و دور اندیش دین کا دردمند اسلام کا خیر خواہ جانتے جب حق تعالیٰ نے آنحضرت کو اپنے رسول کا خلیفہ و وصی مقرر کردیا اور رسول اللہ نے اسکا اعلان فرماکر سب سے اقرار لے لیا تو ابوبکر و عمر اس میں چون وچرا

کرنیوالے کون غنیمت ہے کہ اس معتزلی نے نص خلافت حضرت امیر کا اقرار تو کیا نہیں تو عام اہلسنت تو جیسا کہ پہلے گذرا اسکے منکر ہی نظر آتے ہیں اور حدیث غدیر میں لفظ مولےٰ کو دوست و ناصر وغیرہ کے معنوں میں لیکر تاویل علیل فرماتے ہیں اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ بعید ہے کہ صحابہ نص رسول اللہ کے خلاف اتفاق کریں سو اس معتزلی نقیب نے کہ بقول اپنے شاگرد ابن ابی الحدید کے خلافت خلفاء کا قائل سُنّی ہے اس استبعاد کی اچھی طرح سے جڑا کھیڑ دی ہے وہ صاف صاف کہتا ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ کی مخالفت کی ذرا پروا نہیں کرتے تھے اور بات بات پر آنحضرت کے خلاف کرتے رہتے تھے ایسے مخالفین رسول رب العالمین کی تصویب کرنا اور انکو بزرگان دین کہنا اور پیشوائے مذہب بنانا انہیں حضرات کو مبارک ہو ہم تو آنحضرت صلعم کو نبی مرسل و مطہر از خطا و زلل جانتے ہیں اور آپ کے جملہ اقوال و احکام کو واجب القبول و لازم العمل سمجھتے ہیں کیونکہ جو کچھہ وہ کہتے تھے بحکم خدا و وحی من اللہ کہتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی جو کچھہ رسول تمہاری طرف لائیں اسکو لیلو اور جس سے منع کریں باز رہو۔ نعوذ باللہ منہا محبت شیخین بھی ان لوگوں کو کہاں سے کہاں لیگئی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں قول اکثر اہلسنت کا کہ رسول خدا بھی مثل ایک مجتہد کے تھے کسی امر میں ان کی رائے برسر صواب ہوتی تھی کہیں خطا۔ اسی لئے صحابہ کو انکی مخالفت روا تھی اور جیش اسامہ سے انکا تخلف کرنا بجا نقل کرکے کامل تیئس وجہوں سے اسکو رد فرمایا ہے جنمیں اکثر محکمات قرآن سے استدلال کیا ہے پھر ان شبہات کی جو ان مزخرفات کے لئے بطور دلیل بیان کی ہیں دھجیاں اڑا دی ہیں فمن شاء الاطلاع علیہ فلیرجع الیہ جو اس ردّ و قدح پر مفصل اطلاع پانا چاہے چاہئے کہ کتاب مستطاب بحار الانوار کا مطالعہ کرے۔

ذکر مصیبت عظمیٰ و داہیہ کبریٰ یعنی شرح ظلم و ستمی کہ در مقدمہ اخذ بیعت بر حضرات اہلبیت علیہم السلام رفتہ

پہلے گذرا کہ حضرت امیر المومنینؑ کو جناب خاتم المرسلین نے خبر دی تھی کہ بعد میرے تمسے خلافت غصب کریں گے اور انواع و اقسام کی تکالیف و ایذائیں دینگے اور وصیت فرمائی تھی کہ یا علیؑ اگر ناصر و مددگار پاؤ تو جہاد کرو اس قوم پر ورنہ صبر کرنا پس حضرت ہمیشہ اس وصیت پر کاربند رہے اور ظلم و ستم کو ظالموں کے بصبر و سکون برداشت کیا کئے تاہم اپنے حق کی طلب سے بھی خاموش نہیں بیٹھے اور حکومت اسلام کے حصول کے لئے کہ خدا و رسول نے آنحضرت پر مقرر کی تھی حتی المقدور سعی کرتے رہے تاکہ احکام خدا کو مسلمانوں کے درمیان جاری کریں اور شریعت رسول اللہ کو کماحقہ رواج بخشیں الحق خلافت اغیار کے ہاتھ میں مغصوب ہونیکا آنحضرت کو سخت صدمہ تھا اور گمراہی امت کی آپ کو کمال ایذا دیتی تھی اور یہ ایک مصیبت تھی کہ شروع سے آخر تک تمام ائمہ معصومین پر برابر مستمر رہی حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ بلیۃ الناس علینا عظیمۃ ان دعوناہم لم یستجیبوا لنا وان ترکنا لم یہتدوا بغیرنا کہ ہم خلائق کی طرف سے بڑی مصیبت میں ہیں اگر ان کو راہ راست کی طرف دعوت کرتے ہیں تو اجابت نہیں کرتے اور جو ان کے حال پر رہنے دیتے ہیں تو کسی میں لیاقت نہیں پاتے کہ ان کو ہدایت کرے اور ضلالت و گمراہی سے نجات دے۔ **منقول ہے**

کہ جس روز ابوبکر کے ساتھ بیعت ہوئی اسی رات کو آنحضرت نے جناب فاطمہ کو پشت حمار پر سوار کیا اور حسنؑ و حسینؑ اپنے دونوں بیٹوں کو ہمراہ لیا اور جملہ مہاجر و انصار شرکا، بدر کے گھروں پر جاکر اپنی نصرت و حمایت کی طرف انکو دعوت دی اور حدیث غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمام حجت بالکمل وجوہ فرمایا۔ کل چوالیس ۴۴ اشخاص نے حضرت کی دعوت قبول کی آپ نے انکو امر کیا کہ کل صبح سر منڈا کر اور ہتھیار لگاکر ہمارے پاس آئیں اور سر و جان کی شرط پر شرائط بیعت بجالائیں مگر خوف وہراس نے انپر غلبہ کیا اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے چنانچہ دن ہوا تو سوائے چار اشخاص سلمانؓ فارسیؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ مقداد اسودؓ۔ و عمار یاسرؓ و بروایتے زبیر بن عوام کے کوئی نہ آیا آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات کو وعدہ کرتے تھے مگر صبح کو کوئی اسے وفا نہ کرتا تھا۔ الا وہی چار اشخاص۔ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد تمام خلقت مرتد ہوگئی تھی۔ الا تین اشخاص۔ سلمانؓ ابوذرؓ مقدادؓ۔ بہ تحقیق کہ جب آنحضرت نے رحلت فرمائی تو چالیس مرد امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ کے سوا کسی کی اطاعت نہ کریں گے کیونکہ ہم کو رسول اللہ نے بروز غدیر یہی حکم دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو کل اپنے سروں کو منڈوا کر ہمارے پاس آؤ۔ اگلے روز سوائے ان تین شخصوں کے کوئی حاضر نہ ہوا۔ عمار یاسر ظہر کے وقت پہنچے حضرت نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ ما ان لک ان تستیقظ کہ ابھی تک تیرے خواب سے بیدار ہونے کا وقت نہیں آیا تھا۔ چلے جاؤ کہ میں تمہاری نصرت کی حاجت نہیں رکھتا جب تم صرف سر منڈوانے میں میری اطاعت نہیں کرتے تو کوہ ہائے آہن کے ساتھ جنگ کرنے میں تو کیونکر اطاعت کروگے۔ الغرض حضرت نے غدر و بیوفائی امت کی مشاہدہ کی اور دیکھا کہ یہ لوگ ہرگز آپ کا ساتھ نہ دیں گے تو ان سے اعراض کیا اور مکان کا دروازہ بند کرکے جمع و تالیف قرآن میں مشغول ہوئے ابوبکر نے آپ کو بلوایا کہ یہاں آکر بیعت کر جائیے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کہ ردا دوش پر نہ لونگا الا نماز کے لئے جب تک کہ کلام الٰہی جمع نہ کرلوں۔ ابتک قرآن کاغذ کے پرچوں کپڑوں کے ٹکڑوں اور ہڈیوں پر متفرق تھا آپ نے اسکو ایک جا جمع فرمایا اور تنزیل و تاویل و ناسخ و منسوخ کو اسکے واضح کیا۔ پس ایک پارچہ پر لکھا اور اسپر مہر کی اور باہر لائے۔ لوگ مسجد میں ابوبکر کے گرد جمع تھے آپ نے باآواز بلند کہا ایہا الناس میں رسول اللہ کے کفن و دفن سے فارغ ہوکر جمع قرآن میں مصروف ہوگیا تھا۔ اب اسکو پورا کرلیا ہے۔ کوئی آیہ رسول خدا پر نازل نہیں ہوئی الا یہ کہ مینے اسکو اسمیں درج کیا ہے بتحقیق کہ وہ حضرت دنیا سے تشریف نہیں لیگئے جبتک کہ مجھکو ہر ایک آیہ تعلیم نہیں کی اور اسکی تاویل نہیں بتلائی۔ اب فردائے قیامت نہ کہنا کہ ہم اس سے مطلق آگاہ نہ ہوئے یا علیؑ نے ہمکو اپنی طرف دعوت نہیں کیا یا اپنے حقوق یاد نہیں دلوائے یا اول سے آخر تک تمام قرآن ہم پر عرض نہیں کیا۔ عمر نے کہا جو قرآن کہ ہمارے پاس ہے ہمارے لئے کافی ہے تمہارے قرآن کی حاجت نہیں رکھتے حضرت نے فرمایا تو تم اسکو اب نہ دیکھوگے تاوقتیکہ قائم آل محمد ظہور نہ کریں یہ کہکر خشمناک اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف مراجعت کی اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرماتے تھے۔ فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمناً قلیلاً فلبئس ما یشترون۔ **نقل ہے** کہ یہ قرآن ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے پاس تھا اور اب امام مہدی علیہ السلام کے پاس موجود ہے اور وہ ٹھیک اسی ترتیب پر جمع ہوا ہے جسپر کہ نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اسمیں سب سے پہلے سورۂ اقرأ باسم ربک ہے پھر سورۂ مدثر پھر مزمل۔ اس کے بعد سورہ تبت۔ پھر سورۂ کوثر علیٰ ہذا القیاس

مگر چونکہ قرآن موجود مروج ہے بتمامہ کلامِ خدا منزل من اللہ ہے لہذا ہم اسی کی قرائت وتلاوت اور اسی کے اوامر و نہی کے امتثال پر مامور
ہیں بیاسلئے کہ اُمتِ محمدیہ میں اختلاف نہ ہوا اور یہود و نصاریٰ کی طرح ان کے جدا جدا قرآن نہ ہوجائیں۔ **القصہ** عمرؓ نے ابوبکر سے
کہا کہ سب لوگ سوائے علی بن ابیطالب اور ان کے اصحاب کے تجھسے بیعت کر چکے جبتک وہ بیعت نہ کریں گے مجھکو اندیشہ ہے کہ یہ کام
تجھ پر راست نہ آئیگا کسی کو بھیجکر ان کو یہاں بلوا اور ان سے بیعت لے ابوبکر نے قنفذ کو حضرت کے پاس بھیجا۔ یہ شخص طلقار بنی
عدی بن کعب سے نہایت تندخو بدخو تھا حضرت کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ چلئے خلیفۂ رسول اللہ نے تمکو بلایا ہے آپنے فرمایا
بہت جلد تمنے رسولؐ اللہ پر تہمت لگائی آنحضرت نے تو میرے سوا کسی کو اپنا خلیفہ نہیں کیا ابوبکر کہاں سے خلیفہ رسول بن گئے قنفذ
نے واپس آکر یہ جواب باصواب ابوبکر سے کہا عمر کو طیش آیا اور افروختہ ہوگئے ابوبکر نے انہیں ٹھنڈا کیا اور قنفذ کو پھر بھیجا کہ انسے کہو کہ
امیرالمومنین ابوبکر تمکو بلاتے ہیں حضرت نے امیرالمومنین کا نام قنفذ کی زبان سے سنا تو فرمایا دروغ ہے قسم بخدا کہ وہ خوب جانتے ہیں
کہ خدا اور رسول نے مجھکو اس نام سے موسوم کیا۔ اور ابوبکر و عمر دونوں نے اس نام سے مجھپر سلام کیا اور ابوبکر ساتواں شخص ہے سلام کرنیوالوں کا
اس نے اور اس کے رفیق عمر نے رسولؐ اللہ سے پوچھا تھا کہ یہ حکم آپ کا ہے یا حق تعالیٰ کی طرف سے اسکو تبلیغ کرتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ بیشک یہ حکم خدا کا ہے اور علیؑ امیر ہے مومنوں کا اور سید و سردار مسلمانوں کا ہے اور صاحب لوار محجلین ہے روز قیامت بحکم خدا
پل صراط پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو جہنم میں داخل کریگا یہ جواب سنکر حضرت عمر جامہ سے باہر ہوگئے اور شدت
غیظ سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ میں علی کو اچھی طرح جانتا ہوں وہ کبھی تیرے مطیع و منقاد نہ ہوں گے مجھکو اجازت دے کہ اُن کا سر قلم کروں۔
قسم بخدا کہ بغیر ان کے قتل ہونیکے یہ کام کبھی درست نہیں ہونیکا۔ پس خالد ولید کو آواز دی اور اسکو اور قنفذ دونوں کو امر کیا کہ ہیزم و آتش
ہمراہ لے چلیں کہ اگر امیرالمومنین دروازہ بند کرلیں تو مکان کو انپر جلا کر خاک سیاہ کرڈالیں۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ عمر کا خانۂ علیؑ و فاطمہؑ کے
جلانیکے لئے آگ اور ایندھن لیجانا اہلسنت کے نزدیک بھی صحیح و ثابت ہے خود شاہ عبدالعزیز نے تحفہ میں اسکا اقرار کیا ہے۔ لکھا ہے کہ
کچھ لوگ حضرت رسالت پناہ کے عہد میں نماز جماعت میں حاضر نہ ہوتے تھے حضرت نے ان کے گھروں کے جلادینے کا حکم دیا پس خلیفہ
ثانی جو اہلبیت کا گھر جلانے گئے تو انکا یہ فعل پیغمبر خدا کی اس حدیث سے مستنبط تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں " وتخصیص سوختن دریں تہدید
مبنی بر استنباط دقیق است از حدیث پیغمبر کہ آنحضرت درحق کسانیکہ در جماعت حاضر نمے شدند و با امام اقتدا نمی کردند ہمیں قسم ارشاد
فرمودہ بودند کہ ایں جماعت اگر از ترک جماعت باز نخواہند آمد خانہ ہا را برایشاں خواہم سوخت و چوں ابوبکر امام منصوب کردۂ پیغمبر بود آنہا
ترک اقتدائے امام بحق خاطر خود ہائے اندیشیدند و رفاقت جماعت مسلمین نمی کردند مستحق ہماں تہدید شدند انتہٰی بلفظہ۔ دیکھیئے شاہ صاحب
یہاں تمام دعوؤں سے کہ انہوں نے جابجا اسی کتاب میں محبت و دوستیٔ اہلبیت کے کئے ہیں اور اسکو عین مذہب اہلسنت قرار دیا
ہے یک لخت دست بردار ہوگئے کہ جناب امیرالمومنین اور ان کے توابعین و لواحقین کے حق میں ایسا شدید طعن وارد کرتے ہیں
کہ پناہ بخدا انکو تخلف بیعت ابوبکر میں گروہ منافقین تارکین جماعت رسول رب العالمین سے تشبیہ دی ہے اور خلیفہ ثانی کے

بیت الرسالت جلانے کے ارادے کو حدیث پیغمبر سے باستنباط دقیق مستنبط کیا ہے یہاں سے مثل سپیدۂ صبح کے ظاہر و روشن ہے کہ انکے وہ تمام دعوے محبت وولائے اہل بیت کے ازسرتا پا باطل ہیں نیز یہ کلام شاہ جی کا مذہب اہل سنت کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بھی آنحضرت کو گو چوتھے درجہ ہی پر ہوں خلیفہ راشد جانتے ہیں پس جبکہ وہ تمام مسلمانوں کے برخلاف خلیفہ برحق کی مخالفت کا اندیشہ رکھتے تھے تو قابل خلافت کہاں رہے۔ نیز شاہ صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اسکے بعد آنحضرت کو اس مخالفت ابوبکر میں ابن خطل شاعر کافر ہجو گوئے پیغمبر سے مشابہت دیتے ہیں جسکی نسبت رسول اللہ نے حکم دیا تھا کہ اگر خانہ کعبہ میں بھی جاکر پردہ ہائے کعبہ میں پناہ گیر ہو تب بھی اسے قتل کریں۔ آخر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں ہرگاہ ایں قسم مردودانِ الٰہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ فاطمہ چرا پناہ باید داد۔ اسکے بعد بھی اگر مریدانِ شاہ صاحب انکو محب و دوست اہلبیت کہے جائیں تو نہ معلوم انکے نزدیک دشمنی کس جانور کا نام ہے۔ اہل عقل کے نزدیک تو وہ اس فقرہ اخیرہ سے حد ناصبیت سے گذر کر خارجیت تک پہنچ گئے کسی مومن مسلمان کا کام نہیں کہ یوں ذم وتہجین عترت رسول خدا کو اپنا شیوہ بنائے کہ سردار اوصیا وامام اتقیا اور ان کے اصحاب رفقا کو نعوذ باللہ منہا ابن حنظل شاعر کافر کے مشابہ گردان کر واجب القتل ٹھہرائے اور برملاانِ خاصانِ خدا ومقربانِ درگاہ کبریا کو مردودانِ بارگاہ الٰہ کہے۔ بارالہا اگر نشہ محبت حضرت خلیفہ ثانی میں شاہ صاحب ایسے چور ہو گئے تھے کہ مذمت اہلبیت عصمت وطہارت ان کے نزدیک چنداں وقعت نہ رکھتی تھی تو مذمت اصحاب رسولخدا کو کہ آنحضرت کے ساتھ تھے تو مخالف مذہب سنت جماعت جانکر اس سے تو باز رہنا تھا۔ کم ازکم طلحہ زبیر کا ہی لحاظ پاس کرنا تھا جنکا خاتمہ حضرت عثمان کی محبت اور امیرالمومنینؑ کی عداوت پر ہوا تھا۔ کیونکہ بروایت واقدی وطبری اکثر علماء سنت اس گھر میں آپ کے ساتھ سوائے امام حسنؑ وامام حسینؑ وجناب فاطمۂ بنی ہاشم وسلمانؓ وابوذرؓ ومقدادؓ وطلحہ وزبیر بھی تھے۔ ذکر الواقدی قال زید بن اسلم کنت ممن حمل الحطب مع عمر الی باب فاطمۃ حین امتنع علی واصحابہ عن البیعۃ ان یبایعوا فقال عمر لفاطمۃ اخرجی من البیت والا حرقتہ ومن فیہ قال وفی البیت علی وفاطمۃ والحسن والحسین وجماعۃ من اصحاب النبی فقالت فاطمۃ تحرق علی ولدی قال ای واللہ اولیخرجن ولیبایعن یعنی واقدی نے ذکر کیا ہے کہ زید بن اسلم نے کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو عمر کے ساتھ فاطمہ کے دروازہ پر لکڑیاں اٹھاکر لے گئے جبکہ علیؑ اور انکے اصحاب نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا پس عمر نے فاطمہ سے کہا کہ جو لوگ تمہارے گھر میں ہیں انکو باہر نکالو نہیں تو میں اسکو معہ انکے جو اسمیں ہیں جلادونگا۔ راوی کہتا ہے کہ اسوقت گھر میں علیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ اور ایک جماعت اصحاب رسولؐ خدا کی تھی حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ تو میرے بچوں کو جلا دیگا عمر نے کہا ہاں قسم بخدا یا یہ کہ وہ نکلیں اور بیعت کریں۔ اور اصل عبارت طبری کی کہ صحیح ترین تواریخ اہل سنت سے ہے یہ ہے۔ اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ وزبیر ورجال من المھاجرین وقال واللہ لاحرقن علیکم اولتخرجن الی البیعۃ کہ عمر خطاب علی علیہ السلام کے مکان پر آئے حالانکہ وہاں طلحہ زبیر اور لوگ مہاجرین سے تھے اور کہا قسم بخدا کہ میں گھر کو تم پر جلا دونگا الا یہ کہ بیعت کے لئے باہر نکلو پس اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی صحابہ کے ساتھ دوستی اور عداوت کا دارومدار بھی انکے اہلبیت کے ساتھ عداوت ومحبت پر ہے یہی طلحہ زبیر جب حضرت امیرالمومنینؑ کے ساتھ ہو کر بیعت ابوبکر سے

انکار کرتے ہیں تو مردودانِ درگاہ الٰہی مثل ابن حنظل کافر وروسیاہ ٹھیرتے ہیں اور جب نکث بیعت کرکے آنحضرت پر چڑھائی کرتے اور تلوار کھینچکر آپ کے روبرو کھڑے ہوتے ہیں تو داخل عشرہ مبشرہ وحواریان رسول اللہ ہو جاتے ہیں فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ۔ القصہ حضرت خلیفہ ثانی خالد ولید وقنفذ وغیرہ یارانِ باوفا کو ساتھ لیکر در بیت عصمت طہارت پر پہنچے اور وہاں انکے ہاتھ سے وہ ستم ہوئے جنکے تصور سے دل کانپ کانپ اٹھتا ہے اور کلیجہ موتہہ کو آتا ہے۔ گھر کے کواڑ بند تھے اور اندر امیر المومنین وجناب سیدہ وحسنؑ وحسینؑ وغیرہ گھر کے لوگ تھے عمر نے چلا کر کہا یا علی باہر آکر خلیفہ رسول سے بیعت کرو ورنہ اس گھر کو آگ لگا دونگا اور اسکے ساتھ ہی دروازہ کے آگے اور دیوار کی جڑ و میں لکڑیاں جن دبن غالب دیواریں حجرات مقدسہ کی حسب تصریح شیخ عبدالحق دہلوی صاحب جذب القلوب شاخہائے خرما کی تھیں جنکو کھڑی کرکے کاہ گل کیا گیا تھا اور وہ بیشک آسانی سے آتش گیری کی قابلیت رکھتی تھیں جناب سیدہ آواز سنکر دروازہ پر تشریف لائیں حالانکہ غم مفارقت رسول اللہ میں از بس نحیف ولاغر ہو رہی تھیں اور عصابہ سر مبارک پر بندھا تھا پس در سے فرمایا اے عمر کیوں ہمکو ستاتا ہے کیا مدعا تیرا ہے کہا دروازہ کھولو نہیں تو میں گھر کو تم سمیت جلا دونگا اس معصومہ نے کہا اے عمر خدا سے نہیں ڈرتا ہمارے گھر میں بغیر ہماری مرضی کے گھسا چاہتا ہے مگر کچھہ فائدہ نہ ہوا اور آگ لکڑیوں میں لگا دی گئی جن سے دروازہ جل اٹھا جناب سیدہ مانع ہوئیں اور صدائے بانالہٰ آہ یا ابتاہ یا رسول اللہ بلند کی عمر نے نہ مانا آگے بڑھکر غلاف شمشیر اس مطہرہ کے پہلو پر مارا اور ایک تازیانہ بہت زور سے بازوئے مبارک پر لگایا ان صدمات سے وہ جناب گریں اور ساتھ ہی آپ کا حمل ساقط ہوا یعنی فرزند نرینہ محسنؑ نام کہ شکم اطہر میں تھا اور جناب رسول خدا نے ولادت سے پہلے اس نام سے اسکو موسوم فرمایا تھا۔ شہید ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **روایت ابن عباس** قنفذ ملعون نے بازو دروازہ کا پہلوئے مبارک اس جناب پر گرایا اور اس سے یہ حادثہ ہوا اور تازیانہ بھی اس نے مارا ہے۔ اور بعض روایات میں مغیرہ بن شعبہ کا نام بھی اس کام میں لیا گیا ہے۔ غرض عمر نے خود یہ حرکات کیں یا انکے امر واشارے سے ان کے دوستوں نے کیں بات ایک ہی ہے یہی ضربات تھیں جن کے صدمات سے وہ جناب اوّل صاحب فراش ہوئیں اور آخر کار دنیا سے رحلت کر گئیں۔ تازیانہ اس زور سے لگا تھا کہ غسل میت کے وقت بازوئے مبارک پر ایک نشان سیاہ مثل بازوبند دکھائی دیتا تھا اور در کے پہلو پر گرنے سے کہتے ہیں کہ استخوان پہلو ٹوٹ گئی تھی یہ سلوک جگر گوشۂ رسول اللہ کے ساتھ انحضرات کے تھے جو اپنے تئیں آنحضرت کے یاران باصفا ومریدانِ جان نثار بتلاتے تھے۔

سُنی گو صاف صاف اس قصہ کے اقرار کرنے سے ذرا شرماتے ہیں الا جو شخص انکی کتابوں کو اچھی طرح چھان بین کرے اسکو واضح ہوگا کہ یہ قصہ ان کے یہاں ویسا ہی وارد ہوا ہے جیسا کہ جملہ حالات اور شدائد مصیبات کہ شیعہ نے نقل کئے ہیں ان کے یہاں ملتے ہیں اور ہرگز شیعہ اِن کی نقل میں منفرد نہیں ہیں چنانچہ حقیر نے اس قصہ کو بھی مروئیہ فریقین جان کر نقل کیا ہے۔ اب شواہد کتب اہل سنت سنئے اور انحضرات کی کرتوتوں کی داد دیجیئے۔ محمد شہرستانی کہ فاضل معتبر اہل سنت کا ہے اپنی مشہور کتاب ملل ونحل میں نظام معتزلی سے اس قصہ کو ان لفظوں میں نقل کرتا ہے۔ ان عمر ضرب بطن فاطمہ یوم البیعۃ حتی اسقطت المحسن من بطنہا وکان عمر یصیح احرقوہا بمن فیہا وما کان فی الدار غیر علی وفاطمۃ والحسن والحسین کہ البتہ عمر نے شکم مبارک جناب فاطمہ پر بروز بیعت ضربت لگائی کہ جسکے صدمہ سے

محسنؑ کا حمل اس معصومہ سے ساقط ہوا اور عمر چیختے تھے کہ اس گھر کو معہ اسکے گھر والوں کے جلا دو۔ حالانکہ گھر میں اسوقت سوائے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے کوئی نہ تھا اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ میں ابوجعفر نقیب اپنے استاد سے علم حدیث حاصل کرتا تھا جب زینبؑ بنت رسول اللہ کے مکہ معظمہ سے مدینہ آنیکے قصہ پر پہنچا اور وہ حال قرأت کیا کہ ہبار بن اسود نے زینب کو اپنے نیزہ سے ڈرایا کہ انکا حمل ساقط ہوا اسوجہ سے پیغمبر خدا نے ہبار کا خون مباح کیا تو ابوجعفر مذکور نے کہا کہ جب رسول اللہ نے ہبار کا خون اسوجہ سے کہ اس نے زینبؑ کو ڈرا کر ان کا حمل ساقط کرایا تھا مباح فرمایا تو ظاہر ہے اگر وہ حضرت زندہ ہوتے تو ضرور اس شخص کا خون بھی مباح فرماتے جس نے فاطمہؑ زہرا کو ڈرا کر انکا حمل ساقط کرایا ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر سے کہا میں یہ امر تمہاری طرف سے روایت کروں جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ فاطمہؑ ڈرائی گئیں اور محسنؑ نام بچہ ان سے ساقط ہوا ابوجعفر نے کہا کہ مجھ سے نہ اسکو روایت کرنا اسکے بطلان کو انتہیٰ۔ غرض اسی طرح متفرق مقاموں اور مختلف پیرایوں میں یہ حالات جستہ جستہ ان کے یہاں ملتے ہیں اور دامن اعتبار روات شیعہ کو کذب و اختلاف کی آلودگی سے بکلی پاک وصاف کرتے ہیں پس عنقریب ہے کہ ہنگامۂ قیامت برپا ہو اور حضرت احکم الحاکمین تخت معدلت پر جلوہ فرما ہو اور ان جور و بیداد کی داد بواجبی دے۔ مروی ہے کہ اول بروز قیامت جسکے لئے حکم دیں گے وہ محسنؑ پسر امیر المومنین ہوں گے کہ قاتلان آنحضرت کو جنہوں نے دروازہ پہلوئے مادر آنحضرت پر گرا کر انکو شہید کیا تازیانے لگانیکا حکم کریں گے کہ اگر ایک تازیانہ بھی ان میں سے دریاہائے مشرق و مغرب عالم پر لگائیں تو تمام دریا جوش میں آجائیں اور پہاڑوں پر اسکو رکھدیں تو پہاڑ پگھلنے لگیں اور جلکر خاکستر ہو جائیں یہ ادنیٰ دادرسی اس مظلومہ کی ہے۔ **نظم**

اہل دیں کی فاطمہؑ مخدومہ ہے ؂ پاک ہے معصومہ ہے مظلومہ ہے ؂ رجس سے طاہر ہے وہ عصمت مآب ؂ حق ہے معصومہ ہے وہ عالیجناب

آیۂ تطہیر سے افضل ہے کیا ؂ آپ ہے مداح زہراؑ کا خدا ؂ بضعۃٌ منّی بھی تجھکو یاد ہے ؂ احمد مرسل سے کیا ارشاد ہے

جس نے دی ایذا اُسے کافر ہوا ؂ ربقۂ اسلام سے باہر ہوا ؂ جس سے وہ آزردہ ہو مردود ہے ؂ جس سے وہ راضی نہو مردود ہے

جو عدو اسکا ہو وہ ناپید ہو ؂ بکر ہو یا عمر ہو یا زید ہو ؂ الحاصل جو حالت اسوقت حضرت شیر خدا شہسوار عرصۂ لافتیٰ کی ہوگی وہ ہر شخص قیاس کر سکتا ہے لکھا ہے کہ آپ شدت غیرت و غضب سے بیتاب ہوگئے اور اسی جذبۂ جوش میں گریبان خلیفۂ ثانی کا پکڑ کر کھینچا اور بیک اشارہ انکو زمین پر دے مارا کہ ناک زمین پر رگڑی گئی اور گردن میں چوٹ آئی چاہتے تھے کہ جان سے مار ڈالیں مگر یاد آئی وہ وصیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی کہ ان لوگوں کے مقابلے اور مقاتلے سے ممانعت فرمائی تھی اور صبر و سکون کی وصیت کی تھی بدیں خیال اس سے باز رہے اور فرمایا والذی اکرم محمدا بالنبوۃ یا ابن صہاک لولا کتاب من اللہ سبق وعھد عھدہ الی رسول اللہ لعلمت انک لا تدخل بیتی قسم بخدائے ذوالجلال اے پسر صہاک اگر مصلحت الٰہی اسکے مقتضی نہ ہوتی اور رسول اللہ کے ساتھ عہد نہ کیا ہوتا تو تجھکو معلوم ہو جاتا کہ کس طرح میرے گھر میں قدم رکھ سکتا ہے۔ پس عمر نے ابوبکر سے کمک طلب کی اور فوج فوج لشکر وہاں سے آگیا۔ ادھر سلمان و اباذر و مقداد و زبیر و عمار یاسر وغیرہم بھی یہ شور و شر سنکر جمع ہو گئے تھے اور حمایت امیر المومنین میں دست بہ شمشیر ہوا چاہتے تھے بلکہ زبیر نے تو تلوار میان سے نکال لی تھی جو آخرکار ان کے ہاتھ سے چھینی اور دیوار میں مار کر توڑ دی گئی۔ غرض قریب تھا کہ فتنہ و آشوب عظیم برپا ہو اور خطرناک

خلل وخرابی اسلام میں پڑے۔ حضرت نے جلد آتش فتنہ کو دبا یا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ مجھکو ان کے ساتھ اور انکو میرے ساتھ چھوڑ دو میں ماموز نہیں کہ اسوقت ان کے اوپر جہاد کروں الحق عظیم مصلحت ہے جس پر وہ حضرت کاربند ہوئے اگر اس حالت میں کشت وخون واقع ہوتا تو اسکا انجام زبوں تھا بہت سے تیغ قہر مرتضوی سے ہلاک ہوتے بہت سے باہم لڑ بھڑ کرنا بود ہوجاتے مالبقی جو قریب العہد بکفر تھے مرتد ہو جاتے اور اسطرح سے نقش اسلام صفحۂ دہر سے مٹ جاتا یہ اسی جناب کا حوصلہ تھا کہ ایسا ظلم صریح مشاہدہ کیا اور اسپر صبر فرمایا۔ **مروی** ہے کہ ایک روز جناب سیدہ آپ کے خاموش بیٹھنے اور اپنا حق طلب نہ کرنے سے اظہار رنج وملال فرما رہی تھیں کہ استنے میں آواز موذن کی آئی کہ اس نے کہا اشھدان لا الہ الا اللہ حضرت نے فرمایا اتسرک زوال ھذا النداء من الارض یعنی لے فاطمہ تم چاہتی ہو کہ یہ آواز روئے زمین سے گم ہوجائے فرمایا نہیں ارشاد کیا کہ جو تم کہتی ہو اس میں اسی کا اندیشہ ہے۔ **الحاصل** شیر خدا نے سر تسلیم خم کر دیا اور ان روباہ پیشوں نے بڑھکر رسن سیاہ گلوئے حق جو میں ڈالدی بروایتے عمامہ سر اقدس سے اتار کر گردن میں ڈالا اور کشاں کشاں مسجد کی طرف لیچلے لوگ گوئے وبرزن میں جمع تھے اور اس عبرتناک واقعہ کو دیکھہ رہے تھے **حقیر مولف** کہتا ہے کہ حضرت امیرؑ کے جہاں صدہا نام ہیں وہاں ایک نام آپ کا الغالب علی کل غالب بھی ہے اس سے یہی مراد ہے کہ نفس سرکش جو ہر ایک انسان پر غالب ہے آپ اسپر غالب تھے عجب حالت تھی کہ شیر بیشۂ ہیجا ویکتاز میدان لافتیٰ جسکی تیغ شرر بار کے آگے بڑے بڑے جوانمردوں اور جرّاروں کے پتے آب آب ہوتے تھے اور جسکے ایک نعرۂ حیدری سے ہزارہا شجاعوں کے دل سینوں میں ہل جاتے تھے وہ چند نامردوں کے ہاتھ میں یوں زار وگرفتار جا رہا ہے الحق دو حالتیں جُدا جُدا تھیں اور دونوں کا مقتضا علیحدہ۔ وہ جہاد صغیر جسمانی تھا تو یہ مجاہدۂ کبیر روحانی وہ صفت جلالی تھی تو یہ کمال جمالی۔ اور سچ یہ ہے کہ کمال عبودیت وتفویض کل کے کرشمے تھے شائبۂ ہوائے نفسانی نہ وہاں تھا نہ یہاں تھا۔ بل ھم عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون بلکہ وہ بندگان برگزیدگان خدا ہیں اس سبحانہ تعالیٰ پر قول میں سبقت نہیں کرتے اور اسکے حکم کے موافق کام کرتے ہیں **منقول ہے** کہ اسوقت حضرت ابا ذر غفاری حسرت سے کف افسوس ملتے تھے اور کہتے تھے لیت السیوف قد عادت بایدینا ثانیۃ کاش ہم ان ہاتھوں سے دوبارہ راہ خدا میں جہاد کرتے۔ مقداد کہتے تھے اگر امیر المومنینؑ چاہتے تو حق تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے دفع کیلئے دعا مانگتے اور وہ درجۂ اجابت پر پہنچتی سلمانؓ نے کہا مولائی اعلم بما فیہ میرے مولے دقائق امور وخفی وجلی مصلحتوں کے ہمسے زیادہ دانا ہیں جو کرتے ہیں سوچ سمجھکر کرتے ہیں۔ بریدہ سے **روایت** ہے کہ معاویہ بن ابوسفیان نے زمانہ خلافت امیر المومنین میں اسی قصہ بیعت ابوبکر کیطرف اشارہ کرکے آپ کو لکھا انک تقاد کما تقاد الجمل المخشوش کہ تم بیعت کے لئے اسطرح کھینچے جاتے تھے جیسے کہ شتر کو مہار ڈالکر کھینچتے ہیں۔ حضرت نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ تیرا یہ کہنا کہ میں مثل شتر مہار کردہ کے ابوبکر کی بیعت کے لئے کھینچا گیا تھا۔ واللہ لقد اردت ان تذم فمدحت وان تفضح فافتضحت بخدا سوگند کہ تو نے اس کلام سے میری مذمت کرنی چاہی تھی مگر مدح کی اور مجھکو فضیحت کرنا چاہتا تھا خود رسوا ہوا وما علی المسلم من غضاضۃ فی ان یکون مظلوما مالم یکن شاکا فی دینہ او مرتابا فی یقینہ وھذہ حجتی علیک وعلیٰ غیرک مرد مسلمان کے لئے اسمیں کوئی عیب وعار نہیں کہ اسپر ظلم کیا جائے تاوقتیکہ اسکو اپنے دین ویقین میں

شک وریب عارض نہ ہوا ے معاویہ میری حجت ہے تجھپر اور لوگوں پر جو اس قسم کا اعتراض کرنا چاہیں۔ بالجملہ جب بحالت کذائی مسجد
رسول اللہ میں پہنچے اور نظر مبارک روضۂ رسول خدا پر پڑی تو اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یا ابن ام ان القوم استضعفونی و
کادوا یقتلوننی اے برادر اے پسر مادر اس قوم نے مجھکو ضعیف و ناتوان کیا اور قریب ہے کہ مجھکو مار ڈالیں یہ اسی سلسلہ دراز تشبیہ
کا تتمہ ہے جسمیں اس امت کے واردات کو حالات بنی اسرائیل سے حذو النعل بالنعل مطابق کہا گیا ہے حضرت رسولخدا کو موسیٰؑ اور
امیرالمومنینؑ کو ان کے بھائی ہارون اور آنحضرت کی وفات کو غیبت چہل روزۂ موسیٰ کے مشابہ و مماثل بتلایا ہے اور حضرت عتیق کو گوسالہ
سامری اور ثانی لاثانی کو خود سامری اور ان کے سقیفہ پردازی کو گوسالہ پرستی سے تشبیہ دی گئی ہے پس اس موقعہ پر بھی حضرت نے اسی
سلسلہ میں اس آیۂ شریفہ کو تلاوت فرمایا جو ہارون علیہ السلام کی زبان سے شکایت قوم کی قرآن میں آئی ہے چونکہ عقد مواخات کے اعتبار
سے یہاں بھی نبی و وصی کے درمیان اخوت روحانی تھی اس لئے آنحضرت کو پسر مادر سے خطاب کیا یا چونکہ دونوں کی خلقت ایک نور سے
تھی استعارۃً اس نور کو بلفظ ام تعبیر فرمایا یا یہ کہ جناب فاطمہ بنت اسد مرتبہ رسول بمنزلۂ مادر آنحضرت کے تھیں چنانچہ اسی لحاظ سے جب
امیرالمومنینؑ علیہ السلام نے ان کی وفات کی خبر حضرت رسالت پناہ کو پہنچائی اور عرض کی ماتت اُمّی تو حضرت نے فرمایا بل امی ایضاً کہ وہ
تمہاری ہی ماں نہیں میری بھی ماں تھیں ھذا کلہ فی البحار مروی ہے کہ اس دردناک آواز کو سنکر روح رسالت پناہ لحد میں بیتاب
ہوگئی اور اسمیں سے ایک ہاتھ کہ ہو بہو دست مبارک رسول خدا کے مشابہ تھا برآمد ہوا اور ابوبکر کی طرف اشارہ کرکے کہا اکفرت بالذی
خلقک من تراب ثم سواک رجلاً اے ابوبکر خدا سے کافر ہوگیا جس نے تجھکو مٹی سے پیدا کیا اور درست آدمی بنایا اور نیز حضرت
اسوقت اپنے برادر گرامی حضرت جعفر طیارؓ و عم محترم حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ واجعفراہ لاجعفر لی الیوم
واحمزتاہ لا حمزۃ لی الیوم ہائے افسوس اے جعفر آج میرے لئے جعفر نہیں اور ہائے افسوس اے حمزہ آج میرے لئے حمزہ نہیں۔ ابن ابی
الحدید کہتا ہے کہ میں نے نقیب ابوجعفر یحیی بن ابی زید سے پوچھا کہ اگر جعفر و حمزہ زندہ ہوتے تو کیا وہ حضرت امیر علیہ السلام سے بیعت کرتے اور
ان کی خلافت پر راضی ہوجاتے۔ اس نے کہا البتہ جسطرح پر کہ آتش چوب عرفج میں در آتی ہے وہ اسی طرح حضرت کی بیعت میں داخل ہوتے
میں نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ جعفر تو البتہ آنحضرت سے بیعت کرتے الا حمزہ چونکہ مرد جبار قوی النفس و درشت خو شجاع و مفتخر تھے اور علیؑ سے
سن میں بڑے اور رشتہ میں آپ کے چچا ہوتے تھے اور ان کے اخبار و آثار جنگ و جہاد میں معروف ہیں اور ان کی شجاعت و دلاوری بانہایت
خلایق پر مذکور و مشہور ہے۔ بہت بعید تھا کہ یہ امر ان سے واقع ہو۔ نقیب نے کہا اخلاق و عادات حمزہ البتہ ایسے ہی تھے جیسا
کہ تو نے بیان کیا مگر وہ دین قوی رکھتے تھے اور صدق دل سے پیغمبر خدا کی تصدیق کرچکے تھے کہ اصلاً شک وریب اس میں نہ
تھا۔ اگر اس وقت زندہ ہوتے اور حالات امیرالمومنینؑ پر اطلاع پاتے اور جو قرب و منزلت ان کو حضرت رسالتؐ سے تھا مشاہدہ کرتے
تو البتہ اپنی نخوت سے تنزل کرتے اور آنحضرت کو رضائے خدا و رسول خدا کے واسطے اپنے اوپر ترجیح دیتے اور امر خلافت کو اُن کے
سپرد کرتے اور اخلاق حمزہ کو امیرالمومنین کے اخلاق سے کچھ نسبت نہ تھی اس لئے کہ اخلاق علیؑ اصلی و روحانی تھے کہ بباعث صفائی فطرت

بلا ریاضت تعلیم آپ کو حاصل ہوئے تھے وہ اپنی فراست وجودتِ طبع سے وہ وہ باریک باتیں نکالتے تھے کہ حکما، مدقق انکے ادراک سے عاجز آئیں باوجود اسکے قوت وشجاعت میں بھی حمزہ سے کمتر نہ تھے اگر حمزہ زندہ ہوتے اور محاسن عادات ومکارم اخلاق امیر المومنینؑ مشاہدہ کرتے تو ابوذر ومقداد سے زیادہ مطیع ہوتے اور یہ جو تونے کہا کہ حمزہ آپ کے چچا اور سن میں ان سے زیادہ تھے عباس بھی ان کے چچا اور سن میں بڑے تھے۔ اسپر جو سعی خلافتِ امیر المومنین میں وہ رکھتے تھے کسی کو نہ تھی۔ اور چچا ہمیشہ اپنے بھتیجوں کی متابعت کرتے آئے ہیں۔ حمزہ وعباس دونو حضرت رسالتپناہ کے چچا تھے ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کی نبوت کی تصدیق فرماتے تھے ابوطالبؑ کہ شیخ ورئیس بنی ہاشم تھے اور تمام قریشیان کے مطیع ومنقاد تھے کسطرح پر اطاعت وفرمانبرداری رسول اللہ کی کرتے تھے۔ حالانکہ پیغمبر خدا ان کے عیال میں داخل تھے اور انکے پرورش کردہ اور بمنزلہ انکی اولاد کے شمار ہوتے تھے۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنینؑ علیہ السلام کو مسجد میں لائے تو جناب سیدہؑ بادلِ مجروح وغمگین نالان وحزین معہ دیگر زنان بنی ہاشم ان کے پیچھے گھر سے نکلیں اور مسجد تک آئیں جب روضۂ رسول اللہ کے قریب پہنچیں تو چلائیں اے گروہ ستمگاروائے قوم غدار میرے پسرِ عم سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ قسم بخدا کہ اپنے موئے سر کو پریشان کرونگی اور پیراہن رسول اللہ کو سر پر رکھ کر حضرت حق جل وعلیٰ کے سامنے فریاد خواہ ہونگی۔ فما ناقۃ صالح باکرم علی اللہ منی ولا الفصیل باکرم علی اللہ من ولدی صالح پیغمبر کی اونٹنی حق تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ عزیز نہیں اور نہ اسکا بچہ اس سبحانہ کے نزدیک میرے بچوں سے زیادہ ۔ رامی ہے بروایتے فرمایا اے ابوبکر تو چاہتا ہے کہ مجھکو بیوہ اور میرے بچوں کو یتیم کرے قسم بخدا کہ اگر انسے ہاتھ نہ اٹھائیگا تو میں اپنے بال کھولونگی اور گریبان چاک کروں گی اور اپنے باپ کی قبر پر جاکر فریاد کروں گی۔ پس حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور متوجہ روضۂ رسول خدا ہوئیں حضرت امیر المومنینؑ نے سلمانؓ فارسی سے کہا کہ جلد دخترِ رسول اللہ کی خبر لے بہ تحقیق کہ میں دیکھتا ہوں کہ شہر مدینہ زیروزبر ہوا چاہتا ہے جو کچھ وہ کہتی ہیں اگر اسکو عمل میں لائیں تو اس شہر کا معہ شہر والوں کے نشان باقی نہ رہیگا۔ سلمان کہتے ہیں کہ اسوقت دیکھا میں نے کہ دیواریں مسجد کی لرزنے لگیں اور زمین بلند ہوئیں بحدیکہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ ان کے نیچے سے نکل جائے تو نکل سکتا تھا۔ پس میں نے دوڑ کر عرض کی اے سیدۂ نساء اے بتول عذرا وائے خاتونِ قیامت وائے بانوئے حجلۂ کرامت وائے جگر گوشۂ رسول ثقلین مادرِ سبطین ان لوگوں کو بخشو اور اپنے باپ کی امت پر رحم کرو بہ تحقیق کہ تم خانوادۂ رحمت وشفاعت ہو اور تمہارے باپ رحمتِ عالم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں تم عذاب الٰہی کے نزول کا باعث نہ ہو بارے میری التماس کو بلطف قبول کیا اور اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی اسوقت دیکھا میں نے کہ دیواریں مسجد کی اپنی جگہ پر آرہیں اور جگہ پر آنے میں انسے ایک غبار بلند ہوا کہ اڑکر ہمارے چہروں پر بیٹھا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بخدا سوگند اگر فاطمہ اپنے موئے سر پراگندہ کرتیں تو تمام آدمی ہلاک ہوجاتے۔ القصہ حضرت کو ابوبکر کی پیشگاہ میں لائے تو عمر اسوقت تلوار کھینچے آپ کے سر پر کھڑے تھے۔ اور خالد ولید وابو عبیدہ جراح وسالم مولٰے حذیفہ ومعاذ جبل ومغیرہ شعبہ واسید بن حضیر وبشیر بن سعد اور اور لوگ ہتھیار لگائے آراستہ وپیراستہ ان کے گرداگرد تھے سلیم بن قیس راوئ حدیث کہتے ہیں کہ آہ وزاری جناب سیدہ کی سنکر تمام جماعت آبدیدہ ہوئی الا عمر خطاب وخالد ومغیرہ اور عمر نے کہا کہ ہمکو عورتوں کی رائے کی کچھ پروا نہیں۔ ابوبکر نے جو حضرت کو اس

امداد جناب سیدہ بنا بحضرت رسولؐ الثقلین

حال میں دیکھا تو ازبسکہ زنانہ سازی اور نرم دلی ان کے مزاج میں تھی بولے ان کو کھولدو امیرالمومنین نے فرمایا اے ابوبکر کیسی جلد تمنے مخالفت
رسول اللہ پر کمر باندھی اور کس قدر جلدی آنحضرت کے اہلبیت کو ایذا و آزار پہنچانے لگے کون سے استحقاق اور کس مرتبہ پر تم مجھ سے طلبگار بیعت
ہو کیا کل بروز غدیر تم نے خدا و رسولؐ کے حکم سے میرے ساتھ بیعت نہیں کی۔ ابوبکر ابھی اسکا جواب دینے نہ پائے تھے کہ عمر بولے اے علیؑ
ان باتوں کو جانے دو اور بیعت کرو۔ جب تک بیعت نہ کروگے ہمارے ہاتھ سے چھوٹ نہیں سکتے حضرت نے فرمایا اگر نہ کروں گا تو کیا کروگے
کہا بذلت و خواری تمکو قتل کریں گے فرمایا تو بندۂ خدا و برادر رسول اللہ کے قاتل ٹھیروگے۔ ابوبکر نے کہا اما عبد اللہ فنعم و اما اخو رسول
اللہ فما نقرلک بذالک یعنی تمہارا بندۂ خدا ہونا قبول و مسلم ہے لیکن برادر رسول اللہ ہونیکا ہم اقرار نہیں رکھتے حضرت نے فرمایا اے ابوبکر اسکا
اقرار نہیں کرتا کہ رسول اللہ نے بروز مواخات مجھکو اپنا بھائی بنایا۔ پس بریدہ نے کہا اے عمرو اے ابوبکر تم حاضر نہ تھے جب رسول اللہ نے ہمکو اور
تمکو امر کیا تھا کہ جاکر علی علیہ السلام کو بامارت و بادشاہی مومنان سلام کریں اور تمنے پوچھا کہ آیا یہ حکم خدا کی طرف سے ہے تو حضرت نے ارشاد
کیا کہ ہاں یہ حکم حق تعالیٰ کا ہے پس ہم سب نے بلفظ السلام علیک یا امیرالمومنین آنحضرت پر سلام کیا عمر نے کہا کہ اے بریدہ تجھکو ان امور میں
دخل دینے کا منصب نہیں بریدہ نے کہا قسم بخدا کہ میں اس شہر میں نہ رہونگا جہاں تم امیر ہو اور خلیفہ رسول اللہ معزول کیا جائے پس عمر نے حکمدیا
کہ بریدہ کو مار کر نکالدیں اسکے بعد سلمان فارسی اٹھے اور کہا اے ابوبکر خدا سے ڈر اور جس مقام میں بیٹھنے کا استحقاق نہیں رکھتا اس سے علیحدہ ہو
اور جن لوگوں کا یہ کام ہے انکے لئے چھوڑدے اور تمام امت کو قیامت تک ضلالت و جہالت میں نہ مبتلا کر عمر نے انکو دھمکایا کہ تو کون ہے
اور ان کاموں میں تجھے کیا دخل ہے سلمان نے کہا قسم بخدا اگر میں جانتا کہ اپنی تلوار سے اس دین کی امداد کرسکتا ہوں تو مردانہ وار راہ خدا
میں جہاد کرتا پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہوئے کہ تم نے کیا اور کچھہ نہ کیا دین اسلام میں داخل ہوئے اور اس سے نکل گئے پس بشارت
ہو تمکو ساتھ مصیبت و عنا و ناامیدی از نعمت و رخا کے۔ آگاہ رہو کہ اس کے بعد ظلمہ بیباک تمپر مسلط ہوں گے اور جور و ظلم تمہارے درمیان شائع
ہوگا اور کتاب خدا و احکام خدا بدلدئے جائیں گے۔ پس ابوذر و مقداد کھڑے ہوئے اور حجت کو انپر تمام کیا اور امیرالمومنین علیہ السلام سے
عرض کیا کہ اجازت دو تو ہم تلوار نکالیں اور اس قوم پر جہاد کریں آپ نے فرمایا رحمت خدا ہو تمپر اور اجازت پیکار نہ دی۔ ابوبکر بالائے منبر خاموش
بیٹھے تھے اور زبان سے کچھہ نہ کہتے تھے عمر نے انکو کہا کیا منبر کے اوپر چپکا بیٹھا ہے علی زیر منبر بیٹھا بیعت نہیں کرتا اور تمرد کرتا ہے مجھکو حکمدے
کہ اسکی گردن جدا کروں اسوقت امام حسنؑ و امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے پاس کھڑے تھے یہ کلمہ عمر سے سن کر رونے اور چلانے اور رو برو روضہ
رسول خدا کرکے فریاد کرنے لگے یا جداہ یا رسول اللہ ہمکو دیکھو کہ کیسے بے یار و مددگار ہیں حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے نور چشموں کو سینہ
سے لگایا اور فرمایا کہ گریہ مت کرو بہ تحقیق کہ انکو قدرت نہیں کہ تمہارے باپکو قتل کریں یا ایسا خیال بھی دل میں لاسکیں۔ اس وقت امّ سلمہؓ
زوجہ رسول خدا و امّ ایمن مربیہ آنحضرت اپنے حجروں سے نکل کر چلائیں کہ اے ابوبکر و عمر وائے اصحاب پیغمبر خوب تم نے کینہ ہائے دیرینہ ظاہر
کئے اور جلد آنحضرت کے اہلبیت سے بدلے لئے عمر نے کہا دونوکو مسجد سے نکالدو کہ ہم کو عورتوں کی باتوں سے سروکار نہیں۔ پس عمر بدیں
خیال کہ امر بیعت میں خلل و خرابی پڑے بیتاب تھے اور شدت و حدت میں تا بمقدور کمی نہ کرتے تھے خالد ولید نے بھی تلوار میان سے

نکال لی تھی لیکن ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت امیر کسی نوع بیعت پر رضامند نہیں ہوتے لاجرم اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ کے قریب آکر اپنا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ پر رکھدیا گویا بیعت ہوگئی۔ بروایتے عباس بن عبدالمطلب کو معلوم ہوا کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں وہ روتے ہوئے آئے اور غل مچاتے تھے لوگو میرے برادرزادے سے ہاتھ اٹھاؤ اور فن و مدارا کرو اس کے ساتھ میں اس سے بیعت کرادونگا پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اول کے ہاتھ سے مس کردیا اور وہ اسپر رضامند ہوگئے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے بیعت نہیں کی تاوقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔ **الحاصل** یہ روایاتِ شیعہ ہیں کہ اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اہلسنت کے نزدیک جبتک جناب سیدہ زندہ رہیں اسوقت تک امیر المومنین نے بیعت نہیں کی۔ جب چھ ماہ بعد اس جناب کا انتقال ہوا تو اسوقت مجبوراً بیعت کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ وکان لعلی من الناس وجہ فی حیوۃ فاطمہ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ ولم یکن یبایع تلک الاشہر موضع الحاج یعنی علی کے لئے فاطمہؑ کی زندگی میں لوگوں کی طرف سے ایک وجہ وارد تھی جب انکا انتقال ہوا تو آپ نے لوگوں کے چہروں کو اپنی طرف سے متغیر پایا پس طالب مصالحہ و بیعت ہوئے ابوبکر کے ساتھ حالانکہ اس چھ مہینے کے عرصہ میں انہوں نے بیعت نہیں کی تھی اس سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کی حیات میں جو لوگ آپ کا پاس ولحاظ کرتے تھے وہ انکی وفات کے بعد باقی نہ رہا تھا لہذا بے ملجا و مضطر ہوکر آپ نے بیعت ابوبکر کی خواہش کی۔ اور جامع الاصول میں ہے فکان لعلی وجہ من الناس حیوۃ فاطمہ فلما توفیت فاطمہ انصرفت وجوہ الناس عن علی ومکثت فاطمہ بعد رسول اللہ ستۃ اشہر ثم توفیت فقال رجل للزہری فلم یبایعہ علی فقال لا واللہ ولا احد من بنی ہاشم حتی بایعہ علی یعنی علی کی طرف فاطمہ کی زندگی میں لوگوں کا رخ تھا جب آنحضرت کا انتقال ہوا تو علی کی طرف سے لوگوں کا رخ پھر گیا اور فاطمہ حضرت رسول اللہ کے بعد چھ مہینہ زندہ رہیں پھر وفات پائی ایک شخص نے زہری راوی حدیث سے کہا کیا علیؑ نے ابوبکر سے بیعت نہیں کی کہا نہیں اور نہ کسی نے بنی ہاشم سے بیعت کی جب تک کہ علیؑ نے نہ کی۔ اور ابن ابی الحدید جلد ساوس شرح نہج البلاغہ میں کتاب سقیفہ احمد بن العزیز جوہری سے نقل کرتا ہے کہ بنی ہاشم و زبیر اس روز علی کے ساتھ تھے اور وہ یعنی زبیر اپنے تئیں بنی ہاشم سے خیال کرتے تھے۔ اور علی علیہ السلام بھی کہا کرتے کہ زبیر ہم اہلبیت سے تھا تا اینکہ اسکی اولاد جوان ہوئی اسوقت انہوں نے اسکو ہمسے پھیر لیا پس عمر نے کہا علیکم بالکلب اس کتے (زبیر) کو پکڑو سلم بن اسلم نے اسکے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور دیوار میں مارکر اسکو توڑدیا اور علی کو معہ زبیر و بنی ہاشم ابوبکر کے پاس لائے دراںحالیکہ وہ کہتے تھے کہ میں بندۂ خدا و برادر رسول اللہ ہوں پس اسنے کہا بیعت کرو آپ نے کہا میں تمہاری نسبت اس کار کیلئے احق و اولیٰ ہوں۔ تم انصار پر قرابت رسول اللہ کو حجت لائے اور انہوں نے اس سبب سے تمہاری امارت تسلیم کی میں بھی یہی حجت تمپر لاتا ہوں پس خدا سے ڈرو اور وہ بات کہ انصار نے تمہیں بخشی ہے ہمارے حوالہ کرو ورنہ تم بلاشبہ گروہ ظالمین سے ہوگے۔ عمر نے کہا جب تک تم ابوبکر سے بیعت نہیں کرنیکے ہمارے ہاتھوں سے چھوٹ نہیں سکتے۔ حضرت نے فرمایا احلب لک حلبا یا عمر لک شطرہ اشدد لہ الیوم امرہ لیردہ علیک غدا تو دودھ دوہتا ہے کہ آپ بھی اسمیں سے پئے اور اس کے لئے امر کو مضبوط بناتا ہے کہ

کل کو تیری طرف لوٹا وے قسم بخدا کہ میں تیرا کہنا نہ مانونگا ابوبکر نے کہا یا علیؑ تمکو بیعت منظور نہیں تو میں مجبور نہیں کرتا ابو عبیدہ نے کہا اے ابوالحسن تم نوجوان ہو یہ تمہاری قوم کے سن رسیدہ مشائخ ہیں تم سے زیادہ تجربہ و واقفیت رکھتے ہیں ابوبکر پختہ کار متحمل مزاج اور منتظم آدمی ہے۔ اسوقت خلافت کو اس کے لئے چھوڑ دو ثانی الحال اگر تمہاری عمر دراز ہوئی اور زندہ رہے تو بوجہ قرابت وجہاد و سبقت اسلام تم ہی اس کام کے لئے انسب ہو گے۔ حضرت نے فرمایا اللہ اللہ اے مشعر مہاجرین سلطنت پیغمبر خدا کو انحضرت کے گھرانے سے نہ نکالو اور حقداروں کو محروم نہ کرو قسم بخدا کہ ہم اہلبیت تم سے زیادہ اس کار کے لائق ہیں بہ تحقیق کہ ہم قاریٔ قرآن و دانائے فقہ و احکام و عالم فرائض و سنن ہیں انتظام جیسا کہ ہم کر سکتے ہیں کسی سے نہیں ہو سکتا قسم بخدا کہ یہ ہمارا حق ہے تم اس بارے میں حرص و ہوا کی پیروی نہ کرو کہ حق سے تجاوز کر جاؤ گے۔ بشیر بن سعد نے کہا یا علیؑ اگر انصار یہ باتیں تم سے قبل بیعت سنتے تو ان سے دو شخص بھی تمہارے مقدمہ میں اختلاف نہ کرتے مگر اب وہ ابوبکر کے ساتھ بیعت کر چکے پس علی علیہ السلام گھر کو چلے گئے اور جب تک فاطمہ زندہ رہیں بیعت نہیں کی تمام ہوئی روایت صاحب سقیفہ کی اسمیں جواب کلام بشیر بن سعد جو شاہمرداں نے دیا مذکور نہیں یا جوہری نے مصلحۃً اس کو نقل نہیں کیا مگر ہم روضۃ الاحباب سے اسکی اصل عبارت میں اسکو نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے حضرت نے فرمایا اے بشیر تو روا میداری کہ من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل ندادہ وتجہیز و تکفین وے نہ نمودہ و از دفن وے فراغت حاصل نہ کردہ دم در طلب خلافت و حکومت زدمے و با مردم در منازعت و خصومت شدمے۔ بعد ازاں صاحب روضۃ الاحباب فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق چوں دید کہ کلمات علیؑ جملہ محکم و استوار و ہر یکے ازانہا مقابل صد کلمہ بل ہزار است از راہ رفق و مدارا در آمد و گفت اے ابوالحسن مرا گمان ایں بود کہ ترا بامن دریں امر مضائقہ نباشد واگر میدانستم کہ ازبیعت با من تخلف خواہی کرد ہرگز آنرا قبول نمے کردم اکنوں کہ مردم اتفاق نمودہ اند اگر تو نیز بایشاں موافقت نمائی ظن مرا مطابق واقع ساختہ باشی واگر حالا توقف کنی و خواہی کہ دریں امر تفکر نمائی چیزے بر تو نیست پس علیؑ از مجلس برخاست و متوجہ خانۂ خویش گشت **غرض** حضرت امیر المومنینؑ نے اسطرح کے بہت سے کلام کئے اور ہر طرح سے انپر حجت تمام فرمائی۔ ازانجملہ حدیث غدیر کو یاد دلاکر اسپر شہادت طلب کی بارہ اشخاص نے غازیان بدر سے گواہی دی کہ ہم نے یہ حدیث پیغمبر خدا سے سنی ہے زید بن ارقم نے کتمان شہادت کیا اور بہ دعائے حضرت نابینا ہوا۔ شواہد النبوۃ میں ہے کہ ابن ارقم مذکور ہمیشہ اس شہادت کے ترک پر اظہار ندامت کرتا اور خدا تعالے سے دعائے آمرزش مانگتا تھا **حقیر مولف** کہتا ہے کہ زید کی طرح اور لوگوں نے بھی اس شہادت کو چھپا کر ایسے ہی تمغے پائے ہیں کیونکہ حضرت امیر المومنین اکثر موقعوں پر حدیث مذکور کو حجت لاتے تھے اور اسپر شہادت طلب فرماتے تھے سعادتمند ادائے شہادت کرتے بدبخت دیدہ و دانستہ حیلے حوالے کر کے ٹالتے اور بہ دعائے حضرت مبتلائے بلیات ہوتے تھے۔ چنانچہ حلیۃ الاولیا حافظ ابونعیم سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اس مقدمہ میں گواہی چاہی حضار نے گواہی دی الا انس بن مالک و براء بن عازب و اشعث بن قیس و خالد بن یزید کہ انہوں نے کتمان شہادت کیا حضرت امیر نے فرمایا اے انس تو نہ مریگا تا وقتیکہ حق تعالی تجھکو مرض برص میں مبتلا کرے جسکو تیرا عمامہ نہ چھپا سکے اور اے اشعث تیری ایک آنکھ جاتی رہیگی اور اے خالد تو جاہلیت کی موت مریگا اور اے براء تو نے جس مقام سے ہجرت کی ہے اس جگہ تیری موت آئیگی۔ جابر بن عبداللہ انصاری راویٔ حدیث کہتے ہیں کہ

قسم بخدا کہ میں نے دیکھا کہ انس کی پیشانی پر برص نمودار تھے ہر چند وہ عمامہ سے اسکو چھپانا چاہتا تھا نہیں چھپتا تھا اور اشعث کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی وہ کہتا تھا خدا کا شکر ہے کہ امیر المومنین نے میرے لیئے دنیوی عذاب پر اکتفا کیا کہ بصارت چشم جاتی رہی اور عقوبت اخروی سے محفوظ رکھا اور خالد مرا تو بنی کندہ نے اسکی قبر پر گھوڑوں اور اونٹوں کو برسم جاہلیت پے کیا اور برار کو معاویہ نے حاکم مین مقرر کیا تھا وہ اسی مقام پر فوت ہوا جہاں سے ہجرت کی تھی۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شرع کے موافق لوگ دو گواہوں کی گواہی پر اپنا حق پا لیتے ہیں طرفہ ماجرا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کو دس ہزار گواہوں کی گواہی پر بھی ان کا حق نہ ملا۔ **روایت** ہے کہ اس وقت سعد ابی وقاص نے کہا اے پسر ابوطالبؑ تم خلافت کی بہت ہی حرص رکھتے ہو۔ چنانچہ حضرت اپنے ایک خطبہ میں اسطرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایک کہنے والے نے کہا اے ابوطالبؑ کے بیٹے تم اس امر پر بہت ہی حریص ہو میں نے اسے کہا بل انتم واللہ احرص و ابعد و انا اخص و اقرب یعنی قسم بخدا کہ تم مجھ سے زیادہ اسکی حرص رکھتے ہو حالانکہ تم اس سے بعید ہو میں اس سے اقرب ہوں اور اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوں۔ انما طلبت حقالی و انتم تحولون بینی و بینہ و تضربون وجھی دونہ میں تو صرف اپنا حق چاہتا ہوں تم اس کے اور میرے درمیان حائل ہوتے اور اس سے مانع آتے ہو فرماتے ہیں یہ حجت واضح سنکر وہ قائل (سعد وقاص) مبہوت و حیران رہ گیا اور کچھ جواب اسے بن نہ آیا۔ **بالجملہ** دریائے تقریر حضرتِ امیر موج زن تھا اور ایک ایک موقعہ کا اپنی نصِ خلافت و وصایت سے ذکر کرکے مجمعِ حاضرین سے اسکا اقرار لیتے تھے۔ ابوبکر یہ دیکھکر دنگ رہ گئے اور اندیشہ ہوا کہ مبادا لوگ ان سے برگشتہ ہو جائیں بولے یا علیؑ جو تم کہتے ہو سب درست ہے ہم نے بھی پیغمبر خدا سے یہ سنا ہے الا یہ کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ہم اہلبیت کو حق تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور چناہ اور دار آخرت کو ہمارے لئے دنیا پر اختیار کیا بہ تحقیق کہ حق تعالیٰ اس خاندان کے لیئے نبوت و خلافت کو جمع نہ کرے گا۔ حضرت نے فرمایا۔ اے ابوبکر تمہارے سوا کسی اور نے بھی یہ حدیث پیغمبر سے سنی ہے عمر نے کہا خلیفہ رسول اللہ راست کہتے ہیں مینے بھی اسکو سنا ہے علیٰ ہذا ابو عبیدہ و سالم مولائے ابی حذیفہ و معاذ بن جبل نے بھی گواہی دی حضرت نے کہا تم نے کسی نے کچھ نہیں سنا الا یہ کہ اپنے قول و اقرار کو پورا کرتے ہو اور صحیفہ ملعونہ جو کعبہ میں بیٹھکر لکھا ہے اور باہم عہد کیا ہے کہ رسول اللہ کے بعد جسطرح ہو خلافت کو انکے اہلبیت تک نہ پہنچنے دیں اسکو وفا کرتے ہو۔ نہیں تو قول پیغمبر مخالفِ قرآن نہیں ہو سکتا حقتعالیٰ فرماتا ہے ام یحسدون الناس علیٰ ما اتاھم اللہ من فضلہ فقد اتینا ال ابراھیم الکتاب والحکمۃ واتیناھم ملکاً عظیما آیا وہ حسد کرتے ہیں نیک آدمیوں پر اس چیز سے کہ حقتعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی ہے پس ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت دی اور ملک عظیم انکو بخشا حضرت نے فرمایا کہ کتاب سے مراد نبوت ہے اور حکمت سے سنت اور ملک سے خلافت یہ سب آل ابراہیم کو دی گئی اور ہم آل ابراہیم سے ہیں۔ **القصہ** حضرت امیرؑ سے بیعت لینے یا انکو کسی دباؤ سے معذور و معاف رکھنے کے بعد علیٰ اختلاف الروایات یہ حضرات اوروں کی طرف متوجہ ہوئے سب سے پہلے انہوں نے زبیر کو پکڑا تلوار تو انکی پہلے ہی لے لی تھی اب زمین پر ڈالا اور حضرت عمر ان کے سینہ پر سوار ہوئے اور یوں گھونٹ کرانسے بیعت لی زبیر نے کہا اے پسر صہاک قسم بخدا اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تو ہرگز یہ جرأت نہیں کر سکتا تھا اور یہ جو طاغی کہ تیرے گرد و پیش جمع ہیں تیری حمایت نہ کرتے تو

مجال نہ تھی کہ تم علیؑ پر سبقت لیجاتے اس کے بعد سلمانؓ کو گلے میں رسن ڈالکر کشاں کشاں لائے رسّی کی رگڑ سے گلا چھلکر نشان پڑ گیا تھا۔ پس ان کے ہاتھ کو بیعت کے لئے مروڑ ڈالا۔ پھر ابا ذرؓ و مقدادؓ وغیرہ سے اسی طرح بیعت حاصل کی سلمانؓ نے کہا ہلاکت ہو اے قوم تم پر تم نے گذشتہ فرقوں کے اختلاف و افتراق کی پیروی کی اور سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈالکر خلافت کو اسکی معدن سے نکالکر باہر لیگئے عمر نے کہا اب جبکہ تو نے اور تیرے صاحب نے بیعت کرلی اور جو تم چاہتے تھے اس سے تمہاری آنکھیں روشن نہ ہوئیں تو اب جو چاہو سو کہو ہمکو اس کی پرواہ نہیں خدا نے اس امر کو اس گھر والوں سے دور رکھا جنکو تم نے خدا بنا لیا ہے امیر المومنینؑ نے فرمایا اے پسر صنحاک ہماری تو خلافت نہ ہوا اور تجھکو اور پسر آکلہ ذبان کو ہو کہا اے ابو الحسن جبکہ عامہ خلائق ابوبکر پر رضامند ہوں اور تم پر نہ ہوں تو اسمیں میرا کیا گناہ ہے حضرت نے فرمایا لیکن خدا و رسول تو میرے سوا کسی پر رضامند نہیں پس بشارت ہو تجھکو اور تیرے اصحاب کو جو اسمیں تیرے شریک ہیں ساتھ سخط و غضب خدا اور رسول کے وائے ہو اے پسر خطاب مگر نہیں جانتا کہ تو نے کیا کام کیا اور کونسا معاہدہ توڑ ڈالا اور کیا بری حرکت تجھ سے صادر ہوئی ہے زبیر نے عمر کو سخت سخت باتیں کہیں اور سلمان فارسیؓ اور جناب مرتضویؑ نے خاص خاص عقوبات اخروی کہ جو ان کے لئے مقرر ہیں تذکرہ فرمائے اور بہت گفتگو رہی جس کو ہم مناسب اس رسالے کے نہ جانکر ترک کرتے ہیں اور اپنے سنی بھائیوں سے انصاف چاہتے ہیں کہ وہی بتلائیں کہ کوئی معقول پسند آدمی اس بیعت کذائی کو پسند کریگا چہ جائیکہ اس ٹھکا فضیحتی کا اجماع امت و اتفاق نام رکھا جائے اور دینی بادشاہی یعنی نیابت حضرت رسالت پناہی کی بنیاد اسپر قائم کیجاوے اور روایت موضوعہ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوتی" کو اسکے ساتھ شامل کرکے اس خلافت کو خلافتِ راشدہ کہا جائے مانا کہ روایت مذکورہ ہی صحیح ہے تاہم علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام و عباسؓ و جملہ بنی ہاشم و زبیر و سلمانؓ و ابوذر وغیرہم یہ سب کے سب آنحضرت کے اعزہ و اصحاب نہ سہی کیا عام امت میں بھی داخل نہ تھے کہ ان کے شریک ہوئے بغیر ہی اجماع متحقق ہو گیا اور کیا رضامندی اور خوشی کی بیعت اور جبر و تعدی کی بیعت کا ایک ہی حکم ہے کہ اسکی کچھ پروا نہ کی گئی۔ روایت گذشتہ بخاری و جامع الاصول سے ظاہر ہے کہ چھ مہینے تک ان بزرگواروں نے بیعت نہیں کی اور بعد کو حضرت فاطمہ کی وفات پر کی تو بکمال مجبوری محض بیکسی و بےبسی کی حالت میں۔ پس کیا ایسی بیعت سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہے تو وہ ہی بتلائیں کہ یہ چھ ماہ کہ بالکل بیعت نہیں ہوئی کس حساب میں رہے اور حضرت خلیفہ صاحب اس عرصۂ دراز تک کس حجت و دلیل سے اموال و نفوس مسلمانان میں تصرف کرتے رہے۔ طرہ یہ کہ سعد عبادہ انصاری کہ اساطینِ دینِ مبین سے مخبر بہ نعیم بہشت و بشر بہ خیر آخرت تھے اور بیعت عقبہ و غازیانِ بدر میں داخل ہونیکا فخر رکھتے تھے مدۃ العمر اس بیعت سے کنارہ کش رہے اور وہ زمانہ خلافت عمر خطاب میں شہید ہوئے تو اس اعتبار سے تمام زمانہ خلافت ابوبکر ان کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا امام فخر الدین رازی باآن گا دُتازی اس مقام پر عاجز رہ گئے اور کوئی بات معقول نہ لا سکے۔ آپ نہایۃ العقول میں فرماتے ہیں۔ وان قیل الانصار نازعوا فیہ اگر کہا جائے کہ انصار نے یعنی سعد عبادہ وغیرہ نے اسمیں نزاع کیا قلنا لا نزاع فیہ لانہ ارتفع ذلک النزاع عند موت سعد بن عبادۃ و نحن انما نتمسک بھذا الاجماع یعنی ہم کہیں گے کہ اسمیں کوئی نزاع نہیں کیونکہ یہ نزاع سعد عبادہ کے مرنے پر برطرف ہو گیا پس ہم اسی اجماع سے جو اسوقت منعقد ہوا تمسک کرتے ہیں

دیکھئے امام صاحب نے اس ہندا کی خبر کہاں جا کر نکالی اور جو اجماع صدر خلافت ابوبکر میں کاروبار خلافت میں ان کے دخل دینے سے پہلے ہونا چاہیے تھا ۲۰ آپ نے خلافت عمر بیس برسوں کے بعد گھڑ گھڑ کر تیار کیا حضرت ابوبکر کو گو اپنی عمر بھر اجماع نصیب نہ ہوا اگر امام صاحب نے انکے بعد سعد کی موت پر اجماع بنا کر جھٹ اس سے تمسک کر لیا کیا کہنے آپ کی اس دلیل بازی کے تب ہی تو آپ امام المستدلین قرار پائے۔ امام صاحب کی اس منطق کے موافق تو کوئی مسئلہ بھی مختلف فیہ نہیں رہتا اسطرح پر تو ہر ایک اختلافی مسئلہ کو جب ایک فریق دنیا سے گذر جائے مجمع علیہ کہہ سکتے ہیں بھلا امام صاحب نے تو اس اجماع سے کہ سعد کے مرنے پر حاصل ہوا تمسک کر کے پیچھا چھڑا لیا حضرت ابوبکر اور ان کے اصحاب ۲۰ و ۲۰ سال تک کونسے اجماع سے متمسک رہے کاش وہ یہی کہتے کہ کبھی نہ کبھی تو سعد مریگا ہی اسوقت اجماع ہو رہے گا ہم اُسی وقت کے آئندہ آنیوالے اجماع کی بنا پر کار خلافت کر رہے ہیں مگر خلیفہ صاحب کو تو اُسکے برخلاف تا دم مرگ انصار کا اختلاف دل میں کھٹکتا رہا چنانچہ مرض الموت میں جہاں اور باتیں حسرت و افسوس کی اُنسے منقول ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ کیوں نہ مینے رسول اللہ سے دریافت کر لیا کہ آیا انصار کا بھی اسمیں کچھہ حق و حصہ ہے جیسا آگے آتا ہے۔ غرض اجماع صحابہ کہ بقول متقدمین اہلسنت صحت خلافت ابوبکر کا دار و مدار اسپر ہے کہیں کچھہ ثابت نہیں ہوتا اسلیے متاخرین نے اس دلیل کو چھوڑ کر ایک اور بات پیدا کی صاحب مواقف کہتے ہیں کہ جب خلافت بیعت و اختیار سے ثابت ہو جائے تو وہ اجماع اہل حل و عقد کی محتاج نہ رہے گی کیونکہ کوئی دلیل اسپر قائم نہیں ہوتی نہ از روئے عقل کے نہ نقل کے بلکہ بیعت کر لینا ایک یا دو کا اہل حل و عقد سے کافی ہوگا ثبوت امامت میں اور وجوب متابعت مسلمانان میں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے باوجود اس صلابت کے کہ دین میں رکھتے تھے اسیقدر پر اکتفا کیا مثل بیعت کر لینے عمر کے ابوبکر سے اور مثل بیعت کر لینے عبدالرحمن کے عثمان سے اور شرط نہیں کیا انہوں نے انعقاد خلافت میں اجماع اہل مدینہ کو چہ جائیکہ علمائے امت کے اجتماع کو اور کسی نے اسپر انکار نہ کیا اور اتفاق کیا اسپر اہل اعصار نے ہمارے زمانہ تک۔ تمام ہوا ترجمہ عبارت صاحب مواقف کا بس اب ہمکو ضرورت کلام باقی نہیں رہی اہل انصاف خود دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ خلافت کس پایہ کی ہوگی جسکے عمر کی بیعت کے سوا کوئی دلیل نہیں ملسکتی چہ جائیکہ عمر بھی آخر کار اسکو فلتہ یعنی بن سوچی سمجھی بات" کہکر علیحدہ ہو جائیں اب اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض احادیث مرویہ اہلسنت کہ خلافت بلا فاصلہ امیر المومنین علیہ السلام پر دلالت واضح رکھتی ہیں انکی کتابوں سے نقل کی جائیں ❊

کلام صاحب مواقف

بعض روایات اہلسنت کہ دلالت بر خلافت بلا فاصلہ امیر المومنین علیہ السلام دارد :-

واضح رہے کہ اصل اصول فرقہ ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ کا یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے امام مفترض الطاعۃ و خلیفہ بلا فصل جانتے ہیں اور یہ عقیدہ سدیدہ انکی کتب کلامیہ میں بہ دلائل عقلیہ و شواہد نقلیہ متفق علیہ بین الفریقین ثابت و مقرر ہے۔ ہمیشہ علمائے اعلام خلفاً عن سلف سعی مشکور اس بارے میں مبذول اور اپنے مخالفوں کو قائل بطرز معقول کرتے رہے ہیں چنانچہ تصنیفات قدمار فرقہ مثل شیخ سدید مفید و علم الہدیٰ سید مرتضیٰ و خواجہ نصیر الدین طوسی و علامہ جمال الملۃ والدین الحلی و مولانا مقدس اردبیلی وغیرہم عرب و عجم سے اور ہندوستان سے افادات آیۃ اللہ فی العالمین جناب سید دلدار علی نصیر آبادی و حکیم میرزا محمد دہلوی و سلطان العلمار مولانا السید محمد لکھنوی و سید العلمار جناب سید حسین الکھنوی و مفتی محمد قلی کنتوری وغیرہ وغیرہ

شاہد عدل اس دعوے کے ہیں اور اس قرب زمان میں جناب مغفرت مآب خاتم المتکلمین قدوۃ المتاخرین مولانا السید حامد حسین طاب ثراہٗ نے علم کلام کو کمال پر پہنچا دیا اور وہ ضخیم کتابیں اس فن میں لکھی ہیں جن کا جواب نہیں ہو سکتا چنانچہ یہ امر جس نے مجلدات عبقات الانوار واستقصار الافحام کا مطالعہ کیا ہے اسپر بخوبی روشن ہے مگر اس کتاب کا اصل موضوع واقعات و واردات جناب مرتضوی کا ضبط کرنا ہے ادلہ امامت کی توضیح و تفصیل یہاں مقصود نہیں اس لئے صرف چند روایتیں سوائے احادیث مشہورہ غدیر و منزلت و قصہ ابلاغ سورۂ برات و قصہ جمع کرنے رسول اللہ کا بنی ہاشم کو باین غرض کہ جو اُنسے انحضرت پر ایمان لائے وہی آپ کا وصی وجانشین ہوگا اور ایمان لانے حضرت امیرالمومنین اور قصہ سلام کرانے کا آنحضرت کے تئیں بلفظ امیرالمومنین وغیرہ کے کہ پیشتر مجملاً ذکر ہوئے یہاں نقل ہوتی ہیں **مسند احمد بن حنبل** و مناقب خوارزمی و فصول مہمہ وغیرہ میں ہے کہ بروز احد جبکہ جبرئیل امین نے حضرت امیرالمومنین کی شجاعت و جاں نثاری کی مدح کی تو حضرت رسولخدا نے فرمایا کیونکر علیؑ ایسے نہوں حالانکہ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ یعنی علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے جبرئیل نے کہا وَاَنَا مِنْکُمَا کہ میں تم دونوں سے ہوں اور نیز انحضرت نے فرمایا اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ البتہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے اور وہ ہے والیٔ امور اور آقا ہر ایک مومن کا بعد میرے **دیگر** ابن مغازلی واسطی نے اپنی کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا من ناصب علیاً الخلافۃ بعدی فھو کافر فقد حارب اللہ و رسولہ و من شک فی علی فھو کافر یعنی جو میرے بعد علیؑ کے ساتھ امر خلافت میں نزاع وخصومت کرے کافر ہے گویا اس نے خدا ورسول کے ساتھ جنگ کیا ہے اور جو شک لائے علی کے مقدمہ میں وہ کافر ہے۔ **دیگر** ابو الحسن بن المغازلی شافعی نے انس سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ایک ستارہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانہ میں آسمان سے اترا حضرت نے فرمایا اس ستارے کی طرف دیکھو اور نگراں رہو جسکے گھر میں وہ اترے گا وہی میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا لوگوں نے دیکھا تو وہ ستارہ خانۂ علیؑ میں نازل ہوا پس منافقوں نے کہا الا ان محمداً فقد ضل علی علی آگاہ رہو کہ محمدؐ علیؑ کی محبت میں گمراہ ہوگئے پس حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی قسم ہے ستارے کی جس وقت کہ وہ نیچے کو جھکا نہیں تمہارا صاحب یعنی پیغمبر خدا (محبت علیؑ میں) گمراہ نہیں ہوا اور وہ خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا تاوقتیکہ وحی اسپر نازل نہیں ہولیتی۔ **دیگر احمد بن حنبل** امام اہلسنت اپنی مسند میں انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا ہمنے سلمان فارسی سے کہا کہ رسول اللہ سے دریافت کرو کہ ان کے بعد انکا وصی کون ہوگا سلمان نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا فرمایا میرا وصی اور میرا وارث اور میرے دین کا ادا کرنیوالا اور میرے وعدونکا وفا کرنیوالا علی بن ابی طالب ہے۔ **دیگر** اخطب خطبا موفق بن احمد نے کتاب فضائل میں اور ابراہیم بن محمد حموینی نے کتاب فرائد السمطین میں اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ پیغمبر خدا کے ساتھ تھا کہ آپ نے ایک آہ کی میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا حال ہے آپنے فرمایا مجھکو میرے مرنیکی خبر دی گئی ہے مینے عرض کی پھر کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے فرمایا کسکو کر دوں مینے کہا ابوبکر کو آپ خاموش ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد پھر آہ کی

میں نے سبب پوچھا تو فرمایا مجھکو خبر مرگ دی گئی ہے میں نے کہا کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرماویں فرمایا کسکو میں نے کہا عمر کو آپ پھر خاموش ہوگئے تھوڑی دیر بعد تیسری مرتبہ آہ کی اور پھر میرے استفسار پر وہی جواب ارشاد فرمایا تب میں نے کہا علی کو خلیفہ مقرر فرماویں فرمایا والذی نفسی بیدہ لئن اطاعوہ لیدخلن الجنۃ اجمعون اکتعون یعنی اس خدا کی قسم ہے جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر لوگ علی کی اطاعت کریں تو وہ ان تمام کو جنت میں داخل کرے۔ اور شرح نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا اوہ[1] لن تفعلوا واللہ لئن فعلتموہ لیدخلنکم الجنۃ افسوس کہ تم ہرگز اسکو خلیفہ نہ کروگے قسم خدا کی اگر اسکو خلافت دو تو تمکو وہ جنت میں لیجائے۔ دیکھئے اس روایت سے کسقدر قلق و اضطراب حضرت رسالتمآب کا خلافت امیر المومنینؑ کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔ **دیگر حافظ ابو نعیم** نے حلیۃ الاولیاء میں انس خادم رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ وضو کیلئے پانی حاضر کر پس وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا جو شخص اول اس در سے آئے وہ امام ہے پرہیزگاروں کا اور سید و سردار مسلمانوں کا اور یعسوب مومناں اور انکا بادشاہ اور خاتم اوصیا ہے اور قائد و پیشرو سفیدوں اور دست و پا سفید والوں کا ہے کہ انکو بہشت کی طرف لیجائیگا۔ انس کہتے ہیں کہ میں دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ خداوندا وہ شخص انصار سے ہو کہ اتنے میں علیؑ علیہ السلام تشریف لائے حضرت نے پوچھا کون ہے میں نے عرض کی علیؑ پس حضرتؐ شادوخنداں وہاں سے اٹھے اور انکی طرف آئے اور دونو ہاتھ آپنے علی کی گردن میں ڈالدیئے اور عرق ان کے روئے مبارک سے پونچھتے تھے۔ علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہ سبب اس التفات تازہ کا کیا ہے فرمایا کیوں نہ ہو اے علی حالانکہ تو میری طرف سے میری رسالت کو پہنچائیگا اور میری آواز انکو سنائیگا اور جس امر میں وہ اختلاف کرینگے یہ بیان شافی اسکو روشن کریگا۔ **دیگر** احمد بن حنبل نے مسند میں اور احمد بیہقی نے اپنی صحیح میں حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا من اراد ان ینظر الی نوح فی عزمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسی فی عقلہ والی عیسی فی عبادتہ فلینظر الی علی ابن ابیطالب کہ جو شخص چاہے کہ نظر کرے طرف نوح کے انکے عزم و ارادے میں اور طرف ابراہیم کے انکے حلم و برداشت میں اور طرف موسیٰ کے انکی عقل و دانائی میں اور طرف عیسیٰ کے انکی عبادت میں اسکو چاہیئے کہ نظر کرے طرف علی بن ابی طالب کے اور فخر الدین رازی نے اربعین میں کتاب فضائل الصحابہ بیہقی سے اسطرح پر نقل کیا ہے کہ جو ارادہ کرے طرف آدم کے ان کے علم میں اور طرف نوحؑ کے ان کے تقویٰ میں اور طرف ابراہیم کے انکے خلق میں اور طرف موسیٰؑ کے ان کی ہیبت میں اور طرف عیسیٰ کے ان کی عبادت میں اسکو چاہیئے کہ نظر کرے طرف علیؑ ابن ابیطالب کے اور حدیث فردوس الاخبار میں اس سے بھی زیادہ مبسوط طور سے وارد ہوئی ہے فخر رازی شیعوں کی طرف سے کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث دلالت کرتا ہے کہ وہ حضرت ان پیغمبروں کے مساوی ہیں اور شک نہیں کہ یہ پیغمبر ابو بکر و دیگر صحابہ سے افضل تھے۔ پس افضل کا مساوی بھی افضل ہوگا۔ پس علی ابن ابیطالب ابو بکر وغیرہ سے افضل ہوئے پس وہی خلیفہ ہوں گے ورنہ ترجیح مرجوح لازم آئیگی۔ **دیگر** موفق بن احمد مذکور نے کہ بزرگان علماء عامہ سے ہے کتاب فضائل میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب شب معراج میں آسمان پر گیا اور سدرۃ المنتہی پر پہنچکر روبرو جناب احدیت کے کھڑا ہوا تو مجھ سے خطاب کیا اور

[1] اوہ بروزن خیر ایک کلمہ ہے جو کہ شکایت کے وقت بولا جاتا ہے۔ ۱۲

پوچھا اے محمدؐ تو نے خلقت کو آزمایا سب سے زیادہ کسکو اپنا مطیع و فرمانبردار پایا میں نے عرض کی پروردگار اعلیٰ کے تئیں۔ فرمایا راست کہا تو نے اے محمدؐ پس آیا تو نے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے کہ تیرے احکام لوگوں تک پہنچا دے اور قرآن انکو تعلیم کرے عرض کی پروردگار میرے لئے اختیار کر بہ تحقیق کہ جسکو تو اختیار کرے گا اسی کو میں اختیار کرونگا ارشاد ہوا کہ مینے علیؑ کو اختیار کیا تو اسکو اپنا خلیفہ و وصی مقرر کر کیونکہ مینے اپنا علم و حلم اسے عطا کیا ہے اور وہ ہے امیر مومنوں کا حقیقۃً کوئی اسکے رتبہ کو نہیں پہنچ سکا نہ اس سے پہلے نہ اسکے بعد اے محمدؐ علیؑ نشانِ ہدایت ہے اور امام ہے ان لوگوں کا جو میری اطاعت کریں اور نور ہے میرے دوستونکا اور کلمہ ہے کہ مینے متقین پر اسکو لازم گردانا ہے جو اسکو دوست رکھے اس نے مجھکو دوست رکھا اور جس نے اسکے ساتھ دشمنی کی اس نے میرے ساتھ دشمنی کی اے محمدؐ تو اُسکو اسکی بشارت دے پیغمبرِ خدا فرماتے ہیں کہ میں نے علی کو بشارت دی تو انہوں نے کہا میں بندۂ خدا اور اسکے قبضۂ قدرت میں ہوں اگر مجھکو عذاب کرے تو میرے گناہوں کے سبب کریگا اور یہ ظلم نہ ہوگا اور جو وعدہ وفائی فرمائے تو وہ میرا مولا ہے میں نے کہا پروردگار اعلیٰ کے قلب کو مجلّا کر اور اسکو بہارِ ایمان بنا ارشاد ہوا کہ میں نے دعا تیری قبول کی اے محمدؐ الا میرے علم سابق میں گذرا ہے کہ وہ مبتلائے بلا ہوگا بتحقیق کہ اگر علی نہ ہوتا تو میرا گروہ اور میرے دوستوں کا گروہ اور میرے نبیوں کے دوستوں کا گروہ شناخت نہ ہوتا **خطبہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ** کتاب احتجاج میں امام ہمام جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ سلمان علیہ الرحمہ والرضوان نے دفن رسول اللہ سے تین روز بعد خطبہ کہا ایہا الناس اگر میں تمام فضائل امیر المومنینؑ جو مجھے معلوم ہیں بیان کروں تو بعض تم سے کہیں گے کہ سلمان دیوانہ ہوگیا اور بعض کہیں گے کہ خداوندا قاتل سلمانؓ کی مغفرت کر آگاہ رہو کہ تمہارے لئے منایا (موتیں) ہیں جنکے ساتھ شدائد و بلایا و آفات شامل ہیں آگاہ رہو کہ علی بن ابیطالب کے پاس علم منایا اور بلایا اور میراث وصایا اور فصل خطاب و اصل انساب ہے جیساکہ ہارون وصی موسیٰ کے پاس تھا کیونکہ رسول خدا نے فرمایا یا علی انت وصی فی اھلی وخلیفتی فی امتی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اے علی تو میرا وصی ہے میرے اہل میں اور میرا خلیفہ ہے میری امت پر ٹھیک ویسا ہی جیساکہ ہارون وصی موسیٰ تھے مگر تم نے بنی اسرائیل کی طرح قبول حق سے ابا کیا اور حذو النعل بالنعل انکی پیروی کی قسم ہے اس پروردگار کی کہ سلمانؓ کی جان اسکے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر تم علی کو خلیفہ بناتے تو دین و دنیا دونوں میں نفع پاتے اور حالت تمہاری یہ ہوتی کہ اگر مرغانِ ہوا و ماہیانِ دریا کو طلب کرتے تو وہ تمہاری اجابت کرتیں۔ دوستانِ خدا فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوتے اور فرائض خدا کامل طور سے انصرام پاتے حتیٰ کہ دو شخص بھی احکام خدا میں مختلف نہ ہوتے مگر تم نے اس سے انکار کیا اور اغیار کو والیٔ امر بنایا۔ پس بشارت ہو تمکو ساتھ مصیبت و بلا و ناامیدی از رفاہ و رخا کے پس میں صاف و ظاہر کہتا ہوں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتۂ محبت و ولا منقطع ہوا۔ پھر کہا لوگو اہلبیت رسولؐ اللہ کا دامن پکڑو بہ تحقیق کہ وہی بروز قیامت راہ نمائے جنت ہونگے اور علی علیہ السلام کی اطاعت کرو کیونکہ ہم نے ایک بار نہیں بارہا رسولؐ اللہ کے سامنے حضرت کو امارت و ولایت مومنین کے ساتھ سلام کیا ہے اور وہ حضرت ہمیشہ اس کا حکم دیتے اور تاکید کرتے رہے ہیں۔ کیا ہوا ان لوگوں کو کہ ان کی فضیلت کو جان بوجھکر ان پر حسد کرتے ہیں جیساکہ قابیل نے ہابیل پر حسد کیا اور اسے مار ڈالا اور جسطرح امت موسیٰؑ اسی حسد کے سبب

دین سے پھر گئی۔ ایہا الناس کدھر جاتے ہو ہمکو ابو فلاں و فلاں سے کیا کام ہے۔ دیدہ و دانستہ کیوں جاہل بنے جاتے ہو قسم خدا کی تم کافر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو مار ڈالو گے اور ناجی کو ہالک اور ہلاک شوندہ کو نجات یابندہ کہنے لگو گے۔ آگاہ رہو کہ میں نے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا میں تابع ہوں اپنے مولیٰ اور مولائے ہر مومن و مومنہ کا کہ علی امیر المومنین و سید الوصیین اور قائد الغر المحجلین و امام الصدیقین و شہداء و صالحین ہیں حضرت سلمانؓ بڑے راسخ العقیدہ کامل الایمان تھے بیعت بکر یہ ہلڑ میں ان کی گردن میں چوٹ آئی جس سے استخوان گردن میں کجی رہ گئی تھی عمر انسے کہا کرتے کہ بنی ہاشم اگر بیعت سے تخلف کریں تو ان کو شایاں ہے۔ کیونکہ قرابت رسول اللہ کا فخر رکھتے ہیں بارے توکس لئے اکڑتا پھرتا ہے وہ کہتے ہیں بھی انکا دوست اور شیعہ ہوں دنیا اور آخرت میں وہ بیعت کریں گے تو بیعت کروں گا نہیں تو نہ کرونگا۔ ابن قتیبہ مورخ اہل سنت کہتا ہے کہ صحابہ سے اٹھارہ شخص رافضی تھے ان میں ایک سلمانؓ کو شمار کیا ہے۔ **علت اینکہ**

چرا حضرت شاہ مرداں بر جفائے دشمناں صبر نمود و باخلفاء ثلثہ ہیچو طلحہ و زبیر و معاویہ جنگ و جدال نفرمود

اصل مصلحت تو ایسے امور کی حضرت علام الغیوب ہی کو معلوم ہوگی یا وہ حضرت خود اسکو خوب جانتے ہونگے ہم صرف اسقدر کہتے ہیں کہ جو کام وہ بنا کرنے تھے مطابق خدا و رسول کرتے تھے اور وہی عین حق و صدق ہوتا تھا فان علیا مع الحق والحق مع علیؑ بتحقیق کہ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ اور نیز آنحضرت کو مثل سائر ائمہ علیہم السلام ایک کتبہ[1] خدا و رسول کی طرف سے ملا تھا جسمیں آپ کے اعمال و افعال درج تھے پس آپ کے جملہ کاروبار اس تحریر کے موافق ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ جو کچھہ احادیث میں اس مقدمہ میں اور خلفاء ثلثہ کے ساتھ آپ کے دیگر برتاؤ میں وارد ہوا ہے ہم اسکو بھی مفصل لکھتے ہیں پس واضح رہے کہ انبیا و اوصیاء علیہم السلام ہرچند خدا کے خاص بندے اور اسکے چیدے اور برگزیدے ہیں اور دیگر خلائق پر انکو یہ فضیلت و فوقیت ہے کہ جو کچھہ اس سبحانہ سے چاہیں اور جسکی درخواست کریں اس کی درگاہ میں سب قبول و منظور ہو لیکن باوجود اس کے وہ بہرحال تابع رضائے خدا و مطیع مرضیٔ مولیٰ رہتے ہیں اور جسوقت جو مصلحت الہی پاتے ہیں اس کے موافق عمل میں لاتے ہیں جب جنگ و جہاد اعدا پر مامور ہوتے ہیں تو اسکو بجان و دل بجا لاتے ہیں۔ اور جب سکوت و تقیہ و تحمل جفا و بلیہ کا اشارہ پاتے ہیں تو بیچون و چرا اس پر کاربند ہوتے ہیں چنانچہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا یہی دستور تھا جبتک مشرکین

---

[1] علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اپنی مشہور کتاب مناقب میں حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس ایک نامہ سربمہر بھیجا تھا کہ اے محمدؐ یہ تمہاری وصیت ہے تمہارے نجبائے اہلبیت کی طرف حضرت نے فرمایا اے جبرئیل نجبائے اہلبیت کون ہیں فرمایا امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور انکی اولاد طاہرین۔ اس صحیفہ میں سونے کی مہریں لگی تھیں۔ پس حضرت نے وہ نامہ علی علیہ السلام کو دیا آپنے اپنے نام کی مہر کو توڑا اور جو کچھہ اسمیں لکھا تھا اسپر عمل کرتے رہے پھر اسکو امام حسنؑ کے حوالے کیا انہوں نے اپنے نام کی مہر کو توڑا اور اسکے موافق عمل کیا پھر وہ نامہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے اپنے نام کی مہر کھولی تو لکھا تھا کہ اپنے اصحاب کو ساتھ لیکر جہاد کر اور درجہ شہادت حاصل کر بتحقیق کہ شہادت تیرے ساتھ ہی حاصل ہوگی پس حضرت نے اسپر عمل کیا اور نامہ امام زین العابدین کو دیا انہوں نے مہر کھولی تو لکھا تھا کہ اپنے گھر کا ملازم رہ اور خاموشی سے بسر کیجا اور مصروف عبادت پروردگار رہ پھر امام محمد باقرؑ کو دیا ان کے لئے وصیت تھی کہ لوگوں سے حدیثیں بیان کر اور فتوے دے اور سوائے خدا کے کسی سے خوف نہ کر کسیکو تجھپر دست قدرت نہیں پھر وہ نامہ راوی حدیث امام جعفر صادقؑ تک پہنچا انہوں نے اسکو کھولا تو لکھا تھا حدیث کی روایت کر اور اپنے آبا و صالحین کے علوم کو رونق و رواج دو اور بجز خداوند عالم کسی سے خوف نہ کر بتحقیق کہ تم اسکی حرز و امان میں ہو پس انہوں نے اسپر عمل کیا اور اسکو موسیٰ بن جعفر کو دیگئے علیٰ ہذا موسیٰ اپنے بعد کے امام کو و علیٰ ہذا تا اینکہ مہدی علیہ السلام تک پہنچیگا مگر صاحب مناقب علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے ہی وارد ہوئی ہے یعنی ابو بکر بن شیبہ نے محمد بن فضیل سے اور اس نے اعمش سے اور اس نے ابی صالح سے اور اس نے عبداللہ بن عباس سے اور انہوں نے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اسکو روایت کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

مکہ کے جور و جفا سہنے اور انکی ایذا و آزار اٹھانے میں مصلحتِ الٰہی نظر آئی بصبر و سکون اسکو برداشت کرتے رہے اور جب حکم جہاد ملا اور قتل و قمع کفار اشرار پر مامور ہوئے تو اس کے لئے آمادہ و تیار رہو گئے بنفس نفیس معرکوں میں شریک ہوتے اور پے در پے صدمے اٹھاتے مگر ایک قدم پیچھے نہ ہٹاتے اور قدم بقدم آپ کے بھائی و داماد و وصی امیر المومنین علیؑ تھے کہ ایک وقت مامور بجہاد ہو کر بڑے بڑے سرکشوں کے سروں کو تہ تیغ کھینچتے اور مرحب جیسے جوان و عمرو بن عبدود سے پہلوان کو خاکِ ہلاک پر ڈالتے تھے۔ اور ناکثین و قاسطین و مارقین سے لڑ کر دادِ مردی و مردانگی دیتے تھے۔ اور دوسرے وقت شیخین جیسے بہادروں سے کہ کبھی کوئی شجاعت کا کام ان سے سنا نہیں گیا انواع و اقسام کی ذلتیں اور تکلیفیں جھیلتے تھے اور دم نہ مارتے تھے۔ مشہور ہے کہ زمانۂ خلافتِ ظاہری میں جبکہ آپ کوفہ میں رونق افروز تھے تو وا نحضرت کے سامنے بعض منافقوں نے یہ اعتراض پیش کیا تھا کہ مَا بَالُ اللّٰہِ لَمْ یُنَازِعْ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ کَمَا نَازَعَ طَلْحَہَ وَ زُبَیْرَ کہ اسکا کیا سبب ہے کہ حضرت جیسے طلحہ زبیر کے ساتھ بجنگ و جدل پیش آئے "ثلثہ" کے ساتھ کیوں نہ پیش آئے حضرت نے یہ سنا تو منبر پر تشریف لیگئے اور ایک خطبۂ بلیغ اس مقدمے میں ارشاد کیا۔ فرمایا ایہا الناس میں نے سنا ہے کہ تم ایسا اور ایسا کہتے ہو بہ تحقیق کہ مجھکو ابتدا میں صبر کرنے اور بہ جنگ و جہاد پیش نہ آنے میں سات پیغمبرانِ مرسل سے اقتدا ہے اوّل انمیں حضرت نوحؑ ہیں کہ حق تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے کہ انہوں نے کہا رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ پروردگارا میں غلبہ کفار میں دبا ہوا ہوں میری نصرت کر۔ اگر کہو نوح مغلوب نہ تھے تو اس میں تکذیب قرآن ہے جو باعثِ کفر ہے اگر وہ حضرت مغلوب تھے تو میں بھی مغلوب رہا اور جائے اعتراض نہیں۔ **دوسرے** ابراہیم علیہ السلام کہ انہوں نے فرمایا واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ کہ میں تم سے اور جن بتونکو تم سوائے خدا کے بلاتے اور انکو پوجتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور عزلت اختیار کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ابراہیم کفار کے خوف سے بابل چھوڑ کر فارس کے پہاڑوں میں چلے گئے تھے اور سات سال وہاں سرگرداں رہے حتیٰ کہ آذر بت تراش مر گیا اسوقت بابل میں آکر بتوں کو توڑا اور آتش نمرود انحضرت پر سرد ہوئی پس حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اگر تم کہو کہ ابراہیم نے بغیر اس کے کہ انحضرت کو کچھ صدمہ امت سے پہنچا انسے اعتزال کیا تو کافر ہو گئے اور جو صدمہ و مصیبت کے سبب سے وہ حضرت کنارہ کش ہوئے تو وصی تھے یعنی خود وہ حضرت معذور تر تھے۔ **تیسرے** ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی لوط پیغمبر کہ اپنی قوم سے کہتے تھے لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید کہ کاش مجھکو تمہارے ساتھ مقابلے کی قوت ہوتی یا کوئی مضبوط جائے پناہ ملتی یعنی کنبہ و قبیلہ رکھتا ہوتا کہ ان کی مدد سے تمکو دفع کرتا۔ پس اگر کہو کہ وہ ان کے دفعیہ پر قادر تھے تو کافر ہو گئے ورنہ وصی معذور تر ہے۔ **چوتھے** انمیں یوسف علیہ السلام ہیں کہ کہتے تھے۔ رب السجن احب الی مما تدعوننی الیہ اے پروردگار میرے زندان میرے نزدیک محبوب تر ہے اس کام سے کہ جسکی طرف یہ عورتیں مجھکو بلاتی ہیں پس اگر کہو کہ عورتوں کے مکر و فریب سے تنگ آکر انہوں نے یہ دعا نہیں کی تھی تو اسمیں تکذیب قرآن ہے اور عجز اور تنگی کی صورت میں میرا عذر واضح ہے۔ **پانچویں** موسیٰ بن عمران ہیں کہ انہوں نے فرعون سے کہا تھا ففررت منکم لما خفتکم کہ میں تم سے بھاگ گیا تھا جبکہ تم سے خائف ہوا تھا۔ پس اگر کہو کہ موسیٰ نے بلا خوف فرار کیا تھا تو یہ خلاف قرآن ہے اور خوف کھا کر بھاگنے میں میرا بھی یہی عذر ہے۔ **چھٹے** ہارون ہیں کہ

انہوں نے موسیٰؑ سے اپنی قوم کی شکایت کی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادو یقتلوننی لے برادر اس قوم نے مجھکو ضعیف کردیا
اور قریب تھا کہ قتل کریں میرے تئیں اگر کہو ایسا نہ تھا اور حضرت ہارون نے دروغ کہا تو کفر تم پر لازم آتا ہے اور جو راست ہے تو میرا عذر
بھی لائق پذیرائی ہے۔ **ساتویں** حضرت خاتم المرسلین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں کہ بخوف کفار غار میں چھپے اگر کہو کچھہ خوف
آنحضرت کو نہ تھا تو بوجہ ارتکاب کذب بر انبیا کفر لازم آتا ہے اور اگر قائل ہو کہ خائف تھے اور بوجہ خوف اسکے سوا چارہ نہ رکھتے تھے تو انکا
وصی معذور تر ہے۔ حاضرین یہ کلام بلاغت نظام آنحضرت سے سنکر اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا امیرالمومنین حق بجانب آپ کے ہے
جو کچھہ آپ فرماتے ہیں لاریب و درست ہے۔ اور متواترات سے ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے آنحضرت کو وصیت کی تھی
کہ اگر ناصر و مددگار ملیں تو جنگ کریں ورنہ صبر فرمائیں یہی وجہ ہے کہ حضرت مکرر فرماتے تھے کہ اگر چالیس مرد میرے ساتھ ہوتے تو انپر
جہاد کرتا اور منقول ہے کہ بوقت بیعت جب ابوبکر و عمر نے کہا اگر بیعت نہ کروگے تو قتل کئے جاؤگے حضرت نے سر مبارک آسمان کی
طرف اٹھایا اور تین مرتبہ فرمایا اَللّٰھُمَّ اشھد پروردگارا گواہ رہنا کہ شرائط جہاد میرے لئے جمع نہیں ہوئیں جو کچھہ کرتا ہوں مجبوری
ہے **نہج البلاغہ** میں ہے فنظرت فاذا لیس لی من معین الا اھل بیتی فضننت بھم عن الموت فاغضیت علی
القذیٰ وشربت علی الشجی وصبرت علی اخذ الکظم وعلی امر من طعم العلقم یعنی پس نگاہ کی اور دیکھا میں نے تو کوئی میرا
مددگار نہ تھا بجز میرے اہلبیت کے پس مجھکو دریغ آیا کہ انکو موت کے حوالے کروں پس مینے خس و خاشاک کے ساتھ آنکھیں بند کیں اور جرعہ غم و
الم نوش کیا اور غصہ کے ضبط کرنے اور علقم[1] تلخ کے ذائقہ چکھنے پر صبر کیا زرارہ بن اعین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کس لئے
امیرالمومنینؑ نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت نہ کیا اور کیوں اپنے دشمن پر تلوار نہ اٹھائی حضرت نے فرمایا اس خوف سے کہ مرتد نہ ہوجائیں
اور رسالت محمدؐ کی گواہی سے باز رہیں اور صدقہ بن مسلم نے عمر بن قیس ماصر سے حضرت علیؑ کے گھر میں بیٹھ رہنے کی نسبت استفسار کیا تو اس نے
کہا علیؑ اس امت میں جملہ فرائض خدا سے ایک فریضہ تھے کہ رسول خدا نے مثل دیگر فرائض نماز روزہ وغیرہ کے انکو امت تک پہنچا دیا
فرائض کو یہ ضرور نہیں کہ اپنی طرف کسی کو دعوت کریں خلقت کا فرض ہے کہ انکو اجابت کرے پس اگر وہ حضرت گھر میں بیٹھ رہے تو معذور
ہیں خلائق نے انکو ترک کیا تو معذور نہیں انپر فرض تھا کہ انکو باہر لاتے اور اس مقام پر جسپر رسول اللہ نے نصب کیا تھا وضع فرماتے
امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اس جواب کو پسند کیا۔ **مولف** کہتا ہے کہ یہ جواب ماخوذ ہے حدیث پیغمبر سے کہ فرمایا یا علی مثلک مثل
الکعبۃ تؤتی ولا تاتی کہ اے علیؑ تیری مثال مثل کعبہ کے ہے کہ تیرے پاس لوگ آئیں تجھکو ضرورت نہیں کہ کسی کے پاس جائے۔ **نیز** منقول
ہے کہ کسی نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیوں علی علیہ السلام نے انتزاع نہ کیا اور اپنے دشمنوں کو دفع نہ فرمایا آپ نے ارشاد کیا کہ پشت
کفار و منافقین میں کچھہ ودائع خدا تھیں پس حضرت نے اسوقت تک جہاد نہ کیا جبتک کہ وہ وہاں سے نکل نہ چکیں جسوقت انسے علیحدہ ہولیں تو
جس سے جنگ کرنا تھا جنگ کیا اور قتل فرمایا۔ **نقل** ہے کہ کسی نے شیخ مفید علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ علی علیہ السلام کس واسطے ثلثہ کا عطیہ

[1] علقم بروزن جعفر حنظل و ہر چہ تلخ باشد و درخت تلخ مزہ و کنار تلخ و آب سخت تلخ ۱۲۔ منتہی الادب۔

لیتے تھے اور کیوں ان کے پیچھے نماز پڑہی اور کاہیکو ان کی جنگ میں اسیر کی ہوئی عورتوں سے وطی کی ۔ اور کس لیے انکی مجالس میں بیٹھکر حکم کرتے تھے شیخ رہ نے جواب دیا لیکن انحضرت کا انکے عطیات کو قبول کرنا پس وہ آپکا حق تھا جسقدر اس سے ہاتھ آیا حق بحقدار رسید باقی غاصبوں کے ہاتھ میں مغصوب رہا۔ اور لیکن ان کے پیچھے نماز پڑہنا پس آپ امام برحق تھے جس نے انحضرت پر تقدم کیا اسکی نماز باطل ہوئی لیکن انکے اسیروں سے متمتع ہونا ہم اسکو نہیں مانتے کیونکہ بروایت شیعہ خولہ مادر محمد حنفیہ کو محمد بن مسلم حنفی نے انحضرت کے ساتھ تزویج کیا تھا اور دلیل اسکی یہ ہے کہ عمر خطاب نے اپنے عہد خلافت میں جب ان اسیروں کو واپس لیا تو خولہ کو نہیں لیا اگر وہ بھی بملک یمین تصرف میں آئی ہوتی تو اسکو واپس لیتے علاوہ بریں اگر بملک یمین متصرف ہوتی تب بھی انحضرت کیلئے مباح تھا کسلئے کہ ابوبکر نے جن لوگوں کو اسیر کیا وہ بقول تمہارے منکر رسالت پیغمبر کافر مطلق تھے پس ہر ایک کو انکے ساتھ وطی جائز تھی ہر چند کہ زید یا زیادہی انکو قید کرتا۔ البتہ یہ اعتراض اسوقت درست ہوتا کہ یہ لوگ منکر امامت انحضرت کے ہوتے اور پھر امیر المومنین از روئے ملک یمین انکی عورات پر تصرف فرماتے اور لیکن انکی مجالس میں شریک ہوکر حکم کرنا پس اگر آنحضرت کو قدرت ہوتی کہ تمام احکام آپ جاری کریں اور انکو ایک قضیہ میں بھی حکم نہ کرنے دیں تو وہ البتہ ایسا کرتے کیونکہ حکومت صرف آپ کیلئے تھی کہ آپ حاکم شرعی تھے نہ کہ وہ لوگ۔ اور علی بن میثم سے پوچھا کہ علی علیہ السلام نے کس لئے ان کے پیچھے نماز پڑہی کہا وہ انکو بمنزلۂ ستون مسجد کے سمجھ لیتے تھے کہا عثمان کے آگے ولید بن عقبہ کو کیوں حد لگائی کہا اسلئے کہ اجرار حدود آنحضرت کیلئے تھا اور آپکا کام تھا جسطرح پر ممکن ہوتا تھا اسکو اجرا کرتے تھے کہا ابوبکر و عمر کو کیوں مشورہ دیتے تھے کہا اسلئے تاکہ احکام خدا کو احیا کریں چنانچہ یوسف علیہ السّلام بادشاہ مصر کو اس لئے مشورہ دیتے تھے بہ تحقیق کہ ملک و حکومت انحضرت کے لئے تھی جہانتک ممکن ہوتا تھا خود مصالح خلقت کا اظہار کرتے ورنہ دوسروں کے ذریعہ اسکو ظاہر فرماتے تھے تاکہ حتی المقدور احیاء امر خدا بجا لائیں کہا شورے میں کس لئے شریک ہوئے کہا تاکہ اپنی حجتوں کے بیان کرنیکا موقعہ ملے اور اگر کوئی منصفانہ مناظرہ کرنا چاہے تو اسپر اظہار غلبہ ہوسکے اور مدعیوں پر ان کے دعووں کا بطلان روشن ہوجائے چنانچہ منقول ہے کہ حضرت اس روز فرماتے تھے الیوم ادخلت فی باب اذا انصفت فیہ وصلت الی حقی کہ آج میں اس دروازہ میں داخل ہوگیا ہوں کہ اگر انصاف کیا جائے تو اپنے حق کو پہنچ جاؤں یعنی ابوبکر نے بروز سقیفہ استبداد کیا اور مجھکو مشورے میں شریک تک نہ کیا۔ کہا کس لئے اپنی بیٹی کو عمر سے تزویج کیا جواب میں کہا کہ عمر ظاہرا مسلمان کلمہ گو اور رسول اللہ کی فضیلت کے قائل تھے پس آپنے بنظر اصلاح ایسا کیا اور اس لئے کہ ان کے شر سے محفوظ رہیں حالانکہ لوط پیغمبر نے اپنی بیٹیاں کفار کے آگے پیش کیں تاکہ ان کو گمراہی سے باز رکہیں اور کہا هٰؤلاءِ بناتی اطہر لکم کہ یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں اور چنانچہ آسیہ بنت مزاحم فرعون کے تحت میں تھی۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ ام کلثوم دختر امیر المومنینؑ کا خلیفہ ثانی کے ساتھ تزویج ہونا قول ضعیف ہے۔ پس جواب مذکورۂ بالا بالفرض و تقدیر تسلیم ہوگا اور اسمیں چند اقوال ہیں چنانچہ آیندہ اسکا ذکر آئیگا۔ **ذکر احتجاج بعض مہاجرین و انصار بر غاصبین خلافت رسول مختار**

علامۂ طبرسی علیہ الرحمہ کتاب احتجاج میں روایت کرتے ہیں کہ ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی یا ابن رسول اللہ فداہوں آپ پر اصحاب رسول اللہ میں کوئی بھی ایسا تھا جس نے ابوبکر کے غصب خلافت کرنے اور ناحق ناروا انحضرت کے مقام پر بیٹھ جانے پر

ردّ و انکار کیا ہو آپ نے فرمایا ہاں بارہ اشخاص نے مہاجر و انصار سے اس پر انکار کیا اور عین اسوقت جبکہ وہ منبر رسول اللہ پر بیٹھے تھے اسطرح کے کلام کر کے حجت تمام کی ان کے نام یہ ہیں۔ خالدؓ بن سعید بن عاص اموی۔ سلمان فارسیؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ مقدادؓ بن اسود کندی۔ عمار یاسرؓ و بریدۂ اسلمی چھ مہاجرین سے اور ابو الہیثم بن تیہان و سہل بن حنیف و عثمان بن حنیف و خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتین۔ و ابیؓ بن کعب و ابو ایوب انصار سے۔ حقیر مولف کہتا ہے کہ بعض روایات میں بجائے سعید بن عاص کے عمر بن سعید اسکا بھائی مذکور ہے یہ دونو بھائی مکہ میں مسلمان ہو کر حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے اور بروز خیبر جعفر طیار کے ساتھ مدینہ میں آئے تھے اور خالد و عمر و آبان ابنائے سعید تینوں سعادتمند مخلصان و شیعیان امیر المومنین سے تھے باوجودیکہ بنی امیہ سے تھے اور اس موقعہ پر ظاہر ہے کہ عمر بن سعید ہی شریک ہوں کیونکہ حسب تصریح ابن اثیر وغیرہ مورخین خالد قرب زمان وفات رسولخدا میں مدینہ میں نہ تھے بلکہ اخذ صدقات کے کام پر یمن میں گئے ہوئے تھے الّا یہ کہ کہیں کہ اسوقت وہاں آگئے تھے اور نیز بعض روایات میں ابی بن کعب کو مہاجرین میں شامل کیا ہے۔ یہ وہم راوی ہے اور نیز عبداللہ بن مسعود کو بھی انمیں زیادہ کیا ہے اور عثمان بن حنیف کا انصار میں ذکر نہیں کیا اور اسطرح بارہ کی تعداد پوری کی ہے لیکن عبداللہ بن مسعود کی نسبت مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں لکھتے ہیں کہ ان کے باقی حالات اس کے خلاف ہیں کہ وہ اس مجمع میں شریک ہوں بہرکیف ان بارہ اشخاص نے مخالفت ابوبکر پر کمر باندہی اور جمع ہو کر باہم مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جس وقت وہ منبر رسول اللہ پر ہوں۔ جاکر انکو نیچے کھینچ لیں اوروں نے کہا ایسا کرنا اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بہتر ہے کہ ہم حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کریں اور جو کچھ وہ حضرت حکم دیں اسپر کاربند ہوں پس سب کے سب درِ دولت پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا امیر المومنینؑ آپ نے اپنا حق چھوڑا اور جس کار کیلئے آپ اولیٰ واحق تھے اسے ترک کیا حالانکہ بنص رسول اللہ آپ حق کے ساتھ ہیں اور حق آپ کے ساتھ اور جس طرف آپ رجوع کرتے ہیں حق اسی طرف مائل ہوتا ہے پس ہمنے ارادہ کیا ہے کہ ابوبکر کو جبکہ وہ منبر رسول خدا پر بیٹھیں نیچے اتار لیں اسمیں حضرت کی کیا رائے ہے حضرت نے فرمایا یہ امر لا کلام محرک جنگ وجدال ہوگا اور اسوقت تم ان کے مقابلے میں اس سے زیادہ نہیں جسقدر کہ کھانے میں نمک ہوتا ہے یا آنکھ میں سرمہ۔ **ذکر اینکہ عامۂ خلائق بچہ سبب از حضرت امیر المومنین کنارہ کردند و چرا با آنحضرت نگرویدند** بحار الانوار میں ابوزید نحوی سے نقل کیا ہے کہ اس نے خلیل بن احمد عروضی سے سوال کیا کہ کس لئے ان لوگوں نے علی علیہ السلام کو ترک کیا باوجود اس قرب و قرابت کے کہ وہ رسول اللہ سے رکھتے تھے اور اس رتبہ بلند کے کہ مسلمانوں میں انکو حاصل تھا اور ان عنا و کلفتوں کے کہ حمایت اسلام میں آنحضرت نے جھیلی تھیں۔ اس نے کہا قسم بخدا کہ آنحضرت کا نور ان کے انوار پر غالب آیا اور تمام خوبیوں میں سب سے بڑھ گئے وَالنَّاسُ اِلیٰ اَمْثَالِهِمْ اَمْیَلُ اور لوگ اپنے امثال کی طرف زیادہ مائل و راغب ہوتے ہیں۔ اور نیز ابوزید نے خلیل سے کہا کہ کیا وجہ تھی کہ اصحاب رسول اللہ باہم ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا سگے بھائی ایک ماں کے بیٹے ہیں اور علیؑ ان کے درمیان مختلف البطن دوسری ماں سے معلوم ہوتے تھے اس نے کہا وہ حضرت اسلام میں انسے سابق تھے اور شرف و فضیلت میں ان پر فائق اور علم و حلم و ہدایت میں

ان سے بڑھ گئے تھے پس انہوں نے اُنپر حسد کیا والناس الی امثالہم و اشکالہم امیل اور مسلمہ بن نمیل سے پوچھا گیا کہ کیا بات تھی کہ عامہ خلائق نے علیؑ کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ وہ ہر ایک خیر و خوبی میں پائیگاہ عالی رکھتے تھے اس نے کہا اسلئے کہ انکی آنکھوں کی ضو کوتاہ تھی آنحضرت کے نور کے دیکھنے کی تاب نہ لائی والناس الی اشکالہم امیل یونس بن حبیب نحوی نے کہا (یہ شخص عثمانی تھا) کہ میں نے خلیل بن احمد سے کہا ایک مسئلہ پوچھتا ہوں بشرطیکہ اسکو پوشیدہ رکھے اس نے کہا تیرے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جواب سوال سے زیادہ سخت و غلیظ ہوگا پس تو بھی اسکو پوشیدہ رکھنا میں نے کہا ہاں تیری زندگی میں کسی سے نہ کہونگا کہا تو پوچھ میںنے کہا کیا بات تھی کہ اصحاب رسول اللہ باہم ایک ماں کے بیٹے معلوم ہوتے تھے الا علیؑ ابن ابیطالبؑ کہ ایسے علیحدہ گویا سوتیلے بھائی تھے۔ کہا تو نے کہانسے یہ سوال نکالا میںنے کہا تو جواب کا وعدہ کر چکا ہے کہا تو بھی اخفا کا وعدہ کر چکا کہا ہاں تیری حیات تک اس نے کہا علی علیہ السلام اسلام میں انسے مقدم تھے او علم میں فائق اور شرافت میں سابق اور زہد و تقوی میں انپر راجح اور جہاد میں انسے زیادہ تھے لہذا انپر حسد لے گئے اور خلقت کا دستور ہے کہ اپنی مثل اور جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے بہ نسبت ناجنس کے۔ پس اسکو سمجھ لے۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ یہ اسوقت کا ذکر ہے جبکہ بنی اُمیہ اسلامی دنیا پر بری بلا کی طرح چھائے ہوئے تھے اور حضرت امیر المومنینؑ کا نام تک کوئی علانیہ نہ لے سکتا تھا مناقب و فضائل کا تو کیا ذکر اگر کسی کو روایت میں بھی آپکا نام لینا ہوتا تو کہتا قال ابو زینب کذا کہ پدر ابو زینب نے ایسا اور ایسا کہا اور صریح نام نہ لیتا اور اگر کوئی شیعہ کسی معتبر دوست کے گھر جاتا تو چھپکر اس سے بات کرتا۔ اور اسکی زوجہ اور غلام تک سے ڈرتا پس لیسے ہی وقت میں یہ سوال و جواب باہم عہد و پیمان کے بعد واقع ہوا کیونکہ بقول صاحب تاریخ ابن خلکان خلیل مذکور کی وفات ۱۷۰ھ ہجری میں واقع ہوئی اور کل عمر اسکی چوہتر سال کی ہے پس اس کی عمر کا زیادہ حصہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں جنکا خاتمہ موافق مشہور ۱۳۲ھ ہجری میں ہوا ہے گذرا۔ اور نیز ابن خلکان میں ہے کہ خلیل مذکور امام علم نحو تھا اور علم عروض[1] یعنی علم اوزان شعر کو اس نے اختراع کیا۔ اور وہی استاد سیبویۂ نحوی کا ہے اور وہ ایک مرد صالح عاقل حلیم و صاحب وقار تھا ایک مرتبہ عبد اللہ بن مقنع اور اس کے درمیان رات بھر باتیں ہوتی رہیں صبح کو جدا ہوئے تو خلیل سے پوچھا گیا کہ تو نے ابن مقنع کو کیسا پایا اس نے کہا ایک مرد ہے کہ اسکا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے ابن مقنع سے جو خلیل کی نسبت دریافت کیا تو اس نے کہا رایت رجلا عقلہ اکثر من علمہ کہ میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ اسکی عقل اسکے علم سے زیادہ ہے اور حسن بن فضال نے

---

[1] یہ شخص پرلے سرے کا ذکی الطبع تیز فہم تھا علم عروض اس نے اپنی تیز ذہنی کی بدولت ایجاد کیا۔ ایک روز بصرہ میں دھوبیوں کے کوچے سے جا رہا تھا چنگ و رباب کی مختلف طور کی آوازیں سنکر دل میں کہنے لگا کہ اس سے کوئی ایسا اصول و قاعدہ اخذ کرنا چاہیے جو پہلے کسی کو نہ معلوم ہوا ہو پس علم عروض جیسا کہ شائع ہے وضع کیا۔ ایک اور حکایت اس کی ذکاوت و ذہانت کی صاحب مجالس المومنین نے یہ لکھی ہے کہ اس کے زمانہ میں ایک طبیب تھا کہ روشنی چشم کی دوا دیا کرتا تھا اور وہ دوا لوگوں کو بہت نفع دیتی تھی اتفاقاً وہ طبیب مرگیا ایک روز ایک شخص خلیل کے پاس بیٹھا ہوا اس کے مرنے پر افسوس اور اس دوا کی حاجت بیان کر رہا تھا۔ خلیل نے کہا اس دوا سے کچھ باقی ہے کہا نہیں کہا وہ ظرف ہے جسمیں وہ دوا بناتا تھا کہا ہاں ہے خلیل نے اسے منگایا اور ناک کے نزدیک کرکے اس کی دوائیں معلوم کرنے لگا تا آنکہ پندرہ دوائیں دریافت کرلیں پھر ان کی مقدار معین کرکے نسخہ بنا کر لوگوں کو دینے لگا اس سے فائدہ ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسکا اصل نسخہ طبیب مذکور کی کتابوں میں سے ملا معلوم ہوا کہ اس میں کل سولہ دوائیں تھیں جن میں پندرہ خلیل نے کھرل سونگھ کر دریافت کرلی تھیں۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ لوگ حضرت امیرؑ کو چھوڑ کر غیروں کی طرف کیوں مائل ہوتے تھے حالانکہ آنحضرت کا فضل و سابقہ اور حضرت رسول خدا کے نزدیک آپکا رتبہ انکو اچھی طرح سے معلوم تھا فرمایا اسلئے کہ ان کے آبا و اجداد و اخوان و اولاد و اعمام و اخوال سے بہت سے اشخاص کہ دشمن خدا و رسول تھے آپ کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے تھے پس وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت انپر حکمراں ہوں اور اوس طرف سے یہ کینے ان کے دل میں نہ تھے کیونکہ انہوں نے رسولخدا کے سامنے ایسے جنگ و جہاد نہیں کئے تھے بدیں وجہ ان سے پھر کر اوروں کی طرف مائل تھے۔ اور عبداللہ بن عمر نے جناب امیرالمومنینؑ سے کہا قریش تمکو کیونکر دوست رکھیں حالانکہ تم نے بروز بدر و احد انکے سادات سے ستر سردار ایسے قتل کئے ہیں کہ جن کی ناک ان کے لبوں سے پہلے پانی میں پہنچتی تھی۔ یعنی وہ دراز بینی تھے (یہ عرب کے نزدیک حسن صورت و فخر و شرافت کی علامت سے) حضرت نے فرمایا ماترکت بدر لنا مذیقا ولا من خلفنا طریقا کہ بدر نے ہمارے لئے مذیق[1] نہیں باقی رکھا اور نہ پیچھے کیطرف کو راستہ چھوڑا ہے۔ اور امام زین العابدینؑ سے سوال ہوا کہ کیوں قریش علیؑ سے بغض رکھتے ہیں فرمایا اوردا ولہم النار و قلد اٰخرھم العار کہ آنحضرت نے انکے اگلوں کو جہنم میں بھیجا اور پچھلوں پر عیب و عار رکھا۔ اور ابو ہلال عسکری نے کتاب اوائل میں ابو الہیثم بن تیہان کے حال میں لکھا ہے کہ وہ ایک شخص ہے جس نے ابتدار نبوت رسول اللہ میں سب سے پہلے اپنا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ میں دیا یعنی بیعت عقبہ اوّل اس نے کی پھر کہتا ہے کہ اسی ابو الہیثم نے ایک مرتبہ حضرت امیرالمومنینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ کہا اور کہا اے امیرالمومنینؑ قریش کا حسد تمپر دو وجہ سے ہے انکے نیکو کار تمہارے فضل غالب اور درجہ عالی کے خواستگار ہوئے اور اشرار نے حسد کیا کہ دلوں پر ثقیل و گراں گزرا اور اعمال کو حبط کیا کیونکہ انہوں نے تمپر نعمات خدا دیکھیں جن سے کہ تم محظوظ ہو اور وہ محروم ہیں پس تمہاری برابری کی خواہش پر بس نہ کی اور تمپر سبقت لیجانا چاہا پس بعید ہوئی قسم خدا کی انپر غایت اور منقطع ہوئی جولانگاہ اور جب تمہارے مدارج کو ادراک نہ کر سکے تو اسطرح تمہارے ساتھ پیش آئے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں۔ قسم بخدا کہ تم تمام سے زیادہ قریش کے شکر گزاری کے سزاوار تھے کیونکہ تم نے ان کے نبی کی نصرت کی ان کی حیات میں اور ان کے حقوق کو ادا کیا انکی وفات کے بعد قسم خدا کی کہ ان کی بغاوت ان ہی کو ضرر پہنچائیگی انہوں نے نکث نہیں کیا مگر بیعت خدا کو اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور لیکن ہم گروہ انصار پس ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں تمہارے ساتھ ہیں ہاتھ تمہارے ان دشمنوں پر ہیں جو موجود ہیں اور زبانیں انپر جو غائب ہیں **نہج البلاغہ** میں ہے کہ حضرت امیرکبیرؑ سے آپ کے اصحاب میں ایک شخص نے کہ قبیلۂ بنی اسد سے تھا سوال کیا کیف دفعکم عن ھذا المقام وانتم احق بہٖ کہ تمہاری قوم نے تمکو اس مقام (خلافت) سے کیوں دفع کیا حالانکہ تم سب سے زیادہ اس منصب کے لئے احق و اولیٰ ہو۔ چونکہ یہ سوال ایام صفین میں عین موقعہ جنگ پر کیا تھا فرمایا اے اخو بنی اسد تو سخت پر اضطراب اور نہایت بیتاب ہے موقعہ و محل کو نہیں دیکھتا تاہم حرمت مصاہرت[2] رکھتا ہے اور حق مسئلت مجھکو حاصل ہے پس سن کہ ہم باوجودیکہ اعلیٰ نسب اور حضرت رسولخدا سے

[1] مذیق شیر آب آمیختہ و ماذق دوست غیر خالص اور بعض کتب میں بجائے مذیق کے صدیق آیا ہے یعنی بدر نے کوئی ہمارا دوست نہیں چھوڑا ۱۲ بحار۔ [2] خدمت مصاہرت یہ کہ زینب بنت جحش زوجہ رسولخدا قبیلہ بنی اسد سے تھیں اور قطب راوندی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ خود آنحضرت نے ایک نکاح بنی اسد میں کیا تھا مگر ابن ابی الحدید اسکو نہیں مانتا

سب سے زیادہ اقرب ہیں مگر ان لوگوں نے دندان طمع تیز کئے اور ہمارا حق ہم سے مسلوب و مغصوب کر لیا پس ہم خاموش ہو گئے اور انصاف اس کا خدا کے حوالہ کیا وہ سبحانہ بروز قیامت ضرور اسکی داد دیگا۔ پس تو اس ظلم و زیادتی یا چوری و ڈکیتی کو جو کچھ کہ ہے جانے دے فدع عنک نھبا صیح فی حجراتہ[1] یعنی اس غارت و لوٹ کے ذکر کو ترک کر جس کے گرد و نواح میں اسکا شور و غوغا ہو چکا ہے اسوقت جو خطب بزرگ پسر ابوسفیان کا درپیش ہے اسکی بابت سوال کر بہر آئینہ مجھکو بار بار رونے کے بعد اسپر ہنسی آتی ہے۔ طرفہ ماجرا ہے اور عجیب واقعہ قسم بخدا کہ ان لوگوں نے ایک طرف سے نور خدا کے مٹانے اور اس کے سرچشمہ کو ایک سرے سے بند کرنیکی دل میں ٹھان لی ہے کہ یوں شر و فساد و ظلم و بیداد پر تل گئے پس اگر یہ شور و شر فرو ہوا تو میں خلقت کو خالص حق پرے آونگا ورنہ معاملہ دگرگوں ہوا تو لا تذھب نفسک علیھم حسرات تیرا دل انپر حسرت و افسوس نہ کرے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں نہیز بحار میں شعبی سے منقول ہے کہ اس نے کہا ہم نہیں جانتے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بارے میں کیا کریں اگر انکو دوست رکھتے ہیں تو فقیر اور محتاج ہوتے ہیں اور جو انسے بغض و عناد کرتے ہیں تو کافر ہوتے ہیں اور نظام نے کہا کہ علیؑ متکلم کے واسطے ایک مصیبت ہیں اگر انکا حق پورا کرتے ہیں تو غالی بنتے ہیں اور جو اسمیں کمی کرتے ہیں تو یہ اسارت اور بدی ہے اور درمیانی مرتبہ دقیق و باریک ہے۔ ابو العینا نے علیؑ ابن جہم سے کہا کہ تو تو علی علیہ السلام کو اسلئے دشمن رکھتا ہے کہ وہ حضرت فاعل و مفعول دونوں کو قتل کرتے تھے اور تو ایک انمیں ہے اسنے کہا تو مخنث ہے ابو العینا نے کہا فَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ یعنی ہمارے لئے مثال لایا اور اپنی خلقت کو فراموش کیا گیا معنے کہ مخنث آپ ہے کہتا ہمکو ہے رجال کشی میں ہے کہ احمد بن حنبل امیر المومنین سے اسلئے عداوت رکھتا تھا کہ آنحضرت نے بروز نہروان اسکے دادا ذی الثدیہ کو قتل کیا تھا۔ اور مبرد کامل میں کہتا ہے کہ اصمع بن مظہر اصمعی کے دادا کے امیر المومنینؑ نے چوری کی علت میں ہاتھ کاٹے تھے اسلئے اصمعی آنحضرت سے عداوت رکھتا تھا پس اس صورت میں تمکو آمادۂ جنگ و جہاد ہونا چاہئے اسمیں شک نہیں کہ مجھکو ماویہ اس شورش کا جانکر میرے قتل و ایذا کے درپے ہونگے بروایتے حضرت نے فرمایا تم ایسا کرو گے تو وہ تلواریں لیکر آمادۂ رزم و پیکار ہوں گے جیسا کہ پہلے کر چکے ہیں کہ مجھکو مقہور و مغلوب کر کے گھر سے نکالا اور کہا بیعت کرو ورنہ قتل کریں گے پس مجھکو چارہ نہ رہا بجز اس کے کہ انکو اپنی سے

---

[1] یہ پہلا مصرعہ امرا القیس مشہور شاعر کے شعر کا ہے دوسرا مصرعہ اسکا یہ ہے ولکن حدیثا ما حدیث الرواحل یعنی تو اس دزدی و غارت کے ذکر کو چھوڑ دے جسکا شور و غل اس کے محل و مقام پر ہو چکا ہے لیکن اسوقت شتران راحلہ[2] کا ذکر کر۔ اور قصہ اسکا اسطرح پر ہے کہ امرا القیس اپنے باپ کے قتل ہونیکے بعد قبائل عرب میں پھرتا تھا پس وہ خالد بن سدوس نبہانی کے یہاں پناہ گیر ہوا اسوقت بنی جذیلہ اس پر دوبارہ چڑھ آئے اور اسکے اونٹوں کو چراگاہ میں سے لیکر رفوچکر ہوئے امرا القیس کو یہ حال معلوم ہوا تو اسکی شکایت خالد سے کی خالد نے کہا تو اپنے شتران راحلہ مجھکو دے کہ انپر چڑھ کر تیرے تمام اونٹ پھیر لاؤں یہ کہکر سوار ہوا تا اینکہ ان کے پاس جا پہنچا اور کہا اے بنی جذیلہ تم میرے ہمسایہ کے اونٹ لے آئے انہوں نے کہا وہ تیرا پڑوسی نہیں کہا البتہ میرا پناہ دادہ ہے چنانچہ یہ شتران راحلہ اسی کے ہیں جن پر میں سوار ہوں پس وہ پلٹے اور اسے اتنے زندگروہ اونٹ باربرداری کے بھی لیگئے اور بقولے خود خالد ہی ہتنہ ان رواحل لیکر چنپت ہو گیا تھا بہرحال امرا القیس کو اس دوسرے نقصان کا حال معلوم ہوا تو اس نے قصیدہ کہا جسکا اول شعر یہ ہے۔ امیر المومنین نے خلفاء ثلثہ کے معاملے کو امرا القیس کے پہلی بار اونٹ لیجانے اور معاویہ کی سرکشی کو اسکی دوبارہ کی غارت سے تشبیہ دی اور یہ مصرعہ پڑھا۔ ۱۲۔ ✧ ✧ ✧ ✧

[2] راحلہ شتر قوی کہ سفر کی طاقت رکھے اور بوجھ اٹھا سکے یا وہ شتر کہ نجیب و کامل الاوصاف ہو۔ ۱۲ منتہی الادب۔ ✧ ✧ ✧ ✧

دفع کروں۔ بہ تحقیق کہ مجھکو رسول اللہ نے خبردی ہے کہ اے ابوالحسن اُمت تیرے ساتھ غدرو بیوفائی کریگی اور جو عہد مجھہ سے کیا ہے اسے توڑدیگی اور چونکہ تو مجھہ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے پس یہ لوگ میرے بعد تجھے چھوڑ کر گوسالہ پرستی کرینگے پس مینے عرض کی یارسول اللہ مجھکو اسوقت کیا کرنا چاہیئے فرمایا اگر مددگار ملیں تو جہاد کرورنہ حفظ نفس لازم ہے تاوقتیکہ مظلوم وستمرسیدہ میرے پاس آئے پس آنحضرت نے وفات پائی تو میں انکی تجہیز وتکفین میں مشغول ہوا آپ کے دفن سے فارغ ہوکر قرآن جمع کرنے لگا اسکے بعد فاطمہؑ وحسنینؑ کو ہمراہ لیکر سابقین اسلام واہل بدر کے گھروں پر جاکر معاونت طلب کی مگر سوائے ان چار شخصوں سلمانؓ اباذرؓ مقدادؓ وعمار یاسرؓ کے کسی نے قبول نہ کیا پس میری حجت انپر تمام ہوئی اب جبکہ تم لوگوں نے انکا بغض وعداوت خداورسول اوران کے اہلبیت کے ساتھ معلوم کرلیا اورجان گئے کہ ان کے دلومیں کینے بھرے ہوئے ہیں تواس ارادہ کو ترک کرو ہاں جوکچھہ رسولؐ اللہ سے میرے بارے میں سنا ہے اسکو انکے سامنے بیان کرو تاکہ حجت ظاہر ہواور انکے لئے عذر کی گنجائش نہ رہے اور یہ باعث ان کی دوری کا ہو خداورسول سے۔ پس جمعہ کا دن تھا اور رسول خداکی وفات کو پانچ روز گزرے تھے کہ یہ لوگ مسجد پیغمبرؐ میں جاکر منبر کے گرداگرد بیٹھ گئے اتنے میں ابوبکر منبر پر گئے انصار نے مہاجرین کو اشارہ کیا کہ تقدیم تمکو کرنی چاہیئے کسلئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں تمکو مقدم کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ بِالنَّبِیِّ عَلَی الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ یعنی توبہ قبول کی اللہ نے مہاجرین والنصار کی بطفیل اپنے نبی کے۔ ابان نے عرض کی یا ابن رسول اللہ عوام اس آیہ کو اسطرح نہیں پڑہتے فرمایا اور کسطرح پڑہتے ہیں کہا یوں پڑہتے ہیں لقدتاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار کہ حق تعالیٰ نے توبہ پیغمبر کی اور مہاجرین والنصار کی قبول کی فرمایا وائے ہو انپر نبی نے کیا گناہ کیا تھا کہ انکی توبہ قبول کرتا اور لوگوں کی توبہ ان کے طفیل سے قبول ہوئی نہ کہ انہوں نے توبہ کی۔ القصہ بحکم آیہ شریفہ مہاجرین نے سبقت کی اور سب سے اوّل خالدبن سعید اٹھے۔ روایت ہے کہ یہ لوگ بروز وفاتِ رسولخدا مدینہ میں موجود نہ تھے ابوبکر کے خلیفہ ہولینے کے بعد آئے تھے اور یہ بزرگانِ مجلس رسولخدا اور اعلام مسجد آنحضرت سے تھے پس خالد نے کہا اے ابوبکر تم جانتے ہو کہ رسولخدا نے بروزبنی قریظہ جبکہ ہم آنحضرت کے گردوپیش جمع تھے اور علیؑ نے دس آدمی بزرگان وشرفار کفار سے قتل کئے تھے ہمکو خطاب کرکے فرمایا اے گروہ مہاجرین والنصار میں تمکو وصیت کرتا ہوں اسے یادرکہو الا ان علی بن ابیطالب امیرکم بعدی وخلیفتی فیکم بذٰلک اوصانی ربی آگاہ رہو کہ علی بن ابیطالب میرے بعد تمہارے امیر اور میرے خلیفہ وجانشین ہیں تمپر میں بحکم خدا تمکو یہ کہتا ہوں بہ تحقیق کہ اگر میرا کہنا نہ مانوگے اور انکی نصرت ویاری سے ہاتھہ نہ اٹھاؤگے تو تمہارے احکام مختلف اور تمہارا دین خراب ہوجائیگا اور تمہاری سلطنت اشرار کے ہاتھہ میں چلی جائیگی آگاہ رہو کہ میرے اہلبیت میرے بعد وارث خلافت اور فرمانروائے امت ہیں پروردگارا جو کوئی ان کی اطاعت کرے اور میری وصیت کو ان کے حق میں یادرکھے اسکو میرے ساتھہ میرے زمرہ میں محشور کرکہ نعمات آخرت سے بہرور ہو اور جو ان کی مخالفت کرے اسکو بہشت سے محروم فرما۔ عمر خطاب نے کہا خاموش رہ اے خالد کہ تو اہلِ مشورت سے نہیں نہ ان لوگوں میں ہے جنکی رائے کی پیروی کیجاتی ہے خالد نے کہا تو خاموش رہ اے پسر خطاب تو اوروں کی زبان سے کلام کرتا ہے قسم بخدا کہ قریش کو معلوم ہے کہ تو حسب میں لئیم منصب میں پست ودنی اور قدر میں خسیس ہے نہ ناموری وشہرت میں حصہ رکہتا ہے نہ راہ خدا میں کچھہ شدت و

تمسک خالد بن سعید بن العاص

عنا کھینچا ہے اسیطرح لڑائیوں میں بزدل خرچ اموال میں بخیل ہے قریش میں کوئی فخر وفضیلت نہیں رکھتا اور جنگ میں کوئی ذکر مشہور نہیں اور تیری مثال اس معاملے میں شیطان کی مثال ہے۔ اذ قال للانسان اکفر فلما کفر فقال انی بریٔ منک انی اخاف اللہ رب العلمین فکان عاقبتہما انہما فی النار خالدین فیہا وذلک جزاء الظلمین جبکہ اس نے انسان سے کہا کہ کفر اختیار کر جب اس نے کفر اختیار کیا تو کہا میں تجھ سے بیزار ہوں بہ تحقیق کہ میں خدائے عالمین سے ڈرتا ہوں۔ پس انجام دونو کا یہ ہوا کہ وہ جہنم میں ہوں گے ہمیشہ کے لئے اور یہی ہے جزا اور بدلا ظالموں کا۔ یہ سنکر عمر بند ہو گئے اور خالد بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سلمانؓ اٹھے اور وہ پہلے انکار بیعت میں اپنی گردن پر چوٹ کھا چکے تھے اور اول فارسی میں کہا کردید ونہ کردید ودانید کہ چہ کردید بعد ازاں عربی میں کلام کیا جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے ابوبکر جب تجھ سے کوئی سوال کرے جسکو تو نہ جانتا ہو تو کس سے پوچھیگا اور اگر مشکل آن پڑے تو کس کی طرف پناہ لیجائیگا اور کیا عذر کرے گا اس میں کہ تو نے اس شخص پر پیشقدمی کی ہے جو علم میں تجھ سے زیادہ اور قرابت میں رسولؐ اللہ سے نزدیک تر ہے اور قرآن وحدیث کی تاویل کو بہتر جانتا ہے حضرت رسولخدا نے اپنی حیات میں اسکو مقدم کیا ہے اور وفات کے بعد کے لئے تمکو وصیت فرما گئے ہیں پس تم نے انکی وصیت کو بھلا دیا اور انکے عہد کو شکست کیا اور لشکر اسامہ میں نہ جانے سے آنحضرت کی صریح وصاف مخالفت کی کہ وہ امور تمسے سرزد ہوئے کہ جنکے اندیشہ سے تمکو رسولخدا نے اسمیں مقرر کیا اور مدینہ سے نکالنا چاہا تھا۔ پس اے ابوبکر بہت جلد تیری زندگی تمام ہو جائے گی اور اس وبال عظیم کا بوجھ سر پر لئے قبر کے گڑھے میں جانا ہوگا تو بہ کر تو بہ اور حق کو حقدار کے حوالے کر کہ اس صورت میں اس روز جبکہ تیرے یہی اعوان والنصار تجھکو گور کے سپرد کر آئیں گے امید نجات ہے بہ تحقیق کہ تو نے علیؑ کے بارے میں وہی سب کچھ دیکھا اور سنا ہے جو کہ ہم نے دیکھا اور سنا ہے مگر اس نے تجھکو اس سے باز نہ رکھا جو کام تو نے اختیار کیا ہے پس خدا سے ڈر اور دین خدا میں رخنہ ڈالنے اور مسلمانوں کے کام میں خلل وخرابی پیدا کرنے سے پرہیز کر فَقَدْ اَعْذَرَ مَنْ اَنْذَرَ بہ تحقیق کہ جس نے ڈرایا اور خوف دلایا اس نے اپنا عذر پورا کردیا سلمانؓ نے اپنا کلام ختم کیا تو ابوذرؓ اٹھے اور کہا اے معشر قریش تم نے بہت برا کام کیا کہ قرابت رسول اللہ کا پاس ولحاظ نہ کیا قسم بخدا کہ اب عرب سے ایک جماعت مرتد ہو جائیگی اور ان کے عقائد میں شکوک وشبہات داخل ہوں گے اگر اس امر کو اہلبیت پیغمبرؐ سے مخصوص رکھتے تو دو تلواریں باہمی مخالفت پر میان سے نہ نکلتیں قسم بخدا کہ اب یہ خلافت خلافت پیغمبر نہ رہیگی جو چاہے گا بہ قہر وغلبہ اسپر متصرف ہو جائیگا اور وہ لوگ اسکی طمع کرینگے جو مطلق اہلیت نہ رکھتے ہونگے اور اسکی طلب میں خونریزیاں واقع ہونگی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا فکان کما قال ابوذرؓ ویسا ہی ہوا جیسا کہ ابوذرؓ نے کہا تھا کہ معاویہ ویزید وغیرہ فساق وفجار بنی امیہ وبنی عباس تک اسپر متصرف ہوئے یہ صرف اسی روز کی کارروائی کا نتیجہ تھا۔ پس ابوذرؓ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ امر خلافت میرے بعد علیؑ کیلئے ہے پھر حسنؑ کیلئے پھر حسینؑ کیلئے بعد ازاں میری ذریت طاہرہ کے واسطے پس تم نے قول پیغمبر کو پس پشت ڈالا اور جو عہد آنحضرت سے کیا تھا اسکو بھول گئے اور دنیا طلب کی اور آخرت باقی کو جسکا شباب پیری سے نہیں بدلتا جسکی نعمات میں زوال کو راہ نہیں جس میں نہ غم ہے نہ موت دنیائے فانی اور ناچیز کی عوض بیچڈالا ٹھیک اسی طرح پر جیسے کہ امم سابقہ اپنے نبیوں کے بعد کافر ہو گئے اور دین

ہیں تغیر و تبدل کیا پس عنقریب ہے کہ جو تم نے کیا ہے اسکا مزہ چکھو اور اپنے فعلوں کا بدلا پاؤ وَمَا اللّٰہُ بِظَلَّامٍ لِّلعَبِید اور اللہ بندوں
پر ظلم کرنیوالا نہیں ان کے بعد مقداد بن اسود اٹھے اور کہا اے ابوبکر ظلم و ستم سے باز آ اور اس معصیت سے تائب ہو اور گھر میں بیٹھکر اس پر گریہ و بکا
کر اور یہ امر اس کے سپرد کر جو اسکے لئے اولیٰ و احق ہے بتحقیق کہ رسول اللہ نے خلافت علیؑ کا تجھ سے اقرار لیا ہے اور انکی بیعت تیری
گردن میں ہے اور تمکو جیش اسامہ میں مقرر کیا تاکہ معلوم ہو کہ تو اور تیرا مددگار عمر خلافت پیغمبر کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اور نیز تم دونوں کو غزوہ
سلاسل میں معدنِ شقاق و نفاق عمرو عاص کا محکوم کیا جسکی شان میں یہ آیہ نازل ہوئی اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الاَبتَر کہ اے محمدؐ
تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔ بتحقیق کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ عمرو کے حق میں آئی ہے باوجود اس کے عمرو کو تمپر امیر مقرر کیا اور اس نے
تم سے حفاظت و پاسبانی لشکر کا کام لیا اب تم پاسبانی سے حکمرانی کرنا چاہتے ہو اور خلیفہ بنتے ہو۔ ہاں اے ابوبکر خدا سے ڈر اور اس بارگراں
سے اپنے تئیں سبکدوش کر قبل اس کے کہ موقعہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے کہ زندگی میں اور مرنیکے بعد تیری سلامتی اسی میں ہے دنیائے دوں
کا فریفتہ نہ ہو اور قریش اور غیر قریش سے دہوکہ نہ کھا کیونکہ عنقریب زندگانی دنیا تمام ہو جائیگی اور تجھکو جزائے عمل بھگتنا پڑیگا۔ تجھکو بخوبی معلوم
ہے کہ رسول اللہ کے بعد خلافت علیؑ کا حق ہے اسکے حوالے کر کہ تیرا پردہ فاش نہ ہو اور گناہ ہلکا اور خفیف رہے قسم بخدا کہ مینے حق نصیحت
ادا کیا بشرطیکہ تو اسکو سنے اور مانے وَاِلَی اللّٰہِ تُرجَعُ الاُمُور اور سب کاروبار خدا کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں پھر بریدہ بن الحصیب
اسلمی اٹھے اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون حق کو باطل سے کیا پیش آیا اے ابوبکر تو بھول گیا یا جان بوجھکر بھولا بنگیا یا تیرے نفس نے
تجھکو دہوکہ میں ڈالا اور باطل کو تیری نظر میں آراستہ کیا۔ کیا تجھکو یاد نہیں رہا کہ رسول اللہ نے اپنے حضور میں علیؑ کو ہمسے امیر المومنین کہلوایا اور وہ
حضرت اکثر اوقات فرماتے تھے کہ وہ امیر المومنین و قاتل القاسطین ہیں اے ابوبکر خدا سے ڈر اور پیشتر اس کے کہ موقعہ تدارک نہ رہے جلد اسکا
تدارک کر اور اپنے تئیں ہلاکت و تباہی میں نہ ڈال اور خلافت کو اسکی طرف راجع کر جو تجھ سے زیادہ اسکی لیاقت رکھتا ہے اور اس میں ذرا
دیر نہ کر کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ بتحقیق کہ میں نے تجھکو خالص نصیحت کی اور راہِ نجات کو تجھپر روشن کیا فلا تکونن ظہیرا للمجرمین
پس تو اہل جرم و عصیان کا مددگار مت بن۔ بریدہ نے کلام تمام کیا تو عمار یاسر اٹھے اور کہا اے گروہ مسلمین اور اے جماعت قریش تم اچھی
طرح جانتے ہو اور نہیں جانتے تو اب جانو کہ اہلبیت نبی سب سے زیادہ اولیٰ و انسب ہیں انکی خلافت اور وراثت کے لئے اور دین کے
کاموں اور مسلمانوں کی نگہبانی کے لئے وہ محکم اور استوار ترین مردم ہیں پس ابوبکر کو کہو کہ حق کو اہل حق پر رد کرے پیشتر اس کے کہ تمہاری جمعیت
میں تفرقہ اور تمہارے کام میں ضعف و سستی راہ پائے اور تمہارا دشمن مظفر اور تمہاری پراگندگی ظاہر ہو اور فتنہ تمہارے درمیان بزرگ
ہو اور تمہارا ائتلاف اختلاف کے ساتھ بدل جائے اور تمہارے دشمنوں کو تم میں طمع کرنے کا موقعہ ملے۔ تم خوب جانتے ہو کہ بنی ہاشم
اس کار کے لئے تم سے زیادہ شایاں ہیں اور علیؑ مرتضیٰ بحکم خدا و رسول تمہارے ولی امر ہیں تم نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ نے تمہارے
گھروں کے دروازے مسجد سے بند کر دیئے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا اور تم میں سے بہت سوں نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی آنحضرت
نے انکار کیا اور علیؑ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا اور نیز آنحضرت نے فرمایا کہ میں شہر علم و حکمت ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ جو چاہے

تیسری تقریر مقداد بن اسود

چوتھی تقریر بریدہ بن الحصیب

پانچویں تقریر عمار یاسر

کہ علم حاصل کرے اسکو چاہیے کہ دروازہ کی راہ سے اس تک پہنچے۔ پس تم مشکلات امور میں انحضرت کے محتاج ہو اور وہ ہر امر میں تم سے مستغنی و بے نیاز ہیں کیا ہو گیا ہے تمہارے تئیں کہ علیؑ سے مونہہ موڑتے ہو اور انکا حق ہضم کیا چاہتے ہو اور نعمات دائمی آخرت کو چھوڑکر زندگانی چند روزہ دنیا کو اختیار کرتے ہو فبئس للظلمین بدلا پس بُرا ہے بدلا ظالموں کا پس جو کچھ حق تعالیٰ نے ان کیلئے مقرر کیا ہے انکو عطا کرو اور اصلا ایک طرف سے پشت نہ پھراؤ ولا ترتدوا علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین اپنے پچھلے پاؤں پر نہ پھرو کہ خائب و خاسر ہوگے۔ عمارؓ یہ کہکر خاموش ہوئے تھے کہ ابی بن کعب انصاری اٹھے اور کہا اے ابوبکر جو امر کہ حق تعالیٰ نے دوسروں کے لئے مقرر کیا ہے اسکو انکار نہ کرو اور رسول اللہ کے اور انکے برگزیدہ اور صفی کے حق میں سب سے پہلے عصیان و نافرمانی عمل میں نہ لا حق کو صاحبان حق کی طرف واپس کر کہ سلامتیِ دنیا و آخرت اس میں ہے اور ضلالت و گمراہی میں مت رہ تا کہ انجام کار ندامت نہ اٹھائے اور توبہ کر کہ گناہ تیرے ہلکے ہوں اور جس امر سے حق تعالیٰ نے تجھے خاص نہیں کیا اسکو اپنے لئے مخصوص نہ بنا اور اسکا وبال اپنے اوپر نہ لے بہ تحقیق کہ تو عنقریب دنیا سے مفارقت کریگا اور تیری بازگشت خدا کی طرف ہوگی وہ سبحانہ تیرے گناہوں پر تجھہ سے مواخذہ کریگا۔ وما ربك بظلام للعبید اور تمہارا خدا بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں پس خزیمہ بن ثابت نے اٹھکر کہا ایہا الناس تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے میری شہادت قبول کی اور اس کو دو گواہوں کے مقام پر رکھا۔ حاضرین نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں خزیمہ نے کہا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسولخدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اهل بیتی یفرقون بین الحق والباطل وهم الائمة الذین یقتدیٰ بهم کہ میرے اہل بیت ہی حق و باطل کے درمیان فرق کرینگے اور وہ امام ہیں جنکی پیروی کیجائے جو کچھ میں جانتا تھا تمہارے سامنے بیان کیا وما علی الرسول الا البلغ المبین رسول اور قاصد پر سوائے بلاغ ظاہر کے کچھہ نہیں۔ اسکے بعد ابوالہیثم بن التیہان اٹھے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ نے بروز غدیر علیؑ کو اپنے پاس کھڑا کرکے جو کچھہ ان کے حق میں کہنا تھا کہا تو اسپر جماعۃ صحابہ میں اختلاف ہوا انصار بالاتفاق کہتے تھے کہ حضرت نے آپکو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا ہے بعض انکے برخلاف اسکے قائل تھے کہ آپ نے یہ بتلایا ہے کہ جسکا میں مولیٰ ہوں علیؑ بھی اسکا مولےٰ ہے پس ہم نے کچھہ لوگ اپنے درمیان سے رسول اللہ کی خدمت میں بھیجے تھے انہوں نے جاکر یہ سوال کیا آپ نے فرمایا انہیں کہدو کہ علیؑ امیرالمومنین ہے میرے بعد اور تمام سے زیادہ نصیحت کرنیوالا امت کا ہے جو میرے سامنے گذرا تھا میں اسکی گواہی دیتا ہوں فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر جو چاہے اس پر ایمان لائے ورنہ کافر ہو جائے ان یوم الفصل کان میقاتا بیشک قیامت کا دن معین ہے جسمیں حق و باطل میں تمیز ہو جائیگی پھر سہل بن حنیف نے کلام شروع کیا بعد حمد و ثنائے الٰہی و درود بر رسالت پناہی کہا اے معشر قریش میری بات سنو اور اسکو مانو میں شہادت دیتا ہوں کہ مینے رسول اللہ کو اس مقام پر (اشارہ کیا طرف روضۂ مقدسہ کے) دیکھا کہ علیؑ کا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ میں تھا اور فرماتے تھے هذا علی امامکم من بعدی واول من یصافحنی علی حوضی فطوبیٰ لمن اتبعه ونصره والویل لمن تخلف عنه وخذله کہ یہ علیؑ تمہارے امام ہیں میرے بعد سب سے پہلے میرے ساتھ حوض کوثر پر مصافحہ کریں گے۔ پس خوشحال اسکا جو انکی پیروی کرے اور مددگار رہو اور عذاب ہے اس شخص کے لئے کہ انسے تخلف کرے اور نصرت سے دست بردار ہو۔ پھر سہیل کے بھائی عثمان بن حنیف نے کہا ہم نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ کہتے تھے میرے اہلبیتؑ

احتجاج ابی بن کعب

احتجاج خزیمہ بن ثابت

احتجاج ابوالہیثم بن التیہان

احتجاج سہل بن حنیف

ستارہ ہائے زمین ہیں ان پر پیشقدمی نہ کرو کیونکہ والیانِ امت میرے بعد وہ ہیں۔ حاضرین سے ایک شخص نے اٹھکر کہا یا رسول اللہ آپکے اہلبیت سے وہ کون کون اشخاص ہیں جنکی آپ یہ صفت فرماتے ہیں فرمایا علیؑ اور اسکی اولاد طاہرین پس حضرت نے دوازدہ امام سے ہر ایک کا نام بتایا پس اے ابوبکر تو پہلا شخص نہ ہو کہ آنحضرت کی امانت میں خیانت کرے درانحالیکہ تم واقف اور دانا ہو۔ بعد ازاں ابو ایوب انصاری صاحب منزل رسول اللہؐ اٹھے اور کہا اے بندگان خدا خدا کا خوف کرو اور جو کچھ اہلبیتِ پیغمبرؐ کے لئے خدا کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے اسمیں حائل نہ ہو بہ تحقیق کہ تمنے بھی مختلف اوقات او متعدد مقامات میں وہی سنا ہے جو کچھ ہمارے ان بھائیوں نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میرے اہلبیت میرے بعد تمہارے امام و پیشوا ہیں اور علیؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ھذا امیر البررۃ وقاتل الکفرۃ مخذول من خذلہ ومنصور من نصرہ کہ یہ امیر ابرار ہے اور قاتل کفار و فجار اسکا نصرت کرنیوالا منصور ہے اور تارک نصرت مخذول۔ پس اس ظلم سے توبہ کرو۔ حق تعالی کی طرف ان اللہ ھو التواب الرحیم ولا تولوا عنہ معرضین بہ تحقیق کہ حق تعالی توبہ قبول کرنیوالا اور رحیم ہے اس سے اعراض اور روگردانی نہ کرو۔ مروی ہے کہ جب یہ بارہ حضرات اپنی اپنی تقریریں پوری کر چکے تو اوروں کو بھی جرات ہوئی اور انہوں نے بھی کلام کیے حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابوبکر منبر پر بیٹھے ہوئے تھے یہ تقریریں سنکر مبہوت و حیران رہگئے اور کچھ جواب نہ دیسکے اور کہا تو یہ کہا ولیتکم ولست بخیرکم اقیلونی اقیلونی میں تمپر والی ہوا ہوں درانحالیکہ میں تمسے بہتر نہیں ہوں مجھکو اس خلافت سے نکالو۔ بروایت ابن ابی الحدید وغیرہ علماء اہلسنت[1] آپ نے یہ خطبہ اسطرح فرمایا لست بخیرکم وعلیؑ فیکم کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں درانحالیکہ علیؑ علیہ السلام تمہارے درمیان ہیں حضرت امیر علیہ السلام بھی اپنے خطبۂ شقشقیہ میں اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں فیا عجبا بینا ھو یستقیلھا فی حیوتہ اذ عقدھا لآخر بعد وفاتہ تعجب ہے کہ ابوبکر اپنی زندگی میں تو اپنے تئیں شائستہ خلافت نہ جانتا تھا اور اس سے اقالہ چاہتا تھا مگر مرنے کے وقت اسکو اور کیلئے یعنی عمر کے لئے مقرر کر گیا۔ القصہ جب حضرت عمر نے ابوبکر کو سر منبر اقیلونی اقیلونی کہتے سنا تو نہایت متردد ہوئے کہ مبادا کار ہاتھ سے نکل جائے اور ایسی جگہ خلافت چلی جائے جہاں سے نکلنا مشکل ہو یعنی اہلبیت علیہم السلام تک پہنچ جائے پس بہت جلد اسکے تدارک کی طرف متوجہ ہوئے اور کمال غیظ و غضب میں اٹھکر کہا انزل عنھا یا لکع اے لئیم ناکس منبر سے نیچے اتر اذا کنت لا تقوم بحجج قریش لما اقمت نفسک ھذا المقام اگر تجھکو قریش کی حجتوں کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی تو کیوں اسجگہ بیٹھا تھا قسم بخدا کہ مینے ارادہ کرلیا ہے کہ تجھکو خلافت سے خلع کروں اور سالم مولائے ابی حذیفہ کو اس مقام پر نصب فرماؤں ابوبکر خاموش اور محزون منبر سے اتر آئے اور اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے گھر کو چلے گئے اور فکرمند تھے کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو تین روز تک مسجد میں آکر قدم نہیں رکھا اور اسی ادھیڑبن میں رہے کہ کیا کریں چوتھے روز خالد ولید ایک ہزار جوان لیکر خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کس نیند میں سو رہے ہو اٹھو دیکھو بنی ہاشم نے دندانِ طمع اس کار کے لئے تیز کرلئے ہیں پھر معاذ بن جبل ہزار مرد سے آئے اور سالم مولائے ابی حذیفہ

[1] مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں فرماتے ہیں کہ حدیث استقالہ کو اہلسنت سے طبری نے اپنی تاریخ میں اور بلادری نے انساب الاشراف میں اور سمعانی نے فضائل میں اور ابوعبیدہ نے اپنی بعض تصنیفات میں روایت کیا ہے اور فخر رازی نے نہایت العقول میں اسکی صحت میں قدح نہیں کی بلکہ اور ضعیف وجہوں سے اسکی تردید کی ہے اور اسکا کلام اسکی صحت پر حجت کافی ہے۔ ۱۲۔

اسیقدر لشکر سے آئے پھر تو لوگ ہر طرف سے آنے لگے بحدیکہ چار ہزار کا جھمگٹا ہو گیا اسوقت حضرت عمر شمشیر برہنہ لیکر آگے آگے ہوئے
اور خلیفہ اول مع اس جم غفیر کے ان کے پیچھے اور اس گروہ فر کے ساتھ داخل مسجد رسول اللہ ہوئے عمر نے کہا اے اصحاب علیؑ اگر تم میں
کسی نے آج اس طرح کا کلام کیا جیسا کہ اس روز کیا تھا تو قسم بخدا کہ اس تلوار سے اسکا سر اوڑا دونگا خالد سعید کو یہ سنکر تاب نہ رہی کہا اے
پسر صحاک حبشیہ تو ہمکو تلوار سے ڈراتا اور اپنی کثرت پر نازاں ہے قسم بخدا کہ ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے تیز ہیں اور ہم گو تعداد میں تم سے
کم ہیں لیکن چونکہ حجت خدا ہمارے درمیان ہے زیادہ ہیں قسم بخدا کہ اگر امام علیہ السلام نے ہمکو جنگ و جدل سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم تلوار
کھینچتا اور راہ خدا میں تم پر جہاد کرتا حتی کہ جو کچھ ہم پر واجب ہے ادا ہو جاتا حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے خالد بیٹھ جا کہ حقتعالیٰ
کے نزدیک تیرا رتبہ بلند ہوا اور سعی مشکور ہوئی۔ پس خالد بیٹھ گئے اور سلمانؓ نے اٹھکر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے رسول اللہ سے سنا ہے
اگر جھوٹ کہتا ہوں تو دونو کانوں سے بہرا ہو جاؤں کہ فرماتے تھے ایک وقت ہوگا کہ میرا ابن عم اور میرا بھائی معہ چند نفر اپنے اصحاب کے
اس مسجد میں بیٹھا ہوگا اسوقت اسپر ایک جماعت سگان جہنم کی بارادہ ان کے قتل کے ہجوم کرے گی مجھکو اس میں ذرا شک نہیں کہ تم وہی
لوگ ہو کہ تلواریں لیکر ابن عم رسول اللہ کے قتل کے لئے جمع ہوئے عمر کو یہ سنکر غصہ آیا اور جھپٹ کر چاہتے تھے کہ سلمان پر حملہ کریں
امیر المومنین نے آگے بڑھکر گریبان پکڑا اور انکو زمین پر پچھاڑا اور فرمایا اے پسر صحاک حبشیہ اگر حکم خدا اسطرح پر نہ ہوتا اور میں نے رسول اللہ
سے عہد نہ کیا ہوتا تو تجھکو دکھلا دیتا کہ ہم میں سے کسکے مددگار ضعیف ہیں اور کسکے قوی اور کون تعداد میں زیادہ ہے اور کون کم پھر اپنے اصحابؓ
سے کہا رحمت خدا ہو تم پر اپنے اپنے گھر کو چلے جاؤ قسم بخدا کہ میں اب مسجد میں نہ آؤنگا مگر اسطرح جیسے کہ موسیٰ و ہارون داخل ہوئے جبکہ ان کے
اصحاب نے انسے کہا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ کہ جاؤ تم اور تمہارا رب جنگ کرو ہم یہاں بیٹھے ہیں قسم بخدا کہ اب
میں مسجد میں نہ آؤنگا مگر زیارت پیغمبرؐ کے لئے یا جب کوئی مشکل پیش آئے تو اسکے حل کرنیکے واسطے کیونکہ مجھکو جائز نہیں کہ امت کو حیران و
سرگرداں چھوڑوں اور راہ راست نہ دکھلاؤں۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں بعد نقل حدیث مذکور کتاب کشف الیقین سے نقل کرتے
ہیں کہ حدیث بارہ اصحاب کی ابوبکر کی خلافت پر انکار کرنیکی جیسے شیعوں کے یہاں متواترات سے ہے ایسا ہی اسکو اہل سنت نے
بھی نقل کیا ہے اگر راویان شیعہ ہی اسکو روایت کرتے اور سنی نہ کرتے تو ہم اسکو اپنی کتاب میں نقل نہ کرتے کیونکہ ہمارے اصحاب اپنے
مخالفین کے نزدیک متہم ہیں مگر ان میں سے احمد بن محمد الطبری معروف بخلیلی نے اپنے روات و رجال سے اسکو نقل کیا ہے اور محمد بن
جریر الطبری صاحب التاریخ نے کتاب مناقب الائمہ میں روایت کیا ہے چنانچہ عبارت محمد بن جریر کی یہ ہے۔ خبر الاثنی عشر الذین
انکروا علی ابی بکر جلوسه فی مجلس رسول الله حدثنا ابو علی الحسن بن علی بن النخاس الکوفی العدل الاسدی قال
حدثنا احمد ابن ابی الحسین العامری قال حدثنی عمی ابو معمر شعبة بن خیثم الاسدی قال حدثنی عثمان الاعشی
عن زید بن وهب یعنی حدیث بارہ شخصوں کی جنہوں نے ابوبکر پر اس کے رسول اللہ کی جگہ بیٹھ جانے کی وجہ سے رد و انکار کیا روایت
کیا ہے اسکو ہم سے ابو علی حسن بن علی بن نخاس کوفی عدل اسدی نے کہا اس نے روایت کیا ہے اسکو مجھ سے احمد بن ابی الحسین عامری نے

اور کہا اس نے روایت کیا ہے مجھ سے میرے چچا ابو معمر شعبہ بن خثیم اسدی نے اور کہا حدیث کیا ہے مجھ سے عثمان اعشی نے اور اس نے زید بن وہب سے پس طبری مذکور نے آخر حدیث تک اسی طرح نقل کیا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے سوائے تھوڑے سے فرق کے۔ ؂

ردّ و انکار حضرت حسنؑ مجتبیٰ بر خلیفہ اوّل

امام حسن علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو منبر پر جد امجد رسول اللہ کی جگہ پر آنحضرت کے بعد جو انکے پدر عالیمقدار جناب حیدر کرار کے لئے مقرر تھی بیٹھا دیکھکر ردّ و انکار فرمایا بزرگان اہل سنت نے اسکو نقل کیا ہے ابن حجر مکی ایتمی کہ متعصبین اہل سنت سے ہے صواعق محرقہ میں لکھتا ہے اخرج الدار قطنی ان الحسن جاء الی ابی بکر وھو علی منبر رسول اللہ کہ دار قطنی نے اس حدیث کو اخراج کیا ہے کہ حسن بن علی علیہما السلام ابوبکر کے پاس آئے جبکہ وہ منبر رسول اللہ پر بیٹھے تھے فقال انزل عن مجلس ابی اور فرمایا میرے باپ کی بیٹھنے کی جگہ سے نیچے اتر فقال صدقت واللہ انہ مجلس ابیک لا مجلس ابی ابوبکر نے کہا تم راست کہتے ہو قسم بخدا کہ یہ تمہارے باپ کی جگہ ہے میرے باپ کی نہیں ثم اخذہ واجلسہ فی حجرہ وابکی پھر انکو لیکر گود میں بٹھا لیا اور رونے لگے فقال علی اما واللہ ما کان عن رائی فقال صدقت واللہ ما اتھمتک پس علی علیہ السلام نے کہا قسم بخدا کہ حسنؑ کا یہ کلام میری صلاح اور میری رائے سے نہ تھا ابوبکر نے کہا راست کہتے ہو قسم بخدا کہ میں تمکو اسکی تہمت نہیں لگاتا اس آخری گفتگو کے بڑہانے سے غالباً راوی حدیث کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا کہ حضرت امیرؑ ابوبکر کے رسول اللہ کا جانشین ہونے پر ناخوش نہ تھے کہ انہوں نے اپنی برأت فرمائی۔ سو حاشا عن ذلک۔ اس معاملے میں جو کچھہ آپ کی کیفیت تھی وہ آنحضرت کے گذشتہ و آئندہ حالات کے دیکھنے سے بخوبی عیاں ہے اور اس فقرے سے بھی اسیقدر ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسنؑ نے اسوقت جو کچھہ کہا وہ حضرت کے اشارہ سے نہ تھا اور فقط اسی کا آپ نے انکار کیا بالجملہ شاہ عبد العزیز دہلوی تحفہ میں فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ کی یہ حرکت طفلانہ تھی اطفال کا قاعدہ ہے کہ اپنے بزرگ کی جگہ کسی غیر شخص کو بیٹھا یا اسکی کسی شے کو استعمال کرتا دیکھکر ایسا کیا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مناقب عالیہ اہلبیت عصمت و طہارت کہ جنمیں وہ حضرات عامہ خلائق سے مستثنیٰ و ممتاز ہیں اور وہ کتب اہلسنت میں بکثرت موجود ہیں شاہ صاحب نے اسقام پر بالکل بھلا دی ہیں یا دیدہ و دانستہ ان سے چشم پوشی کرلی۔ ورنہ حضرت امام حسن کے فعل کو حرکت طفلانہ سے نسبت نہ دیتے۔ مشہور ہے کہ حضرت امیرؑ فرماتے تھے نحن اھل بیت لا نقاس بالناس ما عادانا بیت الا خرب ومانبح علینا کلب الا جرب کہ ہم اہلبیت کا قیاس اور آدمیوں پر نہیں ہو سکتا کسی خاندان نے ہم سے دشمنی نہیں کی مگر یہ کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا اور کوئی کتا ہم پر نہیں بھونکا الا گرگین[1] ہوا۔ اور صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے منقول ہے۔ قال اخذ الحسن ابن علی تمرۃ من تمرۃ الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال النبی کخ کخ لیطرحھا ثم قال اما شعرت انا لا نأکل الصدقۃ یعنی کہا اس نے کہ امام حسنؑ نے ایک دانہ خرما صدقات کے خرموں سے اٹھا کر موہنہ میں رکھ لیا تھا رسولخدا نے انکو فرمایا تھوکدو تاکہ اسکو گرادیں پھر فرمایا نہیں جانتا تو کہ ہم اہلبیت پر صدقہ حرام ہے شرح بخاری نے اسپر مناقشہ کیا ہے کہ امام حسنؑ اسوقت صغیر السن و غیر مکلف تھے پس

[1] گرگین صاحب خارش۔ ۱۲۔

پس حضرت رسول خدا نے کیونکر فرمایا اَنَا اَعْلَمُ اور منع کیا ان کے تئیں پھر جواب اس مناقشہ کا خود ہی اسطرح پر دیا کہ حضرت کا یہ ارشاد بہت
درست و بجا تھا کس لئے کہ امام حسن علیہ السلام اسوقت بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ کما صَرَّحَ بہ ابن حجر العسقلانی پس جو شخص
شیر خواری سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرے اس کے افعال طفلانہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ہم اس مقام پر ایک روایت ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ
کی زبانی اور سناتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کیلئے کم سن اور مسن ہونا کوئی تفاوت کا باعث نہ تھا اُنسے ہر حال
میں فضل و کمالات ظاہر ہوتے رہتے تھے صواعق محرقہ کی فصل سوم باب یازدہم میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے
کہ وہ حضرت اپنے والد ماجد کی وفات کے ایک سال بعد اتفاقاً ایک روز بغداد کے ایک کوچہ میں کھڑے تھے اور کچھ لڑکے وہاں کھیل رہے
تھے اسوقت سنِ مبارک نو سال کا تھا کہ یکایک مامون رشید کی سواری وہاں آئی اور لڑکے تو دیکھکر بھاگ گئے لیکن حضرت بدستور کھڑے
رہے قدرتِ خدا سے مامون کے دل میں آپ کی محبت پڑگئی اور اس نے پاس آکر کہا لڑکے تم اوروں کے ساتھ کیوں نہ بھاگے فرمایا
اے امیر راستہ تنگ نہ تھا کہ میں چھوڑ دیتا نیز کوئی جرم میں نے نہیں کیا تھا کہ اسکے خوف سے بھاگتا اور تیری طرف سے بھی گمان نہ تھا کہ بغیر
گناہ ستائیگا۔ مامون کو یہ جواب بہت پسند آیا پوچھا صاحبزادے تمہارا اور تمہارے باپ کا کیا نام ہے۔ فرمایا محمد بن علیؑ الرضا۔ مامون نے کہا
رحمتِ خدا ہو اُنپر یہ کہکر گھوڑا بڑھایا اس کے ساتھ باز شکاری تھے صحرا میں جاکر ایک باز کو تیتر پر چھوڑا وہ غائب ہوگیا تھوڑی دیر میں جو واپس
آیا تو ایک چھوٹی مچھلی اسکی چونچ میں تھی جسمیں ہنوز رمق جان باقی تھی مامون کو بہت حیرت ہوئی شہر میں واپس آیا تو لڑکے بدستور اس کوچہ
میں کھیل رہے تھے اور امام محمد تقیؑ ان کے پاس کھڑے تھے اسکو دیکھکر پھر بھاگے پس مامون نے حضرت کے پاس آکر کہا اے محمدؐ ہمارے
ہاتھ میں کیا ہے حضرت نے فرمایا ان اللّٰہ خلق فی بحر قدرتہ سمکا صغارا تصیدھا بازاۃ الملوک والخلفاء فیختبر بھا سلالۃ اھل بیت
المصطفے یہ تحقیق کہ حق تعالیٰ نے اپنے بحرِ قدرت میں ماہیان خورد پیدا کیں جنکو سلاطین و خلفا کے شکاری جانور شکار کرتے ہیں اور وہ انسے سلالۂ
اہلبیتِ مصطفیٰ کا امتحان کرتے ہیں مامون نے کہا انت ابن الرضا حقا تم بیشک پسر امام رضا ہو پھر آنحضرت کو اپنے ساتھ لیلیا اور احسان و
اکرام کرتا تھا انکے ساتھ اور غایت درجہ تعظیم آنحضرت کی بجالاتا اور بوجہ اس فضل و کمال کے کہ اس خورد سالی میں آنحضرت سے دیکھا تھا ارادہ کیا
کہ اپنی دختر ام الفضل کا نکاح انسے کردے عباسیوں نے یہ سنا تو مانع آئے اور ڈرے کہ جسطرح امام رضاؑ کو ولی عہد کردیا تھا مبادا مامون
محمد تقیؑ کو بھی ولی عہد نہ کردے مامون نے کہا کہ میں نے اسکو بدیں وجہ اختیار کیا ہے کہ وہ باوجود صغیر سن کے تمام اہل علم و فضل پر فضیلت
و فوقیت رکھتا ہے انہوں نے اسمیں نزاع کیا اور نہ مانا اور کہا کہ ہم کسی کو ان کے پاس بھیجکر امتحان و آزمائش کریں گے پس یحییٰ بن
اکثم کو بھیجا اور وعدہ زر و مال کیا اس کے ساتھ اگر آنحضرت کے تئیں بند اور لاجواب کردے پس مامون نے حکم کیا کہ فرش بچھائیں
اور مسند آراستہ کریں اسپر آنحضرت کے تئیں بٹھلایا اور یحییٰ نے بہت سے سوالات آپ سے کئے آپ نے سب کے جواب باصواب دئے
کہ مامون کو بھی پسند آئے اور اس نے صدائے احسنت و آفریں بلند کی پھر عرض کی اے ابوجعفر اگر مناسب سمجھیں تو آپ بھی کوئی سوال
یحییٰ سے کریں حضرت نے فرمایا کیا کہتا ہے تو اے یحییٰ اس عورت کے بارے میں کہ ایک مرد نے صبح کو اس کو دیکھا تو

اسپر حرام تھی جب دن چڑہا تو حلال ہوگئی پھر ظہر کے وقت حرام ہوئی اور عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی بعدازاں مغرب کے وقت حرام
ہوئی اور عشا کے وقت حلال ہوئی پھر نصف شب میں حرام ہوئی اور طلوع صبح پر حلال ہوگئی یہ عورت کون تھی اور کس طرح اس مرد پر
اتنی دفعہ حرام وحلال ہوئی یحیی حیران رہ گیا اور کہا میں جواب اس مسئلہ کا نہیں جانتا حضرت نے فرمایا کہ وہ ایک کنیز تھی کہ ایک مرد اجنبی نے
اسکی طرف بشہوت نگاہ کی تو وہ حرام تھی۔ کچھہ دن چڑہے اسنے اسکو خرید لیا تو حلال ہوگئی ظہر کے وقت آزاد کردیا حرام ہوگئی عصر کے وقت
اس سے نکاح کرلیا حلال ہوئی مغرب کو اس سے ظہار کیا حرام ہوگئی عشا کے وقت کفارہ ظہار ادا کردیا حلال ہوگئی نصف شب کو طلاق
رجعی دیا حرام ہوگئی طلوع فجر کیوقت رجوع کرلیا حلال ہوگئی مامون نے عباسیوں سے کہا دیکھا تم نے اور جان گئے وہ امر کہ جسکے منکر تھے اور
اسی مجلس میں اپنی دختر ام الفضل کا نکاح آنحضرت کے ساتھ کردیا۔ الغرض جیسا امام حسن علیہ السلام نے خلیفہ اول پر سر منبر رد وانکار کیا اسطرح
جناب سید الشہدا نے خلیفہ ثانی پر ان کے عہد خلافت میں سر منبر اعتراض وانکار فرمایا اور کہا ہمارے باپ کے منبر سے اترو عمر نے کہا درست
کہتے ہو تمہارے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں پھر پوچھا کس نے تمکو اسکا امر کیا ہے حضرت امیرؑ نے فرمایا قسم بخدا کہ کسی نے ان کو
نہیں کہا یہ روایت تاریخ الخلفا کی ہے لیکن ازالۃ الخلفا وغیرہ میں ہے کہ آپ منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیک
کہ میرے باپ کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاکر خطبہ کہہ۔ عمر نے کہا میرے باپ کا کوئی منبر نہیں کہاں جاؤں یہ کہکر حضرت کو اپنے
پاس بٹھا لیا اور پس از تمام خطبہ انکو اپنے ساتھ گھر لیگئے اور وہاں پوچھا کہ کس نے تمکو یہ تعلیم کیا تھا آپ نے قسمیہ فرمایا کہ مجھکو کسی نے نہیں
تعلیم کیا پس عمر خوشامد کی باتیں کرنے لگے کہ اے فرزند تم یہاں آیا کرو امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں انکے کہنے کے بموجب ایک روز ان کے
گھر پر گیا تو وہ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے عبد اللہ عمر نے اندر جانیکی اجازت طلب کی اجازت نہ دی وہ لوٹ گئے میں بھی یہ دیکھکر واپس
چلا آیا پھر جو عمر ملے اور کہنے لگے کہ تم نہ آئے میں نے کہا میں گیا تھا تم معاویہ کے ساتھ خلوت میں باتیں کررہے تھے میں پلٹ آیا کہا تم اطلاع
کرلیتے تمکو اس سے کیا نسبت تھی۔ پھر فرمایا صاحبزادے جو بال ہمارے سروں پر ہیں یا خدا نے اگائے ہیں یا تمنے، وبروایت صواعق محرقہ
کہا ھل انبت الشعر علی رؤسنا الا اللہ ثم انتم لایہ آیا ہمارے سروں کے بال سوائے تمہارے پدر بزرگوار کے کسی اور نے
بھی اگائے ہیں مراد یہ کہ جو مرتبہ رفیع وبلند ہمکو حاصل ہوا ہے صرف تمہارے باپ کے سبب ہوا ہے یہ کلام حق تھا کہ حضرت عمر کی زبان پر
جاری ہوا گو یہ زبانی ہی زبانی جمع خرچ تھا دل میں اسکا اثر نہ تھا ہمیں تو خلافت کیوں ہضم کر بیٹھتے۔ اور نیز اہلسنت نے روایت کیا ہے کہ
عمر ایک مرتبہ اموال غنیمت تقسیم کررہے تھے حسنین علیہما السلام کو کچھہ زیادہ اور عبد اللہ ابن عمر اپنے بیٹے کو کم دیا عبد اللہ نے اعتراض کیا کہ
مجھکو ان سے کم دیتے ہو حالانکہ میں رسول اللہ کے زمانہ سے صاحب سیف وجہاد ہوں اور انہوں نے مدینہ سے قدم باہر نہیں رکھا عمر نے
کہا خاموش رہ تجھے ان سے کیا نسبت ہے نہ تیرا باپ انکے باپ کی برابر ہے نہ ماں انکی ماں کی ہمسر علی ہذا تیرے جد وجدہ وعمو وعمہ وخال وخالہ
کو انکے جد وجدہ وعمو وعمہ وخال وخالہ سے کچھہ مناسبت نہیں بہ تحقیق کہ ان کے باپ علیؑ ابن ابی طالب ہیں ماں فاطمہؑ زہرا بنت رسول اللہ
جد رسول اللہ جدہ خدیجۃ الکبری چچا جعفر طیار عمہ ام ہانی جس کے گھر سے آنحضرت کو معراج ہوئی ماموں ابراہیم پسر رسول اللہ

خالہ زینب وام کلثوم ورقیہ بنات رسولخدا ہیں۔ ابن عمر یہ سنکر پشیمان ہوا اور کچھ نہ بولا۔ لیکن کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب علیؑ ابن ابیطالب حضرت عمر کے بقول خود عمر افضل تھے تو وہ کس لئے حق بحقدار نہیں پہنچانے تھے اور کیوں خلافت پر آپ متصرف تھے۔ **احتجاج امیر المومنین علیہ السلام با ابوبکر** حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ابوبکر پر کار خلافت استوار ہوگیا تو ہرچند حضرت امیرؑ کے ساتھ کشادہ روئی اور انبساط کرتے مگر وہ حضرت گرفتہ خاطر ومنقبض رہتے تھے۔ بنابراں انہوں نے ارادہ کیا کہ عذرخواہی کرکے یہ کبیدگی حضرت کے دل سے دور کریں پس ایک موقعہ خلوت وتنہائی کا دیکھکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے ابوالحسنؑ مجھکو امر خلافت میں رغبت نہیں نہ میں اس کی حرص رکھتا تھا نہ مجھکو اپنے اوپر بھروسہ تھا کہ اسکا انصرام کرسکوں گا۔ کیا وجہ ہے کہ تمکو اپنے سے آزردہ اور دلگیر پاتا ہوں حضرت نے فرمایا اگر تجھکو اس کام میں رغبت نہیں اور اپنے تئیں اس کے لائق نہیں جانتا تو کیوں یہ بوجھ اپنے اوپر لے رکھا ہے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ان اللہ لایجمع امتی علی ضلال کہ حق تعالیٰ میری امت کو ضلالت وگمراہی پر جمع نہ کریگا۔ جب دیکھا کہ مسلمانوں نے مجھپر اجماع کیا تو پیغمبر کی اطاعت کی اور خلافت قبول کرلی۔ اگر جانتا کہ کوئی مخالف ہے تو راضی نہ ہوتا حضرت امیر المومنینؑ نے کہا تو جو کہتا ہے کہ اجماع امت ہوگیا تو کیا تیرے نزدیک میں امت پیغمبر سے نہیں یا سلمانؓ وعمارؓ وابوذرؓ ومقدادؓ وغیرہ ہم امت سے نہیں یا سعدبن عبادہ اور اسکے توابع ولواحقین امت میں داخل نہیں ابوبکر نے کہا یہ سب داخل امت ہیں حضرت نے فرمایا تو پھر کسطرح اس حدیث سے تمسک کرتا ہے اور دعوۂ اجماع اپنی خلافت پر کرتا ہے۔ ابوبکر نے کہا مجھکو تمہاری مخالفت کی خبر نہ تھی یہانتک کہ یہ امر مجھ پر قرار پا گیا اسوقت اگر اپنے تئیں اس سے خلع کرتا تو خوف تھا کہ لوگ مرتد ہوجائیں اور فتنہ برپا ہو کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرڈالیں۔ اسلئے اسکو قبول کیا اور سمجھا کہ تم بھی راضی نہ ہوگے کہ ایسا فتنہ برانگیختہ ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ اب بتلا کہ اس کام کا استحقاق کس کو ہے ابوبکر نے کہا جسمیں نصیحت ووفا ودفع مداہنہ ومحابا ہو اور حسن سیرت کے ساتھ عدل وانصاف سے موصوف ہو اور علم کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور خطاب فاصل رکھتا ہو اور دنیا سے زاہد اور قلیل الرغبۃ ہو مسکین مظلوم کی داد ظالم سے لے اور بعید کا قریب سے انصاف کرے حضرت نے فرمایا اور نیز جو اسلام میں سابقہ اور رسول اللہ سے قرب قرابت رکھتا ہو ابوبکر نے کہا ہاں۔ حضرت نے فرمایا تو تجھکو قسم ہے حق تعالیٰ کی کہ سچ کہنا یہ صفات تجھ میں ہیں یا مجھ میں کہا یا علیؑ تم میں۔ اس وقت حضرت نے اپنے فضائل ایک ایک کرکے گنوانے شروع کئے ہر ایک فضیلت میں اُس کو قسم دیکر پوچھتے کہ آیا یہ وصف تجھ میں ہے یا مجھ میں وہ کہتا تم میں پس فرمایا میں سب سے پہلے اسلام لایا یا تو۔ میں اہل موسم کے پاس سورہ برات لیکر گیا یا تو۔ ہجرت کے وقت میں نے اپنی جان کو آنحضرت کا وقایہ بنایا یا تو نے۔ آیۂ زکوٰۃ انگشتری میں خدا ورسول کے ساتھ ولایت مومنین میرے لئے آئی یا تیرے لئے۔ بروز غدیر رسول اللہ نے ہر مومن ومومنہ کا مولیٰ مجھکو کہا یا تجھکو۔ وزارت پیغمبر بمنزلۂ ہارون کے موسیٰ سے میرے لئے مقرر ہوئی یا تیرے لئے۔ رسول خدا مباہلۂ نصاریٰ نجران کے لئے مجھکو اور میرے اہل بیت کو لیگئے تھے یا تجھکو۔ چادر کو بروز کساء آنحضرت نے میرے اور میرے اہلبیت کے اوپر ڈالکر کہا اللھم ھؤلاء اھل بیتی پروردگارا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یا تیرے اوپر۔ آیۂ مبارکہ یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ

مستطیرا کہ وفا کرتے ہیں وہ نذر کے تئیں اور ڈرتے ہیں اس روز سے کہ اسکی بدی ظاہر ہے میرے اور میرے اہل بیت کے حق میں نازل ہوئی یا تیرے ؟ آیا میں ہوں وہ شخص کہ بروز احد آسمان سے اسکے لئے لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی آواز سنائی دی یا تو ہے ؟ آفتاب نے میرے لئے آسمان پر رجعت کی یا تیرے لئے ؟ مجھکو بروز خیبر رسول اللہ نے لوائے فتح عطا کیا تھا یا تجھکو ؟ میں نے بروز خندق عمرو بن عبدود کو قتل کرکے رسول اللہ اور مسلمانوں کے دلوں سے فکر و تردد کو دور کیا تھا یا تو نے ؟ میں رسول اللہ کی طرف سے جناب کے پاس پیغام لیکر گیا اور اسکو انجام کو پہنچایا یا تو ؟ میرے آبا و اجداد کو رسول اللہ نے آدم سے لیکر عبد المطلب تک تمام کو زنا و سفاح سے پاک بتلایا یا تیرے آبا و اجداد کو ؟ آنحضرت نے فاطمہ زہرا کا نکاح خدا کے حکم کے موافق تیرے ساتھ کیا یا میرے ساتھ کیا ؟ حسن و حسین دو ریحانہ رسول اللہ کا میں باپ ہوں یا کہ تو ؟ کہ فرمایا ان کے حق میں ھذان سیدا شباب اھل الجنة وابوھما خیر منھما یہ دونوں سید و سردار ہیں جوانان بہشت کے اور انکا باپ ان دونوں سے بہتر ہے ۔ میرے بھائی کو خدا نے جنت میں دو پر عطا کئے کہ ان سے ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں یا تیرے بھائی کو ۔ آیا میں ضامن قرض پیغمبر ہوا کہ موسم حج میں اسکے ادا کی منادی کی یا تو ؟ مجھکو رسول اللہ نے گوشت طیر کے کھانیکے لئے احب خلق کہکر خدا سے طلب کیا یا تجھکو ؟ مجھکو رسول اللہ نے تاویل قرآن پر جنگ کرنے اور ناکثین و قاسطین و مارقین کے قتل کرنے کی بشارت دی یا تجھکو ؟ میں نے آنحضرت کا آخری کلام سنا اور غسل و کفن کرکے دفن کیا یا تو نے ؟ رسول اللہ نے علم قضا مجھکو سکھایا اور اقضاکم علی فرمایا یا تجھکو سکھایا ؟ میرے لئے اصحاب کو حکم دیا کہ بلفظ امیر المومنین اسپر سلام کریں یا تیرے لئے ؟ آیا پیغمبر خدا سے زیادہ قرابت تو رکھتا ہے یا میں ؟ مجھکو بوقت حاجت حق تعالیٰ نے دینار عنایت کئے کہ جبرئیل ناقہ بیچ گئے اور میکائیل خرید لے گئے کہ تجھکو ؟ اسوقت ابوبکر رونے لگے ۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھکو رسول اللہ نے بوقت کسر اصنام کعبہ اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور اتنا بلند فرمایا کہ اگر چاہتا تو اپنا ہاتھ آسمان پر پہنچا سکتا تھا یا تجھکو ؟ آیا تجھ سے رسول اللہ نے فرمایا انت صاحب لوائی فی الدنیا والاخرة کہ تو دنیا و آخرت میں میرا علمدار ہے یا مجھ سے ؟ میرا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رکھا جبکہ تمام دروازوں کے بند کرنیکا حکم پہنچا یا تیرا دروازہ ؟ آیا تو نے صدقہ دیکر رسول اللہ کے ساتھ باتیں کرنیکی عزت پائی جبکہ آیہ نجویٰ نازل ہوئی یا میں نے ؟ تا اینکہ عتاب الٰہی میں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی ء اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات آیا تم ڈر گئے کہ اپنی رازداری کرنے سے پہلے تمکو صدقہ دینا پڑا ۔ اور رسول اللہ نے بوقت تزویج فاطمہ میرے حق میں یہ فرمایا زوجتک اول الناس ایمانا وارجحھم یعنی اے فاطمہ میں نے تجھکو اس شخص کے ساتھ تزویج کیا ہے جو ایمان لانے میں سب سے اول ہے اور اسکا اسلام تمام سے راجح تر ہے ۔ یا تیرے حق میں ؟ اے ابوبکر تجھکو قسم ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی کہ آیا رسول اللہ نے الحق مع علی وعلی مع الحق لا یفترقان حتی یردا علی الحوض کہ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ یہ دونوں جدا نہ ہونگے تا وقتیکہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں ۔ تیرے حق میں ارشاد کیا یا میرے حق میں ؟ پس حضرت شمار فضائل کرتے اور ابوبکر آپ کی تصدیق کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ واقعی یہی امور ہیں جن سے آدمی ریاست امت کے لائق ہوتا ہے ۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر پھر کس چیز نے تجھکو مغرور کیا کہ خدا و رسول کے حکم سے موںہہ موڑا حالانکہ ضروریات دین سے

جن کی اہل دین کو احتیاج ہوتی ہے تو آگاہ نہیں۔ ابوبکر یہ سنکر زار زار روئے اور کہا اے ابوالحسنؑ تم راست کہتے ہو ایک آج کی رات مجھکو مہلت دو تاکہ اس کار کے نشیب و فراز کو سوچ لوں آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ پس اپنے گھر کو گئے رات کو خواب میں حضرت رسولخدا کو دیکھا اور سلام کیا آنحضرت نے اعراض کیا اور مونھ موڑ لیا عرض کی یا رسولؐ اللہ میں نے کوئی نافرمانی کی ہے کہ میرے سلام کا جواب نہیں دیتے فرمایا کیوں کر تیرے سلام کا جواب دوں حالانکہ تو نے اس شخص سے دشمنی کی ہے جسے خدا و رسولؐ دوست رکھتے ہیں اے ابوبکر حق کو حق داروں تک پہنچا عرض کی حقدار کون ہیں فرمایا علیؑ ہے جس نے آج تجھ سے بعتاب خطاب کیا عرض کی بہت خوب میں حسب الحکم خلافت علیؑ کے سپرد کرونگا۔ صبح ہوئی تو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کہا مسجد میں چلکر خواب کا حال بیان کرتا ہوں اور تفویض خلافت سے خلقت کو آگاہی دیتا ہوں یہ کہکر پریشان و سراسیمہ وہاں سے نکلے اِدہر عمر بھی تک و دو میں لگے ہوئے تھے اور جب سے سناتھا کہ خلیفہ نے علیؑ کے ساتھ خلوت میں باتیں کی ہیں گھبرائے پھرتے تھے بیک ناگاہ ابوبکر سے ملاقات ہوئی حال دریافت کیا جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو کہا اے خلیفہ رسول اللہ تم ہرگز سحر بنی ہاشم سے دہوکہ نہ کھائیو ان کی ساحری ہمیشہ سے معلوم و مشہور ہے پس ایسی ہی باتیں کرتے رہے تا اینکہ اس رائے سے ابوبکر کو پھیر دیا اور جس امر میں تھے اسمیں مستقل اور مستقر کر دیا حضرت امیر المومنین مسجد میں منتظر ابوبکر کے آنیکے تھے جب وہ اپنے وعدے پر حاضر نہ ہوئے تو قیافہ سے معلوم کر کے اس جگہ سے اٹھ کر روضۂ رسولؐ اللہ پر جا بیٹھے۔ اتنے میں عمر داخلِ مسجد ہوئے اور حضرت کو دیکھکر کہنے لگے یا علی دون ماتروم خرط القتاد اے علیؑ جو بات تم چاہتے ہو وہ ممکن نہیں پس حضرت نے اپنے گھر کی طرف مراجعت کی۔ کامل بہائی میں ہے کہ اسکے بعد جب ابوبکر علی علیہ السلام سے ملتے تو کہتے اَعذرنی مجھکو معذور رکھو۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ مینے شمار کیا دس مرتبہ میرے سامنے انہوں نے عذر خواہی کی تھی۔ سلمانؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر امیر المومنین علیہ السلام سے اس طرح عذر خواہی کیا کرتے تھے المعذرة الیک من المتقدم علیک کہ عذر خواہی ہے تمہارے سامنے اس شخص سے جس نے تمپر تقدیم کیا ہے ایک روز ایک مجلس میں علیؑ و عباس سے کہا کہ مجھکو معذور رکھنا کیونکہ میں نے اپنے آپ تمپر تقدم نہیں کیا مگر لوگ غالب آئے ہمارے اوپر اس امر میں۔ ابن عباس نے کہا کہ بروز سقیفہ مغیرہ بن شعبہ میرے باپ کے پاس آکر عذر معذرت کرنے لگا انہوں نے کہا خدا معذور نہ رکھے اسکو جو تیرے تئیں معذور جانے۔ دور ہو میرے پاس سے لعنتِ خدا ہو تجھپر۔ ابوعبیدہ جراح امیر المومنینؑ سے ملا تو آپ نے فرمایا انت ایضاً تظاھرت علینا تو نے بھی ہمارے خلاف اوروں کی یاری کی۔ کہا عذر چاہتا ہوں تم سے اے علیؑ۔ حضرت نے اسکی طرف سے روئے مبارک پھیر لیا اور فرمایا اب کونسا موقعہ عذر خواہی کا ہے جبکہ جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ زہری عامر کہتا ہے ؎

عَلِیٌّ لعمری کان بالناس ارءفا ٭ وفی العلم بالاحکام اقضی واعرفا ٭ فما عذر قوم اخروہ وقدموا ٭ عدیا وتیما وھو اعلی واشرفا ٭

یعنی قسم بخدا کہ علیؑ لوگوں پر زیادہ مہربان تھے اور علم احکام میں اقضیٰ و اعرف تھے کوئی عذر اس قوم کا مقبول نہیں جنہوں نے انکو مؤخر کیا اور تیم و عدی کو مقدم کیا حالانکہ وہ حضرت انکی نسبت اعلیٰ و اشرف تھے۔ **معجزۂ امیر المومنینؑ**۔ معجزات حضرت کے لاتُعدّ و لاتحصیٰ ہیں اگر ہم انکو لکھنے لگیں تو اتنی ہی ایک اور کتاب تیار ہو جائے اور وہ تمام نہ ہوں لیکن اگر کہیں شاذ و نادر سلسلۂ کلام میں

کوئی معجزہ آجاتا ہے تو لکھنا پڑتا ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ روات شیعہ نے اسکو بتواتر روایت کیا ہے کہ ایک تو علی علیہ السلام نے ابوبکر سے ملاقات کر کے کہا اے ابوبکر تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ نے تم کو حکم دیا تھا کہ میرے اوپر بلفظ امیر المومنینؑ سلام کرو اور امر کیا میری متابعت اور فرمانبرداری کا ابوبکر اظہار شک و اشتباہ کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا راضی ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان اس مقدمہ میں کوئی ثالث ہووے کہا ہاں میں راضی ہوں جسکو چاہو بحکم مقرر کرو حضرت نے فرمایا میں حضرت رسولخدا کو حکم کرتا ہوں کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ وہ حضرت وفات پا چکے ہاں اگر خواب میں حکم دیں تو میں قبول کروں امیر المومنینؑ نے خلیفہ اول کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ساتھ انکو مسجد قبا میں لیگئے اور وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اسوقت دیکھا کہ حضرت رسولخدا محراب مسجد میں تشریف رکھتے ہیں فرمایا اے ابوبکر یہ رسولخدا موجود ہیں ان سے دریافت کر لو رسول اللہ نے فرمایا اے ابوبکر کیا میں نے تمکو امر نہیں کیا کہ علیؑ کو بلفظ امیر المومنین سلام کرو اور انکی متابعت کرو عرض کی ہاں یا رسول اللہ فرمایا تو کسلئے خلافت انکو نہیں دیتا عرض کی اب دیدونگا۔ پس ابوبکر وہاں سے لوٹے اور دل میں کچھ ارادہ نہ تھا بجز اس کے کہ امیر المومنینؑ سے بیعت کریں اور محزون و غمگین تھے راستہ میں ابن الخطاب سے ملاقات ہوئی انہوں نے حال دریافت کیا تو کہا مینے رسول اللہ کو دیکھا ہے آنحضرت نے مجھکو کہا کہ خلافت علیؑ کو دیدو۔ عمر نے کہا تجھکو سحر بنی ہاشم کا حال معلوم نہیں یہ محض ان کی ساحری ہے۔ **بروایتے** کہا اے ابوبکر فراموش کیا تو نے کہ ہم سب ایک روز ساتھ تھے انہوں نے دو درختوں کی طرف اشارہ کیا کہ باہم ملجائیں اور خود انکے نیچے جا کر رفع حاجت کیا پھر ایک طرف اشارہ کیا جدا ہو کر جہاں جہاں سے آئے تھے چلے گئے ابوبکر نے کہا ہاں مجھکو یاد ہے اور جب میں ان کے ساتھ غار میں تھا تو مینے دیکھا کہ جالا مکڑی کا ہمارے اندر جانے سے ٹوٹ گیا تو انہوں نے اپنا ہاتھ اسپر پھیرا پھر ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ تھا اور مجھ سے کہا اگر تو چاہے تو تجھکو جعفر اور اسکے اصحاب کو دریائے حبشہ میں کشتی کے اندر بیٹھے اور تیرتے ہوئے دکھادوں پس میرے مُنہہ پر ہاتھ پھیرا میں نے انکی کشتی کو دریا میں تیرتے دیکھا مینے اسی روز جان لیا تھا کہ یہ جادوگر ہیں یہ کہکر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ذکر نزاع امیر المومنینؑ و عباسؓ بن عبد المطلب در میراث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب خرائج میں ابورافع سے منقول ہے کہ اس نے کہا میں ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا کہ امیر المومنینؑ اور عباسؓ بن عبد المطلب وہاں آئے۔ حالانکہ ان کے درمیان میراث پیغمبر میں نزاع و تکرار تھی۔ ابوبکر نے دور سے انکو دیکھکر کہا یکفیکم القصیر الطویل کہ کفایت کرتے ہیں تمکو کوتاہ قد و دراز قامت کوتاہ قد سے اسکی مراد امیر المومنینؑ تھے اور دراز قامت سے عباسؓ۔ نزدیک آئے تو عباسؓ نے کہا میں پیغمبر کا چچا اور انکا وارث ہوں یہ علیؑ انکا ترکہ مجھکو نہیں دیتے اور تکرار کرتے ہیں ابوبکر نے کہا کہاں تھے اس روز تم اے عباس جبکہ پیغمبر خدا نے تمام اولاد عبد المطلب کو جمع کر کے کہا ایکم یوازرنی یکون وصی وخلیفتی فی اھلی ینجز وعدتی ویقضی دینی کہ کون ہے تم سے ایسا کہ آج میری اعانت و امداد کرے اور کل میرا وصی و خلیفہ ہو میرے اہلبیت پر اور میرے وعدوں کو وفا کرے اور میرے قرضوں کو ادا کرے اسوقت سوائے علیؑ کے کسی نے اسکو قبول نہ کیا پس حضرت نے علیؑ کو فرمایا کہ تو ہی میرا وصی و خلیفہ ہے عباسؓ نے کہا تو جانتا ہے پھر کس لئے آنحضرت پر اپنے تئیں ترجیح دیتا ہے اور کیوں ان کو خلافت نہیں دے دیتا۔ ابوبکر نے کہا اے بنی عبد المطلب

تمہارے درمیان کوئی نزاع وتکرار نہیں تم اسی امر کے اظہار کے لئے میرے پاس آئے تھے۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ ظاہراً حضرات اتمام حجت ہی کے لئے گئے تھے ورنہ عباسؓ امیر المومنینؑ کے ساتھ نزاع کرنے والے نہ تھے اور جو اشیاء خاص حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان کے حضور میں حضرت امیر المومنینؑ کو بخشی تھیں انکا مطالبہ ان سے بعید تھا اور یہ ویسی ہی صورت ہے جیسے کہ محمد حنفیہؓ نے اظہار امامت امام زین العابدینؑ کے لئے آنحضرت سے امامت پر نزاع کی اور شہادت حجر اسود پر اس سے دست بردار ہوئے تاکہ خلقت کو معلوم ہوجائے کہ امام برحق وہ حضرتؑ ہیں۔ **مروی ہے** کہ یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون رشید کے سامنے یحییٰ بن الحکم سے سوال کیا کہ مجھکو خبر دے کہ آیا حق کبھی دو جہت مختلف میں بھی پایا جاتا ہے ہشام نے کہا ظاہر ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوتا جہاں ایک بات پر اختلاف ہوگا حق ایک ہی طرف ہوگا۔ یحییٰ نے کہا تو بتلا کہ علیؑ وعباسؓ میں جو پیغمبر خدا کی میراث پر نزاع ہوئی اور وہ یہ خصومت ابوبکر کے پاس لے گئے تو ان دونو میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر ہشام کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ اگر علیؑ کو باطل پر بتلاتا ہوں تو مذہب سے خارج اور کافر بنتا ہوں اور جو عباس کو مبطل کہا تو مامون رشید اسکی اولاد سے ہے بیشک مجھکو قتل کرادیگا پس سخت دشواری اور دقت مجھپر واقع ہوئی کیونکہ اس سے پہلے کبھی یہ مسئلہ مجھپر وارد نہ ہوا تھا کہ اس کے جواب میں اندیشہ کرتے اور سوچنے کا موقعہ ملتا پس سخت حیران تھا اسی تشویش و اضطراب میں یاد آیا مجھکو قول امام جعفر صادقؑ کا کہ فرمایا تھا یا ھشام لاتزال مؤیدا بروح القدس ما نصرتنا بلسانک اے ہشام روح القدس سے تیری تائید ہوتی رہیگی جب تک کہ تو اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتا رہیگا۔ پس میں نے جانا کہ جواب سے محروم نہ رہونگا۔ اور اسیوقت میرے خیال میں اسکا جواب آگیا۔ پس مینے یحییٰ سے کہا کہ ان دونو یعنی علیؑ وعباسؓ سے ایک بھی ناحق پر نہ تھا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ دو فرشتوں اور داؤدؑ کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ھل اتٰک نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب۔ آیا تجھکو ان خصومت کرنیوالوں کی خبر پہنچی ہے جو دیوار پھاند کر داؤد کے پاس محراب عبادت میں آئے۔ پس تیرے نزدیک ان دونوں میں سے کون خطا پر تھا کہا کوئی بھی نہ تھا وہ فرشتے صرف داؤد کو انکی غلطی پر آگاہ کرنیکے لئے گئے تھے ہشام نے کہا تو علیؑ وعباسؓ سے بھی کوئی خطا پر نہ تھا وہ ابوبکر کو اسکی خطا پر آگاہ کرنیکو گئے تھے ہارون رشید کو یہ جواب پسند آیا۔ اور کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ وجناب عباسؓ نے ابوبکر وعمر دونو سے ان کی عہد خلافت میں میراث پیغمبر طلب کی ہے اور نیز یہ حضرات شیخین کو کاذب خائن غادر آثم جانتے تھے۔ **صحیح مسلم** کی کتاب الجہاد میں ایک حدیث طولانی کے ضمن میں مذکور ہے کہ علیؑ وعباسؓ عمر کے پاس گئے اور عمر نے بعد کلام طولانی کے انسے کہا جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی اور ابوبکر انکا جانشین ہوا تو تم دونو اس کے پاس گئے اور تو نے اے عباسؓ اپنے بھتیجے کی اور علیؑ نے اپنی زوجہ کے باپ کی میراث اس سے طلب کی ابوبکر نے کہا پیغمبر خدا نے فرمایا ہے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہے فرایتماہ کاذبا غادرا خائنا اثما یعنی عمر نے کہا کہ تم دونوں نے ابوبکر کو کاذب غادر خائن اور آثم جانا واللہ یعلم انہ صادق بار راشد تابع للحق حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ صادق وبار (نیکوکار) وراشد تابع بحق تھا۔ پھر ابوبکر نے وفات پائی اور میں خلیفہ رسول اللہ وخلیفہ ابوبکر ہوا تو تم نے مجھکو بھی کاذب غادر خائن اور آثم جانا۔ اور خدا کو معلوم ہے کہ میں صادق بار راشد وتابع للحق ہوں موجب اس حدیث کے حضرات

شیخین امیر المومنینؑ وعباس کے نزدیک ان چاروں صفت ہائے مذکورۂ بالا سے موصوف تھے۔ طرفہ یہ کہ کتب حدیث سنیہ میں یہ چاروں صفتیں علامات نفاق کہی گئی ہیں مشکوٰۃ باب الکبائر میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ قال رسول اللہ اربع من کان فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا۔ اذا ائتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر۔ کہ چار خصلتیں ہیں جسمیں وہ ہونگی خالص منافق ہوگا اور جسمیں انمیں سے ایک خصلت ہوگی اسمیں نفاق کی ایک خصلت ہوگی تاوقتیکہ اسکے تئیں چھوڑ دے۔ جب امین ہوتا ہے تو خیانت کرتا ہے اور خبر دیتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور عہد کرتا ہے تو عذر و بیوفائی کرتا ہے۔ مخاصمت کرتا ہے تو فسق و فجور کام میں لاتا ہے۔ پس موافق کتب اہل سنت بقول حضرت عمر بشہادت شاہدین عادلین علیؑ وعباسؓ جناب شیخین منافق خالص ٹھیرے۔ **احتجاج اسامہ بن زید و ابو قحافہ پدر ابو بکر بر ابو بکر** امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عمر خطاب نے ابو بکر سے کہا کہ اسامہ کو لکھو کہ وہ یہاں جلد چلا آئے اسکا وہاں رہنا ہمارے لئے بدنامی کا باعث ہے۔ ابو بکر نے اسکو لکھا۔ یہ نامہ ہے ابو بکر خلیفۂ رسول اللہ کی طرف سے اسامہ پسر زید کے نام۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ جسوقت میرا خط تیرے پاس پہنچے تجھکو چاہئے کہ اپنے لشکر سمیت اس طرف کوچ کرے کیونکہ مسلمانوں نے جمع ہوکر مجھکو اپنا والی امور بنا لیا ہے۔ پس تو بھی مخالفت نہ کر۔ کہ عاصی و نافرمان نہ ہو اور میری طرف سے تجھکو وہ بات پیش نہ آئے جس سے تو کراہت کرے والسلام۔ اسامہ نے اس کے جواب میں لکھا۔ یہ خط ہے اسامہ بن زید عامل رسول اللہ کیطرف سے غزوۂ شام پر۔ امابعد تیرا خط پہنچا جسکا اوّل و آخر باہم متناقض ہے اوّل میں تو لکھتا ہے کہ میں خلیفۂ رسول اللہ ہوں آخر میں کہتا ہے کہ لوگوں نے جمع ہوکر مجھکو خلیفہ بنا لیا ہے۔ تجھکو معلوم ہو کہ میں اور میرے ساتھ جسقدر مہاجرین و مسلمین ہیں تیری ولایت پر رضامند نہیں۔ ہمنے تجھکو خلیفہ بنایا ہے پس نظر کر اور دیکھ اور حق کو اہل حق تک پہنچا اور اُن کے اور اُس کے درمیان حائل نہ ہو یہ تحقیق کہ جو کچھ بروز غدیر رسول اللہ نے فرمایا تو اس کو جانتا ہے بہت عرصہ نہیں گذرا کہ اسکو بھول گیا ہو اسکے خلاف نہ کر کہ اللہ و رسول کا نافرمان ہوگا اور اسکا جسکو تجھپر اور تیرے صاحب پر امیر مقرر کیا ہے رسول اللہ نے آخری وقت تک مجھکو تمہاری امارت سے معزول نہیں فرمایا تم دونوں نے میری نافرمانی کی اور بلا میری اجازت مدینہ میں بیٹھ رہے۔ ابو بکر یہ خط دیکھکر بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں الا عمر نے انہیں منع کیا اور کہا جو پیراہن تمکو حقتعالی نے پہنایا ہے اسکو اپنے بدن سے نہ اتارو کہ ندامت اٹھاؤگے اسامہ کو دوبارہ لکھو اور بالحاح و اصرار لکھوا و فلاں فلاں اشخاص سے اسکو لکھواؤ کہ جماعت مسلمین سے علیحدہ نہ رہے جو امر وہ طے کر چکے ہیں اسمیں شامل ہوجائے پس ابو بکر نے اور انکے یاران ہمدم نے اسامہ کو لکھا کہ ہم اس امر میں اتفاق کر چکے ہیں تو بھی اسمیں شامل ہو اور نہ ہو کہ تیری طرف سے کوئی فتنہ اٹھے بہ تحقیق کہ مسلمان قریب العہد بکفر ہیں۔ یہ خط اسامہ کو پہنچے تو مدینہ چلا آیا یہاں آکر ابو بکر پر ہجوم خلائق دیکھا تو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا یہ کیا ماجرا ہے حضرت نے فرمایا جو کچھ کہ تو دیکھتا ہے۔ اسامہ نے کہا آیا آپ نے بیعت کر لی ہے فرمایا ہاں کہا بطوع و رغبت کے ہے یا بجبر و کراہت۔ فرمایا بجبر و کراہت پس اسامہ ابو بکر کے پاس گیا اور بہ لفظ خلیفۃ المسلمین اسپر سلام کیا ابو بکر نے بجواب کہا وعلیک السلام ایہا الامیر۔ بروایت دیگر اسامہ مدینہ میں آیا تو کہا اے ابو بکر تجھکو یاد نہیں کہ

رسول اللہ نے ہمکو امر کیا تھا کہ علیؑ کو بلفظ امیر المومنینؑ سلام کریں پس تونے کہا کہ آیا یہ حکم خدا و رسول کا ہے فرمایا ہاں پھر عمر نے بھی پوچھا کہ یہ حکم خدا و رسولؐ کا ہے فرمایا ہاں پھر جملہ اشخاص نے اسطرح پر انحضرت کو سلام کیا میں سب سے کم سن تھا مینے سب سے پیچھے اٹھکر سلام کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ خداتعالیٰ نہیں چاہتا کہ نبوت و خلافت ایک جگہہ جمع ہوں **حقیر مؤلف** کہتا ہے کہ شیخین مدۃ العمر اسامہ کے کنونڈے رہے اسکو امیر کہتے اور بہت تواضع و تکریم کرتے اور مال و منال سے بھی بہت کچھ اسکے ساتھ سلوک کرتے تھے لاجرم وہ بھی انہی کا دم بھرتا تھا حتیٰ کہ حضرت امیرؑ کے ساتھ ان کے عہدِ خلافت میں لڑائیوں میں بھی شریک نہیں ہوا اور یہ عذر کیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی مسلمان پر تلوار نہ اٹھاؤں گا۔ لیکن علمارِ رجال نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر نے اسکو اس قسم میں معذور رکھا اور اپنے عامل والیٔ مدینہ کو لکھا کہ اسکا حصہ عطایا میں بدستور جاری رکھے اِلّا سعد وقاص و عبداللہ عمر کہ ان کے لئے ممانعت فرمائی اور امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ اسامہ نے آخر میں حق کی طرف رجوع کیا پس اسکے حق میں بجز نیکی کے کچھہ نہ کہو۔ مگر علامہ حلی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ دونو روایتیں ضعیف ہیں بنا برآں وہ اسامہ کی روایت کے قبول کرنے میں توقف اولےٰ جانتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت رسولخدا کی خبرِ وفات مکہ میں پہنچی تو شہر لرز گیا۔ ابوقحافہ پدرِ ابوبکر نابینا تھے اس اضطراب کا سبب دریافت کرنے لگے کسی نے کہا کہ حضرت رسولخدا نے وفات پائی کہا ان کا جانشین کون ہوا کہا تمہارے صاحبزادے ابوبکرؓ ابوقحافہ نے کہا کیا بنی عبدالشمس و بنی مغیرہ نے اسکو قبول کرلیا کہا ہاں ابوقحافہ نے کہا لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَی اللّٰہُ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعَ اللّٰہُ جو چیز خدا عطا کرے اسکا کوئی منع کرنیوالا نہیں اور جسکو وہ منع کرے اسکا کوئی عطا کرنیوالا نہیں۔ عجیب بات ہے کہ وہ نبوت پر تو نزاع کرتے تھے اور خلافت کو بے چون وچرا تسلیم کرلیا یعنی نبوت حقہ میں تکرار تھا اور خلافت باطلہ کو مان لیا اِنَّ ھٰذَا الشَّیْءَ یُرَادُ یہ ایک شے ہے جسمیں بدی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے وفات پائی اور ابوبکر کے ساتھ بیعت ہوئی تو بڑے میاں طائف میں تشریف رکھتے تھے وہاں ان کو خلافت پناہ کا خط پہنچا لکھا تھا کہ یہ خط ہے ابوبکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے ابوقحافہ کے نام بعد حمد و صلوٰۃ کے بہ تحقیق کہ لوگ مجھ پر جمع ہوئے اور میں آج خلیفۂ خدا ہوں اگر تم بھی ہمارے پاس چلے آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہو۔ ابوقحافہ نے خط کو پڑھا تو قاصد سے پوچھا کہ علیؑ کو کیوں خلیفہ نہ بنایا کہا اس لئے کہ وہ سن میں کم تھے اور نیز ان کے ہاتھ سے قریش اور غیر قریش کے بہت سے خون ہوئے تھے۔ ابوبکر ان سے عمر میں بڑے ہیں۔ ابوقحافہ نے کہا اگر اسکا استحقاق عمر ہی کی زیادتی پر ہے تو میں ابوبکر سے بڑا ہوں۔ مجھکو خلافت ہونی چاہئے بہ تحقیق کہ علیؑ کے ساتھ ظلم اور ناانصافی ہوئی اور ناحق اسکا حق چھین لیا گیا۔ رسول خدا نے انکے لئے بیعت لی تھی اور ہم سب نے ان سے بیعت کی تھی پھر ابوبکر کو خط لکھا کہ یہ خط ابوقحافہ کی طرف سے ہے ابوبکر کے نام۔ اما بعد تیرا خط پہنچا میرے نزدیک وہ ایک احمق آدمی کا خط ہے کیونکہ اس کے مضامین تاکید کر متناقض ہیں کبھی تو کہتا ہے کہ میں خلیفہ خدا ہوں گا ہے اپنے تئیں خلیفہ رسول اللہ بتلاتا ہے کبھی کہتا ہے کہ لوگوں نے رضامند ہوکر مجھکو خلیفہ بنایا پس یہ امر مشتبہ ہے زنہار تو ایسے امر میں داخل نہ ہو جس سے باہر آنا تیرے لئے دشوار ہو اور انجام ندامت و ملامت بوقت حساب و بروز قیامت ہو تو خود جانتا ہے کہ کون اس کار کے لئے مجھ سے زیادہ اولیٰ ہے پس خدا کو حاضر جان گویا کہ تو اسکو دیکھ رہا ہے اور حق کو صاحبِ حق سے باز نہ رکھ کیونکہ آج اس کا ترک کرنا تیرے لئے آسان اور زیادہ سلامتی کا باعث ہے۔ ✣

ذکر قضیہ غصب فدک

فدک بفتح حرف اوّل وثانی ایک قریہ کا نام ہے کہ مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریب ایک منزل کے ہے پیشتر یہودیوں کے قبضہ میں تھا ۷ھ میں جبکہ قلاع خیبر امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر فتح ہوئے تو وہاں کے باشندوں نے خائف ہو کر حضرت رسولخدا سے صلح کی درخواست کی۔ حبیب السیر وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت نے علی علیہ السلام کو بھیجا اور مصالحہ آنحضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا اس طریق سے کہ علیؑ ان کے خون سے درگزریں اور حوائط (باغہا، دیوار بست) متعلق خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے رہیں معجم البلدان سے نقل ہوا ہے کہ یہ علاقہ بہت زرخیز ہے اور چشمہائے آب رواں اس میں جاری اور درختان خرما بکثرت اور محاصل اس کے فراواں ہیں۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب میں بضمن ایک روایت طولانی کے لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے اہل فدک سے چوبیس ہزار دینار سالانہ پر مقاطعہ کیا کہ اس زمانہ کے حساب سے تین ہزار چھ سو تومان سکہ رائج ایران ہوتے ہیں اور یہ مال بہ تحقیق صاحب تشئید المطاعن ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار کے مساوی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد زمانہ سرور کائنات کے اسکی آمدنی میں نمایاں ترقی ہوئی کیلئے کہ سنن داؤد چھاپہ لکھنؤ میں ہے[1] کہ عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں غلات فدک کی قیمت چالیس ہزار دینار زر سرخ کو پہنچی تھی جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہئے کہ فدک چونکہ بغیر جنگ اور بلا کسی کوشش کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا تو بموجب آیات قرآنیہ خاص حضرت رسول خدا کا مال تھا۔ پس آیہ شریفہ وات ذالقربی حقہ نازل ہوئی اور وہ حضرت مامور ہوئے کہ ذوی القربی کو انکا حق پہنچائیں۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا حقتعالی فرماتا ہے کہ اپنے خویش واقارب کا حق ادا کرو۔ رسول خدا نے فرمایا میرے خویش واقارب کون ہیں اور حق انکا کیا ہے۔ کہا رشتہ دار فاطمہ زہرا اور ان حق حوائط فدک میں ان کے حوالے کرو اور جو کچھ حصۂ خدا اور رسولؐ اسمیں ہے وہ بھی ان کو دو پس آنحضرتؐ نے جناب سیدہؑ کو بلایا اور فدک انکو عنایت کیا اور ایک وثیقہ اس باب میں لکھدیا کہ وہ آنحضرت کے پاس تھا۔ انتہی۔ غرض بموجب اس وثیقہ کے فدک جناب فاطمہؑ کے قبض وتصرف میں تھا حتی کہ جناب رسالت پناہ نے وفات پائی اور خلافت ابوبکر کے قبضہ میں آئی اسوقت عمر خطاب نے انسے کہا کہ فدک فاطمہؑ کے پاس نہیں رہنا چاہئے کیونکہ یہ بڑی آمدنی کی چیز ہے اگر ان کے پاس رہا تو لوگ بدستور ان کے گرد جمع رہیں گے بتحقیق کہ اہل دنیا زر ومال چاہتے ہیں اور روپیہ پیسہ طلب کرتے ہیں وہاں حاجت روائی دیکھیں گے تو بس وہیں کے ہو رہیں گے اس سے ممکن ہے کہ تیری خلافت میں خلل آئے پس فدک ان سے لے لے اور اموال فے وخمس کو ان پر بند کر ابوبکر نے اس کو پسند کیا۔

[1] اصل عبارت مندرجہ سنن ابو داؤد چھاپہ لکھنؤ یہ قال ابو داؤد ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ وغلتہ (یعنی فدک) اربعون الف دینار یعنی ابو داؤد نے کہا کہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو غلات فدک بقدر چالیس ہزار دینار کے قیمت کی تھی لیکن سنن ابو داؤد چھاپہ دہلی سے وردمندان دین نے یہ عبارت نکال ڈالی ہے۔ کذا فی تشئید المطاعن ۱۲۰۔ [2] عامۂ اہل سنت اس قصے کے گھٹانے اور ہلکا کرنیکو فدک جیسی بڑی جائداد کو ادنی انٹے بتاتے اور کہا کرتے ہیں کہ شیعوں نے ذراسی بات پر طومار باندھ رکھا ہے اور اتنا نہیں جانتے کہ اگر موافق ان کے قول کے تسلیم بھی کرلیں کہ وہ تھوڑی سی مالیت کی چیز تھی تو اس سے جو طعن کہ خلفا پر ہے کچھ ہلکا نہیں ہوتا بلکہ اور سخت ہو جاتا ہے کہ انہوں نے ایسی ناچیز شے کو بضعۃ رسول سے دریغ رکھا اور اسپر انکو غضبناک فرمایا چنانچہ حضور جود ایک مرتبہ عظمائے اہلسنت سے ایک کی مجلس میں حاضر تھا کہ کچھ اسی قسم کا ذکر آیا ایک شخص نے حاضرین سے کہ مجھ سے واقف نہ تھا کہا اجی فدک ودک تھا ہی کیا فقط خرمے کے چند پیڑ تھے یہ تو رافضیوں نے بات کا بتنگڑ بنا رکھا ہے امیر صاحب خانہ کہ شائستہ ومہذب شخص تھے بولے تمکو ایسا نہیں کہنا چاہئے اس سے تو خلیفہ اول پر اور بھی الزام آتا ہے کہ انہوں نے ایسی ذراسی شے پر رسول اللہ کی بیٹی کو ناخوش کیا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

اور دو مرد بھیجدیئے کہ انہوں نے جاکر وکیل جناب سیدہ کو نکال دیا۔ جناب معصومہؑ ابوبکر سے فریاد خواہ ہوئیں اور وثیقہ رسول اللہؐ ان کو دکھلایا عمر بھی موجود تھے دونوں نے اس مطہرہ کی تصدیق سے اعراض کیا اور اس وثیقہ پر بھی لحاظ نہ فرمایا بلکہ عمر نے دیکھنے کے حیلے سے اسکو فاطمہؑ سے لیکر چاک کر دیا اور خلاف قانون شرع انسے گواہ طلب کیے حضرت فاطمہؑ ام ایمن اور حضرت علیؑ کو بروایتے انکو مع حسنین کے شہادت کیلئے لے گئیں ان بزرگواروں نے گواہی دی کہ فی الواقع رسولخدا نے فدک فاطمہؑ زہرا کو بخشا ہے مگر انہوں نے شہادت حسنینؑ بوجہ صغیر سنی اور باقیوں کی۔ اس لئے کہ نصاب گواہان پوری نہیں رد کی اور کہا ایک مرد یا ایک عورت اور ہونی چاہیئے۔ شرح مواقف میں ہے۔ اما الحسن والحسین فللفرعیۃ لان شہادۃ الولد لا یقبل لاحد والدیہ واجدادہ عند اکثر اہل العلم وایضا ہما کان صغیرین فی ذلک الوقت اما علیؑ وام ایمن فلقصورہما عن نصاب البینۃ وھو رجلان او رجل وامرأتان۔ یعنی لیکن شہادت حسنین علیہما السلام کی پس بسبب فرعیت کے رد کی کس لئے کہ گواہی بیٹے کی کسی ایک کیلئے والدین واجداد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز نہیں اور لیکن علیؑ او ام ایمن کی پس اس سبب سے کہ نصاب گواہان سے کم تھی۔ کیونکہ دو مرد ہونے چاہیئں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ بروایتے امیر المومنینؑ وام ایمن واسمار بنت عمیس نے ادار شہادت کرکے نصاب شہادت کو تمام کیا بنا بریں ابوبکر نے چاہا کہ فدک کو واگزار کر دیں۔ اور اس باب میں ایک وثیقہ لکھدیں مگر خلیفہ ثانی اس سے مانع آئے اور کہا کہ فاطمہؑ ایک عورت ہے اور علیؑ اسکا شوہر اس نے اپنے فائدہ کے لئے (العیاذ باللہ) گواہی دی اور دو عورتوں کی گواہی ازروئے شرع کافی نہیں۔ ابوبکر نے اس کو قبول کر لیا اور یہی جواب فاطمہؑ کو دیدیا۔ پس آنحضرت نے قسم یاد کی کہ اسمار بنت عمیس وام ایمن اہل جنت سے ہیں۔ انہوں نے اسکا اقرار کیا اور باوجود اس کے حق فاطمہؑ نہ دیا پس وہ حضرت آزردہ ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان دونوں کی شکایت حضرت رسول خدا سے کروں گی اور بیمار ہوئیں تو حضرت امیر المومنینؑ کو وصیت کی کہ آپ کو پوشیدہ دفن کریں تاکہ ابوبکر وعمر آپ کے جنازے پر نہ آنے پائیں یہ روایت صاحب تاریخ آل عباس کی ہے کما نقل عنہ۔ پس اب ناظرین خود انصاف فرمالیں کہ آیا ہو سکتا ہے کہ قرۃ العین باوجود ان فضائل عالیہ ومناقب سامیہ کے کہ حقتعالیٰ نے قرآن میں ان کی عصمت و طہارت کی خبر دی چنانچہ آیہ تطہیر نازل ہوئی اور رسولخدا نے ان کو اپنا پارۂ تن وسیدۂ نسار اہل الجنۃ اور ان کی ایذا وآزار کو اپنا ایذا وآزار قرار دیا دعوے ناحق پیش کریں اور دوسروں کا حق بظلم لینا چاہیں اور امیر المومنینؑ نفس رسولؐ رب العالمین باآں زہد وتقویٰ وجود وسخا و ترک لذات دنیا واختیار رضائے خدا کہ جملہ مسلمانان میں یہ صفتیں اس جناب کے لئے مسلم الثبوت ومتفق علیہ ہیں ان کو اس مطالبہ ناروا سے مانع نہ آئیں اور اس پر بھی بس نہ کرکے خود بھی انکی حمایت کریں اور گواہی بدروغ اپنے فائدے کے لئے دیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ مگر تعصب وہٹ دھرمی کا کچھ علاج نہیں اول حضرت فاطمہؑ کا یہ کہنا کہ حضرت رسولخدا نے مجھکو فدک عطا کیا کیا کم تھا کہ حاجت گواہوں کی ہوئی کیا ممکن تھا کہ وہ معصومہ مال دنیا کے لئے مرتکب کذب صریح کی ہوتیں اور معاذ اللہ پیغمبر خدا پہ تہمت لگاتیں۔ سبحان اللہ بضعۃ رسولؐ وصدیقہ بتولؑ دعویٰ کریں کہ یہ شے مجھکو آنحضرت نے ہبہ کی ہے اور ابوبکر اسکے جواب میں فرمائیں لا صدق قولک یا لا اعرف صدق قولک کہ میں تیرے قول کی تصدیق نہیں کرتا یا تیری صداقت مجھکو معلوم نہیں علی اختلاف الروایات جیسا کہ فخر الدین رازی نے

تفسیر کبیر میں لکھا ہے اور پھر صدیق کہلائیں شاعر شبلی کہتا ہے۔ **ع** جھوٹا کہیں بتولؑ کے دعوے کو جو بھلا ٭ صدیق ہم کہیں اسے کیونکر ہو یہ روا ٭ تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت ادنی صحابی کے ساتھ ایسا معاملہ روا نہیں رکھتے اور باعتقاد جمیع صحابہ ان کے تمام دعووں کو گو وہ انہی کے فائدے پر مبنی ہوں واجب القبول جانتے ہیں اور مطلق چون وچرا سے لب کشا نہیں ہوتے. خود حضرت ابوبکر نے ایسے دعوؤں کو بلا حجت وبینہ قبول کیا اور جو انہوں نے مانگا بے دریغ دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ایک روایت ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مال بحرین آئیگا تو تجھکو اتنا اور اتنا (تین مرتبہ ہاتھوں سے اشارہ کرکے) دینگے. بعد وفات آنحضرت کے جب مال بحرین آیا تو ابوبکر نے کہا جسکو رسول خدا پر کچھہ قرض ہو یا جسکے ساتھ آنحضرت کا کوئی وعدہ ہو ہمارے پاس آئے پس میں گیا اور حال بیان کیا ابوبکر نے کہا اسیطرح ہاتھ بھر کر روپیہ اٹھا لے میں نے دونو ہاتھوں سے روپیہ اٹھا لیا شمار کیا تو پانچسو درہم تھا پس سہ گونہ اسکا یعنی ایک ہزار پانچسو درہم مجھکو دلوا دئیے تمام ہوئی روایت بخاری کی۔ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں کہتا ہے فیہ قبول الخبر الواحد العدل من الصحابۃ ولو جر ذلک نفعا لنفسہ لان ابابکر لم یلتمس من جابر شاھدا علی صحۃ دعواہ کہ اسمیں ہے قبول کر لینا ایک مرد عادل صحابی کی خبر کا اگرچہ وہ اسکی ذاتی فائدہ تک پہنچے کس لئے کہ ابوبکر نے جابر سے اسکے دعوی کی صحت پر گواہ طلب نہیں کیا اور عینی شارح بخاری عبارت مندرجہ بالا کو بعض شراح بخاری سے نقل کرکے کہتا ہے قلت انما لم یلتمس شاھدا منہ لانہ عدل بالکتاب والسنۃ اما الکتاب فقولہ تع کنتم خیر امۃ وکذلک جعلناکم امۃ وسطا فمثل جابر ان لم یکن من خیر امۃ فمن یکون واما السنۃ فلقولہ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار ولا یظن ذلک بمسلم فضلا عن صحابی (ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ ابوبکر نے جابر سے گواہ طلب نہ کیا اسلئے کہ وہ (جابر) عادل تھا ازروئے کتاب خدا وسنت رسول خدا کے لیکن کتاب خدا پس قول خدا تعالی کا کُنتُم خَیرَ اُمَّۃ کہ ہو تم خیر امت اور ایسا ہی قول حق سبحانہ تعالی کا جَعَلنَاکُم اُمَّۃً وَّسَطًا گردانا ہم نے ان کو امت وسط ودرمیانہ پس اگر جابر سا شخص خیر امت نہ ہوگا تو اور کون ہوگا اور لیکن سنت رسولخدا. پس حدیث پیغمبر ہے کہ جو کوئی دیدہ ودانستہ مجھپر جھوٹ باندھے چاہیئے کہ وہ اپنی جگہہ آتش جہنم میں مہیا کرے پس پیغمبر پر دروغ باندھنا عام مسلمان کی نسبت بھی گمان نہیں کیا جاسکتا چہ جائیکہ ایک صحابی کی نسبت. افسوس کہ ادنی صحابی پر کذب تجویز نہیں کرتے اور ان کے دعوؤں کو گو وہ انہی کے فائدوں پر مبنی ہوں بدلیل و قرآن وحدیث واجب القبول ومسلم جانتے ہیں اور بنت رسول اللہ پر آنحضرت کی نسبت جھوٹی تہمت لگانا حلال ومباح جانتے ہیں کہ ان کے دعوے کو واجب القبول کیا جائز القول بھی نہیں گردانتے. اگر ان صاحبوں کے نزدیک حضرت فاطمہؑ کوئی مزید شرف وفضیلت کہ ان کے قول کی تصدیق کا موجب ہو نہ رکھتی تھیں تو کیا شرف صحبت آنحضرت کا بھی ان کو حاصل نہ تھا اور کیا وہ صحابی بھی نہ تھیں کہ ان کا دعوئے ہبۂ فدک رد کیا گیا. اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ انہی حضرت عتیق ابوبکر صدیق نے ایک اور صحابی کے قول کی تصدیق کی کہ بمدارج جابر انصاری سے کمتر تھا اور مال کثیر بلا شاہد وبینہ اسکے حوالے کیا چنانچہ کنز العمال وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ مال بحرین آیا تو ابوبکر کا منادی مدینہ میں پکارتا تھا کہ جس کو حضرت رسول خدا پر کوئی وعدہ ہو حاضر ہووے لوگ

آتے تھے اور وہ ان کو مال دیتے تھے حتے کہ ابو بشیر مازنی حاضر ہوا اور کہا کہ رسولخدا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس مال بحرین آئے تو تو آنا ابوبکر نے دو ہتڑ سے دو یا تین مرتبہ اسکو روپیہ دیا شمار کیا تو ایک ہزار چار سو درہم تھے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ استحکام خلافت میں حضرت خلیفہ صاحب نے مال بحرین سے بہت کام نکالا اور وعدہ ہائے رسول خدا کے حیلے سے جود و سخا و تالیفِ قلوب کا بازار گرم تھا جو کوئی کچھ چاہتا تھا لیجاتا تھا یہ لکھ لوٹ تھی مگر محروم تھے تو اہلبیت نبیؐ کیا صدیقہ کبری خلیفہ اول کے نزدیک اس ابو بشیر کے برابر بھی اعتبار نہ رکھتی تھیں کہ اسکو جو کچھ مانگا بلا حجت دیدیا اور اس معصومہ سے گواہ طلب کئے حقیقت یہ ہے کہ صدق و راستی معصومہ پاک دختر صاحب لولاک کی ایسی نہ تھی کہ ابوبکر پر کیا کسی فرد بشر پر بھی مخفی ہو۔ یہ صرف دشمنی آلِ عبا و اہلبیت رسول خدا جو دلوں میں راسخ تھی انحضرات سے یہ سب کچھ گرانی تھی اور نیز غصب فدک کا سبب یہ بھی ہے کہ چاہتے تھے کہ ان کا ہاتھ مالِ دنیا سے خالی رہے تا کہ کوئی اہل طمع مال دولت انکے پاس پھٹکنے نہ پائے کیا معنی کہ اگر با وجود فضیلتِ قرابت و نصِ خدا و رسول کے اگر کچھ مال بھی ان کے پاس ہوتا تو ممکن تھا کہ بعض طبیعتیں انکی طرف مائل ہوتیں اور خلافت مغصوبہ میں خلل پڑتا جیسا کہ پیشتر گذرا پس دیدہ و دانستہ تصدیق ہبہ سے انکار کیا گیا۔ اور ابن ابی الحدید معتزلی نے اسکا سبب اور ہی نقل کیا ہے وہ شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ میں نے علی بن فارقی شافعی مدرس مدرسہ عربیہ بغداد سے سوال کیا کہ فاطمہؑ راست گو تھیں یا نہیں کہا البتہ صادقہ تھیں میں نے کہا پھر ابوبکر نے انکو فدک کسلئے نہ دیا جبکہ وہ جانتا تھا وہ جھوٹ نہیں کہتیں یہ سنکر وہ فاضل مسکرایا اور ایک کلام لطیف و مستحسن اسکے جواب میں کہا حالانکہ صاحبِ ناموس و متدین شخص تھا اور مزاح و تمسخر اسکے مزاج میں کمتر تھا وہ کلام لطیف یہ ہے۔ لو اعطاها الیوم فدک بمجرد دعواها لجاءت الیه غدا وادعت لزوجها الخلافة وزحزحته عن مقامه ولم یمکنه الاعتذار والمدافعة بشئ لانه یکون قد اسجل علی نفسه بانها صادقة فیما تدعی کائنا ما کان من غیر حاجة الی بینة و شهود یعنی اگر ابوبکر آج ان کے دعوے کی تصدیق کرکے فدک ان کے حوالے کر دیتا تو کل فاطمہ آتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعویٰ کرتیں اور اسکو خلافت سے معزول کراتیں تو وہ پھر کیا عذر پیش کرتا اور کس دلیل سے ان کے دعوے کو رد کرتا اس لئے کہ جبکہ فدک کے بارے میں انکا دعویٰ بغیر گواہوں کے قبول کر لیا ہوتا تو ان کے تمام دعوے بلا گواہ قبول کرنے پڑتے اور سب جگہ ان کی صداقت کا قائل ہونا پڑتا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ کلام حق و صحیح ہے ہر چند کہ مقام مزاح و خوش طبعی میں کہا گیا ہے۔ **دوسرے** ابوبکر کا اس مقام پر گواہ طلب کرنا خلاف قاعدہ شرع ناروا تھا اس لئے کہ حضرت فاطمہؑ فدک پر رسول اللہ کے زمانہ سے قابض و متصرف چلی آتی تھیں والقبض دلیل الملک قبضہ ملکیت کی دلیل ہے اور اس حدیث پیغمبر کے موافق کہ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر یعنی گواہ لانا مدعی کا کام ہے اور منکر پر قسم ہے گواہ ابوبکر کو لانے چاہئیں تھے کہ وہ مدعی تھے نہ کہ حضرت فاطمہؑ سے طلب کرتے چنانچہ اسی سبب سے بعض روایات شیعہ میں وارد ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے خلیفہ اول پر احتجاج کیا کہ اے ابوبکر تو چاہتا ہے کہ ہمارے مقدمہ میں تمام مسلمانوں کے برخلاف حکم کرے کہا نہیں فرمایا۔ پس اگر کسی کے ہاتھ میں کوئی شئے ہو کہ وہ اسپر قابض و متصرف ہو اور میں آؤں اور اس شئے کا دعویٰ تیرے آگے پیش کروں تو تو گواہ کس سے طلب کرے گا کہا تم سے فرمایا تو فدک کے بارے میں فاطمہؑ سے کیوں گواہ

طلب کئے حالانکہ وہ رسول اللہ کی زندگی سے اسپر قابض و متصرف چلی آتی تھیں پس گواہ مسلمانوں سے کہ اسکے دعویدار تھے طلب کرنے چاہئیں تھے ابوبکر یہ سنکر خاموش ہو گئے مگر عمر نے کہا یا علیؑ ان باتوں کو جانے دو کہ ہم تمہاری حجتوں کی طاقت نہیں رکھتے اگر گواہانِ عادل لاؤگے تو فدک تمہیں ملیگا ورنہ تمہارا اور فاطمہ کا اسمیں کوئی حق نہیں **تیسرے** ایک گواہ پر حکم کرنا موافق مذاہب اہلسنت کے جائز و روا ہے اور بہت سی احادیث و روایات ان کی اسپر دلالت کرتی ہیں بلکہ خود خلیفہ اول کا اسپر عملدرآمد رہا ہے چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہے عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ وابابکر و عمر و عثمان کانوا یقضون بشہادۃ الواحد والیمین یعنی امام جعفر صادقؑ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول خدا و ابوبکر و عمر و عثمان ایک شہادت پر مع قسم کے قضیے فیصل کرتے تھے اور تلویح شرح توضیح میں ہے۔ عن علی ان النبی قضی بشہادۃ شاہد و یمین صاحب الحق وروی عنہ ان النبی و ابابکر و عمر و عثمان کانوا یقضون بشہادۃ الواحد والیمین۔ یعنی علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسولخدا نے ایک شاہد کی شہادت دینے اور صاحب حق کی قسم کھانے پر فیصلہ فرمایا۔ اور نیز آنحضرت سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر خدا و ابوبکر و عمر و عثمان ایک گواہ اور قسم پر قضیے فیصل فرماتے تھے۔ پس اگر حضرت ابوبکر مقدمہ فدک میں بھی شہادت امیر المومنینؑ و قسم جناب سیدہؑ پر فیصلہ فرماتے تو کیا قباحت اسمیں تھی۔ بلکہ کتب اہل سنت سے ظاہر ہے کہ ان کے ہاں شہادت واحد پر بدون قسم کے بھی حکم کرنا جائز ہے صحیح بخاری میں ہے ان بنی صہیب مولی ابن جدعان ادعوا بیتین و حجرۃ ان رسول اللہ اعطی ذالک صہیبا فقال مروان من یشہد لکما علی ذالک قالوا ابن عمر فدعاہ فشہد لاعطی رسول اللہ صہیبا بیتین و حجرۃ فقضی مروان بشہادتہ لہم یعنی پسران صہیب مولائے ابن جدعان نے دو مکان اور ایک حجرے کا دعوی کیا کہ رسول اللہ نے صہیب کو عطا کئے تھے مروان نے کہا کون گواہ ہے تمہارا اسپر انہوں نے کہا عبداللہ بن عمر مروان نے ابن عمر کو بلایا اس نے شہادت دی کہ البتہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ عطا کیا تھا۔ پس مروان نے اس شہادت پر فیصلہ بحق پسران صہیب کر دیا۔ اس روایت سے کہ اصح الکتب بعد کتاب الباری کی ہے ظاہر ہے کہ مروان قاضی منصوب کردہ معاویہ ابن ابو سفیان نے صرف ایک ابن عمر کی گواہی پر پسران صہیب کی ڈگری کر دی۔ نہ اسپر صحابہ سے کسی نے اعتراض کیا نہ امیر معاویہ نے کہ باعتقاد حضرات سنیہ خلیفہ برحق تھا پس اگر ابوبکر بھی بشہادت امیر المومنینؑ فدک کو واگذار کر دیتے تو کب خلاف شرع تھا بلکہ یہاں تو امّ ایمن مرتبیہ رسولخدا و دو سردار جوانان بہشت آنحضرت کے ساتھ تھے۔ کیا ان سب بزرگوں کی گواہی عبداللہ عمر کی گواہی کے برابر بھی نہ تھی۔ ذرا انصاف کرنا چاہئے اور یوں بالمرہ حق سے نہیں گزرنا چاہیئے ذرا فضائل امیر المومنینؑ اپنی ہی کتابوں میں ملاحظہ ہوں اور پھر اس کمینہ کارروائی رد شہادت کو دیکھا جائے کہ کسقدر بیجا تھی اور پھر اسکی توجیہ میں یہ کہنا کہ جر منفعت کیلئے یہ گواہی تھی اس لئے قبول نہ ہوئی کتنی شوخ چشمی و بیباکی ہے۔ حدیث متفق علیہ بین الفریقین ہے الحق مع علی و علیؑ مع الحق یدور الحق معہ حیثما دار کہ حق علی کے ساتھ ہے اور وہ حضرت حق کے ہمراہ ہیں گردش کرتا ہے حق جسطرف کو کہ وہ گردش کریں اور نیز حدیث ہے اللّٰھُمَّ ادر الحق حیثما دار یعنی حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا خداوندا گردش دے حق کو جسطرف کہ علیؑ گردش کریں۔ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ افعال اس جناب کے بالکل حق تھے یعنی بعینہ حق تھی

نہ یہ کہ مطابق حق ہوں اور حق انسے علیحدہ کوئی اور شے ہو بلکہ حق ایک امر ہے کہ افعال آنحضرت سے منعکس ہوتا تھا جیسے کہ نور آفتاب سے منعکس ہوتی ہے اسلئے رسولخدا نے فرمایا اللھم ادر الحق حیثما دار کہ حق کو انکا تابع اور ساتھ ساتھ پھرنیوالا قرار دیا اور یہ نہ فرمایا کہ خداوندا گردش دے علی کو جسطرف کہ حق گردش کرے کہ اس صورت میں وہ تابع حق ہوتے نہ متبوع پس موجب اسکے ابوبکر نے صریح حق سے انحراف کیا کہ گواہی آنحضرت کی قبول نہ کی نیز حدیث صحیح ہے علیؑ باب حطۃ من دخل فیہ کان مومنا ومن خرج منہ کان کافرا کہ علیؑ مثل باب حطہ کے ہیں کہ بنی اسرائیل میں تھا جو اسمیں داخل ہوا مومن ہے جو خارج ہوا کافر علیقمی سُنی شرح صواعق محرقہ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتا ہے کہ جو کوئی اقتدا کرے علی علیہ السلام کی اور مہتدی ہو ہدایت آنحضرت سے ان کے اقوال و افعال میں مومن کامل الایمان ہوگا۔ پس مقدمہ فدک میں تجھ سے آنحضرت کی شہادت کو رد کیا اور انکی ہدایت سے مہتدی نہ ہوئے اور باب مدینۃ العلم نبی اور باب حطہ سے باہر ہوگئے تو بموجب اس حدیث کے کیا ٹھہرے اور حضرت امام حسنؑ کے بارے میں پیشتر حدیث بخاری لکھی گئی کہ حضرت رسولخدا نے ایک دانہ خرمہ خرمہائے صدقہ سے اٹھالینے پر انسے فرمایا اما تعلم ان الصدقۃ علینا حرام کہ تو نہیں جانتا کہ صدقہ ہم اہلبیت پر حرام ہے پھر اسکی شرح میں آنحضرت کا طفلی میں لوح محفوظ کو مطالعہ کرنا بھی عسقلانی کے کلام سے گذارش ہوا۔ اب یہ عرض ہے کہ جب حضرت رسالت پناہ شیر خوارگی کے زمانہ میں امام حسنؑ کو امر و نہی کریں اور وہ حضرت اسوقت بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے ہوں تو انکی گواہی بوجہ صغر سنی یا فرعیت کیونکر رد ہوسکتی ہے اور شیخ عبدالحق دہلوی حدیث مذکور کی شرح میں شرح مشکوۃ میں افادہ کرتے ہیں کہ ارشاد رسول اللہ اما تعلم الخ مشعر ہے اسکا کہ امام حسنؑ پہلے سے حرمت صدقہ اہلبیت کا علم رکھتے تھے اور یہ بعید نہیں اسلئے کہ وہ حضرت صغیر عاقل تھے۔ بہ تحقیق کہ عمل کیا ان دو بزرگ اماموں یعنی حسنؑ و حسینؑ نے احادیث رسول اللہ کو صغر سنی میں اور وہ بوقت وفات رسول اللہ ہشت سالہ تھے۔ کیونکہ ان کی ولادت سال دوم ہجرت میں ہے۔ **علاوہ** بریں ہمہ امیر المومنین علیہ السلام بنص قران شاہد ہیں اور حضرت حق سبحانہ تعالی نے انکی تنہا شہادت قبول کی ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ من کان علی بینۃ سے مراد حضرت رسالت پناہ اور شاہد منہ سے مراد علی علیہ السلام ہیں اور اس تفسیر پر فریقین کا اتفاق ہے لیکن بیان اسکا بطریق شیعہ پس ظاہر و عیاں ہے عیاں را چہ بیان۔ اور لیکن اہل سنت کے موافق پس تفسیر در منثور سیوطی میں اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں ابن مردویہ و ابو نعیم و ابو حاتم وغیرہ سے چند طریق پر روایت کیا ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب کہتے تھے کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں جسکے باب میں کوئی حصہ قرآن کا نازل نہ ہوا ہو۔ ایک شخص نے کہا آپ کے بارہ میں کیا نازل ہوا ہے فرمایا تو نے سورہ ہود میں نہیں پڑھا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ الخ پس علی بینۃ من ربہ رسولخدا ہیں اور شاہد منہ میں ہوں پس اسی شاہد کی شہادت جسے جناب واحد احد عز اسمہ نے قبول و منظور فرمایا ہے رد کرنا بلاشبہ مخالفت قران و باعث خروج از دائرہ ایمان ہے۔ **القصہ** جب جناب سیدہ نے یہ دیکھا کہ ہبہ فدک میں نہ میرا قول تسلیم ہوا نہ شہادت شہود پر لحاظ کیا گیا تو آپ نے ایک حجت صریح و روشن کی طرف رجوع کی جسکے قبول میں کسی مسلمان کا پس و پیش کرنا ظاہرا من قبیل محالات معلوم ہوتا تھا اور جناب اس حساب سے بھی قریب کل ترکہ رسولخدا کی مالک ہوتی ہیں وہ حجت دعوئے میراث تھی موافق آیہ وافی ہدایہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین کہ حکم عام و شامل جمیع مسلمانان ہے سب کی اولاد

اس کے موافق اپنے والدین کی میراث پاتی ہے روی البخاری فی صحیحہ ان فاطمہ بنت رسول اللہ سالت ابابکرؓ الصدیق ان تقسیم لھا ماترک رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ یعنی محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ فاطمہؑ دختر رسولخدا نے ابوبکر سے سوال کیا کہ ترکۂ رسول اللہ کو اموال فئے سے آنحضرت کیلئے تقسیم کرے مگر خلیفہ صاحب نے میراث سے بھی ویسا ہی جواب صاف دیا جیسا کہ پیشتر ہبہ سے دیچکے تھے اور فرمایا کہ پیغمبروں کے ترکے میں میراث جاری نہیں ہوتی انکے متروکات صدقہ ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ماترکناہ صدقہ کہ ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہے اور حال اس حدیث نحن معاشر الخ کا یہ ہے کہ چونکہ راوی حدیث اعنی خود خلیفہ صاحب ان لوگوں میں داخل ہیں جن پر صدقہ حلال ہے تو وہ اسکی روایت میں متہم ہیں کیونکہ وہ ان کے نفع پر مبنی ہے اور نیز وہ اسکی روایت میں منفرد تھے کہ کوئی دوسرا شریک نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ خلیفہ ثانی بھی کہ بانی مبانی خلافت بکر یہ تھے اور ہر امر میں ان کے رفیق شفیق رہتے تھے اس حدیث کی روایت میں انکے موافق نہیں ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے صدق المرتضیٰ فیما قال اما عقیب وفاۃ النبی ومطالبہ فاطمۃ الارث فلم یرو الخبر الا ابو بکر وحدہ وقیل انہ رواہ معہ مالک بن اوس بن حدثان کہ راست کہا ہے سید مرتضیٰ نے اپنے اس قول میں کہ ابوبکر روایت حدیث نحن معاشر الخ میں منفرد تھے کیسلئے کہ بعد وفات پیغمبر خدا جبکہ فاطمہ زہرا نے میراث کا مطالبہ کیا تو اس حدیث کو سوائے ابوبکر تنہا کے کسی نے روایت نہیں کیا اور کہا گیا ہے کہ اسکے ساتھ مالک بن اوس بن حدثان نے بھی اسکو روایت کیا ہے۔ پھر مالک بن اوس مذکور کی نقل کرکے کہتا ہے ھذا حدیث غریب لان المشہور انہ لم یرو حدیث انتفاء الارث الا ابوبکر وحدہ یہ حدیث غریب ہے کیسلئے کہ مشہور یہ ہے کہ حدیث نفی میراث پیغمبراں کو سوائے ابوبکر اکیلے کے کسی نے روایت نہیں کیا پس ایسی حدیث جس کی روایت میں کوئی دوسرا شخص شریک نہ ہو اور اپنے فائدہ پر شامل ہو آیہ میراث کے مقابلے میں لانا اور اس سے میراث انبیا کی نفی کرنا سراسر ناانصافی ہے۔ کمال تعجب ہے کہ جم غفیر صحابہ سے اس حدیث کو صرف ایک ابوبکر نے پیغمبر سے سنا اور کسی کے کان میں اسکی آواز نہ گئی آیا ہو سکتا تھا کہ وہ حضرت کم از کم اپنے رشتہ داروں کو بھی اسکی اطلاع نہ دیتے۔ ممکن تھا کہ ابوبکر کو اسکی خبر دیں اور جناب سیدہ سے کہ اقرب قربا تھیں پوشیدہ رکھیں حالانکہ بموجب آیہ شریفہ وانذر عشیرتک الاقربین وہ جناب قریبی رشتہ داروں کے انذار و نصیحت پر خصوصیت کے ساتھ مامور تھے اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ بوقت نزول آیہ میراث عام طور سے اسکا اعلان فرمائیں کہ انبیا اس حکم سے مستثنیٰ ہیں ان کے متروکات میں میراث جاری نہیں ہوتی اور اپنے اعزہ واقارب کو خاصکر جناب سیدہ کو خاص طور سے اس سے آگاہ کرتے کہ مبادا ثانی الحال وہ اسکا مطالبہ کریں جیسا کہ کیا گیا اور نیز جسطرح پر بہ تقدیر صحت اس حدیث کے جناب سیدہ کا اسکے مضمون پر مطلع نہ ہونا متعذرات سے ہے ویسا ہی یہ بھی ناممکن ہے کہ باوجود علم واطلاع انتفاء میراث انبیاء کے وہ جناب طالب میراث پیغمبر خدا ہوئیں کیونکہ آپ معصوم ومطہر تھیں جملہ گناہان صغیرہ وکبیرہ سے موافق آیہ تطہیر وغیرہ کے پس اس بیان سے ظاہر ہے کہ حدیث مذکور موضوع ومفتری ہے کہ محض بہ نظر ضرر رسانی اہلبیت پیغمبر بنا لی گئی ہے اور نیز یہ حدیث مخالف قرآن شریف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن زکریا انی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی

فدک حدیث نحن معاشر انبیاء

عاقراً فہب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا کہ اسمیں حق تعالیٰ حضرت زکریا کے حال سے
خبر دیتا ہے کہ انہوں نے عرض کی پروردگارا مجھکو اپنے بعد موالی یعنی چچازاد بھائیوں کی طرف سے اندیشہ ہے اور میری زوجہ عقیم (بانجھ) ہے
پس عنایت کر مجھکو اپنے فضل سے ایک ولی کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا اور کر اسکو اے رب میرے رضی و پسندیدہ پس حضرت
زکریا نے کہ اپنے بنی اعمام کے اطوار و اوضاع سے واقف تھے اور ڈرتے تھے کہ مبادا وہ اموال و املاک پر مسلط ہو کر انکو بدکاری میں تباہ و برباد
نہ کر ڈالیں حقتعالیٰ سے دعا کی کہ ایک ولی وارث مجھکو عطا کر کہ مرضی الاخلاق و پسندیدہ اطوار ہو پس ظاہر ہے کہ یہاں وراثت سے وراثت مال
مراد ہے نہ وراثت علم و نبوت کس لئے کہ اول تو لفظ وراثت و میراث جہاں مذکور ہوتے ہیں انسے ان کے حقیقی معنی میراث مال و متاع سمجھے
جاتے ہیں جبتک کہ بدلیل قطعی کسی اور معنوں کا ارادہ نہ کیا جائے پس یرثنی ویرث من آل یعقوب میں بھی وراثت مال مراد ہوگی نہ وراثت
علم و نبوت۔ **دوسرے** اگر وراثت علم و نبوت مراد لیں تو قید واجعلہ رب رضیا کہ گردان تو پروردگارا اسکو پسندیدہ لغو اور فضول ٹھہرتی
ہے کسلئے کہ وارث علم و نبوت کو خود مرضی الاخلاق و پسندیدہ خصائل ہونا ضرور ہے اس کے لئے واجعلہ رب رضیا سے دعا مانگنا ایسا ہی
جیسا کہ کوئی کہے خداوندا ہمپر نبی مرسل مبعوث کر اور اسکو عاقل و دانا بھی کر کہ ایسی دعا کرنیوالا عقلا کے نزدیک خارج از عقل احمق و مجنوں
ہوگا کیونکہ جبکو حق تعالیٰ نبوت عطا کریگا عقل و دانائی لا کلام بخشیگا اور کلام خدا لغو سے پاک ہے۔ اور نیز ظاہر ہے کہ حضرت زکریا علی نبینا و علیہ السلام
کو بنی اعمام کی طرف سے خوف تھا اور اسی خوف کی وجہ سے انہوں نے حق تعالیٰ سے وارث طلب کیا تھا پس یہ خوف ہو نہیں سکتا کہ ان
کے عالم و نبی ہو جانے سے ہو کس لئے کہ ممکن نہیں کہ حق تعالیٰ علم و نبوت ایسے شخص کو عطا کرے جو اسکے اہل و لائق نہ ہو بلکہ علت غائی بعثت
انبیا کے علم و حکمت کا پھیلانا اور اسکا تعلیم و تلقین کرنا ہے اس سے خوف کرنا یعنی چہ بخلاف مال کے کہ وہ نیک و بد مومن کافر سب کو ملتا ہے
پس بلاشبہ آنحضرت کو یہی اندیشہ تھا کہ میرے لواحق اموال کو فسق و فجور میں ضائع کریں گے اور اسی کی حفاظت و انتظام کی نظر سے انہوں نے
حق تعالیٰ سے وارث رضی مرضی طلب کیا تھا۔ پس مراد یرثنی الخ میں وارث مال ہوگا نہ وارث علم و نبوت۔ اس جگہ سے ہے کہ فخرالدین رازی
امام اہلسنت نے تفسیر کبیر میں اس آیہ کی تفسیر میں سدی و مجاہد و شعبی و ابن عباس و حسن و ضحاک سے کہ اکابر معتبرین اہل سنت اور ان کے
مقبولین سے ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس آیہ میں وراثت مال مراد لی ہے اور خود امام رازی وراثت مال کا مفہوم آیہ میں داخل ہونا
اولیٰ جانتے ہیں **اب** اگر کوئی معترض کہے کہ مال کی طرف سے اندیشہ مند ہونا اور اس کے خاطر حق تعالیٰ سے ولی و وارث کی درخواست
کرنا طمع مال و بخل پر دلالت کرتا ہے کہ شایان شان انبیا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ مال کو نا اہلوں سے نگاہ رکھنا کہ وہ بجائے اسکے کہ نیک کام
میں صرف کریں فسق و فجور میں اوڑائیں طمع و بخل نہیں کمال درجہ کی دانائی و حسن تدبیر بلکہ عین تقویت دین ہے جسطرح لازم ہے کہ انسان
اپنی زندگی میں مال کو امور خیر میں صرف کرے ویسا ہی چاہیے کہ حتی المقدور بعد کو بھی ایسا انتظام کر جائے کہ نیک کاموں میں صرف ہوتا ہے
کیونکہ یہ باقیات صالحات سے ہے اسی لئے مرنے سے پہلے وصیت کرنا اور کسی مرد صالح و دیندار کو وصی بنانا شرعاً و عقلاً و عرفاً مستحسن سمجھا جاتا ہے
اور نیز حدیث موضوع نحن معاشر الانبیاء الخ مخالف ہے آیہ شریفہ وورث سلیمان داؤد کے کہ اسمیں حقتعالیٰ بصیغہ ماضی سلیمان

علیہ السلام کے وارث داؤد ہونے کی خبر دیتا ہے اور گویا اسی حدیث ساختہ خلیفہ اول کی تردید میں فرماتا ہے کہ انبیا وارث و مورث دونو ہوتے ہیں اور واضح رہے کہ میراث کا اپنے حقیقی معنی یعنی مال میں مستعمل ہونا یہاں پر زیادہ روشن ہے کسلیئے کہ میراث وہ ہے کہ مورث سے اس کے مرنیکے بعد وارث کو پہنچے وہ یہاں علم و نبوت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ حضرت سلیمان ایام حیات داؤد میں نبی ہوکر علم حاصل کر چکے تھے۔ پس علم و نبوت میں انکا وارث داؤد ہونا قطعاً درست نہیں پس بالضرور یہاں وراثت مال مراد ہوگی نہ وراثت علم۔ چنانچہ مقتدا و پیشوائے اہل سنت حضرت حسن بصری اسی کے قائل ہیں جیسا کہ انسے نقل کیا گیا ہے طرفہ یہ کہ حضرات اہلسنت یہاں تو بہ نظر حمایت خلیفہ اوّل وراثت سلیمانؑ کو وراثت علم و نبوت پر محمول فرماتے ہیں اور وراثت مال سے انکار کرتے ہیں مگر ایک اور مقام پر اس حمایت سے دست بردار ہوکر انحضرت کے وارث مال داؤد ہونیکے قائل ہوگئے چنانچہ تفسیر آیہ شریفہ اذا عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد ترجمہ جبکہ عرض ہوئے انکے سامنے شام کے وقت اسپہائے عمدہ کو انکی کتب تفسیر میں ملاحظہ کیجیئے اور تماشائے قدرت خدا دیکھیئے۔ قال البیضاوی روی انہ علیہ السلام غزا دمشق و نصیبین واصاب الف فرس وقیل اصابھا ابوہ من العمالقۃ فورثہا منہ فاستعرضہا فلم یزل یعرض علیہ حتی غربت الشمس وغفل عن العصر اوعن ورد کان لہ یعنی بیضاوی کہتا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے دمشق و نصیبین پر جہاد کیا اور ایک ہزار گھوڑے انکو وہاں سے ہاتھ آئے اور کہا گیا ہے کہ یہ گھوڑے آپ کے باپ داؤد کو قوم عمالقہ سے ملے تھے ان کو میراث میں پہنچے پس یہ گھوڑے انہوں نے اپنے سامنے منگائے اور انکو دیکھتے رہے تا اینکہ آفتاب غروب ہوگیا اور نماز عصر یا دیگر ورد مقررہ سے غافل رہے اور تفسیر کشاف و مدارک میں بھی یہ مضمون اسی طرح بلفظ مجہول یعنی قیل مذکور ہوا ہے۔ لیکن تفسیر معالم التنزیل میں اس قول کا قائل مقاتل بیان کیا گیا ہے اور ربیع الابرار زمخشری میں اس قول کو کسی خاص شخص کی طرف نسبت نہیں کیا۔ عام طور سے کہا ہے وورث سلیمان من ابیہ الف فرس فاستعرض تسعمائۃ فشغلتہ عن ذکر اللہ کہ سلیمان کو ایک ہزار گھوڑے اپنے باپ سے میراث میں پہنچے تھے پس نو سو دیکھنے کیلیئے طلب فرمائے اور اس سبب سے وہ یاد خدا سے غافل رہے۔ اور حیوۃ الحیوان دمیری میں ہے وجمھور المفسرین علی انھا کانت خیلا موروثا۔ کہ عامہ مفسرین اسپر ہیں کہ وہ گھوڑے موروث تھے یعنی حضرت سلیمانؑ کو میراث میں پہنچے تھے ھذا کلہ فی تشئید المطاعن پس جبکہ بقول جمہور مفسرین اہل سنت حضرت سلیمانؑ کا ایک ہزار اسپ میراث میں پانا صحیح و ثابت ہے تو یہ ورث سلیمان داؤد میں کس لئے میراث مالی سے انکار کیا جاتا ہے اور کیوں حضرت حسن بصری جیسے پیر و مرشد کے قول سے مخالفت کیجاتی ہے حیرت ہے کہ جمہور مفسرین حضرت سلیمانؑ کے ایکہزار گھوڑے داؤدؑ سے میراث میں پانے کے قائل ہوں اور یہ حضرات حدیث نفی میراث انبیا کو کہ محض بغرض اضرار و ایذا رسانی اہلبیتؑ وضع کی گئی ہے خلیفہ اول کی خاطر سے صحیح سمجھی جائیں کتب فریقین میں ہے کہ جب آیہ انک میت وانھم میتون نازل ہوئی تو حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھکو خبر مرگ دیگئی ہے آگاہ رہو کہ میرے بعد مجھپر بہت دروغ باندہیں گے جب کوئی حدیث مجھ سے تمکو پہنچے اسے کتاب خدا پر عرض کرو اگر اسکے موافق ہو تو قبول ورنہ ترک کرو۔ پس حدیث نحن معاشر الانبیا کو بموجب اس حدیث متفق علیہ کے کتاب اللہ پر عرض کیا تو آیہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الخ

اور آیہ فَہَبْ لِی مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا الخ کے اور آیہ وورث سلیمان داؤد کے برخلاف پایا پس واجب ہے کہ ہم اسکو ترک کریں اور جانیں کہ یہ ایک کذب و دروغ ہے کہ آنحضرت پر باندھا گیا ہے حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ ہے خلاصہ کلام علماء اعلام کا کہ حدیث موضوعہ خلیفہ اول کی قدح میں انہوں نے افادہ کیا ہے اور اکثر اور بیشتر اسکا ماخوذ ہے کلام ہدایت نظام جناب سیدہ نساء فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا سے کہ آپ نے مسجد رسول اللہ میں ابوبکر و جماعت مہاجرین و انصار کے سامنے ارشاد فرمایا وہ خطبہ معروف و مشہور ہے اور منتہائے فصاحت و بلاغت سے معمور سُنّی و شیعوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اسکو روایت کیا ہے سنیوں سے ابن ابی الحدید معتزلی نے کتاب سقیفہ ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری سے اسکو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ابوبکر بڑا عالم محدث کثیر الادب ثقہ و پرہیزگار شخص تھا محدثوں نے اسکی صفت و ثنا کی ہے اور اسکی تصنیفات وغیرہ کو اس سے روایت کیا ہے پھر اس خطبہ کو اس سے تین طریقے سے نقل کیا ہے ایک طریقہ جناب زینب بنت امیر المومنینؑ تک منتہی ہوتا ہے۔ دوسرا ابو جعفر امام محمد باقرؑ تک اور تیسرا عبد اللہ بن الحسن تک۔ اور علامہ علی بن عیسیٰ الاربلی کتاب کشف الغمہ میں کہتے ہیں کہ میں اس خطبہ کو کتاب سقیفہ احمد بن عبد العزیز کے پرانے نسخے سے نقل کرتا ہوں جو ربیع الاول ۳۲۲ھ ہجری میں مصنف کے سامنے قرأت کیا گیا ہے اور نیز مسعودی[۵] نے مروج الذہب میں بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے کتاب الطرائف میں عالم و حافظ و ثقہ اہلسنت احمد بن موسی بن مردویہ اصفہانی کی کتاب مناقب سے نقل کیا ہے اس نے اسکی سند عائشہ تک پہنچائی ہے اور علماء شیعہ سے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے کتاب شافی میں اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے علل الشرائع میں اور شیخ مفید و احمد بن ابی طالب طبرسی وغیرہ نے کلاً و جزاً اسکو روایت کیا ہے۔ اور یہ خطبہ طولانی اعلیٰ درجہ کی فصاحت و خوش بیانی سے بھرا ہوا ہے اور بہت سے مطالب عالیہ اسمیں درج ہیں لیکن ہم یہاں حسب حیثیت اس مجموعہ کے تھوڑا سا اس میں سے کہ متعلق بہ غصب فدک ہے بطور التقاط و انتخاب ترجمہ کرتے ہیں جو چاہے کہ اصل خطبہ عربی عبارت میں ملاحظہ کرے اسکو بحار الانوار وغیرہ مطالعہ کرنی چاہئیں اور وہ یہ ہے کہ جب جناب سیدہؑ کو معلوم ہوا کہ ابوبکر کو فدک کے دینے سے بکلی انکار ہے تو آپ نے اپنا مقنعۂ مبارک سر پر لیا اور چادر بالاپوش سے اپنے تئیں محفوف اور مستور فرمایا اور جماعت زنان بنی ہاشم سے اپنی ہمچشموں اور رشتہ داروں کو ساتھ لیکر مسجد رسول اللہ کی طرف تشریف فرما ہوئیں از بسکہ آپکی رفتار حضرت رسولخدا سے بہت ہی مشابہ تھی دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا تھا کہ گویا رسول اللہ جا رہے ہیں رفتہ رفتہ مسجد میں داخل ہوئیں تو مہاجرین و انصار ابوبکر کے گرد جمع تھے ایک پردہ چادر سفید کا درمیان میں نصب ہوگیا اور اس جناب نے پس پردہ جلوس فرمایا۔ پھر ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی اور صدائے گریہ بلند کی کہ جسے سنکر جملہ حضار مسجد رونے لگے حضرت نے توقف کیا تاوقتیکہ گریہ انکا ساکن ہوا پس حمد و ثنائے خدا ادا کی اور اپنے پدر بزرگوار احمد مختار پر درود و صلوات بھیجی اسپر پھر شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ آپ پھر خاموش ہوگئیں حتیٰ کہ ان کی جزع و فزع میں سکون ہوا بعد ازاں بہت سے دُر رشا ہوا ر زبان گوہر بار سے اہل مجمع پر نثار کئے بعد ازاں فرمایا بندگانِ

---

[۵] نسخہ مروج الذہب مسعودی مطبوعہ مصر جو ہمارے پاس موجود ہے اسمیں ذکر خلافت ابوبکر کے آخر میں لکھا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں اختصار کی نظر سے بہت سے اخبار و آثار کے ذکر سے اعراض کیا ہے پھر ان اخبار کی طرف اشارہ کرتے کرتے لکھا ہے وما کان من قصة فدک وما کان من فاطمة یعنی اور وہ جو کچھ کہ قصۂ فدک سے گذرا اور جو کچھ کہ فاطمہ کی طرف سے اسمیں گفتگوئیں ہوئیں وکلامہا متمثلة حین عدلت الی قبر ابیها علیهما السلام من شعر صفیة بنت عبد المطلب اور انکا کلام درانحالیکہ انہوں نے عدول کیا اپنے باپ کی قبر کیطرف کہ ان پر سلام ہو اور تمثیل لاتی تھیں وہ شعر صفیہ بنت عبد المطلب سے وہ شعر یہ ہے قد کان بعدک انباء وهینمة ✦ لو کنت شاهدها لم تکثر الخطب ✦

خدا تم مخاطبانِ امر و نہی اسلام و حاملانِ حلال و حرام دین خیر الانام ہو اور امناءِ خدا و رسولؐ ہو کہ دینِ اسلام کو اپنے بعد کی نسلوں اور آئندہ امتوں تک پہنچاؤ پس ڈرو اور خوف کرو خدا تعالیٰ سے اور اسکی اطاعت کو واجب و لازم جانو تاکہ مسلمانی کے بعد کافر نہ ہو جاؤ اور رجالِ کفر تمہاری موت نہ ہو۔ ایہا الناس میں فاطمہؑ دختر رسولِ خدا محمد مصطفےٰ ہوں۔ اصلاً کذب و دروغ نہیں کہتی اور بہ ہوائے نفسانی فدک کا دعوے نہیں کرتی۔ لوگو محمد مصطفےٰ میرے باپ تھے یا تمہاری زنان و دختران کے اور میرے شوہر کے برادر و ابن عم تھے یا تمہارے مردوں کے بجز اسکے نہیں کہ شیطان تم پر منسرف ہوا اور اس نے تمکو اپنا مطیع و منقاد پایا بہ تحقیق کہ قصہ غدیر کو بہت عرصہ نہیں گذرا اور ہمارا زخم مصیبت رسول خدا ہنوز مندمل نہیں ہوا انکا جسد مبارک زیرِ خاک دفن نہیں ہوا تھا کہ تم غصبِ خلافت پر ٹوٹ پڑے اس سے فرصت ملی تو فدک کو ضبط کیا ہم نے ان مصیبتوں پر کہ دل میں تیر و تبر و سنان و خنجر سے کم نہ تھے صبر کیا مگر تم نے اسپر بھی قناعت نہ کی اب جاہلیت کے طریق سے یہ کہتے ہو کہ میراث پیغمبر بھی ہمارے لئے نہیں حالانکہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ ہم آنحضرت کے وُرثا ہیں یا ابن ابی قحافہ افی کتاب اللّٰہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئاً فریا۔ اے ابوبکر کیا قرآن میں ہے کہ تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں بہ تحقیق کہ تو نے افترا پردازی کی تہمت لگائی پیغمبر پر اے مسلمانو سزاوار ہے کہ دختر رسولِ خدا انکی میراث سے محروم رہے اور غیر لوگ اس ترکہ سے فائدہ اٹھائیں تم جان بوجھکر نادان بنتے ہو اور کتابِ خدا کو پس پشت ڈالتے ہو کیا قرآن میں نہیں آیا کہ سلیمانؑ نے داؤد سے میراث پائی اور زکریا نے دعا مانگی کہ خداوندا ایک ولی و وارث عطا کر کہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور اس جل شانہ نے فرمایا ہے واولوا الارحام بعضہا اولیٰ ببعض فی کتاب اللّٰہ کہ صاحبان رحم و قرابت بعض انکے بعض سے اولیٰ ہیں کتابِ خدا میں اور نیز حقتعالیٰ فرماتا ہے یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین کہ وصیت کرتا ہے تمکو حقتعالیٰ تمہاری اولاد کے مقدمے میں کہ بیٹوں کا دوہرا حصہ ہے بیٹیوں کا اکہرا پس انمیں انبیا کو کہیں مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ آیا تم گمان کرتے ہو کہ مجھکو میرے باپ سے کچھ بہرہ و حصہ نہ تھا اور کوئی رحم و قرابت اس سے نہ رکھتی تھی یا کوئی آیہ تمہارے پاس ہے جسکی رو سے تم وارث اور مورث ہو اور میں اس سے خارج ہوگئی یا یہ کہتے ہو کہ میں اور میرے باپ دو ملت پر ہیں وہ مسلمان تھے اور میں کافر کہ اس سبب سے انکی میراث نہ پاؤں آیا عموم و خصوص قرآن کو تم بہتر جانتے ہو یا میرے باپ رسول خدا اور میرے شوہر علیؑ مرتضیٰ تم نے خلافت چھینی فدک لیا ہمکو طاقت نہیں کہ آج تم سے عہدہ برآ ہو سکیں اے پسر ابو قحافہ کل کو اس ظلم کا جواب تجھے دینا ہوگا جبکہ دعویدار فدک رسول خدا ہونگے اور دعوی ہمارا کہ میعادگاہ روز قیامت ہوگا اسکے بعد جناب فاطمہؑ انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا اے انصار اسلام و اے حافظان شریعت میرے حق میں یہ ضعف و سستی کسلئے ہے یہ ظلم و ستم مجھپر دیکھتے ہو اور گردنیں نہوڑائے آنکھیں جھکائے بیٹھے ہو کیوں میری اعانت نہیں کرتے کیا میرے پدر گرامی حضرت رسول اللّٰہ سے تم نے نہیں سنا کہ المرءُ یحفظ فی وُلدِہٖ کہ آدمی کی رعایت اسکی اولاد کے حق میں ہوتی ہے۔ کیسی جلد تم ہماری نصرت کو چھوڑ بیٹھے اور کیا جلد ہمارا حق ضائع کر دیا حالانکہ تمکو قوت و قدرت میرے حق میں طلب کرنیکی ہے گویا تم نے وفات محمدؐ کو سہل و خفیف جانا باوجودیکہ اس سے رخنہ عظیم پڑا ہے کہ کسی طرح اصلاح پذیر نہیں تحقیق کہ ان کی دختر مغلوب ہوئی اور انکی حرمت ضائع کی گئی مگر موت قضائے الٰہی و حتمی تھی ٹل نہیں سکتی تھی وما محمد الا رسول قد خلت

من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول آیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجاویں تو تم مرتد ہوجاؤ گے
اے جماعت اوس و خزرج تم موجود ہو اور دیکھتے ہو اور آدمی اور سامان جنگ رکھتے ہو میں میری گریہ وزاری سنتے ہو اور امداد نہیں کرتے حالانکہ
نامی بہادروں سے ہو اور بزرگان عرب و بہترین قبائل سے شمار ہوتے ہو اور کبھی کسی کے مقابلے اور مقاتلے سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا ہمیشہ
ہمارا حکم مانتے اور امتثال فرماں کرتے رہے ہو تا اینکہ بنائے اسلام محکم و استوار ہوئی اور آتش کفر و شرک بجھ گئی پس کہاں جاتے ہو اور کیوں
اسلام کے بعد کفر اختیار کرتے ہو کیا تم وہی نہیں کہ ہمیشہ مخالفان پیغمبر کے ساتھ جنگ کرتے رہے ہو کہ جیسے منکرین نبوت سے لڑتے تھے غاصبین
خلافت سے کیوں نہیں لڑتے کیا ان سے ڈر گئے حالانکہ سوائے خدا کے کسی اور سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ بات یہ ہے کہ تم نے آسائش و آرام اختیار
کیا اور مال و دولت کی طرف جھک گئے لاجرم علیؑ سے کہ بہر نہج شائستہ خلافت و سزاوار حکومت تھے پشت موڑی فان تکفروا انتم ومن
فی الارض جمیعا فان الله لغنی حمید پس اگر کافر ہو جاؤ تم اور تمام اشخاص جو روئے زمین پر ہیں تو خدا کا کچھ نہیں بگڑیگا۔ بتحقیق
کہ اللہ غنی اور بے پرواہے اور ستودہ۔ بتحقیق کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہا گویں جانتی ہوں کہ تم میری نصرت نہ کروگے اور تمہارا غدر مجھکو
بخوبی معلوم ہے یہ باتیں بنظر اتمام حجت کہیں ہیں تا کہ فردائے قیامت تم یہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل رہے اب خلافت کو اپنے پاس رکھو اور
فدک کو بھی رہنے دو غاصبوں کے لئے قیامت تک یہ عار رہیگی اور غضب خدا ان سے جدا نہ ہوگا جبتک کہ انکو جہنم میں نہ لیجائے وسیعلم الذین
ظلموا ای منقلب ینقلبون میں ہوں دختر پیغمبر نذیر و ترسانندہ کی عذاب سے پہلے کرو جو کچھ کہ چاہو ہم مقرر تم سے بدلا لینگے فانتظروا انا منتظرون
اور انتظار کرو کہ ہم بھی منتظر ہیں۔ تمام ہوا خلاصہ ترجمہ خطبہ شریفہ کا۔ **واضح** رہے کہ جو کچھ کد و کاوش جناب معصومہ نے اس مقدمہ میں کی اور
جیسا اظہار تظلم و تکدر فرمایا سب اس لئے تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جناب کمال ستم دیدہ و زحمت کشیدہ ہیں نہیں تو حاشا کہ آپکو
ضرورت مال و جائداد اپنے یا اپنی اولاد کیلئے ہو یا اسکے بغیر آپ کی کارروائی نہ ہوسکتی ہو کیونکہ وہ جناب ہمیشہ فقر و فاقہ میں بسر کرتی تھیں اور وہی
تھیں کہ تین روز متواتر کات کات کر جو کچھ اسکی اجرت میں حاصل کرتیں اور ان کو بیچ بچا کر راہ خدا میں خیرات کر ڈالتیں مسکین و یتیم و اسیر کا پیٹ
بھرتیں اور اپنے تئیں اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھتیں۔ پس ان کو فدک اور غیر فدک کی کیا پرواتھی۔ بقول شاعر ؎ آنکہ جست از جہۃ فلک چہ کند؟
وانکہ رست از جہاں فدک چہ کند؟ علیٰ ہذا امیر المومنین کو جسقدر پیچ و تاب و قلق اضطراب تھا اور جہانتک اپنی مظلومیت و محرومیت ظاہر
کرکے خواہان امداد و اعانت ہوتے اور جتنی شکایت غاصبین خلافت کا فرماتے وہ سب درد دین و نصح و خیر خواہی امت خیر المرسلینؐ کی وجہ
سے تھا آپ بے انتہا شوق و رغبت ہدایت خلق کی رکھتے اور اسکی قابلیت اپنی ذات میں منحصر پاکر اپنا تمکن چاہتے تھے جیسا کہ تمام انبیاؑ
و اوصیا کا یہی شیوہ ہے کہ سب چیزوں سے زیادہ اسکو دوست رکھتے ہیں اور اسی کی تکمیل کے لئے خلائق سے امداد چاہتے ہیں۔ نہ یہ کہ
طمع حطام دنیا و حب جاہ و مال رکھتے ہوں اور بادشاہی و فرمان روائے عالم مقصود ہو حاشا ثم حاشا۔ اور نیز وہ حضرت جو جنگ و جدل
سے استکراہ کرتے تھے وہ بھی اسی لئے تھا کہ یہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں نہیں تو تمام دنیا ایک طرف ہو جاتی تب بھی شیر خدا مونہہ موڑنیوالے
نہ تھے۔ **القصہ** خلیفہ اول نے جناب سیدہؑ کے جواب میں بہت چکنی چپڑی باتیں بنائیں کہ تم سیدۂ نساء و دختر خاتم الانبیاؑ ہو کوئی عورت

بجز تمہارے اسکا دعوی نہیں کر سکتی اور کسی مرد کا سوائے تمہارے شوہر علی مرتضی کے یہ مقدور نہیں کہ اپنے تئیں آنحضرت کا بھائی کہے تم عترت
طاہرہ رسولخدا و منتخب بخبار و رہنمار راہ ہدی ہو سعید ہے وہ جس نے تمہیں دوست رکھا اور بدبخت و شقی ہے جو تمہارا دشمن ہوا وغیرہ وغیرہ
الاحرف مطلب پر پہنچکر وہی جواب صاف تھا۔ اسی حدیث نحن معاشر الخ کو مانع استرداد فدک بتلایا اور کہا مینے اسکی آمدنی کو بصلاح
واتفاق مسلمین تجہیز و تکفین لشکر و سامان حرب و جہاد کیلئے رکھا ہے تمکو ہرگز نہیں دیسکتا ہاں میرا اپنا مال موجود ہے اس پر اختیار ہے جسطرح
چاہو تصرف کرو فدک میں میں کچھ نہیں کر سکتا آیا روا رکھتی ہو کہ تمہارے باپ کے خلاف فرمان کروں اور آنحضرت کا حکم بدلدوں جناب
سیدہؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ کبھی خلاف قرآن حکم نہیں دے سکتے کلام اللہ میں صاف موجود ہے کہ سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور زکریاؑ
نے اس جل شانہ سے وارث طلب کیا اور احکام میراث انبیاء اور غیر انبیا سب کے لئے مشرح ہیں یہ صرف تمہارا مکر و فریب ہے کہ جمع ہو گئے
ہو اور رسول اللہ پر تہمت لگاتے ہو کلا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون ہرگز نہیں بلکہ
فریب دیا ہے تمکو تمہارے نفسوں نے پس صبر کرنا ہی بہتر ہے اور اللہ سے استعانت طلب کردہ شدہ اس امر پر کہ تم بیان کرتے ہو۔ اس
گفت و شنید کے بعد جناب فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا واللہ لا کلمتک قسم خدا کی میں تیرے ساتھ کبھی ہمکلام نہ ہوں گی۔ ابوبکر نے کہا
واللہ لا هجرتك ابدا قسم خدا کی میں کبھی تم سے کلام کرنا نہ چھوڑوں گا جناب معصومہ نے کہا واللہ لادعون اللہ علیک قسم بخدا
کہ میں خدا سے فریاد خواہ ہونگی اور تجھپر دعائے بد کروں گی ابوبکر نے کہا واللہ لَاَدْعُوَنَّ اللہ لکِ بخدا کہ میں تمہارے لئے دعاء خیر کرونگا
پس جناب سیدہ تا دم زیست اپنے اس قول پر رہیں اور ہرگز خلیفہ سے کلام نہ کیا صحیح بخاری میں ہے فوجدت فاطمہ علی ابی بکر فی ذلک
فهجرته ولم تكلمه حتى توفيت کہ فاطمہؑ ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور نہ کلام کیا اسکے ساتھ تا اینکہ وفات پائی بعد ازاں وہ جناب متوجہ روضہ
رسول اللہ ہوئیں اور قبر انور پر جا کر اپنے تئیں اسپر گرا دیا اور اشعار درد آگیں با دل حزیں پڑھتی تھیں اور زار زار روتی تھیں ایک شعر ان اشعار کا
یہ ہے ؎ انا فقدناک فقد الارض وابلها ۞ واختل قومک فاشهد فقد نكبوا ۞ یعنی رسول اللہ کو خطاب کر کے فرماتی ہیں کہ تمہارا
مفقود ہونا ہمارے لئے ایسا ہے جیسا کہ زمین سے باران رحمت کا دور ہونا۔ تمہاری قوم و قبیلہ میں خلل و خرابی نے راہ پائی۔ آؤ اور ان
کو دیکھو کہ وہ حق سے پھر گئے۔ بعدہ اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ امیر المومنینؑ انحضرت کے آنیکے منتظر بیٹھے تھے ان کو دیکھکر
شکوہ کیا کہ تم مونہہ چھپا کر گھر میں بیٹھ گئے یا تو بڑے بڑے شجاعوں کو زیر کرتے تھے یا چند بزدلوں سے دب گئے۔ یہ ابوبکر ہے کہ میرے باپ
کا عطیہ اور میری اولاد کا روزینہ مجھ سے منع کرتا ہے اور دو بدو میرے ساتھ نزاع و خصومت کرتا ہے اور اسقدر جرأت بہم پہنچائی ہے کہ
انصار میری حمایت سے باز رہے اور مہاجرین نے اس سے ہاتھ کھینچا کوئی اسکا دفع و منع کرنیوالا نہیں میں خشمناک گئی اور ذلیل و زبون
واپس آئی اور نیز تمنے خواری اختیار کی کہ بھیڑیوں کو مارنیکے بعد مکھیوں سے مغلوب ہوئے کاش میں آج سے پہلے مرجاتی اور یہ ذلت
نہ اٹھاتی اب اس جرأت و جسارت سے کہ اسوقت تمہارے سامنے ہوئی عذر خواہ ہوں اور خدا کو درمیان لاتی ہوں وائے ہے میرے
لئے کہ میرا ملجا و ماوے دنیا سے اٹھ گیا اور میرا بازو کام سے رہ گیا۔ پروردگارا تیری قوت شدید ہے اور تیرا عذاب سخت و بعدہ حضرت امیر المومنینؑ

علیہ السلام نے فرمایا وائے اور ویل تمہارے دشمنوں کے لئے ہے تمہارے لئے نہیں اے سلالہ بہترین آدمیاں وائے یادگار رسید الانس والجان تم خفا نہ ہو کہ مجھ سے کار دین میں دہن و سستی نہیں ہوئی اور تابمقدور اسمیں سعی و کوشش کی ہے حقتعالی تمہارے رزق کا کفیل ہے جو کچھ تمہارے لئے مخزون ہوا اس سے بہتر ہے کہ جو بند ہوا پس صبر کرو راہ خدا میں جناب سیدہؑ نے کہا حَسْبِیَ اللّٰہُ اور خاموش ہوگئیں۔ **واضح** رہے کہ اس عتاب و خطاب سے بھی یہی مطلب تھا کہ لوگ جان جائیں کہ وہ جناب سخت دردمند اور مظلوم اور کمال مجبور و لاچار ہیں فی الواقع حضرت امیرؑ سے کوئی شکایت آپ کو نہ تھی کیونکہ خوب جانتی تھیں کہ جو کچھ وہ حضرت کرتے اور کہتے ہیں عین حق و صدق ہے۔ **الغرض** اُدہر یہ تھا اور ادہر جب ابوبکر نے دیکھا کہ کلام جناب سیدہؑ نے حاضرین میں اثر کیا اور کچھہ ولولہ و ہمہمہ اُنسے سنائی دیا تو فوراً منبر پر گئے اور کہا ایہا الناس یہ کیا حالت ہے تم ہر ایک حق و باطل بات پر کان لگا لیتے ہو یہ آرزوئیں رسول اللہؐ کے عہد میں کہاں گئی تھیں ہاں جس نے سنا یا دیکھا ہے اٹھے اور کلام کرے انما ھو ثعالۃ شھیدہ ذنبہ وہ ایک روباہ ہے جسکی گواہ اُسکی دُم ہے فتنہ خوابیدہ کو جگاتا ہے اور عورات سے امداد چاہتا ہے مثل ام طحال زانیہ کے کہ سب سے زیادہ اسکے دوست زناکار ہیں اگر چاہوں تو کہدوں اور روشن تر و واضح کردوں مگر اپنی زبان کو روکتا ہوں پھر انصار سے کہا کہ تمہارے حمقا کا مینے کلام سنا ہے تم حق کے لئے زیادہ اولی و سزاوار ہو کیونکہ تمنے رسول اللہؐ کو پناہ دی۔ اور انحضرت کی نصرت و یاری کی آگاہ رہو کہ میں کسی کے اوپر ہاتھ اور زبان کو دراز نہیں کرتا جبتک کہ مجھکو زحمت نہ دے اور پدلا پانیکا مستوجب نہ ہو یہ کہکر منبر سے اترے۔ یہ روایت احمد بن عبد العزیز جوہری کی ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے یہ کلمات ابوبکر کے نقیب ابو جعفر یحیی بن ابی زید بصری کے سامنے قرأت کئے تو پوچھا کہ ابوبکر کا انکی کسکی طرف اشارہ تھا اس نے کہا اشارہ نہیں اس نے تصریح کی ہے مینے کہا تصریح کرتا تو میں کیوں پوچھتا اسپر نقیب مذکور ہنسا اور کہا کہ یہ علیؑ کو کہتا ہے۔ اے فرزند یہ ملکداری اور بادشاہی ہے اور ملک عقیم ہے یہاں اپنے بیگانے کا کچھہ لحاظ نہیں ہوتا مینے کہا انصار کیا کہتے تھے کہا کہتے تھے کہ خلافت علیؑ کا حق ہے اس سے ابوبکر کو اندیشہ ہوا اور انکو دہمکایا انتہی۔ دیکھئے بقول اس فاضل جوہری کے حضرت ابوبکر نے اپنے امام و مولی مولی الکل فی الکل کی شان میں کیسے گستاخی کے کلمات کہے اور کسطرح بر ملا انحضرت کو ایک زنِ زانیہ سے تشبیہ دی اور کس بیباکی سے آپ کو مثل مشہور ثعالۃ شھیدھا ذنبھا کا مصداق ٹھرایا باوجود اس کے اہلسنت مدعی ہیں کہ یہ حضرات اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ بادب و تعظیم پیش آتے تھے۔ بحار الانوار میں ہے کہ ایک مرتبہ روباہ نے شیر کو بھیڑیے کیطرف سے بھڑکانا چاہا اس نے کہا کہ بھیڑئے نے وہ بکری کھائی جسکو تو نے اپنے لئے رکھ چھوڑا تھا شیر نے کہا تیرا اس دعوے میں کون گواہ ہے تو اس نے اپنی لہو میں بھری ہوئی دم اٹھا کر کہا کہ یہ ہے اس سے یہ مثل مشہور ہوئی۔ **القصہ** دوسرے روز ابوبکر و دیگر صحابہ مسجد میں تھے کہ حضرت امیر المومنینؑ بھی وہاں تشریف لائے اور کہا اے ابوبکر تمنے کسلئے فدک فاطمہؑ سے چھین لیا کہا وہ مال فی حق مسلمانان ہے مگر فاطمہؑ گواہ شرعی گزرانیں کہ انکا مال ہے تو انکو ملسکتا ہے ورنہ نہیں حضرت نے فرمایا آیا تو ہمارے مقدمہ میں خلاف حکم خدا حکم کرتا ہے کہا نہیں فرمایا اگر کوئی شئے کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور میں آؤں اور اسکا دعوی کروں تو تو کس سے گواہ طلب کرے گا کہا تم سے فرمایا تو فدک کے معاملے سے کیوں گواہ چاہتا ہے وہ تو رسول اللہؐ کی زندگی سے ان کے قبض و تصرف میں ہے ابوبکر یہ سنکر خاموش ہو گئے مگر عمر نے کہا

خطبۂ ابوبکر بعد احتجاج جناب سیدۂ

اے علیؑ ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اگر گواہ رکھتے ہو تو حاضر کرو ورنہ فدک سے ہاتھ اُٹھاؤ حضرت نے عمر کی طرف سے اعراض کرکے پھر ابوبکر سے کہا تمنے قرآن میں پڑھا ہوگا کہ حقتعالی فرماتا ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا یہ آیہ شریفہ کسکی شان میں ہے کہا تم اہلبیتؑ کی شان میں فرمایا اگر شہود تیرے سامنے شہادت دیں کہ فاطمہ نے فلاں معصیت کی تو تو کیا کرے کہا حد شرعی اسپر جاری کروں آپ نے فرمایا تو اسوقت تو کافر ہوجائیگا کہا کسلیے حضرت نے فرمایا اسواسطے کہ گواہی خدا کی انکی طہارت اور پاکیزگی پر رد کی اور گواہی آدمیونکی قبول کرلی۔ یہی حال فدک کا ہے کہ شہادت خدا رد کی اور شہادت اوس بن حدثان ایک اعرابی کی جسکو آبدست کرنا بھی نہیں آتا قبول کرتا ہے جب نوبتِ کلام یہانتک پہنچی تو اکثر حاضرین آبدیدہ ہوئے کہ علی راست کہتے ہیں۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ شریک سے نقل کرتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ واجب تھا ابوبکر پر فاطمۂ زہرا سے شرع شریف کے موافق عمل کرنے اور کم ازکم یہ کرتے کہ ان کے دعوے پر کہ رسول اللہ نے فدک مجھے عطا کیا انحضرت سے حلف لے لیتے کیونکہ علی و امّ ایمن گواہی دے چکے تھے صرف ربع گواہی باقی تھی کیونکہ پورے دو گواہوں میں تو ردِّ شہادت ہوہی نہیں سکتی تھی۔ اس صورت میں یا ان کی تصدیق چاہیے تھی۔ یا انکو حلف دیکر فدک ان کے حوالے کردینا تھا اور اللہ مستعان ہے اسمیں کہ انہوں نے جان بوجھ کر یہ کیا یا جہالت میں **مولف** کہتا ہے کہ فرض کیا کہ شہادت بھی کامل نہ تھی اور حلف لیکر دیدینا بھی خلاف شرع تھا اور حدیث منع میراث انبیا بھی صحیح ہے اور فدک ان کے قول کے موجب داخلِ صدقات مال مسلمانان تھا تب بھی کیا مروت و جوانمردی کا مقتضے یہی تھا جو بنت رسول اللہ کے ساتھ سلوک کیا گیا اگر بروئے شرع انکو کچھ نہ پہنچتا تھا تو کیا احسان و امتنان کا دروازہ بھی بند ہوگیا تھا۔ اگر براہ عطوفت و رعایت حقوق حضرت رسالت پناہ انکی دختر نیک اختر کی دلداری میں سعی کرتے اور مسلمانوں سے خواستگار ہوتے کہ ترکہ انحضرت کا جسکو وہ طلب کرتی تھیں ان کے پاس رہنے دیں تو اسمیں کیا حرج تھا اور کونسا خلل دین میں آتا تھا بیشک اگر اسطرح کا اشارہ بھی انحضرت کی طرف سے ہوتا تو جملہ مسلمان بطیب خاطر اپنے حق سے دست بردار ہوجاتے اور بنت رسول اللہ کو آزردہ کرنا روا نہ رکھتے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ ابوالعاص بن ربیع شوہر زینب دختر رسولخدا جنگ بدر میں معہ دیگر اہل مکہ کے اسیر ہوکر آیا اور مکیوں نے اپنے اپنے رشتہ دار اسیروں کا فدیہ بھیجا تو زینب نے بھی اپنے شوہر کا فدیہ روانہ کیا جو مال کہ زینب نے فدیہ میں بھیجا تھا اسمیں ایک قلادہ (گردن بند) تھا کہ خدیجہ مادر گرامی زینب نے بوقت زفاف ابوالعاص انکو بخشا تھا حضرت رسولخدا نے وہ گردن بند دیکھا تو رقت بشدت اس جناب پر طاری ہوئی اور مسلمانوں سے درخواست کی کہ ابوالعاص کو بلا اخذ فدیہ رہا کریں اور زینب کا مال انکو واپس بھیجدیں ابن ابی الحدید اس روایت کی نقل کے بعد کہتا ہے کہ مینے یہ حدیث نقیب ابوجعفر یحیی بن ابی زید بصری کے سامنے قرأت کی نقیب نے کہا دیکھا تونے کہ ابوبکر و عمر اس مقام کو نہ پہنچے آیا شرع مروّت و احسان اسکی مقتضی نہ تھی کہ فدک فاطمۂ کو گو وہ انکا حق نہ تھا دیکر خوشدل کرتے کیا حرج تھا اگر مسلمانوں سے اسکو ہبہ کرا لیتے اور انکو دیدیتے آیا کمتر تھا رتبۂ فاطمہ بہ نسبت زینب کے حالانکہ فاطمہ سیدۂ نساء عالمین تھیں۔ تمام ہوا کلام ابن ابی الحدید کا فی الحقیقۃ جو شخص تھوڑا سا انصاف بھی رکھے اور طرز و طریق بنی امیہ و دیگر نواصب سے کنارہ کش ہو اسکو واضح ہوگا کہ جو سلوک دختر رسولخدا کے ساتھ کیا گیا دینداری سے کمال بعید اور بہت دور ہے و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور اور نیز ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ نزاع فاطمۂ

ابوبکر کے ساتھ صرف دو امر یعنی ہبہ و میراث میں تھا مگر مجھکو معلوم ہے کہ انحضرت نے ایک تیسرے امر میں بھی اس سے نزاع کی اور ابوبکر نے اس سے بھی انکار کیا وہ تیسرا امر سہم ذی القربیٰ کا مطالبہ ہے ابوبکر احمد بن عبد العزیز جوہری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ فاطمہ نے ابوبکر سے کہا کہ تجھکو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم اہلبیتؑ پر صدقات کو حرام کیا ہے اور نیز تو جانتا ہے کہ اموال غنائم سے حسب تصریح قرآن ہمکو سہم ذوی القربیٰ عطا فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان اللہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ الخ یعنی جانو تم کہ جو شئے تمکو غنیمت میں ہاتھ آئے پس خمس (پانچواں حصہ) اسکا خدا و رسول کیلئے ہے اور ذوی القربیٰ اور یتیموں کیلئے تا آخر آیہ ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ فدا ہوں تمپر اور تمہارے پدر عالیقدر اور فرزندوں پر حکم قرآن وحق رسول وحق قرابتہ رسول مجھکو بسر و چشم قبول و منظور ہے میں بھی قرآن میں وہی پڑھتا ہوں جو کہ تم پڑھتی ہو مگر مجھکو علم نہیں کہ یہ حصہ بالتمام تمکو تقسیم کیا جائے حضرت فاطمہ نے کہا تو آیا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے اقربا کیلئے کہا نہیں بلکہ تمپر نفقہ کرونگا اور باقی مصالح مسلمین میں خرچ ہوگا فرمایا حق تعالیٰ کا یہ حکم نہیں کہا یہی حکم خدا ہے لیکن اگر رسول اللہ نے تمسے خاص اس بارے میں کوئی عہد کیا ہو اس کے سبب سے یہ تمام حصہ تمہارا ہو گیا ہو تو میں تمہاری تصدیق کرونگا اور تمام تمکو دیدونگا فرمایا رسول اللہ نے مجھ سے اسمیں کوئی عہد نہیں کیا لیکن جب یہ آیہ نازل ہوئی میں نے آنحضرت سے سنا کہ فرمایا خوش ہوا اے آل محمدؐ بہ تحقیق کہ آئی تمکو غنا اور تو نگری ابوبکر نے کہا کہ میں اس آیہ سے نہیں سمجھتا کہ تمام حصہ تمکو دیدیا جائے لیکن تمہارے لئے ہے غنا کہ بے نیاز کرے تمکو اور فاضل رہے تمسے یہ عمر بن الخطابؓ ابو عبیدہ جراح وغیرہ موجود ہیں ان سے دریافت کرو اور دیکھو کہ کوئی ان سے تمہارے ساتھ موافقت کرتا ہے پس وہ جناب عمر کیطرف متوجہ ہوئیں اور اس سے کہا جو کہ ابوبکر سے کہا تھا پس عمر نے بھی وہی جواب دیا کہ ابوبکر نے دیا تھا پس متعجب ہوئیں جناب فاطمہ اور گمان کیا کہ عمر و ابوبکر پیشتر اس امر میں گفتگو کر چکے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اسپر انہوں نے اتفاق کر لیا ہے اور عروہ سے روایت کی ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے فدک و سہم ذوی القربیٰ طلب کیا مگر انہوں نے انکار کیا اور اسکو داخل مال خدا گردانا۔ اور نیز جوہری مذکور نے حسن بن محمد بن علیؑ بن ابیطالب سے روایت کی ہے۔ ان ابابکر منع فاطمہ وبنی ہاشم سہم ذوی القربیٰ وجعلہ فی سبیل اللہ فی السلاح والکراع بہ تحقیق کہ ابوبکر نے فاطمہؑ و بنی ہاشم سے سہم ذوی القربیٰ کو منع کیا اور اسکو سلاح اور راہ خدا میں لگایا **بالجملہ** شیخین کا دعویٰ ہبہ کو رد کرنا اور میراث پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے منع کرنا اور سہم ذوی القربیٰ سے جواب دیدینا کہ برخلاف شرع و قرآن و سنت رسولؐ بلکہ آدمیت و مروت سے بھی بعید تھا۔ پارۂ جگر رسول خدا جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا پر کمال شاق گذرا اور وہ جناب اسپر کمال آزردہ و غضبناک ہوئیں اور فرمایا میں اسکی شکایت رسول اللہ سے کروں گی اور مہاجرت کی ابوبکر سے اور ترک کلام فرمایا اور ہمیشہ دعا بد کرتی تھیں ان کے لئے یہی حالت تھی حتیٰ کہ رحمت خدا کی طرف انتقال کیا اور بعد حضرت رسالت پناہ چھ ماہ بقولے پچھتر روز زندہ رہیں۔ بوقت رحلت وصیت کی کہ شیخین میرے جنازے پر نہ آنے پائیں چنانچہ امیر المومنینؑ نے نماز جنازہ پڑھکر بوقت شب انحضرت کو دفن کیا یہ امور نہ صرف شیعوں نے ہی اپنی معتبر کتابوں میں نقل و روایت کئے ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی کتاب ان کے یہاں معتبر نہیں چند مقامات میں از انجملہ باب خیبر میں روایت کی ہے بقدر حاجت اس سے یہ ہے۔ فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک

فہجرتہ فلم تتکلم بہ حتی توفیت وعاشت بعد النبی ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علی لیلا ولم یؤذن بہا ابا بکر وصلی علیہا یعنی پس انکار کیا ابوبکر نے اس سے کہ کچھ اس سے یعنی متروکات پیغمبرؐ سے فاطمہ کو دیوے پس اس سبب سے حضرت فاطمہؑ ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور مہاجرت کی اس سے اور کلام کرنا اس کے ساتھ چھوڑ دیا تا اینکہ وفات پائی اور زندہ رہیں بعد پیغمبر کے چھ مہینے بوقت رحلت ان کے شوہر علی بن ابیطالب نے رات کے وقت انکو دفن کیا اور ابوبکر کو اسکی خبر نہ کی اور نماز پڑھی انحضرت پر علیؑ نے اور یہ **روایت** صحیح مسلم میں بھی کتاب الجہاد میں مذکور ہے اور ابوبکر جوہری نے کتاب سقیفہ میں روایت کی ہے کہ فاطمہ نے ابوبکر سے کہا کہ میں کبھی تجھ سے کلام نہ کرونگی ابوبکر نے کہا میں ہرگز تمہارے ساتھ کلام ترک نہ کرونگا۔ انہوں نے کہا قسم بخدا میں دعائے بدکرونگی تجھپر ابوبکر نے کہا واللہ میں تمہارے لئے دعا خیر کرونگا جب وقتِ وفات فاطمہ نزدیک آیا تو وصیت کی کہ ابوبکر ان کے جنازہ پر نماز نہ پڑھے اس لئے رات کے وقت دفن ہوئیں اور **شیخ** عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ مشکل ترین قضایا قضیہ فاطمہ زہراؑ است زیراکہ اگر بگویم کہ او جاہل بود باین سنت یعنی حدیثیکہ ابوبکر نقل کردہ بعید است از فاطمہؑ واگر التزام کنم کہ شاید اتفاق نیفتا داور السماع این حدیث از انحضرت مشکل ترمے شود کہ بعد از استماع از ابی بکر وشہادت سائر صحابہ برآں چرا قبول نہ کرد ودر غضب آمد واگر غضب وپیش از استماع حدیث بود چرا برنہ گشت از غضب تا اینکہ استداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت کرد انتہیٰ۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ خلیفہ اول کو خلیفہ تو کیا مسلمان بھی نہ جانتی تھیں کہ ان سے مہاجرت کی اور تا دم مرگ کلام نہ فرمایا کسلئے کہ ایسا سلوک کسی مسلمان کیساتھ جائز وروا نہیں صحیح بخاری میں ہے لایحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلث لیال یعنی مسلمان کو حلال نہیں کہ تین شب سے زیادہ برادر مسلم سے مہاجرت کرے پس حضرت فاطمہؑ انکو مسلمان جانتیں تو کیونکر عمر بھر مہاجرت کرتیں اور **نیز** ابن ابی الحدید نے جوہری سے نقل کیا ہے کہ داؤد بن مبارک نے کہا کہ ہم ایکبار حج سے واپس آتے تھے۔ پس ہمنے عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن الحسن سے چند مسئلے دریافت کئے از انجملہ ہمنے ابوبکر و عمر کی نسبت انسے سوال کیا تو عبداللہ نے کہا یہ سوال میرے جد بزرگوار عبداللہ بن الحسن سے کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری ایک ماں صدیقہ بنت نبی مرسل تھیں وہ ایک انسان پر آخر وقت تک غضبناک رہیں پس ہم بھی ان کے غضبناک ہونیسے غضبناک ہیں اور **مروی ہے** کسی نے اولاد براکمہ سے حضرت امام رضاؑ سے سوال کیا کہ آپ ابوبکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سائل نے طلب جواب میں الحاح کیا تو حضرت نے فرمایا اسقدر جانتا ہوں کہ ہماری ایک مادر صالحہ تھیں انہوں نے انتقال کیا درحالیکہ انسے آزردہ وخشمناک تھیں اور پس از انتقال کوئی خبر ہمیں نہیں پہنچی کہ وہ انسے راضی ہوگئی ہوں۔ **مؤلف** کہتا ہے جبکہ دختر رسولخدا کا انحضرات پر غضبناک ہوکر انسے مہاجرت اختیار کرنا اور تا آخر عمر اُنکے ساتھ ہمکلام نہ ہونا کتب معتبرہ اہلسنت سے ثابت ہوچکا تو ہم صرف چند فضائل اس جناب کے ان ہی کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں اور اس تمام سے نتیجہ نکالنا ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں **بخاری** ومسلم وجمع بین الصحیحین وجمع بین الصحاح الستہ وغیرہ میں حضرت رسول خدا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی فاطمہ میری پارہ تن ہے جس نے اسکو غضبناک کیا اسنے مجھکو غضبناک کیا۔ اور نیز بخاری باب مناقب فاطمہؑ

بعض فضائل جناب سیدہؑ از کتب اہلسنت وجماعت

میں مذکور ہے فاطمہ سیدۃ نساء اھل الجنۃ اور صحیح مسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یا فاطمۃ الا ترضین ان
تکون سیدۃ نساء المومنین او سیدۃ نساء ھذہ الامۃ کہ اے فاطمہؑ تو راضی نہیں کہ جملہ زنان مومنین یا زنان اس امت کی سیدہ ہو
ہو اور مشکوٰۃ میں متفق علیہ بخاری و مسلم سے اور حلیہ میں حافظ ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا و
یؤذینی ما اذاھا یعنی فاطمہؑ میری پارہ بدن ہے جس نے اسکو تہمت لگائی اس نے مجھکو تہمت لگائی اور جس نے اس کو رنج پہنچایا اس
نے مجھے رنج پہنچایا ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں ایک عبارت لکھتا ہے کہ ماحصل اسکا یہ ہے کہ ایذاء
فاطمہؑ بموجب اس حدیث کے حرام ہے کیونکہ ان کی ایذا میں رسول اللہ کی ایذا ہے اور ایذا رسول اللہ کم ہو یا زیادہ بالاتفاق محرمات سے ہے
چونکہ آپ نے عموماً فرمایا کہ جس امر میں فاطمہؑ کو ایذا پہنچتی ہے مجھکو ایذا پہنچتی ہے پس جسکی طرف سے کوئی ایسا امر واقع ہو کہ موجب آزار فاطمہ ہو وہ
بیشک رسول اللہ کے آزار کا باعث ہوگا پس سب سے عظیم امر فاطمہؑ کا ایذا دینا ہے۔ تمام ہوا کلام ابن حجر کا۔ اور حق تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے
ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔ ترجمہ بہ تحقیق کہ جو لوگ خدا و رسولؐ کو ایذا
دیتے ہیں لعنت کرتا ہے خدا انکو اور مہیا کرتا ہے ان کے لئے عذاب مہین کو۔ صاحب تشئید نے کتاب مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی سے
نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا یا سلمان من احب فاطمۃ ابنتی فھو فی الجنۃ معی و من ابغضھا فھو فی النار
یا سلمان حب فاطمۃ ینفع فی مائۃ مواطن ایسر من تلک المواطن الموت والقبر والمیزان والمحاسبۃ فمن رضیت
عنہ ابنتی فاطمۃ رضیت عنہ رضی اللہ عنہ و من غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ غضبت علیہ و من
غضبتُ غضب اللہ علیہ یا سلمان ویل لمن یظلمھا و یظلم بعلھا علیا و ویل لمن یظلم ذریتھا و شیعتھا
یعنی اے سلمانؓ جو کوئی دوست رکھے فاطمہ زہراؑ میری دختر کو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا اور جو دشمن رکھے اسکو آتش جہنم میں ہوگا۔
اے سلمان دوستی فاطمہؑ کی سو مقام میں نفع پہنچاتی ہے کہ کمتر ان سے موت و قبر و میزان و حساب ہے پس جس سے میری دختر فاطمہ راضی ہوئی
میں اس سے راضی ہوں اور جس سے میں راضی ہوں خدا اس سے راضی ہے اور جسپر فاطمہ غضبناک ہوئیں میں اسپر غضبناک ہوں اور جسپر
میں غضبناک ہوا حقتعالیٰ اس پر غضبناک ہے اے سلمان ویل و عذاب ہے اسکے لئے جو اسپر یا اسکے شوہر علیؑ بن ابیطالب پر ظلم کرے
فائدہ خواجہ نصر اللہ کابلی نے صواقع میں اور اسکی تقلید سے شاہ عبد العزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ حدیث میں وعید بلفظ اغضاب
(غضبناک کرنا) واقع ہے نہ بلفظ غضب (غضبناک ہونا) یعنی عبارت حدیث یہ ہے من اغضبھا فقد اغضبنی کہ جس نے فاطمہؑ کو
غضبناک کیا اس نے مجھکو غضبناک کیا۔ یہ نہیں من غضبت علیہ غضبتُ علیہ کہ جس پر فاطمہؑ غضبناک ہوئی میں اسپر غضبناک ہوا پس
چونکہ ابو بکر نے بارادہ فاطمہؑ کو غضبناک نہیں کیا تو اسکو اس حدیث سے کیا اندیشہ ہے۔ **واضح** رہے کہ یہ کمال چالاکی و فریب دہی عوام ہے تشئید
المطاعن میں اس ملمع کاری کی اچھی طرح پر قلعی کھولدی گئی ہے یہاں پر صرف اسقدر کافی ہے کہ حدیث مذکور بلفظ اغضاب و غضب دونو واقع
اور دونو طریق سے کتب اہلسنت میں صحیح و ثابت ہے چنانچہ روایت مودۃ القربیٰ جو ابھی اوپر گذری اسمیں ہے من غضبت علیہ ابنتی فاطمۃ

غضبت علیہ یعنی جسپر میری بیٹی فاطمہ غضبناک ہوئی میں اسپر غضبناک ہوا اور اس سے بڑھکر اہل سنت نے نقل کیا ہے ان اللہ یغضب لغضب فاطمہ ویرضی لرضاھا یعنی جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ تحقیق حق تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے غضبناک ہونے فاطمہ پر اور راضی ہوتا ہے ان کے رضامند ہونے پر شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں بصحت پیوستہ کہ پیغمبر خدا فرمود فاطمہ بضعۃ منی من اذا ھا فقد اذانی و من ابغضھا فقد ابغضنی ونیز آمدہ ان اللہ یغضب لغضب فاطمہ ویرضی لرضاھا اور مثل اسکے دیگر کتب معتبرہ میں مثل کنز العمال ملا علی متقی اور الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ و اسد الغابہ و مستدرک وغیرہ کے یہ حدیث مروی و ماثور ہے اور مستدرک میں بعد نقل حدیث لکھا ہے ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ کہ اس حدیث کی سندین صحیح ہیں اور نہیں اخراج کیا اسکو مسلم و بخاری نے پس یہ حدیث جسکی صحت میں چون وچرا نہیں ہوسکتا جیسے صاف صاف اسپر دلالت کرتی ہے کہ خلیفہ اول پر جناب سیدہ کے غضبناک ہونے سے حقتعالیٰ غضبناک ہوا ویسا ہی اس جناب کا جمیع گناہان صغیرہ و کبیرہ سے معصوم و مطہر ہونا بھی اس سے ظاہر و باہر ہے کیا معنی کہ جب حق تعالیٰ ہمیشہ بطریق عموم ان کی ناراضگی سے ناراض اور رضامندی سے راضی وخوشنود ہے تو ضرور ہے کہ جمیع افعال و اعمال ان کے حق وصدق مرضی و پسندیدہ جناب باری ہوں اور یہی معنی عصمت کے ہیں۔ فللہ الحمد **سوال** اگر فدک درحقیقت حق فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا تھا تو حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے عہد خلافت میں کیوں اسپر تصرف نہ فرمایا اور کس لئے انکے دیگر ورثہ تک اسکو نہ پہنچایا۔ **جواب** اسکا دوطرح پر ہے ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی یہ کہ پیشتر بروایت صاحب شرح مواقف گذرا کہ آنحضرت نے ابوبکر کے سامنے شہادت دی کہ پیغمبر خدا نے فدک فاطمہ زہرا کو ہبہ کیا ہے پس وہ حضرت بالیقین اسکو حق فاطمہ جانتے تھے ورنہ گواہی کسطرح دیتے علی ہذا نہج البلاغہ میں کہ حسب افادہ سعدالدین تفتازانی صاحب شرح مقاصد وغیرہ علماء معتبر اہلسنت بلاشبہ کلام جناب امیرؑ ہے مذکور ہے کہ آنحضرت نے عثمان بن حنیف انصاری اپنے عامل کو خط میں لکھا بلیٰ کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء فشحت علیھا نفوس قوم وسخت عنھا نفوس آخرین ونعم الحکم للہ یعنی ہاں ہمارے ہاتھ میں کل اشیاء سے جن پر آسمان سایہ افگن ہے ایک فدک تھا پس حرص و بخل کیا اس پر ایک قوم نے اور سخاوت کی اور درگذری اس سے دوسری قوم اور عمدہ حاکم حق تعالیٰ ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ حضرت فدک کو بواسطہ فاطمہ زہرا اپنا مال جانتے تھے پس کس لئے اپنے عہد خلافت میں آپ نے اسپر تصرف نہ فرمایا اور انکے وارثوں کو نہ دیا۔ پس جو جواب اسکا اہل سنت دیں وہی شیعوں کی طرف سے قبول فرمائیں۔ **لیکن** جواب تحقیقی یہ ہے کہ آنحضرت کو زمان خلافت اپنی میں بھی چونکہ پیروان خلیفہ اول وثانی اسوقت بھی بکثرت وشوکت موجود تھے ارتکاب تقیہ سے چارہ نہ تھا اجراء سنت ہائے رسول اللہ پر کماحقہ تب بھی قدرت نہ رکھتے تھے چنانچہ آپ کا ارشاد لو استوت قدمای فی ھذہ المداحض لغیرت اشیاء اگر میرے دو قدم ان لغزشوں میں قرار پکڑتے تو میں بہت سی باتوں کو بدل دیتا۔ اس پر کافی دلالت رکھتا ہے اور مشہور ہے کہ بدعت تراویح کو کہ مروجہ خلیفہ ثانی تھی آپ نے منع کرنا چاہا تو لوگ آمادہ فساد ہوگئے چنانچہ جلد خلافت میں مفصل گذرا پس جبکہ عام سنتہائے رسول اللہ کو پھیلانے اور بدعات کو محو کرنے پر قادر نہ تھے تو فدک میں خود تصرف کرنا یا اپنی اولاد وامجاد کو اسپر قبضہ دینا کہ ذاتی نفع پر مبنی تھا کس طرح ممکن تھا

جواب تحقیقی

علاوہ برایں ہر شخص کو اپنا حق چھوڑنے اور اپنے فائدے سے دستبردار ہونیکا اختیار حاصل ہے اور کوئی عیب و عار اسمیں نہیں عیب و عار
ہے تو اسمیں کہ دوسروں کے حق پر بظلم تصرف کیا جائے چنانچہ حضرت امیرؑ خود فرماتے ہیں لا یعاب المرء بتاخیر حقہ انما یعاب من اخذ
ما لیس لہ یعنی اگر آدمی اپنے حق کے لینے میں تاخیر کرے تو کوئی عیب اسمیں نہیں عیب کی بات یہ ہے کہ دوسروں کا حق ظلم لیلے پس اگر امیر المومنینؑ
نے بھی کہ دنیا کو تین طلاق دیچکے تھے باوجود قدرت واختیار برضا و رغبت تصرف فدک سے کنارہ کشی کی تو کیا مضائقہ اسمیں ہے وہ حضرت
نامہ عثمان بن حنیف مذکورہ میں فرماتے ہیں۔ وما اصنع بفدک وغیر فدک والنفس مظانها فی جدث ینقطع فی ظلمته آثارها
ویغیب اخبارها وحفرة لو زید فی فسحتها واوسعت یدا حافرها لاضغطها الحجر والمدر وسد فرجها التراب المتراکم وانما
هی نفسی اروضها بالتقوی لتاتی آمنة یوم الخوف الاکبر وتثبت علی جوانب المزلق یعنی میں فدک اور غیر فدک کو لیکر کیا کروں حالانکہ کل
قرارگاہ نفس وہ قبر ہوگی جس کی تاریکی میں اسکے آثار منقطع اور اسکے اخبار غائب ہوجائینگے اور وہ گڑھا پیش آئیگا کہ اگر اسکو فراخ کیا جائے اور اسکا
کھودنیوالا دونوں ہاتھوں کو پھیلائے تو ہر آئینہ ڈھیلے اور پتھر اسقدر گریں کہ اور بھی تنگ ہوجائے اور اتنی مٹی گرے کہ کوئی رخنہ باقی نہ رہے میں
اپنے نفس کو تقوے سے ریاضت دیتا ہوں اور ترک لذات سے اسکو رام بناتا ہوں تاکہ بروز خوف اکبر امن سے رہے اور کنارہ ہائے صراط پر
کہ محل لغزش اقدام ہے ثابت قدم ہو۔ اور یہی حال ہے باقی ورثہ کا کس لئے کہ فریقین سے کسی نے نقل نہیں کیا کہ کوئی انکے عہد خلافت امیر المومنینؑ
میں اسکا دعویدار ہوا ہو اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ ان تمام حضرات کو تاسی وپیروی جناب سیدہؑ کی مدنظر تھی یعنی جس شے سے وہ جناب منتفع نہ ہوئیں
اور اس کے سبب سے آخر عمر تک مبتلائے غم و غصہ رہیں انہوں نے بھی اس سے متمتع ہونیکو اپنے رنج والم کا باعث جانکر ترک فرمایا اور موافقت
ومشارکت حال اس معصومہ کو ملحوظ ومنظور رکھا۔ **سوال** بعض خلفاء بنی امیہ وبنی عباس نے اپنے عہد حکومت میں فدک کو ورثۂ فاطمہؑ پر رد کیا چنانچہ
عمر بن عبد العزیز نے اسکو امام محمد باقرؑ کو واپس کیا اور مامون عباسی نے امام رضا علیہ السلام کے حوالہ کیا حتیٰ کہ یہ خبر مشہور دیار وامصار ہوئی اور
شعراء نے اسمیں قصائد لکھے از انجملہ ایک شعر دعبل خزاعی کا یہ ہے ؎ لقد اصبح وجه الزمان وقد ضحکا • لرد مامون هاشما
فدکا ۔ یعنی روشن ہوا روئے زمانہ وخنداں ہوا بباعث رد کرنے مامون کے فدک کو طرف بنی ہاشم کے پس انحضرات نے کہ ائمہ طاہرین سے
تھے کس لئے تاسی واقتدا جناب فاطمہؑ کی نہ فرمائی۔ اور کیوں اسکو قبول کیا۔ **جواب** ہم نہیں کہتے کہ یہ تاسی واقتدا واجب ولازم تھی کہ سوال
وارد ہو۔ بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ فدک حق وارثان جناب سیدہؑ تھا بعض نے مثل امیر المومنین وحسنین علیہم السلام نظر بموافقت ومشارکت حال
اس مظلومہ کے کہ تمام قصہ انکی آنکھوں کے سامنے گذرا تھا اسپر تصرف نہ فرمایا۔ اوروں نے مقولہ حق بحقدار رسید پر عمل کیا اور جو ملا لے لیا۔
علاوہ برایں امام محمد باقرؑ وامام رضاؑ کی حالت جدا تھی اور امیر المومنین وحسنین علیہم السلام کی علیحدہ انمیں سے ایک کو دوسرے کی حالت پر قیاس
کرنا قیاس مع الفارق ہے انحضرات کو خلفاء وقت نے کہ خلفاء ثلثہ کے پیرو اور انکی حقیقت کے قائل تھے فدک واپس دیا تھا پس انکے اس فعل
سے ظاہر ہوا کہ فدک درحقیقۃ حق فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا تھا کہ اب ان کے ورثا کو دیا گیا اور خلفاء ثلثہ برسر ناحق تھے کہ اسکو نہ دیتے تھے چنانچہ
صاحب مجالس المومنین نے نقل کیا ہے کہ جب عمر بن عبد العزیز نے اسکو رد کیا تو معاندان قریش ومنافقان شام نے کہ اس کے گرد پیش جمع تھے

اسکو ملامت کیا اور کہا قد طعنت علی الشیخین کہ تونے رد فدک سے ابوبکر و عمر کے فعل پر اعتراض کیا پس یہ مصلحۃ تھی کہ آنحضرت نے اسکو بطیب و خاطر قبول و منظور فرمایا بخلاف امیر المومنین کے کہ ان کا اپنے عہد خلافت میں اپنے تسلط کے وقت اسپر متصرف ہونا اس مصلحۃ سے خالی تھا۔ **حکایت** کامل بہائی میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک روز خلوت میں خلیفہ اول کے پاس حاضر تھا اور خلیفہ ثانی بھی وہاں موجود تھے حجّاب کو کہہ رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دین کہ یک ناگاہ ایک پیر مرد بلند بالا نیک محضر ہمارے سامنے نمودار ہوا ردائے سرخ و بش پر اور نعلین پاؤں میں رکھتا تھا آگے آکر سلام کیا ابوبکر نے بیٹھنے کا اشارہ کیا اس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں ایک مرد حجاج سے ہوں میری ہمسائے میں ایک عورت رہتی ہے اسکا باپ مرگیا ہے اس نے کچھ زمین اسکو دی تھی جس سے اسکی اوقات بسر ہوتی تھی۔ والی شہر نے بتعدی اس سے وہ زمین چھین لی اور اسکا محصول خود لیتا ہے۔ عورت نے مجھ سے کہا تھا کہ مدینہ میں میری مظلومی کا حال خلیفہ وقت کی روبرو بیان کرنا ابوبکر نے کہا لا کرامۃ للغادر الفاجر کہ غدار فاجر بدکار کی ہمارے نزدیک کوئی عزت و حرمت نہیں عمر نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ کسی کو بھیج کہ اس ظالم ستم پیشہ کو دستگیر کرلائے۔ شیخ نے یہ کلام شیخین سے سنا تو وہاں سے پلٹا اور کہتا تھا فمن اظلم ممن یظلم بنت رسول اللہ کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو دختر رسول خدا پر ظلم کرے۔ ابوبکر نے چلاکر کہا ردوہ ردوہ اسکو واپس لاؤ اسکو واپس لاؤ ایک مرد اس کے پیچھے دوڑا ادہر دیکھا اُدہر دیکھا کہیں اسکا نشان نہ پایا دربانوں سے دریافت کیا کہ وہ کون شخص تھا اور کہاں سے آیا تھا سب نے کہا ہمنے کسی کو اندر آتے یا باہر جاتے نہیں دیکھا۔ ابوبکر کو تردد ہوا اور عمر سے کہا تونے دیکھا انہوں نے کہا ہمکو وادی جن میں اس سے بھی عظیم تر واقعہ پیش آیا تھا بتحقیق کہ شیطان مومن و حاکم کو پیش آتا ہے تاکہ آزمائے اور گمراہ کرے ناگاہ ایک ہاتف کی آواز ہمارے کان میں آئی کہ یہ اشعار پڑھتا ہے ؎

یا من تحلی باسم لا یلیق بہ ÷ اعدل علی آل یاسین المیامینا[1] ÷ اتجعل الخضر ابلیسا لقد ذہبت ÷ بک المذاہب من بین المضلینا ÷ نحن الشہود و قد ولت علی فدک ÷ بنت الرسول مینا غیر مغبونا ÷ فاللہ یعلم ان الحق حقہم ÷ لا حق تیم و لا حق العدینا ÷ و قد شہدت اخا تیم وصبۃ ÷ للاصلع الہادی القوام بالدینا ÷ لا تختم اخا تیم باحسن ÷ ما خصہ اللہ من بین الوصیینا ÷ حض النبی علیا یوم فارقہ ÷ بالعلم والحلم والقرآن والدینا ÷

اس پر ابوبکر و عمر دونو ڈرے اور حال ان کا متغیر ہوگیا ناگاہ قاصد امیر المومنین نے پہنچکر ابن عباس سے کہا احب ابن عمّک کہ تمہارے پسر عم تمکو بلاتے ہیں چلئے ابوبکر نے انکو قسم دی کہ یہ راز کسی پر افشا نہ کرنا عبداللہ کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے مجھکو دیکھا تو تبسم ہوئے حتی کہ دندان مبارک نمایاں ہوئے اور فرمایا اے پسر عم قسم رحم و قرابت کہ تجھکو وہ اشعار یاد ہیں یا نہیں کہا ہاں یاد ہیں الا دو شعر ان سے۔ علی علیہ السلام نے تمام قصہ بیان کیا اور تمام اشعار پڑھے اور فرمایا خضر اسوقت میرے پاس تھے اور جو کچھ ان کے اور اس قوم کے درمیان گذرا تھا سب مجھ سے

[1] یعنی اے وہ شخص کہ جلوہ کیا ہے اس نے اس نام سے کہ جس کے وہ لائق نہ تھا۔ آل یاسین یعنی اہلبیت اطہار سے کہ مبارک و میمون ہیں بعدل و انصاف پیش آ تو خضر کو ابلیس بناتا ہے بتحقیق کہ اور گمراہوں کی طرح گمراہ ہوا ہے ہم گواہ ہیں کہ بنت رسول اللہ فدک کی مالک ہوئیں امانت کے ساتھ بلا غبن و خیانت خدا جانتا ہے کہ یہ حق انکا حق ہے نہ تیم (ابوبکر) اور بنی عدی (عمر) کا حق ہیں اے برادر بنی تیم تو جانتا ہے اور تونے دیکھا ہے کہ آنحضرت نے علی کے سپرد کیا کہ ہادی امت ہیں اور دین کے قائم و درست رکھنے والے ہیں اپنا وصی و جانشین مقرر کیا ہے اے برادر تیمی تو ابوالحسن علی علیہ السلام کو آزردہ نہ کر اس چیز میں کہ حق تعالی نے اسکو اوصیا کے درمیان ان سے مخصوص کیا ہے رسول خدا نے بروز وفات آنحضرت کو علم و حلم اور قرآن اور دین سے خصوصیت بخشی ہے۔ ۱۲ ۔ منہ

بیان کیا پھر کہا ما ابتلے احدٌ باحدٍ کما ابتلی ابوبکر بعمر و ما عادی احد قوماً اشد من معاداۃ عمر لاھل بیت الرسول کہ بتلا نہیں ہوا کوئی شخص کسی میں جیسا کہ ابوبکر عمر میں مبتلا ہوا اور دشمنی نہیں کی کسی نے کسی قوم کیسا تھ جسقدر کہ دشمنی کی عمر نے اہلبیت رسولؐ اللہ سے۔

بعضے از بیبا کیہائے خالد بن ولید

معلوم ہوتا ہے کہ خالد ولید کی قوت اور طاقت پر حضرات شیخین کو بہت بھروسہ تھا اور وہ سمجھے ہوئے تھے کہ اگر امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ ومقاتلے کی حاجت ہوئی تو وہی اس مشکل کو آسان کریگا خاصکر حضرت عمر کو تو اس کی شجاعت پر بہت ہی تکیہ تھا۔ اور اس نے بھی ان سے کہہ رکھا تھا کہ میں اس مہم کو بخوبی انجام دے سکتا ہوں پس وہ جانتے تھے کہ جب چاہیں گے اس کے ہاتھوں قتل کرا دیں گے۔

نقل ہے ۔ کہ جب مقدمہ فدک میں حضرت امیر المومنینؑ نے شیخین پر حجت تمام کی اور جناب سیدہ نے مسجد رسول اللہ میں آکر پہلے طواف مرقد منور آنحضرت کا کیا اور پھر شکایت روزگار وجفار منافقان غدار میں چند اشعار پڑھے کہ در ودیوار سے صدائے گریہ بلند ہوئی تو عمر وابوبکر بہت گھبرائے اور باہم کہنے لگے کہ دیکھا آج علیؑ نے ہمارے ساتھ کیا کیا اگر ایک دومرتبہ ایسا معارضہ وہ اور عمل میں لائے تو کار خلافت میں ضرور خلل پڑے گا پس اول نے ثانی سے کہا کہ اس کی تدبیر کرنی چاہئے عمر نے کہا خالد ولید کو امر کر کہ علیؑ کو قتل کرے اور تیرے دل کو اس تشویش سے نجات دے ابوبکر نے خالد کو بلوایا اور کہا ہمکو ایک کار عظیم تجھ سے لینا ہے اس نے کہا جو کچھ کہ چاہو ہر چند وہ قتل علیؑ ابن ابیطالب ہی کیوں نہ ہو دونوں نے کہا ہمارا مدعا یہی ہے پس یہی قرار پایا کہ جب وہ جناب مسجد میں مشغول نماز جماعت ہوں تو خالد تلوار لئے ان کے پہلو میں منتظر رہے ابوبکر کے سلام پھیرتے ہی بضرب شمشیر آنحضرت کا کام تمام کرے۔ اسماء بنت عمیس نے کہ اسوقت ابوبکر کی زوجیت میں تھیں یہ باتیں سنیں علانیہ اسکا اظہار مناسب نہ جان کر اپنی کنیز کو کہا کہ تو علیؑ کے گھر جا اور میرا سلام ان کو پہنچا۔ اور اس آیہ کو (مومن آل فرعون نے حضرت موسیٰ کو اس کے ساتھ خبردار کیا تھا) آنحضرت کے سامنے قرائت کر ان الملاء یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین یعنی اشراف قوم فرعون تیرے بارے میں مشورہ کرتے ہیں تاکہ تجھکو قتل کریں پس تو باہر نکل جا بتحقیق کہ میں تیرے لئے نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں اور لونڈی کو کہدیا کہ اگر نہ سمجھیں تو دوبارہ سہ بارہ اسکو تکرار کرنا اس نے جا کر اسماء کا سلام آنحضرت کو پہنچایا اور آیہ شریفہ کو تلاوت کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا اپنی خاتون کو میرا سلام کہہ اور کہہ کہ انکا یہ ارادہ بامر الہی عمل میں نہ آئیگا اور نیز فرمایا اگر وہ مجھکو قتل کریں تو پھر ناکثین قاسطین مارقین کے ساتھ کون جنگ کرے صبح ہوئی تو حضرت نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور براہ تقیہ ابوبکر کے پیچھے بہ نیت فرادی نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے خالد شمشیر بستہ آپ کے پہلو میں کھڑا ابوبکر کے سلام کا منتظر تھا۔ لیکن ابوبکر تشہد کیواسطے بیٹھے تو انکو تردد ہوا چونکہ سطوت حیدر کرار سے واقف تھے۔ فتنہ سے ڈرے اور دریائے فکر میں غوطہ زن ہوئے زبان سے بار بار تشہد کو کہتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے تا اینکہ ماموین کو گمان ہوا کہ نماز میں سہو ہوا ادھر قریب تھا کہ آفتاب نکل آئے لاجرم خالد سے کہا لاتفعل ما امرتک یا خالد اے خالد جو کچھ میں نے تجھے حکم کیا تھا نہ کرنا یہ کہکر سلام پھیرا امیر المومنینؑ نے خالد سے پوچھا کیا امر کیا تھا تجھکو، کہا تمہارے قتل کو کہا تھا فرمایا کیا تو ایسا کرتا اس نے کہا اگر قبل سلام

ممانعت نہ کرتا تو البتہ یہ امر واقع ہوتا حضرت کو غیظ آیا اور بزور ید اللہی اس کو پکڑ کر زمین پر پٹکا اور انگشت نر و انگشت درمیانی سے اس کی گردن کو دبایا اور ایک نعرہ حیدری مارا کہ قریب تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل جائے کپڑے نجاست میں آلودہ ہو گئے ہاتھ پیر ہلاتا تھا مگر حرف زبان سے نہ نکلتا تھا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ یہ تیری نحس رائے کا نتیجہ ہے مجھکو پہلے سے معلوم تھا کہ اسکا یہ انجام ہوگا خدا کا شکر ہے کہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے بس جو کوئی آگے جاتا کہ پنجۂ شیر خدا سے اس روباہ کو نجات دے حضرت بہ نگاہ تند قہر آلود اس کی طرف دیکھتے وہ خوف کھا کر الٹے پاؤں پھر جاتا۔ ابوبکر نے عباس بن عبد المطلب عم مکرم اس جناب کو بلوایا۔ انہوں نے قبر و صاحب قبر (رسول اللہ) اور حسنینؑ اور انکی مادر گرامی کی قسمیں دیں اسوقت غصہ فرو ہوا اور اسکو رہا کیا عباسؓ نے پیشانی نورانی کو بوسہ دیا اور امتنان ظاہر کیا۔ اور کتب معتبرہ میں منقول ہے کہ غصب فدک کے بعد حضرت امیرؑ نے ابوبکر کو ایک نامہ بہت تہدید و عتاب کا لکھا اور وعید شدید اسمیں درج کیا ابوبکر نے خط کو پڑھا تو خوف انپر غالب ہوا اور چاہا کہ فدک و خلافت دونو آنحضرت پر رد کریں عمر نے کہا مینے تیرے لئے زلال حکومت کو صاف کیا تاکہ سیراب ہو مگر تو ویسا ہی پیاسا رہا چاہتا ہے جیسا کہ پہلے سے تھا میں نے عرب کے سرکشوں کی گردنیں تیرے آگے جھکا دیں تو اسکی قدر نہیں کرتا یہ علی ابن ابیطالب ہے جس نے بزرگان قریش کو قتل کیا اور خاندان ان کے خاندان اسکے ہاتھ سے تباہ ہو گئے اب اسکی بھی تدبیر کئے دیتا ہوں اور قبل اسکے کہ تجھکو اس سے کچھ ایذا پہنچے تیرے دل کو اس طرف سے مطمئن کرتا ہوں ابوبکر نے کہا اے عمر تجھکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنی ان غلط کاریوں سے باز آ واللہ کہ اگر علیؑ ہمارے قتل کا ارادہ کرے تو بغیر اس کے کہ داہنے ہاتھ کو کام میں لائے فقط بائیں ہاتھ سے ہم دونوں کو مار سکتا ہے صرف تین امر ہیں جنسے ہم اسکے ہاتھ سے بچے ہوئے ہیں اوّل یہ کہ وہ تنہا ہیں یار و مددگار نہیں رکھتے۔ دوسرے وصیت رسولؐ اللہ کا خیال ہے کہ ان کو تلوار اٹھانے سے منع کیا تیسرے یہ کہ قبائل عرب کے دلوں میں انکی طرف سے کینے بھرے ہوئے ہیں اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو خلافت کبھی کی انکی طرف رجوع کر گئی ہوتی تجھکو روز احد کی کیفیت فراموش ہو گئی جبکہ ہم سب بھاگ گئے تھے اور علی تلوار کھینچکر تن تنہا نرغۂ اعدا میں گھس گئے اور ان کے بہادروں اور علمداروں کو تیغ بیدریغ کھینچا تو خالد کی باتوں پر نہ جائیو اسکا ہرگز مقدور نہیں کہ اس کو قتل کر سکے اگر یہ ارادہ کیا تو جو شخص اول آنحضرت کے ہاتھ سے مقتول ہوگا وہ خالد ہوگا۔ **مجلسی** علیہ الرحمہ ان روایات کی نقل کے بعد حق الیقین میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ اہلسنت ابوبکر و عمر کا خالد ولید کو قتل امیر المومنین پر مامور کرنا چھپاتے ہیں اور اپنی اکثر کتابوں میں اس کا ذکر نہیں کرتے مگر ابوبکر کا سلام سے پہلے کلام کرنا اور خالد ولید سے مخاطب ہونا انہوں نے نقل کیا ہے اور یہ قرینہ واضح ہے صحت روایات شیعہ پر اس باب میں اور بحار میں کہتے ہیں اعلم ان ھذہ القصۃ من المشھورات بین الخاصۃ والعامۃ وان انکرہ لبعض المخالفین جان تو کہ یہ قصہ مشہور قصوں میں سے ہے درمیان سنی و شیعہ کے گو بعض مخالفین نے اسکا انکار کیا ہے اس کے بعد ابن ابی الحدید کا اپنے استاد نقیب ابوجعفر یحیی بن ابی زید سے سوال کرنا اور اس کے جواب کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے نقیب مذکور سے سوال کیا کہ مجھکو تعجب ہے کہ علی علیہ السلام رسولؐ اللہ کے بعد اتنی مدت دراز کیونکر زندہ و سلامت رہے اور کیوں اپنے گھر کے اندر ہی قتل نہیں کر دیئے گئے حالانکہ دلوں میں ان کی عداوت کی آگ شعلہ زن تھی اور سینے ان کے کینے سے معمور تھے۔ نقیب نے کہا آنحضرت نے اپنی

پہلی وضع وقطع بدل ڈالی تھی بجائے جنگ جوئی وتیغ زنی وسرافشانی کے وہ زہد وعبادت ونماز وتلاوت میں مشغول رہنے لگے تھے رخسارونکو خاک پر رکھنا اور پیشانی کوزمین پر گھسنا اپنا شعار بنالیا تھا۔ اگر ایسا نہ کرتے توضرور قتل ہوجاتے مگراب انکا حال مثل اس قتال کے ہوگیا تھاجو اپنی حرکت پر نادم اوراس سے تائب ہواورترک دنیاکرکے رہبانیت اختیار کرے اوراختلاط مردم چھوڑکرکوہ وصحرا میں سیاحت کرتا پھرے۔ پس انحضرت نے بھی والیانِ امر کی اطاعت میں کمی نہ کی اوران کے آگے اپنے تئیں خوار وخاکسار بنالیا پس ان کوانکے ساتھ کوئی وجہ پرخاش باقی نہ رہی اوراورلوگوں نے بھی جب حکام کامیلان اس طرف نہ دیکھا توسکوت اختیار کیا کیونکہ یہ کام بلااعانت وسرپرستی حکام چل نہ سکتا تھا اورسب سے زیادہ معقل حصین واستوار اجل ہے چونکہ انحضرت کی زندگی باقی تھی کسی سے کچھ نہ ہوسکا۔ پھر پوچھا آیا قصہ خالداورابوبکروعمر کا قتلِ علیؑ پراسکومامور کرنا درست ہے اس نے کہا کچھ لوگ سادات علوی سے اسکونقل کرتے ہیں اورایک شخص نے زفر بن ہذیل شاگرد ابوحنیفہ سے سوال کیا کہ آیا بموجب قول ابوحنیفہ نماز سے بغیر سلام پھیرنے کے فعل کثیر یا کلام یا حدث صادر کرکے نکلجانا جائز ہے زفر نے کہا ہاں جائز ہے جیسا کہ ابوبکر نے تشہد میں کلام کیا اس مرد نے کہا کیا کہا ابوبکر نے اورکیا کلام تھا وہ زفر نے کہا تجھکو اس سوال کی ضرورت نہیں دوبارہ پوچھا توکہا اسکونکالدو یہ اصحاب ابوالخطاب سے ہے۔ ابن ابی الحدید نے نقیب سے پوچھا کہ تواس بارہ میں کیا کہتا ہے تواس نے تقیہ کیا اورکہا امامیہ اسکوروایت کرتے ہیں مگر میں بعید جانتا ہوں۔ **پھر** مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں کہتے ہیں کہ فضل بن شاذان نے کتاب ایضاح میں اس قصہ کوچند فقہائے اہلسنت سے اسی طرح پرنقل کیا ہے جسطرح کہ مذکور ہوا اورکہا ہے کہ سفیان بن عیینہ اورابن حیؔ اور وکیع سے سوال کیا گیا کہ تم ابوبکر کے اس فعل میں کیا کہتے ہو توانہوں نے کہا کاربد تھا جوکہ تمام نہ ہوا اورایک جماعت نے اہل مدینہ سے کہا ہے کہ اصلاح امت کے لئے کہ تفرقہ سے محفوظ رہیں ایک شخص کاقتل روا ہے چونکہ علیؑ لوگوں کوبیعتِ ابوبکر سے روکتے تھے اس لئے ابوبکر نے ان کے قتل کاحکم دیا اوربعض بخوف فضیحت تمام قصہ کونقل نہیں کرتے صرف اصل تمہید ابوبکر خالد ولید کے ساتھ کہ جب میں سلام پھیروں توتوفلاں کام کرنا اورپھراس کے پشیمان ہونے اورقبل سلام یہ کہنے کویہ یاخالد لاتفعل ماامرتک حکایت کرتے ہیں اوراسی فعل ابوبکر کوسلام سے پہلے جوازکلام کی دلیل گردانتے ہیں۔ پھر فضل بن شاذان کہتا ہے کہ کسی نے ابویوسف شاگرد ابوحنیفہ قاضی بغداد سے دریافت کیا کہ کیا کلام تھاجوکہ ابوبکر نے خالد سے کیا اس نے کہا خاموش رہ تجھکواس سے کیا مطلب قسم بخدا کہ اگر علیؑ مطیع ابوبکر اوراسکی بیعت پررضامند تھے توکوئی ظلم اس سے بڑھکر دنیا میں نہیں کہ ناحق ایک مرداہل جنت کے قتل کا امر کیا جائے اورجو وہ اس بیعت سے کارہ اوراسپرراضی نہ تھے تویہ عین مذہب شیعہ ہے کہ ابوبکر نے بظلم انپر تقدم کیا۔ **مولفؔ** کہتا ہے کہ ان روایات وحکایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل قصہ کہ شیخین نے خالد ولید کوانحضرت کے قتل پرمامور کیا اوروہ اس پرآمادہ وتیار ہوگیا کتب اہلسنت میں بھی موجود ہے پس اب دیکھنا چاہیئے کہ انحضراتؑ کونفس رسولؐ کے ساتھ کسقدر عداوت تھی کہ مال ومنصب لیکر بھی بس نہیں کرتے تھے اوردرپے اس کے تھے کہ وجود ذی جود انحضرت کا جس سے بیخ اسلام قائم ہوئی تھی صفحہ دہر سے اسکانشان مٹادیں مروی ہے کہ اس روز سے ابن ولید پلید کوآپ کے ساتھ سخت عداوت ہوگئی اوروہ اس تاک میں رہنے لگا کہ موقعہ ملے تواس فضیحت ورسوائی کااس جناب سے بدلہ لے

قصۂ حکم کردن قتل امیرالمومنینؑ ابوبکر [illegible] خالد ولید را

حتیٰ کہ ایک روز پیشگاہ خلافت سے کسی مہم پر مقرر ہو کر معہ لشکر و سامان اس طرف کو جا رہا تھا کہ راستہ میں حضرت امیرؑ کبیر کو کسی اپنے مزرعہ میں کھڑا دیکھا خالد کثرتِ سلاح سے گویا غرق دریائے آہن تھا اور انبوہِ سپاہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حضرت خالی ہاتھ یکہ و تنہا کھڑے ہوئے تھے لاجرم اسکی رگ جلاوت جنبش میں آئی اور قدم آگے بڑھایا اور قریب پہنچکر گرز اٹھایا کہ آنحضرت پر لگائے آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے چھین لیا اور اسکو بھی زین پر سے کھینچ لیا پس اس گرز کو موڑ کر بطور طوق اسکی گردن میں ڈالدیا بروایتے حضرت نے خود خالد کو اس حال میں دیکھکر کہا اے پسر ولید کیا اس روز جو کچھ ابوبکر نے تجھے امر کیا تھا تو عمل میں لاتا۔ کہا ہاں اگر اسکی رائے نہ بدلتی تو میں تمہارا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا حضرت کو غیظ آیا اور اچھل کر خالد کی گردن پکڑ لی اور نیچے اتار لیا۔ اور فرمایا اے پسر بخنار (زن ختنہ ناکردہ) تیری یہ مجال کہ میرے ساتھ اس طرح پیش آئے اور کشاں کشاں آسیا حارث بن کلادہ کے پاس لے گئے تمام لشکر کھڑا دیکھ رہا تھا اور رعب و جلال آنحضرت سے کسی کو مجال دم مارنے کی نہ تھی۔ اور حال انکا یہ تھا کہ گویا ملک الموت نے مسلط ہو کر ان کی روح کو نکال کر ان کے کفِ دست پر رکھدیا ہے۔ پس آپ نے قطب آسیا (چکی کی درمیانی کیل) کہ ایک موٹی آہنی سلاخ تھی نکال لی اور اسکو خالد کی گردن میں اسطرح لپیٹ دیا جیسے کوئی چمڑے کے تسمے کو لپیٹتا ہے پس خالد جس مہم کو جاتا تھا اسے بھول گیا اور وہ طوق گردن میں پہنے ابوبکر کے پاس آ کر حال بیان کیا خلافت مآب نے آہنگرانِ مدینہ کو بلا کر حکمدیا کہ وہ ہنسلی اسکی گردن سے دور کریں سب نے کہا بغیر اس کے کہ اسکو آگ میں دیں علیحدگی ممکن نہیں لاجرم خالد چند روز اس خواری میں سراسیمہ و سرنگوں رہا جو اسکو دیکھتا مضحکہ کرتا حتیٰ کہ امیر المومنینؑ اپنے مزرعہ سے تشریف لائے ابوبکر خالد کو حضرت کی خدمت میں لیگئے اور زبان شفاعت و عذرخواہی کھولی اور عفو تقصیر کی درخواست کی سید اوصیا نے فرمایا کہ اس بدبخت نے شکوہ لشکر کو اپنے ساتھ دیکھا تو مغرور ہوا اور چاہا کہ مجھپر غلبہ پائے جرأت و جسارت کی اور اس حال کو پہنچا جملہ صحابہ نے حضرت سے معذرت کی اور قسمیں صاحب قبر (رسول اللہ) کی دیں آپ نے خالد کو نزدیک بلایا اور اس لوہے سے تھوڑا تھوڑا توڑتے تھے اور اسکے آگے ڈالتے تھے تا اینکہ تمام کو توڑ ڈالا اور اسکو رہائی بخشی سب لوگ شکر یہ وصی رسول میں رطب اللسان اپنے اپنے گھروں کو لوٹے اور سانحہ عجیب پر متعجب تھے ابوبکر نے کہا ابوالحسن کے کار سے تعجب نہ کرو یہ تحقیق کہ میں بروز خیبر رسول خدا کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ علیؑ نے درخیبر اکھاڑا اسکی خبر رسول اللہ کو پہنچی تو خنداں ہوئے حتیٰ کہ دندان مبارک دکھائی دئے پھر رقت آپ پر طاری ہوئی بحدیکہ ریش مقدس اشکوں سے تر ہو گئی میں نے عرض کی یا رسول اللہ اس خندہ و گریہ باہم پیوستہ کا سبب ارشاد ہو۔ فرمایا میں ہنسا اس لئے کہ مجھکو علیؑ کے درخیبر اکھاڑ ڈالنے پر مسرت و شادمانی ہوئی اور رونے کا یہ باعث ہے کہ انکو آج تیسرا روز ہے کہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شب کو فقط چند گھونٹ آب خالص کے پیتے ہیں اگر یہ حالت نہ ہوتی تو وہ اس در کو اٹھا کر دیوار قلعہ سے پرے پھینکدیتے۔

ذکر وفات جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا

اعظم مصائب و اشد متاعب امیر المومنینؑ علیہ السلام سے کہ بعد وفات جناب ختمی مآب آنحضرت پر وارد ہوئیں ایک وفات جناب فاطمہؑ زوجہ مطہرہ آنحضرت سے ہے جناب معصومہؑ اپنے پدر عالیقدر کے بعد موافق مشہور درمیان علماء شیعہ کل پچھتر روز زندہ رہیں۔ یہ زمانہ کمال پیچ و تاب قلق و اضطراب و درد و الم و اندوہ و ماتم میں بسر ہوا۔ اوّل تو جو محبت کہ آپ کو اپنے پدر بزرگوار سے تھی معمول سے زیادہ حدِ عشق

وشیفتگی کو پہنچ گئی تھی لاجرم اس جناب کی وفات پر آسمان غم اس معصومہ پر ٹوٹ پڑا اور ہجوم درد ویاس نے دل کو گھیر لیا تمام عیش وعشرت مبدّل برنج وکلفت ہوگئے۔ **ثانیاً** واقعات کہ اس حادثۂ جانکاہ کے بعد پیش آئے سراسر موجب ایذا وآزار تھے بجائے دلاسا ودلدہی وہ سلوک بضعۃ الرسول کے ساتھ کئے گئے جنہوں نے اس غم وغصہ کو دوبالا کردیا اور آتش رنج وحسرت میں روغن وہیزم کا کام دیا نخلستان فدک کہ رسول اللہ نے برائے وجہ معاش آنحضرت کو عطا کیا تھا بظلم وستم انسے چھین لیا گیا تکمیل بیعت وتتمیم خلافت خلیفہ اول میں ان کے ہواخواہوں کے ہاتھ سے وہ شدید صدمہ اس جناب کو پہنچا جو آخرکار آپ کی وفات کا سبب ہوا چنانچہ اسکا مجمل بیان پیشتر گذرا پس یہ تمام حالات جمع ہوکر حالت اس معصومہ کی یہ ہوگئی کہ سوائے آہ وزاری ونالہ وبیقراری کے دوسرا شغل نہ تھا خواب وخورش وآرام وآسائش مطلقاً چھوٹ گئے تھے شب وروز مبتلا ربلا مصروف گریہ وبکا عجیب مصیبت عظیم کا سامنا تھا چنانچہ فرماتی ہیں **ے** صبت علی مصائب لو انّھا۔ صبت علی الایام صرن لیالیا۔ یعنی مجھپر وہ مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا ہے اور وہ سختیاں پیش آئی ہیں کہ اگر یہ مصائب وشدائد روزہائے روشن پر بھی پڑتیں تو شب ہائے تار بنجاتے۔ **مروی ہے** کہ جسم مبارک اس مصیبت میں نہایت کاہید ولاغر ہوگیا تھا سر پر عصابہ باندھے رہتیں آنکھوں سے جوئے اشک رواں تھی بادل سوختہ وجگر افروختہ شدت ضعف سے غش پر غش چلے آتے تھے۔ **نیز** مروی ہے کہ وہ جناب اڑہائی مہینے اپنے باپ کے بعد دنیا میں رہیں حالانکہ حزن شدید آنحضرت پر داخل ہوا تھا بسبب وفات حضرت رسالت پناہ کے جبرئیل انکی تسلی کے لئے آتے اور باتیں کرتے اور تسکین کی خاطر ان کے پدر بزرگوار کا حال اور ان کے مدارج کمال کا ذکر فرماتے اور واقعات آئندہ ان کی ذریت کے قیامت تک کے ان کی روبرو نقل کرتے۔ امیرالمومنین انکو لکھتے جاتے تھے چنانچہ وہی کتاب مصحف فاطمہؑ کے نام سے موسوم ہوئی۔ امیرالمومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیسے رسول اللہ کو انکے پیرہن میں غسل دیا تھا وہ پیرہن میرے پاس تھا فاطمہؑ اسکو مجھ سے طلب کرتیں جب میں ان کو دیتا تو وہ لیتیں اور اسکی بوئے خوش کو استشمام فرماتیں اور بیہوش ہوجاتیں آخر میں نے اس پیراہن کو چھپا لیا اور پھر انکو نہ دکھلایا۔ **محمد بن بابویہ** علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا نے دنیا سے رحلت کی تو بلال موذن نے اذان کہنا ترک کردیا کہ میں سوائے رسولخدا کے دوسرے کے لئے اذان نہ کہوں گا حضرت فاطمہؑ نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اپنے باپ کے موذن کی اذان سنوں بلال کو یہ معلوم ہوا تو اذان کہنی شروع کی جسوقت اللہ اکبر کہا فاطمہؑ کو اپنے باپ کا زمانہ اور آنحضرت کے ساتھ اپنا عیش وعشرت کرنا یاد آیا اور گریہ نے اس جناب پر غلبہ کیا بحدیکہ ضبط نہ کرسکیں جب بلال نے کہا اشہد ان محمداً لرسول اللہ توانہوں نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہوگئیں حتی کہ حاضرین کو گمان ہوا کہ رحلت کرگئیں بلال سے کہا کہ جلد اذان کو ترک کر فاطمہ دختر رسولخدا نے دنیا سے رحلت کی بلال نے اذان بلا اتمام قطع کی تھوڑے عرصہ بعد فاطمہؑ کو ہوش آیا تو فرمایا اے بلال اذان کو تمام کر اس نے کہا اے بہترین زنان عالم مجھکو تمہاری جان کا اندیشہ ہے مبادا کہ پھر میری آواز سنو اور ہلاک ہوجاؤ۔ میں اب اذان نہ کہوں گا فاطمہ نے اسے معاف رکھا۔ **روایت ہے** کہ مرض الموت میں جس میں کہ جناب فاطمہؑ نے رحمت خدائے متعال کی طرف انتقال فرمایا ایک روز ابوبکر وعمر نے بہ خیال رفع الزام امیرالمومنین علیہ السلام سے درخواست کی کہ

مصحف فاطمہ

اس معصومہ کی خدمت میں باریاب ہوں آپ نے اجازت دی پردہ نصب ہوگیا اور شیخین اندر آئے ابوبکر نے پس پردہ سے کہا اے دختر رسولخدا
ہم تم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے جرم وعصیان سے درگزر واور جو کچھہ ہم سے تمہاری نسبت صادر ہوا اسے معاف کرو جناب معصومہ خاموش
تھیں اور کچھہ جواب نہ دیتی تھیں بروایت دیگر اسماء بنت عمیس زوجۂ ابوبکر نے کہا کہ ابوبکر نے میرے واسطہ سے اذن دخول طلب کیا تھا جب
اندر آئے تو فاطمہ زہرا نے روئے مبارک دیوار کی طرف پھیر لی ابوبکر نے سلام کیا جواب نہ دیا معذرت کی اور کہا دختر رسول مجھہ سے راضی
ہو فرمایا اے عتیق تم نے کیا جو کچھہ کہ کیا لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا اب مجھہ سے رضامندی کا خواستگار ہے چلا جا کہ میں تیرے ساتھ
ہرگز کلام نہ کروں گی جبتک کہ خدا ورسول سے شکایت نہ کرلوں۔ وبروایت اول جب اصرار والحاح زیادہ کیا تو آپ حضرت امیرؑ کی طرف
متوجہ ہوئیں اور فرمایا میں ان دونوں سے ایک بات پوچھتی ہوں اگر راست راست بیان کریں۔ دونوں نے کہا دریافت کرو جو چاہو ہم بجز
صدق وراستی کوئی بات نہ کریں گے فاطمہ نے کہا میں تم کو قسم دیتی ہوں حق سبحانہ تعالیٰ کی کہ تمکو یاد ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہ میری
پارۂ تن ہے جس نے اسے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے حق تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اسکو آزار دے
میری وفات کے بعد ایسا ہے گویا اس نے آزار دیا اس کو میری حیات میں میرے سامنے انہوں نے اقرار کیا اور کہا البتہ پیغمبر خدا نے
ایسا فرمایا ہے جناب سیدہؑ نے کہا الحمدللہ کہ حق تمہاری زبان پر جاری ہوا خداوندا گواہ رہیو اور اے جماعت حاضرین تم گواہ رہنا کہ ان
دُو مردوں نے مجھکو ایذا دی اور آزار پہنچایا قسم بخدا کہ میں ان کے ساتھ کلام نہ کروں گی جب تک کہ پروردگار عالم سے ملاقات نہ کروں اور
اس جل شانہ سے ان کے ناہموار سلوک کی جو انہوں نے میرے اور میرے شوہر کے ساتھ کئے شکایت نہ کرلوں پس ابوبکر حاضرین کے
دکھانیکو رونے اور فریاد کرنے لگے کہ کاش میں شکم مادر سے پیدا نہ ہوتا واحسرتا واویلا مگر عمر نے ان کو جھڑکا کہ خرافت پیری نے تجھ میں اثر کیا
ہے کہ ایک عورت کی ناخوشی سے اسقدر ڈرتا اور بیقرار ہوتا ہے اسی عقل ودانش پر لوگوں میں حکومت کرے گا کیا ہوا اگر وہ ناراض ہوئی
تو کیا کرے گی یہ کہکر دونو وہاں سے چلے گئے۔ ابن قتیبہ مورخ اہل سنت ایک ایسی ہی روایت ابوبکر وعمر کے عذر کرنے اور جناب سیدہؑ
کے راضی نہ ہونے کی لکھکر کہتا ہے کہ مجھکو تعجب ہے سخت دلی فاطمہؑ پر کہ ان دو بوڑھے شیخوں کی ضراعت وزاری پر ان کو رحم نہ آیا ان
کا عذر قبول نہ فرمایا۔ **مولف** اوراق عرض رساں ہے کہ ایسے ہی مقامات ہیں جن پر پہنچکر ذرا غور کرنیکے بعد سُنّی سُنّی نہیں رہتے
یا تو شیعہ خالص بنجاتے ہیں ورنہ ناصبی پکے دشمن اہلبیت ہوکر سرے سے اسلام کو خیرباد کہدیتے ہیں کیا معنی کہ جس نے فضائل اہلبیت
اور ان کے سچے کمالات کو کہ خود انکی اپنی کتابوں سے ظاہر وباہر ہیں مدنظر رکھا اور جانا کہ یہ حضرات بنص قرآن واحادیث متواترۂ سیدالانس
والجان کہ جوہر رجس وگناہ وعیب وخطا سے پاک ومبرّا ہیں جو کچھہ وہ کرتے یا کہتے ہیں عین حق وصدق ہوتا ہے۔ لاجرم اس کا مخالف
کوئی کیوں نہ ہو گمراہ وبے دین داخل بزمرۂ ہالکین وضالین ہوگا وہ بے تامل فرقۂ ناجیہ میں داخل اور ان میں شامل ہوجاتا ہے
ورنہ تعصب وہٹ دھرمی دیدۂ دل کو کور کردیتی ہے اور نصب وخروج کے بھنور میں گرکر ظاہری اسلام سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا
ہے اور گو زبان سے کچھہ نہ کہے لیکن دل میں ضرور الحضرات طیبات کے خطا وعصیان کا قائل ہوجاتا ہے۔ پھر اس وقت

کبھی کبھی بیساختہ اس کے موںہہ سے ایسے کلمات بھی نکلجاتے ہیں جیسے اس مورخ معروف (ابن قتیبہ) نے جناب فاطمہؑ کو سنگدل کہا یا صاحب تحفہ نے اس جناب کو معہ ان کے شوہر و اولاد اطیاب کو نعوذ باللہ بلفظ مردودانِ درگاہ الٰہی تعبیر فرمایا یا جیسا کہ اس زمانہ میں کوئی مولوی احمد علی سہارنپور میں ہیں سننے میں آیا ہے کہ انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ فاطمہ زہراؑ بر سرِ خطا تھیں جو ابوبکر سے ہمکلام نہ ہوئیں ہم کہتے ہیں کہ اگر معصومہ پاک سنگدل تھیں تو ان کے باپ صاحب لولاک انسے پہلے سنگدل ٹھہرے کیونکہ وہ معصومہ بموجب حدیث صحیح مشہور بین الفریقین انکے بدن کا بضعہ اور ٹکڑا تھیں اور امیر المومنینؑ اگر اپنے اعزّہ و احباب کے ساتھ ابوبکر کی بیعت سے انکار کرکے گھر میں بیٹھ رہے تو حق اسوقت بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا فان الحق مع علی و علی مع الحق اور بشہیر بقول شاہ ولی اللہ گذرا کہ افعال اس جناب کے بعینہ حق تھے کہ حق انسے اسطرح منعکس ہوتا تھا جیسا کہ ضوء آفتاب سے منعکس ہوتی ہے۔ پس وہ مردودِ درگاہ الٰہی کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اور مولوی احمد علی کی نسبت ہم کچھہ نہیں کہتے جو کچھہ اس نے کہا ہے اسکا بدلا بروز جزا حق تعالیٰ اسکو اچھی طرح دیگا فی الواقع انہوں نے وہ کلمہ کہا ہے جو آج تک اسکے اسلاف سے کسی نے نہیں کہا اور شیعوں سے تقیہ کرتے رہے ہیں۔ صاحبو آنکھیں کہولو دیکہو سوچو سمجھو یہ حضرات کوئی معمولی آدمی نہیں جنکی نسبت جو چاہا کہدیا وہ خاصانِ خدا و مقبولانِ بارگاہ کبریا ہیں اس جل شانہ نے بموجب آیہ یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ انکو ہر رجس و چرک سے پاک و طاہر گردانا۔ بارہا کہا گیا کہ علی علیہ السلام جو خلافت اپنے لئے چاہتے تھے تو مقصود اس سے امتثالِ امر خدا ہدایت خلق اللہ اور انکا راہ راست پر لانا تھا نہ کہ معاذ اللہ حکومت چندروزۂ دنیا انکا مدعا تھا انکو اسکی کیا پروا تھی۔ تمام جہاں آنحضرت کی خاطر اور ان کے طفیل سے خلق ہوا تھا علیٰ ہذا جناب فاطمہ جو کمال غم و غصہ میں مبتلا تھیں تو انکو بھی گمراہی امت کا خیال تھا کہ ان کے بزرگواروں نے ان کے باپ محمد مصطفےٰ کے دین میں رخنہ ڈالدیا تھا اگر شیخین کو تہِ دل سے انکا رضامند کرنا تھا تو لازم تھا کہ پہلے خلافت سے دستبردار ہوتے پھر فدک کو واگذار کرتے اس وقت اپنی گذشتہ جرأت و جسارت پر نادم ہوکر عذر خواہی کرتے تب دیکھتے کہ وہ جناب کیونکر رضامند نہ ہوتیں۔ نہیں تو یہ بھی کوئی معذرت تھی کہ موجبات غیظ و غضب سے اصلاً معترض نہیں ہوئے ان کا ذکر تک زبان پر نہیں آیا زبانی باتیں بنادیں یہ راضی کرنا کاہے کو تھا یہ تو اور چڑانا تھا۔ **حدیث** میں وارد ہے کہ جب وقت وفات جناب سیدہ کا نزدیک آیا تو آپ نے حضرت امیر المومنینؑ کو طلب کیا اور عرض کی اے ابا الحسن مجھکو میری وفات کی خبر دی گئی ہے میں عنقریب تم سے جدا ہونیوالی ہوں چاہتی ہوں کہ چند وصیتیں تم کو کروں حضرت نے فرمایا اے دخترِ رسول خدا جو چاہو وصیت کرو پس وہ حضرت سرہانے بیٹھ گئے اور سب لوگ باہر چلے گئے جناب سیدہؑ نے کہا یا ابا الحسن میں جب سے تمہارے نکاح میں آئی تم نے مجھکو دروغگو و خائن نہ پایا ہوگا میں نے کسی امر میں مخالفت نہیں کی حضرت نے فرمایا معاذ اللہ اے بنتِ رسولؐ تم احکام خدا کی دانا نیکو کار و پرہیزگار ہو بھلا تم سے ایسا کب ہوسکتا ہے تمہاری مفارقت مجھپر نہایت شاق ہے مگر مشیئت خدا میں چارہ نہیں قسم بخدا کہ تمنے مصیبت رسولخدا کو مجھپر تازہ کیا سخت عظیم ہے تمہاری جدائی انا للہ و انا الیہ راجعون پس ایک ساعت دونو باہم گریہ و بکا کرتے رہے پھر حضرت امیرؑ نے سر فاطمہؑ کو اپنی آغوش میں لیکر سینۂ اطہر سے لگایا اور فرمایا وصیت کرو اے فاطمہؑ جو کچھہ کہ چاہو بہ تحقیق کہ میں عمل میں لاؤنگا۔ اور تمہارے کام کو اپنے کام پر مقدم کرونگا پس حضرت

وصیت جناب فاطمہ

فاطمہ نے کہا حق تعالیٰ تمکو جزائے خیر دے اے ابن عم رسول اللہ **پہلی** وصیت میری یہ ہے کہ تم میرے بعد امامہ بنت زینب کے ساتھ عقد کرنا کہ وہ میرے بچوں کی مثل میرے پرورش کریگی اور میری مانند انپر مہربان ہوگی۔ **دیگر** یہ کہ میرے لئے ایک نعش بنانا جیسے کہ ملائکہ نے بحکم حق تعالیٰ مجھکو تعلیم کی ہے۔ پس آنحضرت کے سامنے جسطرح سے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کیجانب سے مامور تھیں تقریر کی۔ بروایتے یہ نعش آنحضرت کو اسماء بنت عمیس زوجہ جعفر طیار نے تعلیم کی تھی انہوں نے اسکو بلاد حبشہ میں دیکھا تھا **منقول ہے** کہ ایک روز آنحضرت نے اسماء سے کہا اے اسماء میں بہت نحیف و لاغر ہوگئی ہوں اور گوشت میرے بدن پر نہیں رہا کوئی تدبیر ایسی کرو کہ میرا جسم مردوں کی نظر سے محفوظ رہے۔ اسماء ایک سریرے آئیں اور اسکو سرنگوں رکھا اور اس کے پایوں پر شاخہائے خرما باندھے پھر اسپر کپڑا ڈالا فاطمہ زہرا نے اسے نہایت پسند کیا اور فرمایا حق تعالیٰ تیرے بدن کو آتش جہنم سے بچائے جسطرح تونے میرے بدن کو نظر نامحرمان سے بچایا۔ بہر کیف طریقہ مروجہ عورات کے جنازے کا اسلام میں جناب سیدہ کے جنازے سے جاری ہوا اس سے پہلے ایسا نہ تھا۔ پھر فرمایا اے ابوالحسن **تیسری** وصیت میری یہ ہے کہ جن لوگوں نے مجھپر ظلم وستم کئے اور میرے حق کو مجھ سے غصب کیا ان کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا کیونکہ وہ میرے اور رسول خدا کے دشمن ہیں کوئی ان سے میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے اور مجھکو بوقت شب جبکہ آنکھیں خواب میں ہوں پوشیدہ دفن کرنا۔ **منقول ہے** کہ جب وہ وقت آیا جسمیں جگر گوشہ رسولخدا جناب فاطمہ زہرا کو دار دنیا سے رحمت حق وجل وعلا کی طرف انتقال کرنا تھا تو اسماء سے پانی طلب کیا اور غسل نیکو بجالائیں اور ملبوس جدید زیب بدن کیا اور خوشبو سے اپنے تئیں معطر فرمایا پھر کہا اے اسماء جبرئیل بوقت وفات رسول خدا چالیس درہم کافور بہشت لائے تھے ایک حصہ آنحضرت نے اپنے لئے رکھا تھا اور دو ثلث مجھکو اور علی کو عنایت کیا تھا وہ کافور حاضر کرتا کہ مجھکو اس سے حنوط کریں اسماء حسب الحکم کافور بہشت لے آئیں آپ نے اپنے سرہانے رکھ لیا اور رو بقبلہ لیٹ گئیں اور چادر کو مونہہ پر ڈھانپ لیا اور فرمایا اے اسماء تھوڑی دیر صبر کر پھر مجھکو آواز دینا اگر جواب نہ آئے تو جاننا کہ میں نے دنیا سے سفر کیا اور اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہوگئی۔ پس علی علیہ السلام کو بلوا لینا اسماء نے حسب الارشاد قدرے توقف کے بعد آواز دی جواب نہ سنا تو چلا کر کہا اے دختر محمد مصطفیٰ و اے دختر بہترین خلق خدا کوئی آواز نہ آئی تو چادر کو روئے انور سے اٹھا کر دیکھا کہ مرغ روح آنحضرت کا باغ بہشت کو پرواز کر گیا تھا۔ پس اپنے تئیں روئے مبارک پر گرا دیا اور بوسے لیتی تھیں اور کہتی تھیں اے فاطمہ خدمت رسولخدا میں سلام اسماء بنت عمیس کا پہنچا دیو اتنے میں حسنین علیہما السلام اندر تشریف لائے اور پوچھا اے اسماء ہماری مادر گرامی اسوقت کسلئے خواب میں ہیں اسماء نے کہا کہ خواب نہیں بلکہ اس جناب نے رحمت رب الارباب کی طرف انتقال فرمایا یہ سنکر امام حسنؑ نے بیتابانہ روئے انور پر اپنے تئیں ڈالدیا بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے اے مادر گرامی مجھ سے بات کرو قبل اس کے کہ روح میرے بدن سے مفارقت کرے امام حسینؑ پائے مبارک اس جناب پر پڑے رو رہے تھے کہ اے مادر بزرگوار میں ہوں تمہارا فرزند حسین میرے ساتھ گفتگو کرو اس سے پہلے کہ میرا دل شگافتہ ہو اور روح میرے بدن سے نکلجائے اسماء نے عرض کی اے شاہزادو جاؤ اور اپنے پدر عالیقدر کو اس مصیبت سے آگاہ کرو حسنین بیتابانہ مسجد کی طرف دوڑے اور صدائے وا ویلا وا مصیبتا بلند کی امیر المومنین نے یہ حال پر ملال سنا تو مونہہ کے بھل

زمین پر گر گئے روتے تھے اور کہتے تھے۔ کس سے تسلی دونگا اپنے آپکو بعد تمہارے اے دختر رسول خدا پس چند اشعار اس حادثہ جانکاہ میں پڑھے کہ زمین و آسمان کو گریہ میں لائے شہر مدینہ میں یہ خبر منتشر ہوئی تو زن و مرد گریاں خانہ ملایک آشیانہ اس جناب کی طرف دوڑے اور تعزیت کرتے اور پرسا دیتے تھے آپ کو۔ زنان بنی ہاشم جمع ہو گئیں اور شدت گریہ وبکا سے ارکان شہر میں زلزلہ ڈالدیا گویا آج حضرت رسول خدا نے دنیا سے رحلت کی ہے ہر شخص بادل بریان وچشم گریان منتظر تھا کہ جنازہ کب نکلتا ہے کہ اتنے میں ابوذر غفاری نے باہر آکر کہا کہ نکالنا جنازے کا اسوقت ملتوی کیا گیا لوگ یہ سنکر متفرق ہو گئے جب ایک پہر رات گذری تو امیر المومنینؑ خود متکفل امور آنحضرت کے ہوئے اور غسل وکفن سے فراغت کر کے نعش کو باہر لائے اور نماز پڑھی اس معصومہ پر اور آپ کے ساتھ حسنینؑ وعمار ومقداد وعقیل وزبیر وابوذر وسلمان وبریدہ نے معہ ایک جماعت بنی ہاشم وخواص آنحضرتؐ کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور اسی شب کو دفن کیا اور سات قبریں آپ کی قبر کے گرداگرد بنادیں تاکہ معلوم نہ ہو کہ قبر مطہر کونسی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے قبر مبارک جناب سیدہ کو زمین کے برابر کردیا کہ دشمن اس سے واقف نہ ہوں اور ارادہ نبش قبر کا نہ کریں اور بعضوں کا قول ہے کہ درمیان قبر حضرت رسالتؐ ومنبر اس جناب کے کہ ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اس میں مدفون ہوئیں مگر صحیح یہی ہے کہ اپنے حجرۂ مقدسہ میں دفن ہوئی ہیں **الحاصل** امیر المومنینؑ نے دفن سے فارغ ہو کر باچشم اشکبار یہ اشعار پڑھے ہے ؎ اری علل الدنیا علی کثیرۃ + وصاحبها حتی الممات علیل + لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ + وان بقائی بعدکم لقلیل + وان افتقادی فاطماً بعد احمد + دلیل علی ان لا یدوم خلیل

یعنی میں آلام دنیا کو اپنے اوپر بہت دیکھتا ہوں اور جو اس دنیا میں آتا ہے مرتے دم تک مبتلائے بلا رہتا ہے۔ جو دو دوست باہم جمع ہوتے ہیں آخرکار انمیں فرقت اور جدائی ہوتی ہے اور بیشک میری زندگی تمہارے بعد قلیل ہے میری جدائی فاطمہ سے بعد رسول خدا کے بلاشبہ دلیل ہے اس پر کہ کوئی دوست اپنے دوست کے ساتھ ہمیشہ نہ رہیگا۔ اور روبجانب روضۂ رسول اللہ کر کے کہا سلام ہو تم پر اے رسول اللہ تمہاری نور نظر لخت جگر دختر نیک اختر کی طرف سے کہ آج تمہاری خدمت میں حاضر ہوتی ہے وہ تمہارے جوار میں بزیر خاک دفن ہونیوالی اور تمام اہلبیت سے پہلے تمہاری طرف سبقت کرنیوالی ہے کمی وکوتاہی کی یا رسول اللہ تمہاری برگزیدہ کی مفارقت میں میرے صبر نے اور ضعیف وناتوان ہوئی بدون اس کے طاقت میری لیکن جبکہ تمہاری مصیبت میں میں نے صبر کیا اور تمہارے درد جدائی کو سہلیا تو سزاوار ہے کہ اس مصیبت کو بھی صبر وسکون کے ساتھ برداشت کروں بتحقیق کہ میں نے اپنے ہاتھ سے تم کو آغوش لحد میں رکھا بعد اس کے کہ روح پر فتوح نے میرے سینے اور گلو کے درمیان بدن سے مفارقت کی پس اس وقت وہی کلمہ کہتا ہوں جسکی حق تعالی نے اپنی کتاب عزیز میں ہمکو تعلیم فرمائی ہے یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون یا رسول اللہ تم نے فاطمہ کو اپنے پاس بلالیا اور جو ودیعت میرے سپرد کی تھی مسترد فرمائی اور جو امانت میرے پاس رکھی تھی واپس لے لی۔ بتحقیق کہ میرا غم واندوہ دراز ہوگا اور میری طولانی راتیں بیداری میں کٹیں گی جب تک کہ حق تعالی میرے لئے وہی مقام اختیار نہ کرے جسمیں کہ تم مقیم ہو یہاں کا حال اپنی پارۂ جگر سے پوچھ لیجئے وہ بخوبی آپ کو اس سے آگاہ کرے گی کہ تمہارے بعد تمہاری امت نے ہماری

ایذا و آزار پر اتفاق کیا اور ہمکو ہمارے حقوق سے محروم رکھا پس سلام ہو میرا تم دونوں پر مثل سلام ایک وداع کنندہ کے کہ جو کوئی تم سے جدا ہوتا ہے تو اسکی جدائی از روئے ملالت و کراہت کے نہیں اور جو تمہارے پاس ٹھہرتا ہے تو وعدہ ہائے ایزدی پر جو اس جل شانہ نے صابروں کے لئے فرمائے ہیں بدگمان نہیں ہوتا۔ **مولف** کہتا ہے کہ اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرات شیخین نماز جنازہ جناب سیدہؑ سے محروم رہے جیسا کہ حضرت رسول خدا کی تجہیز و تکفین میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ مسلم و بخاری نے روایت گذشتہ میں قلم تکلم حتی توفیت کے بعد نقل کیا ہے۔ وعاشت بعد النبی ستة اشهر فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلا ولم یاذن بها ابا بکر و صلی علیها علیؑ کہ وہ حضرت رسول خدا کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں جب وفات پائی تو ان کو ان کے شوہر علیؑ نے رات کیوقت دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی اور نماز پڑھی انپر علی علیہ السلام نے۔ **مروی** ہے کہ جب صبح کو لوگ آئے اور معلوم ہوا کہ وہ حضرت شب کو دفن ہوگئیں تو حضرت عمر کو بہت غصہ آیا۔ اور ابوبکر سے کہا میں نہ کہتا تھا کہ ایسا کریں گے۔ عباسؓ نے کہا فاطمہ نے یہی وصیت کی تھی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ تم ان پر نماز پڑھو۔ عمر نے کہا قسم بخدا کہ میں نبش قبر کروں گا اور جنازہ کو قبر سے نکالکر نماز پڑھونگا۔ حضرت امیر نے کہا واللہ اگر تونے ایسا کیا تو میں تلوار کھینچ لونگا اور بغیر تمہارے قتل کئے میان نہ کرونگا عمر خاموش ہوگئے۔ **القصہ** منقول ہے کہ جب چاہا کہ اس جناب کو داخل قبر کریں تو دو ہاتھ مشابہ بدستہائے رسول اللہ درون قبر سے پیدا ہوئے اور آنحضرت کو اندر لے لیا۔ اور نیز مروی ہے کہ امیرالمومنینؑ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ بسوئے آسمان بلند کرکے کہا پروردگارا یہ فاطمہؑ تیرے نبی کی دختر ہے اسکو ظلمت سے نور اور شدت سے راحت و سرور کی طرف منتقل فرما۔ پس زمین بقدر ایک میل روشن ہوگئی جب چاہا کہ دفن کریں تو ایک بقعہ سے بقعہائے بقیع سے آواز آئی کہ ادہر آؤ ادہر آؤ کہ اس معصومہ کی تربت مجھ سے لیگئی ہے دیکھا تو ایک قبر کندہ و تیار موجود ہے۔ لاش کو اسکے پاس لے گئے جب قبر میں رکھا تو امیرالمومنینؑ نے کنار قبر پر کھڑے ہوکر کہا اے زمین میں نے اپنی امانت کو تجھے سونپا زمین سے آواز آئی یا علی میں اسپر تم سے زیادہ مہربان ہوں تم اندیشہ نہ کرو جب چاہا کہ مراجعت کریں تو قبر خود بخود ڈھپ ہوکر زمین ہموار ہوگئی۔ اسطرح پر کہ معلوم نہ ہوا کہ وہ حضرت کسطرح دفن ہیں۔ سن شریف جناب سیدہ میں اختلاف بہت ہے جو قول کہ درمیان علماء امامیہ زیادہ مشہور ہے اور اکثر روایات معتبرہ اس پر دلالت کرتی ہیں یہ ہے کہ آپ کل اٹھارہ سال دنیا میں زندہ رہیں۔ **جوابات بعضے از مسائل یہود و نصارے وغیرہ کہ حضرت خطیب منبر سلونی و باب مدینہ علم نبی در عہد خلافت خلیفہ اوّل ارشاد فرمودہ**۔ احتجاج طبرسی میں ہے کہ ابوبکر کے زمانے میں ایک قافلہ روم سے مدینہ میں آیا اس میں ایک راہب راہبان نصارے سے تھا وہ مسجد رسول اللہ میں حاضر ہوا اور ایک شتر پُر از زر و سیم اس کے ساتھ تھا ابوبکر مجمع مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد میں تھے راہب نے اپنے طریق کے موافق سلام کیا اور پوچھا کہ تمہارے درمیان نائب و خلیفہ رسولؐ کون ہے حاضرین نے ابوبکر کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے پوچھا۔ ایہا الشیخ تمہارا کیا نام ہے ابوبکر نے کہا عتیق کہا اور بھی کوئی نام ہے کہا صدیق کہا کوئی اور

[1] یہ روایت تھوڑے سے فرق سے کتاب زین الفتی تفسیر سورۂ ہل اتی تصنیف ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲

کہا اور کوئی نیا نام مجھکو معلوم نہیں کیوں تیرا کیا مدعا ہے کہا میں روم سے آیا ہوں اور ایک اونٹ روپے اشرفیوں سے لدا ہوا ساتھ ہے اس امت کے امیر و خلیفہ رسولؐ سے ایک مسئلہ پوچھونگا اگر بتا دیا تو یہ تمام مال اسکو دیدونگا کہ تمہارے درمیان اسکو قسمت کرے اور مسلمان ہوکر اسکا مطیع ہونگا اور جو جواب نہ دیا گیا تو الٹا پھر جاؤنگا اور مال بھی اپنے ساتھ لیجاؤنگا۔ یہ روایت احتجاج کی ہے اور زہرۃ الریاض وغیرہ کتب اہلسنت میں ہے کہ سلطان روم نے بہت سا مال رسول مقبول کے لئے بھیجا تھا مگر جب اسکا وکیل مدینہ پہنچا تو وہ حضرت انتقال فرما چکے تھے یہ حال وکیل نے بادشاہ کو لکھا تو اس نے اسکو لکھہ بھیجا کہ جو کوئی ان تین مسئلوں کا جواب دے وہی وصی رسول اللہ ہے یہ مال اسکو دیدینا اور کوئی جواب نہ دے سکے تو واپس لے آنا وکیل نے ابوبکر سے بیان کیا بہرکیف ابوبکر نے سائل راہب سے کہا سوال کر جو کچھہ کہ چاہے اس نے کہا کہ پہلے مجھکو اپنے اور اپنے اصحاب کی طرف سے امان دے کہ کوئی مجھکو ایذا نہ دیگا کہا تجھکو امان ہے راہب نے کہا اخبرنی عما لیس للہ ولیس عند اللہ ولا یعلمہ اللہ کہ خبر دے مجھکو اس خبر سے جو خدا کیلئے نہیں اور اس سے جو خدا کے نزدیک نہیں اور اس چیز سے جسکو خدا نہیں جانتا۔ ابوبکر کو کچھہ جواب بن نہ آیا۔ عمر کو بلوایا وہ بھی کچھہ نہ کہہ سکے عثمان سے پوچھا وہ بھی خاموش رہے تب راہب ہنسنے اور طعن کرنے لگا۔ ابوبکر نے کہا اے دشمن خدا اگر پہلے عہد نہ کیا ہوتا تو ابھی زمین کو تیرے خون سے رنگین کرتا سلمانؓ اسکو حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں لائے آپ اسوقت صحن مکان میں حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ بروایت دیگر عبداللہ بن عباس اسکو آپ کے پاس لائے اور وہ وقت تھا جبکہ جمع قرآن سے فارغ ہوچکے تھے۔ پس راہب نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے فرمایا یہود کے نزدیک الیا نصاریٰ کے نزدیک ایلیا ہے اور میرے باپ نے علیؑ اور میری ماں نے حیدرؑ رکھا ہے کہا پیغمبر سے کیا قرابت رکھتے ہو فرمایا وہ میرے بھائی اور خسر قریبی اور ابن عم ہیں راہب نے کہا قسم بخدائے عیسیٰ تم ہی میرے سوالونکا جواب دوگے پھر ہر سہ سوال مذکورہ بالا ذکر کئے حضرتؑ نے فرمایا ہاں وہ شے کہ خدا کیلئے نہیں وہ زن و فرزند ہیں کہ خدا کے لئے نہیں اور جو خدا کے نزدیک نہیں وہ ظلم و ستم ہے کہ کسی کیلئے ظلم اسکے پاس نہیں اور جو چیز کہ خدا نہیں جانتا وہ شریک باری ہے کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے یہ سنکر راہب اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا زنار توڑ ڈالا اور حضرت کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم خلیفہ رسول اور امین امت اور معدن دین و حکمت و منبع حجت ہو بیشک توریت میں تمہارا نام الیا اور انجیل میں ایلیا اور قرآن میں علیؑ اور کتب سابقہ میں حیدر پڑھا ہے تم رسول اللہ کے بعد انکے وصی اور سزاوار حکومت ہو اور غیروں کی نسبت خلافت کے زیادہ شایاں ہو کیا حال ہے ان لوگونکا کس طرح تمہارے ساتھ پیش آتے ہیں حضرت نے اسکو کچھہ جواب نہ دیا پس راہب نے تمام مال حضرت کے حوالے کیا آپ ابھی اس جگہ سے نہیں اٹھے تھے کہ سب کا سب فقراء و مساکین مدینہ پر قسمت کردیا اور راہب اپنے گھر کو واپس گیا۔ مناقب مرتضوی میں معارج النبوۃ و زہرۃ الریاض سے **منقول ہے** کہ جناب رسولخدا کی وفات کے دس روز بعد ایک اعرابی تازیانہ ہاتھ میں لئے اور نقاب موہنہ پر ڈالے مسجد میں آیا اور کہا السلام علیک یا اصحاب رسول اللہ جو چیز تم سے فوت ہوئی حق تعالیٰ اس کا عوض تم کو عطا کرے

---

[1] معارج النبوۃ ملا معین ہروی مطبوعہ مطبع نولکشور سے مقابلہ کیا گیا رکن چہارم باب سیزدہم فصل پنجم میں وقائع بعد دفن آنحضرت میں صفحہ ۵۳ پر موجود ہے۔

ان کان محمد قد مات واللہ حی لا یموت ابدا اعظم اللہ اجرکم وغفر ذنبکم وما اعظم مصیبتکم بموت سیدکم۔ ترجمہ
اگر محمدؐ مر گئے تو اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مریگا خدائیتعالیٰ تمہارے اجر کو عظیم کرے اور تمہارے گناہ کو بخشے کسقدر عظیم ہے مصیبت تمہاری
تمہارے سردار کے مرنے سے یہ کہکر پوچھا تم میں وصی پیغمبر کون ہے ابو بکر نے جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں وہ شخص حضرت کے پاس
آیا اور کہا السلام علیک یا وصی رسول اللہ حضرت نے جواب میں فرمایا وعلیک السلام یا مضیر بن البیر ابو بکر اور حاضرین مجلس
اس جواب کو سنکر حیران ہوئے اعرابی نے کہا اے جوان تمنے میرا نام کیونکر جانا اور یہ کیونکر معلوم ہوا انکو کہ میں صاحب بیر ہوں حضرت امیر المومنینؑ
نے فرمایا کہ مجھے میرے بھائی محمد مصطفےٰ نے خبر دی تھی اور سب کیفیت تیری بیان کی تھی تو کہے تو میں اسکو بیان کروں مضیر نے کہا تمہارا نام
کیا ہے کہا علی بن ابی طالبؑ یہ کہکر ارشاد کیا کہ سن تو عرب کا رہنے والا اور تیرا نام مضیر ہے اور تیرے باپ کا نام دارم ہے عمر تیری تین سو سا
سال کی ہوئی ہے اور اس زمانے میں ایک سو برس تیری عمر سے گذرے تھے جبکہ تو نے اپنی قوم کو ظہور رسالت سید کائنات کی بشارت
دی تھی اور کہا تھا کہ ایک مرد ایسا پیدا ہوگا کہ اس کے رخسارے چاند سے زیادہ روشن اور اس کا کلام شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ پس
جو کوئی اسپر ایمان لائے گا دارین میں نجات پائیگا وہ پدر یتیموں اور مسکینوں کا ہوگا اور صاحب شمشیر ہوگا اور دراز گوش پر سواری کریگا
کفش میں پیوند لگائیگا شراب اور زنا کو حرام کریگا قتل اور سود سے مانع آئیگا۔ خاتم الانبیا ہوگا امت اسکی پانچ وقت روز و شب میں نماز پڑھیگی
اور ماہ رمضان کے روزے رکھے گی۔ اور خانہ کعبہ کا حج کرے گی اسپر ایمان لاؤ جب تو نے یہ کہا تو تیری قوم جمع ہوگئی اور درپے تیرے ایذا
و آزار کی ہوئی۔ اور چاہا کہ تجھکو ہلاک کرے پس تجھکو ایک چاہ عمیق میں ڈالدیا اور اپنی دلجمعی کی اور تو ابتک اس کوئیں میں قید تھا جبکہ جناب
رسالتمآبؐ نے انتقال فرمایا تو تیری قوم کو خدائیتعالیٰ نے ہلاک کیا اور تجھے اس قید سے نجات بخشی بعد اسکے تجھے عالم غیب سے آواز آئی
کہ اے مضیر محمدؐ نے دار دنیا سے دار عقبیٰ کیطرف انتقال فرمایا تو اس کے اصحاب سے ہے مدینہ میں جاکر اسکی قبر کی زیارت بجالا پس تو قطع
منازل کرکے یہاں آیا تاکہ زیارت روضۂ منورہ سے مشرف ہووے مضیر نے یہ باتیں سنیں تو رونے لگا اور پوچھا کہ آپ کو اس قصہ سے کس نے
آگاہ کیا فرمایا کہ حضرت رسول خدا نے مجھے خبر دی تھی کہ مضیر میری وفات کے بعد تیرے پاس آئیگا تو میرا سلام اسکو پہنچانا مضیر نے سلام کا نام
سنا تو کھڑا ہوا اور امیر المومنینؑ کے پاس آکر سرِ مبارک پر بوسہ دیا اور پھر بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا اے مضیر تو نقاب اپنے چہرے سے اٹھادے
اس نے نقاب مونہہ سے اٹھائی تو ایک نور اسکی پیشانی سے ساطع ہوا کہ تمام مسجد روشن ہوگئی مضیر نے عرض کی یا حضرت میں کئی سوال
رکھتا ہوں کہ ان کا کوئی جواب نہیں دیسکتا مگر نبی یا وصی نبی حضرت نے فرمایا کہ پوچھ کیا پوچھنا ہے اس نے عرض کی یا علی خبر دیجیے کہ وہ[1]
نر کونسا ہے جو بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوا۔ اور وہ[2] مادہ کونسی ہے جو بے ماں اور بے باپ پیدا ہوئی۔ اور وہ[3] نر کونسا ہے جو فقط
بے باپ کے پیدا ہوا۔ اور خبر دو[4] مجھکو اس رسولؐ سے کہ نہ انسانوں سے ہے نہ جنات سے اور نہ ملائکہ نہ بہائم و سباع سے۔ اور وہ[5]
قبر کونسی ہے جو اپنے صاحب کو لئے پھری اور سیر کرائی۔ اور وہ[6] حیوان کونسا ہے جس نے اپنے اصحاب پر رحم کیا۔ اور وہ[7] کونسا جسم ہے جس نے
کھایا مگر پیا نہیں۔ اور وہ[8] کونسی زمین ہے جسپر آفتاب صرف ایک مرتبہ چمکا پھر کبھی نہ چمکیگا۔ اور وہ[9] کونسا جماد ہے کہ جس نے زندہ جنا اور[10]

سوالات حضرت خضر جوابات امیر المومنین

کونسی عورت ہے جس نے تین ساعت میں بچہ جنا اور وہ دو ساکن کونسے ہیں جو کبھی حرکت نہ کرینگے۔ اور وہ[12] دو متحرک کونسے ہیں جو کبھی ساکن نہوں گے۔ اور وہ[13] دو دوست کون ہیں جو کبھی دشمنی نہ کرینگے۔ اور وہ[14] دو دشمن کونسے ہیں جو کبھی دوستی نہ کرینگے۔ اور خبر[15] دو مجھے شے و لا شے سے اور خوب[16] ترین اشیا اور زشت[17] ترین اشیا سے اور سب سے اول[18] رحم میں کیا شے منعقد ہوتی ہے اور قبر[19] میں کیا شے سب سے آخر گرتی ہے۔ پس مضر نے جب یہ بیس[20] سوال عرض کئے تو جناب امیرؑ نے انکا بیان بہ تفصیل بیان کرنا شروع کیا اور فرمایا کہ وہ نر جو بے ماں باپ کے پیدا ہوا وہ حضرت آدمؑ ہیں اور وہ مادہ کہ بے ماں باپ کے پیدا ہوئی وہ حضرت حواؑ ہیں اور وہ نر کہ بے باپ کے پیدا ہوا وہ حضرت عیسیٰؑ ہیں اور وہ رسول کہ نہ قبیل انس و جن سے ہے نہ ملائکہ نہ بہائم و سباع سے وہ غراب (کوا) ہے کہ حق تعالیٰ نے واسطے تعلیم قابیل کے بھیجا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض کہ حق تعالیٰ نے ایک غراب کو بھیجا کہ زمین کو کھودتا تھا اور وہ قبر کہ جس نے اپنے صاحب کو سیر کروائی وہ ماہی تھی کہ یونسؑ تین روز تک اس کے پیٹ میں رہے اور وہ اطراف بحر و جوانب بحر میں سیر کرتی تھی اور وہ حیوان کہ جس نے اپنی قوم پر رحم کیا وہ چیونٹی تھی کہ واسطے طلب رزق کے اپنی قوم کے ساتھ گھر سے نکلی تھی اور سب چیونٹیاں ستون پر کہ حضرت سلیمان اسکے نیچے سوتے تھے چڑھنے لگیں تو اس چیونٹی نے اپنی قوم سے کہا کہ خبردار حضرت سلیمانؑ کے سر پر مٹی نہ گرنے پائے کہ پیغمبر خدا کو ایذا پہنچے گی۔ اور وہ جسم جس نے کھایا تو نگر پیا نہیں وہ عصائے موسیٰؑ ہے کہ سحر ساحروں کا نگل گیا۔ چنانچہ اسکی شان میں آیا ہے تلقف ما یافکون کہ وہ نگل جاتا تھا اس سحر کو کہ جو وہ مکر کرتے تھے۔ اور وہ بقعۂ زمین کہ جس پر آفتاب ایک دفعہ چمکا اور پھر نہ چمکیگا وہ دریائے نیل کا وہ مقام ہے کہ خدا تعالیٰ نے قوم موسیٰ کے لیے اسکو شگافتہ کیا اور تہ زمین کی اس جگہ سے ظاہر ہوئی تو آفتاب اس پر چمکا بحدیکہ وہ اسقدر خشک ہوگیا کہ گرد اس پر سے اوڑی اور جب سب اس سے گذر گئے تو پانی دریا کا مل گیا۔ اور وہ جماد جس سے حیوان پیدا ہوا وہ پتھر تھا جس میں سے ناقہ صالح نکلا اور وہ دو ساکن کہ کبھی متحرک نہوں گے آسمان و زمین ہیں۔ اور مراد حرکت سے حرکت این ہے یعنی انتقال کرنا ایک مکان سے طرف دوسرے مکان کے پس وہ مکان کو نہیں چھوڑتے۔ اور وہ دو متحرک کہ ساکن نہ ہونگے وہ چاند سورج ہیں کہ ہمیشہ پھرتے ہیں اور وہ عورت کہ تین ساعت میں بچہ جنی وہ حضرت مریم ہیں کہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئیں اور ایک ساعت درد زہ میں مبتلا رہیں اور ایک ساعت میں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور وہ دو دوست کہ کبھی دشمن نہوں گے جسم و جان ہیں اور وہ دو دشمن کہ کبھی دوست نہوں گے موت و حیات ہیں اور شے مومن ہے اور لا شے کافر ہوتا ہے اور خوب ترین اشیا صورت انسان ہے اور تمام چیزوں سے زشت و قبیح بدن بے سر ہے۔ اور اول رحم میں جو چیز منعقد ہوتی ہے انگشت شہادت ہے اور آخر بدن سے جو چیز قبر میں گرتی ہے وہ ہڈی ہے جو انتہائے پشت میں ہے۔ مضر نے جو یہ جواب اپنے سوالات کے پائے، اٹھ کھڑا ہوا اور سر مبارک امیر المومنینؑ اور جبین مبین انحضرت پر بوسہ دیا اور سب اصحاب نے بھی دست ہائے مبارک اس جناب کے چومے اور تعریف و توصیف آپ کی کی پس مضر نے کہا یا علیؑ مجھے مرقد منور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ پر لے چلو تاکہ زیارت سے اس جناب کی مشرف ہوں وہ جناب اسکو روضۂ رسولخدا پر لائے اس نے قبر مبارک کو بغل میں لیا اور اپنے سینہ سے اسکو مس کیا۔ حضرت امیر نے حاضرین سے

ارشاد کیا کہ اس کے پاس سے دور ہو جاؤ کہ اس کا وقت مفارقت دنیا سے نزدیک ہے سب ہٹ گئے بعد ایک ساعت جو اس کے پاس آئے
تو دیکھا کہ طائر روح اسکا قفس عنصری سے پرواز کر گیا تھا اصحاب نے اسکی تجہیز و تکفین کر کے قریب بقبر حمزہؑ سید الشہدا اسکو دفن کیا۔
نیز **معارج النبوۃ**[1] و زہرۃ الریاض میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک یہودی پر حقیقت نبوت حضرت خاتم الانبیا توریت سے
منکشف ہوگئی تو اس نے آنحضرت کا حال دریافت کیا تاکہ آپ سے ملاقات کرے لوگوں نے کہا کہ وہ محمدؐ ہیں کہ تہامہ میں دعوائے نبوت
کرتے ہیں مگر ان سے نہ ملنا اولیٰ ہے یہودی نے کہا بحق توریت موسیٰ کہ مجھکو ان کی زیارت سے منع نہ کرو پس طے منازل کر کے شام سے
مدینہ میں آیا سلمانؓ فارسی سے ملا اور اظہار اشتیاق ملاقات سرور کائنات ظاہر کیا آنحضرت کے انتقال کو اسوقت تیس روز کا عرصہ گذرا تھا
سلمانؓ نے بخیال بیدلی یہودی کے حال پر ملال وفات آنحضرت کا بیان نہ کیا اور اسکو مسجد رسول اللہ میں مجمع اصحاب میں لیگئے یہودی
نے وہاں پہنچکر کہا السلام علیک یا ابا القاسم یا محمدؐ اصحاب تام نامی رسولخدا سنکر رونے لگے اور صدائے نالہ و آہ انسے بلند ہوئی۔
حضرت امیر المومنین نے سر مبارک اٹھا کر کہا کہ اے شخص کون ہے کہ ہماری مصیبت کو تازہ کیا اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑکا ظاہرا
تو ناواقف ہے اور آنحضرت کے فوت ہو جانیکا حال تجھے معلوم نہیں ایک ماہ کامل گذرا کہ ماہ فلک نبوت و رسالت محاق میں آگیا یہودی
نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر کہا کہ افسوس کہ میری محنت رائیگاں گئی میں نے شوق زیارت آنحضرت میں طے راہ دراز کی تھی تم
میں کوئی ایسا ہے کہ آنحضرت کی صورت و شمائل و اخلاق و خصائل کو بیان کر سکے حضرت نے فرمایا میں تجھ سے کہتا ہوں یہودی نے
پوچھا تمہارا کیا نام ہے فرمایا علیؑ ابن ابیطالب کہا میں نے تمہارا نام توریت میں پڑھا ہے تم ہی آنحضرت کے وصی ہو اب حلیہ مبارک آپ
کا مجھ سے بیان کرو حضرت نے فرمایا روئے مبارک اسقدر روشن تھی کہ آفتاب بھی اس کے سامنے تیرہ معلوم ہوتا تھا قد دلپذیر معتدل
سر مدور پیشانی نورانی کشادہ اور چشمہائے فرخندہ سیاہ ابرو پیوستہ اور دندان کشادہ تبسم کرتے تو نور لبوں سے چمکتا ہر دو کف پہن و فراخ
اور شکم میموں پشت ہمایوں سے ملا ہوا دو دوش کے درمیان مہر نبوت ظاہر تھی جسمیں قلم قدرت سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ تحریر تھا امیر المومنین نے شمائل اقدس بیان کئے تو یہودی نے کہا صدقت یا علی راست کہا تم نے میں نے بھی اسیطرح
توریت میں دیکھا ہے اگر ملبوسات آنحضرت سے کوئی جامہ تمہارے پاس ہو تو مجھے دکھلاؤ کہ اس کی خوشبو سونگھوں حضرت نے سلمانؓ
کو کہا کہ ردا رسول خدا لاؤ سلمانؓ حسب الحکم در دولت پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت سیدہ اپنے پدر بزرگوار کے فراق میں گریہ و بکا
کر رہی ہیں اور حسنین علیہما السلام بھی ان کے ساتھ رو رہے ہیں سلمانؓ نے کنڈی دروازے کی کھڑکائی تو فرمایا کون ہے کہ یتیموں کا
دروازہ کھڑکاتا ہے اور بیکسوں کا تفقد کرتا ہے۔ سلمانؓ نے کہا میں ہوں سلمان خادم اہلبیت پھر حال یہودی کے آنے اور امیر المومنینؑ
کے ردا رسولخدا طلب کرنیکا بیان کیا جناب سیدہؑ نے خرقہ متبرکہ رسولخدا نکالکر سلمان کے حوالے کیا منقول ہے کہ وہ خرقہ سات مقام
سے لیف خرما سے پیوند تھا۔ اصحاب نے سر اور آنکھوں سے ملا پھر یہودی کو دیا یہودی نے اسکی خوشبو سونگھی اور روضہ رسول اللہ پر

[1] معارج النبوۃ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور کے رکن چہارم باب سیزدہم فصل ہفتم میں بضمن وقائع بعد از دفن آنحضرت صفحہ ۳۵۵ پر مذکور ہے۔ ۱۲

آیا اور آسمان کی طرف مونہہ کرکے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ اللھم ان قبلت اسلامی فاقبض روحی فی الساعۃ یعنی بار خدایا اگر میرا اسلام تونے قبول کیا ہے تو اسی وقت میری روح کو قبض کر، یہ کہنا تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل گئی اصحاب متوجہ اسکی تجہیز و تکفین کے ہوئے اور اسکو بقیع غرقد میں دفن کیا اور کتاب ذخائر العقبیٰ تصنیف محب الدین طبری سُنّی میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ کچھہ یہود ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ اے صاحب نبی رسول اللہ کا حلیہ ہم سے بیان کرو ابوبکر اس کے بیان سے عاجز ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھو چنانچہ فرمایا یا معشر الیھود لقد کنت معہ فی الغار کاصبعی ھاتین ولقد صعدت معہ جبل حراء و خنصری لفی خنصرہ ولکن الحدیث عنہ شدید وھذا علی بن ابیطالب یعنی اے گروہ یہود میں آنحضرت کے ساتھ غار میں اسطرح تھا جسطرح کہ یہ میری دو انگلیاں (اپنی دو انگلیوں کو ملاکر دکھایا) اور کوہ حرا پر آنحضرت کے ساتھ چڑھا حالانکہ میری انگشت انکی انگشت میں تھی لیکن انکا حال بیان کرنا دشوار ہے یہ علی بن ابیطالب موجود ہیں انسے پوچھو بس یہود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابوالحسن آپ اپنے پیغمبر کا حلیہ بیان کریں حضرت نے حلیہ مبارک رسولخدا انسے بیان کیا۔ انتہی یہاں حضرت عتیق نے بیان حلیہ رسول اللہ میں اپنے عجز و نادانی ہی کے اظہار پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نہایت چالاکی سے مع اسکے آنحضرت کے ساتھ اپنا کمال تقرب اختصاص سے بگھارا ہے تاکہ سائلین کے نزدیک اس سے کوئی عیب و منقصت خلافت آپ کیطرف عائد نہو لیکن اگر وہ غور سے دیکھتے توجانتے کہ یہ کلام انکا زیادہ تر موجب عیب و عار واقعہ ہوا کہ باوجود اسقدر قرب و منزلت کے بھی شکل و شمائل آنحضرت کا بیان نہ کرسکے، اور جیسا یہاں یہود کے سامنے خلیفہ اول حلیہ مبارک رسول اللہ بیان نہ کرسکے ایسا ہی اویس رضؓ قرنی کے سامنے حضرت خلیفہ ثانی اتنا بھی نہ بتلا سکے کہ ابروئے مبارک رسول اللہ کشادہ تھیں یا پیوستہ مجالس المومنین میں کتاب تذکرۃ الاولیا سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ و عمر خرقہ متبرکہ رسول اللہ حسب وصیت آنحضرتؐ کے اویس رضؓ کے پاس لیگئے تو عمر نے اویس رضؓ سے کہا اے اویس رضؓ تم کیوں نہ آئے کہ پیغمبرؐ خدا کی زیارت سے مشرف ہوتے اویس رضؓ نے کہا اے عمر تونے پیغمبر خدا کو دیکھا ہے کہا ہاں دیکھا ہے اویس رضؓ نے کہا انکی پیشانی نورانی کو دیکھا ہے اگر دیکھا ہے تو بتلا کہ ابروئے دلجو آپ کے باہم ملے ہوئے تھے یا کشادہ عمر کچھہ جواب نہ دے سکے قاضی صاحب نقل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ اس کلام میں اویس نے عمر پر استہزا کیا اور معرفت رسول اللہ سے انکی جہل و نادانی کا اظہار فرمایا اور انکو عوام کے آگے ذلیل و رسوا کیا۔ نیز کتاب مذکور سے نقل کیا ہے کہ عمر نے اویس رضؓ کو دیکھا کہ ایک شتری کمبلی اوڑہے سر و پا برہنہ کئے گویا دولت دو عالم کو اپنی بغل میں لئے ہوئے ہیں حکومت و بادشاہی سے دل کھٹا ہوگیا اور کہنے لگے کہ کوئی ہے کہ ایک روٹی کے عوض یہ خلافت مجھسے خریدلے اویس رضؓ نے کہا کون بیوقوف ہے کہ تیرے اس قول کا اعتبار کرے بیچنا کیا ہے اگر دل سے کہتا ہے تو اسکو ڈالدے کوئی اٹھا لیگا۔ صاحب مجالس کہتے ہیں کہ یہ کلام اویس رضؓ کا مشتمل ہے طعن عمر پر کہ خلافت میں بیع و شرا کو جاری کرتے تھے حالانکہ عقل شاہد ہے کہ وہ عطیہ ایزدی ہے یوتیہ من یشاء ابوبکر سے اسکو خریدنا اور عثمان کے ہاتھ بیچنا خلاف عقل و شرع تھا اور نیز انکا کلام مشعر ہے اسکا کہ عمر نے واقعی خلافت سے دل نہیں اٹھایا تھا اگر فی الواقع اسکو بیچنا منظور ہوتا تو طلحہ زبیر و معاویہ اسکو ہزار جان سے خریدلیتے چہ جائے کہ ایک نان سے مگر وہ جانتے تھے کہ عمر بھی ابوبکر کے آقا کی طرح جھوٹی تواضع اور خلاف واقع زہد و تجرد کا اظہار کرتے ہیں

نیز نقل کیا ہے کہ عمر نے اویس سے کہا کہ میرے لئے دعا کرو انہوں نے کہا میں ہر نماز و تشہد میں جملہ مومنین و مومنات کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اگر تو ایمان پر مرے گا تو میری دعا تجھکو نفع بخشے گی ورنہ میں اپنی دعا کو ضائع نہیں کرتا قاضی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کلام اویس کا مشعر ہے اسکا کہ اویس کو سوء عاقبت عمر کا حال معلوم تھا اور وہ بالخصوص انکے لئے دعا کرنا نہیں چاہتے تھے نیز زین الفتی تفسیر سورۂ ہل اتی تصنیف ابو محمد احمد عاصمی میں سلمان فارسی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا نے وفات پائی تو نصاریٰ قیصر روم کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا کہ انجیل میں ہے کہ عیسیٰ کے بعد ایک رسول احمد نام خروج کریگا ہم ان کے خروج کو دیکھتے رہتے تا اینکہ اب ان کے مرنیکی خبر آئی ہے پس اب تو ہمکو اس امر میں مشورہ دے بہ تحقیق کہ ہمارے دین و دنیا کے کاروبار تیری رائے پر منحصر ہیں قیصر نے اپنے ملک کے ایک سو عالموں کو جمع کیا اور ان سے عہد لیا کہ کوئی امر اس سے نہ چھپائیں اور انکو بھیجا کہ جا کر اس پیغمبر عربی کے وصی سے سوالات کرو جیسے کہ انبیاء سے سوال کرتے ہیں اگر درست بتلا دیئے تو اسپر اور اسکے وصی پر ایمان لے آؤ اور مجھکو یہ حال لکھو اور اگر جواب نہ دیسکا تو جاننا کہ وہ ایک اپنی قوم کا مطاع تھا پس یہ لوگ وہاں سے چلکر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ وہاں یہودیوں نے راس جالوت سے ایسی ہی درخواست کی تھی جیسی کہ نصاریٰ نے قیصر سے کی تھی پس اس نے بھی اپنی قوم سے ایک سو آدمی جمع کئے اور یہ سب لوگ باہم روانہ ہوئے تا اینکہ مدینہ پہنچے۔ سلمان کہتے ہیں کہ روز جمعہ تھا کہ یہ مجمع داخل مدینہ ہوا۔ ابوبکر مسجد رسول اللہ میں بیٹھے لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے جینے اس گروہ کے آنیکی آپ کو اطلاع کی انہوں نے اجازت دی وہ داخل ہوئے۔ راس جالوت نے کہا کہ ہم یہود و نصاریٰ ہیں آئے ہیں کہ تم سے تمہارے دین کی فضیلت کا حال دریافت کریں اگر اسکو اپنے دین سے افضل پائیں گے تو اسکو اختیار کرینگے ورنہ ہمارا دین خیر ادیان ہے ابوبکر نے کہا سوال کر جو تیرا جی چاہے کہا میں اور تو خدا کے نزدیک کیا چیز ہیں ابوبکر نے کہا میں خدا کے نزدیک اور اپنے نزدیک بھی اسوقت تک مومن ہوں اسکے بعد کا حال معلوم نہیں کہ کیا ہو۔ یہودی نے کہا جنت میں اپنے مکان کی اور جہنم میں میرے مکان کی کیفیت بیان کرو تاکہ اس میں رغبت کروں اور اس سے نفرت ابوبکر حیران رہ گئے اور کبھی حیرت سے معاذ بن جبل کیطرف دیکھتے تھے اور کبھی عبداللہ مسعود کی طرف راس جالوت نے عبرانی زبان میں اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ شخص نبی نہ تھا سلمان کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا ایہا القوم اس شخص کو بلواؤ کہ اگر مسند قضا اسکے لئے آراستہ کرو تو اہل توریت کے درمیان موافق انکی توریت کے حکم کرے اور اہل زبور کے درمیان موافق انکی زبور کے اور اہل انجیل کے درمیان بموجب انکی انجیل کے اور اہل قرآن کے درمیان بموجب انکے قرآن کے اور ظاہر و باطن آیات کو جیسا کہ چاہیے جانتے ہیں پس معاذ نے کہا علی ابن ابی طالب کو بلا لاؤ میں گیا اور تمام ماجرا یہود و نصاریٰ کے آنیکا عرض کیا حضرت تشریف لائے اور آ کر رسول اللہ کے بیٹھنے کی جگہ بیٹھ گئے۔ عبداللہ مسعود کہتے ہیں کان علینا ثواب الذل فلما جاء علی بن ابیطالب کشفہ اللہ عنا کہ ہمارے اوپر ثوب (کپڑا) ذلت و رسوائی کا پڑا ہوا تھا علیؑ کے آنیسے حق تعالیٰ نے اسکو ہم سے اٹھا دیا۔ پس حضرت نے کہا ای یہودی سوال کر مجھسے جو کچھ کہ چاہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بابت خبر دونگا۔ یہودی نے وہی سوال حضرت سے بھی کیا جو اول ابوبکر سے کیا تھا کہ میں اور تم خدا کے نزدیک کیا ہیں حضرت نے فرمایا کہ میں اس جل شانہ کے نزدیک اور اپنے نزدیک اس وقت تک مومن ہوں آئندہ کا حال نہیں

جانتا علی ہذا تو خدا کے نزدیک اور میرے نزدیک ابتک کافر ہے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ یہودی نے دوسرا سوال مکان جنت ونار کا پیش کیا آپ نے فرمایا اے یہودی ہنوز ثواب جنت وعذاب دوزخ نہیں دیکھا کہ اسکو جانوں مگر حق تعالیٰ نے مومنوں کے لئے جنت اور کافروں کے واسطے جہنم مہیا کیا ہے اگر اسمیں شک کروں تو پیغمبر کے خلاف ہوا اور اسلام پر نہ رہوں راس جالوت نے کہا درست ہے انبیا جو کہتے ہیں اسمیں امین ہوتے ہیں اگر انکی تصدیق کرے تو مومن ہے ورنہ کافر مجھکو خبر دو کہ تم نے اللہ کو برائے محمدؐ پہچانا یا محمدؐ کو برائے خدا پہچانا حضرت نے فرمایا اللہ کو برائے محمدؐ نہیں محمدؐ کو برائے خدا پہچانا ہے کیونکہ محمد محدود مخلوق ایک بندہ ہیں بندگان خدا سے حق تعالیٰ نے اپنی خلقت کیلئے انکو برگزیدہ کیا اور چنا اور الہام کیا انپر اپنی طاعت وبندگی کا جیسا کہ الہام کیا فرشتوں کو اور اپنی معرفت سے مطلع کیا بلا کیفیت وشبہ کے کہا صدقت راست کہا تمنے اب خبر دو مجھکو کہ حق تعالیٰ دنیا میں ہے یا آخرت میں حضرت نے فرمایا اگر دنیا یا آخرت میں ہو تو محدود ہو جائے لیکن وہ دنیا وآخرت دونو کا علم رکھتا ہے اور اسکا عرش ہوائے آخرت میں محیط دنیا ہے اور آخرت اسکے اندر بمنزلہ ایک قندیل کے ہے اگر اسکو چھوڑتے ہیں تو ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے نکالتے ہیں تو کسی جگہ مستقیم نہیں رہتا۔ پس اسیطرح دنیا آخرت کے درمیان ہے اس نے کہا صدقت اب مجھکو خبر دو کہ حق تعالیٰ حامل یعنی اٹھانیوالا ہے یا محمول ہے فرمایا حامل ہے عرض کی یہ کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ توریت میں آیا ہے ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیہ کہ اس روز اٹھائینگے تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر حضرت نے فرمایا اے یہودی ملائکہ حاملان عرش ہیں اور ثرے حامل ہوا ہے اور ثری قدرت پر ٹکی ہوئی ہے جیسا کہ فرماتا ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی کہ وہ چیز ہے کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان اور ثرے کے نیچے۔ یہودی نے کہا راست کہا تم نے رحمت خدا ہو تمپر۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ بحارالانوار میں اس حدیث کو بہت شرح وبسط کے ساتھ روایت کیا ہے اسمیں نو مرد نصاریٰ کا کہ قیصر روم کی طرف سے آئے تھے مقدم جاثلیق کہا گیا ہے اور وہی ہے سوال کنندہ سوالات مذکورہ کا ابوبکر سے اور بعد از اں امیرالمومنینؑ سے اور مذکورہ سوالات کے سوا اور بہت سے سوال اسنے حضرت سے دریافت کئے جنکو ہم بخوف طوالت یہاں نقل نہیں کرسکے آخر حدیث میں ہے کہ ان سب لوگوں نے کلمہ شہادتین پڑھا اور رسول اللہ کی نبوت اور امیرالمومنین کی وصایت وامامت کا اقرار کیا بعد ازاں حضرت نے بہت سے اسرار وحکم واخبار وآثار ان سے بیان کئے اور امور آئندہ سے ظہور موفورالسرور حضرت صاحب الزمانؑ تک انکو خبر دی راوی کہتا کہ حضرت کو رقت ہوئی اور گریاں ہوئے اور جاثلیق بھی معہ اپنے توابع ولواحقین کے گریاں ہوا اور وداع کیا آنحضرتؐ کے تئیں اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں تمہارے لئے وصایت وخلافت واخوت رسول اللہ کی اور ہمارے پاس تمہاری صفت وصورت پہلے سے موجود ہے اور تمام انبیاء سابقین اور خاتم النبیین محمد مصطفےٰ کی تصویریں معہ تمہاری اور تمہارے دو فرزندوں حسنؑ وحسینؑ اور تمہاری زوجہ مطہرہ مریم کبریٰ سیدۃ النسا فاطمۂ زہرا کے موجود ہیں۔ اب ہم اپنے بادشاہ کی طرف جاتے ہیں اسکو اس نور ہدایت وبرہان وحجت سے کہ تم سے پایا اور اس صبر وسختی سے جس میں تم بسر کرتے ہو مطلع کرینگے اور ہم تمہارے بہی خواہ ودعاگو اور تمہاری سلطنت کے خواستگار ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ تمہاری مصیبت عظیم مصیبت ہے اور تمہاری مدت دراز مدت والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ❖

حکایت ابو الضمضام علیہ وادائے دین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ابن شہر آشوب مازندرانی علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ ابو الضمضام علیہ حضرت رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ بارش کب نازل ہوتی ہے اور میرے اس ناقہ کے پیٹ میں تر ہے یا مادہ۔ اور کل کیا ہوگا۔ اور میں کب مروں گا۔ اور صاحب مناقب مرتضوی نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو الضمضام اپنے ناقہ پر سوار ہوا رسول اللہ کے آگے آیا اور کہا تم میں کون ہے کہ دعوےٰ نبوت کرتا ہے سلمانؓ نے کہا اے اعرابی مگر نہیں دیکھتا تو روئے انور مثل ماہ شب چار دہم کے وہی نبی و مولی و مقتدائے دین و دنیا ہیں پس اعرابی آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اگر تم پیغمبر ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ اور بارش کس وقت برستی ہے۔ اور ناقہ کے پیٹ میں کیا ہے اور کل ہم کیا کسب کرینگے۔ اور میں کس دن مرونگا۔ بہرحال رسول اللہ ان سوالات کے جواب میں خاموش تھے کہ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور آیات ذیل لائے ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت یعنی بتحقیق کہ اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہی مینہ برساتا ہے اور جو کچھ رحموں میں ہے اسکو وہ جانتا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کسب کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مریگا پس ابو الضمضام ان آیات کو سنکر ایمان لے آیا اور عرض کی کہ جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی ہدایت کرتا ہوں حضرت رسول خدا نے فرمایا اے ابو الضمضام میرے ذمہ ہیں تیرے لئے اسی ناقہ سرخ پشت سفید آنکھ اور سیاہ حدقہ چشم والے جن پر طرائف یمن اور نقد حجاز لدا ہو۔ پھر امیر المومنین سے فرمایا اے اخی لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقرار کیا محمد بن عبد اللہ رسولخدا نے ثبات عقل و صحت بدن میں برضا و اختیار خود کہ میرے ذمہ ہیں ابو ضمضام علیہ کے لئے اسی ناقہ سرخ مو سفید پشت سیاہ چشم پراز تحائف یمن و نقد حجاز کے یہ کاغذ ابو ضمضام کو دیا وہ اسکو لیکر اپنے وطن کو لوٹ گیا اور وہاں تمام قبیلہ اس کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے چاہا کہ یہ ناقے حاصل کرے تو معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ رحلت کر گئے۔ پوچھا انکے بعد انکا خلیفہ و جانشین کون ہوا کہا ابوبکر پس اس نے سندلی اور مدینہ میں ابوبکر کے پاس حاضر ہوا اور کہا اے خلیفہ رسول رسول اللہ پر میرے اسی ناقہ ان صفات کے واجب الادا ہیں آنحضرت نے کہا تھا کہ میرا وصی اسکو ادا کریگا اور وثیقہ دکھلایا ابوبکر متحیر ہوئے کہا اے اخ العرب تیرا دعوی عقل میں نہیں آتا۔ رسول اللہ صرف ایک خچر دلدل اور حمار یعفور اور تلوار ذو الفقار اور زرہ فاضل نام چھوڑ گئے ہیں یہ تمام چیزیں علی کے پاس ہیں اور فدک چھوڑا تھا وہ تمام مسلمانوں کا حق ہے کیونکہ انبیا کے مال میں میراث نہیں ہوتی سلمانؓ نے کہا تمنے کچھ نہ کیا کہ حق حضرت امیر کا دبا لیا اسکو آنحضرت کی طرف رد کرو پس ابو ضمضام کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا لیا اور حضرت کے مکان پر لیجا کر دروازہ کھٹکایا۔ حضرتؑ نے اندر سے فرمایا کہ اے سلمان اور اے ابا ضمضام اندر آجاؤ ابو ضمضام کو تعجب ہوا کہ کسطرح بغیر دیکھے میرا نام حضرت نے لیا۔ سلمانؓ نے کہا اے شخص علی وصی رسول و در مدینہ علم نبی ہیں اور آنحضرت سے وہ نسبت رکھتے ہیں جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور وہ ہیں خیر البشر جس نے اس سے انکار کیا کافر ہوا آفتاب چھپکر دوبارہ ان کے لئے آسمان پر لوٹا اور اس نے مہاجر و انصار کے ساتھ سات مرتبہ آنحضرت پر سلام کیا۔ اور دیگر فضائل و مناقب اس جناب کے ذکر کئے حتی کہ دونو اندر داخل ہوئے ابو ضمضام نے خدمت میں پہنچکر بعد سلام اپنا قرض طلب کیا

حضرت نے فرمایا اے سلمانؓ مدینہ میں پکار دو کہ جو شخص قرض رسولخدا کے ادا کرنیکو دیکھنا چاہے تو کل علی الصباح شہر کے باہر حاضر ہو پس اگلے دن حضرت معہ اپنے فرزندوں اور دوستوں کے برآمد ہوئے اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے کان میں کچھ آہستہ سے کہکر ابوضمضام سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کے ساتھ اس ریتے کے ٹیلے کے پاس جاکہ تیرا قرض وہاں ادا ہوگا ابی ضمضام امام علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوا۔ لوگ انکو دیکھتے تھے اور منافق کہتے تھے کہ اس ریت کے ٹیلے میں کیا دھرا ہے جب قریب پہنچے تو امام حسن علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور کچھ کلمات زمین سے کہے اور عصائے رسول اللہ کو اس ٹیلہ پر لگایا ٹیلہ ہٹ گیا اور ایک پتھر سفید اسمیں سے ظاہر ہوا جس پر دو سطر نور کی تحریر تھیں اول سطر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوسری میں لا الہ الا اللہ علیؑ ولی اللہ تھا امام حسنؑ نے پھر عصا کو اس پتھر پر مارا وہ پتھر شگافتہ ہوا اور اسمیں سے مہار ناقہ ظاہر ہوئی حضرت نے ابوضمضام کو فرمایا کہ اس مہار کو پکڑ وہ مہار کو کھینچتا تھا تا اینکہ اسّی ناقہ اسی صورت وصفت کے کہ ذکر ہوئے نکل آئے ابوضمضام اس قطار کو لئے ہوئے حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا کہ قرض رسولؐ اللہ ادا ہوا کہا ہاں ادا ہوا حضرت امیرؑ نے وہ وثیقہ اس سے لے لیا اور حضرت امام حسن کے سپرد کیا کہ میں رحلت کروں تو یہ میرے کفن میں رکھدینا اور فرمایا ایہا الناس جاؤ اور آگاہ رہو کہ رسولؐ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ نے ان ناقوں کو اس پتھر کے اندر ناقہٴ صالح سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے منافقوں نے کہا یہ بھی علیؑ کا جادو ہے ؎ کردہ بمعجزادا قرض رسولخدا ٭ قرض رسولؐ خدا کردہ بمعجز ادا ٭ عہدنبی راوفا غیراز علیؑ کس نہ کرد ٭ غیراز علیؑ کس نہ کرد عہدنبی راوفا ۔ ٭

آمدن حکیم یونانی برائے معالجہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وملاقات او با امیرالمومنین علیہ السلام

احتجاج طبرسی میں امام ہمام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیرالمومنینؑ ایک روز بیٹھے تھے کہ ایک مرد یونانی کہ مدعی طب وحکمت تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا مجھے تمہارے صاحب (رسولخدا) کا حال معلوم ہوا کہ انکو جنون ہے بس میں ان کے علاج کیلئے آیا تھا یہاں پہنچکر سنا کہ انکا انتقال ہوگیا ہے پس جس تمنا میں یہاں آیا تھا وہ جی کی جی ہی میں رہ گئی اب سنا ہے کہ تم ان کے چچازاد بھائی اور داماد ہو میں تمہارا رنگ زرد پاتا ہوں اور تمہاری ساق پا (پنڈلیاں) پتلی اور باریک ہیں اس قابل نہیں کہ تمہارے جسم کے بوجھ کو اچھی طرح اٹھا سکیں اس زردی رنگ کی تو میرے پاس دوا ہے آپ کو دوں گا مگر ساقوں کے موٹا کرنے کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہیں آتا بجز اس کے کہ تم چلنے پھرنے میں کمی کرو اور اپنی پشت پر یا بغل میں زیادہ بوجھ کی شے نہ اٹھاؤ کیونکہ تمہاری ساقیں باریک ہیں بھاری بوجھ اٹھانے میں مجھکو اندیشہ ہے کہ کہیں ٹوٹ نہ جائیں اور زردی کیلئے یہ دوا ہے (ایک دوا حضرت کے سامنے رکھدی) اور کہا اس سے آپ کو کچھ تکلیف اور ایذا نہ ہوگی صرف چالیس روز گوشت سے پرہیز کرنا ہوگا پس یہ زردی جاتی رہے گی امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ تونے اس دوا کا تو نفع بیان کیا کہ رنگ کی زردی کو دفع کرتی ہے آیا کوئی ایسی دوا بھی تیرے پاس ہے جو بجائے نفع کے ضرر کرے اور رنگت کی زردی کو بڑھائے کہا کیوں نہیں یہ دوا (دوسری دوا کی طرف اشارہ کیا) ہے اگر وہ آدمی جس کا رنگ زرد ہو اسکو کھائے تو اسیوقت ہلاک ہو اور جسکا رنگ زرد نہ ہو وہ کہائے تو اس کا رنگ زرد ہو جائے حتے کہ اسی روز مرجائے حضرت نے اس مضر دوا کو اٹھالیا

اور فرمایا اسکی مقدار خوراک کیا ہے کہا کہ دو مثقال اسکا سم قاتل ہے اور ایک حبہ بھی انسان کے مارنیکے لئے کفایت کرتا ہے حضرت نے اسکو اٹھا کر موںہہ میں رکھ لیا اور پیا کر نگل گئے اس سے تھوڑا سا عرق آیا مگر یونانی یہ دیکھکر کانپ گیا کہ اب پسر ابوطالب کے خون میں پکڑا جاتا ہوں لوگ یہی کہیں گے کہ تو نے اسکو قتل کیا یہ کوئی نہ سنیگا کہ انہوں نے آپ اپنے تئیں مارا ہے حضرت یونانی کا اضطراب دیکھکر متبسم ہوئے اور کہا اے بندۂ خدا میں اب پہلے سے زیادہ تندرست ہوں مجھکو اس دوائے جسکو تو زہر قاتل بتلاتا تھا ذرا بھی نقصان نہیں کیا پھر فرمایا تو اپنی آنکھوں کو بند کرے اس نے بند کرلیں پھر کہا کھول لے اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ رنگ روئے مبارک نہایت سرخ و سفید ہے اور زردی کا کہیں نام و نشان باقی نہیں حیران رہ گیا آپ نے فرمایا کہاں گئی وہ زردی کہ تو مجھمیں بتلاتا تھا اس نے کہا قسم بخدا کہ گویا تم وہ نہیں ہو جسکو میں نے پہلے دیکھا تھا پہلے تمہاری رنگت زرد تھی اب گلاب کے پھول کی مانند ہے حضرت نے فرمایا تیرے اسی زہر قاتل سے میری زردی جاتی رہی لیکن میری یہ دونو ساقیں جنکو تو کمزور بتلاتا ہے بجد یکہ کہتا ہے کہ میں چلنے میں کوتاہی کروں اور کوئی ثقیل چیز نہ اٹھاؤں کہ وہ ٹوٹ نہ جائیں پس میں تجھکو دکھلاتا ہوں کہ طب خدا تیرے طب کے خلاف ہے یہ کہکر ستون کلاں پر جسکے اوپر وہ چھت تھی جسکے نیچے بیٹھے تھے اور اس کے اوپر ایک حجرہ اور حجرہ کے اوپر ایک اور حجرہ تھا ہاتھ مارا اور حرکت دی اسکو بزور ید اللہی اسکو اٹھا لیا کہ اس کے ساتھ ہی دیواریں اور چھت اور دو منزلہ مکان تمام اٹھ کھڑے ہوئے یونانی کو یہ دیکھکر غش آگیا حضرت نے فرمایا اسپر پانی چھڑکو پانی چھڑکنے سے ہوش آیا تو بولا قسم بخدا کہ میں نے آجتک ایسی عجیب طاقت نہیں دیکھی تھی حضرتؑ نے فرمایا یہ انہیں باریک اور پتلی پنڈلیوں کی طاقت ہے کہ انہوں نے بارگراں کو اٹھا لیا یونانی نے کہا محمدؐ بھی تمہاری ہی مثل تھے حضرت نے فرمایا میرا علم و عقل انکے علم و عقل سے ہے اور میرا زور و طاقت انکے زور و طاقت سے ہے حارث ابن کلدہ ثقفی طبیب عرب ان کے پاس آیا تھا کہ میں تمہارے جنون کا علاج کرونگا حضرت نے اس سے فرمایا تو چاہتا ہے کہ میں تجھکو ایک آیت و علامت دکھلاؤں کہ تجھے معلوم ہوجائے کہ میں تیری طبابت سے مستغنی اور تو میری طب کا محتاج ہے اس نے کہا ہاں چاہتا ہوں حضرت نے ایک نخل بلند کی طرف اشارہ کیا وہ درخت زمین کو پھاڑتا آنحضرت کے پاس آکھڑا ہوا فرمایا یہ تیرے تئیں کافی ہے کہا اسکو حکم کیجے کہ پھر اپنے مقام پر چلا جائے حضرت نے پھر اشارہ کیا درخت پھر اپنی جگہ لوٹ گیا اور وہیں جاکر کھڑا ہوگیا یونانی نے کہا یہ معجزہ پیغمبر کا ہے میں تمسے اسکی نسبت کمتر بات چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں تمسے دور جاکر کھڑا ہوجاؤں تم مجھکو بلاؤ اور میں نہ آنا چاہوں پھر دیکھوں کہ کسطرح بزور مجھکو بلاتے ہو حضرت نے فرمایا یہ آیت فقط تیرے لیئے ہوگی کہ تو آنا نہ چاہیگا اور میں بقہر و غلبہ ایزدی تجھکو بلالونگا اور دل کو معلوم نہ ہوگا کہ تو اپنے ارادہ سے آیا یا بالاکراہ لایا گیا ہے۔ اس لیئے ایسی درخواست کر کہ تمام عالم کے لئے آیت و معجزہ ہو۔ اسنے کہا تو میں چاہتا ہوں کہ آپ اس درخت کو کہیں کہ اس کے اجزا منفصل و متفرق ہوجائیں اور ان کے درمیان بعد و دوری واقع ہو پھر امر کریں کہ وہی اجزا منفصلہ باہم مجتمع ہوکر ویساہی درخت بنجائے فرمایا تو تو میری طرف سے اس کے پاس جا اور کہہ کہ وصی رسول اللہ محمد مصطفےٰ تجھکو کہتا ہے کہ تیرے اجزا متفرق و متباعد ہوجائیں یونانی نے ایساہی کیا یہ کہنا تھا کہ تمام درخت ریزہ ریزہ ہوکر گر پڑا اور خاک میں ملگیا تا اینکہ اسکا کوئی نشان باقی نہ رہا گویا کہ وہاں کبھی درخت تھا ہی نہیں۔ یونانی پر اس واقعہ کے دیکھنے سے ہیبت چھا گئی اور کہا اے وصی رسول ایک خواہش میری پوری ہوگئی دوسری باقی ہے کہ یہ درخت پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے۔ حضرت نے حکم دیا کہ اجزا ریزہ جمع ہوکر پھر درخت بنجائے۔ پس یہ کہتے ہی ذرات

خورد مثل غبار زمین سے اٹھے اور ہوا میں باہم پیوست ہو کر تنا شاخیں پتے بننے لگے تا اینکہ سالم درخت جیسا کہ تھا بنگیا یونانی نے عرض کی یا حضرت ایک اور میری خواہش ہے وہ یہ کہ اس درخت پر پھل آجائے اور وہ سبز سے زرد اور پھر سرخ ہو کر پختہ تازہ خرما کھانیکے لایق ہو جائیں پھر آپ بھی اسمیں سے تناول کریں اور میں و جملہ حاضرین اسکو کھائیں حضرت نے فرمایا تو ہی میرا قاصد ہے میری طرف سے درخت کو یہ پیغام پہنچا یہ پیغام پہنچتے ہی درخت میں جنبش پیدا ہوئی اور اسمیں سے سرسبز پھل نکل آیا پھر وہ زرد ہوا پھر سرخ ہو کر نفیس خرما ہو گئے اور بڑے بڑے خوشے لٹکنے لگے یونانی نے کہا اتنا اور چاہتا ہوں کہ یہ خوشے زمین پر میرے نزدیک آجائیں یا میرے ہاتھ اسقدر دراز ہوں کہ ان کے نزدیک پہنچ جائیں اور منتہائے آرزو یہ ہے کہ بعض خوشوں پر میرا ہاتھ پہنچ جائے اور بعض خود جھک کر دوسرے ہاتھ میں آجائیں حضرت نے فرمایا جس ہاتھ کو خوشوں تک پہنچانا چاہتا ہے اسے دراز کر اور کہہ یا مقرب البعید قرب یدی الیھا اے دور کو نزدیک کرنیوالے میرے ہاتھ کو اس تک پہنچا دے اور دوسرے ہاتھ کو سکیڑلے اور کہہ یامسھل العسیر سھل لی تناول مابعد عنی اے دشوار کام کے سہل و آسان کرنیوالے جو شے مجھہ سے بعید ہے اسکو لیلینا مجھپر سہل کر یونانی نے حسب الارشاد عمل کیا اسکا داہنا ہاتھ دراز ہو کر درخت تک پہنچگیا اور دوسرے کے خوشہ ہائے خرما خود پاس آگئے۔ اسوقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے یونانی اگر تو نے یہ کھجوریں کھائیں اور جو امور تیرے لئے ظاہر ہوئے ہیں ان سب پہ ایمان نہ لایا تو حق تعالیٰ تجھکو عذاب عاجل میں مبتلا کریگا یونانی نے کہا اگر یہ معجزات بیّنات دیکھکر بھی کفر پر رہوں تو معاند حق اور اپنا آپ دشمن ہونگا۔ گواہی دیتا ہوں کہ تم خاصانِ خدا سے ہو جو کہتے ہو سب حق و صدق ہے جو چاہو مجھکو حکم کرو کہ میں اطاعت کو تیار رہوں۔ پس حضرت نے اسکو مراسمِ اسلام و لوازم ایقان تلقین کئے اور فرمایا پہلے اقرار کر کہ خدا واحد احد و یکتا و جواد و دانا ہے اور عبث و فساد و ظلم و بیداد اس سے نہیں ہوتا اور شہادت دے کہ محمد مصطفےٰ جنکا میں وصی و جانشین ہوں سید انام و خیر خلق خدا ہیں اور علی جس نے یہ معجزات بابرکات تجھے دکھلائے بعد آنحضرت کے بہترین خلائق اور انکی خلافت کے لئے تمام سے اولےٰ ہے اس کے دوست دوستان خدا ہیں اور اس کے دشمن دشمنانِ الٰہ اور جو مومن کہ دینِ مبین میں تیرا مشارک اور بجا آوری احکام رب العالمین میں مددگار و مساعد ہو اسکو خلاصہ امت اور ہمارا خالص شیعہ گن اور امر کرتا ہوں تجھکو کہ برادرانِ مومن کے ساتھ جو رسول اللہ کی تصدیق اور ہماری اطاعت و انقیاد میں تیرے موافق ہوں بمواسات و غمخواری پیش آئے اور رزق خدا میں کہ تیرے پاس ہو انکو اپنا شریک گردانے۔ انکی آتش جوع کو بجھاوے اور انکا جبر نقصان فرمائے یعنی جو کوئی ایمان میں تیرا مماثل و مساوی ہو بذل مال میں بھی اسے اپنے برابر جانے اور جو دینداری میں تجھپر فضیلت و فوقیت رکھتا ہو مال میں بھی اس کو اپنے اوپر ترجیح دے حتیٰ کہ حق تعالیٰ جان لے کہ دین خدا تجھکو مال سے زیادہ عزیز ہے اور دوستان خدا اپنے اہل و عیال سے زیادہ گرامی اور تجھکو تاکید کرتا ہوں کہ ان علوم کی جو تیرے سپرد کیئے گئے اور ان اسرار کی جو تجھپر حمل ہوئے کمال حفاظت کرے اور معاندین اشرار سے کہ تجھسے بغض و عناد رکھیں اور ہتک عرض و ناموس تیرا چاہیں انکو پنہاں رکھے اور ہرگز ہمارے اسرار ان لوگوں پر ظاہر نہ کرے جو ہم پر طعن و تشنیع کریں یا ہمارے مدارج عالیہ سے بیخبر ہوں اور نیز تجھکو تقید کرتا ہوں کہ دین خدا میں تقیہ کا استعمال کیجیو کیونکہ وہ ضرورت کے وقت مطلوب اور مامور بہ ہے حق تعالیٰ نے قرآن میں اسکا حکم دیا ہے اور عقل سلیم اسپر شاہد ہے کہ اگر زبان سے کوئی ناہموار کلمہ کہے

ورانحالیکہ دل میں اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ آپ اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالے۔

ذکر پارۂ از حالات خلافت خلیفۂ اول و کردار ہائے ناصواب خالد بن ولید

جب خلیفہ اول کو مہم بیعت ستانی سے فراغت ہوئی اور اکثر اہل مدینہ طوعاً و کرہاً ان کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوگئے تو انہوں نے عیان توجہ بہیر و نجات کی طرف معطوف کی بعض قبائل ادائے زکوٰۃ سے انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ نے علی بن ابیطالب اپنے ابن عم و داماد کو ہم پر حاکم اور خلیفہ مقرر کیا ہے اگر وہ ہم سے زکوٰۃ طلب کرینگے تو دینگے ورنہ ابو بکر کوئی حق زکوٰۃ لینے کا نہیں رکھتے ہم ان کو کیوں زکوٰۃ دیں جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں قمطراز ہیں کہ ابوبکر کو حسرت و افسوس تھا کہ میں نے تین امر رسول اللہ سے کیوں نہ پوچھ لئے کہ ان کا دریافت ہونا میرے نزدیک شتران سرخ موسے زیادہ عزیز تھا عن الخلیفۃ بعدہ۔ وعن قوم قالوا انقر بالزکوۃ من اموالنا ولا نودیھا الیک ایحل قتالھم وعن الکلالۃ یعنی اول یہ کہ آنحضرت کے بعد خلافت کسکے لئے ہے۔ دوسرے یہ کہ آیا اس قوم کے ساتھ حرب و قتال جائز ہے یا نہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اس کا تو اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے اموال میں زکوٰۃ واجب ہے الا تمکو نہیں دیتے سوم کلالہ کے معنے اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو بہ تہمت ارتداد قتل اور قید کیا گیا اور آجتک بہ لقب اہل ردّہ یا ارتداد موسوم ہیں۔ وہ ضروریات دین سے کسی امر کے منکر نہ تھے حتےٰ کہ زکوٰۃ مال کو بھی واجب جانتے تھے۔ الا ابوبکر کو مستحق خلافت نہیں جانتے تھے۔ اس لئے ان کو دینے سے انکار کرتے تھے۔ قاضی نور اللہ شستری نور اللہ مرقدہٗ مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ اکثر وہ لوگ جن پر ابوبکر کے زمانہ میں ارتداد کی تہمت لگائی گئی اسلام پر ثابت قدم تھے۔ الا اہلبیت علیہم السلام کو حقدار خلافت جانتے تھے اور ابوبکر کی خلافت سے منکر تھے مؤید اسکے ہے جو کچھ کہ احمد بن اعثم کوفی[1] نے اہل حضرموت کے قصہ میں حارث بن سراقہ وغیرہ کا حال لکھا ہے کہ جب مسلمہ کذاب مارا گیا تو ابوبکر نے زیاد بن لبید انصاری کو اپنی خلافت کے مقرر کرنے اور بیعت لینے کے لئے اہل حضرموت و کندہ و حنین کے پاس بھیجا بعض ان قبائل سے مثل کندہ کے کہ اشعث بن قیس ان کا سردار تھا بیعت ابوبکر سے انکاری ہوئے اور کہا جب تمام مسلمان اسپر متفق ہو جائیں گے تو ہم بھی بیعت کریں گے مگر بعض نے زیاد بن لبید کی چرب زبانی سے بیعت کر لی اور زیاد نے انکے درمیان اقامت کرکے زکوٰۃ تحصیل کرنی شروع کر دی ایک روز ایک جوان یزید معاویہ القری نام کا اونٹ داغ صدقات سے موسوم کرکے گلہ شتران بیت المال میں داخل کیا تھا کہ وہ جوان دوڑا آیا اور کہا یہ شتر مجھے بہت عزیز ہے اس کی عوض اس سے بہتر اونٹ لیلے اور اسکو رہا کر زیاد نے نہ مانا وہ جوان حارث بن سراقہ کے پاس کہ اس ملک کے رؤسا سے تھا گیا اور اس سے یہ حال بیان کیا اور کہا اس اونٹ کے عوض اس سے زیادہ قیمت کا اونٹ اسے دلوا دو اور میرا اونٹ لے دو۔ حارث نے زیاد کے پاس جا کر کہا کہ یہ امر سہل ہے اس شتر کے بدلے دوسرا اونٹ تجھکو دیتا ہے لیلے اور وہ اونٹ اسکو واپس کر دے زیاد نے کہا وہ اونٹ داغ صدقات سے موسوم ہو چکا اب واپس نہیں ہو سکتا۔ اس پر حارث کو غصہ آیا اور خود گلہ شتران میں جا کر اس جوان سے کہا کہ اپنا اونٹ کھول لے اور اپنے

---

[1] اس روایت کا ترجمہ تاریخ اعثم کوفی فارسی مترجمہ احمد بن مستوفی الہروی مطبوعہ بمبئی سے مقابلہ کیا گیا صفحہ ۱۲ و ۱۳ پر موجود ہے۔ ۱۲

ترجمہ اردو تاریخ اعثم کوفی بقیمت للعہ مطبع یوسفی دہلی سے منگائیے۔

گھر لیجا اگر کوئی تجھے کچھ کہے گا تو اس تلوار سے مغز اس کے دماغ سے نکال لونگا۔ ہم خدا کے حکم سے اس کے نبی کے تابع فرمان تھے جبتک زندہ رہے ان کی اطاعت کرتے رہے اب ان کا انتقال ہوگیا ہے اگر انکے اہلبیت سے انکا جانشین ہوگا تو اسکی اطاعت کریں گے پسر ابوقحافہ کو ہمپر حکومت کرنیکا کوئی حق نہیں نہ ہم اس سے کچھ مطلب رکھتے ہیں اور چند شعر مشتمل بر ولائے خاندان مصطفٰے و برات از ابوبکر کہکر زیاد کے پاس بھیجدیئے زیاد ان شعروں کو سنکر خائف و ترساں وہاں سے بھاگا اشعث بن قیس وغیرہ کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ اپنے تئیں نگاہ رکھو اور اپنے ملک کی حفاظت کرو اور دشمنوں سے بچاؤ ہمکو ہرگز یقین نہیں کہ عرب نبی تیم بن مرہ (قبیلہ ابوبکر) کی سرداری پر راضی ہوگا اور بنی ہاشم کو کہ سران بطحا و معدن رسالت و شایان امامت ہیں چھوڑ دیگا اگر ان کے سوا خلافت کسی دوسرے کو پہنچ سکتی ہے تو ہم اس کے زیادہ سزاوار ہیں کسلیئے کہ ہمارے باپ دادا پشت ہا پشت سے اس ملک کے بادشاہ چلے آئے ہیں۔ ادھر زیاد نے بنی زبیدہ میں پہنچکر بنی کندہ کی شکایت کی اور انکو اطاعت ابوبکر کی طرف مائل کیا انہوں نے کہا اے زیاد کس لئے ہمکو ایسے شخص کی اطاعت کا حکم دیتا ہے جسکی اطاعت کی رسول اللہ نے وصیت نہیں کی زیاد نے کہا یہ درست ہے مگر مسلمانوں نے اتفاق کرکے ابوبکر کو خلافت کیلئے انتخاب و اختیار کیا ہے انہوں نے کہا جب اجتہاد کرتے تھے تو کس لئے اہلبیت رسول اللہ کو اپنے ساتھ شامل نہ کیا حالانکہ خلافت انکا حق تھا بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ کے اولوا الارحام بعضھم اولی لبعض فی کتاب اللہ کہ صاحبان رحم و قرابت بعض انسے اولیٰ ہیں بعض دیگر کے لئے کتاب خدا میں۔ زیاد نے کہا مہاجرین و انصار مسلمانوں کے کاروبار میں تم سے زیادہ دانا ہیں انہوں نے کہا کچھ دانا نہیں قسم بخدا کہ انہوں نے حسد کیا اور حق کو حقداروں سے چھین لیا ہمکو یقین ہے کہ رسول اللہ دنیا سے نہیں گئے جبتک کہ اپنے اہلبیتؑ سے کسی کو امت کا پیشوا مقرر نہیں کیا اے زیاد تو ہمارے قبیلہ سے باہر جا کہ تیری دعوت درست نہیں ہم تیری باتوں میں نہ آئیں گے صاحب مجالس کہتے ہیں کہ یہ ہے جو کچھ ابن اعثم نے اپنی کتاب فتوح میں وارد کیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جب ابوبکر نے مالک بن نویرہ سے مال زکوٰۃ طلب کیا تو اس سے کہلا بھیجا کہ پیغمبر خدا نے حکم نہیں دیا کہ میں زکوٰۃ تجھکو دوں اور نہ تجھکو ہماری زکوٰۃ وصول کرنیکا امر کیا ہے پس کس حجت سے تو زکوٰۃ طلب کرتا ہے اس سنت سے ابوبکر نے انکا نام اہل ردّہ رکھکر خالد کو انپر مقرر کیا کہ ان کے مردوں کو قتل اور زن و فرزند کو اسیر کرے۔ اور اصابہ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا نے مالک کو اسکی قوم پر عامل زکوٰۃ مقرر کیا جب آنحضرت نے وفات پائی اور ابوبکر کے خلیفہ ہونیکی خبر مالک کو پہنچی تو اس نے مال زکوٰۃ کو جو اس کے پاس جمع تھا فقرا قوم پر قسمت کردیا پھر دوسرے مقام پر مالک کے حال میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نویرہ حنیفی یربوعی شاہان و شجاعان روزگار و فصحائے شیریں گفتار و صحابہ رسول مختار و مخلصان صاحب ذوالفقار سے تھا براء بن عازب سے منقول ہے کہ ایک روز رسول اللہ بیٹھے تھے کہ رؤسا بنی تمیم کہ از انجملہ ایک مالک مذکور تھا آنحضرت کیخدمت میں داخل ہوئے۔ مالک نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھکو آداب دین تعلیم فرمایئے آپ نے ارشاد کیا کہ ایمان یہ ہے کہ تو شہادت دے کہ کوئی معبود سوائے حق تعالیٰ کے نہیں اور میں رسولخدا ہوں اور نماز پنجگانہ بجالائے اور روزۂ ماہ رمضان رکھے اور زکوٰۃ دے اور حج خانہ کعبہ کا کرے اور یہ میرے بعد میرا وصی ہے امیر المومنین کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ اسکی اطاعت کرے اور دوست رکھے اسکے

تیئں اور جملہ بدکاریوں سے مثل ناحق خونریزی اور دزدی وخیانت اور یتیموں کے مال کھانے اور شراب پینے سے پرہیز کرے اور اور بہت سی باتیں اسکو تلقین کیں حتیٰ کہ مالک نے انکو یاد کرلیا اور خوشی خوشی دامن کشاں جاتا تھا اور کہتا تھا تعلمت الایمان برب الکعبۃ یعنی بخدائے کعبہ کہ میں نے ایمان سیکھ لیا جب نظر رسولخدا سے غائب ہوگیا تو حضرت نے فرمایا من اراد ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی ھذا الرجل جو کوئی چاہے کہ ایک مرد اہل جنت کو نگاہ کرے اسکو چاہئے کہ اس شخص کو دیکھے ابوبکر و عمر نے یہ سنا تو حضرت سے اجازت لیکر اسکے پیچھے گئے اور یہ مژدہ اسکو پہنچایا پھر کہا تو حسب ارشاد رسولخدا اہل جنت سے ہے ہمارے لئے بھی دعائے مغفرت کر مالک نے کہا لاغفر اللہ لکما تمکو خدا نہ بخشے کیونکہ حضرت رسولخدا کو کہ صاحب شفاعت ہیں چھوڑکر مجھ سے دعا کے طلبگار ہو وہ شرمندہ ہوکر واپس آئے حضرت نے فرمایا فی الحق مبغضۃ کہ کلام حق کا سننا آدمی کو غضبناک و رنجیدہ کرتا ہے۔ **الغرض** حضرت رسول خدا نے وفات پائی۔ اور مالک نے سنا کہ ابوبکر خلیفہ ہوئے تو اسکو سخت ناگوار ہوا اور بادیہ سے مدینہ میں آیا جمعہ کا دن تھا اور ابوبکر منبر رسولخدا پر خطبہ کہہ رہے تھے کہ وہ مسجد میں داخل ہوا ابوبکر کو منبر پر دیکھکر بیتاب ہوگیا اور بیساختہ بولا اے ابوبکر کیوں اپنے تئیں اس جنجھٹ میں ڈالا گوشہ خانہ میں بیٹھکر تمکو اپنے لئے دعائے مغفرت کرنی تھی یہ جگہ اختیار کرتے تمکو شرم نہیں آتی کہ اس جگہ بیٹھے ہو جسکو خدا و رسول نے اوروں کیلئے مقرر کیا ہے پس حق کو اہل حق کی طرف رد کرو مگر تمکو یاد نہیں رہا کہ علی علیہ السلام کو بلفظ امیر المومنین تمنے سلام کیا تھا اے مہاجر و انصار اگر حق کو اس کے مرکز پر قرار نہ دوگے تو تمہارے کام سخت و دشوار ہونگے ابوبکر یہ باتیں سنکر افروختہ ہوگئے اور کہا کہ خاموش رہ کہ تجھکو سابقہ اسلام نہیں نہ راہ خدا میں کوئی جہاد تونے کیا ہے مالک نے کہا تم نے کونسے جہاد کئے ہیں جنسے اوروں پر فخر و فضیلت چاہتے ہو۔ ابوبکر نے کہا اس اعرابی پاشنۂ پا پر پیشاب کرنیوالے کو میرے پاس سے دور کرو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور مالک کو مسجد سے دھکیل کر باہر نکال دیا ابوبکر نماز سے فارغ ہوکر گھر گئے تو خالد ولید کو بلوایا خالد اور مالک کے درمیان ایام جاہلیت سے کچھ کاوش چلی آتی تھی ابوبکر نے اس سے کہا جسقدر آدمی چاہئے ساتھ لے اور مالک کے قبیلہ پر چڑہائی کر اور بہانہ منع زکوٰۃ اسکو قتل کر اور اسکی قوم کو قتل اور اسیر کر کیونکہ مجھکو اس سے اندیشہ ہے کہ ہمارے کام میں خلل نہ ڈالے۔ **اور** کتب اہلسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین و جملہ انصار و مہاجرین حتیٰ کہ خلیفہ ثانی و ثالث تک ابوبکر کی اس فوج کشی کے برخلاف تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ یہ چڑہائی کیجائے مگر ابوبکر نے کسی کی نہ سنی اور خالد کو فوج دیکر ان کے سروں پر بھیج دیا۔ صاحب تشئید المطاعن علیہ الرحمہ نے کنز العمال سے بضمن ایک روایت طولانی نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے مہاجرین و انصار سے اس جنگ کے بارے میں مشورہ کیا اوّل تو سب دیر تک خاموش رہے ثم تکلم عمر بن الخطاب فقال اری واللہ یا خلیفۃ رسول اللہ ان تقبل من العرب الصلوٰۃ وتدع لھم الزکوٰۃ فانھم حدیث عھد بالجاھلیۃ لم تقبدھم الاسلام فاما ان یردھم اللہ الی خیر واما ان یغیر اللہ الاسلام فتقوی علی قتالھم فما لبقیۃ المھاجرین والانصار یدان بالعرب والعجم قاطبۃ فالتفت الی عثمان فقال مثل ذلک وقال علی مثل ذلک وتابعھما المھاجرون ثم التفت الی الانصار فتابعوھم یعنی پھر عمر خطاب نے کلام کیا اور کہا اے خلیفہ رسول خدا قسم بخدا کہ میری رائے یہ ہے کہ تو عرب سے نماز کو قبول کرے اور زکوٰۃ کو انپر چھوڑدے

کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت سے قریب ہیں اور جیسا چاہئے مقید با سلام نہیں ہوئے یا تو اللہ تعالی ان کو بہتری کی طرف پھیر دیگا یا اسلام کی یہ حالت بدل جائیگی اور ان کے مقابلے کی طاقت ہوجائیگی اسوقت بقایائے مہاجرین و انصار کے دو ہاتھ ہونگے کہ ایک کو عرب کی طرف اور دوسرے کو عجم کی طرف دراز کریں۔ پس ابوبکر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے بھی ایسا ہی کہا اور علی علیہ السلام نے بھی یہی رائے دی اور پیروی کی ان کے تمام مہاجرین نے پھر وہ انصار کی طرف ملتفت ہوئے انہوں نے بھی مہاجرین کی متابعت کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ابوبکر نے یہ لڑائی خلیفہ دوم و سوم و چہارم تین خلفاء راشدین و جملہ انصار و مہاجرین کے خلاف رائے کھڑی کی تھی پس اہلسنت کو چاہئے تھا کہ انکی اس حرکت کو کہ اجماع مسلمانان کے برخلاف تھی چھپاتے اور بھولکر بھی اسکو زبان پر نہ لاتے مگر وہ الٹے اور اس فعل میں ان کی مدح سرائی کرتے اور اسکو آسمان پر پہنچاتے اور انکی علمیت کی دلیل گردانتے ہیں اور ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب ابوبکر کی بزرگی علم پر دلیل لاتے ہیں ان کے اس قول سے کہ بخاری و مسلم میں ہے ثابت ہے واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ قسم بخدا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ ضرور جنگ کرونگا جو درمیان نماز و زکوۃ کے فرق کرتے ہیں یعنی نماز بجالاتے ہیں اور زکوۃ مجھکو نہیں دیتے یہاں اہلسنت کے اقوال کا تعارض و تناقض قابل دید ہے کہ یہی اجماع اہل حل وعقد و اتفاق صحابہ کہ جس سے اکثر مقامات میں دلیل حجت لاتے ہیں اور اسکو سپر مذہب بنا رکھا ہے حتی کہ انعقاد خلافت بکریہ کی بنیاد بھی اسی پر رکھ چھوڑی ہے اس مسئلہ حکم مانعین زکوۃ میں اسکی ذرا بھی قدر و قیمت نہیں رکھتے بلکہ اس کی مخالفت میں ابوبکر کو اعلم بتلاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ انحضرات کو اجماع وغیر اجماع کی کچھہ بھی پروا نہیں ہر جگہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں جہاں اجماع سے کارروائی دیکھی وہاں اسکو آگے کردیا ورنہ اسکا ذکر تک بھی زبان پر نہیں لاتے اگر اجماع کی درحقیقت کچھ وقعت ان کے نزدیک ہوتی تو جیسا اجماع قولی و فعلی قتل عثمان پر صحابہ وغیرہ کا ہوا ہے ویسا آجتک کسی مسئلہ اسلامیہ میں نہ ہوا ہوگا مگر انہوں نے اسکا ذرا بھی لحاظ نہیں کیا اور ویسا ہی اسکو خلیفہ راشد جانتے اور ذی النورین وغیرہ کے القاب سے پکارتے ہیں قتل عثمان کا ذکر اس کتاب میں آگے آتا ہے یہاں ہم کو خالد ولید سپہ سالار خلیفہ اول کے کچھہ کرتوت بیان کرنے مقصود ہیں ناظرین اس کے گذشتہ حالات کو ان روایات کے ساتھ ملاکر خود دیکھہ لینگے کہ آیا اس شخص کے اوضاع و اطوار بہ نسبت سابق کے کچھہ اصلاح پذیر ہوئے ہیں یا اسی ایک طرز و روش پر جیسے بحالت کفر و بت پرستی و صدر اسلام ظاہری میں تھے۔ اب بھی سرتا پا بیباکی سفاکی کینہ توزی سنگدلی۔ سینہ زوری۔ شہوت پرستی وغیرہ وغیرہ سے مملو ہیں افسوس کہ اسی شخص کا بڑے ادب سے رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ نام لیا جاتا ہے اور عموماً اس کو سیف اللہ کہا جاتا ہے۔ **قصہ قتل خالد ولید مالک بن نویرہ یربوعی را**۔ اب ہم خالد کے ظلم و زیادتیوں کو جو اس نے مالک مذکور کے حق میں کیں ذکر کرتے ہیں اور عبارات کتب اہلسنت کو زیادہ تر مولانا مفتی محمد قلی کنتوری ثم الکھنوی اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مستطاب تشئید المطاعن و کشف الضغائن سے نقل کرتے ہیں اور ہم کو ان پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ اصل کتب کو بچشم خود دیکھکر ہوتا کس لئے کہ تصحیح نقل میں جو چھان بین اس دودمان عالیشان نے کی ہے کمتر کسی نے کی ہوگی۔

الغرض خالد ولید حسب الحکم خلیفہ اول لشکر ساتھ لئے مونچھوں کو تاؤ دیتے قبیلہ مالک کیطرف روانہ ہوئے اور دل میں کہتے

جانتے تھے کہ جسطرح ہو اسکو قتل کیا چاہیے[ا] ابو قتادہ حرث بن ربعی انصاری اور عبد اللہ بن عمر خطاب وغیرہ جماعت مہاجرین و انصار اس کے ساتھ تھے قریب پہنچے تو کچھ آدمی ابو قتادہ کو دیکر آگے روانہ کیا۔ ابوبکر نے کہدیا تھا کہ جس قوم سے اذان سنو ان کو کچھ نہ کہو جبتک کہ دریافت نہ کرلو کہ وہ کس لیئے ادائے زکوٰۃ سے منقاعد ہیں اور جو اذان کی آواز تمہارے کان میں نہ آئے تو بے تحاشا انکو قتل کرو اور اموال و اسباب کو لوٹ لو اور گھروں کو آگ لگا دو ابو قتادہ نے اذان و نماز وغیرہ شعائر و علامات اسلام انسے مشاہدہ کئے۔ لہذا وہ وہیں ٹھہر گیا۔ اتنے میں خالد بھی وہاں آپہنچا رات کا وقت تھا قبیلہ مالک فوج کی آمد معلوم کرکے مسلح ہوگیا۔ اور پوچھا تم کون ہو کہا مسلمان ہیں انہوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں خالد نے کہا تو پھر یہ ہتھیار کس لئے لگائے ہیں انہوں نے ہتھیار رکھدیئے خالد نے اپنے لشکر کو حکم کیا کہ انکو گرفتار کرو ابو قتادہ نے کہا یہ مسلمان ہیں ہم نے نشان اسلام انسے مشاہدہ کئے ہیں انکا پکڑنا روا نہیں۔ کچھ اثر نہ ہوا۔ اور آخرکار اس سفاک بیباک نے لشکر کو حکمدیا کہ تمام کو قتل کریں بروایتے خالد وہاں پہنچا تو شجاعت مالک سے ڈرا اور لڑنا مناسب نہ جانکر ظاہر کیا کہ ہم کہیں اور جاتے ہیں آج کی رات تمہارے مہمان ہیں لاجرم مالک اور اس کے قبیلہ نے انکی خاطر تواضع کی اور کھانا کھلایا مگر آدھی رات کیوقت خالد تلوار لیکر مالک کے سرہانے آیا اور اسکو وہیں مار ڈالا پھر اس کے لشکر نے اکثر قبیلہ کو تہ تیغ کیا اور عورات و اطفال کو ان کے اسیر کرلیا۔ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں کہتا ہے قبل ان المسلمین لما غشوا مالکا و اصحابہ لیلا فقالوا نحن المسلمون فقال اصحاب مالک و نحن المسلمون فقالوا ضعوا السلاح و صلوا و کان خالد یعتذر فی قتلہ ان مالکا قال ما اخال صاحبکم الا قال کذا قال و ما تعدہ لک صاحبا فقتلہ یعنی کہا گیا ہے کہ جب مسلمان مالک اور اسکے اصحاب کے پاس رات کے وقت پہنچے تو انہوں نے ہتھیار لیلئے انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں اصحاب مالک نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں انہوں نے کہا مسلمان ہو تو ہتھیار ڈالدو اور نماز پڑھو اور خالد مالک کے قتل کرنیکا یہ عذر کرتا تھا کہ اس نے اثنائے کلام میں کہا تھا ما اخال صاحبکم الا قال کذا کہ میں خیال نہیں کرتا کہ تمہارے صاحب[۲] نے یہ کہا ہو خالد نے اس سے کہا کہ تو اس کو ہمارا صاحب کہتا ہے اپنا صاحب نہیں جانتا اور اسی پر اسکو قتل کیا اور واقدی سے نقل کیا ہے کہ جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو ابو قتادہ نے کہا کہ میں تجھکو خدا کا

[ا] جس زمانہ میں حقیر جناب خاتم المتکلمین مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ کیخدمت میں بمقام لکھنو حاضر تھا اسوقت جو اہتمام اس جناب کو صحیح نقل عبارات میں تھا بچشم خود دیکھا ہے کہ اول تو بوقت مطالعہ کتب عبارات مفید مطلب پر نشان بنا دیئے جاتے تھے پھر ایک شخص انکو ان کتابوں سے بقید صفحہ و سطر و فصل و باب جداگانہ پرچہ پر نقل کرلیتا تھا پھر تلسبرا شخص اس پرچہ کو اصل کتاب سے مقابلہ کرتا کہ ایک حرف کا فرق اسمیں نہ رہتا ان پرچوں کی کثرت اسقدر ہوتی تھی کہ انکو حسب مضمون وار علیحدہ علیحدہ مجلد کرایا تھا تو ان مجلدات سے الماریاں پر ہوگئی تھیں بوقت تصنیف جس مضمون کو لکھنا ہوتا اسکی مجلد سے عبارات متعلقہ کو نکالکر پھر اصل کتب منقول عنہا سے مقابلہ فرماتے تھے فشکر اللہ مساعیہ و اعلی فی علیین مدارجہ و معالیہ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔ [۲] اب تک ہمکو یہی گمان تھا کہ خالد نے جو قتل مالک میں عذر کیا کہ اسنے اثنائے کلام میں صاحبکم کہا صاحبنا نہ کہا وہ حضرت رسولخدا کی نسبت تھا کہ اسپر اس نے مالک کو قتل کیا۔ کیونکہ شاہ عبد العزیز نے تحفہ میں یہی عذر کیا ہے کہ اتفاقاً مالک بحضور خالد در مقام سوال و جواب در حق جناب پیغمبر این کلمہ گفت قال رجلکم کذا و صاحبکم اہ الا آج ترجمہ تاریخ ابو الفدا مرتبہ مولوی کریم الدین پانی پتی سے دریافت ہوا کہ مالک نے پیغمبر خدا کی نہیں حضرت ابوبکر کی شان میں یہ کلمہ کہا تھا اور اسپر خالد نے اسے قتل کیا تھا چنانچہ اصل عبارت ترجمہ ابو الفدا کی یہ ہے " مالک نے کہا تمہارے صاحب کا یہی حکم ہے صاحب سے مراد حضرت ابوبکر تھی خالد نے کہا کیا تیرا صاحب نہیں قسم خدا کی کہ تیرا سر اڑا دونگا اسبات پر جھگڑا بڑھگیا خالد نے کہا میں تجھکو مار ڈالونگا مالک نے کہا کیا تیرے صاحب نے یہی حکم کیا تھے خالد نے کہا یہی حکم اخیر ہے " بعد اس کلام کے ہرچند حضرت رسولخدا کو بھی بلفظ صاحبکم تعبیر کرنیسے کوئی شخص ہرگز کافر مستوجب قتل نہیں ہوسکتا جیسا کہ صاحب تشئید المطاعن نے شاہ صاحب کے اسی قول کے جواب میں اسکو پانچ کامل وجہوں سے ثابت کیا ہے الا ابوبکر کی نسبت صاحبکم کہنے سے مالک کا کافر ہو جانا ایسی عجیب و غریب بات ہے کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں ہوسکتی ۱۲

واسطہ دیتا ہوں کہ اسکو قتل نہ کر قسم بخدا کہ میں نے انسے اذان سنی ہے اور نماز پڑھتے ہوئے انکو دیکھا ہے خالد نے اسپر التفات نہ کی بلکہ اسکو جھڑکا پس ابو قتادہ کو غصہ آیا اور کہا واللہ لاکنت فی جیش انت فیہ ابداً قسم بخدا کہ میں کبھی اس لشکر میں نہ رہونگا جسمیں تو ہوگا یہ کہکر ابوبکر کے پاس آیا اور اس سے ماجرا بیان کیا اور کہا خالد نے میری بات نہ مانی اور اعراب صحرا نشینوں کا قول باور کیا جن کی غرض لوٹ مار کرنا اور بردہ واسیر بنانا تھی۔ اور پھر خالد کے پاس نہ گیا اور کہا گیا ہے کہ ابوبکر نے اسے جیش خالد میں چلے جانے کا حکم دیا تب بھی نہ گیا اور ایک قول ہے کہ وہ پلٹ گیا تا اینکہ خالد کے ہمراہ مدینہ میں آیا اور اس کے برخلاف شہادت دی۔ اور خالد نے مالک اور اس کے اصحاب کو قتل کیا۔

اور مالک کو ضرار بن ازور نے خالد کے کہنے سے مارا تھا۔ اور کتاب مراۃ الزماں تصنیف شیخ ابوالمظفر یوسف بن قزعلی معروف بہ سبط ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ ابو قتادہ نے کہا ہم خالد کے ساتھ تھے جبکہ وہ اہل ردہ کی طرف روانہ ہوا جب بطاح میں پہنچا تو ادعا کیا کہ مالک مرتد ہوگیا ہے اور حجت گردانا اسکے ایک کلام کو جو اس سے پہنچا تھا مالک نے اس سے انکار کیا اور کہا میں دین اسلام پر ہوں اسمیں تغیر و تبدل نہیں کیا اور ابو قتادہ و عبداللہ بن عمر دونوں نے گواہی دی کہ وہ مسلمان ہے لیکن خالد نے ضرار بن ازور اسدی کو حکم دیا اور اس نے اس کا سر قلم کیا۔ نیز مراۃ الزماں میں ہے کہ جب قبیلۂ مالک نے لشکر خالد کو دیکھا پوچھا تم کون ہو کہا مسلمان انہوں نے کہا ہم بھی مسلمان ہیں فلم یسمع منھم خالد ووضعوا فیھم السیف خالد نے ان کے قول کو نہ سنا اور انہوں نے انکو (قبیلہ مالک کو) قتل کرنا شروع کر دیا۔ پس مالک نے ہتھیار لگائے اور نکلکر پکارا اے آل عبید بنی یتبہان نے اسکی اجابت کی پس خالد کو خوف ہوا اور مالک جنگ پر آمادہ تھا۔ خالد نے اسکو کہا اے پسر نویرہ اسلام میں شامل ہوا اور اسکو خدا و رسول کا ذمہ اور اپنا اور ابوبکر کا ذمہ دیا۔ پس مالک نے اپنا ہاتھ خالد کے ہاتھ میں دیدیا وخالد علی تلک العزیمۃ من ابی بکر فی قتلہ اور خالد اپنے اسی ارادہ قتل مالک پر تھا جیسا کہ ابوبکر نے اسے امر کیا تھا۔ پس اس نے مالک کے قتل کا حکم دیا مسلمانوں کو یہ امر ناگوار گذرا اور مہاجرین نے کہا۔ اتقتل رجلا مسلما وقد اعطیتہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ کہ تو ایک مرد مسلمان کو قتل کرتا ہے حالانکہ اس کو خدا و رسول کا ذمہ دے چکا پس ضرار بن ازور کہ نبی کورسے تھا اٹھا اور اسکو قتل کیا بقولے عبید بن ازور برادر ضرار نے اسکو مارا اور منہال بن عصمہ ریاحی نے اسکا کفن دفن کیا۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ علاوہ اس ذاتی کاوش کے جو خالد کو مالک سے زمانہ جاہلیت سے تھی اور علاوہ حکم قطعی خلیفہ اول کے کہ اسکے قتل کرنے کے لئے دیچکے تھے اور اسکی اپنی خلقی خباثت نفس و سرشت خو کے کہ خون ناحق پر اسکو برانگیختہ کرتی رہتی تھی۔ **ایک** اور علت بھی مالک کے قتل کی تھی وہ مالک کی بی بی تھی کہ حسن و جمال و غنج و دلال میں سرآمد زنان جہاں تھی اس لشکر کشی سے جو کھلبلی قبیلہ میں پڑی تھی اسمیں وہ بیتابانہ باروئے برہنہ نکل آئی خالد کی نگاہ اسپر جا پڑی اسوقت سے اسکے شوہر کے قتل کا ارادہ مصمم کر لیا۔ روایت گذشتہ واقدی میں جو مراۃ الزماں فی تاریخ الاعیان سے لی گئی ہے مذکور ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو اسکی عورت ام متمم بنت منہال کہ حسین ترین زنان سے تھی نکل آئی اور اپنے تئیں مالک پر گرا دیا اس وقت اسکا مونہہ کھل گیا مالک نے اسکو کہا کہ دور ہو میرے پاس سے بہ تحقیق کہ تو نے ہی مجھکو قتل کرایا ہے اس سے اسکا یہ اشارہ تھا کہ خالد اسے دیکھکر

عاشق ہوگیا تھا اور اسکے لینے کے واسطے اسے قتل کرتا تھا پھر واقدی کہتا ہے روی عن بعض من حضر ھذا السریۃ قال دعنا القوم تحت اللیل فزبعت المرأۃ فخرجت عریانۃ فواللہ لقد عرفنا حین رأیناھا انہ سیقتل عنھا صاحبھا یعنی ایک شخص جو اس جنگ میں شامل تھا کہتا ہے کہ ہم نے رات کے وقت ان لوگوں کو بیم دلایا اسوقت وہ عورت بیتاب ہوکر عریاں نکل آئی قسم بخدا کہ جسوقت ہم نے اسکو دیکھا جان لیا کہ اسکا شوہر ضرور مارا جائیگا۔ سبحان اللہ خالد کی شہوت پرستی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ اہل لشکر نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ وہ اسکو کبھی نہ چھوڑیگا اور ضرور اس کی خاطر اس کے شوہر کو مار ڈالیگا اور فوات الوفیات ذیل بن خلکان میں ہے ان خالدا کان یھوی امرأۃ مالک فی الجاھلیۃ کہ خالد زوجۂ مالک پر زمانہ جاہلیت سے عاشق تھا۔ بہرکیف مالک کے قتل کرنے کے بعد خالد نے اسی رات زوجۂ مالک سے جماع کیا اور اصلا انتظار گذرنے عدہ کا نہ فرمایا۔ اہل سنت نے خالد کے اس صاف اور فاش زنا کے عذر میں بالکل لچر پوچ باتیں بنائی ہیں کبھی کہتے ہیں کہ شاید مالک کے مرنیکے بعد بوجہ وضع حمل اسکی زوجہ کا عدہ منقضی ہوگیا ہو کبھی کہتے ہیں کہ محتمل ہے کہ انقضار عدہ کے بعد ازدواج سے بطریق جاہلیت اس کے پاس قید ہو۔ یہ باتیں ابن حجر کی ہیں صواعق محرقہ میں شیعوں کے مقابلہ میں اس کے بعد حسن ظن صحابہ کی کہ اکثر مقامات میں گریزگاہ اہلسنت ہے چنانچہ کہتے ہیں وعلی کل حال خالد اتقی اللہ من ان یظن بہ مثل ھذہ الرذالۃ التی لا یصدر من ادنی المومنین فکیف من سیف اللہ المسلول علی الاعداء یعنی بہرحال خالد زیادہ پرہیزگار ہے خدا کے لئے اس سے کہ اسکی نسبت ایسی رذالت کا گمان کیا جائے جو ادنی مومنین سے بھی صادر نہیں ہوتی چہ جائیکہ سیف خدا سے کہ دشمنوں پر کھنچی ہوئی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں کہتے ہیں کہ عجائبات سے ایک یہ ہے کہ شارح جدید تجرید کا مدعی ہوا ہے کہ زوجۂ مالک اس کی طرف سے مطلقہ تھی اور اسکا عدہ گزر چکا تھا پھر کہتے ہیں کہ جسپر شقاوت غالب ہو اور حیا اس سے مسلوب و مفقود ہو جائے اس سے عجب نہیں کہ ایسے طعن فاحش کے دفع کرنے میں ایسے ایسے احتمال پیدا کرے کہ اس سے پہلے ان کا ذکر تک بھی کسی نے نہیں کیا اور کسی روایت میں نہیں مذکور ہوا۔ **مولف** کہتا ہے کہ خالد کا ارتکاب قتل اور زنا اور خلیفہ اول کا اسپر اجرا حد شرعی نہ کرنے کا طعن حضرت عمر کے کلام سے ماخوذ ہے۔ پس انہوں نے نظر بصحابیت خالد کیوں اس حسن ظن کو ترک کیا اور کس لئے ایسے احتمالات پیدا نہ کئے اور کاہیکو فرماتے رہے عدا علی مسلم فقتلہ ثم نزا علی امرأتہ کہ اس نے مرد مسلمان سے دغا کی اور اسکو مار ڈالا پھر اسکی زوجہ کے ساتھ زنا کیا۔ چنانچہ آگے اسکا ذکر آتا ہے۔ **الغرض** خالد کی آتش حقد و عداوت مالک کے قتل کرنے اور اسکی زوجہ کے ساتھ زنا کرنے سے بھی نہ بجھی اور اس نے اپنی قساوت قلبی کا ایک اور یہ ثبوت دیا کہ اس کے سر بریدہ کو دو پتھروں کے ساتھ سنگ دیگدان بنایا اور اس چولھے کے اندر آگ روشن کرکے اسپر ہنڈیا گوشت کی پکائی اور پھر اس گوشت کو نوش جان فرمایا چنانچہ یہ حکایت سراپا نکابت کتاب انسان العیون برہان الدین حلبی اور تاریخ علامہ ابن کثیر شامی شافعی میں مذکور ہے اور موخر الذکر کتاب میں اسقدر اور زیادہ کیا ہے۔ ویقال ان شعر مالک جعلت النار یعمل فیہ الی ان نضج اللحم ولم یفرغ الشعر من کثرتہ کہ آگ مالک کے سر کے بالوں میں کار کرنے لگی حتی کہ گوشت پک کر تیار ہوگیا مگر بال تمام نہیں جلے تھے اسلئے کہ وہ کثرت سے تھے اور ترجمہ تاریخ ابو الفدا مولوی کریم الدین پانی پتی میں مذکور ہے کہ

بوقت قتل مالک عبداللہ بن عمر اور ابوقتادہ بھی اس جا حاضر تھے وہ دونو خالد کو سمجھانے لگے آخرکار مالک نے کہا اے خالد تو مجھکو ابوبکر صدیق کے پاس بھیجدے جو وہ حکم کرے گا میں بجالاؤنگا خالد نے کہا یہ نہیں ہوسکتا میں تو تجھے قتل ہی کرونگا ضرار ابن ازور کو حکم کیا کہ تلوار مار اسوقت مالک نے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اس نے مجھے قتل کروایا ہے وہ عورت بہت خوبصورت تھی خالد نے جواب دیا نہیں خدا نے تجھکو قتل کروایا ہے کیونکہ تو مسلمان ہوکر اسلام سے پھر گیا۔ مالک نے کہا نہیں میں اسلام پر قائم ہوں خالد نے کہا اے ضرار گردن مار اس نے ایک ضربت اسکے ایسی گردن پر ماری کہ سر الگ ہوگیا اور اس کے سر کو ہنڈیا کے نیچے جلایا (اس شخص کے سر پر بہت بال تھے) اسکے مرتے ہی خالد نے اسکی زوجہ کو پکڑ کر اپنا دل ٹھنڈا کیا۔ انتہیٰ بلفظہ۔ پھر ذرا آگے بڑھکر لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ خالد نے ابن عمر اور ابن قتادہ کو کہا تھا کہ تم بھی مجلس عقد نکاح میں حاضر ہونا ان دونوں نے انکار کیا ابن عمر نے تو یہ کہا کہ میں ابوبکر کو لکھتا ہوں اور اسکو تیرے نکاح کرنیکی خبر بھیجتا ہوں اسوقت ان کے سامنے انکار کیا مگر پھر نکاح کر لیا اس باب میں ابونمیر سعدی نے شعر کہے ہیں۔ ✽

ذکر تبائن و تخالف آرا شیخین در مقدمہ قتل مالک بن نویرہ

واضح رہے کہ حضرت خلیفہ ثانی کو جو خالد سے قصاص لئے جانے اور اسپر حد شرعی جاری کرنے کی لاانتہا رغبت تھی اور جو کچھ انہوں نے اس معاملے میں غیر معمولی طور سے داد فریاد مچائی اس کا باعث کوئی درد دین و ترویج احکام شرع مبین نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ مالک مذکور کے ساتھ آپ کا پرانا زمانہ جاہلیت کا یارانہ تھا اور سلسلہ مصادقت و یکجہتی فیمابین محکم و استوار اور مالک آپ کے ہم عہد خلفاء سے شمار ہوتا تھا۔ اور نیز خالد سے بھی کما ینبغی انہی وقتوں کی کدورت و کشیدگی چلی آتی تھی یہی وجہ تھی کہ خالد کے ہاتھ سے اس کا مارا جانا سخت ناگوار طبع اقدس ہوا اور جونہی اس حادثہ ہائلہ کے اخبار مدینہ پہنچے تو حضرت عمر افروختہ ہوگئے اور انہوں نے نہ ایک مرتبہ بلکہ بارہا ابوبکر سے کہا ان فی سیف خالد لرھقا فاقتلہ کہ خالد کی تلوار میں ظلم و زیادتی کوٹ کوٹ کر بھری ہے اسکو قتل کرنا چاہئے مگر وہاں تو جو کچھ ہوا تھا دلی خواہش کے موافق اپنے حکم و اشارے سے ہوا تھا حضرت عمر کی کیونکر شنوائی ہوتی لامحالہ سوکھا جواب ملا اور عمر تلملاتے رہ گئے۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے قال عمر لابی بکر ان سیف خالد فیہ رھق واکثر علیہ کہ عمر نے ابوبکر سے کہا خالد کی تلوار نے ستم ڈھایا ہے اور بہت مبالغہ کیا اسمیں۔ اور مراۃ الزماں میں ہے کہ جب عمر کو خالد کے حالات معلوم ہوئے اور دریافت ہوا کہ اس نے مالک کو قتل اور اسکی زوجہ پر تصرف کیا تو کہا اے بندگان خدا اس عدو اللہ نے ایک مرد مسلم کو قتل کیا اور اس کی عورت پر سوار ہوا واللہ لنرجمنہ بالحجارۃ قسم بخدا کہ ہم پتھروں سے اسکو سنگسار کریں گے اور ابوبکر سے کہا کہ تجھپر ہے کہ اس کو معزول کرے مالک کا قصاص اس سے لے بتحقیق کہ اسکی تلوار میں رہق[1] و طغیان ہے پس مالک کا بھائی متمم بن نویرہ حاضر ہوکر خالد سے اپنے بھائی کے خون کا دعویدار ہوا ابوبکر نے کہا اے عمر ارفع لسانک عنہ اپنی زبان کو خالد کی عیب جوئی سے باز رکھ وہ کوئی پہلا شخص نہیں جس سے

[1] رہق بالتحریک نادانی و گولی و سبکی و فتنہ انگیزی و بدی و ظلم و ستم و طغیان و نافرمانی و خود را در حرام و تباہی داشتن و ارتکاب منہیات کردن و دروغ و شتاب زدگی و تکلیف دادن کسے را بکارے کہ طاقت آن ندارد۔ ۱۲ منتہی الارب۔ ✽

خطا واقع ہوئی ہو عمر نے کہا وارثان مالک اس کے خون کے طلبگار ہیں خالد سے قصاص لینا تجھپر فرض و واجب ہے ابوبکر نے کہا لا اشیم سیفا سلہ اللہ علی الکفار ابداً میں اس تلوار کو کبھی میان نہ کرونگا جسکو خدائتعالی نے کفار پر کھینچا ہے اور تاریخ ابو الفداء سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے ابوبکر سے تین درخواستیں علی الترتیب کیں تینوں میں خشک جواب پایا اول کہا خالد نے زنا کیا ہے اسے سنگسار کرو۔ ابوبکر نے کہا میں یہ نہ کرونگا پھر کہا ایک مرد مسلم کو ناحق مار ڈالا قتل کرو کہا اسنے جلدی کی اور خطا کی پھر کہا عہدہ سے معزول کرو ابوبکر نے کہا جس تلوار کو خدا نے ان لوگوں پر کھینچا ہے میں اسکو میان نہیں کرسکتا۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے گو بندبرادر مالک متمم بن نویرہ نیز بمدینہ آمد و صورت واقعہ را بعرض صدیق رسانید و طلب خون برادر التماس رد سبایائے خویش کرد عمر خطاب رضی اللہ عنہ متمم را امداد و اسعاد نمود با بوبکر گفت شمشیر خالد براہل اسلام کشیدہ شد اگر ایں سخن مطابق واقع باشد او را بقصاص باید رسانید و روایتے آنکہ چوں عمر مبالغہ دراں باب از حد گذرانید صدیق گفت شاید خالد را درین قضیہ تاویلے روداده باشد و او را درآں تاویل خطائے افتادہ اے عمر زبان خود را در شان او نگہدار انتہی عجب تماشا ہے کہ خلیفہ ثانی خالد کو برابر عدو اللہ واجب القتل کہے چلے جارہے ہیں مگر اول صاحب ان کے ارشاد پا سداد کی کہ بموجب روایت صحیح ترمذی و غیرہ حق انکی زبان پر جاری ہوتا تھا ذرا پرواہ نہیں کرتے اور برعکس اس کے اسکو سیف اللہ کا خطاب دیتے ہیں اب مقتدی لوگ کیا کریں کسکا اعتبار کریں کسکی بات کو صواب جانیں کسکو خطا۔ اور ذرا اس فقرہ پر بھی لحاظ ہو کہ "شاید دریں قصہ تاویلے روداده باشد الخ" دہاں تو سینکڑوں مسلمان نمازی بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہوگئے اور ان کے سروں پر ہنڈیاں پک گئیں اور ان کے مال و اسباب غارت ہوگئے یہاں شاید اور باشد ہی ہو رہا ہے کیا اچھی خلافت راشدہ ہے۔ اور کیسا عدل و انصاف۔ تاریخ طبری کبیر میں ہے۔ فلما بلغ قتلہم عمر بن الخطاب تکلم فیہ عند ابی بکر فاکثر فقال عدو اللہ غدر علی مسلم فقتلہ ثم نزا علی امرأتہ یعنی عمر خطاب کو قبیلہ مالک کے قتل ہوجانیکی خبر پہنچی تو انہوں نے ابوبکر سے اس مقدمہ میں گفتگو کی اور زیادہ کیا کلام کو اور کہا دشمن خدا نے ایک مسلمان کو غدر و مکر سے مار ڈالا پھر اسکی زوجہ پر چڑھ بیٹھا تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ مالک کا بھائی متمم بن نویرہ ابو نہشل شاعر مشہور کم رو و یک چشم تھا چونکہ اس کے جملہ اخراجات کا کفیل اسکا بھائی مالک تھا وہ نہایت فارغ البالی سے اپنے گھر پر رہتا تھا جب اسکو مالک کے مارے جانیکا حال معلوم ہوا تو مدینہ میں آیا اور نماز صبح مسجد رسول اللہ میں ابوبکر کے پیچھے پڑھی بعد ازاں انکے سامنے کھڑا ہوکر اور گوشہ کمان پر تکیہ کرکے ایک دردناک مرثیہ مالک کے حال کا پڑھنے لگا پڑھتا تھا اور روتا تھا حتی کہ روتے روتے کمان پر گر پڑا اور اسکی کانڑی آنکھ سے بھی اشک جاری ہوئے۔ روایت ہے کہ عمر نے کہا لو کنت اقول الشعر کما تقول لرثیت اخی کما رثیت اخاک اے متمم اگر میں بھی تیری طرح شاعر ہوتا تو ایسا ہی اپنے بھائی کا مرثیہ کہتا جیسا کہ تونے اپنے بھائی کا مرثیہ کہا۔ غرض متمم کے واویلا کرنے اور حضرت عمر کے شور و غل مچانے کا اتنا اثر ہوا کہ پیشگاہ خلافت سے خالد کے نام حکم جاری ہوا کہ لشکر کو وہیں چھوڑ کر جریدہ یہاں ہوجائے اور خالد کو بھی دار الخلافہ کی طرف سے اطمینان کلی نہ تھا اپنی زیادتیاں اور عمر کی اپنے سے رنجش اسکے نصب العین تھی لہذا اس نے راستے میں یہ انتظام سوچا کہ خلوت میں ایسے وقت ابوبکر سے ملاقات کرے جب عمر وہاں نہ ہوں اسکے لئے اس نے حاجب دربان ابوبکر کو گانٹھا۔ اور آدمی بھیجکر اظہار مطلب کیا اور دو دینار زر سرخ

اس کام کے حق الخدمت کے اسکو بھجوا دیئے کہ یہ اول رشوت تھی کہ اسلام میں دی اور لیگئی روضۃ الصفا میں ہے کہ خالد بنا بر فرمودہ خلیفہ رسولخدا روئے توجہ بمدینہ نہا دو بدان بلدۂ طیبہ نزدیک شدہ دو دینار برسم تحفہ پیش بواب ابوبکر فرستادہ التماس نمودہ کہ او را نہا در محلے مناسب پیش ابوبکر گزارد و دیگر را در دخول بادے شریک نہ گرداند دربان مبلغ مذکور گرفتہ ملتمس او قبول کرد گویند اول رشوتے کہ در اسلام صدور یافت آں بود الخ کہتے ہیں کہ ابوبکر کا معمول تھا کہ صبح سویرے نماز فجر پڑھکر گھر میں چلے جاتے اور وہاں کچھ دیر تک ورد وظائف میں مشغول رہتے پھر دربان باہر آتا اور لوگوں کیلئے اندر داخل ہونیکی اجازت ہوتی پس اس نے دو اشرفی رشوت کی لیکر خالد کو کہلا بھیجا کہ علی الصباح چلا آئے تاریخ طبری میں ہے کہ یہ دربان مرتشی بلال حبشی تھا اور روضۃ الاحباب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خالد کی ابوبکر سے علیحدہ ملاقات بلال ہی نے کرائی مگر راقم کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک بلال حضرت رسولخدا کی وفات کے بعد مدینہ میں نہیں رہا شام کو چلا گیا تھا اور اس نے ابوبکر کی خدمت تو خدمت انکی بیعت بھی نہیں کی۔ غرض خالد صبح کو اپنے ناقہ پر سوار ہوا قبا جسمیں نشان سیاہ زرہ کے رگڑوں کے نمودار تھے پہنی اور عمامہ میں دو تین تیر خون آلودہ برسم سپہداران جاہلیت لگائے بڑے طمطراق سے مدینہ میں داخل ہوا بقول ابوجعفر محمد بن جریر طبری چونکہ ابوبکر کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا مسجد میں آیا اور وہاں حضرت عمر نے اسکو دیکھا اور بروایت روضۃ الصفا ان کا مکان ایک مسجد کے متصل تھا جسکے دروازہ پر حضرت عمر کھڑے تھے بہرکیف عمر نے جو اسکو باین تبختر دیکھا بیتاب ہوگئے اور اچھلکر وہ تیر اس کے عمامہ سے کھینچ لئے اور پیروں میں کچلکر توڑ ڈالے اور کہا قتلت مسلما و تروت علی زوجۃ تو نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا اور اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا پھر تکبر و تبختر کرتا ہے واللہ لارجمنک باحجارک قسم بخدا کہ میں تجھکو پتھروں سے سنگسار کرونگا خالد خاموش تھا اور کچھ ہاں نہیں نہ کہتا تھا بگمان اسکے کہ عمر اور ابوبکر کی اسکے حق میں ایک رائے ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ابوبکر کے امر و اشارے سے کہتے ہیں۔ عمر خالد کو کشاں کشاں دروازہ ابوبکر پر لیگئے اور اندر جانا چاہا حاجب مانع آیا اور خود اندر گیا اور واپس آکر کہا کہ صرف خالد کو بلایا ہے خالد اندر گیا اور عمر بیرون در ہاتھ ملتے رہ گئے طبری کہتا ہے کہ عمر دست بردست میزد و میفرمود دریغا کہ خون مالک باطل گشت و ہم اکنوں ابوبکر رضی اللہ عنہ را بزبان لفریبد و عذر خواہد داد و عذرش بہ پزیرد تھوڑی دیر بعد جب خالد وہاں سے واپس آیا تو اسکی حالت بدل گئی تھی عمر کو دیکھا تو انکی ماں کا نام لیکر کہا ھلم الی یا ابن حنتمہ اے پسر حنتمہ اب تو میرے پاس آ اور بروایت تاریخ طبری کبیر دست بقبضہ شمشیر ہوکر کہا یا ابن الاعسر صاحب تاریخ کہتا ہے کہ خالد نے عمر کو اعسر اس لئے کہا کہ وہ دست چپ سے وہ کام کرتے تھے جو کہ اور دہنے ہاتھ سے کرتے ہیں یہ کہکر خالد جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا عمر کے دل کی اسوقت جو کیفیت تھی ہر کوئی خیال کرسکتا ہے یہی وجہ تھی کہ وہ تمام زمانہ خلافت ابوبکر خالد پر دانت پیستے رہے۔ تاریخ مرأۃ الزماں میں ہے کہ عمر ابوبکر کی مدت خلافت میں خالد پر غضبناک رہے بسبب اس کلام کے جو اسکی طرف سے انکو پہنچا تھا کہ وہ ان کی ہتک حرمت کرتا ہے اور ذرا عزت نہیں سمجھتا کبھی انکا سیدہی طرح نام نہیں لیتا ہے حقارت سے ماں کے نام کے ساتھ یا اعسر کہتا ہے پس سب سے بڑا گناہ خالد کا عمر کے نزدیک مالک بن نویرہ کا قتل تھا باوجود اس کے اسلام کے اور اسکی عورت کے ساتھ زنا کرنا اور تیرہائے خون آلود عمامہ میں لگا کر مسجد میں داخل ہونا وہ ابوبکر کو ہمیشہ اسکے معزول کرنیکی ترغیب کرتے رہتے تھے اور اس سے مالک کے خون کا عوض لینے کو کہتے تھے مگر ابوبکر اسمیں متوقف تھے

نیز مراۃ الزماں میں ابو ریاش سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ خالد مدینہ میں آیا تو زوجۂ مالک اسکے ساتھ تھی پس عمر اٹھے اور علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا حق خدا ہے کہ اس مردے جسنے ناحق ایک مسلمان کا خون بہایا اور اسکی زوجہ پر اسطرح کود اجسطرح کبوتر کبوتری پر جست کرتا ہے قصاص لیا جائے پھر علیؑ و عمر دونو سعد وقاص اور طلحہ بن عبداللہ کے پاس گئے اور چاروں ہم عہد ہوکر ابوبکر کے پاس داخل ہوئے اور انسے کہا لابدّ من ذٰلِکَ ضرور خالد کو قتل کرنا چاہیے انہوں نے کہا لا اغمد سَیفاً سلّہ اللہ **پارۂ از شرف و سخا ء مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ** تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ عرب اور غیر عرب سے کسی کو نہیں سنا کہ وہ اپنے مردے کے غم میں اسقدر رویا ہو جتنا کہ متمم اپنے بھائی مالک کے غم میں رویا اور نوبت اس کے گریہ و بکا کی یہ پہنچی تھی کہ شعرانے بطور ضرب المثل اپنے اشعار میں اسکا ذکر کیا ہے واقدی نے کتاب الردۃ میں روایت کی ہے کہ عمر خطاب نے ایکبار متمم سے پوچھا مابلغ من حزنک علی اخیک کہ تیرا حزن والم تیرے بھائی پر کہانتک پہنچا کہا ایک سال تک میری یہ کیفیت تھی کہ رات بھر نہیں سوتا تھا اور یونہی صبح کر دیتا تھا۔ اور جہاں کہیں آگ روشن دیکھتا تو گمان ہوتا کہ میری جان بدن سے نکل جائیگی کیونکہ اسکو دیکھکر مجھکو اپنے بھائی کی آگ یاد آتی جو اسکے حکم سے رات بھر روشن رہتی تھی تاکہ اسکا کوئی مہمان کہیں قرب جوار میں رات کو نہ رہ جائے آگ دیکھکر اسکی منزل پر چلا آئے اور نوبت اسکی مہمان نوازی کی یہ پہنچی تھی کہ رات کو چھپکر اوروں کے مہمانوں کو اپنے ہاں لے آتا۔ عمر نے کہا واقعی وہ بڑا سخی جوانمرد تھا۔ نیز عمر نے متمم سے کہا کہ کچھ اپنے بھائی مالک کا حال بیان کر اس نے کہا اے امیر المومنین میں ایکبار قبائل عرب سے ایک قبیلہ میں اسیر ہوگیا تھا میرے بھائی کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ آیا جسوقت لوگوں نے اسے آتے دیکھا تو جو بیٹھے تھے کھڑے ہوگئے اور کوئی عورت باقی نہ رہی جس نے گھر میں سے اسے جھانک کر نہ دیکھا ہو پس ابھی اپنے ناقہ سے نہیں اترا تھا کہ مجھکو رسن بستہ اسکے آگے لاکر حاضر کر دیا اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھولا عمر نے کہا ھذا لھو الشرف کہ بیشک شرف و بزرگی اسی کو کہتے ہیں۔ **قصہ خولہ بنت جعفر الحنفیہ** واضح رہے کہ جناب خولہ مادر محمد بن حنفیہ فرزند دلبند امیر المومنینؑ کہ اسی مہم خالد میں گرفتار ہوکر مدینہ آئیں۔ اس قوم کے بزرگان و رؤسائے ایک شخص مسمی جعفر کی بیٹی ہیں حضرت امیر المومنینؑ نے تبعین مہر اس معظمہ کے ساتھ نکاح کیا اور ابو القاسم محمد بن حنفیہ انسے متولد ہوئے۔ **بحار الانوار** میں منقول ہے کہ دو مرد امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابو جعفر تم کہتے ہو کہ امیر المومنینؑ اپنے سے پہلے خلیفوں کی خلافت پر رضامند نہ تھے یہ تو فرمائیے کہ اگر ایسا تھا تو انہوں نے خولہ حنفیہ پر جو ابوبکر کے عہد میں گرفتار ہوکر آئی تھی کیوں تصرف فرمایا حضرت نے جابر بن عبداللہ انصاری کو بلوایا حالانکہ بسبب ضعفِ پیری بصارت انکی جاتی رہی تھی۔ پس جابر آئے اور سلام کیا آنحضرت پر حضرت نے جواب سلام دیا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا اے جابر حنفیہ کا قصہ تمہارا چشم دید ہے ان لوگوں سے بیان کرو کیونکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسے حقیت خلافت ابوبکر کی دلیل گردانیں جابر نے یہ سنا تو گریاں ہوئے تا اینکہ انکی ریش انکے آنسوؤں سے تر ہوگئی اور کہا اے مولی میرے میں ڈرتا تھا کہ دنیا سے اٹھ جاؤں اور کوئی مجھ سے اس حال کی بابت سوال نہ کرے۔ قسم خدا کی کہ میں ایک روز ابوبکر کے پاس بیٹھا تھا کہ بنی حنیف کے اسیر اس کے سامنے حاضر کئے گئے جن کو خالد ولید نے پکڑ کر بھیجا تھا۔ ان کے درمیان ایک لڑکی جوان تھی جب مسجد میں داخل ہوئی تو وہ لڑکی روضۂ مبارک رسول اللہؐ کیطرف

مونہہ کرکے پکاری السلام علیک یارسول اللہ درود و رحمت خدا ہو تم پر شہادت دیتی ہوں کہ تم میری آواز سنتے ہو اور جواب دے سکتے ہو۔ انہوں نے ہمکو اسیر کیا ہے حالانکہ ہم مسلمان کلمہ گو ہیں وحدانیتِ خدا اور تمہاری رسالت کا اقرار کرتے ہیں یہ کہکر بیٹھ گئی بروایت ابن شہر آشوب کہا یارسول اللہ آپ کی امت نے ہمکو کافروں کی طرح اسیر کیا حالانکہ ہمارا کچھ گناہ نہیں بجز اس کے کہ تمہارے اہلبیت کو دوست رکھتے ہیں پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا ایہا الناس کس لئے تمنے ہمکو قید کیا بحالیکہ ہم شہادتین کا اقرار کرتے ہیں ابوبکر نے بقولے زبیر سے کہا اس سبب سے کہ تمنے مالِ خدا کے ہمارے پاس ادا کرنے سے انکار کیا کہا انکار نہیں کیا ایسا اور ایسا کہا اور مانا کہ انکار ہی کیا تھا تو مردوں نے کیا تھا عورتوں کا اسمیں کیا قصور تھا ابوبکر کو اسکا کچھہ جواب نہ آیا پس مہاجرین سے دو مرد یعنی طلحہ زبیر نے اسپر چادر ڈالدی (یہ نشان تھا خریداری کنیز کا) خولہ نے کہا اے معشر اعراب تمکو کیا ہوا کہ اپنی عورتوں کو چھوڑکر پرائی عورتوں کی ہتک حرمت کرتے ہو کہا ہم تجھکو بھاری قیمت پر خرید کرینگے خولہ نے کہا تم مجھکو نہیں لے سکتے قسم خدا کی اور محمد مصطفےٰ کی کہ مجھکو وہ لے سکتا ہے جو بتلائے کہ میرے حمل کے وقت میری ماں نے کیا خواب دیکھا اور کیا میں نے اس سے کہا اور میرے اور اسکے درمیان کیا علامت تھی۔ اور جو بغیر اسکے میرا قصد کرے گا میں اپنے ہاتھ سے اپنا پیٹ پھاڑلوں گی اور یوں میری قیمت ضائع ہوگی ابوبکر نے کہا اگر تونے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کر کہ اسکی تعبیر کیجائے بروایت الخرائج والجرائح فرمایا اس مجمع کو دیکھکر خوف اسپر چھاگیا اور بیہوشانہ یہ باتیں کرتی ہے۔ خولہ نے کہا جو میرا شوہر بننا چاہتا ہے وہی اس خواب کی تعبیر بتلائیگا دوسرا نہیں بتلاسکتا پس طلحہ زبیر نے مایوس ہوکر اپنے کپڑے اٹھالئے بروایتے اس نے کہا ایھا الناس لست بعریانة فتلبسونی ولا سائلة فتصدقون علیّ لوگو میں ننگی نہیں ہوں کہ تم مجھکو ڈھانپتے ہو نہ سائل ہوں کہ مجھے خیرات دیتے ہو۔ غرض یہی باتیں تھیں کہ حضرت امیر کبیر وہاں تشریف فرما ہوئے لوگوں نے یہ حکایت حضرت سے بیان کی آپ نے فرمایا راست کہتی ہے یہ حال اس سے بیان کرو اور اسپر منصرف ہوجاؤ کہا اے ابوالحسنؑ تم جانتے ہو کہ جب سے رسولؐ اللہ نے رحلت کی تو اخبار سماوی ہمپر بند ہوگئے پھر علم غیب کے دریافت ہونیکی کیا صورت ہے فرمایا اگر میں اس سے خبر دوں تو معترض تو نہ ہوگے کہا نہیں پھر خولہ سے فرمایا اگر تجھے تیرے قصہ سے آگاہ کرونگا تو تجھپر قبضہ کرلونگا کہا تو کون ہے فرمایا علیؑ ابن ابیطالب کہا تم وہی ہو جنکو رسولؐ اللہ نے بروز غدیر امامت پر نصب فرمایا۔ فرمایا ہاں وہی ہوں خولہ نے کہا ہم تمہاری ہی وجہ سے تباہ ہوئے کیونکہ ہمارے مرد کہتے تھے کہ ہم سوائے امام نصب کردہ پیغمبرؐ خدا کے کسی کی اطاعت نہیں کرینگے اور کبھی زکوۃ نہ دینگے امیر المومنینؑ نے فرمایا ان اجرکم غیر ضائع وان اللہ توفی کل نفس ما عملت من خیر کہ تمہارا اجر ضائع نہ ہوگا اور حق تعالیٰ پورا کریگا ہر شخص کیلئے بدلہ نیکی کا جو اس نے کی ہے۔ پھر فرمایا اے حنفیہ کیا یہ راست نہیں کہ تیرا حمل قحط سالی میں رہا تھا جبکہ آسمان سے قطرۂ آب نہ برستا تھا اور نہ زمین سے پرکاہ نکلتا نہریں اور چشمے خشک ہوگئے تھے اور جانور ان صحرا چراگاہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے نہ ملتی تھی۔ تیری ماں کہتی تھی کہ تو ایک منحوس حمل ہے جو ایسے نحس وقت میں رہا جب نو مہینے پورے ہوئے تو تیری ماں نے خواب میں دیکھا کہ گویا تو تولد ہوئی اور اس نے تجھے کہا تو منحوس ہے کہ نامبارک زمانہ میں پیدا ہوئی تونے کہا اے مادر ایسا نہ کہو بہ تحقیق کہ میں بابرکت ہوں مبارکی سے نشو و نما پاؤں گی پھر ایک سید و سردار سے میرا عقد ہوگا اور اس سے

میرے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بنی حنیفہ کے لئے عزت اور فخر کا باعث ہوگا خولہ نے کہا راست کہا تم نے اب فرمائیے کہ میرے اور میری ماں کے درمیان کیا علامت تھی۔ فرمایا جب تو پیدا ہوئی تو اس نے اس خواب کو تیرے کلام سمیت ایک تانبے کی تختی پر کھدوا کر عتبہ خانہ کے نیچے دفن کر دیا جب پانچ برس کی ہوئی تو یہ ماجرا تجھ سے بیان کیا تو نے اسکی تصدیق کی چھ سال کی ہوئی تو پھر اس قصے کو تجھپر دوہرایا۔ تو نے پھر اسکا اقرار کیا اسوقت اس نے وہ تختی نکالکر تیرے حوالہ کی اور کہا اسکو بازو پر باندھ لے اور حفاظت کر اسکی جب اس قبیلہ پر مصیبت پڑے اور وہ شخص انپر چڑھ آئے جو ان کے مردوں کو قتل اور زن و بچہ کو اسیر کرے اور مال و اسباب کو لوٹ لے اور تو بھی انکے درمیان قید ہو جائے تو اس لوح کو اپنے پاس رکھنا جو شخص اس خواب کا حال تجھ سے بیان کرے اور عبارت لوح تجھکو بتلائے اس سے نکاح کرنا خولہ نے کہا صَدَقْتَ یا امیر المومنینؑ راست کہا تم نے اے امیر مومنوں کے یہ کہکر وہ تختی نکال کر حضرت کے آگے ڈالدی بروایت ابن شہر آشوب و خرائج حضرت نے فرمایا جب تو گرفتار ہوئی تو بڑا اہتمام تجھکو اسکا تھا کہ وہ تختی تجھ سے گم نہ ہو جائے پس تو نے اسے اپنے بازوئے راست پر محکم باندھا اب وہ تختی مجھکو دے کہ میں اسکا صاحب ہوں اور میں ہی باپ ہوا اس پسر ارجمند کا اور نام اس کا محمد ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ خولہ روبقبلہ ہوئی اور کہا اَللّٰھُمَّ[1] انت المنفضل المنان اودعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی ولم تعطہا لاحد الا واتممتہا علیہ اللھم بصاحب النبوۃ التی اخبر بما ھو کائن الا اتممت فضلک علی یہ دعا پڑھکر اس لوح کو نکالکر حضرت کے آگے ڈالدیا۔ ابوبکر نے اسے اٹھایا اور عثمان کو دی کہ قرأت کرے عثمان نے پڑھا قسم خدا کی کہ جو کچھ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا اس سے نہ ایک حرف زیادہ تھا نہ کم تھا دوست شاد دشمن نامراد ہوئے اور صدا مجلس سے بلند ہوئی کہ راست کہا ہے رسول اللہ نے انا مدینۃ العلم وعلی بابھا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ ابوبکر نے خولہ کو امیر المومنینؑ کے حوالہ کیا اور آپ نے اسماء بنت عمیس مومنہ پاک کے پاس کہ ان ایام میں زوجۂ ابوبکر تھی بھیجدیا کہ اچھی طرح رکھے تا اینکہ کچھ دنوں بعد اسکا بھائی آیا اور حضرت نے اسکے ساتھ نکاح پڑھا لیا۔ جابرؓ نے اتمام حدیث کے بعد عرض کی اے ابوجعفر قسم بخدا کہ علیؑ نے بعد اتمام حجت و ثبوت شاہد و بینۂ اسپر بنکاح اسپر تصرف فرمایا پس لعنت خدا کی اسپر کہ حق اسپر واضح اور روشن ہو جائے پھر وہ آنحضرت کی فضیلت سے انکار کرے اور انکے اور حق کے درمیان اوروں کو حائل گردانے۔ **رجوع بحال خالد ولید**۔ خالد میں جہاں اور اوصاف شنیعہ جمع تھے۔ وہاں یہ بھی ایک وصف تھا کہ وہ فضول خرچ پرلے سرے کا تھا۔ اموال غنیمت کو وہ بہت بیدردی سے اڑاتا تھا اور ابوبکر کو مطلقاً اسکا حساب نہ بھیجتا تھا ہرچند ابوبکر بھی اس سے ناواقف نہ تھے مگر وہ دیدہ و دانستہ اغماض کرتے تھے عمر نے چاہا کہ اسکا ہاتھ روکا جائے ابوبکر سے کہا کہ اسکو لکھو کہ بغیر تمہاری اجازت کے کسی کو کچھ نہ دے ابوبکر نے اسکو لکھا تو اس نے حضرت کو لکھا اما ان تدعنی وعملی والا فشانک وعملک یعنی یا تو تو مجھکو میرے کام پر چھوڑ دے کہ میں جو چاہوں سو کروں ورنہ تو جان اور تیرا کام عمر نے کہا اس کو معزول

[1] ترجمہ پروردگارا تو ہی ہے فضل و احسان کرنیوالا پروردگارا الہام و موفق کر تو مجھکو کہ بہ نیری نعمت کا کہ تو نے مجھکو عطا کی شکر بجا لاؤں اور خداوندا تو نے کسی کو کوئی نعمت عطا نہیں کی الا یہ کہ اسپر تمام کی خداوندا بحق اس صاحب نبوت کے جس نے خبر دی اس امر کی جو کہ ہونیوالا ہے تو اپنے فضل و کرم کو مجھپر تمام کر۔ ۱۲۔

کرنا چاہئے ابوبکر نے کہا اسکو معزول کروں تو اسکی بجائے کون میرا کام انجام دے عمر تیار ہوگئے کہ سپہ سالاری کا کام میں کرونگا مگر اور لوگوں نے ابوبکر کو کہا کہ عمر تمہارے پاس رہنے چاہئیں اور خالد اسی کام کے لئے موزوں ہے جسپر کہ ہے اور معاملہ رفت گذشت ہوا چنانچہ یہ تمام کیفیت زبیر بن بکار کی روایت سے ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں نقل کی ہے، **اور ایک اور حرکت** اس اسپر ولید کی یہ ہے کہ جنگ یمامہ میں بارہ[۱۲۰۰] سو مرد اصحاب رسول اللہ سے شہید ہوئے تھے کہ اکثر انسے مہاجرین و انصار و حافظانِ قرآن تھے اس مصیبت عظیم بس کہ اسلام و مسلمین پر واقع ہوئی چاہیئے تھا کہ وہ محزون و مغموم ہوتا مگر اس نے اسی موقعہ پر دختر مجاعہ بن مرارہ سے کہ ارکان دولت مسیلمہ کذاب سے تھا شادی کی ٹھہرائی ہر چند خود مجاعہ نے کہا کہ اے امیر اسوقت مصیبت میں کہ کثرت قتل و قمع سے گھر گھر میں سوگ و ماتم بپا ہے کون موقعہ شادی کا ہے مگر اس شہوت پرست نے ایک نہ سنا اور مزے سے شادی کدخدائی رچائی اور ایک لاکھ درہم دلہن کے مہر میں دیکر نکاح کیا اور وہیں عیش و عشرت میں غرق ہوگیا اور ایسا مست بادہ سرور ہوا کہ بجز اقربا دلہن کے اسکی نظر میں کسی کی وقعت نہ رہی صحابہ کبار رسول مختار کو وہ موہنہ نہ لگاتا تھا چنانچہ کبار صحابہ اسکی اس حرکت سے ناخوش ہوگئے اور حسّان بن ثابت نے ایک قطعہ ابوبکر کو بدیں مضمون لکھکر بھیجا کہ تو خلیفہ رسول اللہ ہے روا رکھتا ہے کہ ہمارے شہیدوں کا خون خشک نہ ہوا اور خالد عروس کے ساتھ حجلۂ عشرت میں پاؤں پھیلائے اور اعضا و جوارح مسلمانوں کے ہنوز خاک و خون میں غلطاں میدان میں پراگندہ ہوں اور وہ دلجمعی سے مسند حریر و دیبا پر تکیہ لگائے خویش و اقارب منکوحہ کو محترم رکھے اور ہمارے سلام کا جواب بھی مشکل سے دے، یہ قطعہ خلیفہ صاحب کو پہنچا اور ادہر خلیفہ ثانی کا بھائی زید بن الخطاب اس معرکہ میں قتل ہوا تھا انکو یہ حالات معلوم ہوئے تو بہت زور سے خالد کی شکایت کی اور کہا اس کو اب امیر لشکر نہیں رکھنا چاہیئے بارے حضرت ابوبکر نے اسے معزول تو نہ کیا لیکن ایک نامہ بکمال زجر و عتاب تحریر کیا جسکو ہم اصل عبارت روضۃ الصفا میں نقل کرتے ہیں **وہو ہذا** اے خالد دائم الاوقات بازدواج واختلاط نسوان اشتغال مینمائی واستیلائے شہوت میان تو وحیا و شرم و مصلحت حائل است واز مصیبت ہزار و دویست مسلمانان کہ ہفتصد ازاں قرآن خواں بودند فراغت داری و عزاے یاران پیغمبر گاہے نداشتی و منیداری وایں حرکات ناشایستہ علاوہ قتل مالک بن نویرہ شد۔ نفرین بر تو و احوال و اقوال قبیح و اعمال شنیع تو باد کہ نسبت بنی مخزوم را معیوب گردانیدی و السلام۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے زوجہ مالک کے ساتھ زنا کرنے پر بھی خالد کو بہت جھڑکا تھا کیوں کہ لڑائی کے موقعوں پر یوں لذات نسا میں منہمک ہوجانا عرب میں نہایت معیوب گنا جاتا تھا اور اسوقت تو بے حیا و بے شرم یاران پیغمبر کے قتل سے بے پروا بنی مخزوم کی ذات کو بٹہ لگانیوالا بھی کچھ کہہ ڈالا۔ اور لعن و نفرین تک نوبت پہنچا دی اگر اہل تشیع کسی ادنی اصحابی کی نسبت بھی یہ کلمات زبان پر لاتے تو خدا جانے اہل سنت انکا کیا حال کرتے مگر یہ خلیفہ اول ہیں انہیں کچھ نہیں کہتے۔ طرہ یہ کہ خالد نے خلیفہ صاحب کی اس درازنفسی پر ذرا بھی خیال نہیں کیا اور خالی بات ہی نہیں بلکہ اسے ٹھٹھے میں اڑا دیا اسلئے کہ اس خط پڑھنے کے بعد کی جو اس کی کیفیت روضۃ الصفا میں تحریر ہے وہ یہ ہے۔ چون نامہ ابوبکر بخالد رسید واز فحواے آں وقوف یافت بقہقہہ خندید و گفت ایں کلمات از سخنان عمر است و ابوبکر از ہمہ آنہا بیخبر۔ **ایہا الناظرین** آپنے خالد کے حالات پڑہے اور معلوم کیا کہ وہ کس قماش کا آدمی تھا ہم نے بھی ان کوائف کو ذرا بسط سے اسواسطے قلم بند کیا تاکہ آپ دیکھیں کہ یہ وہی

سلوک خلیفہ ثانی با خالد بن ولید و عزل خالد از حکومت

شخص ہے جس نے نورِ خدا کے مٹانے اور عمود دین کے گرانے یعنی امیر المومنین نفس رسول رب العالمین کے قتل کرنیکا ارادہ کر لیا تھا جو کہ ہر چند قوۃ سے فعل میں نہیں آیا مگر وزر و بال میں وہ پسر ملجم قاتل امیر المومنین سے کم نہیں رہا۔ پس آپ جانیں کہ انحضرات کی دشمنی ایسے ہی لوگوں کا کام ہے جو اسطرح دین و ایمان سے بیگانہ اور فسق و فجور میں مستغرق ہوں اب ہم کچھہ سلوک خلیفہ ثانی کے جو انہوں نے اپنے باختیار ہونیکے زمانہ میں خالد کے ساتھہ کئے اور لکھتے ہیں اور اس قصہ کو تمام کرتے ہیں۔ **واضح** رہے کہ حضرت عمر کو جو حصہ غنائم قبیلہ مالک سے ملا تھا انہوں نے اسپر اصلا تصرف نہ کیا بلکہ بجنسہ اٹھا رکھا تا اینکہ خلافت پر فائز ہوتے ہی جو لوگ اس قبیلے کے رہ گئے تھے انکو بلایا اور وہ حصہ معہ دیگر اموال و نفوس کے جو مسلمانوں کے پاس سے دستیاب ہوئے انکو دلوا دیا تا اینکہ کہتے ہیں کہ کچھہ عورات نواحی ششتر سے واپس منگائی گئیں کہ بعض انسے حاملہ تھیں۔ یہاں قدرتی طور سے اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس مقدمے میں حضرت ابوبکر بر سر خطا تھے تو وہ سخت مواخذہ دار آخرت ہیں کہ مسلمانوں کو مال حرام کھلایا اور ناجائز لونڈی غلاموں پر انکو تصرف بخشا کہ انہوں نے انکی عورتوں سے بحرام جماع کیا اور اولاد زنا انسے پیدا ہوئی اور جو انکا فعل حق و درست تھا تو نہایت ناروا جسارت حضرت عمر سے سرزد ہوئی کہ انہوں نے یہ مال حلال مسلمانوں سے اگلوایا اور غلام و کنیزوں کو ان کے جائز مالکوں سے چھینا اور غیر مستحقوں کو بلا بیع و نکاح بخشا کہ وہ بحرام ان پر متصرف ہوئے۔ غرض دونو باتوں سے ایک بات ضرور لازم آئیگی۔ **الغرض** کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ بعد بیعت اول کلمہ کہ خلیفہ ثانی کی زبان سے نکلا انکا خالد کو امارت لشکر شام سے معزول کرنا تھا وہ کلمہ یہ تھا۔ لا یلی لی خالد عملا ابدا یعنی خالد کبھی میرے کسی کام کا والی نہ ہوگا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ یہ پہلا خط جو خلافت پناہ نے لکھا ابوعبیدہ کی طرف تھا جسمیں خالد کو سپہ سالاری سے معزول کرکے ابوعبیدہ کو اسکی جگہ مقرر کیا تھا۔ کیونکہ وہ تمام زمانہ خلافت ابوبکر خالد سے ناراض تھے بباعث قضیۂ مالک بن نویرہ کے اور بوجہ ان افعال کے جو وہ لڑائیوں میں کرتا تھا اور بعض کتب[1] میں ہے کہ اصلی باعث عداوت کا خالد اور عمر کے درمیان یہ تھا کہ ایک مرتبہ شروع جوانی میں ان دونوں کی باہم کشتی ہوئی خالد از بس طاقتور مسٹنڈا تھا اس نے جو عمر کو اٹھا کر ٹپکا تو ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی جو بہت سے علاج معالجہ کے بعد درست ہوئی تھی اسوقت سے عمر اسکی طرف سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔ بہرکیف آپ نے ابوعبیدہ کو لکھا کہ خالد کو مجمع عام میں کھڑا کرکے اسکے سر سے ٹوپی اور عمامہ اتارے اور اسی عمامہ سے اسکے ہاتھ باندھکر اس سے ان افعال کے بابت جو اس سے سرزد ہوئے دریافت کرے اگر وہ اپنی تکذیب کرے تو اپنے کام پر بدستور برقرار رہے انکار کرے تو امیر تو ہے اس کے اموال مقاسمہ کرکے نصف اسکا بیت المال میں داخل کر۔ ابوعبیدہ نے مضمون خط خالد کو سنایا تو اس نے کہا اتنی مہلت دے کہ میں اس بارے میں مشورہ کر لوں ابوعبیدہ نے مہلت دی پس خالد نے فاطمہ بنت ولید اپنی بہن سے کہ حارث بن ہشام کے نکاح میں تھی۔ صلاح لی۔ اس نے کہا واللہ لا یحبک ابدا و ما یرید الا ان تکذب نفسک ثم ینزعک کہ قسم خدا کی عمر کبھی تجھہ سے دوستی نہ کرے گا وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تو اپنے تئیں تکذیب کرے پھر تجھکو علیحدہ کر دے خالد

[1] مراد ان بعض کتب سے انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون تصنیف علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی ہے کہ یہ اصلی وجہ عداوت کی اسمیں بضمن بیان سریۃ خالد بن الولید ابی بنی خذیمہ ذکر کی ہے جیسا کہ مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرحمہ نے تشئید المطاعن میں نقل کیا ہے۔ ۱۲۔

یہ کلام دانش نشان اپنی عاقلہ بہن سے سنا تو بے اختیار اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا صَدَقْتِ وَاللہ قسم بخدا تونے راست کہا پس اس نے اپنی تکذیب سے انکار کیا۔ اور مراۃ الزمان میں ہے کہ خالد نے یہ حکم خلیفہ صاحب کا ابو عبیدہ سے سنا تو کہا فعلہا الا عیسر بن حنتمہ یعنی حسب عادت خود عمر کی دونو طرح کی مذمت کی کہ پسر حنتمہ اور چپہ دست (بائیں ہاتھ سے کام کرنیوالا) کا یہ کام ہے لایزال کذا وہ ہمیشہ ایسا ہی کریگا اور ابو عبیدہ کو کہلا بھیجا کہ میں اپنی تکذیب نہیں کرسکتا تو اگر میرے مال کا مناصفہ کرلے۔ ابو عبیدہ نے ٹھیک نصفا نصف کرلیا تا اینکہ اگر ایک جفت نعلین پایا تو اسمیں سے بھی ایک پوائی لے لی۔ پس لوگوں میں عمر کی نسبت گفتگوئیں ہونے لگیں اور انہوں نے کہا قسم بخدا کہ یہ خالد کی عداوت کے سبب سے ہے اور صحابہ کو اصلاً پسند نہ آیا جو کچھ خالد کے ساتھ کیا گیا۔ اور کہتے ہیں کہ خالد نے مجمع میں اس طرح بیعزت ہونا گوارا نہ کیا جب بلال بن حمامہ موذن کھڑا ہوا کہ اسکو اس کے عمامہ سے باندھے تو اس نے بلال کو جھڑکا اور کہا ایہہ تو کیا چاہتا ہے اور اسکو دشنام دی پھر تھوڑی دیر بعد کہا کر جو چاہے پس بلال نے اس کے عمامہ سے اس کو باندھا۔ حقیر **مؤلف** کہتا ہے کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ نے یہ فعل عمر کا پسند نہیں کیا اور اسمیں لوگوں نے گفتگوئیں کیں اور بحلف شرعی کہا کہ عمر نے صرف عداوت سے خالد کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اور نیز خالد نے بھی سیدہی طرح سے اس حکم کو نہیں مانا بلکہ بلال حبشی جیسے بزرگوار صحابی کو جبکہ وہ اجرار حکم عمری کے لئے کھڑا ہوا دہتکارا اور گالیاں تک اسے دیں کہ لفظ نَالَ مِنْهُ کہ روایت میں ہے اس پر دلالت صریح رکھتا ہے پس صاحب ازالۃ الخفا نے جو جوش مدح خلیفہ ثانی میں لکھدیا کہ "تحفہ ترا اینکہ خالد با اینہمہ جلادی کہ داشت برایں ماجرا مجال دم زدن ندید و دیگر لشکریاں و امرا از دبدبۂ این معاملہ بدل نشد نذاز سرتاپا باطل ہے اور علیٰ ہذا جو کہ بمفاد بنائے فاسد علی الفاسد اس پر متفرع و مترتب فرمایا ہے کہ ایں از خصائص صولت حضرت فاروق بودہ است وہ بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہاں ناظرین نے دیکھہ لیا کہ خالد نے بھی اس میں کم دم زنی نہیں کی اور اہل لشکر بھی خلیفہ صاحب کی عیب جوئی سے باز نہ رہے بلکہ وہاں تو وہاں خود مدینہ میں حضرت عمر کی روبرو عین اسوقت جبکہ وہ منبر پر فخریہ اس عزل و نصب کا ذکر فرما رہے تھے لوگوں نے ان پر ردّ و انکار کیا ہے اور ذرا پاس و لحاظ صولت عمری کا نہیں رکھا۔

واقدی فتوح الشام میں کہتا ہے کہ عمر نے عزل خالد کے بعد خطبہ کہا ایہا الناس انی امّرت ابا عبیدۃ الرجل الامین وقد رایتہ لذلک اہلا وقد عزلت خالدا عن امارتہ فقال رجل من بنی مخزوم اتعزل رجلا اشہر اللہ بیدہ سیفا ناطقا وجعلہ دافعا للمشرکین وقد قیل لابی بکر اعزلہ فقال لا اعزل سیفا سلّہ اللہ ونصر بہ دینہ وان اللہ لایعذرک ولا المسلمون انت غمدت سیف اللہ وعزلت امیرا امّرہ اللہ لقد قطعت الرحم و حَسَدْتَ ابن العمّ یعنی عمر نے کہا لوگو میں نے ابو عبیدہ کو کہ مرد امین ہے امیر مقرر کیا ہے اور میرے نزدیک وہ اس عہدہ کے اہل اور لایق ہے اور خالد کو میں نے معزول کیا اسپر ایک مرد نے بنی مخزوم سے کہا کہ تو اس شخص کو معزول کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اسکے ہاتھ میں شمشیر براں کھینچی اور اسکو دافع اہل شرک بنایا ہے بہ تحقیق کہ ابوبکر سے کہا گیا تھا کہ اسکو معزول کرے تو اس نے کہا تھا کہ میں اس تلوار کو میان نہیں کرتا جسکو خدا نے کھینچ رکھا ہے اور اپنے دین کی اس سے نصرت فرمائی ہے پس اے عمر ضرور تم کو حق تعالےٰ معذور

نہ رکھیگا اور نہ مسلمانوں کے نزدیک تو معذور ہوگا۔ اگر تو نے شمشیر خدا کو میان کیا اور اس شخص کو معزول کیا جسکو خدا نے امیر مقرر فرمایا ہی تو اسمیں شک نہیں کہ تو نے قطع رحم کیا اور اپنے پسر عم پر حسد کیگیا ہے پس عمر یہ باتیں اس مخزومی کی جسکا نام بعض روایات میں عمرو ابن حفص لیا گیا ہے سنکر بجائے اس کے کہ اپنی صولت وشوکت کا اثر دکھاتے اور اس گستاخی کی اسکو سزا دیتے۔ اور خوشامد کی سی باتیں بنانے لگے چنانچہ اسی روایت واقدی میں ہے ثم نظر عمر الی المخزومی فراٰہ غلاما حدث السن فقال شاب حدث السن غضب لابن عمہ یعنی عمر نے اس مخزومی کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ ایک جوان نوخیز ہے۔ فرمایا جوان نوعمر ہے اسکو اپنے چچازاد بھائی (خالد) کیلئے غصہ آگیا ہے۔ فرمائیے یہاں صولت عمری کہاں چلی گئی کہ اس جوان مخزومی نے جو جو دل میں آیا کہڈالا اور برملا خلافت پناہ کو قاطع رحم وحاسد بتلایا اور انسے کچھہ بھی نہ ہوسکا۔ **القصہ** عزل خالد دو مرتبہ عمل میں آیا ایک امارت لشکرہائے شام سے صدر خلافت عمر میں دوم حکومت قنسرین سے جہانکہ وہ ابو عبیدہ کی طرف سے حکومت کرتا تھا ۱۷ھ ہجری میں اس دوسری معزولی کی وجہ ابن اثیر وغیرہ نے یہ بتلائی ہے کہ کچھہ لوگ جنمیں اشعث بن قیس بھی شامل تھا طلب احسان خالد کے لئے اس کے پاس گئے تھے اس نے ہر ایک کو زرومال بخشا چنانچہ ایک اشعث کو دس ہزار درہم ملے اسکی خبر عمر کو پہنچی تو بہت برہم ہوئے اور انہوں نے اسی خواری سے قنسرین سے اسکا معزول کرنا تجویز کیا جیسا کہ پیشتر سپہ سالاری سے ہوچکا تھا چنانچہ انہوں نے ابو عبیدہ کو کہ حمص میں حکومت کرتا تھا لکھا کہ اسکو ویسے ہی ٹوپی پگڑی اتار کر اور پگڑی سے مشکیں باندہ کر کھڑا کر اور پوچھہ کہ یہ دس ہزار درہم کہاں سے اشعث کو دیئے اگر اپنے پاس سے دیئے تو سخت فضول خرچ وہ ہے نہیں تو اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کا مال لٹاتا ہے اور پکا خائن ہے اور کسی صورت لائق حکومت نہیں اسکے علاقہ کو اپنی حکومت میں شامل کرلے پس ابو عبیدہ نے اسکو قنسرین سے طلب کیا اور اہل لشکر کو جمع کرکے منبر پر گیا اور قاصد عمر نے کھڑے ہوکر سوال کیا کہ امیر المومنین دریافت کرتے ہیں کہ اس قدر مال اشعث کو کہاں سے دیا خالد خاموش تھا اور ابو عبیدہ بھی منبر پر چپکا بیٹھا تھا۔ اس وقت بلال نے اٹھکر کہا کہ امیر المومنین کا تیرے بارے میں ایسا اور ایسا حکم ہے اور اسکا عمامہ اتار لیا اور ٹوپی نیچے ڈالدی پھر کھڑا کرکے عمامہ سے اسکو باندھا اور وہی سوال کیا۔ کہ دس ہزار اشعث کو کس گھر سے دیئے خالد نے کہا اپنے مال سے دیئے پس اس کو رہا کیا اس کے بعد خالد مدینہ میں آیا تو عمر نے اس سے پوچھا کہ یہ ثروت وتونگری تجھکو کہاں سے حاصل ہوئی کہا غنائم سے اور اپنے حصوں سے کہ ساٹھ ہزار درہم سے زیادہ اگر میرے پاس ہو وہ تمہارا مال ہے لیلو عمر نے اسکے جملہ اموال واثاثہ کی قیمت کرائی تو بیس ہزار زیادہ کا نکلا وہ بیت المال میں شامل کیا گیا۔ تمام ہوئی روایت ابن اثیر کی کسی قدر اختصار سے اور روضۃ الصفا میں ہے کہ خالد بجانب مدینہ رواں شد بعد ازانکہ باں بلدہ مکرمہ رسید بسعادت خدمت عمر استسعاد یافتہ بار دیگر از موقف خلافت بہ تنصیف مال او حکم صادر شد وچہل ہزار درہم دیگر ازوے گرفتہ اضافہ بیت المال مسلمین کردند اور تاریخ طبری میں ہے وکان عمر کلما مر بخالد قال یا خالد اخرج مال اللہ من تحت استک فیقول واللہ ماعندی من المال یعنی جب عمر خالد کے پاس سے گزرتے اسکو کہتے کہ اے خالد مال خدا کو اپنی مقعد کے نیچے سے نکال وہ کہتا قسم بخدا کہ میرے پاس کچھہ بھی مال نہیں۔ جب زیادہ اصرار کیا تو کہا اے امیر المومنین جو کچھہ تمہاری سلطنت میں کمایا ہے اس تمام کی قیمت

[1] [margin note, partly illegible] ...ص ۱۲۰

چالیس ہزار درہم کو نہیں پہنچتی عمر نے کہا ہمنے اسکو چالیس ہزار پر خرید لیا خالد نے کہا بہتر ہے میں نے بیچا۔ پس اسکی قیمت کرائی گئی تو کل اسّی ہزار درہم کی مالیت کا تھا عمر نے اسکو نصفا نصف کر لیا چالیس ہزار کا اسکو دیا اور چالیس ہزار باقی کو داخل بیت المال فرمایا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنینؑ خالد کا مال رد کر دیتے تو بہتر ہوتا فرمایا میں مسلمانوں کا تاجر ہوں انکی تجارت میں یہ نفع ہوا ہے واللہ کہ ہرگز اسکو واپس نہ کرونگا اس کے بعد مورخ مذکور لکھتا ہے فکان عمر یری انہ قد اشتفی من خالد حین صنع بہ ذلک کہ عمر خیال کرتے تھے کہ ایسا کر کے انہوں نے خالد کی طرف سے اپنے دل کو شفا بخشی تھی۔ لیکن **مؤلف** اوراق کہتا ہے کہ گو یہی کسیقدر شفائے غیظ خلیفہ صاحب کا باعث ہوا ہو کہ انہوں نے بار بار اسکو ذلیل و رسوا کیا اور بہت سا مال اسکا چھین کر داخل خزانہ فرمایا الا تمام تر ان کے غصہ کے فرو ہونے بلکہ بہ کلی اس سے رضامند ہو جانیکا باعث خالد کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو اس سے قتل سعد بن عبادہ انصاری میں بروئے کار آیا پیشتر گزارش ہوا کہ سعد عبادہ شروع خلافت عمر میں شام کو چلے گئے تھے۔ اس وقت خالد نے وہاں پہنچکر عمر کے خوشنود کرنے کے لئے اسکو حیلہ سے قتل کیا اور یاروں نے شوشہ یہ اڑایا کہ جن اسکو مار گئے ہیں **مجلسی** علیہ الرحمہ بحار الانوار میں رقمطراز ہیں کہ عمر ایک روز بعض حیطان[1] مدینہ میں خالد سے ملے اور کہا تو وہی نہیں جس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا اس نے کہا اے امیر المومنین خفا نہ ہوجئے اگر میں نے اپنی عداوت میں مالک کو تہ تیغ کیا تو تمہاری عداوت کی وجہ سے سعد عبادہ کو بھی تو قتل کیا ہے عمر یہ سنکر خاموش ہو گئے اور اسکو سینہ سے لگا لیا اور فرمایا انت سیف اللہ وسیف رسولہ کہ تو ہے شمشیر خدا اور شمشیر اس کے رسولؐ کی۔ **ذکر وفات حسرت آیات ابوبکر** حضرت خلیفہ اول تقریباً تریسٹھ سال دنیا میں زندہ رہے ہیں منجملہ اس کے زمانۂ حکومت و امارت جس کے لئے اتنے بکھیڑے کئے اس قدر ہوا خذے آخرت سر پر لئے کل دو سال تین مہینے چند روز ہے مرض الموت جسمیں آپ نے قضا کی یہ تھا کہ ایک روز ہوائے خنک تھی نہا لئے سردی لگ کر بخار چڑھ آیا پندرہ روز اسمیں مبتلا رہ کر راہی دار البقا ہوئے۔ خلافت آپکو زیادہ تر جناب عمر کی جد و جہد سے حاصل ہوئی تھی ان کے بعد اس کے حقدار وہ تھے چنانچہ پہلے ہی سے پخت و پز ہو چکی تھی اب وعدہ وفائی کا وقت آیا بنا بریں آپ کو خلیفہ و جانشین بنایا اور اس معاملہ میں ایک وثیقہ تحریر کیا کاتب وثیقہ حضرت عثمان تھے جو خود ہر قسم کے محرم راز ہم پیالہ ہم نوالہ ہونیکا شرف رکھتے تھے۔ ابوبکر نے لسنے کہا لکھ یہ عہد ہے کہ خلیفہ رسولؐ اللہ ابوبکر نے اسکو لکھا ہے کہ خلیفہ اسکے بعد" اتنا کہکر بیہوش ہو گئے عثمان نے یہ لکھکر اپنی طرف سے لکھدیا" عمر بن خطاب ہوگا" ابوبکر کو حواس آئے تو عمر کا نام کاغذ میں درج پایا پوچھا یہ نام کس نے لکھا عثمان نے کہا میں نے تحریر کیا بہت خوش ہوئے اور کہا مرحبا شاباش۔ **ناظرین** اس حکایت کو کہ ابن اثیر وغیرہ مورخین معتبرین نے نقل کی ہے۔ حدیث قرطاس بخاری سے ملائیں اور الحضرت کی خود غرضی کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہاں تو حضرت عقل کل کی وصیت کو ہجر و ہذیان کے حیلے سے روکدیا اور نہ لکھنے دیا اور یہاں کہ واقعی حضرت ابوبکر وصیت نامہ لکھاتے وقت بیہوش ہو ہو جاتے تھے ان کی بات سر و آنکھوں پر رکھی جاتی ہے اسکی کوئی وجہ نہیں بجز اسکے کہ وہ وصیت امیر المومنینؑ کے حق میں تھی اور یہ خود اپنے لئے شاعر نے درست کہا کہ ؎ ہمہ بے پیری و چوں ز آل نبی باشد حرف ٭ زود بخروشی و گوئی نہ صواب است خطا است ٭ ہیگماں گفتۂ تو باز نماید کہ ترا ٭ بہ دل اندر غضب و دشمنی آل عبا است ٭ الغرض سب

پہلے جس نے اس تجویز و تحریر سے مخالفت کی وہ طلحہ بن عبیداللہ تھے کہ یکے از دہ یار بہشتی یعنی داخل عشرہ مبشرہ ہیں انہوں نے دوبدو خلیفہ اول پر اعتراض کیا کہ عمر ایک درشت خو سخت آدمی ہے تیری زندگی میں خلقت اس کی شدت و غلظت سے نالاں رہتی تھی تیرے بعد تو کیا حال ہوگا اے ابوبکر جبکہ دنیا سے رحلت کرکے حق جل و علا کے سامنے جائیگا تو تجھ سے سوال کرینگے کہ رعایا وزیر دستوں پر کسکو چھوڑا تو وہاں کیا جواب دیگا۔ **بروایت** کنزالعمال یہ اعتراض امیرالمومنین اور طلحہ دونوں نے کیا۔ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ جمع ہوکر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا تو عمر کو ہمپر حاکم مقرر کرتا ہے حالانکہ وہ مرد تندخو درشت گو ہے اور ریاست و حکومت کیلئے رفق و مدارا مطلوب فردا رقیامت جبکہ حق تعالی تجھ سے سوال کرے گا کہ میرے بندوں پر کسکو والی مقرر کیا تو کیا جواب دیگا اور خطاب باعتاب حضرت رب الارباب کو کس حجت سے دفع کریگا بی بی عائشہ راوی حدیث کہتی ہیں کہ ابوبکر کو یہ باتیں سنکر اسقدر غصہ آیا کہ اس سے پہلے کبھی اسکو اسقدر غصہ نہ دیکھا تھا اور کہا تم مجھکو خدا سے ڈراتے ہو جسوقت وہ سبحانہ تعالی مجھ سے سوال کریگا کہ میرے بندوں پر کسکو امیر مقرر کیا تو میں کہونگا کہ ایسے شخص کو مقرر کیا ہے کہ تقوی و پرہیزگاری میں تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا اور رضائے خدا کو رضائے مخلوق پر مقدم جانتا ہے اور اور بہت سے محامد اوصاف خلیفہ ثانی کے بیان کئے۔ **نیز** روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکر نے ایک کاغذ سربمہر اپنے ایک معتمد کے ہاتھ مہاجر و انصار اصحاب رسول مختار کے پاس بھیجکر پیغام دیا کہ جو مسلمان مطیع و فرمان بردار ہے چاہیئے کہ جس شخص کا نام اس کاغذ میں درج ہے اسکے ساتھ بیعت بجا لائے حاضرین نے حسب الایما بیعت کی جب علی ابن ابی طالب کی باری آئی تو انہوں نے کہا بایعت لمن کان فیہا وان کان عمر مولف روضۃ الصفا اس کے بعد کہتا ہے کہ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ یہ قول خالی از ضعف نہیں۔ **نیز** روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوبکر نے علی علیہ السلام کے خطاب میں کہا کہ ماہمہ کارگزاریم و سرور و بادشاہ و امیر توئی و ما ہمہ نجوم سپہر ستیم و تو بدر منیری بعد ازاں فرمود کہ من عمر را بر شما والی و خلیفہ ساختم باید کہ ہیچک از شما پائے از دائرہ مطاوعت و متابعت او بیروں نہ نہد و گردن از فرماں واجب الاذعان او نکشد با وجود حسن تدابیر او حال شما منتظم و مہم شما متمم خواہد بود۔ سبحان اللہ اس مختصر اور چھوٹی سی تقریر میں اتنا تناقض آپ ہی حضرت امیرالمومنین ع کو اپنا سردار و بادشاہ و امیر کہتے ہیں اور آپ ہی انپر ایک تندخو درشت گو کو فرمانروا مقرر کرکے اسکی اطاعت کی تاکید اکید فرماتے ہیں جب وہ حضرت بدر کامل اور دیگر صحابہ ستارے تھے تو ان کے ہوتے عمر کو خلیفہ کرنا چاند کو چھوڑ کر ستارے سے روشنی طلب کرنا کونسی دانائی کی بات تھی۔ **مرتضے** اندر میان و کس چراجوید امیر ۔ آفتاب اندر سما و کس چراجوید سہا۔ **روایت** ہے کہ ابوبکر مرض الموت میں کہتے تھے کہ میں کبھی اسقدر آزردہ و دلگیر نہیں ہوا جتنا کہ تین امر سے دلگیر ہوں جنکا مرتکب ہوا اور سزاوار یہ تھا کہ انکو نہ کرتا اور اور تین امر سے جنکو ترک کیا حالانکہ چاہیئے تھا کہ انکو عمل میں لاتا اور دیگر تین امر سے کہ حضرت رسولخدا سے انکی بابت استفسار نہ کیا۔ لیکن وہ تین امر جنکا کہ مرتکب ہوا اور لائق تھا کہ نہ کرتا یہ ہیں پہلے یہ کہ دوست رکھتا تھا کہ خانہ فاطمہ کی پردہ دری اور اسکو کشف نہ کرتا گو اسمیں بیٹھکر میرے ساتھ جنگ کرنے کی تدبیریں سوچتے۔ دوسرے فجارۃ سلمی کو آگ میں نہ جلاتا۔ قتل کرنا تھا تو قتل کرتا ورنہ چھوڑ دیتا۔ تیسرے بروز سقیفہ بنی ساعدہ امر خلافت کو ان دو مرد یعنی عمر و ابوعبیدہ سے کسی ایک کے

گلے میں ڈالتا کہ وہ امیر ہوتا اور میں اسکا وزیر۔ لیکن وہ تین امر جو کرنے سے رہ گئے ایک اشعث بن قیس مرتد ہے کہ جب اسیر ہو کر آیا تو اسکو قتل کرنا چاہیئے تھا میں نے اسکو چھوڑ دیا بہ تحقیق کہ وہ شریر ہے جہاں شرارت پائیگا البتہ اسکی مدد کریگا۔ دوم خالد ولید کو شام پر بھیجا تھا تو عمر خطاب کو عراق پر بھیجتا تاکہ اپنا دہنا اور بایاں ہاتھ راہ خدا میں مشغول رکھتا۔ سوم جو لشکر اہل ردہ پر بھیجا تھا آپ بھی اس کے ساتھ جاتا اور ذی القصہ میں توقف کرتا کہ جب انکو ضرورت امداد ہوتی تو میں انکی مدد کرتا۔ اور تین سوال کہ رسول اللہ سے نہ پوچھے ایک یہ کہ چاہیئے تھا کہ خلافت کی نسبت آنحضرت سے پوچھ لیتا کہ کسکا حق ہے کہ پھر اسکے ساتھ ذرا نزاع نہ کرتا۔ دوم آنحضرت سے سوال کرتا کہ آیا انصار کا بھی خلافت میں کچھ حق وحصہ ہے یا نہ۔ سوم میراث عمہ ودختر خواہر کی مجھکو ضرورت پیش آئی یہ مسئلہ بھی آنحضرت سے استفسار کرنا چاہیئے تھا۔ **مولف** کہتا ہے کہ یہ حدیث کنز العمال ومروج الذہب وغیرہ کتب معتبرہ اہلسنت میں مذکور ہے اسکی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا۔ پس پہلا امر یعنی کشف خانہ فاطمہ زہرا جس پر حضرت خلیفہ اول اپنے آخر وقت میں تاسف کرتے تھے اور کہتے تھے **لم اکن اکشف بیت فاطمۃ وان اغلق علی الحرب** کہ کاش میں خانہ فاطمہ کو بے پردہ نہ کرتا اور اسکو بحال خود رہنے دیتا گو وہ میرے ساتھ جنگ کرنے پر بند کیا جاتا اکثرت نقل سے کتب اہلسنت میں حد تواتر کو پہنچگیا ہے روایت مروج الذہب میں بعد عبارت مذکور واسقدر اور لکھا ہے **وذکر فی ذلک کلاماً کثیراً** یعنی ابوبکر نے اسی امر کشف خانہ فاطمہ میں بہت سا کلام ذکر کیا ظاہر اوہ کلام کثیر انہیں شدائد اور سختیوں کا ذکر ہوگا جو اس معصومہ اور ان کے شوہر عالیقدر کے ساتھ کی گئیں کہ خانہ ملائک آشیانہ کے جلانے کو آتش اور ایندھن لے گئے اور وہ وہ تشدد و تہتک اس معصومہ کے کئے جن کے تصور سے بدن کے بال کھڑے ہوتے ہیں کہ کچھ ان سے پہلے اس کتاب میں ذکر ہوئے دل سوز راویوں نے ابوبکر کی زبان سے انکا شائع ہونا نامناسب جانکر روایت سے نکالدیئے **اور** فجارۃ سلمی جسکا نام ایاس بن عبد یالیل لکھا ہے اعراب سے ایک مومن مسلمان شخص تھا اسکا یہ قصور تھا کہ اس نے بیعت خلافت مآب سے انکار کیا تھا اور ہر چند اس سے بیعت کو کہا گیا مگر اس نے نہ مانا لاجرم بہ تہمت رہزنی و قزاقی اسکو پکڑ کر اور آگ روشن کر کے زندہ جلا دیا خلیفہ اول کے اس جوش غضب پر حضرت عمر نے بھی اعتراض کیا تھا اور حدیث پیغمبر **لا یعذب بالنار الا رب النار** کہ سزاوار نہیں کہ آگ سے سوائے خدا کے کوئی کسی کو عذاب کرے" انکو یاد دلائی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا **منقول ہے** کہ فجارۃ مذکور آگ کے درمیان کلمہ توحید کی تکرار کرتا اور خدا ورسول کو یاد کرتا تھا تا اینکہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ اور اشعث بن قیس کے ساتھ حضرت خلافت پناہ نے یہی رعایت نہیں کی کہ باوصف اسکے کفر و ارتداد کے اسکی جان بخشی فرمائی بلکہ اسکے قرب وقرابت کو موجب فخر وعزت جانکر اپنی نابینا ہمشیر ام فروہ بنت ابی قحافہ کا اسکے ساتھ نکاح کر دیا چنانچہ لوگ آپ کے اس فعل پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے **اکان ثواب الکفر تزویجہ البکر** کہ آیا اس کفر کا اجر وثواب یہ تھا کہ اپنی خواہر دوشیزہ کی اسکے ساتھ شادی کر دی ام فروہ سے اشعث کے گھر میں محمد واسمعیل واسحاق تین بیٹے اور جعدہ بنت اشعث ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ **ازانجملہ** محمد بن اشعث معرکہ کربلا میں عمر سعد کے لشکر میں حاضر تھا اور اس کے اعمال وافعال مشہور ہیں آخر مختار کے ہاتھ سے فی النار ہوا اور جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیکر شہید کیا غرض شرارتیں اشعث اور اسکی اولاد کی کسی پر مخفی نہیں۔ **بروایت** بیضاوی اس نے زوجۂ رسول خدا سے جس نے بوقت خلوت

حال اشعث بن قیس

آپ سے استعاذہ کیا اور اسوجہ سے حضرت نے اس سے کنارہ کیا تھا نکاح کیا اور امیر المومنینؑ کے ساتھ جو کچھ اس ملعون نے کیا تھوڑا سا
اس سے جلد حالات خلافت ظاہری اس جناب میں مذکور ہے اور نوبت عداوت اسکی آنحضرت کے ساتھ اس درجہ کو پہنچی تھی کہ حسب
روایت ابن ابی الحدید اسنے اپنے گھر میں ایک مأذنہ (مینار اذان) بنایا تھا جب مسجد کوفہ سے صدائے اذان حضرت امیرؑ سنتا تو اپنے
اس مأذنہ پر چڑھکر پکارتا اے مرد تو ساحر و کذاب ہے کہتے ہیں کہ اشعث بعد شہادت آنحضرت کے کل چالیس روز زندہ رہا چالیسویں دن
اپنے مقر و مقام کو چلا گیا۔ اور قول ابوبکر وددتُ انی سئلتہ من فی ھذا الامر فلا تنازعہ اھلہ کہ دوست رکھتا تھا کہ رسول اللہ سے
امر خلافت کی بابت دریافت کرتا کہ کسکا حق ہے کہ پھر اس کے ساتھ نزاع نہ کرتا۔ اور نیز انکا ارشاد وسئلتہ ھل للانصار
فی ھذا الامر شی کہ پوچھتا کہ آیا انصار کے لئے بھی اسمیں کچھہ شرکت ہے عجیب و غریب ہے حیرت ہے کہ جب نہ اصل حقدار خلافت آپ کو
معلوم تھا نہ انصار کی عدم شرکت ہی کا یقین رکھتے تھے۔ تو پھر کسطرح خلافت انکو حلال ہوئی اور کس حجت و دلیل سے اموال و نفوس
مسلمانان میں اتنے دنوں تصرف فرماتے رہے ایسے تذبذب کیحالت میں اس سے علیحدہ رہنا چاہئے تھا نہ کہ خلیفہ بن بیٹھنا۔ الا یہ کہ کہا جائے
کہ یہ بیچارے تو اپنی سی بہت کچھہ کرتے رہے ہرچند سر منبر غل مچایا کئے اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم و علی فیکم مجھکو خلافت سے نکالو
نکالو کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں درانحالیکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان موجود ہیں مگر یہ تمام کارسازی و سقیفہ پردازی حضرت ثانی
لاثانی کی تھی انہوں ہی نے اول انکو اس جنجال میں پھنسایا اور وہی اس سے مستعفی نہ ہونے دیتے تھے کچھہ روزوں آپ وزارت کے
لطف اٹھائے پھر امارت و خلافت پر ترقی پائی مگر اس خود مطلبی کو تو دیکھئے کہ جب اپنا مطلب سید ھا کر چکے تو آخر میں آپ بھی کانوں پر ہاتھ
دھر کر الگ ہو گئے اور صاف کہدیا کہ بیعت ابوبکر ایک فلتہ یعنی بن سوچی سمجھی بات تھی خدا نے مسلمانوں کو اس کے شر سے بچا لیا جو کوئی پھر
ایسا ارادہ کرے اسے قتل کرو۔ جیسا کہ آئندہ اسکا ذکر آتا ہے۔ اور نیز ہم کہتے ہیں کہ جب خود حضرت ابوبکر کو مستحق خلافت معلوم نہ تھا اور
وہ اسمیں متشکک و مذبذب تھے اور رسول خدا سے اس کے پوچھنے کی حسرت گور میں اپنے ساتھ لے گئے تو ان کے مریدوں نے کسطرح اطمینان
کر لیا کہ انعقاد خلافت کے لئے اجماع اہل حل و عقد درکار ہے اور وہ خلافت ابوبکر میں حاصل ہو گیا تھا۔ اور جبکہ انصار کا امر خلافت
میں شریک ہونا حضرت عتیق کے دل میں آخر وقت تک کھٹکتا رہا تو صحت حدیث الائمۃ من قریش جسے پیش کر کے آپ نے سقیفہ میں
انصار سے میدان مارا اور جو اب تک بھی ارادتمندوں کی زبان پر ہے کدھر گئی۔ غرض خلیفہ اول کے ان آخری کلمات پر بہت کچھہ گفتگو
ہو سکتی ہے مناسب رسالہ ہذا نہ جانکر چھوڑ دی گئی۔ کامل بھائی وغیرہ میں کتب شیعہ سے ابو غسان مالک بن اسمعیل نہدی نے
روایت کی ہے کہ محمدؐ بن ابی بکر نے کہا کہ میں بوقت نزاع اپنے باپکے پاس حاضر تھا ان کو حالت کرب و اضطراب میں دیکھکر میں نے
کہا اے پدر میں تمکو اسوقت بہت زبوں حالت میں پاتا ہوں انہوں نے کہا اے محمد ایک شخص کا مجھپر مظلمہ ہے اگر وہ عفو کرے تو امید
نجات ہے ورنہ نہیں میں نے پوچھا وہ کون شخص ہے کہا علیؑ ابن ابی طالب میں نے کہا میں جانتا ہوں کہ علیؑ سے معافی کی درخواست
کروں بتحقیق کہ وہ ایک مرد سلیم ہیں ضرور معاف کر دیں گے پس امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرے باپ

اس وقت بہت بری حالت میں ہیں چونکہ انہوں نے آپ پر ظلم کیا ہے اور آپکا حق بزور دبالیا ہے لہذا سوء عاقبت پر یقین کامل رکھتے ہیں میں ضامن ہوا ہوں کہ آپ سے انکی عفو وبخشش کا خواستگار ہوں حضرت نے فرمایا کرامة لك یا محمد اے محمدؐ میں تیری خاطر سے بحل کرتا ہوں الا اسکو کہہ کہ سب کے سامنے اقرار کرے کہ خلافت وامامت میرا حق نہ تھا بظلم اسپر متصرف ہو گیا تھا میں اسکو معاف کر دوں گا مینے واپس آکر ابوبکر سے کہا تو انہوں نے کہا اگر ایسا کروں تو قیامت تک مجھکو لعن ونفرین کریں پس تلاوت کیا اس آیہ شریفہ کو وجاءت سکرة الموت بالحق ذالك ما كنت منه تحيد (ترجمہ) آئیں موت کی سختیاں بحق وراستی کہ جن سے تو جدا اور علیحدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ پس ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کاش مجھکو فاطمہؑ وخانہ فاطمہؑ سے کچھ سروکار نہ ہوتا۔ اور کاش میں فجاء سلمی کو آگ میں نہ جلاتا اور اشعث قیس کو زندہ نہ چھوڑتا اور اپنی بہن کا اس کے ساتھ نکاح نہ کرتا۔ یہ کہتے تھے اور آہ وفغاں کرتے تھے تا اینکہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب وقت وفات ابوبکر کا نزدیک آیا تو انہوں نے عائشہ سے پوچھا فی کم کفنتم النبی کہ تمنے رسولخدا کو کتنے پارچوں میں کفن دیا اس نے کہا تین پارچہ سفید سحولیہ[1] میں کہ قمیص وعمامہ انمیں شامل نہ تھا پھر پوچھا کس روز آنحضرت نے وفات پائی کہا بروز دوشنبہ فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعید ہے کہ باوصف قرب عہد کے ابوبکر کو تعداد پارچہائے کفن حضرت رسالت پناہ یاد نہ رہی ہو۔ لیکن اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ رسول اللہ کی تجہیز وتکفین کے وقت حاضر نہ تھے کیونکہ اسوقت سقیفہ نبی ساعدہ میں اخذ بیعت میں مشغول تھے لیکن تعیین روز وفات کی بابت انکا استفسار کرنا پس ہو سکتا ہے کہ چونکہ وہ حضرت شب چہارشنبہ کو دفن ہوئے تو انکو تردد ہو گیا کہ آیا انتقال دوشنبہ کے روز ہوا یا سہ شنبہ کے **الحاصل** خلیفہ اول بقول مشہور میان علماء اہل سنت شب سہ شنبہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری کو فوت ہوئے اور عمر خطاب نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی اور اسی رات کو حجرۂ رسولخدا میں پہلوئے چپ آنحضرتؐ کے دفن ہوئے اور اس دفن میں جو ان کے اعلیٰ فضائل سے شمار ہوتا ہے علماء شیعہ نے بہت سی معقول بحثیں وارد کی ہیں بخوف طوالت مناسب اس کتاب کے نہ جانکر ترک کی گئیں۔ تاریخ ابو الفدا میں ہے کہ وہ کشیدہ قامت ہلکے چہرہ کے معروق الوجہ تھے یعنی رگیں مونہہ پر نمودار تھیں اور آنکھیں اندر کو بیٹھی ہوئیں اور استخوان رخسار باہر کو ابھرے ہوئے تھے مفاصل انگشتان پر بال نہ رکھتے تھے اور نیل ومہندی سے خضاب کیا کرتے تھے۔ **تتمہ** حضرت ابوبکر کو جو عزت وامتیاز دنیوی حاصل ہوئی اسلام کی بدولت حاصل ہوئی۔ ورنہ وہ پہلے سے قریش میں کوئی خاص شرافت نہ رکھتے تھے خاص شرافت تو درکنار وہ ایک معمولی اوسط درجہ کے آدمی بھی نہیں گنے جاتے تھے ان کے باپ ابو قحافہ پہلے چڑی مار کا پیشہ کرکے پیٹ پالتے تھے۔ فاختہ قمری وغیرہ پکڑتے اور ذو الحلیفہ میں بیچ آتے۔ بعد کو جب نابینا ہو کر اس سے بھی بیٹھ رہے تو عبد اللہ بن جذعان رئیس مکہ سے التجا کی یہ شخص بہت بڑا مالدار اور سخی تھا۔ اسکا دسترخوان ہر وارد وصادر ومقیم ومسافر کے لئے کھلا رہتا تھا۔ اس نے

[1] سحولیہ سحول بروزن صبور ایک موضع ہے یمن میں کہ جہاں عمدہ کپڑا بناجاتا ہے یا سحول کے معنے گاذر یعنی دہوبی کے ہیں اور پارچہ سحولیہ منسوب ہے اس موضع کی طرف یا دہوبی کی طرف کہ اسکو دہووے۔ ۱۲۔ کذا فی منتہی الارب۔

ابو قحافہ کو مہمانوں کے بلانے پر نوکر رکھ لیا وہ آوازیں لگاتے کہ لوگو کھانا کھانے چلو اور اسکی اجرت میں لکے آگے کا بچا کھچا کھانا ان کو ملجاتا بعض علما نے کہا ہے کہ پس خوردے کے علاوہ ایک درہم بھی ہر روز پاتے تھے اور بعض کا قول ہے کہ ابو قحافہ منادی گری پر نوکر تھے اور ابوبکر کھانا پکانے پر باورچی تھے مگر بعض نے ابوبکر کا پیشہ معلم اطفال بیان کیا ہے اور بقولے اول خیاطی اس کے بعد بزازی سے بسر اوقات کرتے تھے یعنی گاہڑہ گزی موٹے کپڑوں کا گٹھ لیکر دروازے دروازے بیچتے پھرتے تھے چنانچہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو بھی یہی پیشہ کرتے تھے حضرت عمر خطاب و ابو عبیدہ جراح نے خلاف شان خلافت جانکر اس سے روکا۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ جب امر خلافت ابوبکر پر قرار پایا تو اگلے روز بازار کو چلے کہ بدستور معہود خرید و فروخت کریں عمرو ابو عبیدہ راستے میں ملے کہا تم اب مسلمانوں کے سردار اور حاکم ہو مناسب نہیں کہ پہلے کیطرح سودا بیچتے پھرو فرمایا عیال کو کیا کھلاؤں۔ انہوں نے دیگر اصحاب کے مشورہ سے کھانا کپڑا انکا اور ان کے عیال کا بیت المال سے مقرر کردیا اور حاشیہ زین العرب مشکوۃ سے منقول ہے کہ ابوبکر سے بیعت ہوئی تو دیکھا کہ کپڑوں کا پشتارہ کندھوں پر رکھے لئے جارہے ہیں مسلمانوں کو یہ سخت ناگوار گزرا انہوں نے کہا مال خدا اور ہمارے اموال موجود ہیں اس میں سے جتنا چاہو لیلو اور اس کام سے باز رہو۔ **نیز** ان کا خاندان قبیلہ تیم عرب میں کوئی نامی قبیلہ نہ تھا ان کے درمیان کبھی کوئی سردار مشہور و تاجر معروف نہیں گزرا جریر شاعر کہتا ہے **ع** ویقضی الامر دون رجال تیم + ولا یستاذ نون وھم شھود یعنی کاروبار بلا شرکت مردان بنی تیم طے ہوتے تھے اور ہر چند وہ حاضر ہوتے تھے پر کسی بات میں دخل نہ دیسکتے تھے۔ **دغفل** نسابہ معاویہ سے قبائل عرب کا حال بیان کرتا تھا۔ آخر میں تیم کا ذکر آیا تو کہا وہ ایک جماعت ہے کہ فحش و زنا ان کے فراش میں ظاہر و فاش ہے ان شبعوا شحوا و ان افتقروا الحوا کہ انکی خصلت ہے کہ سیر ہوتے ہیں تو بخل کرتے ہیں اور فقر و احتیاج میں بالحاح و سماجت پیش آتے ہیں۔ ابوبکر سے بیعت ہوئی اور اسکی خبر ابو قحافہ کو پہنچی تو بہت تعجب کیا اور کہا کیف رضی بنو عبد مناف بذلک کہ اولاد عبد مناف اس پر کیونکر رضامند ہوئے چونکہ جانتے تھے کہ اشراف قریش ان کے بیٹے کی اطاعت نہیں کریں گے تو حیرت میں تھے اور یقین نہ کرتے تھے جب تحقیق ہوا تو کہا اللھم لا مانع لما اعطیت پروردگارا تو جس کو عطا کرے کوئی روک نہیں سکتا **مروج الذہب مسعودی** میں ہے کہ ابوبکر کو ابوسفیان بن حرب کی طرف سے ایک امر پہنچا تھا اس لئے اس کو بلوایا تھا اور اسپر خفا ہو رہے تھے اور چلا رہے تھے۔ اور ابوسفیان تملق اور خوشامد کی باتیں کرتا تھا اتنے میں ابو قحافہ بھی وہاں آنکلے ایک آدمی ان کی لاٹھی پکڑے لئے آرہا تھا ابوبکر کی چیخیں سن کر اس مرد سے پوچھا کہ میرا بیٹا کسپر خفا ہو رہا ہے اس نے کہا ابوسفیان پر ابو قحافہ نے ابوبکر کے پاس جاکر کہا اے عتیق تم اپنے طور و طریق پر نہ رہے اور اپنی مقدار سے تجاوز کر گئے یعنی اپنے آپ کو نہیں دیکھتے اور ابوسفیان سے اس طرح پیش آتے ہو یہ سنکر ابوبکر و دیگر مہاجر و انصار کہ وہاں موجود تھے ہنسنے لگے اور ابوبکر نے کہا ان اللہ قد رفع بالاسلام قوما و اذل بہ اخرین اے پدر حق تعالی نے اسلام کی وجہ سے پست مرتبہ لوگوں کو بلند کیا اور بلند درجہ والوں کو پست فرمایا ہے۔ فی الواقع ابوبکر انہیں لوگوں سے تھے جو کہ پستی سے بلندی کو پہنچے تھے جو حال ابوبکر کے قبیلہ

کا ہے اسی کے قریب قریب بنی عدی خلیفہ ثانی کے کنبہ کا ہے اور خود حضرت عمر اور ان کے باپ خطاب محنت و مزدوری کرکے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سروں پر لاتے تھے جب بسر اوقات ہوتی تھی۔ عقد ابن ربہ میں ہے کہ عمر نے عمرو عاص کا مال جرمانہ کرکے ضبط کر لیا تو اس نے کہا قبح اللہ زمانا یعمل فیہ عمرو بن العاص لعمر بن الخطاب برا ہو اس زمانے کا جسمیں عمرو عاص عمر خطاب کے بیٹے کا عامل بنے واللہ انی لاعرف یحمل علی رأسہ حزمۃ حطب وعلی ابیہ مثلھا قسم بخدا کہ مجھکو یاد ہے کہ وہ پشتہ ہیزم اپنے سر پر لاد کر لاتا تھا اور نیز اسکے باپ خطاب کے سر پر ویسا ہی گٹھا ہوتا تھا حالانکہ میرا باپ عاص بن وائل لباسہائے ابریشمین اور عشرت اور عیش میں تھا اب وہ خلیفہ ہے اور مجھکو اسکا تابع و عامل بننا پڑا انتہی۔ کبھی کبھی عمر کو پہلی باتیں یاد آتیں تو کہا کرتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ میں خطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور اسمیں غفلت ہوتی تو وہ مجھکو مارتا تھا۔ یا اب میں ہوں کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی تیسرا نہیں جس سے کہ میں خوف کروں **مروی ہے** کہ آخری حج میں جس کے بعد پھر حج نہیں کیا آپ مکہ سے واپس آرہے تھے وادی ضجنان میں پہنچے تو اپنی پچھلی کیفیت کو یاد کرکے بولے الحمد للہ لا الہ الا اللہ یعطی من یشاء ما یشاء خدا کا شکر ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں جسکو جو چاہتا ہے بخشتا ہے قسم بخدا کہ میں اس جنگل میں خطاب کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ فظ غلیظ یعنی تند خو سخت مزاج آدمی تھا کام کرتا تو تعب میں ڈالتا کوتاہی ہوتی تو مارتا تھا ولقد اصبحت وامسیت ولیس بینی وبین اللہ احد اخشاہ الا اللہ اور ابن اثیر نہایہ میں لفظ خبط کے معنوں میں لکھتا ہے کہ وہ ورق شجر یعنی برگ درخت ہے چنانچہ حدیث عمر میں ہے۔ لقد رایتنی فی ھذا الجبل احتطب مرۃ واختبط اخری کہ میں نے اپنے تئیں اس پہاڑ میں دیکھا ہے کہ کبھی سوکھی لکڑیاں چنتا تھا اور کبھی درختوں سے پتے جھاڑتا تھا یہ حضرت کے ابتدائی حالات ہیں جب ذرا بڑے ہوئے تو ولید بن مغیرہ مخزومی کے یہاں نوکر ہوگئے اسکے اونٹ چراتے اور بوجھ اٹھاتے اور اسباب کی نگاہبانی کرتے اس سے ترقی کی تو بازاروں میں دلالی کا پیشہ کرتے تھے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں نہایہ ابن اثیر سے نقل کیا ہے کہ عمر زمانہ جاہلیت میں مبرطش تھے اور وہ مثل دلال کے ایک شخص ہوتا ہے کہ بائع و مشتری کے درمیان سعی کرتا ہے اور یہ لفظ سین مہملہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی مبرطس اور وہ صاحب قاموس کے نزدیک وہ شخص ہے کہ لوگوں کو اونٹ اور گدہے کرایہ پر لیدے اور اپنا بھی کچھ حق اس میں ٹھہرالے۔ اور یہ پیشہ آپ کا اسلام میں بھی رہا ہے۔ چنانچہ زمانہ خلافت میں جب کوئی حدیث ان کو معلوم نہ ہوتی اور اور لوگ اسکو بتلاتے تو وہ اس کے عذر میں کہا کرتے تھے الھانی عنہ الصفق بالاسواق کہ مجھکو بازاروں میں پھرنے نے اس کے جاننے سے باز رکھا۔

ذکر بعضے از حالات خلافت خلیفہ ثانی

حضرت ابوبکر کے مرنے پر جناب عمر خطاب نے عنان حکومت ہاتھ میں لی ابوبکر اپنے آپ کو خلیفہ رسول اللہ کہلاتے تھے عمر کو یہ پسند نہ آیا انہوں نے اپنا نام امیر المومنین مقرر کیا یعنی جسطرح حضرت امیر علیہ السلام کا منصب و مقام لیا تھا لقب و نام بھی نہ چھوڑا۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ عمر نے کہا ابوبکر کو خلیفہ رسول اللہ کہتے تھے مجھکو خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہیں گے تو طول ہوگا اور روزمرہ کی گفتگو میں تکلف اور تنگی واقع ہوگی۔ مغیرہ بن شعبہ حاضر درگاہ تھا بولا ہم مومنین ہیں اور تم ہمارے امیر ہو پس تمہارا نام امیرالمومنین ہونا چاہیے عمر نے اسکو پسند کر لیا۔ **بروایت** دیگر جس نے سب سے پہلے خلافت پناہ کو اس نام سے آگاہ کیا وہ عمرو عاص تھا۔ **مدارج النبوۃ** میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ عمرو عاص معاویہ بن ابوسفیان زیاد بن ابیہ یہ چار شخص دہاۃ و عقلا عرب سے شمار کئے گئے ہیں یعنی دنیا طلبی کے ہتھکنڈے انکو خوب آتے تھے خواہ بحق یا بباطل اپنا کام نکال لینے میں مشق و مہارت رکھتے تھے۔ کیونکہ ذرا آگے بڑھکر صاحب مدارج لکھتے ہیں کہ لفظ عقل تین معنوں میں بولا جاتا ہے ایک قوت عاقلہ نفس ناطقہ دوسرے دریافت ہونا ان امور کا جنسے انسان کے مبدا و معاد کے کاروبار اصلاح پذیر ہوں تیسرے تحصیل اغراض دنیوی اور اسکی تدابیر گو جھوٹ و باطل سے ہوں اس تیسری قسم کی مثال میں شیخ عبدالحق دہلوی مصنف مدارج عمرو عاص وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں وغیرہ سے وہی معاویہ و مغیرہ بقرینہ سابق مراد ہیں مگر ہم حیران ہیں کہ جب یہ جماعت صحابہ کی بقول اس فاضل کے حق و ناحق دنیا طلبوں کی سرگروہ ٹھہری تو کلیہ الصحابۃ کلھم عدول کہ ضروری مذہب سنت وجماعت ہے کہاں سلامت رہا علاوہ بریں ان لوگوں کی حالت کذائی کو اس حدیث کے ساتھ ملایئے کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کہ میرے اصحاب مثل ستارہ ہائے آسمان ہیں انسے جس ایک کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔ اس وقت دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ اس دنیا سازی وحیلہ بازی میں بھی انکی اقتدا موجب اھتدا ٹھہرتی ہے پس دیکھا چاہیے کہ یہ حضرات صحابہ کی طرفداری میں کسقدر حق سے دور جا پڑے۔ یہی مغیرہ بن شعبہ دیگر خلفا کی طرح حضرت امیرالمومنین کے نزدیک بھی قرب و رسوخ حاصل کیا چاہتا تھا چنانچہ ابتدائی خلافت اس جناب میں حاضر خدمت ہوکر کہنے لگا یا امیرالمومنین آپ معاویہ وغیرہ عاملان عثمان کو ابھی معزول نہ کریں ثانی الحال جبکہ بنائے خلافت مضبوط ہو جائے تو اختیار ہے جو چاہے سو کیجئے یہ صلاح نظر بمصالح سلطنت اچھی تھی۔ مگر دنیوی بادشاہی کے لئے نہ کہ دینی فرمانروائی کے اس لئے وہاں قبول نہ ہوئی جواب میں ارشاد ہوا لا واللہ لا تخذ المضلین عضدا نہیں قسم خدا کی نہیں میں گمراہوں کو اپنا مددگار نہ بناؤں گا مغیرہ اپنا سا مونہہ لیکر رہ گیا۔ دوسرے موقعہ پر اس مضمون کو زیادہ وضاحت سے ارشاد کیا ہے فرماتے ہیں قسم بخدا کہ معاویہ مجھہ سے عقل و دہا میں زیادہ نہیں مگر وہ فسق و فجور و مکر و زور کا مرتکب ہے میں اس سے کراہت کرتا ہوں ایسا نہ ہوتا تو سب سے زیادہ داہی میں تھا۔ لیکن قیامت کے روز ہر غدار بدکار کے لئے ایک نشان ہوگا جس سے وہ پہچانا جائیگا قسم بخدا کہ مکر و فریب کام میں نہ لاؤنگا اور اپنے تئیں اس شدت و تنگی میں نہ ڈالونگا۔ اور یہ بات کہ امیرالمومنین لقب خاص حضرت امیرؑ کا ہے کتب اہلسنت میں متواترات سے ہے اور اس کتاب میں بھی منقولاً عنہم جابجا اس کا ذکر آیا ہے۔ صاحب مودۃ القربیٰ نے کہ انکی کتاب رشید الدین خاں جیسے بزرگوں کے لئے مایہ ناز ہے ایک علیحدہ باب اس امر کے بیان میں ترتیب دیا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔ المودۃ الرابعۃ فی انہ امیرالمومنین وسید الوصیین کہ چوتھی مودت اس کے بیان میں ہے کہ وہ حضرت امیر ہیں مومنوں کے اور سید و سردار ہیں وصیوں کے پیغمبر خدا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ان فی اللوح المحفوظ تحت العرش مکتوب علی بن ابی طالب امیرالمومنین

کہ لوح محفوظ پر بر برعرش لکھا ہوا ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام امیرالمومنین ہیں **دیگر** حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کب سے امیرالمومنین کے نام سے نامزد ہوئے تو سرآئینہ انکی فضیلت کا انکار نہ کرتے آپکا نام امیرالمومنینؑ رکھا گیا حالانکہ آدمؑ ہنوز روح وجسد کے درمیان تھے یعنی روح ان کے بدن میں داخل نہ ہوئی تھی انتہیٰ۔ فقط امیرالمومنین ہی پر موقوف نہیں صدیق وفاروق بھی اسی جناب کے خاص القاب ہیں کہ اہلسنت زبردستی ابوبکروعمر کے ناموں کے ساتھ لگاتے ہیں۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ کی تیسوں حدیث میں فضائل امیرالمومنینؑ سے بروایت عبداللہ بن **عباس** نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا الصدیقون ثلثۃ حزقیل مومن آل فرعون وحبیب النجار صاحب یسین وعلی بن ابیطالب کہ صدیق کل تین ہیں خرقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار صاحب یسین اور علی بن ابیطالب اور ابونعیم او رابن عساکر نے اس قدر اور زیادہ نقل کیا ہے وعلی بن ابیطالب وھو افضلھم یعنی تیسرے ان تین کے علیؑ بن ابیطالب ہیں اور وہ ان سب میں افضل ہیں اور یہ بہت صحیح ہے چنانچہ اسی وجہ سے وہ جناب اپنے آپ کو صدیق اکبر کہا کرتے تھے جیسا کہ نسائی نے خصائص میں نقل کیا ہے کہ فرمایا انحضرت نے کہ میں ہوں بندۂ خدا اور برادر رسول اللہ کا اور صدیق اکبر ہوں سات سال پہلے سب سے ایمان لایا میرے سوا کوئی اسکو نہ کہیگا مگر کذاب۔ اور طبرانی نے بسند خود سلمانؓ وابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے علی علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے پہلے بروز قیامت میرے ساتھ مصافحہ کریں گے اور وہ ہیں صدیق اکبر اور فاروق اس امت کے کہ فرق کنندہ ہیں درمیان حق وباطل کے اور وہ ہیں یعسوب مومنوں کے بموجب ان روایات کے صدیق وفاروق صرف حضرت امیر کے القاب ہیں اور اوروں نے جو یہ نام اپنے مقرر کرلئے وہ جھوٹے کذاب ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ اہلسنت نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر کو فاروق کا لقب پہلے یہود ونصاریٰ نے دیا ہے مسلمان اسے سنکر کہنے لگے رسولخدا سے اس بارے میں کچھ نہیں پہنچا۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ محمد بن سعد کاتب واقدی از زہری روایت کردہ کہ گفت بمارسیدہ کہ اہل کتاب اول وے (عمر) را فاروق خواندند و مسلماناں متابعت ایشاں کردن واز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دریں باب چیزے بمانرسیدہ انتہیٰ ✦

تجسس خلیفہ ثانی

غرائب حالات خلافت پناہ سے ایک آپ کا راتوں کو گلی کوچوں میں چکر لگانا اور مسلمانوں کے خفیہ عیوب کی تلاش کرنا ہے یہ بدعت اسلام میں ان سے شروع ہوئی پیشتر نہ تھی کیونکہ شرع میں تجسس کی سخت ممانعت آئی ہے حق تعالیٰ قرآن شریف میں بصیغہ نہی لاتجسسوا اس سے منع کرتا ہے اور حضرت رسولخدا سے احادیث کثیرہ تجسس کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں ازانجملہ انحضرت نے فرمایا اے لوگو کہ ظاہر زبان سے اسلام لائے اور ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کو ایذا نہ دو اور ان کی عیب جوئی نہ کرو اور انکی لغزش اور خطاؤں کی تلاش میں نہ رہو۔ بہ تحقیق کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی خطائیں ڈہونڈتا ہے حق تعالیٰ اس کی خطائیں ڈہونڈتا ہے اور اسکو اسکے گھر کے اندر فضیحت اور رسوا فرماتا ہے یہ حدیث کتب معتبرہ اہل سنت میں بطرق متعددہ متکثرہ وارد

ہوئی ہے او نیز انکے یہاں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص ان پلیدگیوں سے کسی میں مبتلا ہووے چاہئے کہ اسکو مخفی رکھے۔ کیونکہ ہمارے سامنے ظاہر ہوں گی تو ہم ان پر حدود شرعی جاری کریں گے۔ صاحب شرح مواقف ایسے احادیث نقل کرنیکے بعد لکھتے ہیں وقد علم من سیرتہ انہ کان لا یتجسس عن المنکرات بل یسترھا ویکرہ اظہارھا یعنی معلوم ہے کہ رسول اللہ کی عادت تھی کہ بدکاریوں کی تجسس و تفتیش نہ کرتے تھے بلکہ ستر پوشی کو کام میں لاتے اور اسکے اظہار سے کراہت فرماتے تھے **حقیر مولف** کہتا ہے کہ در حقیقت آنحضرت کی ایسی ہی شریف عادت تھی۔ مگر خلیفہ ثانی اس کے برعکس مسلمانوں کی پردہ دری سے رغبت اور ان کی عیب جوئی کا شوق رکھتے تھے اور گو ان کے خیر خواہ انکو روکتے اور مانع آتے بلکہ وہ خود بار بار اسمیں ندامت و خجالت اٹھاتے مگر اس سے باز نہ آتے تھے وہ راتوں کو اکیلے دوکیلے راستوں بازاروں میں گشت لگاتے اور بیدھڑک گھروں میں گھس جاتے دروازے بند پاتے تو کمال چستی و چالاکی دیواروں کو پھاند جاتے یا پشت خانہ سے چھت پر چڑھکر دفعۃً لوگوں کے سر پر جا پہنچتے اور ان کو خجل و شرمندہ فرماتے تھے گویا حضرت مخبرؐ صادق انہی کے حال و مآل پر نظر فرما کر یہ تکرار کہتے تھے یا معشر من اسلم بلسانہ ولم یدخل الایمان فی قلبہ لا تتبعوا عورات المسلمین اے ظاہر کے مسلمانوں دلی ایمان کی دولت سے بے نصیبو تم مسلمانوں کی عیب جوئی کروگے تو حق تعالی تمکو فضیحت و رسوا کریگا۔ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں رقمطراز ہیں کہ خلیفہ صاحب ایک رات عبد الرحمن عوف کے ساتھ دورہ کررہے تھے کہ ایک چراغ کی روشنی نظر آئی اسکی طرف چلے قریب پہنچے تو مکان کے اندر سے صدائے شور و غل سنی ابن عوف سے کہا تو جانتا ہے کہ یہ کسکا مکان ہے کہا نہیں فرمایا ربیعہ بن امیہ بن خلف کا اب ہمکو کیا کرنا چاہئے عبد الرحمن نے کہا ہمنے وہ کام کیا جس سے حق تعالی نے ہمیں منع کیا ہے یعنی تجسس کیا کہ اس سے نہی فرمائی ہے پس عمر نے انسے تعرض نہ کیا اور وہانسے واپس چلے آئے اور کنز العمال میں ایک اور موقعہ کا ذکر کیا ہے کہ عمر کسی کے گھر کے اندر جا گھسے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے اور زوجہ پیالے میں بھر بھر کر اسے شراب پلا رہی ہے۔ اسوقت عبد الرحمن نے کہا یہ عیب جوئی و تجسس ہے خلافت پناہ نے کہا اسکی توبہ کیا ہے کہا یہ کہ تو اپنے علم سے اسے آگاہ نہ کرے اور بجز بھلائی کے اسکی طرف سے دل میں کچھ نہ رکھے یہ کہکر دونو پلٹ آئے اور نیز کنز العمال میں ابو محجن ثقفی اور اس کے اصحاب شراب خوار کے سر پر آپکا دفعۃً جا پہنچنا روایت کیا ہے اس مرتبہ زید بن ثابت و عبد الرحمن بن ارقم اردلی میں تھے دونوں نے کہا اے امیر المومنینؑ یہ تجسس منہی عنہ ہے غرض اس قسم کی بہت سی حکایتیں صاحب تشئید علیہ الرحمہ نے کتب اہل سنت سے نقل کی ہیں کہ لوگ آپ کو اس خصلت زبوں سے منع کرتے تھے مگر وہ باز نہ آتے تھے۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ عمر ایک دفعہ مدینہ میں رات کیوقت عسعسی کررہے تھے کہ ایک مکان سے ایک مرد کے گانے کی آواز سنی دیوار پھاند کر اندر گئے تو دیکھا ایک عورت بھی بیٹھی ہے اور شراب رکھی ہے کہا یا عدو اللہ اظننت ان اللہ یسترک وانت علی معصیتہ کہ اے دشمن خدا تو جانتا ہوگا کہ حق تعالی تیری پردہ پوشی کریگا درانحالیکہ تو اسکی نافرمانی میں مشغول ہے وہ بیباک بھی بڑا چالاک تھا بولا اے امیر المومنین جلدی نہ کرو اگر مینے خدا کی ایک معصیت کی تو تم سے تین گناہ سرزد ہوئے اول یہ کہ حق تعالی فرماتا ہے

کہ تجسس مت کرو تم نے تجسس کیا دوسرے تم دیوار پھاند کر گھر میں آئے اللہ جل سانہ فرماتا ہے واتوا البیوت من ابوابھا کہ آؤ تم گھروں میں انکے دروازوں سے۔ سوم ارشاد فرماتا ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا کہ تم بیگانے گھروں میں مت جاؤ جبتک کہ موانست نہ ہو اور سلام کرو گھر والوں پر۔ تم بے محابہ بلا کسی موانست کے چلے آئے اور سلام کا تو کیا ذکر ہے۔ خلیفہ صاحب یہ برجستہ تقریر سنکر بغلیں جھانکنے لگے اور کہا تو یہ کہا کہ اگر میں تیرا قصور معاف کردوں تو تیرے پاس کوئی بھلائی ہے اس شخص نے کہا ہاں اے امیر المومنین آپ یہ خطا معاف کردیں گے تو میں پھر ایسا کام کبھی نہ کرونگا۔ پس وہانسے چلے آئے۔ ابن ابی الحدید اس روایت کی نقل کے بعد شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے وروی فی روایۃ اخری فلحقہ خجل یعنی دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ صاحب کو بہت شرمندگی عارض ہوئی۔ **مترجم** کہتا ہے کہ خلافت پناہ سے جسطرح اس شرابی کا جواب بن نہ آیا اسی طرح وہ اکثر مقامات میں بند و لاجواب ہو جایا کرتے تھے حتی کہ لڑکوں اور عورتوں کے مقابلے میں مبہوت و حیران رہ جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی بھرے مجمع میں اپنی جہالت کا اقرار بھی کر لیتے تھے حتی کہ تمام عالم کو اپنے سے فقیہہ اور عالم تر بتلاتے تھے چنانچہ اسی سبب سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے تھے ھو یکثر العثار والاعتذار منھا کہ عمر بار بار غلط اور خطا کرتے تھے اور اس سے عذر چاہتے تھے۔ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ عمر ایک روز انصار سے ایک جوان کے پاس سے گذرے چونکہ تشنہ تھے پانی مانگا اس نے شہد کا شربت آپ کے لئے حاضر کیا آپ نے اس کے پینے سے استکراہ کیا اور فرمایا حق تعالی فرماتا ہے اذھبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا یعنی لیگئے تم اپنی اچھی چیزوں کو زندگانی دنیا میں اس جوان نے کہا ای امیر المومنین یہ کافروں کا حال ہے مسلمانوں کا نہیں اور ماقبل آیہ کو آپ کے سامنے پڑھا ویوم یعرض الذین کفروا علی النار اذھبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا جس روز کہ عرض کئے جاویں وہ لوگ کہ کافر ہیں آتش جہنم پر اور کہا جائے انکو کہ لے گئے تم اپنی طیبات کو زندگانی دنیا میں۔ پس عمر نے وہ شہد پیا اور کہا کل الناس افقہ من عمر کہ تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہہ ہیں۔ اور مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سر منبر فرمایا ایہا الناس اپنے ازواج کے مہر کو گراں اور بھاری نہ کرو بہ تحقیق کہ جو کوئی چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کریگا میں اس زیادتی کو چھینکر بیت المال میں داخل کرونگا۔ خطبہ کہکر واپس آرہے تھے کہ قریش سے ایک عورت نے آگے آکر کہا اے پسر خطاب خدا کا کلام پیروی کے لائق ہے یا تمہارا کہا خدا کا عورت نے کہا پھر تم زائد مہر کو کیونکر لے سکتے ہو جبکہ خدا تعالے فرماتا ہے واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اگر تم کسی عورت کو بقدر قنطار[1] مال بھی دیدو تو اس میں سے ذرا سا بھی واپس نہ لو۔ بروایتے بہادر عورت نے مسجد ہی میں یہ جواب دیا تھا بہر تقدیر عمر نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کل الناس افقہ من عمر حتی النساء کہ تمام آدمی عمر سے زیادہ فقیہہ ہیں یہانتک کہ عورتیں بھی۔ بروایتے فرمایا تم تعجب نہیں کرتے ایک عورت سے کہ اس نے درست بات کہی اور ایک امام سے کہ خطا کی بروایت دیگر کہا امرأۃ خاصمت عمر فخصمتہ کہ ایک

[1] قنطار ایک چرم گاؤ پُر از زر یا پر از سیم - ۱۲ - منتہی

عورت نے عمر سے خصومت کی اور اسپر غالب آئی۔ شاہ عبد العزیز تحفہ میں کہتے ہیں کہ ایسا کہنا عمر کا براہ انکسار تھا نہ کہ واقعہ میں ان سے خطا ہوئی تھی ہم کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں اگر انکسار کی راہ سے ہوتا تو وہ اس مسئلے سے رجوع نہ فرماتے حالانکہ انہوں نے عورت کے ٹوکنے سے اپنی رائے بدلدی اور لوگوں کو زیادہ مہر مقرر کرنیکی اجازت عطا فرمائی **کنز العمال** میں ہے ثم رجع الی المنبر فقال للناس انی کنت نھیتکم ان لاتغالوا فی صداق النساء فلیفعل رجل فی مالہ ما شاء یعنی بعد اسکے عمر واپس آئے اور دوبارہ منبر پر جاکر کہا میں نے تم کو بھاری مہر باندھنے سے منع کیا تھا اب ہر شخص کو اختیار ہے اپنے مال میں جو چاہے سو کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کے تنبیہ کرنے سے خلیفہ صاحب کو اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوئی اور وہ اس سے باز رہے۔ پس انکسار کی کہاں گنجائش رہی۔ خیر اس مقام پر تجسس عیوب و شب گردی کا مذکور تھا جہالات عمر کو ہم آئندہ علیحدہ لکھنے والے ہیں یہاں جو امر درپیش ہے اس کی نسبت سنئے خلیفہ صاحب کے اس راتوں دوڑے دوڑے پھرنے سے بجائے نفع کے خلقت کو نقصان پہنچتے تھے بیچارہ **نصر بن حجاج سلمی** حضرت کے اسی کوچہ گردی کا شکار ہوا ہے۔ مجمل کیفیت اس کی اسطرح پر ہے کہ ایک رات عمر حسب معمول روند کو اٹھے تو ایک مقام سے ایک عورت کی آواز آئی کہ یہ شعر پڑھتی ہے **شعر** ھل من سبیل الی خمر فاشربھا ام ھل سبیل الی نصر بن حجاج اے کاش مجھکو شراب کی طرف راستہ ملتا کہ اسکو پیتی یا کوئی راہ نصر بن حجاج ہی کی طرف پاتی۔ خلیفہ صاحب کے یہ شعر سنکر کان کھڑے ہوگئے اور صبح سویرے اٹھکر پوچھنے لگے کہ یہ نصر بن حجاج کون شخص ہے معلوم ہوا کہ قبیلہ سلیم سے ایک جوان رعنا جمال باکمال و زلف و خال بے مثال رکھتا ہے حکم دیا کہ فوراً حاضر کریں سامنے آیا تو دیکھا کہ فی الواقع حسن و خوبی کا پتلا ہے صاحب روضۃ الاحباب یہ ابیات باآب و تاب اس کی شان میں لکھتے ہیں **نظم** رخ بخوبی زماہ دلکش تر ✤ لب شیرین از شکر خوشتر ✤ مشک بازلف او جگر خوارے ✤ گل وریحان زباغ او خوارے ✤ قدے افراختہ چو سرو بباغ ✤ روئے افروختہ چو شمع و چراغ ✤ تازہ روئیش تازہ تر ز بہار ✤ خوب رنگیش خوب تر ز نہار ✤ غرض خلیفہ صاحب دیکھتے ہی اس کے دشمن ہوگئے۔ کیونکہ اپنی کمال دانائی سے یہ سمجھ لیا کہ ضرور وہ عورت اسپر عاشق ہے اسکے فراق میں اشعار پڑھتی تھی اور اسکا یہ قصور ہے کہ عورتیں اس کے اوپر فریفتہ ہوکر آوارہ ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ گمان انکا باطل تھا کس لئے کہ ممکن ہے کہ کسی شاعر نے اپنے اشعار میں نصر کے حسن کو تمثیلاً ذکر کیا ہو اور وہ عورت بطور نقل وحکایت اسکو پڑھتی ہو اور سلمنا کہ شعر بھی عورت ہی کا تھا اور وہ نصر پر عاشق بھی تھی اور اپنا ہی حال اس شعر میں بیان کرتی تھی۔ تاہم نصر کا اسمیں کیا قصور تھا۔ غرض پیشگاہ خلافت سے حکم صادر ہوا کہ اسکے موئے سر کہ باعث زیب و زینت ہیں تراش دیں۔ مگر حسن خداداد اس سے کم نہ ہوا بلکہ زیادہ تر دمکنے لگا۔ تو خلافت مآب نے بیگناہ بلا خطا اسکو بصرہ کی طرف جلاوطن کرا دیا۔ مدینہ میں اس کی ضعیفہ ماں تھی اس نے بہتیرا داد فریاد کی شور و غل مچایا خود نصر نے بہت کچھ منت و سماجت کی خطوط لکھے۔ مگر یہاں ایک سماعت نہ ہوئی بیچارہ یونہی کربت غربت میں وطن کی صورت کو ترستا مر گیا۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے القصہ نصر ہر چند از بصرہ بوسیلہ کتابت عرض ضراعت و اظہار کربت و مجاعت خود میکرد و والدہ او در مدینہ بوساطت شفاعت میخواست تا امیر المومنین وے را رخصت

نصر بن حجاج

معاودت بمسکن مالوف و بد میسر نہ شد و درہمین وفات یافت **تنبیہ** واضح رہے کہ حسن ظاہری کہ حضرت عمر کے نزدیک بدظنی کا منشا ٹھہرا تھا عقلاً کمال انسانی ہے اور مظنہ خیر و خوبی ملا جلال الدین دوانی اخلاق جلالی میں لکھتے ہیں کہ حکیموں نے کہا ہے کہ آدمی کے باطنی اخلاق بیشتر اس کے ظاہری خلقت کے تابع ہوتے ہیں یعنی جسکی صورت شکل چہرہ مہرہ اچھا ہے اس کی عادت و اخلاق بھی اکثر اوقات اچھے ہوتے ہیں اور اسکے خلاف شاذونادر ہی ہوتا ہے اور فارس کے حکیم کہتے ہیں کہ بدصورت بھونڈی شکل والے میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہوتی اس کے بعد کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا سے حدیث وارد ہوئی ہے کہ **اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ** کہ خیر و خوبی کو خوبصورتوں سے طلب کرو اور نیز آنحضرت نے فرمایا کہ جب چاہیں کہ کہیں قاصد بھیجیں چاہئے کہ نیک نام اور خوبصورت ہو کیونکہ حسن صورت پہلی نعمت ہے کہ آدمی سے پہنچتی ہے اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ تمام انبیا خوبصورت اور خوش آواز گزرے ہیں۔ پس یہاں دیکھنا چاہئے کہ خلیفہ ثانی نے بخلاف ارشاد پیغمبر نصر بن حجاج کی خوبصورتی سے بدی طلب کی اور بے حجت و برہان اس کے حسن صورت کو منشا شر ور و فساد گنا بہرحال چونکہ حضرت خود بھدے ہنگم لیے ناموزوں تھے اور سیاہ[۵] فام عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے خوبصورتوں سے عداوت رکھتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی ایک قبول صورت بی بی کو طلاق دیدیا تھا گو پیچھے سے ارادتمندوں نے یہ بات بنائی کہ اس خوف سے کہ مبادا کاروبار خلافت میں دخل دے اور آپ کو فرط محبت سے اسکا کہنا ماننا پڑے اسکو طلاق دیا تھا ؛

درّہ عمری

آثار مشہورہ خلیفہ ثانی سے ایک آپ کا تازیانہ تھا کہ ہر وقت حضرت کے ہاتھ میں رہتا تھا اور جا بیجا جہاں چاہتے تھے اسکو کھینچکر مارتے تھے۔ ظاہرا شوکت عمری کہ سُنیوں میں بہت مشہور ہے اسکی بنیاد اسی تازیانہ پر ہے۔ مسجد میں نماز کے لئے صفوف جماعت کھڑی ہوتیں تو عمر درہ لئے نمازیوں کے آگے دیوانہ وار پھرتے تھے جس کا پاؤں ذرا آگے یا پیچھے پاتے تڑاق سے اس کے کوڑا مارتے۔ بچے اور عورتیں تک اس تازیانے کی زد سے نہ چھوٹتے تھے۔ کوچہ ہائے مدینہ میں جہاں آپکا گذر ہوتا لڑکے شکل دیکھتے ہی پتا توڑ وہاں سے بھاگتے کہ مبادا اس کوڑے کے ہاتھوں کسی کی شامت نہ آجائے۔ روایت ہے کہ خلافت پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جس پر اس کوڑے سے ہاتھ صاف کیا گیا وہ اُم فروہ خواہر خلیفہ اول حضرت ابوبکر تھیں ابوبکر کے جنازہ پر زنان قرابت دار حسب معمول مشغول گریہ و بکا تھیں عمر نے انکو منع کیا باز نہ آئیں پھر کہا چپ نہ ہوئیں آخر عورتوں میں گھس گئے اور ان کے درمیان سے ام فروہ کو جسکی آواز سب میں بلند سنائی دیتی تھی پکڑ لیا اور عورتوں سے علیحدہ کرکے کوڑوں سے اسکی خبر لی دیگر عورات یہ دیکھکر منتشر ہو گئیں۔

تاریخ الخلفا میں ہے کہ ایک مرتبہ خود بدولت گھر میں داخل ہوئے ایک لڑکا بالوں میں کنگھی کئے اجلے کپڑے پہنے نظر پڑ گیا کوئی بات نہ چیت اس کے کوڑا کھینچ مارا بچہ بلبلا اٹھا بی بی حفصہ آپ کی دختر نیک اختر حاضر تھیں یہ بیدردی دیکھکر بولیں کیوں تمنے

[۵] مروج الذہب میں ہے کہ خلیفہ ثانی کی ماں حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ سیاہ رنگ تھی - ۱۲ - منہ -

اسکو مارا کیا خطا اسکی تھی فرمایا یہ اپنے تئیں دیکھتا اور خوش ہوتا تھا میں نے چاہا کہ اس کے نفس کو اس کے آگے ذلیل کردوں۔ اور تو اور صحابہ کبار تک کو تو اس تازیانہ ستم نشانہ سے امان نہ تھی سعد بن ابی وقاص کہ بشر بہ نعیم جنت و داخل عشرہ مبشرہ تھے اور خود عمر نے اپنے بعد انکو بنام نہاد خلافت داخل شوریٰ فرمایا ایک مرتبہ کسی مقام میں بیٹھے تھے شامت نفس سے کہیں خلیفہ ثانی بھی وہاں آنکلے ان کو بیٹھا دیکھکر ایک کوڑا سر پر رسید کیا کہ کس کئے تعظیم کو نہیں اٹھا اور فرمایا کہ تو خلافت سے ہیبت نہیں مانتا تو خلافت بھی تجھہ سے ہیبت نہیں مانتی۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں مطاعن عثمان کے جواب میں اس حکایت کو نقل کر کے کہتے ہیں جب عمر ایسا کرتے تھے اور کوئی دم نہ مار سکتا تھا تو عثمان نے بھی اگر عبد اللہ مسعود کو پٹوایا عمار یاسر کو لکد کوب کیا تو کیا ہوا ہم کہتے ہیں کہ یہ بنائے فاسد علی الفاسد ہے عمر نے سعد وقاص کو بے خطا تازیانہ لگایا تو بیجا کیا عثمان نے ان جلیل القدر صحابیوں پر دست درازی کی تو اور بھی برا کیا ایک کی ظلم و زیادتی سے دوسرے کی تعدی جائز نہیں ہو سکتی عمر کی یہ حرکت بلا شبہ ظالمان بیباک کی حرکت کی مانند تھی کہ خواہی نخواہی لوگوں کو اپنی تعظیم کے لئے اٹھانا چاہتے تھے نہ اٹھتے تو کوڑوں سے انہیں سدہاتے تھے اس ظلم کو اگر کوئی سہ گیا اور زبان سے کچھہ نہ بولا تو وہ نہ خود حلال ہو سکتا ہے نہ اوروں کے لئے مثال بن سکتا ہے اور عمر کا یہ کہنا کہ انک لم تھب الخلافۃ فاردت ان تعرف ان الخلافۃ لا تھابک کہ تو خلافت کا رعب نہیں مانتا اس لئے میں نے چاہا کہ تجھکو معلوم کراؤں کہ خلافت بھی تیرا رعب نہیں مانتی عجیب و غریب استدلال ہے سعد کے سرو قد تعظیم کے لئے کھڑا ہوتے خلافت پناہ کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے نزدیک خلافت یعنی خود بدولت سعد سے ڈرتے ہیں کہ کوڑا مار کر اسے بتلایا گیا کہ ہم تجھ سے نہیں ڈرتے۔ اور سنئے جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور میں نقل کرتے ہیں کہ کسی نے آیہ شریفہ فاکھۃ و ابًّا میں لفظ ابا کے معنے آپ سے دریافت کئے آپ کو علم نہ تھا چاہئے تھا کہ خاموش رہتے یا حاضرین سے سوال کرتے فرمانے لگے ما کلفنا بھذا وما امرنا بھذا ہم کو اسکی تکلیف نہیں دی گئی۔ ہمکو اس کا حکم نہیں دیا گیا حضار سے کسی نے اس کے بتلانے کا ارادہ کیا تو عمر درہ لیکر اس کے سر پر آئے اور بضرب تازیانہ اسے تادیب کیا۔ کیا خوب خود تو معانی قرآن سے بے خبر ہوں اور جو کوئی اور بتانا چاہے تو اسکی دروں سے خبر لیجائے۔ اس کا احسانمند ہونا چاہئے تھا نہ کہ الٹا کوڑوں سے مارنا۔ اہا ہمکو یاد آیا یہ ابا لفظ ہی غضب کا بجھا ہوا ہے اس کے معنی حضرت ابو بکر کو بھی نہ آتے تھے پس اس حساب سے تو انہوں نے خلیفہ اول کی خیر خواہی کی کیونکہ اسمیں انکی بھی رسوائی تھی اسلئے اس شخص کو ڈانٹا۔ سیوطی نے تفسیر اتقان میں روایت کی ہے کہ ابو بکر سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کونسا آسمان مجھپر سایہ ڈالیگا اور کونسی زمین مجھکو اپنے اوپر اٹھائیگی اگر میں کتاب خدا میں وہ بات کہونگا جو مجھکو خود نہ آتی ہو۔ غرض ابا کے معنے ابو بکر و عمر دونوں کو نہیں آتے تھے فرق اتنا تھا ابو بکر نے سادگی سے اپنی نادانی کا اقرار کر لیا عمر چالاکی سے اس کے جاننے ہی کو فضول بتلانے اور بتلانے والے کو مارنے لگے گویا کہ آپ کو الفاظ قرآن کو زبان سے کہہ لینے کا حکم ہے اسکے معانی کے کہنے اور سننے سے منع کئے گئے ہیں۔ کیا خوب کہا ہے اس مقام پر مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں کہ روایات اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر لفظ ابا دونوں شیخوں کے

نزدیک عقدۂ لاینحل تھی۔ اور انہوں نے اس کے جاننے کی توفیق نہیں پائی حالانکہ گدھے[1] تک اسکو جانتے ہیں۔ **بنیا داعتقاد**

مولانا مفتی سید محمد عباس شوشتری[2] جمع الجوامع ایک سیوطی کی ہے کتاب ❊ لکھی ہے اس میں نقل یہ سلئے تاب وتاب ❊

ایک شخص تھا نماز حق سے نیاز میں ❊ کوڑا اسے عمر نے لگایا نماز میں ❊ اس نے کہا اشارہ سے بیٹھ اس مقام پر ❊ جب

پڑھ چکا نماز تو بولا کہ اے عمر ❊ کسواسطے نماز میں ایذا یہ مجھکو دی ❊ بولا کہ بعد عصر نماز اور کیوں پڑھی ❊ اس شخص نے کہا کہ عبث

تو خفا ہوا ❊ پڑھتے تھے یہ نماز اسی وقت مصطفےٰ ❊ نیز مفتی صاحب مرحوم فرماتے ہیں[3] کوڑے سے مارنا بھی عمر کا شعار ہے ❊

نشا ہر ایک شر کا وہی نامدار ہے ❊ مارے تازیانہ اسی نے بتول کو ❊ ایذا ہے جسکی ہوتی تھی ایذا رسول کو ❊ دروازۂ علیؑ پہ جو وہ

تندخو گیا ❊ آنے میں کچھہ جو دیر ہوئی آگ ہو گیا ❊ توڑا در مدینہ علم نبی کا در ❊ سرگرم اسپہ تھا کہ جلائے علیؑ کا گھر ❊ اسکو ہراس آتش عقبی

کا کچھہ نہ تھا ❊ پاس ولحاظ فاطمہ زہراؑ کا کچھہ نہ تھا ❊ **الغرض** خلافت مآب کی اس درّہ بازی سے خلقت کا ناک میں دم تھا حتی کہ آپ

کے بعد بھی مدتوں تک عرب میں اس کے ظلم وستم کا چرچا رہا۔ اور لوگ اسکو حجاج کی تلوار ستم آثار سے زیادہ خوفناک گنتے تھے چنانچہ

لدرۃ عمر اھیب من سیف الحجاج مشہور ومعروف ہے۔ باوجود اسکے متعصبین اہل سنت جو اس تازیانے کی مدح سرائی

کرتے ہیں تماشے کے قابل ہے کبھی اُسے ناقۂ صالح کی کھال کا بتلاتے ہیں کبھی اس دنبہ کی جلد کا جو فدیۂ اسمعیلؑ میں حضرت خلیل اللہ

پر نازل ہوا تھا۔ کبھی شعیب پیغمبر کی بکریوں کے چمڑے کا۔ غرض یہ سب کچھہ بطیب خاطر قبول ومنظور ہے الا ذوالفقار حیدر کرار کی نسبت

جس سے بنا اسلام قائم ہوئی اگر کوئی انہی کے علماء کے قول کے موافق یہ کہدے کہ آسمان سے نازل ہوئی تو پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

فوراً روایت پر کذب ووضع کے اور راوی پر کفر ورفض کے فتوے لگ جاتے ہیں خدا ایسے تعصب سے بچائے۔

تصرفات خلیفہ ثانی در بیت المال مسلمانان

عمر کے زمانہ میں کچھہ تو کثرت فتوحات سے مال کی خود ہی فراوانی تھی۔ کچھہ انہوں نے خمس کہ حق اقربا رسول خدا تھا اور حق تعالیٰ نے بعوض

اسکے کہ صدقہ انپر حرام تھا یہ حصہ انکو عنایت کیا تھا ضبط کر لیا فدک اس سے پہلے خلیفہ اول کی نذر ہو چکا تھا حصۂ ذوی القربیٰ دوسرے صاحب

نے لیا پھر چلنے کوئی صورت خاص اہلبیت علیہم السلام کی اوقات بسری کی نہ رہی۔ اس کے علاوہ خلیفہ ثانی نے توفیر مال کی ایک اور تدبیر یہ کی کہ

برخلاف حکم خدا ورسول زکوۃ کو موقوف کر کے زمین پر بروے پیمائش محصول لگا دیا چنانچہ عراق میں یہ محصول فی جریب[4] ایکدرہم وصول ہوتا تھا

---

[1] اب لغت میں چوپایوں کے کھانیکی چیز کو کہتے ہیں اور وہ بہائم کیلئے ایسا ہے جیسا کہ انسان کیلئے فاکہہ (میوہ) پس کون گدھا ایسا گدھا ہوگا جو اپنی خوراک کو نہ پہچانے۔ ۱۲ منہ

[4] یہ موافق مشہور کے ہے لیکن علامہ حلی علیہ الرحمہ منہی المطلب میں فرماتے ہیں کہ خراج مذکورہ اس شرح سے لگایا گیا تھا کہ زمین خرما میں فی جریب دس درہم اور زمین انگور میں اٹھارہ درہم اور دیگر اشجار میوہ دار تر وتازہ پر چھہ درہم اور اراضی گندم پر چار درہم اور جو پر دو درہم تھا اور یہ تمام اس زمین پر لگایا گیا تھا کہ فارس سے بقہر وغلبہ ہاتھ آئی تھی۔ اور سواد عراق کے نام سے موسوم تھی پھر اس کے حدود اربعہ بتلائے ہیں اور لکھا ہے کہ عثمان بن حنیف انصاری نے بامر عمر اس کو پیمائش کیا تو تین کروڑ بیس لاکھ جریب برآمد ہوئی اسکا مالیانہ سالانہ عمر کے زمانہ میں سولہ کروڑ درہم تھا اور ارض سواد اسکو اس لئے کہا کہ اول اول جو لشکر اسلام بادیہ عرب سے اس زمین پر داخل ہوا تو کثرت اشجار سے وہ انکو سیاہ نظر آئی پس انہوں نے ارض سواد کے نام سے اسکو موسوم کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام خلافت پر فائز ہوئے تو اس بدعت عمری کو تغیر نہیں دے سکے لہذا آپ کے عہد میں بھی بخراج اسی طرح وصول ہوتا تھا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

اور مصر میں ایک دینار فی جریب ٹھیک اسی شرح سے کہ شاہانِ مصر فراعنہ کے زمانہ میں لیتے تھے ۔ غرض کچھ ہوا ان تدابیر سے روپے کی ریل پیل ہوگئی پھر مال بھی مال ہے اس نے بھی اپنا اثر دکھلایا اور خلافت پناہ کی رگ طمع نے زیادہ جنبش کی اور انکو جمع مال اور خزانہ رکھنے کی خواہش ہوئی ۔ آگے مسلمانوں کا بیت المال برائے نام بیت المال تھا ورنہ جو روپیہ آتا فوراً تقسیم ہو جاتا ٹھہرنے نہیں پاتا تھا ۔ اور سب کو برابر ملتا ۔ چنانچہ عہد عدالت مہد رسول اللہ میں یہی دستور تھا آپکے بعد خلیفہ اول بھی اسی سنت پر کاربند رہے مگر خلیفہ دوم نے یہ دونو باتیں بدلدیں بجائے فوری تقسیم کے انہوں نے سال بسال بانٹنے کا رویہ نکالا اور علی السویہ قسمت آپ کو مطلقاً پسند نہ تھی لہذا اسکو یک قلم موقوف کر کے مسلمانوں کے درجے اور رتبے قرار دیئے مہاجرین کو انصار پر اور انکو دیگر مسلمانوں پر ترجیح دی اور عرب کے رہنے والوں کو اور ملک کے باشندوں پر فوقیت بخشی اور مہاجر و انصار میں بھی شرکت بدر وغیرہ کے لحاظ سے تفریق کی تا اینکہ پندرہ پندرہ ہزار درہم سالانہ تک لوگ پاتے تھے اور مسلمانوں ہی میں ایسے بھی تھے جنکو صرف دو سو درہم سال میں ملتا تھا ۔ ازواج رسول سے بعض کو پانچ پانچ چھ چھ ہزار یا باقی کو دس دس ہزار الا عائشہ بقولے عائشہ و حفصہ دونو کو بارہ بارہ ہزار درہم ہر سال ملتے تھے خلاصہ یہ کہ جس کی رعایت منظور تھی یا جسکو ذرا چلتا ہوا اپنے کام کا پایا یا جس سے اندیشہ ہوا اسے نہال کر دیا باقیوں کو کچھ یونہی سا اشک شوئی کے طور پر دیدیا جاتا تھا ۔ بخاری و مسلم وغیرہ نے باسناد متعددہ نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا نے قرب زمانِ وفات میں انصار کو تسلی دیتے وقت کہا : —

ستلقون بعدی اثرۃً فاصبروا حتی تلقونی علی الحوض یعنی میرے بعد تم پر زیادتی کریں گے پس تم صبر کرنا تا اینکہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرو پس وہ زیادتی یہی تھی کہ انہیں مہاجرین سے کم دیا حالانکہ رسول اللہ انہیں ان کی برابر رکھتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتظام تفاوت درجات کا بہت سوچ سمجھکر کیا گیا تھا اس سے اس وقت جسقدر سلطنت کو فائدہ پہنچا اس سے چوگنا نفع یہ ہوا کہ عہد خلافت امیر المومنین میں بیعت کے ہوتے ہی بکھیڑے کھڑے ہوگئے ۔ طلحہ زبیر نے کہ ان بڑوں کے عادی ہو رہے تھے آنحضرت کی بالسویہ تقسیم سے ناراض ہو کر نکث بیعت پر مبادرت کی اور جنگ جمل اس سے قائم ہوئی پھر جنگ صفین و نہروان بلکہ خلافت آل ابو سفیان و بنی مروان و قتل و قمع اولاد رسول اسی شاخ کے شگوفے ہیں اگر وہی برابر تقسیم کا قاعدہ جاری رہتا تو اسوقت طلحہ زبیر کا فساد نہ اٹھتا شاید معاویہ کی بغاوت ہوتی جو رفع دفع ہو جاتی ۔ غرض کہاں برابر کی سیدھی سادھی تقسیم کہاں سلطانی عہدہ داروں کی طرح اعلی و ادنی تنخواہیں اس کے لئے ویسے ہی اسکے لازمی منشی محرر دفتر رجسٹر تمام شاہانہ سامان درکار رہوا جو کسریٰ و قیصر کے ڈھنگ پر مہیا کیا گیا کہتے ہیں کہ ابو بکر کو بھی خلافت مآب نے یہی صلاح دی تھی ۔ مگر وہ اس تہ کو نہ پہنچے یا کچھ اور مصلحت سمجھکر خاموش ہو رہے کہ یہ امور اسوقت رائج نہ ہو سکے لیکن عمر نے اپنی خلافت کے دوسرے ہی سال اسپر عملدرآمد شروع کر دیا اس بندوبست میں جیسا کہ امید تھی خاطر خواہ کامیابی ہوئی خزانے میں ان گلوتراشیوں سے کافی بچت ہونے لگی گاہ گاہ قرض کے نام سے روپیہ نکالا جاتا تھا حتی کہ بڑھتے بڑھتے رقم قرضہ چھیاسی ہزار کو پہنچ گئی جسکو خلیفہ صاحب قبر میں اپنے سر پر لیگئے بعض علماء سنیہ نے ازراہ جہل یا تجاہل عمر کے مقروض مرنے سے انکار کیا ہے اور نافع غلام عمر سے نقل کیا ہے کہ وہ اسکو نہ مانتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ کیونکر قرضدار ہو سکتے ہیں حالانکہ اتنے

قرضہ بیت المال بذمہ خلیفہ ثانی

بڑے مالدار تھے کہ مرنے کے بعد ترکہ تقسیم ہوا تو متعدد ورثا سے بعض کو لاکھ روپے کی مالیت ملی تحقیق مترجم کہتا ہے کہ علامہ حسین علی رضائے اردکانی شیرازی نے استیعاب ابن عبد البر سے سفینۃ النجات میں نقل کیا ہے کہ خلیفہ صاحب اسقدر متمول تھے کہ ان کے انتقال کے بعد انکے ترکہ سے انکی ایک ایک زوجہ کو کہ بروایتے چار وبقولے تین تھیں اسی اسی ہزار دینار زر سرخ ملے تھے۔ بغرض ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے روایت گذشتہ نافع کو نقل کرکے جب دیکھا کہ یہ توجیہ نافع کی محض لغو ولوچ اور اصلاً نافع بحال عمر نہیں تو اسکو بدیں عبارت رد کیا ہے هذا لا ينفي ان يكون عليه دين عند موته فقد يكون الشخص كثير المال ولا يستلزم نفي الدين عنه یعنی یہ (عمر کا اس قدر مال کثیر ورثا کیلئے چھوڑ جانا) مانع نہیں اسکا کہ بوقت مرگ وہ قرض دار ہوں کیونکہ بعض اوقات آدمی مالدار ہوتا ہے اور یہ اس کے قرضدار نہ ہونے کو مستلزم نہیں ہوتا۔ اور یہ بہت درست ہے خاصکر ایسی صورت میں جبکہ قرضہ حاصل کرنے میں دشواری نہ ہو نہ اس کے ادا کی کوئی ضرورت تو اسوقت کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو اسکو بھی قرض لینے میں کچھ تامل نہ ہوگا اس کے بعد ابن حجر کہتے ہیں فلعل نافعا انكر ان يكون دينه لم يقض کہ شاید نافع نے اس قرضہ سے انکار کیا ہو کہ ادا نہیں ہوا یعنی انکار قرض سے نافع کی یہ مراد ہوگی کہ قرض انکے ذمہ باقی نہیں رہا سب ادا ہو گیا تھا۔ مگر یہ تاویل ابن حجر کی اسوقت درست ہو سکتی تھی کہ جب کسی صحیح روایت سے وہ یہ ثابت کر دیتے کہ یہ قرضہ واقعہ میں بھی ادا ہو گیا وانی له ذلك یہ بات ان کو کہاں میسر تھی۔ **تاریخ الخلفا** میں ہے کہ عمر خطاب کو جب ضرورت پیش آتی تو وہ داروغہ بیت المال کے پاس جاتے اور روپیہ قرض لے لیتے جب وہ اسکے ادا کرنیکا تقاضا کرتا تو ٹالتے اور حیلہ کرتے اور بعض اوقات جبکہ ان کا حصہ عطیات برآمد ہوتا تو ادا کرتے مگر اس ادا کرنیکے باوجود بھی چھیاسی ہزار کی رقم مرتے وقت ان کے ذمہ نکلی کیونکہ تاریخ الخلفا ہی میں ہے کہ انہوں نے آخر وقت میں اپنے بیٹے سے کہا اے عبد اللہ دیکھ میرے ذمہ کسقدر مال قرض ہے لوگوں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم ہے عمر نے عبد اللہ سے کہا کہ آل عمر کا مال اسکو وفا کرے تو اسسے لیکر اسکو ادا کرنا ورنہ بنی عدی سے اس کی درخواست کرنا ان کی املاک بھی کافی نہ ہوں تو تمام قریش سے سوال کیجیو کہ اسکو ادا کریں انتہیٰ۔ اس وصیت ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کے نزدیک اسکا ادا کرنا کوئی ضروری امر نہ تھا ورنہ وہ باوجود اس قدر مال چھوڑ جانے کے کہ ایک ایک زوجہ کو اسی اسی ہزار دینار ملیں۔ اسکے ادا میں ایسی مہمل پا در ہوا باتیں نہ بناتے اور ادائے قرض بیت المال جیسے اہم مسئلہ کو یوں "براتِ عاشقاں برشاخ آہو" کا مصداق نہ بناتے واضح رہے کہ علامہ سیوطی نے گو اس روایت میں بیت المال کا ذکر نہیں کیا مگر فتح الباری میں صاف لکھا ہے کہ یہ مال خلیفہ صاحب کے ذمہ بیت المال کا تھا اور عمر نے عبد اللہ کو بطریق مذکور گدائی کرکے بیت المال ہی میں اس کے داخل کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور وہاں تتمہ روایت میں اسقدر اور ذکر کیا ہے کہ اسوقت عبد الرحمٰن بن عوف نے خلیفہ صاحب سے اس قرضہ کی بابت استفسار کیا تو انہوں نے کہا میں حج کرتا تھا اور نوائب وسختیاں مجھپر پڑتی رہتی تھیں اس سبب سے قرضدار ہو گیا انتہیٰ۔ کوئی ذاتی سختی ومصیبت جسمیں خلیفہ صاحب کو اس قدر قرض اٹھانے کی ضرورت ہوئی ہو دوران خلافت میں ہمکو نظر نہیں آتی باقی رہا حج وہ خود قرض لیکر جانا ضرور نہ تھا۔ قطع نظر اس کے آپ سفر حج میں ایسی تنگ چشمی سے خرچ کیا کرتے تھے کہ اسمیں واجبی ہی خرچ ہوتا تھا: تاریخ الخلفا میں ہے عن ابن عمر ان عمر حج فانفق في حجته

ستۃ عشر دینارا انفال یا عبداللہ اسرفنا فی ھذا المال کہ عبداللہ عمر نے کہا کہ عمر نے ایکبار حج کیا اسمیں کل سولہ دینار خرچ ہوئے تو مجھ سے کہا اے عبداللہ ہمنے اس مال میں فضول خرچی کی پس جن حجوں میں سولہ دینار خرچ ہونا فضول خرچی سمجھی جائے وہ کیا قرضداری کا باعث ہو سکتے ہیں علاوہ آپکا ہی قول اسرفنا فی ھذا المال ہمنے اس مال میں فضول خرچی کی صاف بتاتا ہے کہ یہ انکا اپنا مال نہ تھا بلکہ جیسے تمام خرچ خوراک پوشاک وغیرہ اپنا اور اپنے عیال کا بیت المال سے لیتے تھے ویسا ہی مصارف حج بھی وہیں سے نکالتے تھے ابن ابی الحدید نے کتاب طبقات میں ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ عمر نے خطبہ کہا لوگو مجھکو اس مال سے صرف اسقدر حلال ہے کہ ایک حلہ گرمی میں اور ایک سردی میں پہننے کے لئے لوں اور سواری جسپر کہ حج وعمرہ بجالاؤں اور اپنا اور اپنے عیال کا خرچ خورد و نوش جتنا کہ قریش سے ایک متوسط درجہ کے آدمی کو جو نہ بہت امیر ہو نہ نہایت غریب درکار ہے حاصل کروں بس اس کے سوا میں سب مسلمانوں کی برابر ہوں میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ اوروں کا اور **تاریخ الخلفا** میں ہے کہ خلافت پناہ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ وہ جواب دیتے کہ بادشاہ ظلم سے مال وصول کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے دے ڈالتا ہے خلیفہ وہ ہے کہ بحق مال لے اور بحق خرچ کرے بعض خوشامدی یہ بھی کہدیتے کہ آپ فضل الٰہی سے ایسے ہی ہیں لیکن سلمان فارسی سے جو ایک مرتبہ سوال کیا تو انہوں نے کہا اگر تونے مسلمانوں کے مال سے ایک درہم یا اس سے کم و زیادہ لیا ہے اور اسکو بیجا صرف کیا ہے تو تو بادشاہ ہے اور خلیفہ نہیں فاستعبر عمر عمر یہ سنکر رونے لگا۔

اعتراف خلیفہ ثانی باینکہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب اولیٰ واحق بخلافت بودہ ومباحثات عبداللہ بن عباس باایشاں درایں باب

واضح رہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے احق بخلافت رسول اللہ ہونے کا اقرار خلیفہ اول نے بھی کیا ہے اور خلیفہ ثانی نے بھی خلیفہ اول کا اقرار تو مجمع عام میں کھلا اور آشکارا ہوتا تھا کیا معنی کہ انہوں نے سر منبر فرمادیا تھا لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ کہ میں تم سے بہتر نہیں درآنحالیکہ علی علیہ السلام تمہارے درمیان ہیں چنانچہ روایت طبری وغیرہ میں پیشتر گذرا لیکن عمر تدبیر ملک داری کے ماہر خیال کئے جاتے ہیں لامحالہ وہ اس بارے میں سخت محتاط ہونگے۔ مگر پھر بھی حق ان کے چھپائے نہ چھپا اور چار ناچار ان کو بھی اسکا اقرار کرنا پڑا اور نہ ایک مرتبہ بلکہ بارہا ہم اس جگہ چند روایتیں اس مضمون کی کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں **مولانا** علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب حافظ ابن مردویہ سنی سے نقل کیا ہے کہ عمر شام کو گئے تو عباس بن عبدالمطلب آپ کے ہمراہ تھے چونکہ عباس مرد شکیل و وجیہ تھے تو جو لوگ خلیفہ صاحب سے ملنے آتے عباس کو خلیفہ جانکر بخطاب امیر المومنین انپر سلام کرتے عباس عمر کی طرف اشارہ کرکے کہتے ھذا صاحبکم تمہارا مقصود یہ ہیں جب بار بار ایسا ہی اتفاق ہوا تو عباس عمر سے کہنے لگے تری واللہ احق لھذا الامر منی ومنک رجل خلفتہ انا وانت بالمدینۃ علی بن ابی طالب یعنی دیکھتے ہو قسم بخدا کہ اولیٰ واحق امر خلافت کیلئے مجھ سے اور تم سے زیادہ علی ابن ابی طالب ہیں جنکو ہم نے مدینہ میں چھوڑا ہے خلافت پناہ یہ سنکر خاموش ہوگئے یعنی کچھ جواب نہ سوجھا جس سے اسکی تردید کرتے اسلئے سکوت کیا ان کا یہ سکوت قبول و تسلیم پر دال تھا اور **نیز** اس روایت سے آپ کی شان و شوکت و شکل و صورت کا بھی پتا لگتا ہے اور ابن الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں کتاب موفقیات زبیر بکار سے

نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ میں ایک مرتبہ بعض کوچہائے مدینہ میں عمر خطاب کے ساتھ جا رہا تھا انہوں نے کہا اے ابن عباس میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے صاحب یعنی علیؑ ابن ابیطالب پر ظلم ہوا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ قسم بخدا کہ مجھکو پھر ایسا موقعہ ہاتھ نہ آئیگا بس میں نے کہا اے امیر المومنین ایسا ہے تو جو شے تمنے اُنسے بظلم لی ہے اسکو واپس کیوں نہیں کر دیتے اسپر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوڑا لیا اور کچھہ بڑبڑ کرتے آگے چلے تھوڑی دور جاکر پھر ٹھٹکے اتنے میں میں بھی ان کے پاس پہنچگیا کہنے لگے اے پسر عباس میرا گمان یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو انکو خلافت نہیں دی تو صغیر السن جان کر نہیں دی مینے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلے سے بھی بدتر ہے اور ان سے کہا قسم بخدا کہ خدا اور رسول نے انکو کم سن نہیں جانا جبکہ تمہارے دوست ابوبکر سے سورہ برات لے لینے کا حکم دیا یہ سنکر خلیفہ صاحب نے میری طرف سے مُنہ پھیر لیا اور جلد جلد وہاں سے روانہ ہوگئے۔ مخفی نہ رہے کہ زبیر بکار جس سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔ زبیر بن عوام کی اولاد سے ہے اور ان کے ثقہ و سند علمائیں سے ہے ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ علماء اعیان سے ہے اور مکہ کا قاضی تھا اور اسی قضا کے درمیان ۲۵۶ھ ہجری میں اس نے قضا کی اور وہی مصنف ہے فائدہ مند کتابوں کا پس ایسے ثقہ و سند کی روایت سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب حضرت امیرؑ کے مظلوم ہونے اور اپنے بظلم خلافت پر متصرف ہونے کا اقرار رکھتے ہیں فللہ الحمد اور **راغب** اصفہانی نے محاضرات میں مطابق روایت ابن مردویہ کے روایت کی ہے کہ عبداللہ عباس نے کہا کہ میں ایک رات عمر خطاب کے ساتھ جا رہا تھا عمر خچر اور میں گھوڑے پر سوار تھا کہ انہوں نے ایک آیہ پڑہی جس میں علیؑ بن ابی طالب کا ذکر تھا پھر کہنے لگے اے پسران عبد المطلب قسم بخدا کہ علیؑ مجھہ سے اور ابوبکر سے زیادہ اولیٰ بخلافت تھے میں نے اپنے دل میں کہا لا اقالنی اللہ ان اقلت کہ خدا مجھسے درگذر نہ کرے اگر میں اس وقت تجھہ سے درگزر کروں۔ پس میں نے کہا اے امیر المومنین تم اور تمہارے یار ابوبکر ہی نے تو ہمارا حق غصب کیا ہے کسی اور نے نہیں یہ سنکر خلیفہ صاحب بگڑ گئے اور لگے اولاد عبد المطلب کی توہین کرنے اور ابن عباس کو بھی دہمکایا ابن عباس کہتے ہیں کہ اس وقت میں ذرا پیچھے کو کھسک گیا اور عمر آگے بڑھگئے پھر مُڑ کر کہنے لگے سِرْ لَا سِرْتَ یعنی چل کہ تو چل نہ سکیو اور فرمایا پھر تو وہ بات کہہ جو تو نے پہلے کہی تھی میں نے کہا اے امیر المومنین تمنے ایک بات کہی میں نے اسکا جواب دیا اگر تم خاموش رہتے تو میں بھی کچھہ نہ بولتا پس فرمایا قسم بخدا کہ ہم نے جو کچھہ کیا عداوت کی روسے نہ تھا۔ مگر ان کو کم سن دیکھا اور جانا کہ عرب انپر اتفاق نہیں کرے گا اور قریش ان کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میرا ارادہ ہوا کہ کہوں کہ رسولخدا ان کو لڑائیوں پر بھیجتے تھے اور وہ وہاں جاکر لشکروں کو تہ و بالا کر ڈالتے تھے آنحضرت نے کبھی انکو کم سن نہ جانا تم کم سن جانتے ہو الا ابھی زبان سے کچھہ کہنے نہ پایا تھا کہ عمر خود بولے کہ لاجرم ہم جیسا کہ تم دیکھتے ہو کوئی کام ان کے بغیر طے نہیں کرتے ہر کام میں ان کی صلاح لے لیتے ہیں **حقیر مترجم کہتا ہے** کہ ہرچند خلیفہ ثانی بعض مشکلات امور میں حضرت حلال مشکلات کی خدمت میں التجا لیجاتے اور وہ حضرت ان کی عقدہ کشائی فرماتے تھے تاہم بہت سی باتوں میں آنحضرت کو خبر تک بھی نہ کرتے اور بعض اوقات آپ کا کہنا نہ مانتے اور صریح آپ کی مخالفت کرتے تھے جیسا کہ ہم آگے اس کا ذکر مفصل کرنیوالے ہیں۔ **کامل** ابن اثیر میں ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباس کچھہ اشعار زہیر بن ابی سلمی کے کہ بنی غطفان کی مدح میں کہتے تھے

روایت راغب اصفہانی

روایت ابن اثیر

خلافت مآب کے سامنے پڑھ رہے تھے عمر ان کو سنکر بولے کہ خوب شعر ہیں یہ اور قسم بخدا کہ غطفانیوں کی نسبت بنی ہاشم اس مدح کے زیادہ سزاوار ہیں کیونکہ ان کو رسول اللہ کی قرابت کی وجہ سے خاص فضیلت ہے ابن عباس نے کہا توفیق پائی تم نے اے امیرالمومنین اور تم ہمیشہ توفیق پاتے رہتے ہو۔ عمر نے کہا یا ابن عباس تجھے معلوم ہے کہ خلافت رسول اللہ کو تم سے کس لئے منع کیا۔ اس لئے کہ نبوت اور خلافت دونو تمہارے لئے جمع نہ ہو جائیں اور تم لوگوں پر فوقیت نہ چاہو پس قریش نے اپنے درمیان سے ایک کو خلیفہ بنایا اور خوب کیا اور توفیق پائی انہوں نے ابن عباس نے کہا کہ خوب جب ہوتا جبکہ جسے حق تعالیٰ نے ان کے لئے اختیار کیا تھا اس کو اختیار کرتے اور تمہارا یہ کہنا کہ انہوں نے نہ چاہا کہ خلافت و نبوت ہمارے لئے جمع ہوں پس بتحقیق کہ حق تعالیٰ نے اس قوم کا حال بیان کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ ذٰلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم یعنی یہ اس لئے کہ انہوں نے مکروہ جانا اس امر کو جو اللہ نے ان کے لئے نازل کیا تھا پس حبط و ضائع ہو گئے ان کے عمل۔ عمر نے کہا ہیہات اے پسر عباس مجھکو تیری طرف سے کچھ باتیں پہنچی ہیں کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ راست ہوں اور جو قدر و منزلت تیری میرے نزدیک ہے جاتی رہے ابن عباس نے کہا وہ کیا باتیں ہیں بیان کیجئے اگر صحیح ہونگی تو کیوں میری قدر و منزلت ان سے جانے لگی اور باطل ہیں تو اپنے تئیں ان سے پاک اور بری کروں گا عمر نے کہا میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ ہم سے خلافت حسد و ظلم و بغاوت کی راہ سے چھینی گئی ہے ابن عباس نے کہا لیکن ظلم سے لیگئی ہے پس یہ بات ہر جاہل و حلیم پر روشن ہے اور حسد سے پس بتحقیق کہ آدم علیہ السلام پر حسد کیا گیا اور ہم ان کی اولاد محسود ہیں عمر نے کہا ہیہات ہیہات اے بنی ہاشم تمہارے دلوں سے حسد نہیں نکلتا ابن عباس نے کہا اے امیرالمومنین ذرا ٹھیرو اور ان لوگوں کے دلوں کو حسد و غش سے نسبت نہ دو جنکی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے بتحقیق کہ رسول اللہ کا دل بھی بنی ہاشم کے دلوں میں شامل ہے یہ سنکر خلیفہ صاحب بھڑک اٹھے اور وہ عبداللہ بن عباس ابن عم خیر الناس کو جھڑکنے لگے اور کہا الیکَ عنّی دور ہو میرے پاس سے عبداللہ اٹھنے لگے تو کچھ حیا آئی کہا بیٹھ جا اے ابن عباس قسم بخدا کہ میں تیرے حق کا رعایت رکھنے والا اور تیرا خیر خواہ ہوں ابن عباس نے کہا اے امیرالمومنین میرا حق تم پر اور تمام مسلمانوں پر ہے پس جس نے اس کی حفاظت کی اپنا بہرہ حاصل کیا جس نے اسے ضائع کیا اپنا حصہ و نصیبہ کھو دیا۔ یہ کہکر اٹھے اور چلے گئے۔ **مولانا مفتی محمد قلی** علیہ الرحمہ نے کتاب نظم درر السمطین زرندی مدنی سے نقل کیا ہے کہ بنیط بن شریط نے کہا کہ میں علیؑ ابن ابیطالبؑ کے ساتھ چلا عبداللہ بن عباس بھی ہمارے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے ایک انصاری کے باغ میں پہنچے دیکھا کہ عمر خطاب وہاں تنہا سراسیمہ و پریشان بیٹھے ہیں علی علیہ السلام نے کہا اے امیرالمومنین کس لئے آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہیں کہا میں ایک امر میں متردد ہوں حضرت نے کہا کہو تم ہمسے ایک مرد تمہارے پاس ٹھہر جائے کہا یہی ہے تو عبداللہ عباس کو چھوڑ دو پس عبداللہ ان کے پاس رہ گئے اور ہم دونو روانہ ہوگئے تھوڑی دیر بعد عبداللہ بھی ہمارے پاس آ گئے علی علیہ السلام نے ان سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے کہا عجیب و غریب کیفیت ہے اے ابا الحسنؑ میں آپ کو سناتا ہوں آپ پوشیدہ رکھیں جب تم نے وہاں سے پشت موڑی تو میں نے دیکھا کہ عمر تمہاری طرف دیکھتے ہیں اور ٹھنڈی سانسیں

روایت زرندی

بھرتے ہیں مینے کہا اے امیر المومنین کس لئے آپ آہ آہ کرتے ہیں کہا تیرے اس بھائی کے سبب اے ابن عباس انہوں نے وہ فضل و کمال پایا ہے کہ آل محمدؐ سے کسی کو نصیب نہیں ہوا اگر تین باتیں انمیں نہ ہوتیں تو خلافت رسول اللہ کا ان کے سوا کوئی دوسرا لائق نہ تھا مینے کہا وہ کیا باتیں ہیں کہا ایک کثرت مزاح و خوش طبعی دوم عداوتِ قریش کہ ان سے رکھتے ہیں تیسرے انکی صغر سنی حضرت امیرؑ نے پوچھا پھر تو نے کیا جواب دیا ابن عباس نے کہا یہ سنکر مجھکو وہ جوش آیا جو ایک ابن عم کو لپنے ابن عم بھائی کی خاطر آتا ہے پس مینے کہا اے امیر المومنین لیکن کثرتِ مزاح و خوش طبعی پس رسول اللہ مزاح بحق کرتے تھے اور بچوں سے ایسی باتیں کرتے جنسے ان کی دلجوئی ہو اور انکو ناگوار نہ گزریں اور قریش کا انحضرت سے بغض و عداوت رکھنا قسم بخدا کہ اسکی ذرا پرواہ نہیں چاہیے کیونکہ انحضرت نے راہ خدا میں انپر جہاد کیا اور بتائید ایزدی انکے سرداروںکو قتل فرمایا اور انکے معبودوں کو خاک میں ملایا اور انکی عورتوں کو بیوہ بنایا لیکن صغر سنی پس تمکو معلوم ہے کہ جب سورہ برات نازل ہوئی تو رسول اللہ نے ابوبکر کو دی کہ آنحضرت کیطرف سے مکہ میں لیجائے پس آپ پر وحی نازل ہوئی کہ اسکو وہ شخص لیجائے جو تمہارے اہل سے ہو اسلئے انحضرت کو ابوبکر کے پیچھے روانہ کیا کہ اس سے یہ سورہ لے لیں پس کس لئے حق تعالی نے انکو کم سن نہ جانا عمر نے یہ سنکر کہا خاموش رہ۔ اور ان باتوں کو مخفی رکھ اگر کسی اور نے یہ سن پایا تو میں مدینہ میں آرام نہ لے سکونگا۔ **مترجم** کہتا ہے کہ عداوت قریش کا بھی عجب عذر ہے قریش رسول اللہ کے بھی شروع شروع میں دشمن تھے بلکہ وہ دشمنی بدرجہا زیادہ تھی پس چاہیے تھا کہ عمر آنحضرت کو نبی بھی نہ ہونے دیتے۔ اسکے سوا حضرت امیر المومنینؑ نے جو قتل و قمع کیا کسی اپنی ذاتی غرض سے نہیں کیا دین کیلئے کیا پس قریش سے جو دیندار مومن خالص تھے وہ کاہیکو یہ عمل برا جانتے اور کیوں انحضرت کے دشمن ہوتے۔ رہے منافقین ہر کار انکا کیا لحاظ و پاس تھا اور کم سنی کا عذر بالکل لغو و لوچ ہے کیونکہ رسول اللہ کی رحلت کیوقت امیر المومنین کا سن شریف موافق مشہور تینتیس ۳۳ سال کا تھا اس سن و سال کا آدمی ہرگز صغیر السن نہیں ہوتا بلکہ اسوقت شباب ختم ہو کر سن کہولت شروع ہوجاتا ہے دیگر یہ کہ معلوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ و عیسٰیؑ و یحیٰیؑ وغیرہم انبیائے کرام کم سنی میں نبی ہوگئے تھے پس کم سنی مانع نبوت نہ ہوئی تو مانع امامت کیونکر ہوسکتی ہے اور مانا کہ اسوقت آپ کم سن ہی تھے خلیفہ ثانی کا انتقال تو رسولخدا سے بارہ تیرہ سال بعد ہوا اسوقت تو کم سن نہیں رہے تھے اور خوش طبعی کی نسبت عبداللہ بن عباس نے بہت درست کہا کہ رسول اللہ خود مزاح بحق کرتے تھے علیٰ ہذا امیر المومنین بھی مزاح بحق کرتے تھے۔ پس یہ مزاح انحضرت کی مدح و منقبت تھی نہ کہ عیب و منقصت ہم حضرت رسولخدا کی مزاحیں آئندہ بحث شوریٰ میں کتب اہل سنت سے انشاء اللہ تعالیٰ نقل کرینگے جنکو دیکھکر معلوم ہوگا کہ خلیفہ صاحب کا یہ مزاح کا اعتراض بہت ہی بیہودہ تھا۔ اور آخر روایت میں خلافت پناہ کا ارشاد اُمسک علی الکتم و اُکتم فان سمعتہا من غیرک لم انم بین لابتیہا کہ چپ رہ اور اسکو چھپا اور مخفی رکھ کیونکہ اگر میں تیرے سوا کسی اور سے یہ بات سنونگا تو درمیان دو سنگستان مدینہ خواب نہ کر سکونگا عجیب ارشاد ہے آپ جو تن تنہا باغ میں حیران پریشان بیٹھے تھے ظاہر ہے قضیۂ خلافت ہی میں غلطاں پیچاں تھے پس امیر المومنینؑ کو دیکھکر بے اختیار آہ و بکا کرنا قطعاً دلالت کرتا ہے کہ اس وقت غصب خلافت کا مواخذہ

لہ طانتہ سنگلاخ سوختہ۔ حدیث میں ہے کہ رسولخدا نے درمیان دولابتہ مدینہ کے حرم قرار دیا اور وہ دو پہاڑ کی چوٹی ہیں جسکے درمیان مدینہ آباد ہے ۔ ۱۲ منتہی

آخرت آپ کو یاد آگیا تھا اسلئے بیتاب ہوگئے چنانچہ ابن عباسؓ کے قول بہ تناوہ یا امیر المومنین اے امیر کس لئے آپ آہ آہ کرتے ہیں
کے جواب میں انہوں نے پوست کندہ ظاہر کردیا من اجل صاحبک الخ کہ تیرے صاحب یعنی امیر المومنین کی وجہ سے کہ وہ تمام اہلبیت
رسول میں بے مثل دیکھتا ہوں اور اسی سبب سے کوئی انکے برابر خلافت کے لائق نہ تھا پھر سنبھکر اپنے اعذار بارۂ غصب خلافت کے ابن عباس
سے بیان کئے جن کے انہوں نے وہ شافی جواب دیئے کہ خلیفہ صاحب دست پاچہ ہوگئے اور ابن عباس کو اخفائے کیفیت جلسہ کی تاکید
اکید کی پس اس تاکید سے انہوں نے دنیوی انتظام تو کرلیا کہ خلافت میں خلل وخرخشہ پیدا نہ ہوا مگر مواخذہ آخرت کا کیا انتظام سوچا دو سنگستان
مدینہ کے درمیان خواب وآرام کا بندوبست کیا تھا تو قبر کی دو دیواروں کے بیچ میں بھی میٹھی نیند سونیکا فکر کرنا چاہئے تھا۔ بڑا رونا تو وہاں
کا تھا۔ فَاِنَّ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ اَشَدُّ وَاَقْوٰی وَالْعَاقِبَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی بتحقیق کہ عذاب آخرت شدید تر و قوی تر ہے اور نیکیاں
آخرت کی پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔ **بعضے از قضایائے مشکلہ کہ خلیفہ ثانی در حل آں بہ باب مدینہ علم نبی التجا بردہ وآنحضرت بے واسطہ تفکر و تدبر آنرا فیصلہ فرمودہ۔** ایسے قضیئے بکثرت ہیں مگر ہم
یہاں چند ان سے نقل کرتے ہیں ازانجملہ کنز العمال میں ہے کہ عمر کو ایک قضیہ مشکل پیش آیا بحدیکہ آسائش وآرام ان کا جاتا رہا اور
اور فکر و تردد عارض ہوا اور حال ان کا متغیر ہوا ماتھے پہ بل ابرو پہ چین پڑ گئے۔ پس آپ نے اصحاب رسول اللہ کو جمع کرکے وہ قضیہ انکے
روبرو بیان کیا اور مشورہ چاہا سب نے کہا اے امیر المومنین تم ہمارے جائے پناہ اور ملجا و ماوے ہو ہر بات کو ہم سے بہتر جانتے ہو عمر کو غصہ
آیا اور کہا خدا سے ڈرو اور وہ بات کہو جس سے تمہارے کام اصلاح پذیر ہوں پس انہوں نے کہا اے امیر المومنین جو بات آپ دریافت
کرتے ہیں اس کا جواب ہمکو معلوم نہیں عمر نے کہا قسم بخدا کہ میں جانتا ہوں جو اس مشکل کا حل کرنے والا اور ایسی شدتوں میں فریادرس
وجائے پناہ ہے کہا گویا آپ کا مقصود علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ کہا ہاں وہی حضرت ہیں کہ انکا مثل ومانند شکم مادر سے پیدا نہیں ہوا۔
اٹھو کہ ان کے پاس چلیں عرض کی آپ ان کو یہیں بلوالیں فرمایا ہیہات ہیہات وہ بنی ہاشم سے ہیں اور رسول اللہؐ سے قرابت قریبہ
رکھتے ہیں اور بقیہ علم وآثار اولین ہیں علم حاصل کرنیوالا ان کے پاس جانا چاہئے نہ انکو بلوانا پس اسطرف روانہ ہوئے حضرت امیرؑ اسوقت
اپنے باغ میں تشریف رکھتے تھے اور آیہ شریفہ ایحسب الانسان ان یترک سدیٰ ترجمہ آیا گمان کرتا ہے انسان کہ مہمل چھوڑدیا
جائے گا" کی تلاوت کررہے تھے بار بار اسکو پڑھتے اور گریاں ہوتے عمر نے شریح قاضی سے کہا خبر دے ابوالحسنؑ کو جو بات کہ تونے مجھ سے
کہی شریح نے کہا کہ ایک شخص اپنی دو عورتیں ایک آزاد اور ایک کنیز ایک کے سپرد کرگیا کہ جبتک میں سفر سے نہ پھروں ان کے نان نفقہ کی
خبر لیتا رہے۔ آج شب کو دونوں کا حمل وضع ہوا ایک کے لڑکا دوسری کے لڑکی پیدا ہوئی مگر ہر ایک کہتی ہے کہ لڑکا میرا ہے لڑکی سے
انکار کرتی ہے تاکہ میراث پسر ہاتھ آئے حضرت نے شریح سے پوچھا کہ تونے اسمیں کیا حکم کیا اس نے کہا اگر میں اس کا حکم جانتا
تو آپ کے پاس کیوں ان کو لاتا پس حضرت نے ایک گھاس کا تنکا زمین سے اٹھالیا اور فرمایا میرے نزدیک اس معاملے میں حکم کرنا
اس پرکاہ سے بھی آسان تر ہے پس ایک پیالہ منگوایا اور انمیں سے ایک عورت سے کہا کہ اپنا دودھ اسمیں دوہے اس کو وزن کیا

تیا

پھر دوسری کا دودھ دوہایا اور اسکو تولا پس اسکا دودھ پہلی عورت کے دودھ سے وزن میں آدھا نکلا اسکو فرمایا کہ لڑکی تیری ہے۔ اور لڑکا پہلی کا اور شریح سے فرمایا کہ لڑکی کا دودھ لڑکے کے دودھ سے نصف ہوتا ہے اور اس کی میراث نصف اور اسکی عقل نصف اور شہادت نصف اور خون بہا نصف ہوتا ہے عمر یہ صورت دیکھکر حیران رہ گئے اور کہا یا اباالحسن لا ابقانی اللہ لشدیدۃ لست لہا ولا فی بلد لست فیہ اے ابوالحسن حق تعالیٰ مجھپر کوئی سختی نہ ڈالے جس کے دور کرنیکو تم موجود نہ ہو اور نہ کبھی ایسے شہر میں رکھے جسمیں تم نہ ہو **مخفی نہ رہے** کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک یحییٰ بن عبدالحمید ہے کہ بعض علماء اہلسنت ذہبی وغیرہ نے اس کے بارہ میں کلام کیا ہے مگر اوروں نے اسے رد کیا ہے۔ یحییٰ بن معین سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ اس کی مدح کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ ایک ہے محدثوں کا اور مشہور راست گو ہے کو فہ کا رہنے والا جو کچھہ اس کی نسبت لوگ کہتے ہیں حسد سے کہتے ہیں اور تقریب ابن حجر و کاشف ذہبی سے ظاہر ہے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں یحییٰ مذکور سے روایت کی ہے اور یہ اس کی روایت کے قبول کرنے میں کافی ہے۔ **نیز** کنز العمال میں ہے کہ عمر خطاب کے پاس ایک عورت آئی کہ عجیب الخلقت بچہ جنی تھی جسکے دو سر دو سینے چار ہاتھ دو شکم اور دو فرج تھے لیکن نیچے کا جسم اکہرا یعنی دو رانیں دو ساقیں دو پاؤں رکھتا تھا پس عورت اسکی میراث اس کے باپ یعنی اپنے شوہر کے ترکے سے طلب کرتی تھی عمر نے اصحاب رسول کو جمع کرکے فتوے طلب کیا وہ کچھہ حکم نہ دے سکے پس جناب امیر علیہ السلام کو بلایا۔ حضرت نے فرمایا اس کی خبر بعد میں معلوم ہوگی فی الحال اس عورت کو معہ اس مولود کے اپنے پاس نظر بند رکہو اور اس کے مال کو ضبط کرو اور اسمیں سے ان کے لئے ایک خادم مقرر کردو عمر نے ایسا ہی کیا کچھہ عرصہ بعد وہ عورت مرگئی اور عجیب الخلقت بڑا ہوکر طالب میراث ہوا حضرت نے حکم دیا کہ ایک خادم خصی ان دو فرجوں کیلئے مقرر ہو پس ایک بدن ان سے طالب جماع ہوا عمر نے اسکی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ اس کا ایک بندہ اپنی زوجہ سے مجامعت کرے اور دوسرا اسکو دیکھے اسکو تین روز رہنے دو کہ عنقریب حق تعالیٰ اپنا حکم اسمیں جاری کریگا اس شخص نے جماع کی خواہش نہیں کی الا یہ کہ اجل اس کے نزدیک آگئی پس تین روز بعد وہ بدن کہ طالب جماع ہوا تھا مرگیا پس عمر حیران ہوئے کہ اب کیا کریں اسکو کاٹ کر علیحدہ کرتے ہیں تو زندہ بھی مرجاتا ہے نیز اس زندہ نے غل مچایا کہ یارو مجھکو مارتے ہو حالانکہ میں مسلمان ہوں قرآن پڑہتا ہوں پھر حضرت حلال مشکلات کی طرف رجوع کی آپ نے فرمایا کہ مُردے کو غسل و کفن کرکے اس کے بھائی کے ساتھ چھوڑ دو کہ وہی اسکا معین و مددگار ہے وہ اپنے ساتھ اٹھائے پھرے جب خشک ہوجائے تو اسکو قطع کرنا تاکہ زندہ کو ایذا نہ پہنچے مگر میں جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ اسکو بھی تین دن سے زیادہ زندہ نہ رکھے گا اس کی بوئے بد سے متاذی ہوکر وہ بھی جلد مرجائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا دوسرا بدن بھی تین دن میں مرگیا اسوقت عمر نے کہا یا ابن ابیطالب مازلت کاشف کل شبھۃ و موضح کل حکم اے پسر ابیطالب تم ہمیشہ ہر شبہ کے کھولنے والے اور ہر حکم کے واضح کرنیوالے ہو۔ اور **مناقب مرتضوی** میں احسن الکبار سے نقل کیا ہے کہ عمر خطاب کے زمانہ میں ایک خواجہ مالدار صاحب عزت وجاہ فوت ہوا اس کے تین غلام تھے مرض کی شدت میں وصیت کی کہ ایک غلام کو اس کی دختر معہ تمام مال و متاع و املاک و جائداد کے ملے۔ دوسرے کو ایکہزار

طفل عجیب الخلقت

فیصلہ حضرت در حق سہ غلام

دینار دیگر آزاد کردیں تیسرا قتل کیا جائے آقا کے مرتے پر غلاموں میں تکرار ہوا ہر ایک کہتا تھا کہ دختر و تمام مال میرا ہے کوئی نہ جانتا تھا کہ کس کے لئے دختر و مال کی وصیت کی ہے اور کس کے واسطے ہزار دینار کی اور کون قتل ہونا چاہئے دختر خواجہ تینوں غلام سمیت دارالشرع میں حاضر ہوئی خلیفہ صاحب معہ جماعت اصحاب حیران تھے کہ کیا کریں آخر سب کے سب حاضر درگاہ جناب ولایت پناہ ہوئے امیر المومنینؑ ان کے ساتھ دارالشرع میں تشریف لائے اور تینوں غلاموں میں سے ایک کو کہا کہ باعث اس فتنہ و فساد کا تمہارا آقا ہے جس نے علیحدہ علیحدہ ہر شخص موصی الیہ کو معین نہیں کیا یہ خنجر مجھ سے لے اور جا کر اسکا سر کاٹ لا غلام نیک انجام نے کہا یا امیر المومنین یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ ایسی بے ادبی اپنے آقا سے اس کے مرنیکے بعد کروں حضرت نے ذرا ناخوشی ظاہر کر کے خنجر دوسرے غلام کو دیا اور کہا تو اسکا سر کاٹ کہ وہ اسی سزا کا مستوجب ہے وہ چند قدم چلکر سوچا کہ کیونکر اپنے ولی نعمت و مخدوم سے اسطرح پیش آؤں۔ پلٹ کر وہی عذر کیا جو غلام اوّل نے کیا تھا۔ حضرت نے تیسرے کو کہا وہ سنتے ہی خنجر لیکر تیر کی طرح سے چلا آپ نے ایک شخص کو مقرر کیا کہ اس کے پیچھے رہے اگر قبر کھودنے کا ارادہ کرے تو نہ کھودنے دے اور واپس لے آئے غلام نمکحرام وہاں پہنچکر نبش قبر میں مشغول ہوا اس مرد نے اسکو پکڑ لیا اور حضرت کی خدمت میں لا کر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا غلام اول جس نے اپنے آقا کے حقوق کا خیال کر کے خنجر ہاتھ سے بھی نہیں چھوا مستحق اس کی دختر اور مال و جائداد کا ہے۔ اور دوسرا جو چند قدم جا کر لوٹ آیا اسکو ہزار دینار دیکر آزاد کریں اور تیسرا بموجب وصیت خواجہ واجب القتل ہے الّا بحسب شرع اسکو قتل نہیں کرسکتے اسلئے چاہئے کہ غلام اول یعنی شوہر دختر کی خدمت کرتا رہے کہ یہی قائم مقام قتل ہے۔ خلیفہ ثانی نے اس حکم کو نافذ کر کے درمیان دو چشم امیر المومنینؑ کے بوسہ دیا اور کہا اے ابوالحسنؑ حق تعالیٰ مجھکو تمہارے بغیر دنیا میں زندہ نہ رکھے اور ازالۃ الخفا و تذکرہ خواص الامۃ میں ہے کہ دو شخصوں نے ایک زن قرشیہ کے پاس سو دینار امانت رکھے اور کہا ہم میں سے کسی ایک کو یہ مال نہ دینا۔ جب تک کہ دونوں اکٹھے ہو کر تیرے پاس نہ آئیں سال بھر گزرا تھا کہ انہیں سے ایک شخص آیا اور کہا میرا صاحب مر گیا ہے وہ مال مجھکو واپس دے عورت نے انکار کیا وہ اصرار کرتا تھا تا اینکہ رشتہ دارانِ عورت سے شفاعت خواہ ہوا آخر عورت نے وہ سو دینار اس کو دیدئیے ایک سال بعد دوسرا آیا اور طالب مال ہوا عورت نے کہا کہ تیرے رفیق نے آ کر کہا کہ میرا صاحب مر گیا ہے وہ مال مجھکو دے۔ میں نے اسے دیدیا اس میں تنازعہ ہوا اور یہ قضیہ عمر کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے فیصلہ کرنا چاہا۔ بروایتے حکم دیدیا کہ عورت اس مال کی ضامن ہے عورت نے کہا خدا کے لئے امیر المومنین اس قضیہ کو علیؑ بن ابی طالب کے پاس بھیجدو خلیفہ صاحب نے فریقین کو حضرت کی خدمت میں بھیجدیا آپ اس قصہ کو سنتے ہی جان گئے کہ ان دونوں مردوں کی چالاکی ہے ملکر فریب کیا چاہتے ہیں فرمایا تم نے نہیں کہا کہ ہم میں سے تنہا ایک کو مال نہ دینا کہا ہاں کہا فرمایا تو تمہارا مال موجود ہے تو جا کر اپنے صاحب کو بلا لا کہ تم دونو کو دیا جائے چونکہ ان کا فریب تھا اور سازش کر کے اس عورت کو لوٹنا چاہتے تھے لہذا وہ خاموش چلا گیا عمر نے یہ سنا تو کہا لا ابقانی اللہ بعد ابن ابیطالب کہ حق تعالیٰ مجھکو علیؑ بن ابیطالب کے بعد زندہ نہ رکھے۔ **ریاض النضرہ** میں محمد بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں مسجد دمشق میں داخل ہوا۔ ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اس کے دو استخوانِ چنبر گردن ضعف پیری سے مڑ گئے ہیں پس میں نے پوچھا کہ اے شیخ تو نے کس کا زمانہ

ادراک کیا کہا عمر کا جنگ یرموک میں ان کے ساتھ تھا میں نے کہا کوئی حدیث بیان کر جو تو نے سنی ہو کہا ہم چند جوان حج کیلئے چلے تھے۔ راہ میں ہمکو شتر مرغ کے بیضے ملے انکو توڑ کر کھا گئے حالانکہ حالت احرام میں تھے بعد فراغت حج عمر خطاب کے پاس آئے اور یہ مسئلہ اُنسے پوچھا انہوں نے کہا میرے ساتھ آؤ ہمکو لیکر حجرہ ہائے رسو لخدا کیطرف گئے اور ان میں سے ایک حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک عورت نے اندر سے کہا کہ کون ہے عمر نے کہا ابوالحسن کہاں ہیں کہا۔ وہ اپنے مزرعہ پر تشریف لیگئے ہیں پس عمر وہاں سے چلے اور ہمکو کہا میرے ساتھ چلے آؤ حتےٰ کہ آنحضرت کے پاس پہنچے آپ اسوقت اپنے دست مبارک سے مٹی کو برابر کر رہے تھے۔ عمر کو دیکھکر فرمایا مرحبا اے امیر المومنین عمر نے کہا ان لوگوں نے حالت احرام میں شتر مرغ کے بیضے توڑے ہیں ان کا کفارہ کیا ہے فرمایا اے امیر المومنین تمنے کس لئے زحمت اٹھائی مجھکو کیوں نہ بلا بھیجا کہا میں زیادہ سزاوار ہوں تمہارے پاس آنیکے لئے پس فرمایا کہ جتنے بیضے توڑے ہیں اسیقدر شتران نر کو مادوں پر چھوڑیں پس جو بچے انسے پیدا ہوں انکی قربانی کریں عمر نے کہا کبھی وضع حمل سے پہلے حمل ساقط ہو جاتا ہے فرمایا ایسا ہی کبھی بیضے بھی گندے نکلتے ہیں عمر وہاں سے چلے اور کہتے جاتے تھے۔ اللھم لا تنزل بی شدۃ الا وابوالحسن الی جنبی خداوندا کوئی سختی مجھپر نازل نہ کر مگر یہ کہ ابوالحسن میرے پہلو میں موجود ہوں اور **مودۃ القربیٰ** میں سید علی ہمدانی نے عبداللہ بن خولقہ سے روایت کی ہے کہ عمر خطاب کے پاس دو مرد آئے اور ان سے طلاق کنیز کی بابت سوال کیا وہ ان کو ہمراہ لئے حلقہائے مردم سے ایک حلقہ میں گئے جس میں ایک مرد اصلع بیٹھے تھے انسے دریافت کیا کہ لونڈی کے طلاق میں آپ کیا حکم دیتے ہیں انہوں نے اپنی دو انگلیوں ایک انگشت شہادت اور ایک اسکے پاس کی انگلی سے اشارہ کیا عمر نے انسے کہدیا کہ دو یعنی دو طلاق ہیں ان دو مردوں میں سے ایک نے کہا سبحان اللہ ہم امیر المومنین سمجھکر تمہارے پاس مسئلہ پوچھنے آئے تھے تم ایک مرد کے پاس گئے جس نے تمہارے ساتھ قسم خدا کی زبان سے بات تک بھی نہ کی عمر نے کہا جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے کہا نہیں کہا یہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ کہتے تھے اگر اہل آسمان و زمین کے ایمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلے میں تو ہر آئینہ علیؑ کے ایمان کا پلہ جھک جائیگا۔

برخے از مواضع کہ حضرت امیر المومنین خلیفہ ثانی را بر خطائے ایشان تنبیہ نمودہ براہ صواب دلالت فرمودہ

منقول ہے کہ ایک زن باردار کو حضرت خلیفہ صاحب کے سامنے لائے اور کہا اس نے زنا کیا آپ نے حکم دیا کہ اسکو سنگسار کریں حضرت امیر المومنین کو یہ حال معلوم ہوا تو مانع آئے اور کہا اگر تم کو اس عورت پر دست قدرت ہے تو بچہ پر کہ اس کے شکم میں ہے اختیار نہیں رکھتے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کوئی گناہگار دوسرے کے گناہ میں گناہگار نہیں ہوتا۔ پس بچہ کس لئے ماں کے جرم میں سزا پائے خلافت مآب اپنی غلطی پر نادم ہوئے اور فرمایا عجزت النساء ان یلدن مثل علی بن ابیطالب عورتیں عاجز ہیں کہ علی بن ابی طالب کی مثل بچہ جنیں لولا علی لھلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ عمر کو اس عورت کے حمل کا حال معلوم نہ تھا اسلئے یہ حکم دیا تھا نہ یہ کہ انکو مسئلہ عدم جواز رجم حاملہ معلوم نہ تھا۔ واضح رہے کہ یہ صرف دھوکہ دہی ہے اگر خلیفہ صاحب یہ مسئلہ جانتے ہوتے اور امیر المومنین صرف حمل کی خبر دیتے تو اسطرح نہ کہتے ان یلدن

لت علیہا سلطان الخ کہ اگر تجھکو اس عورت پر دست قدرت ہے تو اس بچہ پر دست قدرت نہیں جو اس کے پیٹ میں ہے صرف اسقدر کہنا کافی تھا کہ یہ عورت حاملہ ہے اور نہ عمر صرف خبر حمل دینے پر آنحضرت کی لمبی چوڑی مدح فرماتے۔ بعض خیر خواہان خلفا نے اس روایت میں ایک اور ہوشیاری کی ہے کہ بجائے حضرت امیر کے معاذ بن جبل کا نام روایت کیا ہے یعنی معاذ نے عمر کو ان کی غلطی پر آگاہ کیا۔ اور انہوں نے معاذ کی نسبت فرمایا کہ عورات معاذ کی مانند جننے سے عاجز ہیں لولا معاذ لھلک عمر مگر اس سے کچھہ فائدہ بحال عمر نہیں پہنچا انکا ایسے عام مسئلہ سے ناواقف رہنا بدستور ثابت رہا بلکہ ہمارے نزدیک تو بجائے باب مدینہ علم نبی کے معاذ جیسوں کا خلافت پناہ کو انکی غلطی پر ٹوکنا اور عمر کا انکی اسطرح مدح سرائی کرنا انکے لئے اور بھی کسر شان کا باعث ہے۔ **علیٰ ہذا** ایک زن مجنونہ کی نسبت بھی جس سے

زن مجنونہ

وقوع زنا ثابت ہوا تھا رجم کرنیکا حکم فرمادیا تھا چنانچہ اسکو سنگسار کرنیکو لے جارہے تھے کہ راہ میں حضرت امیرالمومنینؑ ملے اور فرمایا اس مجنونہ کو کہاں لئے جاتے ہو۔ کہا خلیفہ وقت نے اسکے سنگسار کرنیکا حکم دیا ہے۔ حضرت اسکو اپنے ساتھ پھر لائے اور خلافت پناہ سے ارشاد کیا اما سمعت النبی یقول رفع القلم عن ثلث کہ کیا نہیں سنا تمنے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی کوئی گناہ انپر نہیں لکھتے عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یفیق سونے والے سے جبتک کہ بیدار نہ ہو اور کم سن سے جب تک کہ بالغ نہ ہو اور دیوانہ سے جبتک کہ اسحالت سے افاقہ نہ پائے۔ خلیفہ ثانی مدح و ثنائے امیرمومناں میں رطب اللسان ہوئے۔ اور فرمایا لولا علی لھلک عمر **دیگر** قدامہ بن مظعون نے شراب پی خلافت پناہ کے سامنے لائے کہ اجراء حد کریں قدامہ نے اس آیہ شریفہ کو تلاوت کیا لیس علی الذین امنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا الخ کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے انہوں نے جو کچھہ کھایا پیا اس میں انپر کوئی گناہ نہیں عمر نے یہ آیہ سنی تو اسکی حد سے درگزرے۔ حضرت امیرؑ کو خبر ہوئی تو فرمایا قدامہ ان لوگوں سے نہیں جنکے حق میں یہ آیہ نازل ہوئی ہے اور وہ مقرر سزاوار حد ہے کسلئے کہ جب آیۂ حرمت شراب نازل ہوئی تو بعض اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے مسلمان ہو کر شراب پی اور اب مر گئے اسوقت یہ آیہ نازل ہوئی پس یہ آیہ ان مردوں کے حق میں ہے قدامہ تو زندہ ہے عمر نے یہ سنکر اسکو بلایا کہ حد لگائیں مگر جانتے نہ تھے کہ حد شرب خمر کیا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اسّی تازیانے لگائے جائیں۔ فان شارب الخمر اذا شربھا سکر واذا سکر ھذی و اذا ھذی افتری بہ تحقیق کہ شراب خوار جب شراب پیتا ہے تو مست ہوتا ہے اور ہذیان بکنے لگتا ہے اور ہذیان میں افترا کرتا ہے۔ حق تعالیٰ نے افترا پردازی کی حد اسّی تازیانے مقرر فرمائے ہیں۔ اس قضیہ میں آپ نے دو مرتبہ خطا کی ایک واجب الحد کو چھوڑ دیا دوم حد شرب الخمر ان کو معلوم نہ تھی جو خلیفۂ رسول کا اول فرض ہے۔ **دیگر** بیت اللہ کے خزانے میں سونا چاندی زیورات بکثرت تھے عمر کے مونہہ میں انکو دیکھکر پانی بھر آیا اور بحیلہ تجہیز لشکر و تیارئ جہاد اس پر قبضہ کرنا چاہا امیرالمومنین علیہ السلام مانع آئے اور فرمایا قرآن رسول اللہ پر نازل ہوا تو اموال چار طرح پر تھے ایک مسلمانوں کا اپنا مال اسکو انکے ورثاء پر حسب فرائض تقسیم فرمایا۔ دوسرے مال غنیمت اسکو اسکے مستحقوں پر قسمت کیا تیسرے خمس اسکو اسکے محل پر خرچ کیا چوتھے صدقات ان کا جو مصرف مناسب جانا ارشاد کیا اموال خانہ کعبہ

زیورات بیت المال

نہ تھا اور ان کا محل و مکان اسوقت بھی موجود تھے حق تعالیٰ نے انکو بحال خود رہنے دیا اور یہ رہنے دینا از روئے سہو و نسیان کے نہ تھا اور ان کا محل و مکان باری تعالیٰ پر مخفی تھا پس تم بھی انکو اسی طرح رہنے دو جسطرح خدا و رسول نے رہنے دیا بروایت جلال الدین سیوطی رسالۂ اخبار مہدی میں آپ نے فرمایا امض یا امیرالمومنین فلست بصاحبہا نما صاحبہ شاب من قریش وبقسمہ فی سبیل اللہ فی اخر الزمان اس خیال سے درگذرو یہ کار تمسے تعلق نہیں رکھتا اسکا صاحب ہمسے ایک جوان قریشی (امام مہدی) ہے وہ اسکو راہ خدا میں تقسیم کریگا آخر زمانہ میں پس حضرت عمر نے فرمایا یا علیؑ تم نہ ہوتے تو ہم فضیحت و رسوا ہوگئے تھے یہ کہا اور ان اموال کو بحال خود چھوڑ دیا۔ **دیگر** روضۃ الاحباب میں ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہم ایک دفعہ عمر کے ساتھ حج میں تھے جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو انہوں نے کہا اگر میں پیغمبر خدا کو تقبیل کرتے نہ دیکھتا تو ہرگز یہ کام نہ کرتا تو صرف ایک پتھر ہے نہ کوئی نفع تجھ سے متصور ہے نہ ضرر علی مرتضےٰ نے فرمایا اس سے نفع و ضرر دونو متصور ہیں اگر تم اس آیہ کی تاویل و تفسیر جانتے ہوتے تو میرے کلام کی راستی تم پر ظاہر ہوتی۔ واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلی شهدنا یعنی جبکہ لیا تیرے رب نے بنی آدم سے انکی پشتوں سے انکی ذریت کو اور اسکو انکے نفسوں پر گواہ گردانا آیا نہیں ہوں پروردگار تمہارا انہوں نے کہا ہاں ہم گواہی دیتے ہیں پس جب انہوں نے حق تعالیٰ کی ربوبیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اس عہد و میثاق کو ایک کاغذ پر لکھکر حجر اسود کے مونہہ میں ودیعت رکھا اور بہ تحقیق کہ ہیں اس سنگ اسود کے زبان اور دو آنکھیں اور دو ہونٹ کہ گواہی دیگا۔ اسکی جو اس کے پاس پہنچا اور اسکا استلام و تقبیل کیا اور وہ حق تعالیٰ کا امین ہے اس مکان میں۔ عمر نے یہ سنکر کہا لا ابقانی اللہ تعالیٰ بارض لست بہا یا ابا الحسن اے ابوالحسن حق تعالیٰ مجھکو اس ملک میں باقی نہ رکھے جسمیں کہ تم نہ ہو۔ **ابن ابی الحدید** معتزلی شرح نہج البلاغہ میں اس روایت کی نقل کے بعد لکھتا ہے کہ ہمنے عمر سے ایسی بہت سی باتیں دیکھی ہیں چنانچہ انہوں نے اس شجرۂ مبارکہ کو جسکے نیچے بیٹھکر رسول اللہ نے بیعت رضوان کا التزام کیا تھا کٹوا دیا رسول اللہ کی وفات کے بعد لوگ اس مبارک درخت کے پاس آتے اور اسکے سایہ میں آرام لیتے عمر نے پہلے لوگوں کو دہمکایا کہ کوئی اس کے پاس نہ جائے اسکے بعد حکم دیا کہ اسکو کاٹ ڈالیں۔ **دیگر** تاریخ ہجری کہ جس پر مسلمانوں کے حساب کتاب و داد و ستد وغیرہ تمام معاملات وجملہ کاروبار کا مدار ہے اور قیامت تک رہیگا۔ بالاتفاق حضرت امیرالمومنین کے ارشاد ہدایت بنیاد کے موافق قائم ہوئی۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ عامل بصرہ نے عمر کو لکھا کہ آپ کے خطوط آتے ہیں حالانکہ بعض انسے باعتبار مضامین بایکدیگر متضاد و متخالف ہوتے ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ متقدم کون ہے اور متاخر کونسا کہ ناسخ و منسوخ جانکر ٹھیک ٹھیک تعمیل کی جائے۔ لہذا اگر ہر حکم کے آخر تاریخ لکھدی جایا کرے تو یہ دقت رفع ہوجائے۔ بروایت محمد بن سیرین اہل مجلس سے کسی نے تقرر تاریخ کا التماس کیا عمر تاریخ کے نام تک سے واقف نہ تھے فرمانے لگے کہ تاریخ کیا چیز ہوتی ہے عرض کی وہ بڑے کام کی چیز ہے وثیقوں خطوں اور واقعات پیدائش و اموات وغیرہ میں اس کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے اہل عجم اس کا بڑا اعتبار کرتے ہیں۔ اس وقت سمجھے اور فرمایا کہ واقعی فائدہ مند شے ہے پس صحابہ کو جمع کرکے کمیٹی کی کہ ابتدائی تاریخ کس وقوعہ سے کرنی چاہئے۔

کسی نے ولادت حضرت رسالت پناہ کی صلاح دی کوئی بعثت آنحضرت کی رائے دیتا تھا آخرکار اسپر اعتراض کرتے تھے حضرت امیرالمومنین نے فرمایا کہ ہجرت آں جناب سے ابتدائی تاریخ مقرر ہو کیونکہ وہ حق و باطل میں فرق ہونے اور ظہور علیہ السلام و نزول شرع و احکام کا زمانہ ہے سب نے اسکو پسند کیا اور اسی پر تاریخ کی بنیاد رکھی گئی اور ماہ محرم کہ شہر حرام ہے اور لوگ اسمیں حج سے اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں ابتدائی سال کیلئے مقرر ہوا۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ عمر نے سولہویں سال ہجرت سے اپنی خلافت کے اڑہائی سال بعد علی علیہ السلام کی صلاح سے تاریخ ہجری لکھنی شروع کی۔ دیگر تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ جب ابوموسیٰ اشعری نے فارس و کرمان کو فتح کیا تو عمر خطاب کو نامہ لکھا عمر نے اس کے جواب میں لکھا کہ تیرا خط پہنچا مضمون معلوم ہوا جو فتح و نصرت عنایت الہی سے تجھکو حاصل ہوئی اور فارس و کرمان ہاتھ آئے اس پر خدا کا شکر ادا کیا گیا اور یہ جو لکھا ہے کہ میں یہ خط سرحد خراسان سے لکھتا ہوں ظاہرا تیرا ارادہ آگے بڑہنے اور خراسان پر چڑہائی کرنیکا ہے سو خبردار اسطرف کا عزم نہ کیجو بلکہ مقبوضہ شہروں پر حکمراں نصب کرکے واپس چلا آ اور بصرہ میں مقیم ہو کہ ہمکو خراسان سے اور خراسان کو ہمسے کچھہ سروکار نہیں کاش ہمارے اور خراسان کے بیچ میں لوہے کے پہاڑ اور آگ کے دریا ہوتے اور سد سکندر جیسی ہزار سدیں درمیان حائل ہوتیں کیونکہ وہ ایک ملک پُرشور و شر ہے اور وہاں کے باشندے حیلہ جو اور منافق ہیں حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا اے ابوحفص ایسا نہیں بلکہ خراسان میں بہت سی خوبیاں ہیں اس کی زمین پاکیزہ ہے اور چشمہ ہائے آب اسمیں جاری ہیں اور ایک شہر اسمیں ہے جسے ہرات کہتے ہیں سکندر ذوالقرنین نے اسے آباد کیا ہے۔ اور عزیر پیغمبر نے اس میں نماز پڑہی ہے اسکے ہر ایک دروازہ پر ایک فرشتہ شمشیر بکف کھڑا ہے کہ آفات و بلیات کو اس شہر اور اسکے گرد و نواح سے دور کرتا ہے اور دور کرتا رہے گا تا بروز قیامت اس شہر کو کوئی بزور نہیں لے سکتا اور نہ کبھی لے سکیگا اِلّا قائم آل محمد صلوات اللہ علیہ اور نیز خراسان میں ایک شہر خوارزم نام ہے وہ اسلام کی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے جو کوئی وہاں جاکر آباد ہو اسقدر ثواب اسکو ملے کہ گویا تلوار ہاتھ میں لیکر کفار پر جہاد کر رہا ہے پس خوشا حال اسکا جو خوارزم میں سکونت اختیار کرے اور عبادت خدا اور رکوع و سجود وہاں بجا لائے۔ اور خراسان میں ایک شہر بخارا ہے کہ وہاں کے باشندے کثرت ریاضت سے اپنے بدن کو مثل ادہوڑی کے زمین پر ملتے ہیں نیکی ہو اہل سمرقند پر کہ وہ عبادت و پرستش کا مقام ہے الا آخر میں برکت انپر غلبہ پائے گی اور وہ ترکوں کے ہاتھ پر ہلاک ہونگے۔ اور اہل شاش و فرغانہ کے حق میں حق تعالیٰ کی نیک تقدیرات ہیں خوشا حال اس کا جو اس مقام پر چند رکعت نماز بجا لائے اور شحاب میں جو مرے رتبہ شہادت پائے۔ بلخ ایک مرتبہ خراب ہو چکا ہے دوبارہ ویران ہوگا تو پھر کبھی آباد نہ ہوگا نیکی ہو اہل تالقان پر کہ وہاں حق تعالیٰ کے خزانے ہیں لیکن سونے چاندی کے نہیں بلکہ کچھہ مرد ہوں گے کہ حق تعالیٰ کو جیسا چاہیے پہچانیں گے۔ اور جب میرا فرزند مہدیؑ پیدا ہوگا تو وہ اسکے اصحاب سے ہونگے۔ اور ترمذ میں مومنین ہوں گے کہ سوائے رضائے حق سبحانہ تعالیٰ و دوستی محمد مصطفیٰ اور ان کے اہلبیت نجباء کے کوئی چیز انکے دلوں پر نہ گذرے گی۔ مگر وہ طاعون سے ہلاک ہونگے۔ اور سرخس میں زلزلہ عظیم آئے کہ اسکی ویرانی کا باعث ہو۔ اکثر باشندگان شہر اس کے خوف سے مرجائیں اور سیستان میں کچھہ لوگ

اوصاف خراسان از زبان امیرالمومنین

ہوں کہ قرآن پڑہیں لیکن قرآن انکے گلے سے نہ اترے یعنی دل پر اسکا ذرا اثر نہ ہو اور دین سے اس طرح نکل جائیں جیسا کہ تیر کمان
سے اور آخر زمانے میں ان پر ریگ برسے حتےٰ کہ اس کے سب جائیں سختی ہو فوبیخ پر کہ وہاں سے تیس دجال نکلیں گے کہ ہر ایک
انسے ایسا بیباک ہوگا کہ اگر تمام بندگان خدا اسکے ہاتھ پر قتل ہوں تو ذرا اندیشہ نہ کرے۔ لیکن نیشاپور کے باشندے رعد و برق سے ہلاک
ہونگے اور وہ شہر کمال رونق و آبادی کے بعد ایسا ویران ہوگا کہ پھر آباد نہ ہوگا اور گرگان کے لوگ سنگدل ہیں اور بدکار انمیں زیادہ بر خلاف
اسکے قومس میں نیکو کار بہت ہیں اور وہ اہل صلاح سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ اور دامغان پوری ترقی پر پہنچکر اجڑ جائیگا اور اہل سمنان ظہور
مہدی علیہ السلام تک تنگی سے زندگی بسر کرینگے۔ طبرستان میں مومن کم فاسق فاجر بہت ہوں دریا اس شہر کے نزدیک ہے اسلئے اسکے
پہاڑ اور میدان سب زرخیز ہیں شہر رے فتنہ و فساد کا مقام ہے آخر عہد میں دیلموں کے ہاتھ سے تباہ ہوگا اور دروازہ متصل بکوہ میں
بے انتہا خلق اللہ ماری جائیگی اور نیز اس دروازے پر آٹھ شخص بزرگان بنی ہاشم سے مارے پڑیں گے کہ ہر ایک انسے دعویدار
خلافت ہوگا اور ایک بزرگ ہمنام پیغمبر علیہ السلام کو چالیس روز محاصرے میں رکھکر قتل کریں گے اور سفیانی کے زمانے میں رہنے والونکو
سخت مصیبت پیش آئیگی اور قحط عظیم انمیں پڑیگا خلیفہ ثانی نے یہ حالات خراساں کے شہروں کے امیر المومنین سے سنے تو کہنے لگے
اے ابوالحسن تمنے مجھکو فتح خراساں کی رغبت دلائی حضرت نے فرمایا کہ ہرچند جو کچھ مینے بیان کیا اسمیں ذرا شک و شبہ نہیں الا چاہیئے کہ تو
اسکی فتح کا ارادہ نہ کرے۔ اس لئے مقدر یہ ہے کہ اسکی فتح کی ابتدا بنی امیہ سے ہو اور انتہا بنی ہاشم پر ہو۔ **مولف** کہتا ہے کہ بعض
ان شہروں میں سے کہ اس روایت میں مذکور ہیں مثل تالقان وغیرہ کے بعض اوقات مجمع اہل ایقان و مظہر انوار ایمان رہے ہیں چنانچہ
تفصیل اس کی مجالس المومنین وغیرہ کتب شیعہ میں مذکور ہے اور سب سے زیادہ جو فخر و فضیلت خراساں کو حاصل ہے بوجہ روضہ
منورہ امام ضامن ثامن علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہما کے ہے کہ لوگ اطراف و اکناف عالم سے اس بقعہ مبارکہ کی زیارت کو
آتے ہیں اور اجر و ثواب بیحساب پاتے ہیں۔ لیکن خلیفہ ثانی کی باتیں اکثر ایسی ہی ہوتی تھیں وہ اپنی بوالفضولی سے جس امر کے چاہتے
خلاف ہوجاتے اور مذمت کرنے لگتے تھے جیسے یہاں خراساں کی فتح سے پرلے سرے کی نفرت ظاہر فرمائی اور آرزو کی کہ کاش
ہمارے اور اسکے درمیان کوہ آہن اور دریائے آتش ہوتے ویسے ہی ایک اور دانائی کی بات آپ کی یہ تھی کہ وہ سفر دریا کے بالکل
خلاف تھے۔ حتےٰ کہ دریائی جہاد سے مسلمانوں کو قطعاً منع کردیا تھا یعنی جو فوائد کہ بحری سفر سے خلائق کو خاصکر مسلمانوں کو آپ کے
بعد پہنچے یا اس سے محض غافل و ذاہل تھے یا دیدہ و دانستہ انکو اس برکت سے محروم رکھنا چاہتے تھے گویا ترقی اسلام کو محدود بلکہ
مسدود کرنا چاہتے تھے ابن اثیر کامل میں لکھتا ہے فجعل عمر علی نفسہ ان لا یحمل فی البحر احدا ابدا یعنی فی الغزو یعنی عمر نے اپنے
دل میں ٹھان لیا تھا کہ وہ کسی کو دریا پر جہاد کے لئے سوار ہونے دینگے اور نیز انہوں نے حکم دیا تھا کہ جو کشتیاں مصر سے غلہ لاتی
ہیں وہ اصلاً تردد نہ کریں اور ظاہر یہ کیا کہ یہ امر شتربانوں کے جو کرایہ پر غلہ بھر کر لاتے ہیں نقصان کا باعث ہے۔ ابن اعثم کہتا ہے
کہ معاویہ نے کنار بحر پر پہنچکر عمر کو لکھا کہ جزیرہ قبرس کہ نہایت سرسبز و زرخیز ملک ہے اور نعمات گوناگوں سے مملو و مشحون ہے ہمے

اسقدر نزدیک ہے کہ صدائے مرغان وہاں سے سنتے ہیں اگر امیر المومنین اجازت دیں تو کشتیوں میں بیٹھکر اسکو فتح کرلیں یقین ہے کہ مثلاً غنیمت وہاں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئیگی عمر کو دریا کے نام سے عداوت تھی سنکر غوطے میں چلے گئے بڑی دیر میں سر ابھارا تو عمرو عاص کو کہ اسکندریہ مصر میں تھا یہ حال لکھا اور اس سے مشورہ طلب کیا عمر کو رشک ہوا کہ معاویہ میدان مارلیجائیگا جواب میں لکھا کہ امیر المومنین جو دریا میں سوار ہونے سے کراہت رکھتے ہیں بہت درست ہے وہ نہایت خوف وخطر کا مقام ہے جو کچھ کہ میں نے اسکے ہول وہیبت و تلاطم امواج کا مشاہدہ کیا ہے آپ دیکھتے تو اس سے زیادہ اسکو مکروہ جانتے جتنا کہ اب جانتے ہیں غرض پیشگاہ خلافت سے حکم ممانعت صادر ہوا۔ اور جزیرہ کی فتح برسوں پرچار ہی معاویہ کو فرمان ممانعت پہنچا تو کہا عمرو عاص کو گوارا نہ ہوا کہ یہ کام میرے ہاتھوں نکلے۔ اسلئے یہ صلاح دی اگر اسکو کہتے تو فوراً چلا جاتا۔ مورخ مذکور کہتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو معاویہ کا قول پہنچا تو فرمایا سچ کہتا ہے اگر ہم اسکو اجازت دیتے تو وہ کبھی نہ چوکتا۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ جب آپ کو عمرو کی دیانتداری یہانتک معلوم تھی تو اس سے صلاح ہی کیوں لی اور نیز جب جزیرۂ قبرس خشکی سے اتنا نزدیک تھا کہ جانوروں تک کی آوازیں وہانسے سنائی دیتی تھیں تو اس سے ڈرنے کی ہی کیا وجہ تھی اور سرے سے آپ کشتی میں سوار ہونے اور دریا میں سفر کرنے سے اسقدر کیوں گھبراتے تھے اسکا سبب کہیں یہ تو نہ تھا کہ سفینۂ اہلبیت سے کہ مثل کشتی نوح کشتیٔ نجات ہے اور من تخلف عنھا فقد غرق وھوی اس کی شان میں آیا تھا آپ نے تخلف کیا تھا۔ **اور نیز** ان حالات سے صحت قول شیعہ کہ فتح ممالک کسرے وقیصر بموجب ارشاد پیغمبر موعود من اللہ تھی ہوتی ہے اور ہونی ہی چاہیے تھی خلیفہ ثانی کا اس میں کچھ احسان نہیں۔ بخوبی ظاہر ہے کہ آپ اور الٹے ترقی اسلام کے سدراہ ہوتے تھے کبھی خراساں پر چڑھائی کے تصور سے ہراساں ہوتے کبھی دریائی سفر کے خوف سے جزیرہ قبرس پر لشکر کو نجانے دیتے تھے مگر جو کچھ منظور الہی تھا وہ ہوکر رہا خراساں بھی فتح ہوا اور جزیرہ قبرس پر بھی اسلام کا تسلط ہوگیا طرفہ یہ ہے کہ بقول اعثم کوفی حضرت عثمان بھی بتاسی خلیفہ ثانی اوّل اول دریائی جہاد کو تجویز کرتے تھے اور آخر میں معاویہ کے اصرار سے اسپر رضامند ہوئے تو اس شرط پر کہ وہ اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیجائے چنانچہ اس نے یہ شرط بھی قبول کی اور جاکر جزیرہ پر فتحیاب ہوا۔ **دیگر** بحار الانوار میں تہذیب الاخبار شیخ طوسیؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنینؑ اور عمر خطاب حمام میں داخل ہوئے عمر نے کہا بئس البیت الحمام یکثر فیہ العناء ویقل فیہ الحیاء کہ حمام بری جگہ ہے کہ زحمت اس میں زیادہ ہوتی ہے اور حیا کم حضرت نے فرمایا نعم البیت الحمام یذھب الاذیٰ ویذکر بالنار کہ اچھا مکان ہے حمام کہ مرض کو دفع کرتا ہے اور آتش جہنم کو یاد دلاتا ہے۔ **دیگر** حضرت امیر المومنین کا خلیفہ ثانی کو جنگ ہائے روم وایران کی شرکت سے باز رکھنا عظیم مصلحت وجزیل منفعت پر شامل تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بعض موقعوں پر جبکہ کفار نابکار ہجوم کرتے اور مسلمانوں پر کار دشوار ہوجاتا تو بعض اصحاب کی یہ صلاح ہوتی کہ خلافت پناہ برائے چندے دار الخلافہ کو خیرباد کہیں اور بہ نفس نفیس شریک معرکہ جہاد ہوکر جوہر مردانگی دکھائیں تاکہ ان کو دیکھکر مسلمانوں کا جوش دوبالا ہوجائے اور داد جہاد دیکر نصرت پائیں مگر حضرت کبیر نظر مصالح اس رائے کے خلاف ہوتے اور خلیفہ خود شریک معرکہ ہونا تجویز کرتے ایک مرتبہ جنگ یرموک میں جبکہ ماہان رومی بھاری جمعیت کے ساتھ

چڑھ آیا اور ابو عبیدہ نے بکمال تشویش واضطراب یہ حال خلافتمآب کو لکھکر مدد و معاونت طلب کی تو صلاح ہوئی کہ خلیفہ خود اس طرف متوجہ ہوں شیر خدا پر آپ کی دلیری و دلاوری کا حال بخوبی روشن تھا اور ان کی پائداری کو جنگ احد وغیرہ میں ملاحظہ فرما چکے تھے اس سے مانع آئے اور فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں نظر بخدا چاہیے جس جل شانہ نے جبکہ ہم قلیل تھے مظفر و منصور کیا ہے وہ اب بھی زندہ ہے تم خود لڑائی میں جاؤ گے تو مسلمانوں کی پشت پناہ جس کی طرف وہ بازگشت کریں باقی نہ رہے گی اس لئے بہتر ہے کہ کسی جنگ آزما پختہ کار کو اس طرف بھیجدو اور خود یہیں رہو اگر کام حسب دلخواہ انجام پایا تو بہتر ورنہ اور مدد یہاں سے جا سکتی ہے فائدہ کی بات تھی خلیفہ صاحب کے فوراً سمجھ میں آگئی اور شکریہ کے ساتھ قبول فرمائی اور بقول اعثم کوفی سوید بن صلامت انصار کو تین ہزار سپاہ کے ساتھ بھیجدیا گیا اور کام سب ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ علیٰ ہذا ہجرت کے اکیسویں برس عراق سے خبر آئی کہ اہل عجم پھر جمع ہوگئے ہیں حتیٰ کہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب انکی بھیڑ بھاڑ ہوگئی ہے عمر نے اصحاب کو جمع کرکے مشورہ کیا حضرت عثمان کی یہ رائے تھی کہ افواج شام و یمن طلب کیجائیں اور مکہ و مدینہ سے جسقدر آدمی بہم پہنچیں خلیفہ صاحب سب کو ساتھ لیکر خود عزم جہاد کریں آپ خاموش تھے امیرالمومنین نے فرمایا شام کی فوج آئیگی تو رومی دلیر ہو جائیں گے اور اکٹھے ہوکر مسلمانوں کے اہل وعیال و اسباب و اموال کو لوٹ لینگے پس ایسا وسیع ملک جو اسقدر عرق ریزی سے لیا ہے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ نیز یمن سے فوج منگانے میں اندیشہ ہے کہ اہل حبش کی رگ طمع جنبش میں آئے اور وہ یمانیوں کے ساتھ وہ سلوک کریں جو رومی شامیوں سے کرتے ایسا ہی حرمین کو بھی بالکل خالی کردینا قرین مصلحت نہیں اعراب بدوی کہ لوٹ مار کے عادی ہیں فوراً آپڑینگے پس مسلمانوں کی جان و مال و عزت و آبرو کی نگہداشت سب سے زیادہ ضرور ہے۔ علاوہ برایں اہل عجم خلیفہ کو ہیئت کذائی دیکھیں گے کہ اصل عرب و راس و رئیس اسلام یہی ہے اسے مارلیا تو تمام خرخشہ مٹ جائیگا۔ پس جہانتک انسے بنے گا جی توڑ کر لڑینگے اسلئے مصلحت یہ ہے کہ خلیفہ اصلاً یہاں سے حرکت نہ کرے۔ اور یہ بات کہ انکی تعداد زیادہ ہے اور ہماری کم سو ہم کبھی کثرت عدد پر نہیں لڑے بلکہ ہمارے محاربے فقط تائید الٰہی و امداد غیبی پر ہوئے ہیں سو اب بھی وہی جل شانہ مسلمانوں کی نصرت کریگا۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ بہت سے چھوٹے گروہ بڑے گروہوں پر باذن خدا غالب آئے ہیں پس بہتر ہے کہ تو اہل بصرہ کو لکھے کہ ایک حصہ انمیں سے اپنے اہل وعیال پر رہے ایک حصہ اس نواح کے ذمی کفار کی نگرانی رکھے کہ عہد شکنی کرکے اہل حرب کے نہ شامل ہوجائیں باقی کوفیوں کی امداد کو معرکہ جنگ میں جائیں علاوہ برایں یہاں سے جسقدر ممکن ہو ان کی مدد کیلئے سپاہ بھیجی جائے۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ خلیفہ ثانی شاہمرداں کی یہ باتیں سنکر شاد ہوگئے اور شدت سرور میں انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا بخدا سوگند میں بھی یہی چاہتا تھا۔ مگر منتظر تھا کہ اصحاب لباب سے کوئی اور بھی میرا ہم رائے ہو۔ ع المنۃ للہ کہ مقصود رسیدم انتہی۔ کیوں نہیں بیشک آپکا یہی مقصود تھا کہ گھر میں بیٹھے آرام سے مزے لوٹیں اور ذرا اپنے ہاتھ پاؤں کو تکلیف نہ دیں سو آپ کو یہ حاصل تھا۔ ایک عجیب حمایت دینی و مسلمانی و غریب حفاظت و نگہبانی خلیفہ ثانی کہ حضرت علی عمرانی سے بمنصبۂ ظہور و شہود جلوہ گر ہوئی وہ تھی جسکو صاحب کشف علی بن عیسیٰ الاربلی اور ابوالموید خوارزمی نے محمد بن خالد جہنی سے روایت کیا ہے کہ ایک روز عمر خطاب نے منبر پر

جا کر خطبہ کہا اور اس کے درمیان میں فرمایا۔ لو صرفناکم عما تعرفون الی ما تنکرون ما کنتم صانعین قال فارموا فقال
ذلک ثلاثا فقام علیہ السلام وقال اذا کنا نستتیبک فان تبت قبلناک فقال عمر وان لم قال نضرب
الذی فیہ عیناک فقال الحمد للہ الذی جعل فی ھذہ الامۃ من اذا اعوججنا اقام اودنا۔
اے امت محمد اگر ہم تمکو اس چیز سے جس کو تم پہچانتے ہو یعنی دین اسلام سے اس شے کی طرف پھیریں جسکے تم منکر ہو یعنی مسلمانی
سے ہٹا کر تمہارے اصلی کفر و بت پرستی کی طرف تمکو لیجائیں تو تم کیا کروگے۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ یہ عمیق سوال سنکر خاموش تھے حتی کہ
خلیفہ صاحب نے تین مرتبہ اسکو زبان مبارک سے ارشاد کیا اسوقت امیر المومنین نے (کہ گوشہ مسجد میں نماز پڑھتے تھے بیتاب ہوگئے اٹھے اور
فرمایا کہ ایسا ہو تو ہم تجھ سے توبہ کرائیں اگر توبہ کرے تو (چونکہ عمر اصلی مسلمان نہ تھے کافر سے مسلمان ہوئے تھے) تیری توبہ قبول کریں پس
عمر نے کہا اگر میں توبہ نہ کروں فرمایا اسوقت تیری گردن ماریں۔ جب حضرت سے یہ کلام سنا اور دیکھا کہ وہ حضرت حمایت دین ختم المرسلین
میں ویسے ہی مستعد و سرگرم ہیں جیسے کہ جنگ بدر و احد کے وقت تھے تو عمر اسکے تئیں اور طرف لیگئے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے
اس امت میں ایسے شخص کو مقرر کیا ہے کہ جب ہم راہ راست سے منحرف ہوں تو وہ ہماری کجیوں کو درست کرے اور ہمکو سیدھے راستے
پر لاوے۔ صاحب کشف الغمہ اس حدیث کے نقل کے بعد لکھتے ہیں وھذا عجیب وفیہ سر یظھر لمن تامّلہ کہ یہ عجیب سوال
وجواب ہے اور اسمیں ایک سر ہے کہ جو اسمیں تامل کرے اور سوچے اسپر ظاہر ہوگا۔ صاحب قطب شاہیہ جس سے مولف اوراق نے
حدیث مذکور نقل کی ہے کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ وہ سر یہی تھا کہ خلیفہ صاحب کو دین سے پھر جانیکی فکر تھی۔ اور اس میں رفقا چاہتے
تھے۔ لہذا یاروں سے استفسار کرتے تھے کہ کوئی موافقت کرتا ہے یا نہیں جب کسی سے جواب نہ سنا اور حضرت امیر نے جواب دیا
تو ایسا کچھ دیا تو اپنے آپ کو شکر وحمد پر لائے اور حاضرین کو راضی کرنے میں ساعی ہوئے۔

ذکر مواضعیکہ در آن خلیفہ ثانی با جناب علی عالی مصداق الحق مع علی مخالفت فرمودہ وارشاد باسداد آنحضرت را بسمع رضا اصغا ننمودہ

اب ہم ان امور کا ذکر کرتے ہیں جنہیں خلیفہ اپنی خلافت کے زمانے میں امیر المومنین نفس رسول رب العالمین کی مخالفت کے مرتکب
ہوئے۔ واضح رہے کہ خلافت پناہ کا یہ کہنا کہ واللہ ما نقطع امرا دونہ ولا نعمل شیئا حتی نستاذنہ کہ خدا کی قسم کہ ہم بغیر آنحضرت کے
کوئی امر طے نہیں کرتے اور کوئی کام نہیں کرتے جبتک کہ انسے اجازت نہیں لے لیتے کہ بیشتر بروایت راغب اصفہانی و ابن مردویہ سے
نقل ہوا ہرگز صحیح نہ تھا۔ کیونکہ جو باتیں انہوں نے دوران خلافت میں خلاف شروع کیں اور جسقدر بدعتیں دین میں جاری فرمائیں
مناسب قطعاً آنحضرت کے خلاف تھیں ہرچند ایسے امور بکثرت آپ سے سرزد ہوئے الا یہاں حسب حیثیت اس رسالہ کے تھوڑے
سے ذکر ہوتے ہیں۔ ازانجملہ ایک آپ کا برخلاف حکم خدا و رسول متعہ نساء و متعہ حج کو حرام کرنا ہے یہ مخالفت خلافت مآب
سے ایسی صریح وصاف واقع ہوئی ہے کہ خود آپ کی عبارت متعتان کانتا فی عھد رسول اللہ وانا احرمھما واعاقب علیھما

متعۃ النساء و متعۃ الحج کہ دو متعہ یعنی متعہ زنان و متعہ حج زمانہ رسولخدا میں تھے میں انکو حرام کرتا ہوں انکے کرنیوالے کو عذاب کرونگا
بہ ندائے بلند اسکی شہادت دیتی ہے۔ تاریخ الخلفا میں ہے وھو اول من حرم المتعۃ کہ عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعہ حرام کیا پس
کیا انہوں نے یہ مخالفت رسول اللہ بھی امیرالمومنین کی اجازت سے اور انسے پوچھکر کی تھی۔ صحیح ترمذی میں روایت کی ہے کہ کسی نے
عبداللہ بن عمر سے نکاح متعہ کی نسبت سوال کیا انہوں نے کہا حلال ہے سائل نے کہ اہل شام سے تھا کہا تمہارے باپ اسکو حرام کہتے تھے
کہا باپ حرام کہتے تھے اور رسول اللہ نے حلال فرمایا تو میں باپ کے کہنے سے رسول اللہ کے قول کو تو نہیں چھوڑ سکتا۔ پس جبکہ عمر کے
لخت جگر تک اس مسئلہ میں انکے ساتھ نہ رہے تو امیرالمومنین تو اسکو کیونکر گوارا کر سکتے تھے **واضح رہے** کہ امیرالمومنین و جملہ اہلبیت اطہار نے حلت
متعہ پر اجماع و اتفاق کیا ہے اور بزرگان صحابہ مثل عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ انصاری و عبداللہ بن مسعود و ابو سعید خدری
وغیرہ حلت متعہ کے برخلاف خلیفہ صاحب کے قائل تھے اور حضرت امیر علیہ السلام افسوس کرتے تھے کہ اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے
تو پھر کوئی شقی ہی زنا کرتا تو کرتا ورنہ کوئی نہ کرتا چنانچہ لولا ما نھی عمر عن المتعۃ ما زنیٰ الا شقیٌ آپ کا قول مشہور ہے اور تفسیر ثعلبی اور
تاریخ طبری میں مذکور اور بعض نے شقی بقاف کو شفی بفاء یکنقطہ پڑھا ہے یعنی بصورت عدم ممانعت عمر کوئی کمتر ہی زنا کرتا۔ ابن اثیر نہایہ
میں کہتا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے کہا متعہ نہ تھا مگر ایک رحمت خدا کی کہ حق تعالیٰ نے امت محمد پر اس سے رحم کیا تھا لولا نھیہ
عنھا ما احتاج الی الزنا الا شفا یعنی اگر عمر اس سے منع نہ کرتا تو کوئی زنا کا محتاج نہ ہوتا مگر قلیل و کمتر۔ اور اکثر کتب فقہ اہلسنت میں
ہے کہ امام مالک اباحت متعہ پر فتویٰ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ایک امر مشروع ہے جب تک کوئی ناسخ ظاہر نہ ہو۔ ویسا ہی مشروع رہیگا

منجملہ ان امور کے ایک بدعت تراویح ہے یعنی ماہ مبارک رمضان میں نماز نافلہ کو بجماعت کرانا حضرت عمر ہی کی ایجاد ہے تاریخ الخلفا
میں تعداد اولیات عمر میں لکھتے ہیں و اول من سنّ قیام شھر رمضان کہ خلیفہ ثانی اول ہیں جنہوں نے قیام شہر رمضان
کو سنت کیا۔ بخاری وغیرہ میں ہے کہ عمر ایک رات کو شبہائے رمضان سے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ نمازیں
پڑھ رہے ہیں فرمایا اچھا ہوتا اگر ملکر ایک قاری کے ساتھ بجماعت پڑھتے۔ پھر حکم دیا کہ ابی بن کعب نماز پڑھائے اور سب اس کے
ساتھ پڑھیں چنانچہ دوسرے روز جو مسجد میں گذر ہوا تو دیکھا کہ حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یعنی ابی بن کعب کھڑا تراویح پڑھا رہا ہے بہت
خوش ہوئے اور فرمایا نعمت البدعۃ التراویح کہ تراویح اچھی بدعت ہے۔ پس تراویح کا بدعت ہونا خود بقول عمر ثابت ہے۔
اور بدعات کے لئے جو کچھ شارع مقدس نے ارشاد فرمایا ہے ہر کوئی جانتا ہے مشہور ہے کہ فرمایا کل بدعۃ ضلالۃ و کل
ضلالۃ سبیلھا الی النار کہ ہر ایک بدعت ضلالت و گمراہی ہے اور تمام گمراہیوں کی راہ آتش دوزخ کی طرف ہے پس بموجب
اس حدیث کے بدعت تراویح کا راستہ بھی معہ اسکے عاملوں کے جہنم کی طرف ہوگا۔ طرفہ یہ کہ حضرات اہلسنت خود نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ
ثانی نے یہ نماز آپ نہیں پڑھی صرف اوروں ہی کو اسکے بجالانے کا حکم دیا ہے اسپر ان کو اس بلا کا اہتمام ہے اگر خود بتکلیف مسجد
میں آنے اور جماعت کرانے کی گوارا فرماتے تو نہ معلوم یہ لوگ کیا کچھ کرتے۔ ملا علی قاری شرح موطا میں حدیث مذکور کے فقرۂ

بدعت تراویح

ثم خرج لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوٰۃ قارئھم کہ عمر دوسری شب مسجد میں آئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری (امام) کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کی شرح میں لکھتا ہے وھو صریح فی ان عمر کان لا یصلی بھم لانہ کان یری ان الصلوٰۃ فی بیتہ ولا سیما فی اخر اللیل افضل کہ اس سے صریح ظاہر ہے کہ عمر خود ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک نماز کو گھر میں پڑھنا خاصکر آخر شب میں بجالانا افضل تھا۔ **بہرکیف** حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے عہد خلافت میں اس بدعت کے مٹانے میں بہت سعی کی مگر عمریوں کی کثرت وقوت سے کارگر نہ ہوئی اور بدعت تراویح بدستور جاری رہی چنانچہ جلد حالات خلافت ظاہری میں اسکا ذکر گزرا۔ **منجملہ** اس کے خلافت پناہ نے حکم طلاق میں خدا ورسول کے خلاف عظیم تبدیلی اپنی طرف سے کی تفصیل اسکی یہ ہے کہ طلاق بموجب آیہ وافی ہدایہ الطلاق مرتان دو مرتبہ ہے یعنی دو مرتبہ ایک طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے ہاں تیسری طلاق پر عورت مرد طلاق دہندہ پر حرام ہوجاتی ہے اور پھر حلال نہیں ہوتی حتی تنکح زوجاً غیرہ تا اینکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے یعنی نکاح کرکے جبتک طلاق وغیرہ سے اس سے جدا نہ ہو تب تک شوہر اول پر حلال نہ ہوگی۔ حضرت خلیفہ ثانی نے دو مرتبہ تک جواز رجوع کی سہولت کو مسلمانوں سے اٹھا کر صرف تین طلاق زبان سے کہہ لینے کو تین مرتبہ جدا جدا طلاق دینے کے قائم مقام گردانا گو وہ تینوں ایک ہی مجلس میں دئیے ہوں اور گو ایک ہی مرتبہ لفظ تین طلاق زبان سے کہا ہو پس اس پر حتی تنکح زوجاً غیرہ کا حکم عائد کرکے مرد طلاق دہندہ پر اسکی زوجہ کو حرام گردانا۔ صحیح مسلم وسنن ابو داؤد وغیرہ صحاح اہلسنت میں مروی ہے کہ زمانہ رسولخدا وابوبکر ودو سال اول خلافت عمر تک یہ قاعدہ تھا کہ تین طلاق کو ایک گنتے تھے پس جو شخص تین طلاق بغیر درمیان میں رجوع کرنیکے دیتا وہ ایک ہی طلاق اعتبار ہوتا۔ مگر عمر نے کہا ان الناس استعجلوا فی امر کانت لھم فیہ اناۃ فلو امضیناہ علیھم کہ لوگ جلدی کرتے ہیں اس امر میں کہ ان کے لئے درنگ وتوقف تھا پس بہتر ہے کہ ہم اسکو انپر جاری کریں یعنی ان کے تین طلاق کو ہرچند کہ مجلس واحد میں ہوں تین شمار کرکے ان کی ازواج کو انپر حرام کریں فامضاہ پس انہوں نے اس حکم کو جاری کردیا گیا معنی کہ خدا ورسول نے یہ حکم کہ جب تک دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع ہو تب تک تیسرا طلاق موجب حرمت نہ ہوگا بن سوچے سمجھے دیا تھا کہ آپ کو اسمیں اصلاح کی ضرورت ہوئی بالجملہ بہت لوگوں نے عمر کی اس سینہ زوری کو نہیں مانا اور وہ ویسے ہی حکم شرع پر قائم رہے کہ انسے تین طلاق کو طلاق واحد گنتے تھے ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں کہتے ہیں کہ علی وعبداللہ مسعود وعبدالرحمن عوف وزبیر کا یہی مذہب تھا اور مشائخ قرطبہ مثل محمد بن تقی بن مخلد ومحمد بن عبدالسلام حسنی وغیرہ اس پر فتوے دیتے تھے اور ابن منذر نے اصحاب بن عباس عطا وطاؤس وعمر بن دینار سے اسے نقل کیا ہے اور احمد بن حنبل نے تصریح کی ہے کہ محمد بن اسحاق کا یہ مذہب تھا اور طاؤس وعکرمہ اس کے قائل تھے۔ اور لکھا ہے کہ ابن عباس اس مذہب پر حدیث ابو رکانہ سے سند لاتے تھے کہ اس نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دئیے تھے اور ملول تھا کہ مبادا زوجہ سے ہاتھ دہوئے حضرت رسولخدا نے اس سے پوچھا کہ تونے کسطرح طلاق دئیے آیا مجلس واحد میں تو نہیں دئیے کہا ہاں یا رسول اللہ مجلس واحد ہی میں دئیے ہیں فرمایا تو یہ ایک طلاق ہوا اگر تو چاہے تو اپنی زوجہ کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔ **ازانجملہ** خلافت پناہ نے ایک

اور اصلاح شرع میں یہ کی کہ حکم دیا جو کنیز اپنے آقا سے بچہ جنے وہ کنیز کنیز نہ رہے آزاد ہو جائے بلکہ اگر حاملہ ہو اور وہ حمل گر بھی جائے تب بھی مالک اسکو فروخت نہیں کر سکتا یہ حکم بموجب روایات کثیرہ سنیہ شارع مقدس کے خلاف تھا اور نیز حضرت ابوبکر کے بھی جنکے زمانہ میں کنیزان ذات الولد برابر فروخت ہوتی تھیں بلکہ حضرت عمر کے عہد میں بھی ابتدا ابتدا میں یہ عمل جاری رہا۔ **کنز العمال** میں زید بن وہب سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا بائع عمر امہات الاولاد ثم رجع کہ عمر اول اول بیع ام ولد کے قائل تھے بعد ازاں انہوں نے اس مسئلہ سے رجوع کیا مشکوۃ میں سنن داؤد سے نقل کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ اور ابوبکر دونوں کے زمانہ میں کنیزان ذات الولد کو فروخت کرتے تھے حتیٰ کہ عمر نے اپنے عہد خلافت میں اس سے منع کیا پس باز رہے۔ **تاریخ الخلفا** میں اولیات (بدعات) عمر میں لکھتے ہیں واول من منع عن بیع امہات الاولاد کہ وہ یعنی حضرت عمر پہلے ہیں جنہوں نے بچے والی لونڈیوں کے بیچنے سے ممانعت کی پس کیا یہ ترمیم شریعت بھی آپ نے حضرت امیرؑ کے اذن و اجازت سے فرمائی تھی۔ نیز کنز العمال میں ہے کہ عبداللہ بن فارط نے چار ہزار درہم کو ایک لونڈی خرید کی جو اپنے مالک سے حاملہ تھی۔ اس کا حمل ساقط ہوا تو عمر نے ابن فارط کو کہ آپ کے دوستوں میں سے تھا اسکے خریدنے پر بہت سرزنش کیا اور مالک فروشندہ کنیزک کی تازیانہ سے خبر لی۔ کہ کس لئے تم ان کو بیچتے ہو اور ان کی قیمتیں کھاتے ہو جبکہ تمہارے گوشت و خون ان کے گوشت و خون کے ساتھ مل چکے ہیں۔ سبحان اللہ یہ نکتہ خدا و رسول پر پوشیدہ تھا۔ اور وہ نہ جانتے تھے کہ جب گوشت و خون شامل ہو گیا تو پھر بیچنا سزاوار نہیں کہ بیع امہات اولاد سے قطعاً ممانعت نہ فرمائی۔ اب حضرت امیر علیہ السلام کی کیفیت سنئے جن سے پوچھکر خلیفہ صاحب بقول خود تمام کاروبار کرتے تھے اسی کنز العمال میں ہے۔ عن علی ان شاء اعتق الرجل ام ولدہ وجعل عتقھا مھرھا کہ اگر کوئی مرد چاہے کہ اولاد والی کنیز کو آزاد کرکے اس کی آزادی کو اسکا مہر قرار دے تو ایسا کر سکتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کے نزدیک ام ولد از خود آزاد نہیں ہو جاتی تھی۔ نیز کنز العمال میں حکم بن عیینہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ علی علیہ السلام نے ام ولد کے مقدمہ میں عمر خطاب سے مخالفت کی کہ وہ بمجرد بچہ جننے کے آزاد نہیں ہوتی۔ اور شاہ عبدالعزیز باب امامت تحفہ میں کہتے ہیں کہ علیؑ در زمانہ خلیفہ ثانی و خلیفہ ثالث در مقدمہ بیع امہات اولاد و حج تمتع و دیگر مسائل مناظرہ فرمودہ و از جانبین نوبت بعنف و خشونت رسیدہ انتہی۔ بلکہ کتب اہلسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے امیر المومنین کے دیگر بزرگان اصحاب مثل ابوبکر ابن عباس و ابن مسعود و زید بن ثابت و عبداللہ زبیر وغیرہ کا یہی مذہب تھا کہ بیع امہات اولاد پر مثل دیگر کنیزوں کے فتوے دیتے تھے۔ مگر عمر کسی کی نہیں سنتے تھے اور انہوں نے اس مسئلہ میں ایسا غلو کیا تھا کہ جو ایسی کنیزیں فروخت ہو کر دور کے شہروں میں چلی گئی تھیں ان کو واپس منگایا اور ان کی قیمتیں ان کے مالکوں سے واپس دلوائیں۔ **ازانجملہ** حرم کعبہ کے اندر خلافت پناہ نے یہ تصرف کیا کہ مقام ابراہیم کو اس کے مقام سے اٹھوا کر وہاں رکھوا دیا جہاں کہ ایام جاہلیت میں رکھا تھا مقام مذکور ایک سنگ بزرگ ہے جسپر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم خلیل نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا ہے وہ سنگ اس وقت آنحضرت کے اعجاز سے بقدر ضرورت پست و بلند ہو جاتا تھا چنانچہ اس میں پائے مبارک ابراہیمؑ کے نشان ابتک موجود ہیں اور اسکے نزدیک

کھڑے ہو کر نماز بجالانا ارکان حج میں داخل ہے۔ چونکہ تعمیر خانہ کعبہ میں وہ سنگ پاڑ کا کام دیتا تھا اسلئے ظاہر ہے کہ اسکا اصلی مقام متصل بدیوار کعبہ تھا لیکن کفار قریش نے ایام جاہلیت میں براہ جہالت وہاں سے اٹھا کر فاصلہ سے رکھدیا تھا حضرت رسولخدا نے مکہ فتح کیا تو اسکو پھر اسکی اصلی جگہ رکھوایا چنانچہ عمر کے زمانہ تک وہیں تھا آپ نے سنت کفر کو پھر تازہ کیا اور مقام کو اسی مقام پر رکھوا دیا جہاں مشرکوں نے رکھ چھوڑا تھا سُنی فخریہ اسکا ذکر کرتے ہیں۔ تاریخ الخلفا میں اسکو بھی اولیات عمر میں شمار کیا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین میں کہتے ہیں کہ عمر سال اول خلافت حج کو گئے تو پوچھا کہ جاہلیت میں یہ مقام کہاں رکھا تھا۔ ایک منافق نے کہا میں نے تسمہ سے اسکا اندازہ لگا رکھا ہے اور وہ تسمہ میرے پاس موجود ہے عمر نے اسکو منگایا اور خود ناپ تول کر فاصلہ ٹھیک کیا اور مقام کو عین اسی جگہ رکھوا دیا جہاں سے رسول اللہ نے اٹھوایا تھا چنانچہ اب تک اسی جا پر ہے اور وہیں رہیگا جب تک کہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام پھر اسکو اصلی جگہ پر نہ پہنچائیں پھر کہتے ہیں کہ قصہ مقام ابراہیم کے آنیوالے کا مشہورات متواترہ سے ہے اور اسکی جگہ اب کبوتر رکھتے ہیں اور اسکو مقام جبرئیل کہتے ہیں بعد ازاں صاحب کشاف اور ابن ابی الحدید کی عبارتیں اسکے استشہاد میں نقل کر کے کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ واضح وصریح معاندہ رسولخدا کے ساتھ اور کیا ہو گا کہ آنحضرت کی سنت کو دیدہ و دانستہ برطرف کر کے بدعت کفر و جاہلیت کا احیا کیا جائے۔ **ازانجملہ** یہ کہ چونکہ حضرت رسولؐ خدا و امیرالمومنینؑ کو کہتے سنا تھا کہ ہمارے دوست و انصار اہل عجم سے ہونگے اسلئے انسے عداوت رکھتے تھے حتیٰ کہ احکام اسلام ان پر جاری نہ ہونے دیتے تھے امر کیا تھا کہ قریش عرب و عجم سے دختر لیں اور عرب عجم سے لیں مگر قریش عرب و عجم سے کسی کو بیٹی نہ دیں اور عرب عجم کو نہ دیں حالانکہ بموجب ارشاد نبوی تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں اور صاحب جامع الاصول نے موطا مالک سے نقل کیا ہے کہ عمر نے منع کیا تھا کہ عرب کی میراث عجم کو نہ دیجائے الا اس عجم کو جو عرب میں پیدا ہوا ہو یہ بلا تشبیہ ایسی ہی صورت ہے جیسی کہ آجکل انگریزوں نے فاتح و مفتوح کا فرق کر کے یوروپ زادہ کے ہندوستانیوں کے مقابلہ میں کچھ خاص خاص حقوق مقرر کر رکھے ہیں و راخوت اسلام کے اور احکام میراث کے جو قرآن میں نازل ہوئے ہیں برخلاف ہے **ازانجملہ** تقسیم فرائض میں عول کا اختراع کرنا یعنی ترکے کو حسب زیادتی سہام بڑھا کر تمام ورثا کو نقصان پہنچانا باوجودیکہ بموجب شرع نقصان صرف بنات و اخوات وغیرہ پر پڑتا ہے جسکے دو سہم فرائض میں مقرر نہیں مثلاً کوئی عورت مرے اور شوہر و مادر و خواہر تنین شخص وارث چھوڑے تو شوہر اپنا مفروض حصۂ شوہری ایک نصف لیگا اور مادر کو ایک ثلث بلا کم و کاست پہنچیگا کمی خواہر پر ہوگی کہ ان کو بجائے نصف کے بقیہ ترکہ یعنی چھٹا حصہ اصل کا ملیگا کیونکہ شوہر کے نہ ہونے میں زیادتی تھی اسی کو ملتی کہ دو ثلث پاتی یہی ہے مذہب علما را مامیہ کا اس مسئلہ میں مگر حضرت خلیفہ ثانی نے زید بن ثابت وغیرہ اپنے مشیروں کے مشورہ سے عول ایجاد کیا۔ مثلاً صورت مذکورہ میں بجائے اس کے کہ چھ سے تقسیم کریں آٹھ سہم کر کے نصف چھ کا یعنی تین سہم شوہر کو اور ثلث اسکا یعنی دو سہم مادر کو اور باقی کہ تین سہم رہے انکو نصف سمجھکر خواہر کو دیدئے گویا اپنے نزدیک ایک شے میں سے دو نصف اور ایک ثلث نکال دیا۔ کنز العمال میں ہے کہ عبداللہ بن عباس اس تقسیم کے اسقدر برخلاف تھے کہ اسکے قائلوں کے ساتھ مباہلہ کرنیکو تیار تھے اور کہتے تھے کہ خدائے کریم کہ بیابان عالج کے ریگ کی تعداد

جانتا ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اتنی بات کو نہ جانے کہ ایک شے میں سے نصف اور نصف اور ثلث نہیں نکل سکتے جب دو نصف نکل گئے تو پھر ثلث کہاں رہا۔ علی ہذا نماز جنازہ میں خلافت مآب نے پانچ تکبیر سے ایک کم کر کے چار مقرر کی تاریخ الخلفا میں ہے وھو اول من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنائز علی اربع تکبیرات کہ عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو نماز جنازے میں چار تکبیروں پر جمع کیا۔ اسیطرح فصول اذان میں آپ نے یہ کتر بیونت کی کہ ایک فصل حی علی خیر العمل یہ کہکر نکالدی کہ لوگ نماز کو خیر عمل جانینگے تو جہاد کو چھوڑ بیٹھیں گے اور بجائے اسکے اذان صبح میں ایک کلمہ الصلوٰۃ خیر من النوم مختل المعنے اپنی طرف سے بڑہا دیا۔ بھلا خواب صبح میں کونسی دینی خوبی تھی کہ نماز کو اس سے خوب تر کہا اور نماز صرف خواب صبح سے بہتر ہوئی تو یہ کیا اسکی مدح و منقبت ٹھہری۔ غرض ایسی ہی لو ایجاد باتیں (بدعتیں) ہیں جنکی طرف اشارہ کر کے حضرت امیرؑ مکرر فرماتے تھے لوقد استوت قدمای فی هذه المداحض لغیرت اشیاء کہ اگر میرے دو قدم ان لغزش گاہوں میں قرار پکڑتے تو میں بہت سی باتوں کو بدل ڈالتا۔ **کتب خانہ مصر** ایک اور عظیم نادانی کا کام جو خلافت پناہ سے حضرت نفس رسول صلوات اللہ علیہ کے برخلاف سرزد ہوا یہ تھا کہ آپ نے اسکندریہ مصر کا بہت بڑا کتب خانہ کہ علوم قدیم کا بے بہا ذخیرہ تھا یک لخت جلوا دیا۔ اس زمانہ میں کہ ملک فرنگستان میں حکمت و فلسفہ کا چرچا کمال کو پہنچا تو نصاریٰ وہاں کے باشندے اس کتب خانہ کو یاد کر کے اسکے تلف ہو جانے پر اندوہ و ملال کرتے ہیں اور خلیفہ صاحب کی اس حرکت پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ عقل و علم سے کورے تھے نہیں تو کتابوں کو کیوں جلواتے۔ ہمارے سنی بھائی خصوصاً نیچری جب انکے مقابلے میں عمر کے اس فعل کی کوئی توجیہ و تاویل نہیں کر سکے تو اصل قصئے سے انکار کرنے لگے ہیں مگر ان کا یہ انکار کسی نادان کے آگے چل سکتا تھا فرنگیوں کے پاس مسلمانوں کی تاریخیں اسقدر ہیں کہ شاید خود مسلمانوں کے پاس بھی نہ ہوں گی۔ اس قصے سے انکار کرنیوالے اسکو ان کتب سے کیونکر نکالدینگے۔ صاحب تاریخ الفی نے کتاب طبقات الامم قاضی ساعد اندلسی سے نقل کیا ہے کہ عمر کے زمانہ میں ملک مصر عمرو عاص کے ہاتھ پر فتح ہوا تو مشہور حکیم یحییٰ نام کہ زمانہ نصرانیت میں غرماطیغوس کے نام سے معروف تھا عمرو عاص کے پاس آیا۔ عمرو نے اسکی بہت آؤ بھگت کی اور اس کی صحبت سے محظوظ ہوتا تھا پس یحییٰ کا مرتبہ عمرو عاص کے نزدیک دن بدن بڑہنے اور بلند ہونے لگا کس لئے کہ وہ با وصف حکیم متبحر ہونیکے خوش صحبت اور ادب داں بھی تھا چونکہ عرب میں حکیم کم ہوتے تھے اسکی حکمت آمیز باتوں پر فریفتہ ہو گیا پس اسکے نزدیک اسکا تقرب راسخ اور اسکی صحبت مستحکم ہو گئی تو ایک روز اس نے بڑے بھروسے سے کہا اے امیر مصر و اسکندریہ کے نفائس غنائم سونا چاندی جواہرات وغیرہ پر تم قابض ہوئے مجھکو اس میں ذرا طمع نہیں ایک چیز باقی ہے کہ تمہارے کام کی نہیں نہ تمہاری سپاہ کی نظر میں کچھ قدر و قیمت رکھتی ہے اور ہم اس کے حاجتمند ہیں اگر اسکو ہمارے لئے چھوڑ دو تو کمال عنایت ہے عمرو عاص نے کہا وہ کیا چیز ہے یحییٰ نے کہا وہ حکمت کی کتابیں ہیں کہ یہاں کے بادشاہوں کے خزانے میں جمع تھیں از بسکہ وہ علوم حکمیہ کے پڑہنے پڑہانے اور شائع کرنے اور پھیلانے میں خاص اہتمام رکھتے تھے انکی بہت نگہداشت کرتے تھے۔ عمرو عاص نے کہا ہر چند یہ کتابیں ہمارے کار آمد نہیں۔ الا امیر المومنین عمر خطاب سے اجازت حاصل کئے بغیر میں تجھکو ان میں تصرف کرنیکی اجازت نہیں دے سکتا اتنا صبر کر کہ وہاں لکھکر

اجازت منگالوں پس عمرو عاص نے حقیقت حال مدینہ کو لکھی حضرت فاروق نے جواب میں لکھا کہ جو کچھ تو نے کتابوں کے بارے میں کہ اس ملک کے بادشاہوں کے خزانے میں تھیں لکھا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ انکو جمع کرکے تمام کو جلوا دے اس لئے کہ اگر جو کچھ انمیں لکھا ہے قرآن کے موافق ہے تو قرآن اس کیلئے کافی ہے اور انکی احتیاج نہیں اور جو انکا مضمون خلاف قرآن ہے تو انکا جلا دینا واجب ہے، امیر المومنین علیؑ نے یہ سنا تو عمر کو منع کیا اور کہا کہ انکا مضمون قرآن کے مطابق ہے الاَّ قرآن مجمل ہے اور ہر شخص ان مضامین کو اس سے استنباط نہیں کر سکتا اور بالفرض قرآن کے خلاف بھی ہوں تب بھی انکا جلانا روا نہیں اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ شرائع و لوامیس سابقہ پر مشتمل ہوں اور پہلی شریعتوں کا جلوانا کسی صورت میں جائز نہیں مگر فاروق پر اس سے ذرا اثر نہ ہوا۔ ادھر عمرو عاص کو عمر کا فرمان پہنچا تو اس نے مصر اور اس کے گرد و نواح سے تمام کتابیں جمع کرا کر اس ملک کے حماموں پر تقسیم کر دیں کہ بجائے گھاس پھونس کے جلا کر انسے پانی گرم کریں یحیی یہ درخواست کر کے بہت پشیمان ہوا مگر کچھ فائدہ نہ تھا۔ **حقیر مترجم** کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو کتب عقل و حکمت کے ساتھ کچھ خاص عداوت تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انکو دیکھے یا انکا وجود روئے زمین پر رہے۔ روضۃ الاحباب میں ایک اور قصہ اسی قسم کا لکھا ہے کہ ایک شخص نے عمر سے کہا کہ مدائن فتح ہوا تو ہمکو وہاں سے ایک کتاب ہاتھ آئی جسمیں بہت سی خوب مرغوب باتیں کہ باعث طمانیت قلب ہوں درج تھیں آپنے کہا وہ باتیں کتاب اللہ سے مستند تھیں کہا نہیں تو خلافت مآب نے اس شخص کی دُرّہ سے خبر لی کہ کس لئے اس کتاب کو دیکھا پھر کچھ آیتیں فضیلت قرآن میں پڑھیں گو یا وہ قرآن کا منکر تھا۔ بعد ازاں فرمایا کہ پہلی امتیں کتب حکماء کو دیکھکر اور اسقفوں کی باتیں سنکر ہلاک ہوئیں اور احکام توریت و انجیل کو چھوڑ بیٹھیں ہم کہتے ہیں کہ احکام توریت و انجیل کو چھوڑا نہیں بلکہ انمیں تحریف و تبدیل کی سو یہ انکی اپنی نفسانی شرارت و خیانت تھی یا شیطانی وساوس کتب حکمت کا اسمیں کیا قصور حکمت بموجب آیہ وافی ہدایہ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا كَثِیۡرًا موجب خیر و برکت ہے اور ہرگز کتب آسمانی کے خلاف نہیں بلکہ انپر متفرع اور انکے اجمال کی تفصیل ہے جیسا کہ حضرت باب مدینہ علم نبی نے ارشاد کیا پس مسلمانوں کو چاہئے کہ مضامین حکمیہ کو کتاب اللہ سے مطابقت بخشیں نہ کہ سرے سے اسکو چھوڑ بیٹھیں اور ڈریں کہ ان کتابوں کو دیکھیں گے تو عقائد مختل ہو جائینگے ایسا کہنا بودے پن کی دلیل ہے۔ **دفع حدّ زناء از مغیرہ بن شعبہ** اگر خلیفہ اول نے خالد ولید کی خاص رعایت کر کے حدّ زنا وغیرہ اسپر جاری نہیں کی تو خلیفہ ثانی نے بھی اپنے عہد حکومت میں یہ رعایت مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ استعمال کی ہے۔ تفاوت اتنا ہے کہ ابوبکر نے صاف کہدیا تھا کہ خالد ہمارے کام کا آدمی ہے ہم اُسے قتل نہیں کرینگے اور عمر وغیرہ کے شور مچانے کی پروا نہیں کی عمر کا ہر ایک فعل تہ دار ہوتا تھا وہ ثبوت جرم مغیرہ ہی میں سدراہ ہوئے اور گواہوں کو ذرا دھمکا سکھا و سمجھا کر تکمیل شہادت زنا نہ ہونے دی۔ لکھا ہے کہ یہ مغیرہ زمانہ جاہلیت میں انتہا درجہ کا زانی تھا اسلام میں داخل ہوا تو چار ناچار اس کے قیود میں جکڑا گیا تاہم اسمیں اس خصلت زبوں کا بقیہ رہگیا تھا جو حکومت بصرہ کے دنوں میں اس سے ظاہر ہوا ابن ابی الحدید نے اقرار کیا ہے کہ وہ جاہلیت کا ایک مشہور زنا کار تھا اور اپنے اصحاب اہل بغداد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا جسکا اسلام یہ ہو کہ بخوف و مصلحۃ مسلمان ہوا ہو اور خاتمہ یہ کہ منبروں پر چڑھکر امیر المومنین علیؑ کی سب کرے اور مرتے دم تک اس بدکاری سے باز نہ آئے اور وسط عمر میں مشغول زنا رہے

اور خواہشات شکم و فرج کے پورا کرنے اور فساق و فجار کی اعانت میں مصروف ہوا اور نافرمانی خدا میں عمر بسر کرے ہم ایسے شخص کو کسلیے دوست رکھیں اور کیوں اسکا فسق و فجور جہان پر ظاہر نہ کریں۔ غرض مغیرہ عامل عمر ہو کر بصرہ میں گیا تو وہاں ایک عورت مسماۃ اقطار سے کہ نبی ہلال سے تھی اور ام جمیل کنیت کرتی تھی اسکی آشنائی ہوگئی وہ خفیہ اسکے مکان پر جاتا اہل بصرہ کو یہ حال معلوم ہوا تو انکو سخت ناگوار ہوا طبری کہتا ہے کہ مغیرہ و ابوبکر کے مکان پاس پاس تھے صرف ایک راستہ درمیان تھا دونو مکانوں میں ایک کھڑکی مقابل یکدیگر واقعہ تھی ایک روز ابوبکر اپنے مکان میں بیٹھا اپنے اصحاب سے باتیں کر رہا تھا کہ ہوا سے کواڑ کھڑکی کا کھل گیا اور وہ اسکے بند کرنیکو اٹھا تو اسکی نظر مقابل کی کھڑکی پر کہ اسکے کواڑ بھی ہوا سے کھل گئے تھے جا پڑی کیا دیکھتا ہے کہ مغیرہ ام جمیل پر چڑھا ہوا اس سے زنا کر رہا ہے آہستہ سے اپنے سب اصحاب کو بلایا کہ دیکھو سب نے دونوں کو اس حال میں دیکھا فارغ ہو کر اٹھی تو پہچانا کہ ام جمیل ہے پس مغیرہ نے مسجد میں جا کر چاہا کہ بدستور نماز پڑھائے ابوبکر نے منع کیا کہ ہم تیرے ساتھ نہ پڑھیں گے اور یہ تمام حال عمر کو لکھ بھیجا خلافت پناہ نے ابو موسیٰ اشعری کو اسکی جگہ بھیجکر مغیرہ کو معہ شہود کے مدینہ بلوایا۔ واقدی کہتا ہے کہ مغیرہ روانہ مدینہ ہوا تو اس نے راہ میں ایک عورت کے ساتھ بنی مرہ سے جماع کیا۔ عمر کے سامنے گیا تو اس نے کہا انک لفارغ القلب شدید الشبق طویل العزمول یعنی تو بہت بے پرواہ ہے اور شہوت جماع از حد رکھتا ہے اور عزمول تیرا دراز ہے۔ پس مجلس قضا مرتب ہوئی تو پہلے ابوبکر پیش ہوا خلافت پناہ نے اس سے پوچھا کیا گواہی دیتا ہے۔ کہا مینے مغیرہ کو اس کے دورانوں کے درمیان دیکھا ہے گویا دیکھ رہا ہوں کہ چیچک کے داغ عورت کی ران پر نمایاں ہیں مغیرہ نے کہا نظر دقیق و لطیف کی تو نے ابوبکر نے کہا ہاں تیری فضیحت و رسوائی کا پورا ثبوت دونگا عمر نے کہا لا واللہ جبتک کہ گواہی نہ دے کہ مثل سلائی کے سرمہ دانی میں داخل ہوتے اور نکلتے دیکھا ہے تب تک شہادت پوری نہ ہوگی ابوبکر نے کہا مینے ایسا ہی دیکھا ہے اور اسی پر شہادت دیتا ہوں۔ ابو الفرج اصفہانی کتاب آغانی میں کہتا ہے کہ اسوقت رنگ روئے عمر متغیر ہوگیا اور حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ذھب ربعک یا مغیرہ اے مغیرہ چوتھائی ایمان تیرا گیا اور ہلاک ہوا پس نافع گواہ دوم طلب ہوا اس نے کہا میری گواہی بھی مثل ابوبکر کی گواہی کے ہے عمر نے کہا لا حتی تشھد انک رایتہ یلج فیھا ولوج المرود فی المکحلۃ نہیں جب تک گواہی نہ دے کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ سلائی کیطرح سرمہ دان میں اسکو داخل کرتا تھا اس وقت تک کچھ فائدہ نہیں اس نے کہا میں یہی گواہی دیتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہے کہ پر سو فار تک اسمیں داخل ہوگیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس سے اثر عظیم عمر میں ہوا امیر المومنین نے فرمایا ذھب نصفک کہ اے مغیرہ تیرا نصف ایمان گیا گذرا پس تیسرا گواہ آیا اور وہ شبل بن معبد تھا اس نے بھی ویسی ہی گواہی دی آپ نے فرمایا تین ربع مغیرہ کے گئے۔ اور رنگ روئے عمر اسوقت ایسا ہوگیا گویا خاکستر اسپر ملا ہے گواہ چہارم زیاد بن ابیہ تھا کہ ہنوز داخل مدینہ نہ ہوا تھا مغیرہ روتا تھا اور مہاجرین سے استغاثہ کرتا تھا کہ اس کی سفارش کریں اور ازواج رسول اللہ کے پاس جا کر آہ و زاری و نالہ و بیقراری کرتا کہ اس اثنا میں زیاد بھی آگیا عمر نے دوبارہ مجلس آراستہ کی تو دیکھا کہ وہ جوان مغرور ہے ہاتھوں کو ہلاتا چلا آرہا ہے عمر نے اسکو دیکھکر کہا اری رجلا لا یخزی اللہ علی لسانہ رجلا من المہاجرین

کہ میں ایک مرد کو دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ اسکی زبان سے ایک مرد کو مہاجرین سے رسوا نہ کریگا یہ اسکو سمجھانا اور سکھانا تھا پاس آیا تو ڈرانے اور دھمکانے کی غرض سے چیخ مار کر کہا ما عندک یا سلح العقاب کہ اے بچہ عقاب تو کس امر کی گواہی دیتا ہے عبدالکریم بیکے ازراویان حدیث کہتا ہے کہ ابو عثمان ہندی مجھ سے یہ حدیث نقل کرتا تھا جب اس مقام پر پہنچا تو عمر کی چیخ کی نقل وحکایت میں اس نے ایک نعرہ مارا جسکو سنکر قریب تھا کہ میں غش کھا کر گر پڑتا غرض اسی نرمی وگرمی کا یہ اثر ہوا کہ زیاد اپنی گواہی کو اسطرح سوئی کے ناکے سے نہ نکال سکا جیسا پہلو رنے نکالا تھا یعنی میل ومکحلہ والی مثال پر پہنچکر اسکے پاؤں ڈگمگا گئے۔ ابو الفرج کہتا ہے کہ بہت سے راویوں نے روایت کی ہے کہ زیاد نے کہا میں نے مغیرہ کو دیکھا کہ ام جمیل کے پاؤں اٹھائے ہے اور اسکے خصیے اسکی دوران کے درمیان تردد کرتے ہیں اور صدائے بلند وانفاس تند میں نے سنی عمر نے کہا تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اسطرح اسمیں ڈالتا اور نکالتا ہے جیسے کہ سلائی سرمہ دان میں ڈالتے اور نکالتے ہیں کہا نہیں عمر نے فرط سرور میں صدائے تکبیر بلند کی اور کہا اٹھ اے مغیرہ اور ان گواہوں کو حد قذف یعنی اسی اسی کوڑے لگا۔ راوی کہتا ہے کہ عمر کو زیاد کا قول اور مغیرہ سے حد کا دفع ہونا بہت ہی خوش معلوم ہوا مگر ابوبکر نے حد لگنے کے بعد کہا گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے زنا کیا ہے عمر نے چاہا کہ دوبارہ اس کو حد لگوائے امیر المومنین مانع آئے اور کہا اگر تو پھر اسکو حد لگائیگا تو میں مغیرہ کو سنگسار کئے بغیر نہ چھوڑوں گا ابو الفرج کہتا ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا کہ توبہ کر اسنے کہا تو اسلئے مجھ سے توبہ کراتا ہوگا تاکہ آئندہ میری گواہی قبول نہ ہو کہا ہاں۔ ابوبکر نے کہا جبتک تو زندہ ہے میں کبھی دو شخصوں کے درمیان گواہ نہ ہونگا پس جب اسکو گواہی کیلئے بلاتے وہ کہتا کسی اور کو اس کار کے لئے طلب کرو بہ تحقیق کہ زیاد نے میری گواہی فاسد کر دی۔ حد لگ چکی تو مغیرہ نے کہا اللہ اکبر خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمکو خوار کیا۔ عمر نے کہا خاموش رہ خوار وہ جگہ ہوئی جہاں کہ انہوں نے تجھکو دیکھا ہے ابو الفرج کہتا ہے کہ اس کے بعد عمر حج کو گئے تو ام جمیل اور مغیرہ دونو وہاں ان کو ملے کہا وائے ہو تجھپر اے مغیرہ تو جان بوجھکر میرے سامنے جاہل بنتا ہے قسم بخدا کہ میرا گمان نہیں کہ ابوبکر نے تجھپر جھوٹ لگایا ہو میں جب تجھکو دیکھتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ مجھپر آسمان سے پتھر نہ برسیں اور امیر المومنین علیہ السلام کہتے تھے کہ مجھکو قدرت ہوگی تو مغیرہ کو سنگسار کراؤنگا۔ **بعضے از جوابات مسائل یہود ونصارے کہ حضرت امیر المومنین در عہد خلیفہ ثانی ارشاد فرمودند**۔ علامہ سبط ابن الجوزی نے کتاب تذکرہ خواص الامہ میں روایت کی ہے کہ ابن مسیب نے یحیی بن سعید سے کہا تو جانتا ہے کہ عمر خطاب جو کہا کرتے تھے اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابوالحسن پناہ لیجاتا ہوں میں خدا کی طرف اس شدت وسختی سے کہ جسکے حل کرنیکو ابو الحسن موجود نہ ہوں تو اسکا کیا سبب تھا۔ اسکا یہ باعث تھا کہ شاہ روم نے چند مسائل عمر سے دریافت کرائے تھے خلافت پناہ نے وہ مسئلے تمام صحابہ کو دکھلائے کوئی انکا جواب نہ دے سکا علی علیہ السلام کے سامنے پیش کئے تو آپ نے بہت جلد تمام کے جواب لکھ دیئے۔ پھر سوال وجواب نقل کرکے آخر میں لکھتے ہیں کہ قیصر روم نے یہ جواب دیکھے تو کہا درست ہیں اور یہ کلام سوائے خانوادۂ نبوت کے دوسری جگہ سے نہیں نکلسکتا۔ پھر دریافت کیا کس نے یہ جواب لکھے معلوم ہوا ابن عم محمد علی مرتضیٰ نے پس قیصر نے امیر المومنین کی خدمت میں نامہ لکھا۔ **اما بعد** مجھکو تمہارے جوابات پہنچے معلوم ہوا کہ تم اہل بیت نبوت ومعدن رسالت سے ہو۔ اور

موصوف ہو ساتھ علم وشجاعت کے تا آخر عبارت خط۔ سبحان اللہ کفار تک بھی جانتے تھے کہ علوم غامض مخصوص اہلبیت رسالت ہیں۔ اور امیرالمومنین انکے جاننے میں ممتاز ہیں اور نہیں جانتے تو ہمارے سُنی بھائی اسکو نہیں جانتے جو ابوبکر و عمر کو آنحضرت سے افضل و اعلم بتلاتے ہیں اور خود عمر کے ارشاد بار بار لولا علی لہلک عمر و اعوذ باللہ من معضلۃ الخ وغیرہ کو خیال میں نہیں لاتے۔ ثعلبی نے قصص الانبیاءؑ میں روایت کی ہے کہ عمر خطاب خلیفہ ہوئے تو چند نفر علماء و احبار یہود سے ان کے پاس آئے اور کہا اے عمر تم محمد کے بعد اور انکے خلیفہ و جانشین ہو ہم تم سے سوال کرتے ہیں اگر تم نے درست جواب دئے تو جانیں گے کہ دین اسلام برحق ہے اور محمد رسول خدا ہیں ورنہ اس کے برعکس جانینگے۔ عمر نے کہا سوال کرو جو چاہو۔ کہا آسمانوں کے قفل کیا ہیں اور ان کی کنجیاں کیا۔ اور وہ قبر کونسی ہے کہ اپنے صاحب کو لیئے پھری ہے۔ اور وہ نبی کون تھا جس نے اپنی قوم کو انذار کیا اور ڈرایا حالانکہ نہ نوع بشر سے تھا نہ جنات سے۔ اور خبر دو ہمکو ان پانچ جانداروں سے کہ روئے زمین پر رواں ہوئے اور سیر کی باوجودیکہ پشت پدر و رحم مادر سے متولد نہیں ہوئے تھے۔ اور تیتر بولتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور مرغ خانگی کیا کہتا ہے اور اسپ و حمار کیا آوازیں نکالتے ہیں۔ اور مینڈک اور چنڈول کیا کیا صدائیں لگاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ عمر یہ سوالات سنکر سرنگوں ہوگئے اور کہا لا عیب لعمر اذا سئل عما لا یعلم ان تقول لا اعلم کہ عمر سے ایسی باتیں پوچھیں کہ وہ انکو نہ جانتا ہو۔ اور کہے کہ میں نہیں جانتا تو یہ اس کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں پس یہود اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمد نبی نہ تھے اور دین اسلام باطل ہے اسوقت سلمان فارسی اٹھے اور کہا ذرا ٹھہرو اور دوڑے ہوئے علیؑ علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور کہا اے ابوالحسنؑ دین اسلام کی فریاد کو پہنچو فرمایا کیا بات ہے۔ سلمانؓ نے تمام قصہ بیان کیا تو حضرت ردائے رسولخدا زیب تن کئے خراماں خراماں تشریف لائے عمر نے آپ کو آتے دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور معانقہ کیا آنحضرت سے اور کہا اے ابوالحسن تم ہی ہو کہ ہر سختی و شدت میں بلائے جاتے ہو پس علی نے یہودیوں کو طلب کیا اور فرمایا سوال کرو جس امر سے کہ چاہو بہ تحقیق کہ حضرت رسولخدا نے ایک ہزار باب علم کے مجھے تعلیم کئے ہیں کہ ہر باب سے ہزار باب اور مجھپر منکشف ہوتے ہیں پس یہود نے پوچھنا شروع کیا حضرت علی نے فرمایا لیکن شرط یہ ہے کہ اگر میں نے تمہاری توریت کے موافق ٹھیک ٹھیک جواب دیئے تو تمکو دین اسلام قبول کرنا ہوگا یہود نے اقرار کیا پس وہ ایک ایک بات پوچھتے تھے اور حضرت اسکا جواب فرماتے تھے۔ قفلہائے آسمان کی نسبت آپنے فرمایا کہ وہ شرک خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے کہ مشرک کا کوئی عمل خیر اوپر نہیں جاتا اور کنجیاں اسکی شہادتِ وحدانیت خدا و رسالت محمد مصطفےٰ ہیں یہ سنکر یہودی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ یہ جوان راست کہتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو قبر اپنے صاحب کو لئے پھرے وہ مچھلی ہے کہ یونس بن متےؑ پیغمبر کو نگل گئی تھی اور ان کے سمیت سات سمندروں میں پھری۔ اور رسول جس نے اپنی قوم کو انذار کیا مورچہ سلیمان بن داؤد ہے کہ اس نے کہا یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون اے گروہ مورچگان اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہ مبادا سلیمان اور انکا لشکر بیخبری میں تمکو پاؤں میں نہ کچل ڈالے۔ اور پانچ چیزیں کہ زمین پر رواں ہوئیں حالانکہ ارحام مادراں سے پیدا نہ ہوئیں تھیں ایک آدمؑ دوسری حواؑ تیسرے ناقہ صالح چوتھے دنبہ ابراہیم پانچویں عصائے موسیٰ۔ اور دراج کہتا ہے الرحمٰن علی العرش استویٰ کہ اللہ

مسائل یہود

عرش پر مستوی ہے اور مرغ پکارتا ہے اذکروا اللہ یا غافلین غافلو خدا کو یاد کرو اور گھوڑا جب مومن کا فر پر جہاد کو جاتے ہیں تو دعائے خیر کرتا ہے کہ خداوندا اپنے مومن بندوں کو کافروں پر مظفر و منصور فرما اور حمار عشار کو لعنت کرتا ہے اور شیاطین کی نظر کے سامنے رینگتا ہے اور مینڈک کہتا ہے سبحان ربی المعبود یسبح فی لجج البحار پاک ہے میرا معبود جو گرداب ہائے بحار میں پیدا ہوا ہے یا تسبیح کردہ شدہ ہے۔ اور قبرہ (جنڈول) کہتا ہے خداوندا لعنت کر دشمنان آل محمدؐ کو۔ راوی کہتا ہے کہ یہود تین شخص تھے یہ جوابات سنکر دو نے انمیں سے کلمہ شہادتین پڑھا اور مسلمان ہوگئے تیسرے نے کہا یا علی ایک سوال اور ہے اسکو بتلا دوگے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤنگا فرمایا سوال کر جو کچھ کہ چاہے کہا وہ کون لوگ ہیں کہ تین سو نو برس تک موئے پڑے رہے پھر حق تعالیٰ نے انکو زندہ کیا انکا قصہ بتلائیے کسطرح پر ہے فرمایا وہ اصحاب کہف ہیں اور ان کا قصہ قرآن میں مذکور ہے تو کہے تو میں اسکو قرائت کروں یہودی نے کہا قرآن مجمل ہے آپ مفصل انکا نام اور انکے شہر و بادشاہ کا اور کتے اور پہاڑ اور غار کا نام بتلاویں اور تمام داستان اول سے آخر تک بیان کریں حضرت نے تمام قصہ معہ جملہ اسمار و احوال کے تقریر کیا اور وہ یہودی بھی مشرف باسلام ہوا۔ اس مقام پر دیکھا چاہیئے کہ کیسا معرکہ آپڑا تھا اگر حضرت حلال مشکلات یہ جواب شافی ان یہودیوں کو نہ دیتے تو دین اسلام کی سُبکی تھی اور یہودیوں نے اقرار حقیت اسلام اور نبوت خیر الانام کو جواب مسائل پر منحصر کیا تھا پس اگر یہ جواب انکو نہ ملتے تو وہ بعوض اسکے کہ اسلام لائیں اسلام پر ہنستے چلے جاتے مناقب مرتضوی میں احسن الکبار سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر کے بعد عمر کے لئے مسند حکومت آراستہ ہوئی تو علما ء یہود سے ایک شخص انکے پاس آیا اور کہا تم میں کتاب خدا سنت مصطفےٰ کا سب سے زیادہ کون عالم ہے عمر نے علیؑ مرتضےٰ کیطرف اشارہ کیا یہودی نے کہا اے خلیفہ جبکہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ یہ اعلم ہیں تو تم باوجود انکے لوگوں سے کیوں بیعت لیتے ہو آپ نے فرمایا کہ وہ اسطرف متوجہ نہیں ہوتے پس یہودی امیر المومنین کیطرف رجوع ہوا اور کہا اچھا آپ بتلائیے کہ اول قطرۂ خون جو زمین پر ٹپکا کونسا تھا۔ اور اول چشمہ کہ روئے زمین پر جاری ہوا کونسا۔ اور پہلا درخت کونسا زمین پر پیدا ہوا حضرت نے فرمایا تمہارے عقیدت کے موافق پہلا خون ہابیل کا تھا جبکہ قابیل نے اسے قتل کیا۔ مگر یہ درست نہیں بلکہ پہلا خون حوا کا تھا کہ قبل ولادت شیث زمین پر گرا اور تمہارے عندیہ میں پہلا چشمہ بیت المقدس کا تھا ایسا نہیں بلکہ وہ چشمہ آب حیات ہے کہ خضر ذوالقرنین کے عہد میں اسپر پہنچے اور ماہی مردہ اس کے پانی سے زندہ ہوئی۔ اور موسیٰ و یوشع بن نون بھی اس چشمہ پر پہنچے ہیں اور تم کہتے ہو کہ پہلا درخت زیتون کا ہے کہ نوح نے اسکو کشتی میں رکھا یہ صحیح نہیں وہ درخت عجوہ (ایک قسم کا خورما) ہے کہ آدم بہشت سے اپنے ساتھ لائے تھے اور ہر قسم کے اشجار اس سے بہم پہنچے۔ یہودی نے کہا قسم بخدا کہ جو کتاب میرے باپ ہارون نے موسیٰ کے بتانے سے لکھی ہے اسمیں ایسا ہی لکھا ہے جیسا آپ نے ارشاد کیا۔ اب تین باتیں ہمکو اور بتائیے اول یہ کہ پیغمبر خدا کے بعد کتنے امام ہونگے۔ دوسرے وہ حضرت کس بہشت میں ہونگے۔ تیسرے پہلا پتھر کہ آسمان سے نازل ہوا کونسا ہے حضرت نے فرمایا اے یہودی بہ تحقیق کہ آنحضرت کے بعد بارہ امام ہونگے کہ انکو کسی ظالم کا ظلم نقصان نہ پہنچا سکیگا اور نہ کسی مخالف کی مخالفت سے دل تنگ ہونگے اور رسید کائنات معہ ان بارہ اماموں کے جنتِ عدن میں ہونگے اور سنگ اول کہ آسمان سے نازل ہوا تمہارے قول کے موافق صخرۂ بیت المقدس ہے

سوالات یہود

مگر درحقیقت حجر الاسود خانہ کعبہ ہے کہ جبرئیل اسکو آسمان سے لائے یہودی نے کہا قسم خدا کی بینے کتاب ہارون علیہ السلام میں اسیطرح
لکہا دیکہا ہے اب ایک بات اور باقی ہے کہ وصی خاتم الانبیا کی کتنی عمر ہوگی اپنی موت سے مرینگے یا کوئی انکو قتل کریگا حضرت نے فرمایا
وصی پیغمبر آخر الزماں میں ہوں میری عمر ترسیٹھ سال کی ہوگی اور تلوار کے زخم سے شہید ہونگا میرا قاتل عاقر ناقہ صالح سے بدتر ہوگا یہودی یہ سنکر
زار زار رونے لگا اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وانک وصی رسول اللہ بعد ازاں ایک ورق کاغذ جسپر بخط عبرانی
لکہا ہوا تھا اپنی آستین سے نکالکر حضرت امیرؑ کو دیا آپ نے اسکو پڑہا اور اپنا اسم مبارک اسمیں دیکہکر گریاں ہوئے اور فرمایا الحمد للہ کہ میرا نام کتب
وصحف ابرار میں ثبت ہے فراموش نہیں ہوا حقیر مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث بحار الانوار میں چند طریق سے روایت ہوئی ہے ایک روایت میں ہے
کہ یہ یہودی سائل جوان خوبصورت خوش لباس اولاد ہارون پیغمبر سے تھا اور بروایتے بزرگان یثرب وعظماء یہود سے بگمان یہود مدینہ
اس زمانہ کے تمام یہودیوں سے اعلم و دانا تھا پس اس نے عمر سے کہا اے امیر المومنین تم اس امت میں سب سے زیادہ خدا و سنت رسول اللہ
کے عالم ہو عمر نے جواب دیا اور سر جھکا کر خاموش رہ گئے یہودی نے دوبارہ کہا میں تم ہی کو کہتا ہوں کہا کیا مدعا تیرا ہے کہا مجھکو اپنے دین میں
شک عارض ہوا ہے کچہہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہا تو اس جوان (امیر المومنینؑ کیطرف اشارہ کیا) سے پوچھ یہودی نے وہی لفظ کہا کہ ایسا
ہے تو تم کسلئے خلیفہ بنے ہو آپ نے حضرت کی مدح سرائی کی یہودی نے حضرت امیر سے کہا میں تین اور تین اور ایک سوال کرنا چاہتا ہوں
آپ تبسم ہوئے اور فرمایا کیوں نہیں ایک مرتبہ کہتا کہ سات سوال رکہتا ہوں یہودی ہارونی نے کہا اول تین سوال کرونگا اگر ان کے
جواب باصواب پائے تو تین اور کرونگا ورنہ جانونگا کہ تمہارے درمیان کوئی عالم نہیں حضرت نے اس سے اقرار لیا کہ درصورت حق و
صدق جواب پانیکے دین اسلام قبول کریگا۔ بعد ازاں وہی سوال و جواب مذکور ہیں جو ابھی بروایت مناقب گذرے۔ سنگ اسود کی نسبت
آپ نے یہی فرمایا کہ وہ بہشت سے آیا تو برف سے زیادہ سفید تھا بعد ازاں عصاۃ و بدکاران بنی آدم کے استلام سے سیاہ ہوگیا۔ آخر حدیث میں ہے
کہ یہودی نے یہ جوابات شافی حضرت خطیب منبر سلونی سے سنے تو ایک چیخ ماری اور اپنا کستیج (چھوٹا زنار) توڑکر پھینکدیا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری
کیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ تم وصی رسولخدا ہو اور سزاوار ہو سب سے بلند رتبہ پانیکے اور کسی کو تمپر فوقیت نہیں پہنچتی حضرت اسکو اپنے ساتھ
دولت سرا میں لیگئے اور معالم دین و معارف صدق و یقین تلقین فرمائے۔ صاحب تنبیہ علیہ الرحمہ نے کتاب زین الفتیٰ احمد بن
محمد بن علی عاصمی سے نقل کیا ہے کہ عمر خطاب کے پاس نصارائے نجران سے ایک اسقف باحسن و جمال و جاہ و جلال آیا انہوں نے اسکو
دین اسلام کیطرف دعوت دی اور فضیلت اسلام اور خیر و برکت کہ مسلمانوں کے واسطے ہے بیان فرمائی پادری نے کہا اے عمر تمہارے
قرآن میں لکہا ہے جنۃ عرضها كعرض السماء والارض جب جنت کا عرض زمین و آسمان کے عرض کی برابر ہوا تو پھر دوزخ
کی کہاں گنجائش رہی۔ خلیفہ صاحب کو جواب بن نہ آیا علی علیہ السلام تشریف رکہتے تھے فرمایا اے نصرانی تو بتلا کہ جب رات ہوتی ہے
تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور دن کو رات کہاں رہتی ہے۔ اسقف حیران تھا کہ کیا جواب دے کہا یہ جوان مجیب کون ہے عمر نے کہا
یہ ابن عم و داماد رسول الثقلینؐ پدر حسنؑ و حسینؑ علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں اسقف نے کہا وہ قطعہ زمین کون ہے جسپر صرف ایک مرتبہ آفتاب

سوال اسقف نجران

چمکانہ اس سے پہلے کبھی چمکا ہے نہ کبھی بعد کو چمکیگا حضرت نے فرمایا وہ دریائے نیل سے وہ قطعہ زمین ہے جہاں نبی اسرائیل کیلئے راستہ کھل گیا تھا پادری نے کہا راست ہے۔ آیا دنیا میں کوئی شے مثل میوہ ہائے جنت موجود ہے کہ ہر چند اس سے صرف کریں کم نہ ہو فرمایا ایسی شے کلام اللہ ہے کہ لوگ جتنا چاہتے ہیں فائدہ اٹھاتے ہیں مگر وہ بحال خود باقی ہے۔ کہا راست کہا تُنے پھر پوچھا آسمانوں کے قفل کیا ہیں اور انکی کنجیاں کیا۔ آپ نے فرمایا شرک کرنا خدا میں انکے قفل ہیں اور اقرار وحدانیت خدا کلید ان قفلوں کی کہ اس کیلئے عرش تک کہیں روک نہیں۔ عرض کی کہ اول خون کہ زمین پر گرا کونسا ہے فرمایا بقول تمہارے شب پر کا خون ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نفاس حوّا ہے بوقت تولد ہابیل کی اسنے کہا صَدَقْتَ پھر عرض کی کہ ایک مسئلہ اور باقی ہے فرمائیے حق تعالیٰ کہاں ہے عمر کو غصہ آیا مگر علیؑ نے کہا میں جواب دونگا اے اسقف ہم ایک روز رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا پوچھا کہاں سے آتا ہے کہا ساتویں آسمان سے خداوند عالمیان کے پاس سے دوسرا فرشتہ پہنچا اس نے بیان کیا کہ طبقہ ہفتم زمین سے حضرت رب العالمین کے پاس سے علی ہذا تیسرا مشرق سے اور چوتھا مغرب سے آیا اور اظہار کیا کہ خدا تعالیٰ کے پاس سے آرہے ہیں پس حقتعالیٰ یہاں وہاں بالائے عرش بریں و زیر زمین سب جگہ موجود ہے۔ **ناواقفی خلیفہ ثانی از مسائل کثیر الوقوع**۔ ہر چند جو کچھ اوپر مذکور ہوا اس سے ناظرین خلیفہ صاحب کی عام دینی معلومات کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں لیکن یہاں چند ایسے خاص مسئلے نقل ہوتے ہیں جنکے کثیر الوقوع ہونے اور بیشتر اوقات کارآمد ہوتے رہنے سے ادنی مسلمان بھی ناواقف نہیں ہو سکتا مگر خلافت پناہ باوجود ریاست عامہ مسلمانان ان کو نہ جانتے تھے۔ مثلاً مسائل متعلقہ نماز پنجگانہ کہ انکا جاننا ہر مکلف کو لازم ہے مگر عمر اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ اگر کوئی جنب ہو اور پانی نہ پائے تو خاک پاک سے تیمم کرے اور نماز بجا لائے وہ اس صورت میں سرے سے نماز ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ کسی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا تو فرمایا چاہیے کہ نماز نہ پڑھے اور ابوداؤد نے اپنے سنن میں روایت کی ہے کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا ہم بعض مقامات میں مہینے مہینے اور دو دو مہینے رہتے ہیں اور پانی نہیں پاتے آپ نے فرمایا میں تو ایسی جگہ ہوں تو نماز نہ پڑھوں جب تک پانی نہ ملے گویا آیہ شریفہ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً کہ اگر پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی سے تیمم بجا لاؤ آپ کے گوش زد نہ ہوئی تھی اور طرفہ یہ کہ بموجب تتمہ حدیث حضرت عمارؓ نے آپکو آگاہ کیا کہ اے عمر تم کو یاد نہیں رہا کہ ایکمرتبہ ہم دو تو ہمراہ تھے جنب ہوئے تو مینے زمین پر لوٹ کر تیمم کیا اور نماز پڑھی تمنے نہ پڑھی۔ حضرت رسولخدا کی خدمت میں آکر یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ کافی تھا تجھکو یہ کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور جھاڑ کر پیشانی اور دونو ہاتھوں کا انسے مسح کرے تو خلافت پناہ سخن پروری کی راہ سے حدیث عمارؓ کو خاطر میں نہ لائے اور مرتے دم تک اپنے اسی قول پر ثابت قدم رہے مگر شکر ہے کہ اہلسنت نے دیگر مسائل متعہ وغیرہ کیطرح اس مسئلہ میں حضرت کی تقلید نہیں کی اور ان کے برخلاف جنب فاقد الماء کیلئے بالاتفاق تجویز تیمم کرتے ہیں ازالۃ الخفا میں ہے ترک الفقہاء الاربعۃ قول عمر لانہم وجدوہ مخالفا لما صح عن النبی من مسند عمران بن الحصین وابی ذر و عمرو بن العاص وغیرہم امرہ للجنب بالتیمم اذا لم یجد الماء یعنی فقہائے اربعہ ابوحنیفہ شافعی احمد بن حنبل و مالک نے قول عمر کو ترک کیا اسلئے کہ اسکو مخالف پایا اسکے جو صحیح ہوا ہے پیغمبر خدا سے حدیث مسند

عمران بن حصین وابوذر وعمرو عاص وغیرہ سے کہ آپ نے جنب کو تیمم کر لینے کا حکم دیا جبکہ پانی نہ پائے۔ نیز آپکو عدد رکعات میں شک کا حکم معلوم نہ تھا ازالۃ الخفا میں ہے کہ عمر نے صحابہ سے احکام شک رکعات دریافت کئے تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا مینے رسول اللہ سے سنا ہے کہ دو اور تین رکعت میں شک کرے تو دو پر بنا رکھے اور تین چار میں شک ہو تو تین پر تاکہ زیادہ نماز بجا لایا ہو۔ فرمائیے جسکو شکیات نماز کے مسائل تک معلوم نہ ہوں تو وہ اور کیا جانیگا تعجب ہے کہ خلافت مآب عبداللہ اپنے بیٹے کے حکم طلاق عورت کے نہ جاننے کو مانع استحقاق خلافت بتلاتے تھے کما سیجیئے اور اپنے لئے ایسی موٹی باتیں نہ جاننے کو ذرا مخل خلافت نہ جانتے تھے نیز عمر کو اسقدر معلوم نہ تھا کہ نماز عیدین میں جو بآواز بلند پڑہی جاتی ہیں اور بارہا حضرت رسول خدا کے ساتھ آپ کو اس نماز پڑہنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ کیا کیا سورتیں پڑہی جاتی ہیں حمیدی جمع بین الصحیحین میں لکھتا ہے کہ عمر نے ابو اوفی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ نماز عیدین میں کیا پڑہتے تھے وسئل لواقد اللیثی ما کان یقرأ رسول اللہ فی الاضحی والفطر یعنی واقد لیثی سے پوچھا کہ رسولخدا عید الفطر وعید الضحے کی نمازوں میں کیا کیا پڑہا کرتے تھے اس سے بھی عجیب تر یہ کہ اس قدر معلوم نہ تھا کہ روزہ میں جماع کرنا مفسد صوم ہے۔ کنز العمال میں سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ عمر نے اپنے اصحاب سے کہا کہ فتویٰ دو مجھکو اس کار میں کہ آج میں نے کیا ہے کہا کیا کام کیا ہے تمنے اے امیر المومنین فرمایا ایک کنیز میرے سامنے سے گذری کہ مجھکو خوب معلوم ہوئی مینے اسکے ساتھ نزدیکی کی حالانکہ میں روزہ سے تھا پس یہ امر لوگوں پر عظیم گزرا علی علیہ السلام خاموش تھے عمر نے کہا یا ابن ابیطالب تم اس میں کیا کہتے ہو آپنے کہا تمنے حلال کام کیا ہے روزہ کی عوض روزہ رکھ لو۔ عمر نے کہا انت خیرھم فتوی کہ تمہارا فتویٰ ان سب سے بہتر ہے۔ یہاں دو صورتیں ہیں یا تو خلیفہ صاحب جانتے تھے کہ جماع مفسد صوم ہے اور انہوں نے دیدہ و دانستہ یہ حرکت کی تو بڑی دلیری و جسارت کے مرتکب ہوئے گوانسے بعید نہیں اور یا اس حکم سے مطلقاً واقف نہ تھے تو پرلے سرے کی نابلدی وغباوت ہے کہ باوجود اسقدر تقرب کے حضرت رسولخدا کے ساتھ کہ انکے معتقد اسکے دعویدار ہیں آپ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ مقاربت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نیز کنز العمال میں ہے کہ خلافت مآب ایک مرتبہ کچھ اونٹ خرید کر رہے تھے قیمت ہنوز طے نہیں ہوئی تھی کہ آپ انکو ٹھوکریں مار مار کر اٹھاتے اور دوڑاتے اور کدلاتے تھے اعرابی مالک شتران اس سے مانع آیا مگر وہ باز نہ آئے حتی کہ اس نے خفا ہو کر کہا خل ابل لا ابالك یعنی عرب کے محاورے میں کوسکر کہا۔ میرے اونٹ چھوڑ دے مگر عمر پر اسکا بھی اثر نہ ہوا تا اینکہ انہوں نے اسطرح پر ایک ایک اونٹ کو دوڑایا اعرابی نے کہا لا ظنك رجل سوء کہ میرا گمان یہ ہے کہ تو برا آدمی ہے۔ غرض معاملہ طے ہوا اور اونٹ خریدے گئے تو آپکی پالان و دیگر ساز و سامان پر تکرار ہوئی مالک کہتا تھا مینے صرف اونٹ بیچے ہیں خلافت پناہ سب چیزوں کو اپنی بتلاتے تھے آخرش حضرت امیر المومنین کو حکم کیا آپ نے فرمایا اے امیر اگر تمنے خریداری کیوقت شرط کی تھی تو خیر ورنہ یہ اشیاء تمہاری نہیں ہوسکتیں کیونکہ بیشتر اوقات تاجر لوگ اپنے مال کی ایسی چیزوں سے زینت کرتے ہیں کہ انکی قیمت اصل مال کی قیمت سے زیادہ ہوتی ہے۔ پس وہ تمکو کیونکر دینگے آخر معلوم ہوا کہ شرط ورط کچھ نہیں ہوئی تھی پس مالک نے صرف اونٹ دیئے اور قیمت لیکر لمبا ہوا۔ اس سودے میں خلیفہ صاحب سے دو غلطی ہوئی۔ ایک بیگانی شے میں بلا رضا مالک تصرف کرنا دوم اتنی بات نہ جاننا کہ اونٹ کے ہمراہ اسکا ساز و سامان نہیں بک جاتا۔ ایک اور

مسئلہ طلب اذن دخول در مکان بیگانہ

عجیب امر کہ سر دفتر عجائب و غرائب ہے یہ ہے کہ آپ کو باوجودیکہ حضرت متمم مکارم اخلاق کے ساتھ اسقدر دراز مدت صحبت رہی یہ معلوم نہ ہوا کہ اگر کوئی کسی کے مکان پر جائے تو چاہیئے کہ مالک مکان سے اذن دخول طلب کرے اگر وہ اذن دے تو جائے ورنہ لوٹ جائے۔ بخاری نے عبید بن عمران سے روایت کی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے عمر کے یہاں جا کر اذن طلب کیا آپ اسوقت کسی کام میں مصروف تھے اجازت نہ ہوئی ابو موسیٰ الٹے پاؤں پھر گیا تھوڑی دیر بعد عمر کو شغل سے فراغت ہوئی تو پوچھا عبید اللہ بن قیس یعنی ابو موسیٰ کی آواز نہیں سنائی دیتی اسکو اندر آنے دو کسی نے کہا وہ واپس چلا گیا کہا اسکو بلواؤ حاضر ہوا تو اس نے کہا ہمکو رسول اللہ نے امر کیا ہے کہ اجازت نہ پاؤ تو پلٹ جاؤ۔ عمر نے کہا اسپر کوئی شاہد رکھتا ہے تو ابو موسیٰ مجالس انصار میں جا کر خواستگار ہوا کہ کسی نے یہ حدیث پیغمبر خدا سے سنی ہو تو شہادت دے۔ انصار نے کہا کوئی ہمسے اس امر میں شہادت نہ دیگا الا عمر میں سب سے چھوٹا۔ پس ابو سعید خدری کو بھیجا اس نے جا کر گواہی دی عمر نے کہا یہ امر مجھپر مخفی رہا اور بازاروں میں پھرنے اور سیر کرنے نے مجھکو اس سے باز رکھا۔ بخاری کہتا ہے سیر بازار سے مراد تجارت کے کاروبار ہیں جو عمر کو درپیش رہتے تھے۔ سبحان اللہ کیا علم و فقاہت تھی کہ ایسی چھوٹی بات جسکو علم اخلاق کی الف بے کہنا چاہیئے اس بزرگوار پر مخفی رہی۔ اگر یہ حدیث بالخصوص حضرت رسولخدا سے نہیں سنی تھی تو کیا آنحضرت کا رات دن کا برتاؤ بھی مشاہدہ نہ کیا تھا۔ اسی سے یہ قاعدہ معلوم ہو سکتا تھا ملا جامی نے راست کہا ہے ؎ ہر کرا روئے بہبود نداشت ۔ دیدن روئے نبی سود نداشت ۔ ہمارے نزدیک انصار نے خوب سمجھا کہ ایسی چھوٹی بات کی گواہی کو اپنی کسر شان جانا اور سب سے کم سن کو اپنے درمیان سے اس کار کیلئے انتخاب کر کے بھیجا کرمانی شارح بخاری کہتا ہے قال النووی قال الانصار انکارا علی عمر فیما قالہ قالوا انہ حدیث مشہور بیننا معروف عندنا حتی ان اصغرنا حفظہ وسمعہ من رسول اللہ یعنی نووی نے کہا کہ انصار نے کلام عمر کے رد کرنے اور اسپر انکار کرنے کی غرض سے یہ کہا تھا کہ یہ حدیث ازروئے متن کے ہمارے نزدیک معروف و مشہور ہے حتیٰ کہ ہم میں سب سے چھوٹی عمر والے نے بھی اسکو رسول اللہ سے سنا اور یاد رکھا ہے۔ شاباش انصار یہ شاباش کیا ہی لطافت سے تمنے اس بوڑھے شیخ کی خبر لی ہے اور انکی حدیث دانی کو عالم پر روشن کیا ہے جزاکم اللہ المخفران سے اور انکی مثل اور بہت سی باتوں سے جنکے لکھنے میں طول ہے ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحب اول تو حضرت رسالت پناہ کی خدمت قدس میں حاضر ہی کم ہوتے تھے۔ کیونکہ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں بیشتر اوقات تحصیل اغراض دنیوی کے واسطے بازاروں میں گھومتے اور چکر لگاتے رہتے تھے اور بیشتر گذرا کہ وہ مدینہ میں بھی دلالی کا پیشہ کرتے تھے۔ اور جو گاہ گاہ حاضر ہونیکا اتفاق ہوتا تھا تو قرآن و حدیث کے سیکھنے سے مطلقاً سروکار نہ رکھتے تھے نہیں تو ممکن نہ تھا کہ ایسے ایسے ادنیٰ مسائل انپر پوشیدہ رہیں اور یوں بات بات میں شرمندگی اٹھائیں

تقسیم کردن خلیفہ ثانی فرائض خلافت را

اب اس آئے دن کی رسوائی اور ان مشکلات کی دلدل میں پھنسے رہ جانیسے نجات کی تدبیر کہ حضرت نے سوچی وہ بھی سننے کے قابل ہے توجہ سے سنئے اور آپ کے کمال عقل و فطانت کی داد دیجئے اور اسپر صاد کیجئے وہ تدبیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فرض منصبی کو حصہ حصہ کر کے اپنے خاص خاص دوستوں اور ہواخواہوں پر بانٹ دیا اور آپ ہلکے پھلکے ہوگئے یعنی مقرر کیا کہ قرآن اور اسکی تفسیر و تشریح کے مسائل ابی ابن کعب سے پوچھا کریں اور فرائض و حصہ کشی کے مشکلات زید بن ثابت حل کیا کرے اور فقہ و احکام کا بکھیڑا معاذ بن جبل

چکائے اپنے یئے لیا رکھا فقط مال کہ سینہ کا سکھ کلیجہ کی ٹھنڈک آنکھوں کا نور دل کا سرور تھا شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا وقرۃ العینین میں علی بن رباح لخمی سے روایت کرتے ہیں ان عمر بن الخطابؓ خطب لناس فقال من اراد ان یسئل من القرآن فلیات ابی بن کعب ومن اراد ان یسئل عن الحلال والحرام فلیات معاذ بن جبل ومن اراد ان یسئل عن الفرائض فلیات زید بن ثابت ومن اراد ان یسئل من المال فلیاتنی فان اللہ جعلنی خازنا کہ عمر خطاب نے خطبہ میں کہا ایہا الناس جو کوئی قرآن سے کوئی بات پوچھنا چاہے ابی ابن کعب کے پاس جائے اور جسکو حلال وحرام سے کچھ دریافت کرنا ہو معاذ جبل سے دریافت کرے اور فرائض کے مسائل پوچھا چاہے تو زید بن ثابت سے پوچھے اور جو احکام مال کا طلبگار ہو وہ میرے پاس آئے بہ تحقیق کہ حقتعالیٰ نے مجھکو اسکا خازن بنایا ہے انتہیٰ۔ کیا کہئے آپ کی اس صاف گوئی کے کہ قرآن کو فلاں سے پوچھو اور حلال وحرام کو فلاں سے ہم تو فقط مال کیلئے ہیں درحقیقت آپ مال کیلئے تھے اور مال آپ کیلئے در این چہ شک پس طلبگار مال آپ کے پاس نہ جائے تو اور کہاں جائیگا اسکے خازن جو آپ ٹھہرے اور نہ خود بخود بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص وحی کے ذریعہ آپ کو اسپر مسلط کیا تھا ایک خزانے دار کسی زمانہ میں قارون دون تھا دوسرے اس عہد کے آپ قارون ہوئے مگر وہ کمبخت ایک کوڑی کسی کو نہ دیتا تھا لاجرم اپنا خزانہ سر پر لیئے تحت الثریٰ کو گیا مگر آپ خدانخواستہ ایسے نہیں تھے آپ دیتے بھی تھے الا ویسا ہی دینا جیسا کہ ہم تصرفات بیت المال والی سرخی کے نیچے لکھہ آئے ہیں کہ اپنے کام کے لوگوں کو نہال کر دیتے تھے باقیوں کے آنسو پوچھ دیئے جاتے یہ نہیں تو آپ ہی فرمایئے کہ آپ نے شرع اقدس کے ایک سیدھے سادے قاعدے یعنی برابر کی تقسیم کو کیوں نہ وبالا کر دیا الا خیر ہمکو اس خطبہ میں خلیفہ صاحب سے ذرا بھی محل شکایت نہیں انہوں نے جو کچھہ کہا بہت درست کہا اور ایسا ہی چاہیئے تھا کسلیئے کہ انہوں نے جو اسلام کا کھڑاگ اپنے سر پر لیا تھا تو اسی مال کی خاطر لیا تھا اب جبکہ پس از انتظار بسیار شاہد مقصود ہمکنار ہوا تو وہ بیوقوف تھے کہ اسکے ساتھ مسئلہ مسائل کا جنجال بھی اپنے سر پر رکھتے اور بلا وجہ بے سبب لوگوں سے دست وگریباں رہ کر اپنی آبروریزی کراتے اور ناحق اپنے عیش کے صاف کو منغص ومکدر فرماتے۔ بس انہوں نے یہ خطبہ کہکر سارا جھگڑا ہی چکا دیا واہ کیا خطبہ بلیغ کہا ہے گویا حضرت امیر کبیر اسی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں ؎ رضینا قسمۃ الجبار فینا + لنا علم وللجہال مال + کہ ہم قسمت خداوند جبار پر کہ اس نے ہمارے درمیان کی راضی ہوگئے کہ ہمارے لئے علم مقرر کیا اور دشمنوں کیلئے مال۔ ہاں شکایت انکے مریدوں اپنے سنی بھائیوں سے ہے کہ وہ بمفاد مدعی سست گواہ چست انکو چرخ ہفتم پر پہنچاتے۔ اور علوم دین فقہ واحکام کا ماہر بتلاتے ہیں اور جبتک خطیب منبر سلونی وارث مرتبہ ہارونی جناب مرتضوی پر انہیں ترجیح وتفضیل نہیں دے لیتے آرام نہیں پاتے یہی شاہ ولی اللہ کہ خطبہ مذکورہ کے راوی ہیں۔ ازالۃ الخفا میں کس کس پیرایہ میں اس مطلب کو لکھتے اور بزعم خود ثابت کرکے چھوڑتے ہیں۔ صاحبو ذرا انصاف کرو تحقیقی عدالت نہیں تو عدل تقدیری عمری ہی کام میں لاؤ تو بھی معلوم کر سکتے ہو کہ ان لوگوں کو اس جناب کے مقابل کرنا پرکاہ کو کوہ عظیم الشان سے ٹکرانا اور ذرۂ ناچیز کو آفتاب عالمتاب کی برابر ٹھہرانا ہے حضرت امیر تو اپنی جگہ ہیں تمہارے خلفا علم ومعرفت میں عبداللہ بن عباس کی برابری تو کر سکتے ہی نہیں جو آپ کی شاگردی پر فخر کرتے اور اپنے علم کو اس جناب کے علم کے آگے تالاب کے سامنے قطرہ بتاتے تھے اب اس کی سند اپنی کتابوں سے لیجئے۔ جلال الدین سیوطی

علم عبداللہ بن عباس

تفسیر اتقان میں نقل کرتے ہیں کہ ایکبار ابن عباس خانہ کعبہ کے آگے بیٹھے اور لوگ چار طرف سے انہیں گھیرے تفسیر قرآن کے سوال کر رہے تھے نافع بن ازرق نے بخدہ بن عویمر سے کہا آؤ ذرا اس مرد کے پاس چلیں کہ قرآن کی تفسیر میں بلا علم جرات کرتا ہے یہ کہکر دونوں انکے پاس آئے اور کہا ہم تم سے کچھ کلام مجید کی باتیں دریافت کیا چاہتے ہیں تم انکی تفسیر بیان کرو اور کلام عرب سے انکی سند لاؤ کیونکہ قرآن عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے ابن عباس نے کہا سوال کرو جو کچھ کہ چاہو۔ نافع نے کہا بتلاؤ قول حق سبحانہٗ تعالیٰ عن الیمین وعن الشمال عزین میں لفظ عزین کے کیا معنے ہیں اور کلام عرب سے اسکو مدلل فرماؤ ابن عباس نے بے تامل کہا کہ عزین سے مراد حلق رفاق ہے۔ مگر نہیں سنا تو نے قول عبید بن ابرص کا کہ وہ کہتا ہے ؎ فجاؤا یھرعون الیہ حتی ٭ یکونوا حول منبرہ عزینا یعنی وہ دوڑتے ہوئے اسکی طرف آئے تا اینکہ اس کے منبر کے گرد پراگندہ ہو گئے۔ اسیطرح وہ سوال کرتے اور ابن عباس پیہم انکا جواب دیتے اور اشعار عرب سے اسپر استشہاد لاتے تھے۔ حتیٰ کہ دوسو سوال مجلس واحد میں کئے اور تمام کے خاطر خواہ جواب پائے منجملہ انکے آیہ فاکھۃً وّ ابًّا سے بھی لفظ اب کے معنے دریافت کئے ابن عباس نے کہا مَا یَعۡتَلِفُ مِنۡہُ الدَّوَآبُّ کہ وہ گھانس جو چوپاؤں کی خوراک ہے چنانچہ شاعر عرب کہتا ہے ؎ تری بہ الاب والیقطین مختلطا ٭ علی الشریعۃ یجری تحتھا العرب ٭ تو دیکھتا ہے گیاہ و روئیدگی باہم آمیختہ کو اسکے کنارے پر کہ انکے نیچے آب تیز و تند رواں ہے۔ فرمایئے کہ جو شخص دوسو مسئلے قرآن کے جلسۂ واحد میں حل کرے اور ہر ایک کے ساتھ اشعار عرب سے بھی سند دیتا جائے تو عمر یا ابو بکر اسکی برابری کیونکر کرسکتے ہیں جنکا معانیٔ قرآن سے بیخبر ہونا طشت ازبام ہے پیشتر گذرا کہ وہ لفظ اب کے سیدھے معنے بھی نہ جانتے تھے اقوال عرب سے مستند کرنا تو بڑی بات ہے۔ نیز یہ دونوں بزرگ لفظ کلالہ کے معنوں سے ناآشنائے محض تھے ابو بکر کا تو دم واپسیں تک اسمیں پریشان رہنا پیشتر گذرا عمر کے حال میں بھی صاحب تشئید علیہ الرحمہ نے بہت سی عبارتیں کتب اہلسنت سے نقل کی ہیں جنسے ظاہر ہے کہ باوجود صراحت بسیار انہوں نے اسکے جاننے کی توفیق نہ پائی آخر میں اپنی بیٹی بی بی حفصہ زوجہ رسولخدا سے ملتجی ہوئے کہ کبھی اچھے موقعہ خوشدلی وحضور میں آنحضرت سے سوال کرے انہوں نے موقعہ پاکر دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا تیرے باپ نے اسکے لئے تجھسے کہا ہوگا۔ ما اری اباک یعلمھا ابدا میں نہیں دیکھتا کہ تیرا باپ کبھی بھی اسکو جانے۔ راوی کہتا ہے کہ عمر اسکے بعد کہا کرتے تھے کہ میں کبھی اسکو نہ جانونگا کیونکہ رسول اللہ یہ کہہ چکے ہیں اور وہ آرزو رکھتے تھے کہ میں کلالہ کے معنے جانتا ہوتا تو یہ میرے لئے بہتر تھا قصور ہائے شام سے بروایتے فرماتے تھے واللہ لئن اعلمھا احبّ الی من ان یکون لی ما علی الارض من شیٔ قسم بخدا کہ اگر میں اس کو جانوں تو یہ میرے لئے ان تمام اشیاء سے بہتر ہے جو روئے زمین پر ہیں ھکذا فی کنز العمال بھلا اس بلادت و غباوت کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ ایک لفظ کے معنے بارہا زبان مبارک رسول اللہ سے سنیں اور پھر اسکو نہ جانیں یہ سورہ بقر کے یاد ہو جانے پر قربانی شتران کی نذر قبول لینے سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو آخر ایام خلافت میں نسیان بھی بہت ہو گیا تھا حتیٰ کہ عدد رکعات تک یاد نہ رہتی تھی۔ محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ خلافت پناہ نماز میں ایک مرد کو آگے کھڑا کر لیتے کہ وہ انکو رکوع و سجود وغیرہ اشارہ سے بتا دیا کرتا تھا۔ رہی یہ بات کہ حضرت امیر المومنین کا علم عبد اللہ بن عباس کے علم سے بمدارج بڑھا ہوا تھا۔ یہ بھی

اہلسنت پر پوشیدہ نہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی رجال مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ علی کو علم کے کل دس حصوں سے نو حصے مرحمت کئے گئے اور ایک حصہ تمام عالم پر تقسیم ہوا اور قسم بخدا کہ وہ اس دسویں حصہ میں بھی سب کے شریک ہیں اور ابن اثیر نے نہایہ میں نقل کیا ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ علمی بالقرآن الی علم علی کالقرارۃ فی المثعنجر کہ میرا علم قرآن علیؑ کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ چھوٹا تالاب دریائے عمیق کے سامنے ہم اس مقام پر کچھ بیان علم و معرفت حضرت امیرالمومنین بھی کرتے ہیں۔

شرح شمۂ از علم و معرفت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

علوم وہبی لدنی جو حضرت امیرالمومنین کو عطا ہوئے ایسے نہیں کہ کوئی انکے بیان کا ارادہ کر سکے بڑے بڑے علما و عرفا نے اس مقام پر اپنے عجز و قصور کا اعتراف کیا ہے خود وہ حضرت بخوف گمراہی خلائق پورے طور سے انکا اظہار نہیں کر سکے الا یہاں بمناسبت مقام حسب اسلوب اس کتاب کے چند احادیث مشہورہ اس باب کی نقل ہوتی ہیں۔ ازانجملہ متفق علیہ فریقین ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا انامدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اسکا دروازہ جو علم حاصل کرنا چاہے چاہیے کہ دروازہ سے آئے۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے حتیٰ کہ علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی اسکی شرح میں کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل نے اسکو آٹھ طریق سے روایت کیا ہے۔ اور ابراہیم ثقفی نے سات طریق سے اور ابن بطہ نے چھ طریق سے اور قاضی جعانی نے پانچ طریق سے اور ابن شاہین نے چار سے اور خطیب تاریخی نے تین طریق سے اور یحییٰ بن معین نے دو طریق سے اور روایت کیا ہے اسکو سمعانی نے اور قاضی نے اور ماوردی اور ابوالمنصور سکری اور ابوالصلت ہروی اور عبدالرزاق اور شریک نے۔ ابن عباس اور مجاہد اور جابر سے۔ پھر کہتے ہیں کہ بموجب اس حدیث کے ہر شخص پر انحضرت کیطرف رجوع لانا واجب و لازم ہے۔ کیونکہ رسول اللہ نے اپنے تئیں شہر علم کہا اور دروازہ اس شہر کا جس کے بغیر اس میں داخل ہونا ممکن نہیں علی کو بتایا پس مقرر کر دیا آنحضرت نے کہ کوئی علم نبی کو بلا واسطہ علی نہیں پا سکتا پھر مزید تاکید کی اس کے ساتھ فقرہ فلیات الباب کے کہ آنا چاہیے صرف دروازہ سے پس معلوم ہوا کہ علوم نبوی سے کسی علم کے حاصل کرنیکے لئے علیؑ کے در پر جانا اور انسے ملتجی ہونا ضروریات سے ہے اور نیز یہ حدیث دلیل ہے اوپر معصوم ہونے اس جناب کے کیونکہ غیر معصوم سے صدور خطا جائز ہے اور بصورت صدور خطا اسکی اقتدا قبیح و باطل ہوگی اور محال ہے کہ پیغمبر خدا امر باطل و قبیح کا حکم دیں پس ثابت ہوا کہ انحضرت سے خطا کبھی ہوئی ہی نہیں اور یہی معنے عصمت کے ہیں اور نیز اس سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت اعلم امت ہیں چنانچہ اسی وجہ سے اور لوگ باہکدیگر مسائل میں اختلاف کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف رجوع لاتے تھے بخلاف امیرالمومنینؑ کے کہ تمام سے مستغنی تھے۔ اور نیز انحضرت نے اس حدیث سے امیرالمومنین کی خلافت کو بیان کیا ہے یہ معنی کہ آپ نے ظاہر کیا کہ علم دین آپ کی حیات میں اور وفات کے بعد سوائے انحضرت کے اور کسی سے نہیں لینا چاہئے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے واتوا البیوت من ابوابھا کہ آؤ تم گھروں میں ان کے دروازوں کی راہ سے۔ اور یہی استخلاف ہے۔ مولف کہتا ہے کہ خلفاء ثلثہ کے شیدائیوں نے حدیث مذکور کی اصلاح اسطرح پر کی ہے کہ انامدینۃ العلم وابوبکر اساسھا وعمر حیطانھا وعثمان سقفھا وعلی بابھا

یعنی حضرت نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور ابوبکر اسکی بنیاد اور عمر اسکی دیواریں اور عثمان اسکی چھت اور علیؑ اسکا دروازہ ہے اور اس پر بھی بس نہ کرکے اسقدر اور زیادہ کیا ہے ان کلا من الاساس والحیطان والسقف اعلیٰ من الباب کہ بتحقیق کہ بنیاد اور دیواروں اور چھت سے ہر ایک شے دروازہ کی نسبت اعلیٰ ہے۔ کتاب مستطاب قطب شاہیہ میں لکھا ہے کہ ایک رات بادشاہ جم جاہ یعنی صاحب قران ثانی کی مجلس میں ارکین دولت و امراء و علماء و زہاد و عباد حاضر تھے کہ علماء اہل سنت سے ایک شخص نے یہ حدیث پڑھی اور اور دو تین مردوں نے اسکی تصدیق کی ایک ظریف نے آگے بڑھکر کہا کہ حدیث مذکور کا تتمہ بھی تو ہے اسکو کیوں نہیں نقل کرتے کہا وہ کیا ہے اسنے کہا اسکے بعد یہ ہے ومعاویۃ حلقتہا کہ معاویہ اس شہر کا کوڑا اور نجاست ڈالنے کی جگہ ہے اسپر ایک فرمائشی قہقہہ لگا اور بادشاہ اور حاضرین کو مبلغ صحت روایت کا معلوم ہو گیا جناب قاضی نور اللہ نور اللہ مرقدہٗ اس مقام پر ایک دلچسپ حکایت لکھتے ہیں مناسب مقام جانکر ہم بھی اسے نقل کرتے ہیں **حکایت** مُلا حسین واعظ کاشفی سبزواری ہرات میں میر علی شیر کی صحبت میں گرفتار رہے اور مُلا عبدالرحمٰن جامی کی دامادی میں مبتلا ہوئے لہذا ان کے ہم وطن ایک جانب سے بدگمان ہو گئے کہ وہ سنی ہو گئے ہیں عرصہ دراز کے بعد جو مُلا کو اپنے وطن مالوف کیطرف واپس آنیکا اتفاق ہوا تو وہ لوگ انکے امتحان کی فکر میں تھے تا اینکہ ایک روز مسجد جامع سبزوار میں وعظ کر رہے تھے کہ ایک پیر مرد عصا ہاتھ میں لئے اٹھا اور انکے منبر کے قریب آکر کھڑا ہوا کہ مُلا کے عقیدے کی تحقیق کرے۔ اتفاقاً اسوقت ملا حسین کی زبان سے نکلا کہ جبرئیل امین حضرت رسولخدا پر بارہ ہزار مرتبہ نازل ہوئے پیر روشن ضمیر نے موقعہ پاکر فوراً کہا کہ علی ابن ابیطالب کے پاس کتنی مرتبہ آئے۔ مُلا سوچے کہ اگر کہتا ہوں کہ علیؑ پر بھی جبرئیل نازل ہوئے تو ظاہر اخلاف واقعہ ہے اور جو اس سے انکار کرتا ہوں تو پیر صافی ضمیر کہ محو ولائے امیر کبیر ہے۔ مفرز عصائے تعذیر سر پر لگائیگا۔ پس حیران تھے کہ کیا کہیں آخر حسن عقیدت ملا نے انکی امداد کی اور انہوں نے کہا کہ علی بن ابیطالب پر جبرئیل چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے بوڑھے نے کہا میری خوشامد کرتا ہے یا اس دعوی پر کوئی دلیل بھی تیرے پاس ہے۔ ملا نے کہا دلیل اسکی یہ ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابھا پس جبکہ جبرئیل بارہ ہزار مرتبہ شہر میں آئے تو امیر المومنینؑ کے پاس کہ دروازے اس شہر کے ہیں کیونکر چوبیس ہزار مرتبہ نہ آئے ہونگے۔ صدائے تحسین و آفرین اسپر بلند ہوئی **نیز** تفسیر نقاش سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ علی علم و علامت علم ہیں۔ انکو رسول اللہ نے علم تعلیم کیا ہے۔ پس علم رسولخدا کا علم خدا سے ماخوذ ہے اور علم علی کا علم رسولخدا کے علم سے اور علم میرا علی کے علم سے۔ لیکن میرے اور جملہ اصحاب محمدؐ کے علم کو علی کے علم سے وہ نسبت ہے جو قطرہ آب کو سات سمندروں سے اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں باسناد خود امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا علمنی رسول اللہ الف باب یفتح کل باب الی الف باب یعنی رسول اللہ نے مجھکو ہزار باب علم کے تعلیم کئے ہر ایک باب سے ہزار باب اور مجھپر کھل گئے۔ ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے اپنی کتاب خصال میں چوبیس طریق سے اور سعد بن عبداللہ نے بصائر الدرجات میں چھتیس طریق سے علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ میں کہتے ہیں کہ تعلیم رسول اللہ سے آنحضرت کے تئیں صرف صور جزئیہ علمیہ پر آپ کا واقف کر دینا کہ آپ انکو حفظ و ضبط کر لیتے مراد نہیں کیونکہ جزئی باتوں کا سمجھنا اور یاد رکھنا ایک خفیف اور سہل امر ہے جسکو ادنیٰ فہم ہو وہ بھی

حدیث الف باب علم

علامہ ابن میثم

انکو سمجھتا اور یاد رکھتا ہے بلکہ مدعا اس سے یہ ہے کہ بوجہ طول صحبت حضرت رسالت وارشاد کیفیت سلوک وریاضت کے نفس قدسی اس جناب کا قابل وصالح اسکا ہوا تھا کہ صور غائبہ مخفیہ اسمیں منقش ہوں اور بانواع اعدادات آمادہ ومہیا تھا واسطے ادراک امور کلیہ عامہ کے اور واسطے دریافت کیفیت منشعب ومتفرع ہونے جزئیات کے ان کلیات سے چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھے ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے مجھپر ہزار باب اور کھل گئے اور رسولخدا نے فرمایا اعطیت جوامع الکلم واعطی علی جوامع العلم عطا کئے گئے مجھکو کلمات جامعہ اور عطا کئے گئے علی کو علوم جامعہ چونکہ آنحضرت کو اور حضرت امیر کو جوامع کلم وجوامع علم حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے بخشے گئے تھے اسلئے بصیغہ مجہول اسکو ادا کیا اور علی کو جوامع علم عطا کرنا اپنی طرف منسوب نہ فرمایا پھر علامہ بن شہر آشوب کہتے ہیں کہ ابن ابو البختری نے چھ طریق سے اور ابن مفضل نے دس طریق سے اور ابراہیم ثقفی نے چودہ طریق سے۔ عدی بن حاتم واصبغ بن نباتہ وعلقمہ بن قیس ویحییٰ بن ام الطویل وزرین حبیش وعبایہ بن ربعی وعبایہ رفاعہ وابو الطفیل سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین نے مجمع مہاجرین وانصار کے سامنے فرمایا اور اشارہ کیا طرف اپنے سینہ حقائق گنجینہ کے کہ یہ علم سے مملو ہے اگر کوئی اسکا طلبگار ہو سلونی قبل ان تفقدونی یعنی سوال کرو مجھسے قبل اس کے کہ مجھکو نہ پاؤ۔ یہ صندوق علم ہے یہ لعاب رسول اللہ ہے یہ وہ ہے جو آنحضرت نے مجھکو چکھایا ہے۔ سوال کرو مجھ سے بتحقیق کہ میرے پاس علم اولین وآخرین ہے قسم بخدا کہ اگر مسند میرے لئے بچھائی جائے تو حکم کروں درمیان اہل توریت کے موافق انکی توریت کے اور درمیان اہل زبور کے موافق انکی زبور کے اور درمیان اہل انجیل کے موافق انکی انجیل کے اور درمیان اہل فرقان کے بموجب انکے فرقان کے تا اینکہ ہر ایک کتاب انسے آواز دے کہ علیؑ نے بموجب حکم خدا حکم کیا ہے۔ بروایتے فرمایا سلونی قبل ان تفقدونی قسم بخدا کہ اگر تم مجھ سے کسی آیت کی نسبت سوال کروگے کہ رات کو نازل ہوئی یا دنکو مکی ہے یا مدنی سفر میں اتری یا حضر میں ناسخ ہے یا منسوخ محکم ہے یا متشابہ اور اسکی تاویل وتنزیل کی بابت پوچھوگے تو میں یہ سب باتیں تمکو بتلا دونگا۔ اور بروایت نہج البلاغہ فرمایا قسم ہے اس خدائے عزوجل کی کہ میری جان اسکے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر اسوقت سے ہیکر قیامت تک کا حال پوچھوگے اور ہر ایک گروہ کی بابت جنسے سو مرد راہ راست پائیں یا سو مرد گمراہ ہوں سوال کروگے تو میں انکے ناعق (اونٹوں کا آواز دینے والا) اور قائد (پیش رو) اور سائق (پس رو) اور انکے اونٹ بٹھانے اور پالان رکھنے کے مقام سے اور جو ان سے قبل ہوگا اس سے اور جو اپنی موت سے مریگا اسکے حال سے خبر دونگا۔ ابن مسیب کہتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ میں سوائے علی ابن ابیطالب کے کوئی ایسا نہ تھا کہ سلونی کہہ سکے اور ابن شبرمہ نے کہا کسی نے سر منبر سلونی نہیں کہا سوائے علی ابن ابیطالب کے اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمام علوم انبیا اپنے حبیب محمد مصطفےٰ کو عطا فرمائے اور آپ نے وہ سب علیؑ کو بخشے اس سبب سے وہ حضرت وہ کلمہ (سلونی) کہتے تھے جو آجتک کسی نے نہیں کہا اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ابن سعد سے روایت کی ہے کہ کسی نے امیر المومنین سے کہا کیا باعث ہے کہ تم اصحاب رسول اللہ میں سب سے زیادہ احادیث آنحضرت سے نقل کرتے ہو تو آپ نے فرمایا انی کنت اذا سئلتہ انبانی واذا سکت ابتدانی کہ میری آنحضرت کے سامنے یہ کیفیت تھی کہ جب آپ سے کچھ پوچھتا تو اس سے خبر دیتے اور جو خاموش ہوتا تو خود ابتدا کرتے اور تعلیم فرماتے پس میرا حدیث کہنا

حدیث سلونی قبل ان تفقدونی

کیونکر اور دنسے زیادہ نہ ہو مروی ہے کہ حضرت رسولخدا پر رات کو وحی نازل ہوتی تو دن سے پہلے حضرت کو اس سے آگاہ کرتے اور جو دن کو آتی تو رات نہ ہونے دیتے کہ ان کو اسکی خبر دیتے اسلئے علماء صحابہ مثل سلمانؓ و عمارؓ و حذیفہؓ و ابوذرؓ و ابی بن کعب و جابر انصاری و ابن عباس و ابن مسعود و زید بن صوحان سب آنحضرت کے تابع تھے اور نہیں تخلف کیا آپ سے مگر زید بن ثابت و ابو موسیٰ و معاذ و عثمان نے حالانکہ وہ بھی آپ کی فضیلت کے معترف تھے۔ ابوعثمان جاحظ کہتا ہے کہ اجماع امت ہے کہ صحابہ چار شخصوں علی و ابن عباس و ابن مسعود زید بن ثابت سے و بقول عمر خطاب سے بھی علم حاصل کرتے تھے پھر سب متفق ہیں کہ چار پہلے عمر سے زیادہ قاری قرآن تھے اور رسول اللہ نے فرمایا کہ امامت کیلئے سب سے زیادہ قاری ہونا لازم ہے پس عمر اس شرط سے ساقط ہوگئے پھر بموجب ارشاد رسول الائمۃ من قریش کہ امام صرف قریش سے ہونے چاہئیں ابن مسعود اور زید ان سے گر گئے اور باقی رہے علی و ابن عباس یہ دونو عالم فقیہہ و قریشی ہیں لیکن امامت اسکو چاہئے کہ سن میں بڑا اور ہجرت میں سابق ہو اس قید سے ابن عباس بھی خارج ہوگئے اور صرف امیرالمومنین رہ گئے پس شک نہیں کہ وہ حضرت بالاجماع لائق امامت تھے سب لوگ انسے مسائل دریافت کرتے تھے اور وہ کسی سے کچھہ نہ پوچھتے تھے۔ ابوالموید خوارزمی نے نقل کیا ہے کہ ابودردا صحابی کہتا تھا کہ اسلام میں اسوقت تین عالم ہیں ایک شام میں ایک کوفہ میں ایک مدینہ میں عالم شام سے وہ اپنے تئیں مراد لیتا اور کوفہ سے عبداللہ مسعود کو اور عالم مدینہ سے حضرت امیرالمومنینؑ کو پھر کہتا فالذی بالشام یسئل الذی بالکوفۃ وھو یسئل عن الذی بالمدینۃ وھو لا یسئل احدا یعنی شام کا عالم تو کوفہ والے سے پوچھتا ہے اور کوفہ کا صاحب مدینہ سے اور وہ یعنی اہل مدینہ کبھی کسی سے نہیں پوچھتا عکرمہ مولائے ابن عباس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایکبار عمر خطاب نے امیرالمومنین سے کہا اے ابوالحسن قضئے تمہارے سامنے پیش ہوتے ہیں تو تم بہت جلد انکو فیصل کر دیتے ہو۔ ذرا وقفہ نہیں ہوتا حضرت نے اپنا پنجہ مبارک عمر کے سامنے کیا کہ یہ کے انگلیاں ہیں کہا پانچ آپنے فرمایا بہت جلد بتلا دیا تمنے اسکو ابوحفص نے کہا میرے سامنے تھیں پوشیدہ تو نہ تھیں کہ بتانے میں دیر ہوتی آپ نے ارشاد کیا کہ فیصل خصومات بھی میرے آگے اسی طرح روشن تھے اور ذرا مخفی نہیں واقعی جملہ معارف و علوم آپ پر منکشف و ظاہر تھے اور نوبت کشف و یقین کی آپکے پہنچی تھی کہ مکرر فرماتے تھے لو کشف الغطاء لما ازددت یقینا کہ پردہ میرے سامنے سے اٹھا دیا جائے تو میرا علم و یقین ذرا بھی زیادہ نہ ہو مناقب مرتضوی میں تفسیر بحر الدرر و ریاض القدس سے منقول ہے کہ امیرالمومنین نے ایکبار بعد نماز عشا کے عبداللہ بن عباس کو اپنے پاس بلایا اور ایک پہر کامل تک الف و لام الحمد کی تفسیر و تشریح اسطرح پر کرتے رہے کہ اسکا شمہ بھی کسی کے دل پر نہ گذرا تھا۔ پھر حا را لحمد کی شرح میں ایک پہر اور گذرا۔ پھر فرمایا اے عبداللہ جو کچھ مینے بیان کیا تو نے سنا کہا ہاں اے امیرالمومنین مینے سنا اور مبہوت و متحیر رہا۔ پھر فرمایا یا عبداللہ لو کتبت فی معانی الفاتحۃ لاوقرت سبعین بعیرا اے عبداللہ اگر میں معانی سورہ الحمد کو لکھنے لگوں تو ستر آئینہ شترا ونٹ اس کتاب سے بار ہوجائیں اور نیز آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص سورہ فاتحہ کو درست پڑھے آتش دوزخ سے بے خوف ہوجائے اور جو اس کے معانی ٹھیک ٹھیک جانے جنت اسپر واجب ہو اور حق تعالیٰ اسکو اپنے قرب جوار سے عزت بخشے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مینے اپنے علم کو آنحضرت کے علم کے سامنے ایک قطرہ پایا دریا کے سامنے۔ اور ابن فخری سے نقل کیا ہے کہ امیرالمومنین نے فرمایا لو شئت لاوقرت

بباء بسم اللہ لسبعین بعیرلہ کہ اگر میں چاہوں تو فقط بائے بسم اللہ کی تفسیر سے ستر شتر بار مہیا کردوں نیز اس جناب سے
روایت ہے کہ فرمایا قسم بخدا اگر میں چاہتا تو تمام آدمیوں کے حال سے خبر دیتا مگر یہ خیال ہے کہ مبادا لوگ میری محبت میں شرع و دین رسول
سے کافر ہوجائیں۔ محقق لاثانی ابن میثم بحرانی مبحث علم امیرالمومنین میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے مشہور خطبہ موسوم بقاصعہ میں فرمایا کہ میں پیروی
کرتا تھا رسول اللہ کی اور آنحضرت کے ساتھ ساتھ رہتا تھا جسطرح پر کہ بچہ شتر اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے وہ حضرت ہر روز ایک نشان اپنے
اخلاق کریمہ کا بلند کرتے اور مجھکو اسکے اقتدا کرنیکا حکم فرماتے اور ہر سال کچھ عرصہ تک کوہ حرا پر مقیم رہا کرتے تھے اسوقت کوئی انکی خدمت میں
بجز میرے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ گھر میں تشریف رکھتے تو خدیجہ ہوتیں اور میں انکا تیسرا ہوتا میں نور وحی و رسالت کو دیکھتا اور بوئے نبوت کو سونگھتا
استشمام کرتا۔ مبعوث بہ نبوت ہوئے تو مینے صدائے گریہ شیطان سنی پوچھا یہ کیسی آواز ہے فرمایا نوحۂ شیطان ہے کہ اپنی عبادت سے
مایوس ہوا یا علی تو دیکھتا ہے اور سنتا ہے جو کچھ کہ میں دیکھتا اور سنتا ہوں۔ اور گو تو نبی نہیں الا میرا وزیر ہے اور خیر و خوبی پر ہے۔ اس کے بعد
ابن میثم کہتے ہیں کہ نتیجہ اس ملازمت و اتباع اور اس تعلیم و تربیت کا یہ ہوا کہ وہ حضرت جمیع علوم میں پیغمبر خدا کے بعد استاد عالم ہوگئے۔
چنانچہ مجملاً بیان اسکا یہ ہے کہ بموجب حدیث شریف انا مدینۃ العلم الخ حضرت رسول خدا تمام علوم اسلامیہ و اسرار حکمیہ کے کہ قرآن
وحدیث ان پر شامل ہے حاوی و محیط تھے جیسا کہ شہر جملہ مافیہا پر حاوی و محیط ہوتا ہے اور علیؑ ان علوم و حکم کے خلقت تک پہنچنے اور ان سے
منتفع ہونے میں واسطہ و ذریعہ تھے کیونکہ شہر سے جسقدر لین دین ہوتا ہے اور جتنا نفع خلق کو پہنچتا ہے سب دروازہ کی راہ پہنچتا ہے پس
ثابت ہوا کہ منبع و ماخذ تمام علوم دینیہ کے امیرالمومنین ہیں اور تفصیل اسکی اسطرح پر ہے کہ افضل علوم اور اعلیٰ و اہم انکا علم الہیات ہے
پس ہر شخص جانتا ہے کہ اسرار توحید و نبوت و آثار قضا و قدر و احوال قیامت جسقدر آپکے کلام و خطب میں پائے جاتے ہیں کسی عالم کسی حکیم
کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ علاوہ بریں تمام فرق اسلامیہ اپنے اپنے علوم کا سلسلہ انحضرت تک پہنچاتے ہیں لیکن متکلمین پس معتزلہ
کا انحضرت سے منتسب ہونا ظاہر ہے کیونکہ اکثر اصول انکے آپکے ظواہر کلام سے ماخوذ ہیں۔ نیز وہ اپنے مشائخ حسن بصری و واصل بن عطا
وغیرہ سے علوم اخذ کرتے ہیں اور وہ سب علیؑ سے منسوب اور انسے علم حاصل کرنیوالے ہیں۔ اور اشعریہ کا حال بھی معلوم ہے کسلئے کہ انکا
پیر و مرشد ابوالحسن اشعری شاگرد ابو علی جبائی کا ہے وہ خود مشائخ معتزلہ سے ایک تھا اس ابوالحسن کو معتزلہ کے خلاف کچھ امور دریافت
ہوئے تھے اسلئے اس نے اپنے استاد کا مذہب چھوڑ دیا تھا علیٰ ہذا شیعوں کا آپ تک منتہی ہونا مثل آفتاب نیم روز ظاہر ہے وہ علوم اپنے
اماموں سے کہتے ہیں اور آئمہ بایکدگر علم حاصل کرتے ہیں اور سلسلہ انکا امیرالمومنین تک ختم ہوتا ہے اور وہ ہیں امام اول شیعوں کے اور
خوارج باوصف اسکے کہ انحضرت سے کمال بعد و دوری رکھتے ہیں تاہم سب اپنے مشائخ کے علوم میں دست نگر ہیں جو سب علیؑ کے کاسہ
لیس تھے **لیکن** مفسرین پس راس و رئیس انکا عبداللہ بن عباس ہے جو شاگرد امیرالمومنین ہے اور لیکن فقہا پس ان کے چار مذہب ہیں
پہلا مذہب ابوحنیفہ کوفی کا ہے جو بنا بر مشہور شاگرد امام جعفر صادق کا تھا اور علم احکام کو انسے اخذ کیا اور امام جعفر صادقؑ کا تعلق
امیرالمومنینؑ سے جو کچھ ہے ظاہر ہے دوسرا مذہب مالک کا ہے مالک نے ربیعہ رازی سے علم حاصل کیا اور ربیعہ نے عکرمہ مولائے ابن

عباس سے اور اس نے ابن عباس سے اور ابن عباس تلمیذ باتمیز امیر المومنینؑ ہیں **تیسرا** مذہب شافعی کا ہے اور شافعی شاگرد ہے امام مالک
مذکور کا۔ **چوتھا** احمد بن حنبل کا اور وہ شاگرد ان شافعی سے تھا۔ پس چاروں اماموں کی فقہ آنحضرت کی طرف رجوع ہوئی اور مؤید
ہے آپ کی کمال فقاہت کے ارشاد باسداد حضرت رسولخدا کا اقضاکم علیؑ اسلئے کہ اقضا ہونے کیلئے اعلم و افقہ ہونا اور فقہ و اصول
فقہ کے اعلیٰ مدارج کو پہنچنا ضرور ہے اور لیکن فصحا پس اسمیں شبہ نہیں کہ جو لوگ مثل اصبغ بن نباتہ کے اس فن میں مشہور رہیں وہ سب آنحضرت
سے منسوب ہیں اور آپ کے الفاظ و عبارات سے انہوں نے اپنے ظروف پر کئے ہیں۔ اور لیکن اہل نحو واضع اس علم کا ابوالاسود دئیلی
ہے اس نے آپکے ارشاد و اشارے سے اس علم کے تئیں تدوین کیا۔ اور لیکن صوفیہ انہوں نے تصفیہ باطن و کیفیت سلوک آنحضرت کی تعلیم
سے سیکھا ہے اور شجاع و ماہران حرب و ضرب آپ کی طرف منسوب و آپ کے خرمن کمالات کے خوشہ چین ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ
کے بعد آپ استاد خلق اور ہادی بطریق حق آپ ہیں تمام ہوا کلام ابن ثیم علیہ الرحمہ کا۔ اب ہم مبحث علم امیر المومنین کو کہ دریائے ناپیدا کنار
ہے اسی مقام پر چھوڑ کر بقیہ حالات خلیفہ ثانی کیطرف متوجہ ہوتے ہیں ٭

نکاح ام کلثوم با خلیفہ ثانی

جو فضائل و کمالات و خرق عادات و کرامات حضرت خلافت مآب کے کتب اہلسنت میں مذکور ہیں آنحضرت نے انہی پر بس نہیں کی بلکہ
انکو حضرت علی مرتضیٰ و جناب سیدہ کا داماد بنا کر خاندان رسالت سے رشتہ قائم کرانے میں بھی سعی بلیغ فرمائی ہے یعنی بزعم خود حضرت ام کلثوم
بنت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے ساتھ اس پیرانہ سری میں حضرت کی شادی رچائی اور اسی فرضی وصلت پر بہت کچھ دھوم مچائی ہے
اور اتنا نہیں سوچا کہ جب ہمارے قول کے موافق دختران رسول اللہ زینب و ام کلثوم و رقیہ ابوالعاص بن ربیع و عتبہ و عتیبہ پسران ابولہب
کافروں کے ساتھ بیاہی گئیں اور کوئی فخر و فضیلت ان کافروں کو اس سے حاصل نہ ہوا تو اگر حضرت امیر کی بیٹی بھی عمر کے نکاح میں آئی
تو کیا بڑی بات ہوئی۔ صاحب رمی الجمرات لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ کافروں کو بیٹی دینا پہلے جائز تھا پھر منع ہو گیا تو اسکا جواب یہ ہے
کہ کافروں کے لئے منع ہو گیا مطہران اسلام سے تو منع نہیں ہوا اور بلا ضرورت منع ہوا ضرورت میں تو منع نہیں سو روایات اہلسنت
بہ ندائے بلند پکار رہی ہیں کہ حضرت اس نکاح پر بدل راضی نہیں تھے۔ غلبہ اور دباؤ سے اسطرح مجبور و ملجا کئے گئے جیسے کہ دیگر امور میں
مثل بیعت وغیرہ کے مجبور کئے گئے اور چار ناچار انکو یہ خیالی نکاح کرنا پڑا پس کیا ایسے نکاح سے کوئی فخر و فضیلت حاصل ہو سکتا ہے ہرگز نہیں
ہرگز نہیں۔ واضح رہے کہ علماء شیعہ ہمیشہ سے اس عقد کے منکر چلے آئے ہیں اور اس انکار پر آئمہ کرام علیہم السلام سے روایات نقل کرتے
ہیں جو اس فرقہ کی تسکین خاطر کیلئے کافی دوافی ہیں مگر ہم یہاں ان روایات کا مطلقاً ذکر نہیں کرتے صرف سنیوں کی روائتیں لکھتے
ہیں انہی سے اس گمان فاسد کا بطلان بوجہ احسن ظاہر ہو جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور نیز انکی روات کی کہ درپے تفضیح و تذلیل حضرات
عالیات اہل البیت ہیں قلعی کھل جائیگی۔ **صواعق محرقہ** میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ عمر سے صحیح ہوا ہے کہ انہوں نے علی علیہ السلام سے
ام کلثوم کی درخواست کی آپنے انکی کم سنی کا عذر پیش کیا اور یہ بھی کہا کہ مینے اسکو اپنے بھتیجے جعفر کے بیٹے کیلئے رکھ چھوڑا ہے۔ عمر نے کہا میں خواہش

نفسانی کی راہ سے یہ درخواست نہیں کرتا بلکہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ تمام نسب وسبب بروز قیامت منقطع ہو جائینگے الا میرا
نسب وسبب کہ بدستور سلامت رہیگا اسلیئے چاہتا ہوں کہ آنحضرت کے ساتھ رشتہ سببی قائم کروں اور ذخائر العقبیٰ سے نقل ہوا ہے قال
علیؑ انہا صغیرۃ فقال عمر لا واللہ ما ذلک بک ولکن اردت منعی یعنی علی علیہ السلام نے کہا وہ کم سن ہے عمر نے کہا نہیں قسم خدا
کی یہ بات نہیں ہے بلکہ تم اس حیلہ سے چاہتے ہو کہ مجھکو اس نکاح سے باز رکھو اور ابن حجر عسقلانی شرح صحیح بخاری میں کہتے ہیں ان علیا
لما ابی عن نکاح ابنتہ لعمر واستعذر بصغرہا لم یکن یقبل منہ ذلک العذر حتی الجاء ان یراہا یا یہ کہ جب علی
علیہ السلام نے اپنی لڑکی عمر کے ساتھ بیاہ دینے سے انکار کیا اور عذر اسکی کم سنی کا فرمایا تو عمر اس عذر کو قبول نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آنحضرت
کو ملجا ومجبور کیا کہ اس کے تئیں عمر کو دکھلائیں فارسلہا الیہ فلما راٰہا عمر اخذہا وضمہا الیہ وقبلہا پس علی نے اس دختر کو عمر
کے پاس بھیجدیا جب عمر نے اسے دیکھا تو اسکو لیا اور اپنے سینے سے لگایا اور بوسے لیئے اسکے۔ وبروایت استیعاب وضع یدہ علی ساقہا
کہ عمر نے اپنا ہاتھ اسکے ساق پر رکھا اور اسے کھولا تو اس لڑکی نے کہا کیا کرتا ہے تو اگر امیر المومنین نہ ہوتا تو میں تیری ناک توڑ ڈالتی۔ پس دیکھنا
چاہیئے کہ اس فرقہ کو ان حالات کے وضع کرنیسے کیا مقصود ہے انکا مدعا یہی نہیں کہ اس فرضی رشتہ سے خلیفہ صاحب کی قدر افزائی کریں
بلکہ اس کے ساتھ حضرت شاہمرداں شیر یزداں کی توہین وتحقیر بھی مدنظر ہے یعنی معاذ اللہ توبہ توبہ آپ ایسے بے حمیت تھے کہ اپنی لڑکی
کو گو وہ صغیر ہی تھی ایک مرد اجنبی کے پاس بھیجدیا۔ نیز صواعق میں ہے کہ علی نے اسکو امر کیا کہ زینت کرے بعد ازاں عمر کے پاس
بھیجدیا انہوں نے اسکو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور اسکو گود میں بٹھا لیا اور بوسے لیتے تھے جب وہاں سے چلی تو عمر نے اس کی
پیروں کی پنڈلی پکڑی اور اپنی رضامندی ظاہر کی انتہی۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین بھلا اس افتراپردازی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے کہ حضرت
امیر کبیر اپنی دختر صغیر کو بنا سنوار کر بوڑھے خرانٹ کے پاس کہ اسکے ساتھ نکاح کرنیکے درپے ہے بھیجیں کہ جسطرح چاہے وہ اسکے ساتھ پیش آئے
خیر ہم ان دروغ زن زادوں کو کہ آبروریزی اہلبیت اطہار پر تلے ہوئے ہیں کچھ نہیں کہتے انکی سزا جیسا کہ چاہیے حضرت رب العزت بروز
قیامت انکو بخوبی دیگا یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ ان روایات کتب معتبرہ سے جو انحضرات پر حجت ہیں اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ ام کلثوم
اسوقت اسقدر کم سن تھیں کہ بے تکلف مجلس عمر میں چلی آئیں اور عمر نے بھی انکے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جیسا چھوٹے بچوں کے ساتھ
کرتے ہیں چنانچہ صاحب صواعق محرقہ بھی عمر کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں وضمہ وتقبیلہ علی جہۃ الاکرام لانہا
لصغرہا لم تبلغ حدا تشتہی حتی یحرم ذلک کہ سینہ سے لگانا اور بوسے لینا عمر کا بروجہ اکرام تھا اس لیئے کہ وہ اپنی کم سنی
کی وجہ سے خواہش کے درجہ کو نہ پہنچی تھی تاکہ یہ آخر ان پر حرام ہوتا۔ پس یہاں سے بخوبی ثابت ہے کہ ام کلثوم اسوقت بہت ہی
کم سن تھی۔ بلکہ جیسا کہ صاحب کتاب المودۃ نے تصریح کی ہے اسکی عمر فقط چار سال کی یا چار و پانچ کے درمیان تھی۔ حالانکہ عمر کی عمر اسوقت
ساٹھ سال کو پہنچی تھی پس اب دیکھنا چاہیئے کہ یہی ام کلثوم کہ بوقت شصت سالگی عمر کے چار پانچ برس سے زیادہ کی نہ تھی۔ ام کلثوم بنت
فاطمہ زہرا تھیں یا کوئی اور جہانتک دیکھا جاتا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اکثر مورخین کے قول کے موافق یہ ام کلثوم بنت زہرا ہو نہیں سکتی

کیونکہ عمر تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۳ھ ہجری میں قتل ہوئے۔ پس وہ ساٹھ برس کے ۲۰ھ ہجری میں تھے اور ولادت حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا حسب تصریح علماء اہل سنت قبل ولادت رقیہ ومحسن السقط سنہ سات یا آٹھ ہجری میں ہوئی تھی بنا بریں وہ ۲۰ھ ہجری میں تیرہ یا چودہ برس کی ہوتی ہیں اس سن کی کوئی لڑکی خصوصاً دختران بنی ہاشم بچہ نہیں رہتیں پس ثابت ہوا کہ وہ ام کلثوم بنت فاطمہ نہ تھی دیگر یہ کہ شارح مواقف نے حضرت ام کلثوم کا نام گواہان فدک میں شمار کیا ہے گو انکی اور حسنین علیہم السلام کی گواہی بوجہ فرعیت قبول نہیں کی۔ مگر اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ جناب بوقت دعویٰ فدک لائق ادائے شہادت یعنی کم از کم پانچ سال کی تھیں نیز بعض رواۃ اہلسنت نے جناب فاطمہ سے بواسطہ انکی دختر ام کلثوم کے روایت کی ہے جیسا کہ کتاب مستطاب عبقات الانوار میں مفصل مذکور ہے اس بنا پر بھی ضرور ہے کہ وہ جناب بوقت وفات اپنی مادر گرامی کے قابل تحمل روایت یعنی کم از کم پانچ سال کی ہوں کیونکہ اس سے کم سنی کی روایت اہلسنت کے یہاں مقبول نہیں پس اس حساب سے ۱۷ھ میں پندرہ سولہ برس کی ہوتی ہیں نہ کہ چار پانچ سال کی پس معلوم ہوا کہ جس ام کلثوم کے نکاح کے یہ حالات نقل کئے ہیں وہ بنت فاطمہ ہرگز نہ تھیں علاوہ ان سب باتوں کے شاہ عبدالعزیز تحفہ اثنا عشریہ میں رقمطراز ہیں کہ متواترات سے ہے کہ زید بن عمر خطاب ایک خانہ جنگی میں قتل ہوا اور اسکی ماں ام کلثوم دختر فاطمہ زہرا اسی روز مرض میں جان بحق ہوئیں دونوں جنازے ایک وقت میں اٹھائے گئے اور عبداللہ بن عمر و امام حسین علیہ السلام نے ان پر نماز پڑھی اب اس متواتر کو ایک اور متواتر سے ملایئے کہ جناب ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا شہادت جناب سید الشہدا کے بعد تک زندہ رہیں اور انہوں نے بروایت صاحب روضۃ الصفا در روضۃ الشہدا و حبیب السیر و مقتل ابو مخنف و مشہد ابو اسحاق و تحریر الشہادتین مولوی سلامت اللہ پانی پتی وغیرہ نے وہ مرثیہ کہا جسکا پہلا شعر یہ ہے ؎ مدینۃ جدنا لا تقبلینا ٭ فبالحسرات والحسرات جینا اے ہمارے جد کے شہر تو ہمکو قبول نہیں کرتا پس ہم گریہ و بکا و حسرتوں کے ساتھ آئے ہیں۔ ان دو متواتروں کے جمع کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ام کلثوم مادر زید کہ زوجہ عمر خطاب تھی اور تھی اور ام کلثوم بنت امیر المومنین اور۔ صاحب رمی الجمرات لکھتے ہیں کہ شیعوں کو اس سے انکار نہیں کہ ازواج عمر میں کوئی عورت ام کلثوم نام نہیں تھی بلکہ ایک ام کلثوم بنت جرول خزاعی زمانہ جاہلیت سے انکی زوجہ تھی۔ چنانچہ عبیداللہ و زید اسی سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ کامل ابن اثیر وغیرہ میں درج ہے دوسری ام کلثوم بنت عقبہ ابی معیط تھی کہ بقول فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں بعد صلح حدیبیہ نکاح عمر میں آئی تھی تیسری ام کلثوم بنت ابی بکر ہے کہ عمر کا اس سے نکاح کی درخواست کرنا کامل ابن اثیر جزری و اسماء الرجال و دیگر کتب سے ثابت ہے بلکہ بعض کتب مثل کتاب ابو المحاسن جرجانی و بوارق محرقہ وغیرہ سے اسکے انکار کے بعد عمر کے ساتھ نکاح کر لینا بھی پایا جاتا ہے اور رجال مشکوۃ میں شیخ عبدالحق دہلوی اسطرح لکھتے ہیں کہ ابوبکر کے مرنیکے بعد ایک لڑکی زوجہ ابوبکر سے پیدا ہوئی عائشہ نے اسکا نام ام کلثوم رکھا۔ عمر نے اس سے نکاح کی درخواست کی تو اس نے انکار کیا اور عائشہ سے کہا کہ تم جانتی ہو کہ عمر فظ غلیظ یعنی نہایت بد مزاج و تند خو ہے میرا نکاح اس سے کرو گی تو میں روضہ رسول اللہ پر جا کر فریاد کروں گی انتہیٰ۔

الحاصل ان ام کلثوموں کے حالات بروئے اولاد و مہر و سن و براہ انکار از نکاح اولاً قبول بمجبوری بعد اصرار ثانیاً راویان اہلسنت نے ام کلثوم بنت فاطمہ کی طرف منسوب کر دیئے۔ بعض نے نام کے اشتباہ سے اور بعضوں نے دیدہ دانستہ بغرض فاسد اثبات فضیلت عمر و توہین و تحقیر حضرت امیر المومنین اور اظہار مجبوریت و مقہوریت آنحضرت کے باضافہ چند لغویات دیگر مثل بوس و کنار و کشف ساق وغیرہ کے

مگران سب باتوں سے انحضرت کا کچھہ نہ بگڑا۔ کیونکہ غایۃ الامر اس سے آپ کی مظلومیت ثابت ہوئی۔ سوم دان خدا کیلئے مظلوم ہونا فخر کی بات ہے عیب نہیں۔ جناب امیر خود معاویہ کے خط کے جواب میں تحریر کرتے ہیں لاغضاضۃ للمرء المسلم فی ان یکون مظلوما یعنی مرد مسلمان کیلئے کوئی برائی نہیں اسمیں کہ وہ مظلوم ہو اور مظلوموں اور ستمدیدوں کی گو ظاہر حال میں ہتک حرمت ہو مگر حقیقت میں انکی عزت و حرمت دنیا و آخرت میں بمدارج و مراتب بلند ہوتی ہے دیکھیے کربلا میں جناب سید الشہدا صلوات اللہ علیہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا کہ بنات رسول اللہ بے مقنع و چادر ہوئیں انہی ام کلثوم بنت فاطمہ کے شانوں میں رسن ظلم و ستم باندہی گئی مگر اس سے کچھہ کسر شان انکی نہ ہوئی وہ دنیا میں بھی ہر ایک کی نظر میں معزز و محترم رہے اور آخرت میں بھی مدارج عالیہ پر فائز ہوئے اور یزید پلید کے کہ باعث اس ظلم کا تھا گلے میں لعنت کا طوق پڑا اور عقوبات اخروی تو جو اسکے لئے ہیں ان کی کوئی حد ہی نہیں

قتل خلیفہ ثانی

ظاہر اخلافت پناہ کی غلظت و سخت گیری سے خلقت تنگ آگئی تھی اسلئے وہ بھی آخر میں انکی امارت و حکومت سے اکتا گئے اور جان لیا تھا کہ ان لوگوں کی طبیعتیں اب مجھہ سے سیر ہوگئیں ہیں اگر اور زندہ رہا تو بار خلافت میرے سنبھالے نہ سنبھلے گا اور عجب نہیں کہ کوئی فتنہ عظیم ایسا برپا ہو کہ اسکا دبانا ہمارے احاطہ قدرت سے باہر ہو جائے بنابریں وہ خواستگار ہوئے کہ زمان ناگزیر پیش آئے تاکہ عوام الناس میں جو بات انکی نزدیک و دور بنگئی ہے اسمیں فرق نہ آئے پس وہ دعا مانگتے تھے۔ اللھم قد کبرت سنی ورق عظمی وضعف قوتی وانتشر عنی ما قبضتنی الیک پروردگارا میری عمر بہت آئی اور میری ہڈیاں بڑہاپے سے رقیق و باریک ہوگئیں اور قوی میں ضعف و سستی نے اثر کیا۔ اور رعیت بار عیت پریشان و متفرق ہوئی پس مجھکو اپنے پاس قبض کرلے۔ حضرت عمر مسلمانوں کی طرف سے ایسے متوہم و مشتبہ ہوگئے تھے کہ ابو لؤلؤ نے انکے شکم میں خنجر لگایا تو انہوں نے منادی کرائی کہ اے اہل مدینہ یہ کار تمہاری صلاح و رضا سے تو واقع نہیں ہوا۔ کذا فی روضۃ الاحباب و کامل ابن اثیر میں ہے کہ زخم لگنے کے بعد جو لوگ مہاجر و انصار سے خلیفہ سے ملنے آتے وہ انسے پوچھتے کہ تم تو اس میں شریک نہیں ہو وہ انکار کرتے ہر چند عمر کا یہ شبہ کہ انکا قتل صحابہ کی شہ سے ہوا ہے بے بنیاد نہ تھا الا اسطرح پر بازار و نمیں منادی کرانا اور یوں ہر آئندہ و روندہ سے استفسار کرنا کہ تم تو اسمیں شامل نہیں ہو ہم نہیں جانتے کہ کونسی دانائی کی بات تھی۔ یہ امور ایسے نہیں ہوتے کہ اسطرح کوئی انکا اقرار کرلے۔ عمر تو عمر وہ تو زندہ و قائم اور ہر نوع اپنا بدلا لینے پر قادر تھے۔ عثمان کے قتل پر باوجود یکہ ہر کس و ناکس کا اتفاق تھا اور کھلم کھلا ہفتوں اور مہینوں شکنجہ حصار میں رکھکر انکو مارا انکے قتل کا تو کوئی یوں زبان سے اقرار کرتا ہی نہ تھا حضرت امیر المومنین تک نے تو کہ بقول اہل جمل و صفین راس و رئیس قاتلان عثمان تھے اپنے عہد حکومت میں اسکا اعتراف کیا ہی نہیں جب ذکر آیا یہی کہا قتلہ اللہ وانا معہ کہ خدا نے اسے مارا ہے اور میں خدا سے جدا نہ تھا۔ پس عمر کے موہنہ پر کیونکر کوئی کہدیتا کہ ہاں مینے تمکو مروا دیا ہے یا میں اس مشورے میں شریک تھا۔ بہر حال جس نے ظاہر میں خلیفہ صاحب کے پیٹ میں خنجر لگایا وہ ابو لؤلؤ فیروز تھا کہ بابا شجاع الدین کے لقب سے معروف ہے یہ شخص عجم کا رہنے والا تھا اور جس زمانہ میں فتح فارس کے بعد دختران کسرٰے مدینہ میں آئیں یہ بھی اسیوقت یہاں آیا تھا۔ سنی مورخ کہتے ہیں کہ اس نے عمر سے شکایت کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے

میرے اوپر سو درہم ماہوار کا بھاری جزیہ لگا رکھا ہے آپ اس سے کہکر کم کرا دیں عمر نے کہا تو لوہار بڑھئی نقاش کے کام جانتا ہے تیرے اوپر ٹیکس چنداں گراں نہیں پس ابو لؤلؤ اس بات پر عمر سے بگڑ گیا اور اس نے طیش میں آکر قتل خلیفہ پر اقدام کیا ہمارے نزدیک بہت بعید ہے کہ فقط اتنی بات پر کہ عمر نے اسکے آقا سے اسکی سفارش نہ کی وہ ایسا افروختہ ہوا کہ اتنے بڑے خطرناک کام کا ارتکاب کر بیٹھے اور یوں اپنی جان پر کھیل جائے۔ اگر گرانی جزیہ ہی کی کوفت تھی تو چاہیئے تھا کہ اول مغیرہ نابکار کو قتل کرتا پس صحیح اس بارے میں وہ ہے جو صاحب کامل بہائی وغیرہ علماء شیعہ نے نقل کیا ہے کہ ابو لؤلؤ شیعیان و دوستان امیر المومنین علیہ السلام سے تھا اور آنحضرت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتا تھا۔ عمر اسکو اس سے مانع آئے مگر وہ باز نہ آتا تھا لاجرم انہوں نے مغیرہ سے کہکر اسکا محصول بڑھوا دیا اور ایذا دیتے تھے اسکو۔ اور عجب نہیں کہ عمر کی تمام عجمیوں سے عداوت اور انکے حقوق گھٹانیکو بھی اسمیں دخل ہو۔ بہرکیف ایکبار عمر نے اس سے کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ تو اشیائے بادی کہ ہوا کے زور سے چلے اچھی بنانا جانتا ہے اگر راست ہے تو ہمارے لئے بھی ایک بنا دے ابو لؤلؤ نے کہا اے امیر اگر میں زندہ رہا تو تمہارے لئے ایسی چکی بناؤنگا کہ مشرق سے مغرب تک اسکا شہرہ ہو جائے عمر کو اس کلام سے دہشت معلوم ہوئی اور دل پر چوٹ لگی کہ اس نے یہ کیا بات کہی۔ غرض چکی بنی شروع ہوئی آپ کو اس کا شوق ازحد تھا۔ ہمیشہ دیکھنے جاتے تیار ہوئی تو اس نے ایک مکان کے گوشے میں لگادی عمر اسکے اشتیاق میں مکان کے اندر گھس گئے فیروز نے موقعہ پاکر وہاں خنجر پیٹ میں بھونکدیا۔ یعنی دعا جناب سیدہ کی کہ بوقت چاک کرنے ہبہ نامہ فدک کے فرمائی تھی درجۂ اجابت کو پہنچی۔ کہتے ہیں کہ اس نے بارہ آدمیوں کو زخمی کیا چھ جانبر ہوئے باقی کھیت رہے۔ خلیفہ صاحب کو اٹھا کر گھر لیگئے طبیب آیا نبیذ پلائی جو خون میں شامل ہوکر نکلی دودھ پلایا بجنسہ زخم کی راہ باہر آیا۔ کہا یہ اب زندہ نہ رہیں گے جن لوگوں نے عمر کے قتل کا حال لکھا ہے سب سب متفق ہیں کہ انکو آخر حیات میں اذعان مرگ کے ساتھ سخت پیچ و تاب و قلق و اضطراب عارض تھا یعنی جو ظلم و زیادتیاں غصب خلافت وغیرہ میں انکے ہاتھوں اہلبیت اطہار پر ہوئے تھے سب سو وقت نصب العین تھے۔ انکی یہ حالت مختلف عبارتوں اور اشارتوں میں انسے ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی گذشتہ گناہوں کو یاد کرکے روتے اور یہ شعر پڑھتے تھے ؎ وما بی حذار الموت انی لمیت ٭ ولکن حذار الذنب یتبعہ الذنب۔ مجھکو موت سے تو اندیشہ نہیں کیونکہ موت تو آنیوالی ہے۔ مگر خوف گناہوں کا ہے جو یکے بعد دیگرے ہوتے رہے ہیں۔ کبھی کہتے تھے کہ اگر میرے پاس بمقدار تمام زمین کے سونا ہوتا تو تمام کو اہوال قیامت پر فدا کرتا۔ واقدی فتوح الشام میں کہتا ہے کہ جب آپکے ضربت لگی اور حضرت عثمان نے دوڑکر زمین سے اٹھانا چاہا تو کہا مجھکو یہیں رہنے دے ویلی من النار الان لو کانت الدنیا لی لافتدیت بہا من النار ولم ارہا یعنی ویل و عذاب ہے میرے لئے آتش جہنم سے اگر اسوقت تمام دنیا میری ہوتی تو آتش جہنم سے بچنے کیلئے اسکو فدا کرتا۔ اور نیز واقدی کہتا ہے کہ ابوبکر بھی اپنے مرض موت میں کہتے تھے کہ یہ تو مجھکو معلوم ہے کہ میں جہنم میں داخل ہوں گا کاش یہ بھی جانتا کہ اس میں سے نکلونگا بھی یا نہیں طرفہ یہ کہ خلفاء ثلثہ معتقد انکی خلافت کو خلافت راشدہ مورث حسنات و علو درجات خیال کرتے ہیں۔ لیکن عمر بلا ثواب یا عذاب اس سے نکلجانے ہی کو غنیمت جانتے تھے۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ لوگ انکی مدح کرتے تھے کہ آپ ایسے اور ایسے خلیفہ تھے وہ کہتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ یہ امر میرے لئے کفاف ہو نہ کوئی نفع اس سے مجھے پہنچے نہ نقصان اور صحبت رسول اللہ میرے لئے

باقی رہجاۓ بس انکی منتہاۓ آرزو یہ تھی کہ برابر سرابر رہیں کسی فضیلت و شرف کا حاصل ہونا انکے گمان و وہم میں بھی نہ تھا ۔ بلکہ روضۃ الاحباب
میں ہے کہ وہ خلافت کو اپنے لئے وبال و عذاب تجویز کرتے تھے چنانچہ کسی نے انکے بیٹے عبد اللہ کے خلیفہ بنانیکی صلاح دی تو فرمایا کفی لال
عمر ما علی عمر من وبال ھذا الامر یعنی آل عمر کے لئے وہی وبال کافی ہے جو اس امر سے عمر کے اوپر پڑا ہے ۔ لکھا ہے کہ ایک گھاس کا تنکا آپ نے
اٹھالیا اور کہا کاش میں پرکاہ ہوتا اور میری ماں مجھکو جنتی اور حلیۃ الاولیا و تاریخ الخلفا وغیرہ میں ہے کہ عمر نزع کیوقت کہتے تھے کہ اے کاش میں
اپنے گھروالوں کا مینڈھا ہوتا وہ کھلا پلا کر مجھکو فربہ کرتے اور جب کوئی مہمان عزیز انکے ہاں وارد ہوتا تو مجھکو ذبح کرتے اور کچھہ گوشت تو بریاں کرتے
باقی کو خشک کر رکھتے کہ بتدریج کھائیں غرض میں انکے شکم میں جاکر فضلہ ہوتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ انسان ہوا سبحان اللہ عجب خلیفہ راشد تھے
کہ ایسی نجس و ناپاک شے بننے کی آرزو رکھتے تھے کہ جس کے ذکر سے بھی گھن آئے اندرینصورت ان کو خلافت راشدہ نے کیا نفع بخشا ۔ کفار
بھی اپنے اعمال نکوہیدہ کو دیکھکر آرزو کرینگے تو یہ کہ کاش وہ خاک ہوتے جیسا کہ حق تعالی اپنے قول ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا
میں اس سے خبر دیتا ہے اور خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین اس سے بھی پلید شے یعنی نجاست انسانی بنا چاہتے تھے ۔ واضح رہے کہ حضرت عمر
ہی اس آرزو میں کہ کاش میں فضلہ ہوتا ۔ منفرد نہ تھے حضرت ابوبکر کو بھی مرتے وقت یہی تمنا تھی کہ میں بجائے آدمی ہونیکے مینگنی شتر یعنی اونٹ
کی لید ہوتا ۔ تاریخ الخلفا میں ہے کہ ابوبکر کہتے تھے کہ دوست رکھتا تھا کہ میں راستہ کے سرے پر ایک پیڑ ہوتا ایک شتر میرے پاس سے گذرتا
اور مجھکو لیکر اپنے موتہہ میں رکھ لیتا اور دانتوں میں چبا کر نگل جاتا تا اینکہ لید ہو کر اسکے پیٹ سے نکلتا اور آدمی نہ ہوتا ان باتوں سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے اعمال نکوہیدہ کو یاد کرکے اپنی مغفرت سے ناامید ہوگئے تھے نہیں تو ہرگز ایسی باتیں نہ کرتے دوستان خدا و اولیا
اللہ کا قاعدہ ہے کہ گو زندگانی دنیا میں ہمیشہ خائف و ترساں رہتے ہیں کہ مبادا کوئی امر خلاف رضاۓ حق سبحانہ تعالی ان سے سرزد ہو ۔
لیکن مرنیکے وقت چونکہ جانتے ہیں کہ کشاکش دنیا سے نجات پاکر نعمات آخرت و غایت قرب حضرت رب العزت پر فائز ہونے والے ہیں
ایک حالت بدل جاتی ہے اور اس کرب و اضطراب میں سکون و آرام ہوجاتا ہے دیکھو حضرت امیر المومنین کے مسجد کوفہ میں ضربت لگی تو پہلا
کلمہ جو آپ کے منہ سے نکلا یہ تھا کہ فرمایا فزت برب الکعبۃ فائز ہوا اور مطلوب و مدعا کو پہنچا میں قسم بخداۓ کعبہ برعکس اس کے حضرت عمر خنجر
کھاکر گرے تو کہا ویلی من النار ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا ۔ القصہ بی بی عائشہ حجرہ رسول اللہ کی جسمیں آپ مدفون تھے
مالک بن رہی تھیں چنانچہ اسیوجہ سے حضرت ابوبکر اسمیں دفن ہوئے اب حضرت عمر کی باری آئی حجرہ میں تین قبروں سے زیادہ کی جگہ نہ تھی
دو بن چکی تھیں باقی جگہ کیلئے انہوں نے درخواست کی عائشہ نے کہلا بھیجا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھ چھوڑی تھی مگر عمر کو اپنے اوپر ایثار
و اختیار کرتی ہوں ۔ عبد اللہ بن عمر یہ خوشخبری لے گئے عمر سنتے ہی باغ باغ ہوگئے ۔ لطیفہ فضال بن حسن نے ایک مرتبہ ابوحنیفہ کی مجلس
میں داخل ہو کر کہا اے ابوحنیفہ میرا ایک بھائی ہے جو کہتا ہے کہ افضل خلق بعد رسول اللہ علی بن ابیطالب ہے میں کہتا ہوں کہ افضل
ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہیں تم مجھکو کوئی دلیل تلقین کرو کہ اسپر حجت لاؤں ابوحنیفہ سوچنے لگے تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولے کہ ابوبکر و عمر کی فضیلت میں
یہی کافی ہے کہ وہ حضرت رسولخدا کے پہلو میں ایک حجرے کے اندر دفن ہیں فضال نے کہا میں نے یہ کہا تھا میرا بھائی کہتا ہے کہ وہ حجرہ یا رسول اللہ

کی ملکیت تھا یا ابوبکر و عمر کی اگر آنحضرت کا مملوک تھا تو انہوں نے ظلم کیا کہ اسپر متصرف ہوئے اور جو انکا تھا اور رسول اللہ کو ہبہ کر چکے تھے تو دیکر رجوع کیا اور یہی برا کیا ابوحنیفہ تھوڑی دیر سوچکر کہنے لگے کہ وہ اپنی بیٹیونکے مہر میں دفن ہوئے فضال نے کہا بیٹے یہ کہا تھا میرا بھائی کہتا ہے کہ رسُولخدا جبتک اپنی ازواج کا مہر ادا نہیں کر لیتے تب تک آنحضرت پر حلال نہیں ہوتی تھیں بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ انا احللنا لک ازواجک اللتی اجورھن کہ ہمنے تیرے اوپر حلال کیا تیری ان ازواج کو کہ دیا تو نے انکا اجورہ یعنی مہر۔ امام صاحب نے کہا انکو کہو کہ وہ اپنی بیٹیوں کی میراث میں دفن ہوئے فضال نے کہا بیٹے کہا تھا وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ کی وفات کیوقت آنحضرت کی نو بیبیاں تھیں تمام کا اس مکان میں آٹھواں حصہ تھا۔ پس ہر ایک بی بی کو نواں آٹھویں کا یعنی بہترواں حصہ ملا جسکی بالشت بھر زمین سے زیادہ نہیں ہوتی پس ایسی دراز قد لاشیں اس میں کیونکر سمائیں اور نیز فاطمہ زہرا کو میراث نہیں ملی اور کہا گیا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی تو عائشہ و حفصہ کیونکر میراث پا سکتی ہیں جب نوبت کلام اس مقام تک پہنچی تو ابوحنیفہ نے کہا یہ خود رافضی ہے اسکا بھائی کوئی نہیں اسے یہاں سے نکالو۔ حضرت عمر زخم کے بعد تین روز زندہ رہکر بروز چہارشنبہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ ہجری ترسٹھ سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے انکی مدت خلافت بنا بر مشہور دس سال پانچ مہینے بیس روز ہے جنازے کی نماز انکی وصیت کے موافق صہیب رومی نے پڑہائی اور حجرہ رسول اللہ میں پہلوئے ابوبکر میں دفن ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سر ابوبکر محاذی شانہ رسول اللہ تھا عمر کا سر ابوبکر کے شانہ کی برابر رکھنا چاہا تو پاؤں دیوار حجرہ میں اڑے لہذا دیوار حجرہ توڑ کر بنیاد کو شامل قبر کیا۔ آپ گندمی رنگ خفیف العارضین یعنی رخسارے کم گوشت کے تھے اور دراز قد اور دراز ریش تھے جو اکثر سفید رہتی تھی گاہ گاہ حنا سے رنگین بھی کرتے تھے اور ایسر یعنی بائیں ہاتھ سے کام کرتے تھے۔

انجام حال قاتل خلیفہ ثانی

سُنی کہتے ہیں کہ ابولولو نے فیروز عمر کے خنجر لگا کر چلا تو لوگ اسکے پیچھے دوڑے نزدیک پہنچکر چاہتے تھے کہ اسکو پکڑیں مگر اس نے پہلے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالا لیکن کامل بھائی وغیرہ کتب شیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کے ہاتھ نہ آیا اور اس مہلکہ سے صاف نکل گیا۔ نقل ہے کہ بابا شجاع الدین عمر کے ضربت لگا کر سیدھا حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے پاس رہتا رہا تا اینکہ حضرت نے اس کو قم و کاشان کی طرف بھیجدیا صاحب مجالس المومنین کہتے ہیں کہ وہ کاشان میں شیعیان امیر المومنین کی حفظ و حمایت میں رہتا تھا حتیٰ کہ اپنی طبعی موت سے

ل مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں کہتے ہیں کہ عمر کا ماہ ذی الحجہ میں قتل ہونا فقہائے شیعہ میں ویسا ہی مشہور ہے جیسا کہ علمائے عامہ میں اور ابراہیم بن علی کفعمی کی کتاب جنۃ الواقیہ میں ربیع الاول کے اعمال کے ذکر میں لکھا ہے کہ صاحب مسار الشیعہ نے نقل کیا ہے کہ جو اس مہینہ کی نویں تاریخ کو راہ خدا میں انفاق کرے اسکے گناہ بخشے جاتے ہیں اور مستحب ہے اس روز کھانا کھلانا برادران مومن کو اور خوشبو لگانا انکے اور توسعہ کرنا اپنے اہل و عیال کے نفقہ میں اور لباس جدید پہننا اور عبادت کرنا اور وہ روز ہے دور ہونے غموں کا اور اس روز روزہ نہیں اور جمہور شیعہ کہتے ہیں کہ اس روز عمر خطاب قتل ہوئے یہ درست نہیں اسکے بعد محمد بن ادریس صاحب سرائر اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کا کلام اس کی تائید میں لکھکر مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں لیکن مشہور ہمارے اس زمانہ میں شہروں اور ملکوں میں یہ ہے کہ یہ واقعہ نویں ربیع الاول ہی کو ہوا ہے۔ اور وہ روز عید ہے پھر کہتے ہیں کہ اصل اسکی روایت محمد بن علاء ہمدانی واسطی و یحییٰ بن محمد جریح بغدادی ہے کہ اس کو خلف الرشید سید علی بن طاؤس علیہما الرحمہ نے کتاب زوائد الفوائد میں اور شیخ حسن بن سلیمان نے کتاب مختصر میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر دو مذکورہ اشخاص نے کہا ہم ایکبار نہم ربیع الاول کو احمد بن اسحاق قمی صاحب امام ہمام ابوالحسن علی بن محمد النقی علیہما السلام سے ملنے کیلئے قم میں اس کے گھر پر گئے تو دیکھا کہ وہ لوازم عید میں مشغول ہے غسل

فوت ہوا چنانچہ اسکی قبر کاشان میں بیرون شہر موجود ہے پھر لکھتے ہیں کہ بابا گو اصل فارسی میں باپ کو کہتے ہیں الّا گاہ گاہ اس کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جس کے ہاتھ سے کوئی بڑا معرکہ کا کام نکلے۔ نیز صاحب مجالس نے نقل کیا ہے کہ عوام کاشان ہر سال ۲۶ ذیقعدہ روز قتل عمر کو ایک پتلا آرد خمیر کردہ کا بنا کر اسمیں شیرہ انگور بجائے خون کے بھرتے ہیں اور باجے بجواتے شور و غل کرتے اسکو ابو لولو کی قبر پر لیجاتے ہیں اور وہاں خنجر مار کر پتلے کو توڑتے اور شیرہ پی جاتے ہیں گویا تشنہ خون عمر تھے اور ان کا خون پیا ہے۔ پس کاشان میں عمر کی خواری ضرب المثل زبان و عوام ہے مولانا حیرتی نے کہا ہے ؎ خوار م اندر ولایت قزویں۔ چوں عمر در ولایت کاشاں ۞

ذکر قضیہ شورے و قصص و حکایات متعلقہ باآں

اما ظلم واقعات و نوادر واردات سے کہ حضرت مولائے مومنین یعسوب المسلمین کو مدت حیات اپنی میں پیش آئے ایک قضیہ شورے ہے یا تو وہ زمانہ تھا کہ حضرت ابوبکر کہتے تھے کہ خلافت علی ابن ابیطالب کو کسی راہ نہیں پہنچتی کیونکہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرما دیا ہے کہ حق تعالے نبوت و خلافت کو ایک گھر میں جمع نہ کریگا۔ اور بڑے گواہ اس حدیث کے حضرت عمر تھے کہ آمنا و صدقنا کا شور مچاتے تھے یا اب قہر و سطوت حقانیت کو ملاحظہ کیجئے کہ خود حضرت عمر نے آپ کو نامزد خلافت کرکے داخل شورے فرمایا گو اسکے ساتھ کچھہ ایسی تجویزوں اور تدبیروں کا دم چھلا بھی لگا دیا جس سے وہ حضرت خلیفہ ہرگز نہ ہو سکیں مگر روایات موضوعہ کی تو تکذیب اچھی طرح ہو گئی نیز اسقدر اور فائدہ ہوا کہ حضرت کو اپنے تظلم اور ستم رسیدگی کے اظہار کا حسب دلخواہ موقعہ ملگیا اور ایک مجمع عام کے روبرو اپنے حقوق کو بوجہ اتم بیان کرکے اتمام حجت فرمایا چنانچہ آگے اسکا بیان واضح طور سے آتا ہے یہی وجوہ تھے کہ آپنے بھی اس میں شریک ہونا قبول کر لیا۔ اب ہم حکایات متعلقہ بشورے کو شروع کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ عمر کو اپنی آخر زندگی میں سخت قلق و اضطراب و کمال پیچ و تاب اسلئے تھا کہ اپنے بعد کسکو اپنا جانشین کر جائیں۔ اپنے خاندان میں تو وہ کسی کو اس دل

کیا ہے اور مشک سے اپنے تئیں معطر کر رکھا ہمنے کہا کیا آج کسی عید کا دن ہے کہا ہاں آج نہم ربیع الاول عید بزرگ ہے پھر نقل کیا کہ میں بھی آج کے دن اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے مولی و امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں بمقام سامرہ حاضر ہوا جیسا کہ تم میرے پاس آئے ہمنے دیکھا کہ آنحضرت نے اپنے خادموں کو امر کیا کہ لباس نو پہنیں اور مجمر آپ کے سامنے رکھا تھا اور دست مبارک سے اسمیں عود ڈالتے اور خوشبو کے لئے جلاتے تھے ہمنے کہا ہمارے ماں باپ تمپر فدا ہوں یا ابن رسول اللہ کیا آج کے دن کوئی تازہ فرحت اہلبیت رسالت کو حاصل ہوئی فرمایا کونسا دن اس سے بزرگتر ہے آپ کیلئے یہ کہکر حدیث حذیفہ متضمن بر فضیلت اس دن کے اپنے آباء طاہرین سے روایت کی کہ بحار میں بالتمام مذکور ہے محمد بن علا اور یحیی بن محمد کہتے ہیں کہ ہمنے اس حدیث شریف کو احمد بن اسحاق سے سنا تو اٹھکر اسکے سر کو بوسہ دیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ ہمکو تمہاری وجہ سے اس دن کے فضائل معلوم ہوئے پس ہمنے اپنے گھروں پر آکر عید کی۔ پھر مجلسی علیہ الرحمہ نے عبارت کتاب اقبال سید ابن طاؤس کی جسمیں روایت محمد بن بابویہ اس واقعہ کا نہم ربیع الاول کو واقع ہونا مذکور ہے نقل کیا ہے اسکے بعد کہتے ہیں کہ خلف سید نے اور چند روایتیں اس قول کی تائید میں نقل کی ہیں۔ پس استبعاد ابن ادریس وغیرہ علماء شیعہ کا بجائے خود نہیں کسلئے کہ شیعہ خلفاً عن سلف ان روایات کا اعتبار کرتے رہے ہیں اور انکا یوں اعتبار کرنا مورخین مخالفین کے اس کے برخلاف روایت کرنے سے ہرگز کمتر نہیں اور ممکن ہے کہ انہوں نے اس خیال سے کہ صحیح تاریخ شیعوں کو معلوم ہوگی تو وہ اس روز خوشی و سرور کریں گے اسکو بدلکر بیان کیا ہو۔ اور اگر کوئی کہے کہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایسا عظیم امر باوجود کثرت دواعی نقل مشتبہ رہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ قتل عمر حضرت رسالت پناہ کی وفات سے تو عظیم تر نہیں جب اسمیں شیعہ و سنی کے درمیان اختلاف رہا تو اسمیں کیا تعجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مسائل نماز روزہ حج وغیرہ میں ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہے باوصف کثرت ناقلین و ضرورت نقل کے تو اگر قتل عمر کی تاریخ میں اختلاف رہا تو کونسا موقعہ تعجب کا ہے ۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

و دماغ کا نہ پاتے تھے کہ بار ایالت اٹھا سکے عبداللہ بن عمر اپنے نور نظر فرزند اکبر کی صاف اور کھلی نا اہلی سے انکا دل پہلے ہی سے کھٹا تھا وہ بقول خود عمر زوجہ کو سیدہی طرح طلاق دینا بھی نہ جانتے تھے۔ اسلیے عمر انکو ایک شہر یا ایک قریہ کی حکومت کے قابل نہ گنتے تھے چہ جائیکہ حکومت عامہ مسلمانان کے اہل جانتے۔ اسلیے جب مغیرہ بن شعبہ جیسے دل سوزوں نے خلافت پناہ کو یہ صلاح دی تو انہوں نے نہ سنی بلکہ اسکو جھڑکا کہ قاتلك الله ما اردت الله بھذا (خدا تجھکو غارت کرے تونے اس کلام سے رضائے الٰہی نہیں چاہی۔ جو شخص اپنی زوجہ کو درست طلاق نہ دے سکے اس کو کیونکر مسلمانوں پر خلیفہ کردوں۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ عمر کی مراد اس کلام سے یہ تھی کہ عبداللہ نے ایکمرتبہ حضرت رسولخدا کے زمانہ میں بہ حالت حیض اپنی زوجہ کو طلاق دیدیا تھا۔ حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو عمر سے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ اپنی بی بی کیطرف رجوع کرے۔ پس عبداللہ کے ولیعہد کرنے میں بڑا بھاری کھٹکا اسکا تھا کہ وہ اسکو سنبھال نہ سکے گا اور پھر خلافت ایسے ہاتھوں میں جا پھنسے گی جنسے بموجب ان کے گمان کے پھر کبھی نکلنے کی امید نہ تھی یعنی حق بحقدار پہنچ جائیگا۔ اسلیے انہوں نے اول ہی سے اسکا ارادہ نہیں کیا۔ ادہر وہ حقدار بھی بمرور زماں اب پہلے سے نہ رہے تھے کیا معنے کہ ابتدا میں جو عذر بدتر از گناہ صغرسنی کا عمر ہی کی فطانت کا نتیجہ تھا وہ عرصہ تیرہ چودہ سال کے گذر جانے سے اب فرسودہ ہوچکا تھا قطع نظر اسکے دوران خلافت میں وقتاً فوقتاً ایسے قضیے پیچیدہ اور مشکل معاملے آن پڑتے تھے جنسے عہدہ برا ہونے میں کوتسل عمری کا بھی قافیہ تنگ ہوجاتا اور چار ناچار حضرت حلال مشکلات کی طرف رجوع کرنا اور آپکے فیضان علم سے مستفید ہونا پڑتا تھا بنا بریں آپ کے وفور علم کو سراہنا اور آپ کے اعلم و افقہ امت ہونیکا علانیہ اقرار کرنا پڑتا تھا چنانچہ شمہ اسکا مباحث گذشتہ میں ناظرین کتاب ہذا نے بھی دیکھا ہے بیسیوں مرتبہ زبان وحی ترجمان سے ارشاد ہوا تھا۔ لولا علی لھلك عمر اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا اور شدہ شدہ نوبت یہانتک پہنچی تھی کہ حکم دیدیا تھا کہ مسجد رسول اللہ میں کوئی فتویٰ نہ دینے پائے جبکہ علی تشریف رکھتے ہوں وکان یتعوذ من معضلة لیس لھا ابوحسن اور تھے وہ یعنی حضرت عمر کہ پناہ مانگتے تھے خدا سے ایسی مشکل سے جسکے حل کرنیکو ابوالحسن موجود نہ ہوں کما فی تاریخ الخلفاء وغیرہ پس ایسی باتوں سے کہ بیشک اقرار العقلاء علی انفسھم کی مصداق تھیں کار زیادہ دشوار ہوگیا تھا انہوں نے منزل مقصود یعنی امیرالمومنین کو خلافت سے محروم رکھنے کی راہ میں اور بھی کانٹے بودیے۔ نیز وہ حضرت جیسے خدا و رسول کی طرف سے منصوب و منصوص تھے ویسے ہی اپنے حق کی طلب پر تلے ہوے تھے کبھی اس سے خاموش نہیں بیٹھے تھے۔ ہمیشہ خلوت و جلوت میں بہ تصریح و کنایہ اپنا حق مانگتے رہتے تھے اور صلحاء صحابہ و اخیار امت انکے طرفدار بھی تھے۔ پس ان خیالات سے عمر کی جان عجب طرح کے مخمصے اور خلجان میں تھی وہ جانتے تھے کہ اگر علی خلیفہ ہوئے تو ہماری خیر نہیں جو شہرت و نیکنامی بڑی جانفشانی سے برسوں میں حاصل ہوئی ہے تمام پر پانی پھر جائیگا یعنی جو باتیں کہ اب خاص جلسوں میں پردوں کے پیچھے ہوتی ہیں سر عام منبروں پر پکاری جائینگی پس صدر خلافت ابوبکر میں کیا فکر و تردد لاحق حال ہوگا جو اسوقت ان کو تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن عباس حاضر درگاہ تھے۔ اور عمر اپنے اسی درد دروں میں غلطاں و پیچاں کہ بیک ناگاہ ایک آہ سرد ان کے دردمند دل سے ایسی نکلی کہ ابن عباس کہتے ہیں ظننت ان نفسہ قد خرجت مینے گمان کیا کہ انکی روح شریف اس آہ کے ساتھ بدن سے نکل گئی۔ مینے کہا واللہ ما اخرج ھذا منك الا ھم شدید کہ قسم بخدا کہ یہ آہ کسی الم شدید ہی کے باعث تم سے نکلی ہے۔ عمر بولے ھم واللہ شدید غم سا غم ہے

قسم بخدا کہ سخت غم ہے ان ھذا الامر لا اجد لہ موضعاً یعنی الخلافۃ یعنی اے عباس باعث اس غم جانکاہ کا یہ ہے کہ امر خلافت کا مجھکو کوئی محل و موقعہ نظر نہیں آتا جہاں اسکو قرار دوں۔ یہ روایت محب الدین طبری کی ہے ریاض النضرہ میں اور شاہ ولی اللہ پر صاحب تحفہ کی ازالۃ الخفا میں مگر علامہ ابن عبد البر استیعاب میں اور نیز شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں اسکو دوسرے لفظوں میں یوں روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا میں ایک روز خلیفہ صاحب کے ساتھ جا رہا تھا اذ تنفس نفساً ظننت انہ قد قضت اضلاعہ کہ ناگاہ انہوں نے ایک آہ کی کہ میں نے خیال کیا کہ وہ انکے استخوان ہائے پہلو چھید کر پار نکل گئی۔ دوسرے مقام پر ہے ظننت ان اضلاعہ قد انفرجت کہ میں جانا کہ انکے پہلو کی ہڈیاں شگافتہ ہوگئیں۔ بروایت اول اپنی غایت فکر و تردد کا باعث بیان کرنے کے بعد خلیفہ صاحب نے دفع دخل مقدر کی طرح پر فرمایا۔ یا ابن عباس لعلک تری صاحبک لہا اھلاً یعنی اے پسر عباس شاید تو اپنے صاحب یعنی امیر المومنین کو اس امر کا اہل و لایق جانتا ہوگا ابن عباس کہتے ہیں میں نے کہا وما یمنعہ من ذلک مع جہادہ وسابقتہ وقرابتہ وعلمہ کون چیز انکو اس سے مانع ہے باوصف ان کے جہاد کے وسبقت اسلام و قرابت قریبہ خیر الانام و علم کامل و تمام کے یہ سنکر عمر نے کہا صدقت ولکنہ امرء فیہ دعابۃ تم یہ درست کہتے ہو مگر علی ایک مرد ہیں جنمیں خوش طبعی و مزاح ہے یہ نیا مانع خلافت خوش طبعی کا جو خلافت پناہ نے اب تازہ تراشا ہم ذرا آگے چلکر اس پر گفتگو کریں گے یہاں صرف اسقدر گزارش ہے کہ گو وہ زبان سے ایسا کہتے تھے مگر دل میں خود بھی جانتے تھے کہ ہمارا یہ بودا عذر کہانتک قابل قبول ہے بہرحال وہ بدستور اپنی اسی ادھیڑبن میں لگے ہوئے تھے کہ اس معاملے میں کیا کیا جائے اور کسطرح آنحضرت کو ٹالا جاوے۔

حدیث فلتہ

انہی دنوں میں حضرت خلافت مآب نے سنا کہ کوئی کہتا ہے لو ان مات عمر بایعت فلاناً یعنی عمر مر جائیں تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا آخر ابوبکر کی بیعت بھی تو یونہی ہوگئی تھی جو پوری ہوگئی یعنی خلافت ابوبکر بھی تو صرف ایک عمر ہی کی بیعت کر لینے سے منعقد ہوگئی تھی۔ یہ روایت بخاری و مسلم وغیرہ محتاط کردہ کی ہے مگر ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں پردہ اٹھا دیا اور صاف کہدیا کہ یہ کلمہ عمار یاسر نے کہا تھا کہ عمر کے مرنے پر میں علی ابن ابیطالب سے بیعت کرونگا۔ غرض یہ فقرہ سنکر عمر کے ہوش باختہ ہوگئے اور کمال پیچ و تاب و شدت اضطراب میں انہیں اور کچھ تو نہ سوجھا بجز اسکے کہ بیعت ابوبکر کی مذمت پر اتر آئے۔ چنانچہ منبر پر چڑھکر ایک خطبہ بہت زور سے انہوں نے پڑھا اور اسمیں بہت سے اتار چڑھاؤ کے بعد ارشاد کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تم سے کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ امیر المومنین مر جائیگا تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا تم ابوبکر کی بیعت سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ الا ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ آگاہ رہو کہ ابوبکر کی بیعت ایک فلتہ یعنی بن سوچی سمجھی بات تھی یا ایسی بات تھی جس پر پیچھے سے ندامت و پشیمانی اٹھانی پڑی وقی اللہ شرھا اسپر بہت سے فتنہ و فساد اٹھنے چاہیئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسکی شرارتوں سے بچا لیا فمن عاد الی مثلہا فاقتلوہ جو پھر ایسا کرنا چاہے اسے قتل کرو۔ افسوس یہ وہی بیعت ابوبکر تھی جسکی تمہید تکمیل میں خلیفہ ثانی کیسے کچھ نہ سرگرداں تھے۔ اور جسکے پروان چڑھانے کیلئے انکو آتش ہیزم دروازہ بیت الرسالت پر لیجانا پڑا۔ اسوقت ان کو کہاں معلوم تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جبکہ اپنی ہی زبان سے انکو اس بیعت کی مذمت کرنی ہوگی اور یا تو وہ بیعت انکے نزدیک ایسی محبوب

اور انہی مطلوب تھی کہ اسکی خاطر رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوئے یا زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ اسی کو مجمع عام میں شرارت و فساد کہنا پڑا اور اسکے مرتکب کو قتل کا فتوے دیکر آپ اپنے تئیں مستوجب قتل ٹھہرایا۔ وہ کیا جانتے تھے کہ وہ درخت جسے آپ لگایا اور خود سینچا تھا یوں اپنے ہی ہاتھوں اسکی جڑیں کاٹنی پڑینگی اور وہ بنائے عالی جوانکی اپنی جانکدستی سے بنکر کھڑی ہوئی تھی اسکو آپ ہی ڈھائینگے اور یوں بیخ بون بیو تھہ بابد بھیدے کے مصداق قرار پائینگے یعنی جس امر کی سوچ بچار میں کیا کیا خون جگر نہیں پیا اسکو فلتہ بتائینگے۔ ہمکو اس حدیث کی ذیل میں شیخین کے باہمی تعلقات کی نسبت کچھ اور نفیس حالات دریافت ہوئے جنہیں بجنسہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ سید مرتضے علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ عمر کا بیعت ابوبکر پر رضامند ہونا اسلئے تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ امر خاندان رسالت سے باز رہے اور علی علیہ السلام تک خلافت نہ پہنچنے پائے اور نیز انکو امید تھی کہ اس صورت میں ایک نہ ایک روز میں بھی اس سے منتفع رہونگا۔ اگر ممکن ہوتا کہ خود خلیفہ بن بیٹھیں تو ہرگز ابوبکر کی بیعت پر راضی نہ ہوتے اور مقر انکی خلافت کو خطا اور ناروا بتلاتے چنانچہ یہ باتیں اکثر اوقات عمر سے سنی گئی ہیں۔ پھر باسناد خود سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا میں ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمر کے پاس حاضر تھا۔ کہ انکے باپ عمر اور ابوبکر کا ذکر درمیان آیا ایک مرد نے کہا قسم بخدا کہ وہ دونو اس امت کے شمس و قمر تھے۔ عبد اللہ نے کہا تو نے یہ کہاں سے جانا کہا اس الفت و دوستی سے کہ باہم رکھتے تھے۔ عبد اللہ نے کہا ایسا نہیں بلکہ وہ باہدیگر مخالف تھے بتحقیق کہ میں ایک روز اپنے باپ کے پاس بیٹھا تھا انہوں نے کہہ رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دوں کہ اتنے میں معلوم ہوا کہ عبد الرحمن بن ابی بکر دروازہ پر کھڑا اذن دخول طلب کرتا ہے۔ عمر نے کہا دویبۃ سوء ولہو خیر من ابیہ یعنی عبد الرحمن چارپایہ زشت ہے اور باوجود اسکے وہ اپنے باپ سے بہتر ہے عبد اللہ نے کہا یہ سنکر میرے ہوش اڑ گئے اور مینے تعجب سے کہا کہ اے پدر کیا ہوسکتا ہے کہ عبد الرحمن ابوبکر سے بہتر ہو کہا من لیس بخیر من ابیہ لا ام لک کہ کون ہے کہ اسکے باپ سے بہتر نہ ہو پھر کہا عبد الرحمن کو اندر آنے دو۔ وہ اندر آیا حطیہ شاعر بامر قید تھا عبد الرحمن اسکے واسطے آیا تھا کہ عمر اسکا قصور معاف کرکے اسکو رہا کر دیں عمر نے اسکی سفارش نہ سنی اور عبد الرحمن بے نیل و مرام چلا گیا۔ اسوقت پھر مجھہ سے کہا اے فرزند تجھے ابتک معلوم نہیں کہ اس احمق بنی تیم نے تیرے باپ پر کیا ظلم کیا کہ خلیفہ ہونے میں مجھپر سبقت لیگیا مینے کہا مجھکو معلوم نہ تھا قسم بخدا کہ لوگ اسے آنکھوں کے نور سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ کہا یہ بھی تیرے باپ کے برخلاف ہے مینے کہا ایسا ہے تو کیوں سب کے سامنے یہ باتیں نہیں کہتے اور کسلئے اسکو اس شرف و منزلت سے نہیں گراتے کہا اے فرزند تو خود کہتا ہے کہ لوگ اسکو نور چشم سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ پھر میں کیا کرسکتا ہوں اگر راست کہوں تو مجھپر پتھر برسنے لگیں۔ اور باسناد معتبرہ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ سفر مکہ میں ابو موسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ باہم ملاقاتِ عمر کو جا رہے تھے۔ ابو موسیٰ نے کہا عمر کو خلافت ابوبکر سے ملی ہے۔ اس نے بھی تو اسکے کام کی اصلاح میں بہت سر دردی اٹھائی ہے۔ مغیرہ نے کہا سر دردی نہ اٹھاتا تو کیا کرتا کونسی لنے بخوشی خاطر سر دردی اٹھائی ہے۔ اگر اسکے قبضۂ قدرت میں ہوتا تو وہ کبھی ابوبکر کو خلیفہ نہ ہونے دیتا۔ مگر تجھکو قریش کے حسد کا حال معلوم نہیں اگر کل حسد کے دس حصے کیے جائیں تو اس کے نو حصے قریش میں ہونگے اور ایک دسواں تمام جہاں میں یہی باتیں تھیں کہ عمر کے قیام گاہ پر پہنچے وہ طواف کعبہ کیلئے جانے کو تیار تھے ساتھ ہولئے راہ میں عمر انکے درمیان ہوگئے اور مغیرہ پر تکیہ کر لیا اور پوچھنے لگے کہ کیا باتیں تھیں جو تم کرتے تھے۔ اور نوبت یہانتک پہنچی کہ نو عشر حسد کا قریش میں ہے۔ اور ایک

خلافت [illegible] شیخین

حسد خلیفۂ اول بقول خلیفۂ ثانی

عشر تمام عالم میں اور اگر ابوبکر سے ہوسکتا تو عمر کو اپنے بعد بھی خلیفہ نہ کرتا۔ عمر نے یہ سنا تو ایک آہ سرد کھینچی اور کہا ثکلتک امّک یا مغیرہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ صرف نو عشر نہیں بلکہ عشر دباقی کے نو عشر بھی یعنی سو میں سے ننانوے حصے حسد کے قریش میں ہیں اور عشر العشر یعنی سوال حصہ تمام جہان میں ہیں اور قریش اس سویں میں بھی انکے شریک ہیں یہ کہکر ذرا خاموش ہوگئے پھر کہنا اگر تم کہو تو میں تم کو اس شخص کو بتا دوں جسمیں تمام قریش سے زیادہ حسد تھا۔ پھر دو شعر کعب بن زبیر کے پڑھے جنمیں اخفاء راز کی تاکید تھی پھر کہا جو کچھ میں تمکو کہتا ہوں اسکو کم از کم میری زندگی تک تو پوشیدہ رکھو بعد ازاں تمکو اختیار ہے خاصکر بنی ہاشم سے زیادہ ضرورت اخفا کی ہے پھر دوبارہ آہ کی اور کہا افسوس کہ اس ناکس بنی تیم بن مرہ (ابوبکر) نے مجھپر ظلم کیا اور خلیفہ ہونے میں مجھپر سبقت کی اور عصیان طغیان اختیار کیا۔ مغیرہ نے کہا ایسا تھا تو بروز سقیفہ جبکہ اس نے بیعت کیلئے ہاتھ دراز کیا کیوں تمنے بیعت کرلی۔ اور کاہیکو اس سے انکار نہ کیا عمر نے کہا اے مغیرہ میں تجھکو عقلا عرب سے جانتا ہوں جسوقت اس نے ہاتھ دراز کیا تھا۔ وہ وہ وقت تھا جبکہ لوگ کہتے تھے کہ ہم ابوبکر کے سوا دوسرے کو نہیں جانتے۔ اسکو اطمینان تھا کہ یہ کام اس سے تجاوز نہیں کریگا پس اسنے میرا امتحان کرنا چاہا تھا اگر میں بیعت قبول نہ کرلیتا تو وہ میرا دشمن ہوجاتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آج میں خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا۔ بموجب اس بیان کے حضرت عمر کی پہلی پچھلی حالتوں میں کوئی تباین ونتاقض نہیں رہتا۔ پس جو کچھ انہوں نے حدیث فلتہ میں ارشاد کیا سب درست تھا خیر ہم یہاں عمر کی اس حالت فکر و تردد کو بیان کررہے تھے جس نے انجام کاران کو ایجاد تجویز شورے پر برانگیختہ کیا۔ شیخین کی باہمی صفائی و عدم صفائی سے ہماری زیادہ غرض متعلق نہیں ہاں اتنا ضرور اس بارے میں کہے دیتے ہیں کہ یہ بات بہت قرین قیاس ہے کہ جو لوگ حکومت و بادشاہی کی دُھن میں اپنے مولےٰ و امام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ اس بے اعتنائی و کج ادائی سے پیش آئے وہ اگر اسی کی اینچا تانی میں بایکدیگر بھی سینہ صاف نہ رہے ہوں تو اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں القصہ عمار کے اس کلمہ سے خلیفہ صاحب کا فکر و تردد اور بھی بڑھ گیا تھا۔ اور ہر چند انہوں نے فوراً بیعت ابوبکر کی مذمت اور ایسی بیعت کرنیوالے کیلئے حکم قتل دیکر حتی المقدور اس خیال کی پیش بندی کردی الا بالکل اس فکر کے دفع ہوجانیکی تو کوئی صورت نہیں تھی حتی کہ ان ہی ایام میں بابا شجاع الدین نے انکے شکم میں خنجر لگایا تو عمر سے وہ منصوبہ ظاہر ہوا جسے انکے اس فکر دراز و تامل و تدبیر کا نتیجہ کہنا چاہیئے اور جو انکے ارشادت و اعلیٰ قابلیت کے شایان شان تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو وہ پہلے ہی طے کرچکے تھے کہ عثمان انکی حکمت عملی کی پیروی کرتے رہینگے اور چونکہ وہ کنبے قبیلے والے شخص تھے لہذا یہ بھی امید تھی کہ وہ اس بار کو سنبھال بھی لینگے الا صاف صاف انکے خلیفہ بنا دینے میں وہی رکاوٹیں تھیں جنکی طرف پیشتر اشارہ کیا گیا۔ بنا بریں انہوں نے حضرت امیر المومنین کو خلافت پر نامزد کیا مگر اس خوبصورتی سے کہ بجائے اسکے کہ خلافت پائیں زندگی سے بھی ہاتھ دھوئیں۔ وہ تجویز و تعیین شورے تھی یعنی آپ نے حضرت امیر مومنان و عثمان بن عفان و عبد الرحمن بن عوف و طلحہ و زبیر و سعد وقاص ان چھ شخصوں کو ہیئتہ مساوی مستحق خلافت قرار دیکر حکم کیا کہ ہمارے بعد یہ چھوں ایک کو اپنے درمیان سے خلافت کے لئے انتخاب کرلیں جس پر پانچ شخص اتفاق کریں وہ خلیفہ ہو اور جسپر چار اتفاق کریں وہ بھی خلافت پاوے اور ایک مخالف مارا جائے۔ علیٰ ہذا تین کے اتفاق سے بھی خلاف دیجائے اور دو مخالف تبیغ ہوں اور جو دو ایک پر اور دو ایک پر متفق ہوں تو جس فریق میں

عبدالرحمٰن ہو وہ کامیاب سرادہو فریق ثانی قتل کیا جائے خلاصہ یہ کہ ابن عوف اپنے سالے[1] صاحب عثمان کو شوق سے بگڑی سد ہوائے سعد وقاص اسکا چچازاد بھائی ہے کبھی مخالفت نہیں کریگا باقی بنین علیؑ و طلحہ و زبیر سے جو عثمان کو خلیفہ جانے زندہ رہے ورنہ مارا جائے جائے حھٹی ہوئی واہ کیا ہی رائے زرین و فکر متین ہے کہ سقیفہ کے دن کی کارستانی ہیں تو پھر بھی امید ہو سکتی تھی کہ شاید کبھی نہ کبھی حق اپنے مرکز کیطرف رجوع کرے آج خیر سے وہ چال چلے ہیں کہ اپنے نزدیک تسمہ لگا نہیں رکھا سرے سے قضیہ ہی چکا دیا اب بعض روایات متعلقہ قصہ شوریٰ جسنے منصوبہ مذکورہ بالا کے سوا دیگر حالات وخیالات حضرت خلیفہ ثانی کی توضیح و تشریح ہوتی ہے کتب معتبرہ اہلسنت سے نقل ہوتی ہیں۔ **ریاض النضرہ** میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ اے پدر بزرگوار اگر کوئی چرواہا تمہارے اونٹوں یا بھیڑ بکریوں پر مقرر ہو اور وہ انکو جنگل میں چھوڑ کر چلا آئے تو تمہارے نزدیک ملزم و قصوروار ہوگا حالانکہ آدمیوں کی رعایت بھیڑ بکری کی رعایت سے زیادہ ضروری ہے۔ اگر تم کسی کو خلیفہ مقرر نہ کروگے تو خدا کو کیا جواب دوگے۔ عمر نے یہ سنکر سر جھکا لیا اور دیر تک سوچا کئے پھر مونہہ اٹھا کر بولے **ان اللہ حافظ الدین** کہ حقتعالیٰ اس دین کا نگہبان ہے میرے لئے دو نو راستے کھلے ہیں ترک استخلاف کروں تو رسول اللہ نے ترک استخلاف کیا ہے اور خلیفہ مقرر کروں تو ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھکو اس سے معلوم ہوا کہ یہ اپنی طرف سے کسی کو خلیفہ نہیں مقرر کرینگے۔ اور مایوس ہوگیا۔ **مولف** کہتا ہے کہ حضرت رسولخدا پر ترک استخلاف کی تہمت محض تہمت ہی تہمت ہے آنحضرت نے تو سوا لاکھ کے مجمع میں حضرت امیر المومنین کو اپنا وصی و جانشین مقرر فرمایا جسپر خود حضرت عمر نے بڑے تپاک سے مبارکباد کہی تھی۔ آپ تو دو روز کے لئے بھی مدینہ سے باہر جاتے تھے تو کسی کو نہ کسی کو اپنے مقام پر خلیفہ کرتے تھے کیونکر ہو سکتا ہے کہ سفر آخرت میں جسکی کوئی حد نہیں جانشین نہ کریں اور امت کو حیران پریشان مثل گلۂ بے چوپان چھوڑ جائیں اگر وہ ایسا کرتے تو کیا بقول ابن عمر خدائے اکبر کے آگے جوابدہ نہ ہوتے اور کیا آنحضرت کے نزدیک امت کی رعایت بھیڑ بکری کی رعایت سے بھی معاذاللہ کمتر تھی۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ عمر خطاب مجروح ہوئے تو کسی نے انسے کہا اے امیر المومنین آپ کسی کو اپنا قائم مقام کر جائیں۔ انہوں نے کہا کسکو کروں اگر ابوعبیدہ جراح زندہ ہوتا تو اسکو خلیفہ کرتا اگر حق تعالیٰ سوال کرتا تو کہتا کہ مینے تیرے پیغمبر سے سنا تھا کہ کہتے تھے **انہ امین ھذہ الامۃ** کہ وہ امین ہے اس امت کا یا اگر سالم مولائے ابوحذیفہ جیتا تو اسکو کرتا اور خدا تعالیٰ کے جواب میں کہتا کہ مینے تیرے نبی کو اسکے حق میں یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ **ان سالماً شدید الحب فی اللہ** کہ بیشک سالم سخت محبت رکھنے والا ہے راہ خدا میں۔ یہ اور مثل اسکے دیگر روایات قرینۂ قوی ہیں صحت روایات شیعہ پر کہ ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ جراح و سالم و عکرمہ نے باہم عہد کیا اور صحیفہ لکھا تھا۔ کہ پیغمبر خدا کے بعد سلطنت اسلام حاصل کریں اور اہلبیت کو خلافت نہ پہنچنے دیں چنانچہ اسی صحیفہ کی نگہبانی کی بدولت ابوعبیدہ امین امت کہلائے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ نہیں تو ابوعبیدہ و سالم میں کونسا سرخاب کا پر تھا کہ خلیفہ ثانی مرتے دم انکے زندہ ہونے کی آرزو کریں اور حضرت امیر المومنینؑ و جملہ انصار و مہاجرین پر انکو ترجیح دیں کیا حضرت امیر کبیر باوجود ان مناقب و مفاخر کثیرہ کے کہ سینوں کی کتابیں انسے بھری پڑی ہیں اس جراح کے بیٹے اور ابوحذیفہ کے

[1] ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط عثمان کی مادری بہن تھی کہ عبدالرحمٰن کے نکاح میں تھی وہ انکی ماں کے شکم سے تھی جسنے عفان کے بعد عقبہ مذکور سے نکاح کیا تھا۔ ۱۲۔ کذا فی الکامل ابن اثیر

غلام کے بھی معاذ اللہ برابر نہ تھے کہ انکے ہوتے انکی تمنا کرتے تھے۔ پس یہاں سے ظاہر ہے کہ حضرت خلافت پناہ کی یہ آرزو اسی عہدنامہ کے نشہ کی ترنگ تھی جسکے موافق بفحوائے من تراحاجی بگویم تو مراحاجی بگو شیخین کے بعد اب بادشاہت کرنیکی انکی باری آئی تھی ورنہ اہلسنت کے مذہب کے موافق بھی عمر کے بعد فضیلت میں عثمان کا نمبر ہے نہ ابوعبیدہ و سالم کا پھر عثمان کے ہوتے انکی تمنا یعنی چہ۔ اور ایک اور لطف یہ ہے کہ آنحضرت کے یہاں حدیث الائمۃ من قریش کہ خلفاء صرف قریش سے ہونے چاہئیں متواترات سے ہے چنانچہ اسی حجت سے شیخین نے بروز سقیفہ انصار کے دعوے کو ڈسمس کیا اور خلافت انسے جیتی تھی غرضیکہ یہ روایت مشہورات مسلمہ سے ہے کہ اسکی صحت وغیرہ میں چون و چرا نہیں ہو سکتا حالانکہ خلیفہ ثانی کے آخر وقت کی یہ آرزو بالکل اسکے مخالف و تناقض ہے کیونکہ سالم قریش سے کیا ملک عرب سے بھی نہ تھا بلکہ جیسا کہ علما رجال نے تصریح کی ہے وہ فارس اصطخر یا کسی اور عجمی شہر کا رہنے والا تھا اور ایک زن انصار مسماۃ لیلی بنت یغار زوجہ ابی حذیفہ بن عتبہ کا غلام تھا۔ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں قضیہ شورے کی شرح میں لکھتا ہے کہ صورت اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب عمر ابولؤلؤ کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور جانا کہ اس زخم سے جانبر نہ ہونگے تو انہوں نے امر خلافت میں مشورہ کیا کسی نے کہا اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ کردیجئے تو فرمایا اولاد خطاب سے ہرگز دو مرد خلافت کے کفیل نہ ہونگے بس ہے عمر کیلئے جو کچھ کہ اس نے برداشت کیا۔ میں ہرگز زندہ و مردہ اس بار کا متحمل نہ ہونگا۔ پھر کہا رسول اللہ نے انتقال کیا درانحالیکہ وہ قریش سے ان چھ اشخاص عثمان علی طلحہ زبیر سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن بن عوف سے رضامند تھے میری صلاح یہ ہے کہ اس امر کو ان کے درمیان شورے میں قرار دوں تاکہ وہ اپنے درمیان سے کسی ایک کو انتخاب کرلیں پھر کہنے لگے کہ اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں تو بہ تحقیق کہ خلیفہ مقرر کیا ہے مجھ سے بہتر شخص نے یعنی ابوبکر نے، اور ترک کروں تو ترک کیا ہے مجھ سے بہتر نے یعنی رسول اللہ نے پھر کسی کو بھیجکر ان سب کو بلوایا حاضر ہوئے تو خلیفہ اسوقت بستر مرگ پر لیٹے دم توڑ رہے تھے سامنے آئے تو ان کی طرف دیکھکر کہنے لگے۔ اکلکم یطمع فی الخلافۃ آیا تم سب کو میرے بعد خلافت کی امید ہے وہ پیچ و تاب کھاکر خاموش ہو رہے عمر نے پھر اسی کلام کا اعادہ کیا تو زبیر نے جواب دیا ما الذی یبعدنا منہا ولیتہا انت فقمت لہا ولسنا دونک فی قریش ولا فی السابقۃ ولا فی القرابۃ یعنی کون چیز ہمکو اس سے مانع ہے تمنے اسکو لیا اور اسپر قیام کیا ہم تمہاری نسبت قریش میں کمتر درجہ کے نہیں نہ سبقت اسلام و قرابت پیغمبر میں تمسے گھٹکر ہیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ شیخ ابوعثمان جاحظ نے کہا قسم بخدا کہ اگر زبیر نہ جانتا ہوتا کہ عمر اسی مجلس میں مرجائیں گے تو اس کلام سے ایک کلمہ اور ایک حرف بھی مونہہ سے نہ نکال سکتا۔ پھر عمر نے کہا آیا میں تمکو تمہارے نفسوں سے خبر دوں یعنی تمسے ہر ایک کے عیب بیان کروں سب نے کہا کہو جو کچھ تمکو کہنا ہے بہ تحقیق کہ اگر ہم تمسے معافی چاہینگے تو تم باز نہ رہوگے۔ پس عمر نے کہا فاما انت یا زبیر فوعقۃ لقس مؤمن الرضا کافر الغضب یوما انسان و یوما شیطانٌ ولعلہا لو افضت الیک لظلت یومک تلاطم بالبطحاء علی مُدٍّ من شعیرٍ یعنی لیکن تو اے زبیر مرد وعق و لقس یعنی حریص جاہل تنگ نفس کج خلق ہے حالت رضا میں مومن ہوتا ہے اور غیظ و غصہ میں کافر ہوجاتا ہے ایک روز انسان ہے تو دوسرے دن شیطان اگر تجھکو خلافت ملے تو دن بھر بطحا میں ایک ایک مدجو پر لڑتا جھگڑتا طمانچہ کھاتا رہے گا۔ پس اگر تو خلیفہ ہوا تو میں نہیں جانتا کہ جس روز بباعث غلبہ غیظ و غضب کے تو شیطان ہو گا اس روز

نقائص طلحہ از زبان خلیفہ ثانی

امام و پیشوائے خلق سے کون ہوگا۔ خدا تجھکو اس امت کا حکمراں نہ کرے جبتک کہ تو اس صفت پر ہے یہ کہکر خلافت مآب طلحہ کیطرف متوجہ ہوئے
راوی کہتا ہے کہ جب طلحہ نے بروز وفات ابوبکر سے عمر کی نسبت ایک کلمہ کہا تھا عمر اس روز سے اس کی طرف سے سینہ صاف نہ تھے بلکہ بغض و عداوت
رکہتے تھے۔ **مولف** کہتا ہے کہ طلحہ نے ہنگام رحلت ابوبکر برملا اعتراض کیا تھا کہ عمر جیسے فظ غلیظ کو ہماری گردنوں پر سوار کرتے ہو۔ کل کو
خدا کے آگے کیا جواب دوگے۔ چنانچہ یہ اعتراض انکا تمام کتب اہلسنت میں مذکور ہے مگر بعض متعصبوں نے طلحہ کا نام نہیں لکہا بلفظ قائل تعبیر
کیا ہے تاریخ الخلفا میں ہے ودخل بعض الصحابۃ وقال قائل منہا کہ ابوبکر کے پاس بعض صحابہ آئے اور انمیں سے ایک کہنے والے نے
کہا بغرض خلیفہ صاحب نے طلحہ سی کہا تیرے حق میں بھی کچہہ کہوں یا خاموش رہوں طلحہ نے کہا کہو بہ تحقیق کہ تم کبھی اچھی بات نہ کہوگے۔ عمر نے
کہا اے طلحہ میں تجھے اسوقت سے جانتا ہوں جبکہ بروز احد تیری انگلی کٹ گئی تھی اور بدیں سبب نخوت تجھہ میں پیدا ہوگئی تھی۔ و بروایت
ازالۃ الخفا فرمایا ما کان اللہ لیرانی اولیہ امرامۃ محمد وھو علی ما فیہ من الزّھو کہ البتہ مجھکو خدا نہ دیکھے گا کہ میں امت محمد پر اس کو
والی کروں حالانکہ جو کچہہ کہ غرور سے اسمیں ہے سو ہے بروایت اول کہا ہر آئینہ رسول اللہ نے انتقال کیا اور وہ حضرت تجھسے بوجہ ایک کلمے کہ تو نے
بروز نزول آیہ حجاب کہا تھا ناخوش تھے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ ہمارے شیخ ابوعثمان جاحظ نے کہا کہ کلمہ مذکورہ یہ تھا کہ جب آیہ حجاب نازل ہوئی تو
طلحہ نے ان لوگوں کے سامنے جنہوں نے اسکے کلام کو رسول اللہ سے نقل کیا یہ کہا ما الذی یغنیہ حجابھن الیوم وسیموت غدا فننکحھنّ
کہ آج اپنی ازواج کا پردہ میں رکھنا انکو کچہہ فائدہ نہ دیگا کل جبکہ وہ مرینگے تو ہم انکے ساتھ مقرر نکاح کرینگے **حقیر مترجم** کہتا ہے کہ شیخ ابوعثمان جاحظ
جس سے ابن ابی الحدید نے یہ تمام حدیث نقل کی ہے بزرگان اہلسنت اور انکے مشہور علما سے ہے کہ جمہور علما اسکے کلام کو جابجا سنداً نقل کرتے
ہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ جاحظ مذکور عدو خاص امیر المومنین کا ہے بحدیکہ تواتر حدیث غدیر کا تمام جہان کے خلاف منکر ہے چاہئے کہ انکے نزدیک معمول
سے زیادہ موقر و مقبول ہو۔ پس اب دیکھئے کہ ایسے ثقہ و سند کی روایت سے کسقدر شوخ چشمی و بیباکی جناب طلحہ کی عیاں ہے کہ ننگ و ناموس رسول اللہ
بھی انکی زبان سے نہ چھوٹا۔ اور وہ کلمہ انہوں نے کہا جسکے تصور سے ایک مسلمان پسینہ پسینہ ہوجائے چہ جائیکہ اسکو موہنہ سے نکالا جائے یہ ناہنجار
کلام سنکر کیا کچہہ صدمہ حضرت رسالت پناہ کو نہ ہوا ہوگا۔ آخر یہی باعث ہوا کہ آیہ شریفہ وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ

نقائص سعد وقاص

ابدا نازل ہوئی (**ترجمہ**) تمکو کوئی حق نہیں اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ کو آزار دو اور نہ یہ کبھی انکی ازواج کے ساتھ نکاح کرو۔ اور ازواج
رسول اللہ ہمیشہ کیلئے امت پر حرام ہوگئیں پس ایسے دشمن خدا و رسول دریدہ دہن کو مسلمان مومن جاننا اور ممدوح و مومن ماننا اہلسنت ہی
کا کام ہے پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ جاحظ کہتا ہے کہ اگر کوئی کہنے والا اسوقت عمر سے یہ کہتا کہ تم پہلے کہہ چکے ہو کہ رسول اللہ نے وفات پائی
درآنحالیکہ وہ چھ شخصوں سے رضامند تھے۔ اب اسکے خلاف طلحہ سے آنحضرت کا ناراض مرنا بیان کرتے ہو یہ تو تمہارے کلام میں صریح تناقض
ہے مگر کسکا مقدور تھا کہ عمر کے سامنے اس سے کمتر بات پر بھی جرأت کرسکتا چہ جائیکہ یہ کلمہ کہہ سکتا۔ غرض پھر خلافت مآب سعد بن ابی وقاص
کیطرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تو صرف لشکر کشی اور جنگ آوری کے کام کا آدمی ہے تجھہ سے کمان و تیر و صید و نخچیر کے سوا دوسرا کام نہیں
ہوسکتا اور نیز قبیلہ زہرہ کو خلافت و حکمرانی سے کوئی نسبت نہیں بعد ازاں عبدالرحمن عوف پر آئے اور کہا اے عبدالرحمن اگر تمام

مسلمانوں کا نصف ایمان تیرے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ہر آئینہ تیرا ایمان راجح نکلے۔ مگر خلافت کے کام کے واسطے تجھا سست و ضعیف آدمی لائق نہیں وماذھرۃ وھذا الامر اور کہاں امر خلافت و بروایت ازالۃ الخفا فرمایا انہ رجل ضعیفٌ لوصار الامر الیہ لوضع خاتمہ فی ید امراتہ کہ عبدالرحمن ایک ضعیف اور سست آدمی ہے اگر وہ خلیفہ ہو تو اپنی انگوٹھی اپنی زوجہ کے ہاتھ میں پہنا دے یعنی تمام کاروبار خلافت اسکی رائے اور صلاح سے کرے اور خود کچھ نہ کرسکے اور عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں روایت کی ہے کہ عبدالرحمن کو کہا تو اس امت کا فرعون ہے بروایت اول ثم اقبل الی علیؑ کہ خلافت پناہ ان سب کے بعد علی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا للہ انت لولا دعابۃ فیك کہ تو خدا کیلئے ہے یعنی پسندیدہ و اختیار کردہ خدا ہے اگر مزاح و خوش طبعی تجھ میں نہ ہوتی پھر کہا قسم خدا کی اگر تو انپر والی ہو تو حق واضح اور راہ روشن پر انکے تئیں چلائے۔ **مولف** کہتا ہے کہ اکثر روایات اہلسنت سے کہ صاحب تشئید علیہ الرحمہ نے اس مقام پر نقل کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی نے مدح و ستائش امیرالمومنین میں اس موقعہ پر کوتاہی نہیں فرمائی اور اپنے تئیں صاف اور بے لاگ ثابت کرنیکے لیے بار بار آپکے احق و اولی بخلافت ہونیکا اقرار کیا ہے۔ کبھی فرمایا کہ یہ انکو حق پر کہیں گے گو تلوار انکی گردن پر ہو کبھی آپکے ایمان کو تمام جہان کے ایمان سے باوزن و راجح فرمایا۔ الا خصوصیت کے ساتھ آپ کے خلیفہ کردینے میں عذر بار د مزاح اور خوش طبعی کا فرماتے رہے بادی النظر میں حیرت ہوتی ہے کہ باوصف اقرار فضیلت بایں شد و مد کے پھر اس عذر پوچ اور لغو کے کیا معنے مگر قاعدہ ہے کہ حق الامر کا مخالف خواہ کیسی ہی سنجیدگی سے کیوں نہ کام کرے کبھی سرخرو و سرسبز نہیں ہونے پاتا بلکہ جسقدر وقت نظر و باریک بینی کو کام میں لاتا ہے اسیقدر الٹا بدنام و رسوا ہوا کرتا ہے اسکی مثال ٹھیک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر راہ راست سے منحرف ہو جائے تو جسقدر وہ تیز و تند چلیگا اسیقدر منزل مقصود سے دور ہوتا جائیگا یہی حال بعینہ خلیفہ ثانی کا اس مقام پر ہے کہ حق کو حقدار سے روکنے میں جو حیلہ وہ کرتے ہیں ٹھیک نہیں بیٹھتا اور جتنا رفع تہمت کی نیت سے امیرالمومنینؑ کے مناقب و مفاخر بیان کرتے ہیں۔ اتنا ہی الزام کے دلدل میں پھنستے جاتے ہیں۔ بھلا جب وہ حضرت بقول آپ کے امت کو راہ راست پر چلانیوالے اور اس امر میں یہانتک سخت و شدید ہیں کہ کبھی انکو حق سے ادہر ادہر نہ ہونے دینگے گو انحضرت کے گلے پر تلوار بھی رکھدی جائے تو فرمائیے کہ مزاح و خوش طبعی انکو کیا نقصان پہنچا سکتی ہے واضح رہے کہ یہ مزاح و خوش طبعی جسکو خلیفہ صاحب نے خلافت نہ دینے کا عذر قرار دیا اور جسے پیچھے پیچھے عمرو عاص جیسے چلتے پرزوں نے انحضرت کا مستقل عیب گردانکر موجب طعن ٹھہرایا۔ اگر حضرت عمر جیسے چڑچڑے اور عبوس طبیعت والوں کے واقع میں بھی خلاف ہو تب بھی کچھ حرج نہیں جبکہ یہ خصلت سلیم الطبع لوگوں کے نزدیک مکارم اخلاق و محاسن آداب میں شمار ہوتی ہے اور انبیاء کرام تک اس صفت سے موصوف ہیں روضۃ الاحباب میں ہے عبداللہ بن حارث بن حزء گفت ندیدم من احدے راکہ مزاح بیشتر از رسول اللہ کردہ باشد لکن مزاح او ہمہ حق بود چنانچہ صحابہ یکبار گفتند یا رسول اللہ تو با ما مزاح میکنی وحالانکہ ایں طریقہ مناسب منصب تو نیست فرمود انی لاقول الاحقاً۔ ترجمہ نہیں کہتا ہوں میں مگر حق۔ عائشہ رضی اللہ عنہا گوید پیغمبر بسیار مزاح میکرد و میگفت ان اللہ لایواخذ المزاح الصادق فی مزاحہٖ کہ حق تعالیٰ مواخذہ نہیں کرتا سچا مزاح کرنے والوں سے اسکے مزاح کرنے میں انتہی۔ علامہ ابو عیسیٰ محمد بن سورہ ترمذی نے جسکی کتاب صحیح ترمذی صحاح ستہ اہلسنت میں داخل ہے کتاب شمائل النبی میں مزاحات پیغمبر خدا کو تفصیل وار بیان کیا ہے حتے کہ ایک علیحدہ باب اپنی کتاب میں اسکے لئے ترتیب دیا ہے۔ اس میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ؐ

سواری طلب کی آپ نے براہ خوش طبعی فرمایا میں تجھکو بچہ ناقہ سوار ہونیکو دونگا اس مرد نے کہا یا رسول اللہ میں ناقہ کے بچے کو لیکر کیا کروں فرمایا ھل تلد الابل الا النوق یعنی کونسا اونٹ ہے جو ناقہ (اونٹنی) کا بچہ نہ ہو۔ اور انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک مرد زاہر نام اہل بادیہ سے کوتاہ قد زشت رو تھا رسول اللہ اسکو دوست رکھتے تھے ایک روز وہ بازار میں بیٹھا مال بیچ رہا تھا کہ رسول اللہ نے پیچھے سے آکر اسکو آغوش میں لیلیا چونکہ اس نے آنحضرت کو نہ پہچانا تھا بولا کون ہے مجھکو چھوڑ دے پھر جو مڑ کر دیکھا اور حضرت کو پہچانا تو پیچھے کو سرکنے لگا تاکہ پشت کو سینہ اطہر سے ملا دے رسولخدا نے فرمایا من یشتری العبد کون اس غلام کو خریدتا ہے زاہر نے کہا قسم بخدا یا رسول اللہ آپ فروخت کرینگے تو مجھکو کاسد اور کھوٹا مال پائینگے حضرت نے فرمایا مگر تو خدا کے نزدیک کاسد نہیں۔ بروایتے فرمایا انت عبد اللہ تو بندہ خدا ہے دیکھیے حضرت رسولخدا کس فراخدلی کے ساتھ اپنے اصحاب کے ساتھ مزاح کرتے تھے پس چاہیے کہ حضرت خلیفہ ثانی کے نزدیک وہ حضرت بھی قابل نبوت نہ ہوں بہت بجا کہا ہے اس موقعہ پر مولانا مفتی محمد قلی علیہ الرحمہ نے کہ یہ اعتراض خلافتمآب کا امیر المومنین پر نہیں درحقیقت حضرت خاتم المرسلین پر ہے اور کلمہ ان الرجل لیھجر سے کمتر نہیں۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مراد عمر کی مزاح سے وہ مزاح ہے کہ منافی تمکین و وقار ہو کہ نفاذ حکم میں اس سے خلل پڑے اور متضمن ہو او پر لہو و لعب کے سو تمام جہان جانتا ہے کہ وہ حضرت ان اوصاف کے برخلاف سے موصوف تھے کیونکہ آپکا رعب کفار و منافقین کے دلونمیں اسقدر جاگزین تھا کہ صرف نام سنکر تھراتے تھے بلکہ اسی سبب سے اکثر منافقین انکے برخلاف پر رضامند نہ ہوتے تھے ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آپ خاموش ہوتے تو ہمکو جرأت نہ تھی کہ بات شروع کر سکیں عمر خود آنحضرت کو فخر و تکبر سے منسوب کرتے تھے چنانچہ ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکار سے روایت کی ہے کہ عمر نے ابن عباس سے کہا کہ اگر تمہارے صاحب والی ولایت و امامت ہوں تو مجھکو خوف ہے کہ انکی خود پسندی و عجب انکو راستی سے بھٹکا دے۔ نیز ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ ایکبار امیر المومنین عمر کے پاس بیٹھے تھے اٹھے تو اسکے اصحاب سے ایک مرد نے آپکو کبر و فخر سے نسبت دی عمر نے کہا سزاوار ہے کہ وہ تکبر کریں بتحقیق کہ اگر انکی تلوار نہ ہوتی تو عمود اسلام راست نہ ہوتا اور وہ علم قضا میں سب سے فائق ہیں اور انکے لئے ہے سوابق اسلام اور شرف اس امت کا۔ حاضرین سے ایک شخص نے کہا ایسا ہے تو کیوں تم انکے تئیں خلیفہ نہیں بناتے۔ کہا ہم انکی جگہ خلافت کرتے ہیں بسبب انکی صغر سنی کے اور نیز اس سے کہ وہ اولاد عبد المطلب کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کم سنی جب عیسیٰ و یحییٰ و سلیمان کیلئے مانع نبوت نہ ہوئی تو امیر المومنین کیلئے مانع امامت کیونکر ہوسکتی ہے اور محبت صلحا۔ اقربا رقربتہ اللہ تھی اور مزد رسالت یہ باعث عیب و منقصت

لطیفہ ایک مرتبہ حضرت خلیفہ ثانی کو بھی اپنے عہد خلافت میں چہل، و دل لگی سوجھی۔ مگر خلاف عادت بات تھی جامہ عاریت کی طرح راس نہ آئی خفت اٹھائی۔ استیعاب وغیرہ میں ہے کہ سواد بن قارب نام ایک شخص بنی سدوس سے تھا بعض نے اسکو صحابہ میں بھی گنا ہے وہ پیشتر کہانت کا پیشہ کیا کرتا تھا اب مسلمان ہو کر تمام نامشروع کاموں سے توبہ خالص کرچکا تھا۔ خلافت پناہ ایک روز اس سے مزاح کرنے لگے کہ ما فعلت کھانتک یا سواد اے سواد اب وہ تمہاری کہانت کہاں گئی سواد اس کلام سے بوئے طنز پاکر مارے غصہ کے سرخ ہوگیا اور بولا جو باتیں کفر و جاہلیت کے زمانے میں ہم تم کیا کرتے تھے وہ کہانت سے بھی بدتر ہیں تم کسلئے اس امر پر طعن کرتے ہو جس سے میں توبہ کرچکا ہوں اور حق تعالی سے امیدوار عفو و مغفرت کا ہوں۔ **القصہ** ریاض النضرہ وغیرہ میں ہے کہ جب اصحاب شورائے عمر کے پاس سے باہر نکلے تو انہوں نے امیر المومنین کی طرف

اشارہ کرکے مکرر کہا کہ اگر لوگ انکو والی امر کرینگے تو وہ انکو طریق حق پر لیجائینگے۔ اسوقت آپکے لخت جگر عبداللہ بن عمر نے کہا کہ اے امیر المومنین پھر آپ کسلیے انکو اپنے سامنے خلیفہ نہیں کردیتے تو فرمایا میں کراہت کرتا ہوں کہ زندہ و مردہ اس بوجھ کا متحمل ہوں۔ بروایت ابن ابی الحدید حضرت امیر سے فارغ ہوکر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور کلمہ ھاھا الیک جس سے اونٹوں کو زجر کرتے اور جھڑکتے ہیں انسے خطاب کیا۔ پھر فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں کہ قریش نے بباعث محبت کے کہ تیرے ساتھ ہے تجھکو فرمانروا مقرر کیا ہے اور تونے بنی امیہ اور پسران ابی معیط کو خلائق کی گردنوں پر سوار کیا یعنی انکا حاکم بنایا اور اموال فے کو انکے لیے مخصوص کردیا ہے پس ایک گروہ گرگان عرب نے آکر تیرے فراش پر تجھکو قتل کیا ہے قسم بخدا کہ اگر تجھکو خلافت ملی تو تو ایسا کیے بغیر نہ رہیگا اور تونے یہ کیا تو وہ تجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑینگے[1] پھر حضرت عثمان کی پیشانی کو ہاتھ سے پکڑکر فرمایا جب یہ باتیں ہوں اور ضرور ہونگی تو اسوقت مجھکو یاد کرنا۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ تمام روایت ہے جسکو جاحظ نے کتاب سفیانیہ میں نقل کیا ہے اور ایک اور جماعت نے اسکو درباب فراست عمر ذکر کیا ہے اور علامہ ابوالحسن ماوردی نے کتاب احکام سلطانیہ میں نقل کیا ہے کہ عمر نے عثمان سے کہا کیف تحب المال والجنۃ کہ تو کیونکر مال اور بہشت کی محبت کو جمع کرسکتا ہے اور بعض روایات میں خلیفۂ ثالث کو بدتر از روشہ و سرگین ارشاد کیا۔ غرض ان تمام حکایات وروایات سے ظاہر ہے کہ خلیفۂ ثانی نے اکابر صحابہ وبزرگان امت کو کہ بعد شیخین کے دوسرا انکے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا بھرے مجمع میں ذلیل کیا اور پیٹ بھرکر انکی توہین وتحقیر فرمائی عثمان ذی النورین ثالث خلفاء راشدین کی بہت بری طرح خبر لی کہ انکو فساق و فجار کا مسلمانوں پر مسلط کرنیوالا اور مال خدا کا ناحق ناروا لٹانیوالا بنایا اور نیز انکو طالب مال اور معتقد خیال محال روپیہ اور جنت کی دوستی کا جامع فرمایا اور بموجب بعض روایات روشہ وسرگین سے بھی بدتر کہا۔ قبیلہ زہرہ کی کہ سعد وقاص وعبدالرحمٰن عوف جیسے دو رکن رکین اسلام اس سے تھے بہت بیقدری کی کہ انکو عموماً ناقابل حکومت وریاست قرار دیا۔ ابن عوف کی ہرچند بموجب بعض روایات مدح کی مگر ساتھ ہی ضعیف وسست کہا لیکن بعض دیگر کے موافق اسکو فرعون امت فرمایا اور بیوی کے کہنے پر چلنے والا یعنی مطیع زن عبدالزوج کا لقب عنایت کیا طلحتین جواری رسول الثقلین کی وہ مٹی خراب کی کہ عمر بھر اس صحبت کو نہ بھولے ہونگے۔ زبیر کو صاف صاف کافر کہا شیطان فرمایا انتہا درجہ کا کنجوس مکھی چوس بنایا طلحہ کو کافر دشمن خدا ایذا دہندۂ رسول جو کچھہ کیئے ارشاد کیا اور یہ کہا کہ وہ ایک انگلی جہاد میں کٹوا کر اتنا غرور کرتا ہے کہ آپے میں نہیں رہا غرض بہت بڑا سلوک خلافتمآب نے جماعۂ بزرگان اصحاب سے کیا اس سے بڑھکر صحابہ کی مذمت اور بدگوئی اور کیا ہوگی تعجب ہے کہ شیعہ خلفاء ثلثہ کی نسبت کچھہ لب کشائی کریں تو حضرات اہلسنت کے نزدیک کافر زندیق اور کیا کیا قرار پائیں اور یہاں حضرت عمر برملا ان بزرگوارونکی کہ خود انکے ہی قول کے موافق رسول اللہ آخر تک انسے رضامند رہے یوں مٹی پلید

---

[1] بغرض صحت روایت خلیفہ ثانی کی حضرت عثمان کی نسبت اس وثوق کے ساتھ پیشین گوئی کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ آپ کو علماء اہل کتاب کی زبانی پہلے سے یہ حالات معلوم ہوگئے تھے۔ صاحب حدائق الحقائق علیہ الرحمہ نے سنن ابوداؤد وجامع الاصول سے نقل کیا ہے کہ عمر نے بیت المقدس میں اسقف عالم نصاریٰ سے خلفاء کے حالات دریافت کیئے تھے اور اس نے ہر ایک کی کیفیت آپ سے بیان کی تھی اور ابن ابی الحدید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کعب الاحبار نے آپ کو اس سے مطلع کیا تھا اور ممکن ہے کہ حضرت رسالت پناہ سے یہ باتیں سنی ہوں۔ بہرکیف صاحب ازالۃ الخفاء وغیرہ نے جو اس کو فراسات عمر میں داخل کرکے انتہی درجہ کی آپ کی مدح سرائی فرمائی ہے ایک قسم کی دہوکہہ دہی ہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

کریں اور ان پر ذرا حرف نہ آئے بلکہ الٹا اور یہ امر انکے مناقب و مآثر میں شمار کیا جائے۔ اگر ثلثہ کی بدگوئی شیعو نکے مناقب میں شمار نہ کریں تو کاش انکو معذور و معاف ہی رکھیں تو بھی غنیمت ہے۔ اسکے بعد ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عمر نے ابوطلحہ انصاری کو بلوا بھیجا حاضر ہوا تو کہا اے ابوطلحہ دیکھو جب مجھکو دفن کرکے واپس پھرو تو پچاس مرد انصار کے ساتھ ننگی تلواریں لیکر حاضر ہوا اور اہل شورے سے کہو کہ کارروائی شروع کریں انکو ایک مکان میں داخل کرکے تم اسکے دروازے پر کھڑے رہنا کہ وہ شورے کرکے ایک کو اختیار کرلیں پس اگر پانچ شخص ایک طرف ہوجائیں اور ایک جدا رہے تو اسے قتل کرو اور جو چار اتفاق کریں اور دو انکار کریں تو ان دو کی گردن مارو اور اگر تین علیحدہ ہوجائیں تو عبدالرحمٰن والے تین کو دیکھو کہ کونسے ہیں دوسرے تین کو جو اسکے خلاف ہوں مار ڈالو۔ اور اگر تین روز گزر جائیں اور یہ لوگ کسی امر پر متفق نہ ہوں تو تمام کو قتل کرو مسلمان اپنے آپ کسی کو اپنے لئے اختیار کرلینگے تمام ہوئی روایت سبحان اللہ کیا فیصلہ ناطق ہے کہ تین روز میں اتفاق نہ کریں تو سب مارے جائیں کوئی پوچھے تین دن کی قید آپنے کونسی آیت اور کس حدیث سے استنباط کی۔ اگر نصب خلیفہ اتنا اہم وضروری امر تھا کہ اسمیں کوتاہی کرنیوالا کوئی کیوں نہ ہو آپ کے نزدیک واجب القتل تھا (اور درحقیقت ایسا ہی تھا بھی نہ ہوتا تو آپ رسول اللہ کے جنازے کو بے غسل وکفن چھوڑ کر سقیفہ کیوں دوڑے جاتے) تو اسی روز بلکہ اسیوقت طے ہوجانا چاہیئے تھا۔ نہ یہ کہ تین روز تک اسکا انتظار کرنا۔ علاوہ برایں جب آپ باایں تسلط و تجبر اتنے عرصۂ دراز میں خود اس معاملے کو طے نہ کرسکے یعنی ان چھ اشخاص سے کسی ایک کو ترجیح نہ دیسکے تو انسے بحالت ہمسری تین دن کے اندر تصفیہ کرلینے کی کیونکر آپ کو امید ہوگئی اس حساب سے تو آپنے تین دن کے بعد چھیوں کے قتل کا حکمدیکر اسلام ہی کا خاتمہ کرنا چاہا تھا۔ حق یہ ہے کہ یہ صرف خلیفہ صاحب کی ظاہری باتیں تھیں کہ اپنے تئیں اسطرح سے صاف اور بے لاگ ثابت کرنا چاہتے تھے ورنہ اصلی مدعا تو آپ کا اس سارے گورکھ دہندے سے حضرت عثمان کو خلیفہ بنانا تھا کیونکہ انکو اپنی گون کا دیکھہ لیا تھا اور جان گئے تھے کہ کنبہ قبیلہ والا ہے کام بھی چلا لیگا۔ چنانچہ اسی غرض کی تکمیل کیلئے عبدالرحمٰن والی پخ بڑہائی تھی۔ کیا معنے کہ آپ کو یقین تھا کہ اس صورت میں بے شبہ عثمان خلیفہ ہوجائینگے۔ اول تین شخص عبدالرحمٰن سعد طلحہ انکی طرف ہونگے نہیں تو بباعث قرابت ہرگز انسے تجاوز نہیں کرسکتے پس باقی دو یا تین اگر مخالفت بھی کرینگے تو چونکہ عبدالرحمٰن کے خلاف ہونگے تو مارے جائینگے۔ پس اس تمام منصوبہ سے درحقیقت آپکے دو مقصود تھے ایک عثمان کو خلافت دلوانا دوم نفس رسول کا قتل کرانا جسکے وہ آج نہیں خلیفہ اول کے عہد سے خواہاں تھے۔ جبکہ دونوں نے خالد ولید کو اس کار کیلئے مقرر کیا تھا۔ جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا۔ یہ اسکے لئے وہ تقریر خلیفہ صاحب نے وفات سے پہلے عام مسلمانوں کے خطاب میں فرمائی اور جو روضۃ الاحباب میں بدیں عبارت نقل ہوئی ہے بدرستیکہ مے ترسم برشما مگر از دو شخص یکے آنکہ گمان وے باشد کہ او احق است بخلاف از صاحب خود بنابریں با خلیفۂ وقت مخالفت نمودہ مقاتلہ ومحاربہ کند دوم آنکہ کتاب اللہ را بمدعا خود تاویل کند بغیر تاویل حقیقی وغیر معنی مراد۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپکو امیرالمومنینؑ کی طرف سے کھٹکا تھا کہ شاید بوجہ اپنی حقیقت کے وہ عثمان سے لڑائی کریں اور جو آیات قرآن کہ انکے حق میں نازل ہوئیں اور ہمنے باغراض نفسانی انکے معنے بدل رکھے ہیں وہ اصلی معنے بیان کرکے اپنی طرف خلقت کو دعوت کریں اسلئے اسکا یہی بندوبست کردیا کہ اگر وہ ایسا کریں تو قتل کرو۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور تدبیر انہوں نے یہ کی کہ معاویہ وعمرو عاص کو چلتے چلتے خلافت کی چاٹ لگا گئے۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ جب عمر کے خنجر لگا اور انہوں نے جانا کہ میں اس زخم سے جانبر نہ ہونگا تو انہوں نے کہا اے اصحاب محمدؐ تم باہم اتفاق رکھو اور ایک دوسرے کی نصیحت وخیرخواہی میں سرگرم رہو لیکن

نہ کرو گے تو مجھکو اندیشہ ہے کہ معاویہ و عمرو عاص نہ تمسے اس امر کو لیلیں اسکے بعد شیخ مفید علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ غرض عمر کی اس کلمہ سے یہ تھی
کہ اگر علیؑ تک خلافت پہنچ جائے تو عمرو عاص مصر کا اور معاویہ شام کا حاکم ہے وہ ان ملکوں کو دبا لینگے۔ اور نیز ابن ابی الحدید نے قضیہ شورے کی دیگر مفاسد
پر ایک روایت طولانی محمد بن سلیمان بن قتلمش حاجب الحجاب سے بواسطہ ابو جعفر بن مکی حاجب کے نقل کی ہے اسکے صدر میں کہتا ہے کہ محمد مذکور ایک
مرد ظریف و ادیب تھا چونکہ علوم حکمیہ ریاضیہ میں توغل رکھتا تھا اسلئے کسی خاص مذہب میں تعصب اسکو نہ تھا ابو جعفر مسطور نے اس سے اختلافات
واقعہ در باب خلافت کا سبب دریافت کیا تو اس نے دو امر اصل و منبع ان تمام نزاعوں اور اختلافوں کے بتلائے۔ ایک یہ کہ خود رسول اللہ نے
اس امر میں (معاذ اللہ) اہمال و سستی کی کہ معاملہ یکسو نہ فرمایا پس اس بیان کو مشرح لکھکر اسکی نسبت آپ کے عذروں کو بالتفصیل ذکر کیا ہی ہمارے
نزدیک تمام جھک مارا اور بیہودہ بکا ہے۔ کیونکہ ہم بار بار کہہ چکے کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے اس مقدمہ میں سرمو کوتاہی نہیں فرمائی۔ خلافت
امیر المومنینؑ کو حسب ارشاد رب العالمین بوجہ اتم و اکمل امت کو پہنچایا۔ اور کیونکر نہ پہنچاتے جبکہ اس مقدمہ میں وعید و شدید وان لم تفعل فما بلغت
رسالتہ وارد تھی یعنی ارشاد حقتعالی تھا کہ اے محمد اگر تم امر امامت علی بن ابیطالب کا امت کو نہ پہنچاؤ گے تو گویا تمنے خدا کی کچھ بھی رسالت نہیں ادا
کی کما مر سابقاً پس اسمیں ذرا شبہ نہیں کہ خدا اور رسول کی طرف سے اسکا اعلان کما حقہ ہوا اور جنکو توفیق الہی شامل حال تھی انہوں نے اس ارشاد خدا
و رسول کو قبول کیا باقی بطمع مال و جاہ اسکے منکر ہوئے سو وہ جانیں آنحضرت کا اسمیں کیا قصور آپ کی نبوت کی بھی تو تمام عالم نے تصدیق نہیں کی
کروڑوں اسکے منکر رہے اور ہیں اس سے تبلیغ رسالت کو کیا عیب لگ سکتا ہے پس اس حاجب محجوب العقل نے جو کچھہ نبوت کو سلطنت دنیا پر قیاس
کرکے اپنی عقل ناقص کے موافق یہاں کلام کیا ہے سراسر لغو بلکہ کفر محض ہے اسلئے ہمنے بھی ان ہزلیات کو نقل نہیں کیا۔ ہاں قضیہ شورے
کی نسبت وہ جو کچھہ اعتراض کرے قبول و منظور ہے اور اسپر اور ابن ابی الحدید پر حجت ہے کسلئے کہ دونو سنی المذہب و رعام اہلسنت کی طرح ترتیب خلافت
اور رشادت خلفاء ثلثہ کے قائل ہیں پس حاجب مذکور نے کہا لیکن دوسرا امر سبب اختلاف امت کا پس وہ عمر کا خلافت کو چھ شخصوں کے
شورے میں مقرر کرنا ہے کہ انمیں سے یا اوروں سے کسی ایک کو معین و مخصوص نہ کیا۔ اسلئے ہر ایک کو انسے یہ خیال رہا کہ وہ ریاست و حکومت کے
لائق اور ملک و سلطنت کے شایاں ہے اور یہ بات انکے دلونمیں قائم اور انکے ذہنوں میں مرتکز و مرتسم ہوگئی پس انکی طبیعتیں اسپر نزاع کرتیں اور انکی
آنکھیں اسطرف تاکتی تھیں۔ نتیجتہً علیؑ و عثمان کے درمیان اس سے شقاق و دشمنی پیدا ہوئی اور حتی کہ عثمان کے قتل کی اسیوجہ سے نوبت پہنچی
کیونکہ اصل باعث اس قتل کا طلحہ تھا اسکو شبہ نہ تھا کہ خلیفہ اسکے بعد میں ہونگا بوجہ اپنے سابقۂ جہاد کے اور بباعث اسکے کہ وہ ابوبکر کا چچازاد
بھائی تھا۔ اور ابوبکر کی قدر و منزلت اس زمانے کے لوگوں کے دلونمیں اس سے زیادہ تھی جتنی کہ اب ہے اور نیز اسوجہ سے ہے اسکو امید تھی کہ وہ سیر چشم و
دلیر تھا۔ اور ابوبکر کی حیات میں عمر کا مقابلہ کرچکا تھا۔ یعنی اس سے خواستگار ہوا تھا کہ مجھکو خلیفہ بنائے پس طلحہ عثمان کے درپے رہا اور اسمیں ترقی
کرتا اور زیادہ ہوتا رہا۔ قلوب کو اسکی طرف سے پھیرتا اور دلوں کو مکدر کرتا تھا اور مدینہ والوں و دیگر اہل شہر و بادیہ کے سامنے اسمیں عیب نکالتا تھا
اور زبیر اسکا معاون و مددگار تھا۔ کیونکہ وہ بھی اپنے لئے خلافت کا امیدوار تھا اور ان دونوں کی امیدیں خلافت کی علیؑ کی امیدوں سے کمتر درجہ
کی نہ تھیں بلکہ ان سے بڑھکر تھیں کیونکہ علیؑ کا رتبہ اول و ثانی پست کرچکے تھے اب لوگوں کے نزدیک انکی وہ وقعت نہ رہی تھی جو پہلے تھی

جو اشخاص کہ آپ کی عہد نبوت کے خصوصیات و فضائل سے واقف تھے اکثر انسے فوت ہو چکے تھے جو گروہ اسوقت اٹھا اور جوان ہوا تھا وہ انکو صرف مسلمانوں میں سے ایک مرد خیال کرتا تھا اور یہ کہ وہ رسولخدا کے چچا کے بیٹے اور انکی دختر کے شوہر اور ان کے نواسوں کے باپ ہیں ما سوا اسکے تمام باتیں انکی فضیلت کی بھول بسر گئی تھیں علاوہ بریں انکو قریش کے بغض و انحراف سے وہ امر پیش آیا تھا کہ کسی کو نہ آیا ہو گا یہ لوگ جسقدر انحضرت سے عداوت رکھتے تھے ویسے ہی طلحہ زبیر کے دوست تھے کیونکہ کوئی وجہ عداوت کی انکے ساتھ نہ تھی اور وہ آخر عہد عثمان میں قریش کی تالیف قلوب کرنے اور عطا و بخشش کا انکو وعدہ دینے لگے تھے۔ پس وہ اپنے نزدیک اور اوروں کے بھی بالفعل نہیں تو بالقوہ خلیفہ بنے ہوئے تھے کسلئے کہ عمر نے انپر نص کی تھی اور انکی خلافت پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ اور عمر کا قول و فعل عموماً مقبول و پسندیدہ تھا اور وہ زندگی میں اور مرنیکے بعد دونو حالتوں میں نافذ الامر و مطاع تھا پس عثمان قتل ہوا تو طلحہ نے اسکی خواہش ظاہر کی اور لوگوں کو اسپر اکسانے اور ترغیب دینے لگا اور مالک اشتر و دیگر شجاعان عرب علیؑ کے طرف دار نہ ہوں تو خلافت اسوقت بھی انکو نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پس جب خلافت طلحہ زبیر کے ہاتھ سے نکل گئی تو انہوں نے علیؑ کی حکومت میں بکھیڑا اکھڑا کر دیا۔ ام المومنین کو نکالکر عراق لیگئے اور فتنہ و فساد قائم کیا کہ بنام جنگ جمل مشہور ہے بعد ازاں یہ جنگ جمل جنگ صفین کا مقدمہ پیش خیمہ بنا کیونکہ معاویہ کو علیؑ کے مقابلہ کی جرات جنگ بصرہ سے پیدا ہوئی اس نے اہل شام کو بھڑکایا کہ علی ام المومنین و دیگر مسلمین سے جنگ کر کے (العیاذ باللہ) فاسق ہو گئے انہوں نے طلحہ زبیر کو قتل کیا کہ اہل جنت سے تھے جو کسی مومن جنتی کو قتل کرے وہ خود جہنمی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ فساد صفین نتیجہ و ثمرہ تھا فساد جمل کا پھر تمام فتنہ و فساد عہد بنی امیہ کے اسی جنگ صفین و ضلالت معاویہ سے پیدا ہوئے اور فتنہ ہائے عبداللہ بن زبیر فرعین اور شاخیں ہیں فتنہ روزدار و گیر (قتل عثمان) کی کیونکہ ابن زبیر کہتا تھا کہ عثمان نے مرتیکے وقت مجھکو خلافت دی اور مروان حکم وغیرہ کو اس دعوے میں اپنا گواہ بنایا تھا پس حاجب نے کہا دیکھا تو نے کسطرح پر یہ امور سلسلہ وار ایک جڑ کے پودے اور ایک درخت کی شاخیں اور ایک آتش کے شعلے ہیں اور کیونکر باہمدگر متعلق و وابستہ اور چھ اشخاص کے درمیان شورے مقرر کرنیسے پیوستہ ہیں اس سے بھی عجیب یہ ہے کہ کسی نے عمر سے کہا تو یزید بن ابوسفیان و سعید بن عاص و معاویہ و فلاں و فلاں کو تلقاء و مولفۃ القلوب سے عامل و حاکم مقرر کرتا ہے اور علیؑ و عباسؓ و طلحہ و زبیر وغیرہ کو نہیں کرتا تو اس نے کہا لیکن علی پس بسبب تمکنت مجھ سے کوئی عمل قبول کرنیوالے نہیں اور دیگر قریش سے مجھکو خوف ہے کہ بلاد و امصار میں متفرق ہو کر فتنہ انگیزی کریں۔ پس جو شخص ڈرے کہ یہ لوگ شہروں میں جا کر فتنے برپا کرینگے اور خلافت کے دعویدار ہو جائینگے وہ کیونکر نہ ڈرا جبکہ شورے میں چھ اشخاص کو مساوی قرار دیا آیا اس سے زیادہ کوئی امر قریب تر لفساد ہے۔ پھر حاجب مذکور کہتا ہے کہ روایت ہے کہ ہارون رشید نے ایک روز اپنے بیٹوں محمد و عبداللہ کو دیکھا کہ باہم کھیلتے اور ہنستے ہیں یہ دیکھکر خوش ہوا مگر جب وہ اسکی نظر سے پوشیدہ ہو گئے تو رونے لگا فضل بن ربیع نے کہا اے امیر المومنین آپ روتے ہیں حالانکہ یہ مقام شادی و سرور کا ہے نہ کہ رنج و الم کا کہا اے فضل تو دیکھتا ہے کہ وہ کسطرح ایک دوسرے کیساتھ کھیلتے اور محبت کرتے ہیں قسم بخدا کہ انکی یہ محبت بغض و عداوت سے بدل جائیگی اور وہ عنقریب ایکدوسرے کی جان لینے کو تلوار کھینچیں گے اور ملک و سلطنت عقیم[1] ہے۔ حاجب کہتا ہے

[1] عقیم بروزن امیر وہ مرد جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور کہا جاتا ہے الملکُ عقیمٌ کہ ملک عقیم ہے یعنی قرابت و رشتہ داری اسمیں فائدہ نہیں دیتی کیونکہ آدمی بادشاہت کے واسطے باپ بھائی بیٹے چچا ماموں سب کو قتل کر ڈالتا ہے۔ ۱۲۔ کذا فی القاموس۔

کہ یہ اس صورت میں تھا کہ رشید نے عہد خلافت کو بترتیب یکے بعد دیگرے انکے درمیان قرار دیا تھا پس کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ترتیب وار بھی نہیں بلکہ دندان ہائے شانہ کیطرح سب برابر و یکساں رکھے جائیں۔ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ مینے ابوجعفر اس روایت کے راوی سے کہا کہ یہ سب تو محمد بن سلیمان سے روایت کرتا ہے تیرا اسمیں کیا قول ہے تو اس نے محمد مذکور کی تصدیق کی اور کہا وہ درست کہتا ہے۔ جب بدعت شورے اور اسکی قباحتیں کسی قدر ذہن نشین ناظرین باتمکین ہوگئیں تو اب اسکے بعد کے حالات سناتے ہیں۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ابوبکر جوہری کے حوالے سے سہل بن سعد انصاری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جب علی عمر کے پاس سے باہر آئے تو میں حضرت کے پیچھے ہولیا عباس بن عبد المطلب انکے ساتھ جاتے تھے راہ میں انہوں نے عباس سے کہا قسم بخدا کہ خلافت ہم سے نکل گئی عباس نے کہا تم نے کیونکر جانا۔ کہا نہیں سنا تم نے قول عمر کا کہ اسطرف ہو جدہر عبدالرحمن بن عوف ہو پس سعد عبدالرحمن سے مخالفت نہ کریگا کیونکہ اسکے چچا کا بیٹا ہے اور عبدالرحمن عثمان کے خلاف نہ ہوگا کیونکہ اسکا داماد ہے جب یہ تینوں متفق ہوگئے تو دو باقی اگر میرے ہمراہ بھی رہے تو کیا فائدہ ہوا حالانکہ مجھکو بجز ایک کے دو کی بھی اپنی طرف ہونیکی امید نہیں قطع نظر اسکے عمر نے یہ بات ظاہر کرنی چاہی ہے کہ عبدالرحمن کو ہمپر فوقیت ہے قسم بخدا کہ حقتعالیٰ نے انکو ہمارے اوپر فضیلت نہیں دی اور نہ انکی اولاد کو ہماری اولاد پر بزرگی بخشی ہے بخدا سوگند کہ اگر عمر زندہ رہا تو میں اسکو جتلا دونگا کہ وہ اول سے آخر تک ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتا رہا ہے اور اسکی رائے ہمارے حق میں کیسی زبوں تھی۔ اور اگر مر گیا اور ضرور مر جائیگا تو یہ لوگ بلاشبہ ہمارا حق مار لینے پر اتفاق کرینگے جب ایسا کرینگے اور ضرور کرینگے تو البتہ مجھسے وہ امر مشاہدہ کرینگے کہ انکے مکروہ طبع اور ناپسند ہوگا قسم بخدا کہ مجھکو حکومت و بادشاہی مطلوب نہیں الّا چاہتا ہوں کہ عدل و انصاف کروں اور کتاب خدا و سنت رسولؐ اللہ کو اس امت میں رواج دوں راوی (سہل بن سعد) کہتا ہے کہ پھر آپ ملتفت ہوئے تو مجھکو پس پشت پایا پس میرا وہاں ہونا ناگوار ہوا مینے کہا اے ابوالحسنؑ اندیشہ نہ کرو واللہ کہ میں آپ کی ایک بات بھی کسی سے نہ کہونگا پس قسم بخدا کہ مجھسے کسی متنفس نے یہ روایت نہیں سنی جبتک کہ علیؑ زندہ رہے۔ اور محمدؒ بن بابویہ علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب عمر نے نامۂ شورے تحریر کیا تو عثمان کا نام اول لکھا اور علی کا نام سب سے آخر درج کیا عباس نے کہا تمہارا نام سب سے پیچھے لکھا ہے تمکو ضرور اس سے نکالدینگے میرا کہنا مانو تو شورے میں داخل نہ ہو حضرت نے کچھ جواب نہ دیا جب عثمان سے بیعت ہوگئی تو عباس نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ ایسا ہوگا حضرت نے فرمایا اے عمو میرے داخل شورے ہونیکی ایک وجہ تھی جو کہ تمپر پوشیدہ تھی۔ کیا تمنے نہیں سنا تھا کہ عمر سر منبر کہتے تھے کہ حق تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اہلبیت کے لئے نبوت و خلافت دونو جمع ہوں پس مینے چاہا کہ وہ اپنی تکذیب اپنی زبان سے کرے اور لوگ جان لیں کہ پہلا کلام اس کا دروغ و باطل تھا۔ ہم خلافت کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ہمارے گھر میں نبوت و خلافت جمع ہوسکتی ہے۔ عباس خاموش ہوگئے۔

انفاذ وصیّت بکمال فراست و فطانت۔ خلیفہ صاحب تو یہ وصیت کرکے اور اسطرح کام ٹھیک ٹھاک کرکے عالمِ بقا کو سدھارے اور اصحاب شورے حسب الامر انکے دفن کے بعد ایک جگہ جمع ہوئے اس وقت پہلی چال جو میاں عبدالرحمن چلے یہ تھی کہ اپنے تئیں خلافت سے نکال لیا تاکہ لوگ ان کی کارروائی کو بغرضانہ محض نصیحت و خیر خواہی امت خیال کریں اور انکے کہنے سے باہر نہ ہوں پس زبیر نے اپنا حق امیرالمومنینؑ کو بخشا اور طلحہ نے عثمان کو اور سعد نے عبدالرحمن کو عبدالرحمن پہلے ہی اس سے پہلوتہی کر چکے تھے۔ اس لئے امر خلافت

امیر المومنینؑ و عثمان بن عفان کے درمیان دائر ہوا۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ عبدالرحمٰن نے کہا تم دونو مجھکو اختیار دیدو تاکہ بروئے انصاف تمہارے درمیان فیصلہ کردوں عثمان نے کہا مجھکو منظور ہے مگر علیؑ خاموش تھے عبدالرحمٰن نے کہا اے ابا الحسنؑ تم میری بات کا جواب نہیں دیتے آپنے فرمایا اے عبدالرحمٰن عہد کر کہ راہ راست سے انحراف نہ کرے اور ظلم و اعتساف روا نہ رکھے اور اصلا رو رعایت و رشتہ و قرابت کا لحاظ نہ فرمائے عبدالرحمٰن نے قسم کھائی کہ ایسا نہ کرونگا اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن نے اہل شورے سے کہا کہ مجھے اختیار دو اور میرے اوپر وثوق و اعتماد رکھو کیونکہ میں اپنے تئیں اس سے نکال چکا ہوں سب نے اسے قبول کیا الّا امیر المومنین نہیں مانتے تھے تا اینکہ ابو طلحہ نے عبدالرحمٰن کے کہنے سے حضرت پر زور دیا اسوقت آپنے اس سے حلف لیا کہ ایسا اور ایسا نہ کرے پھر کہتے ہیں کہ یہ منتہائی امر تھا جو کہ امیر المومنین اس موقعہ پر کرسکتے تھے اسلئے کہ عبدالرحمٰن نے اپنے تئیں علیحدہ کر لینے سے انکے دلومیں اعتبار جمالیا تھا پس حضرت کو قدرت نہ تھی کہ ان سب کے خلاف کریں پس آپنے جن باتونکا اندیشہ تھا بتصریح انکو بیان کر کے اس سے حلف لیلیا مگر کچھہ فائدہ اس حلف پر نہ ہوا اور اسکو جو کچھہ کرنا تھا وہی کیا پھر صاحب روضۃ الاحباب کہتے ہیں کہ اس روز مجلس اسی پر ختم ہوئی کہ عبدالرحمٰن امر خلافت مرجع و مدار خلائق ٹھہر گیا جس کسی کو کچھہ کہنا سننا ہوتا اسکے پاس جاتا بہتوں کی رائے عثمان کے حق میں تھی بوجہ اسکے حلم و حیا و جود و سخا و ورع و تقوےٰ و حسن سلوک و مدارا کے بعض علیؑ کی جانب کو ترجیح دیتے تھے بسبب اسکے وفور علم و کیاست و فضیلت و فراست و قرابت و نجابت و منتہائی دلیری و دلاوری و کمال تقوےٰ و پرہیزگاری و فتوت و جوانمردی و عدالت و انصاف پروری و ہیبت و صلابت کے **نیز** روضۃ الاحباب میں ہے کہ بنی امیہ سے ایک شخص نے عمرو عاص کے پاس جاکر کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ اب یہ کار عثمان اور علیؑ کے اوپر ٹھہر گیا ہے ہر چند کثرت رائے عثمان کی طرف ہے الّا اندیشہ ہے کہ علیؑ اپنی ہوشیاری سے کام نکال لیجائے اور عثمان مونہہ دیکھتا رہجائے عمرو نے کہا کچھہ فکر نہ کرو میں آج شب کو وہ تدبیر کرتا ہوں کہ کل عثمان لابد خلیفہ ہو جائیں پس علی کے پاس گیا اور بہت خوشامد اور ہمدردی کی باتیں بنا کر کہنے لگا۔ کہ عبدالرحمٰن کل آپسے پوچھیگا کہ اگر خلافت تمکو ملے تو کتاب خدا و سنت رسول و سیرت شیخین پر عمل کروگے یا نہیں پس صلاح یہ ہے کہ آپ فی الفور اسکا اقرار نہ کریں کہ کثرت رغبت و حرص خلافت پر محمول ہوگا بلکہ یہ کہیں کہ بقدر طاقت و تواں عمل کرونگا۔ اور ظاہر ہے کہ عثمان سے بھی یہی سوال ہوگا وہ بھی اسی خیال سے پہلے خودداری کریگا پس جب دوبارہ پوچھے تو بلا قید قبول کرنا۔ اس تدبیر سے امید قوی ہے کہ امر خلافت تم پر قرار دیا جائے حضرت علیؑ نے شکر گزاری کے ساتھ اس صلاح کو قبول کیا یہاں سے نبٹ کر ابن عاص عثمان کے پاس گیا اور اسے اس منصوبہ سے آگاہ کر کے کہا کہ تم بے تامل عبدالرحمٰن کے کلام کو قبول کر لینا انتہی۔ **مولف** اوراق کہتا ہے کہ اس روایت کے تراشنے والے نے اسکو بہت باریک اور دقیق نظر سے تراشا ہے اسکی وضع کی علت غائی ہم ذرا آگے چلکر بتلائینگے یہاں اسقدر گزارش ہے کہ محشی صاحب روضۃ الاحباب دلدادہ نصرت اصحاب وضع روایت کی اس تہ کو نہ پہنچے صرف عمرو عاص کی دغابازی پڑھکر آپے سے باہر ہو گئے کہ روضۃ الاحباب جیسی مشہور و مستند کتاب پر طعن کرنے لگے چنانچہ اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں "این قصہ حیلہ عمرو بن عاص را از کتب معتبرہ باید جست و بر تقدیر ثبوت آں آنرا باقتضائے بشری کہ کسے از حضرات انبیاء ازاں محفوظ نیست حمل باید کرد۔ اول روضۃ الاحباب خود بڑے پایہ کی معتبر کتاب ہے جسکو شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ جیسے بزرگوں نے معتبر گنا ہے اسکے مصنف جمال الدین محدث شاہ صاحب کے سلسلہ شیوخ صاحبان اجازہ میں داخل ہیں وہ آپ جیسوں کے کہنے سے غیر معتبر نہیں ہوسکتی۔ اور نہ

تحفہ بازی عمرو عاص

اسکی روایت میں آپ کلام کر سکتے ہیں مگر خیر ہمنے آپ کی خاطر سے دیگر کتب معتبرہ اہلسنت کو بھی دیکھا انمیں سے بھی عمرو عاص کی حیلہ سازی و روباہ بازی
اظہر من الشمس ہے اور خاص یہ قصہ بھی تاریخ ابو جعفر محمد بن جریر طبری مطبوعہ مطبع منشی نولکشور کے صفحہ ۱۷۵ پر ہو بہو موجود ہے بلکہ جس مقام پر صاحب
روضۃ الاحباب نے کچھہ مصلحت جانکر فروگذاشت کی اور مبہم لکھدیا کہ بعضے از بنی امیہ بنزد عمرو عاص رفتہ گفتند اسمیں ان بعض بنی امیہ کو بتلایا ہے کہ وہ
حضرت ابو سفیان پدر امیر معاویہ تھے اور یاد رہے کہ ابو جعفر طبری وہ شخص ہے کہ آپ کی تو کیا حقیقت ہے اسکے کلام سے ابن حجر مکی اور ابن اثیر جزری جیسے
متعصب و مستند لوگ استناد کرتے ہیں۔ پس اب جبکہ یہ روایت دیگر کتب معتبرہ سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو عمرو عاص کی یہ مکاری بمقتضائے بشریت نہیں
بتقاضائے شیطنت کہنی چاہئے کہ اس نے نفس رسول کو باالاتفاق اسکے اور جملہ مسلمین اور مسلمات کے مولے تھے دیدہ و دانستہ دہوکہ دیا اور انبیاء کرام
بشمول ائمہ عظام جمیع گناہان خورد و بزرگ سے عمداً و سہواً پاک ہیں انکو عمرو عاص جیسے اشخاص انجاس سے نسبت دینا نور کو نار کہنا بلکہ محض تیرہ و تار
بتلانا ہے غرض اگلے روز پھر انجمن آراستہ ہوئی آج عبد الرحمٰن تلوار کمر سے لگائے عمامہ سر پر باندہے بڑے کرّوفر سے دربار میں آئے۔ اور فیما بین
گفتگوئیں ہونے لگیں کہتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ و عمرو عاص دروازۂ دار الشورے پر حاضر ہوئے کہ ثانی الحال سند رہے کہ ہم بھی پانچوں سوار ول
میں داخل تھے مگر سعد وقاص انکے مدعا کو تاڑ گئے اور ڈہیلے مار مار کر انکو وہاں سے اٹھا یا تاریخ طبری میں ہے کہ عمار یاسرؓ نے کہا یارو اگر چاہتے
ہو کہ تمہارے درمیان اختلاف نہ رہے تو علی علیہ السلام کے ساتھ بیعت کرو مقداد اسود نے انکی تائید کی کہ عمار درست کہتے ہیں اگر علی سے بیعت
ہوگی تو اختلاف ہمارے درمیان سے اٹھ جائیگا۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کہ زمانہ رسولخدا میں مرتد ہو گیا تا اینکہ آنحضرت نے اسکا قتل مباح فرمایا
تھا اور عثمان نے بروز فتح مکہ بہت منت سماجت سے جان بخشی کرائی بولا اگر چاہتے ہو کہ اختلاف رفع ہو تو عثمان کے ساتھ بیعت کرو عمار نے اسکو
جھڑکا کہ اے کافر مرتد تیرا یہاں کیا کام ہے اور تجھکو مسلمانوں کے کاروبار میں کیا دخل۔ بنی مخزوم سے ایک شخص نے عمار یاسر کو ناسزا کہا اور بنی ہاشم
و بنی مخزوم بایکدیگر برا کہنے اور دشنام دینے لگے۔ ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ علی علیہ السلام نے کہا لوگو تم جانتے ہو کہ ہم اہلبیت رسالت امت کے نگہبان
اور انکو خوف و خشیت سے بچانیوالے ہیں ہمارا حق ہمکو دو تو حق اپنے مرکز و مقام میں قرار پکڑے۔ ورنہ ہم لپنے اونٹوں پر سوار ہونگے اور جہاں صلاح دیکھینگے
نکل جائینگے اور واپس نہ پھرینگے جبتک کہ جو وقت ہمارے لئے معین ہوا ہے آنہ جائے گو ہماری غیبت دراز ہو قسم بخدا کہ اگر رسول اللہ ہم سے عہد نہ لیتے
اور ان حالات کی خبر نہ دیتے تو میں اپنا حق کسی کے پاس نہ جانے دیتا اور اسکی تحصیل میں ساعی ہوتا گو اسکے پیچھے اپنی جان گنوا تا انتہی۔ ایک اور
ہوشیاری حضرت عبد الرحمٰن سرپنچ صاحب نے یہ کر رکھی تھی کہ وہ ابتدا سے اسوقت تک بھی دہوکہ دیتے اور ظاہر کرتے تھے کہ علی علیہ السلام ہی کو خلافت
دینے والے ہیں چنانچہ روضۃ الاحباب میں ہے روایتے از مسعود آنکہ گفت بامداد کردیم و گماں نمی بردیم بروے الا آنکہ با علی بیعت خواہد کرد۔ یعنی از انچہ اظہار
می ساخت از قرائن تقدیم و تلطف باو۔ الغرض عین موقعہ پر عبد الرحمٰن نے وہی اڑنگا لگایا جسکو پہلے سے صلاح و شورے و سوچ سمجھنے کے بعد مہیا کر رکھا
تھا یعنی امیر المومنین سے کہا یا علیؑ اگر تم سے بیعت کیجائے تو آیا تم کتاب خدا و سنت رسول و سیرت ابو بکر و عمر پر عمل کروگے یا نہ آپنے اسکا جواب مناسب
اسطرح پر ارشاد کیا کہ سیرت شیخین سے جسقدر کتاب اللہ و سنت رسولؐ کے مطابق ہے اسپر عمل کرونگا نہ اسکے مخالف پر کامل ابن اثیر میں ہے کہ فرمایا
فاعمل بمبلغ علمی و طاقتی کہ بمقدار اپنے علم و طاقت کے عمل کرونگا۔ غرض کچھہ ہو حضرت نے سیرت شیخین پر عمل کرنیکی حامی نہیں بھری اور اس سے

انکار ہی کیا یہی انکار آنحضرت کا باعث ہوا کہ وضع کو عمر و عاص والی گزشتہ روایت وضع کرنی پڑی تا کہ ظاہر کرے کہ یہ انکار حضرت نے عمرو عاص کے کہنے سے کیا از خود نہیں کیا اور اس سے خلفاء راشدین کے باہمی تعلقات پر حرف نہ آنے پائے مگر بناوٹی باتوں میں یہی تو عیب ہوتا ہے کہ انسے بنانیوالے کا پورا مدعا حاصل نہیں ہوتا اس روایت اغوا عمرو عاص سے یہ فائدہ ہوا کہ حضرت امیر المومنین سیرت شیخین کے منکر نہ تھے تو اسقدر نقصان بھی ہوا کہ عمرو عاص کی قلعی کھل گئی کہ وہ بھی تمام صحابہ کی عدالت کے قائلوں کے واسطے کچھ تھوڑی بات نہیں چنانچہ اسی نقصان کے خیال سے روضۃ الاحباب کا محشی بغیر اسکے کہ نکتہ مذکورہ بالا کو پہنچے اسکے مصنف سے بگڑ گیا کہ اس نے عمرو عاص کی توہین کی۔ بالجملہ حضرت امیر المومنینؑ شیخین وغیر شیخین کو راہ راست بتانیوالے تھے نہ کہ انکی سیرت حق و باطل پر عمل کرنیوالے پس بلا شبہ آپ نے اس لزوم مالا یلزم سے تہ دل سے انکار کیا نہ کہ عمرو عاص کے سکھانے بہکانے سے عمرو عاص جیسوں کا مقدور نہ تھا ایسی باتوں کیلئے حضرت کے سامنے لب کشائی کر سکے انکا سننا اور قبول کرنا (یعنی دہوکہ کھاتا) تو بڑی بات ہے۔ القصہ عثمان نے عبد الرحمن کے کہنے کو فوراً قبول کر لیا اور بیعت انکے ساتھ ہوگئی۔ ابن اثیر کامل میں کہتا ہے۔ کہ اسوقت امیر المومنین علیہ السلام نے کہا اے عبد الرحمن یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم ہمارے ضرر رسانی پر متفق ہوئے ہو۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ قسم بخدا کہ تو نے آج عثمان کو اسلئے خلافت دی ہے کہ کل وہ تجھکو واپس دے واللہ کل یوم ھو فی شان اور شان کبریائی جناب الٰہی ہر روز ایک نئے رنگ پر ہے۔ **بروایت** ارشاد شیخ مفیدؒ فرمایا۔ دامادی عثمان تجھکو اس کے باعث ہوئی جو تجھ سے ظاہر ہوا قسم بخدا کہ تو نے اس سے امید کی جو عمر نے ابوبکر سے کی تھی مذق اللہ بینکما عطر منشم[1] منشم مکہ کی ایک مشہور عطر فروش عورت کا نام ہے قبیلہ خزاعہ و جرہم میں آئے دن جنگ و فساد رہتے تھے یہ لوگ کبھی کبھی اس کے عطر سے اپنے تئیں خوشبو کر کے لڑنے جاتے جس مرتبہ ایسا کرتے اسی مرتبہ زیادہ قتل ہوتے اسلئے اسکا عطر نحوست میں ضرب المثل ہو گیا تھا حضرت نے اپنے اس قول دق اللہ بینکما الخ میں اسکی طرف اشارہ کیا کہ حقتعالی تمہارے درمیان عطر منشم کام میں لائے یعنی پھوٹ اور نفاق تم میں پڑے یہ دعا آپ کی جلد مستجاب ہوئی اور عثمان اور عبد الرحمن کے درمیان ایسے بیر پڑے کہ ایک نے دوسرے کو ترک کیا اور مہاجرت اختیار کی اور بایکدگر صورت دیکھنے اور ملنے کے روادار نہ تھے اور نوبت انکی یہ پہنچی تھی کہ عثمان عبد الرحمن کو منافق کہتے اور عبد الرحمن پیچ و تاب کھاتا او جھنجلاتا کہ مینے کسلئے اسکو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اگر اب میرا اختیار ہو تو جوتی کا تسمہ اسے نہ دوں اور عہد کیا کہ کبھی اسکے ساتھ ہمکلام نہ ہونگا۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ ولید بن عقبہ نے عبد الرحمن سے کہا کہ تو امیر المومنین پر جفا کرتا ہے کہ اس سے نہیں ملتا کہا اس سے کہدینا کہ میں احد کے دن نہیں بھاگا جنگ بدر سے غیر حاضر نہ تھا اور سنت عمر کو مینے ترک نہیں کیا یعنی یہ سب باتیں تجھ سے عمل میں آئی ہیں مجھ سے نہیں۔ اور کتاب اخبار البشر میں ہے کہ عثمان عبد الرحمن کی عیادت کیلئے اسکے گھر گئے تو اس نے دیوار کی طرف منہ پھیر لیا اور ان کے ساتھ بات نہ کی۔ **حدیث مناشدہ** سنی و شیعہ نے روایت کی ہے کہ روز شورے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فضائل حاضرین سے بیان کئے اور اپنے حقوق انکو جتلا کر حجت کو بطرز اکمل ان پر تمام کیا اخطب خطباء خوارزم نے اپنی کتاب مناقب میں اور ابن مغازلی شافعی ابن مردویہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں باسناد خود ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا بروز شورے میں دروازہ پر

[1] منشم سر دزن مجلس ایکساتھ مشہور ہو جو دشواری سے کوٹی جاتی ہے اور ایک حسین و جمیل لڑکی مکہ کی رہنے والی کا نام ہے کہ خوشبو بیچتی تھی اور اسی سے ہے مثال مشہور اشأم من عطر منشم ۱۲ منتہی

حاضر تھا کہ آوازیں اندر سے بلند ہوئیں پس سنا میں نے کہ علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی اور قسم خدا کی کہ میں اس کار کے لیئے اسکی نسبت احق و اولی تھا مگر میں نے سنکر اطاعت کی بخوف اسکے کہ یہ لوگ پھر دین آبائی کی طرف لوٹ کر کافر ہو جائیں اور ایک دوسرے کو قتل کریں اسکے بعد ابوبکر نے عمر کیلئے بیعت لی قسم بخدا کہ میں عمر سے بہتر تھا۔ مگر اسی خوف سے کہ یہ لوگ اسلام کے بعد مرتد نہ ہو جائیں سنکر خاموش رہا اب تم عثمان کے ساتھ بیعت کرنا چاہتے ہو۔ تو میں نہیں سنتا اور نہیں مانتا پس آپنے فضائل بیان کرنے شروع کیئے تمام حاضرین نے جملہ فضائل کو تصدیق و تسلیم کیا ابن مغازلی نے بتیس[۳۵] فضائل لکھے ہیں کہ اسوقت پیش کیئے گئے اور طبری نے لکھا ہے فھذاہ اکثر من مائۃ خصلۃ اوردھو علیہ السلام علی الامۃ فَضَّلَہُ اللہُ بِھَا یعنی سو سے زیادہ خصلتیں ہیں کہ آنحضرت نے امت کے سامنے بیان کیں کہ حق تعالے نے ان کے ساتھ آپ کو فضیلت بخشی ہے اور علامہ ابراہیم بن محمد الحموینی نے کہ بزرگان علماء اہلسنت سے ہے اس حدیث مناشدہ[۹] کو سلیم بن قیس ہلالی سے اور بھی بسط سے اسکو روایت کیا ہے۔ چنانچہ مرزا محمد تقی لسان الملک صاحب ناسخ التاریخ نے اسکی روایت کو مختلف مقامات میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے درج کیا ہے۔ بموجب اس روایت کے کوئی دو سو آدمی مہاجر و انصار کے سامنے حضرت نے ان فضائل کو ارشاد کیا اور اپنی امامت پر انسے احتجاج فرمایا۔ بالجملہ ہم یہاں تمام حدیث کو نقل نہیں کرتے صرف تھوڑا سا اسمیں سے بطور نمونہ کے لکھتے ہیں اور پوری روایت کو کتب مبسوط پر حوالہ کرتے ہیں پس حضرت امیر المومنینؑ نے اصحاب شورے سے کہا کہ میں اب تمپر اسطرح سے حجت تمام کرتا ہوں کہ عرب و عجم بھی اسکے تغیر دینے پر قادر نہ ہونگے انشدکم باللہ ایھا النفر جمیعاً ھل فیکم احدٌ وحد اللہ قبلی فقالوا اللھم لا یعنی قسم دیتا ہوں میں تمکو اے گروہ حاضرین خدائے بزرگ و برتر کی کہ آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے جسنے کہ خدا کو مجھ سے پہلے واحد و یکتا جانا یعنی سب سے پہلے اسلام لایا ہو۔ سب نے کہا اے بار خدا نہیں پھر فرمایا آیا تم میں ہے جسکا جعفر طیار سا بھائی حمزہ سید الشہدا سا چچا فاطمہ زہرا دختر رسول اللہ سی زوجہ حسنین سردار جوانان بہشت جیسے فرزند ہوں سب نے کہا نہیں غرض اسی طرح اپنے مناقب گنواتے اور قسمیں دے دیکر ہر ایک کا اقرار لیتے چلے جاتے تھے تا اینکہ فرمایا انشدکم باللہ ھل فیکم احد قال لہ رسول اللہ اللھم انی ناخت باحب الناس الیک والیّ واشد ھم لک حُبّاً ولی حُبّاً یاکل معی من ھذ الطیر واتاہ واکل معہ غیری یعنی تمکو قسم دیتا ہوں خدائے عزوجل کی کہ آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ہے کہ رسول اللہ نے اسکی نسبت دعا کی ہو کہ خداوندا میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تیرے اور میرے نزدیک تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب ہو اور سب سے زیادہ تیرے اور میرے ساتھ محبت رکھتا ہو۔ کہ اگر میرے ساتھ اس مرغ بریاں کو تناول کرے اور وہ آنحضرت کے پاس آیا ہو اور آپ کے ساتھ اکل مرغ میں شریک ہوا ہو بجز میرے قالوا اللھم لا ان سب نے کہا نہیں **حقیر مولف** کہتا ہے کہ حدیث طیر کتب اہلسنت میں مشہورات متواترہ سے ہے۔ تا اینکہ کہتے ہیں سینتیس[۳۵] اشخاص نے اصحاب جناب رسالتمآب سے اسکو نقل کیا ہے اور بزرگان محدثین نے اسمیں علیحدہ رسالے لکھے ہیں۔ مجمل اس قصہ کا بروایت انس بن مالک وغیرہ اسطرح پر ہے کہ ایک شخص بھنا ہوا مرغ حضرت رسولخدا کے کھانے کیلئے ہدیہ کے طور پر لایا تھا و بروایت علامہ طبرسی احتجاج میں بہشت سے آیا تھا اور جبرئیل امین اُسے

حدیث طیر

مناشدہ و نشاد قسم کھلانا۔ چونکہ اس حدیث میں حضرت امیرؑ نے حاضرین کو قسمیں دے کر یعنی اُنْشُدُکم باللہ انشدکم باللہ کہکر ایک ایک فضیلت کا اقرار لیا تھا اس لیئے یہ حدیث حدیث مناشدہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ ۱۲۔ منہ عفی عنہ۔

لائے تھے پس اسوقت آپنے بطریق مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات دعا کی اللھم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی من ھذا الطیر پروردگار اس شخص کو کہ تیرے نزدیک محبوب ترین خلائق ہو میرے پاس بھیج تاکہ میرے ساتھ اس پرندکے کھانے میں شریک ہو۔ یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ امیر المومنینؑ نے دروازہ پر آکر دستک دی انس بن مالک کو کہ خدمت دربانی پر مامور تھا رشک پیدا ہوا اور یہ کہکر کہ حضرت رسالت پناہ اسوقت کسی کام میں مشغول ہیں حضرتؑ کو اندر نہ جانے دیا تھوڑی دیر میں پھر رسولخدا نے دعا کی پھر امیر المومنینؑ تشریف لائے انس نے پھر وہی خلاف واقع جواب دیکر حضرت کو لوٹا دیا۔ غرض تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت رسول دعا کرتے اور امیر المومنین برطبق اسکے در دولت پر حاضر ہوتے اور انس جھوٹ بولکر آپ کو ٹالدیتا۔ چوتھی مرتبہ جو حضرت نے دعا کی تو حضرت امیرؑ نے آکر بزور دروازہ کھٹکایا رسول اللہ نے آواز سنکر اندر بلا لیا۔ اور فرمایا یا علیؑ میں دیرسے تمہارا انتظار کر رہا ہوں تم کسلئے نہیں آئے تھے حضرت نے حال اپنے بار بار آنے اور بحیلۂ انس پھر جانیکا بیان کیا۔ فرمایا اے انس کیا باعث ہوا کہ تونے علیؑ کو میرے پاس نہ آنے دیا عرض کی میں چاہتا تھا۔ کہ یہ دعا آپکی انصار میں سے کسی کے حق میں قبول ہو فرمایا کہ کوئی انصار میں ہے کہ علیؑ سے بہتر و افضل تر ہو۔ بروایتے کہا احببت ان یکون فی رجل من قومی کہ مینے چاہا کہ یہ دعا میری قوم میں سے کسی کے حق میں ہو فرمایا ان الرجل یحب قومہ بیشک آدمی اپنی قوم کو دوست رکھتا ہے غرض نبیؐ و وصیؑ نے ساتھ بیٹھکر وہ مرغ تناول کیا بموجب اس روایت کے امیر المومنین محبوب ترین خلائق تھے خدائے رب العالمین کے نزدیک اور یہ ایک بینظیر منقبت ہے آپ کیلئے افسوس کہ خلیفہ ثانی آپ کے ہوتے سالم مولائی ابی حذیفہ کی آرزو کرتے تھے کہ بموجب انکے اپنی روایت کے شدید الحب فی اللہ تھے نہ کہ احب الخلق الی اللہ ان دونو باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے **القصہ** حضرت امیر المومنین نے حدیث وصایت حدیث مواخات حدیث منزلت وغیرہ کو مجمع کے سامنے پڑھا استخلاف عظیم روز غدیر خم کو یاد دلوایا۔ ابلاغ سورہ برات کا عزل و نصب جتلایا۔ غرض فضیلتوں کے انبار اور حجتوں کے تودے لگادئے مگر ناحق شناس عبد الرحمن بن عوف پر کہ یکطرفہ کارروائی کر چکا تھا ذرا اثر نہ ہوا۔ اور کہا تو یہ کہا جو کہ روضۃ الاحباب میں منقول ہے "دریں حال عبد الرحمن گفت یا ابو الحسنؑ ہمہ فضائل را کہ شمردی چنین است کہ تحت تصرف بیان آوردی وجمیع اصحاب بدیں امور اقرار و اعتراف دارند لیکن اکنوں اکثر مردم بعثمان بیعت نمودہ اند متوقع از جناب تو آں کہ با جمہور موافقت نمائی و لقدم قبول پیش آئی" حضرت نے اسکا جواب بموجب روایت اسی روضۃ الاحباب کے اس طرح پر دیا "بخدا سوگند کہ شما میدانید کہ احق بخلافت کیست و با ایں بمقتضاء علم خود عمل نمے نمائید بنا بر ملاحظہ اغراض و مصالح دنیوی خود واللہ کہ من مسلم داشتم بر خود تیرا کہ مے دانم کہ سلامت مسلمانان درایں تنزل و تسلیم است چہ درایں تسلیم حیف خاصہ بریں ست و بر اسلام و مسلمانان ترک مناقشہ و منافسہ کردم طلباً للاجر" پھر صاحب روضہ کہتے ہیں کہ یہ اشعار آبدار اس ابر گوہر بار سے صفحہ روزگار پر یادگار رہے مناسب اس قول و گفتار کے ہیں ؎ قد یعلم الناس انا خیرھم نسبا ؛ ونحن افخرھم نسبا اذا فخروا ؛ رھط النبی وھم ماوی کرامتہ ؛ وناصر الدین والمنصور من نصروا ؛ والارض تعلم انا خیر ساکنھا ؛ کما یشھد بہ البطحاء والمدر ؛ والبیت ذی السر والارکان لو سالوا ؛ نادی بذلک رکن البیت والحجر ؛ اور مناسب مقام ہیں یہ اشعار ؎ کمال قدر تو ہرگز کجا تواند دید ؛ بچشم سر فلک کحل گر شود زرقا ؛ فراز قدر تو قدر دگر چناں باشد ؛ کہ وہم ازاں سوئے گردن گماں برد صحرا ؛ اگر ز کوہ بپرسد کسے ز بانگ بلند ؛ کہ درمیانہ اولاد آدمؑ

وحوا ہ کسے نظیر تو خبر از زمانہ ندیدہ ہر انچہ گفت گواہی دہد زبان صدا ہ اور احتجاج میں ہے کہ بعد اتمام مناشدہ کے حضرت امیر المومنینؑ نے جماعت حاضرین سے فرمایا کہ اب جبکہ تمنے ان باتونکا اقرار کیا۔ اور بارشاد باسداد حضرت رسولخدا یہ امر اچھی طرح تمہارے اوپر ظاہر و آشکار ہوگیا تو خدا سے ڈرو اور اس جل شانہ کی مخالفت و نافرمانی نہ کرو پس حق کو اہل حق کی طرف واپس کرو تاکہ سنت رسول اللہ کی متابعت ہو۔ پس وہ یہ سنکر ایک دوسرے کو دیکھنے اور باہم غمزہ و کنایہ کرنے لگے کہ بیشک یہ سب سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں اور تمام پر فضیلت و فوقیت رکھتے ہیں۔ الا اگر خلافت انکو ملی تو سب کو برابر رکھینگے اور کسی کو کسی پر ترجیح و تفضیل نہ دینگے بخلاف عثمان کے کہ تمہاری مرضی کے موافق کام کریگا پس عثمان کے ساتھ بیعت کی ابن ابی الحدید کہتا ہے فخرج عثمان علی الناس ووجھہ متھلل وخرج علیؑ وھو کاسف البال مُظلمٌ کہ عثمان لوگوں میں برآمد ہوئے۔ حالانکہ انکا چہرہ مارے خوشی کے چمکتا تھا اور علی علیہ السلام شکستہ دل و غمگین تھے۔ پس مغیرہ بن شعبہ نے عثمان سے کہا کہ اگر تمہارے سوا کسی دوسرے کے ساتھ بیعت ہوتی توہم نہ کرتے عبد الرحمن نے کہا جھوٹ کہتا ہے تو قسم بخدا کہ اور سے بیعت ہوتی تو لابد تجھکو بیعت کرنی پڑتی تجھکو اسمیں دخل ہی کیا ہے لے پسر زن دباغت کنندہ چرم کے قسم بخدا کہ اگر کوئی اور خلیفہ ہوتا تو اسکے سامنے بھی خوشامد و طمع دنیا سے ایسی ہی باتیں بناتا جیسی عثمان کے آگے بناتا ہے دور ہو یہاں سے مغیرہ نے کہا اگر امیر المومنینؑ (عثمان) کا لحاظ نہ ہوتا تو میں بھی تجھے ایسا جواب دیتا جو تیرے تئیں ناگوار گزرتا پس دونو وہاں سے چلے گئے۔ پھر شعبی سے نقل کرتا ہے کہ عثمان اپنے مکان پر پہنچے تو بنی امیہ اسکے گرد جمع ہوگئے حتیٰ کہ تمام مکان انسے پُر ہوگیا۔ پس دروازہ بند کرلیا۔ اسوقت ابوسفیان بن حرب نے کہ نابینا ہوگیا تھا پوچھا آیا تمہارے درمیان کوئی غیر شخص تو نہیں۔ کہا نہیں۔ اس نے کہا اے گروہ بنی امیہ اب تم اس بادشاہت سے کہ تمہارے درمیان آگئی ہے منتفع ہو۔ اور ایکدوسرے کی طرف گیند کی طرح اسکو لڑکاؤ اور اس سے کھیلو۔ فوالذی یحلف بہ ابوسفیان مامن عذاب و لاحساب ولاجنۃ ولانار ولابعث ولاقیامۃ یعنی اسی کی قسم ہے جسکی کہ ابوسفیان قسم کھایا کرتا ہے کہ کوئی عذاب ہے نہ حساب و کتاب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر و نشر و نہ قیامت راوی کہتا ہے کہ اسپر عثمان نے اسے جھڑکا اور یہ کلام اسکو برا معلوم ہوا اور اسکو وہاں سے نکال دیا۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ عثمان نے جھڑکا الخ یہ فقرہ راوی نے ظاہرا اصلاح معاملہ اور عثمان کو اعتراض سے بچانیکی غرض سے بڑھایا ہے نہیں تو خلیفہ ثالث ایسے ہی جھڑکنے والے ہوتے تو پہلے سے مکان کا دروازہ کاہیکو بند کیا جاتا دروازہ بند کرنیسے ظاہر ہے کہ یہ لوگ خلوت کرکے ایسا ہی زہر اگلنا اور کفر و زندقہ کی باتیں کرنی چاہتے تھے۔ نیز اگر عثمان ٹھیک ٹھیک پائے بند شرع ہوتے تو اس ظاہر و باطن کے اندھے کو مکڑوا کر اس سے توبہ کراتے نہ کرتا تو اسکو قتل کرواتے۔ یہ جھڑک کر چپکا ہو رہنا کیسا۔ مرتد کیلئے صرف جھڑکدینا اور گھر سے نکلوانا کب کافی ہے۔ بہرکیف امیر معاویہ کے باوا صاحب کے دین و ایمان کی شعبی جیسے بزرگوں کے قول کے موافق یہ کیفیت تھی۔ مگر تعصب بھی کیا بری بلا ہے کہ آدمی کو از خود رفتہ کردیتا ہے۔ ابن حجر مکی تیمی نے رسالہ تطہیر الجنان واللسان عن مثالب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان میں اسی ابوسفیان کی کیا کچھہ مدح گستری نہیں کی اور تو اور اسکے ایمان کو سراہا یعنی اسکو اکابر صادقین وافاضل مومنین سے ایک قرار دیا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں ایک رات نماز عشا کے بعد مسجد میں بیٹھا تھا اور لوگ سب متفرق ہوگئے تھے صرف ابوسفیان اور اسکا بیٹا معاویہ رہ گئے تھے میں ستون کی اوٹ میں تھا کہ ابوسفیان نے معاویہ سے کہا دیکھہ کہ اس مسجد میں کوئی آدمی تو باقی نہیں حالانکہ ابوسفیان اسوقت نابینا تھا۔ معاویہ نے مسجد کا چراغ ہاتھ میں اٹھا لیا اور

ایمان ابوسفیان ابن حرب

اسے لیکر چار طرف گھومتا اور تلاش کرتا تھا میں ستون کے پیچھے گردش کرتا جاتا تھا تا اینکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے جب اچھی طرح دیکھ بھال کر چکا تو کہا یہاں کوئی نہیں ابوسفیان نے کہا یا بنی وصیک بدین الاباء والاجداد لے فرزند میں تجھکو وصیت کرتا ہوں کہ تو اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑے وایاک ودین محمد فانہ سبب فقرنا اور خبردار کہ محمد کا دین نہ اختیار کرنا کیونکہ وہ باعث ہمارے فقر اور درویشی کا ہے۔ ولا یھولنک قول محمد من البعث والنشور اور زنہار کہ تو محمد کی باتوں سے ڈرے کہ مرنیکے بعد پھر زندہ ہونگے اور حشر و نشر و بہشت و دوزخ ہوگا جب نصیحت تمام ہوئی تو معاویہ نے کہا ذلک رائی یا ابتاہ اے پدر گرامی اطمینان رکھو کہ میرا بھی اعتقاد ہے جو تمہارا ہے۔ پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ علیؑ اپنے مقام پر پہنچے تو اپنے کنبے والوں کو خطاب کرکے کہنے لگے اے پسران عبدالمطلب یہ لوگ پیغمبر خدا کی وفات کے بعد تم سے ویسی ہی عداوت کرتے ہیں جیسی کہ آنحضرت کی حیات میں انکے ساتھ کرتے تھے۔ جہانتک انکا مقدور ہوگا وہ کبھی خلافت و امارت کو تم تک نہ پہنچنے دیں گے اور بلا زور شمشیر ہرگز حق کی طرف نہ رجوع لائینگے۔ راوی کہتا ہے کہ اسوقت عبداللہ بن عمر خطاب امیر المومنینؑ کے پاس آئے اور انہوں نے آتے ہوئے حضرت کا یہ کلام سنا اندر آئے تو کہا اے ابوالحسنؑ تم لوگوں کو باہم لڑوانا اور قتل کروانا چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا خاموش ہو وائے ہو تجھپر اگر تیرا باپ اور اسکے پہلے پچھلے سلوک ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو آج پسر عفان اور ابن عوف کی مجال نہ تھی کہ میرے ساتھ نزاع کرتے عبداللہ اتنا سنکر وہاں سے اٹھے پھرے اور چل دیئے۔ اگلے روز مقدادؓ عبدالرحمٰن سے ملے اور اسکا ہاتھ پکڑکر کہنے لگے جو تو نے کیا ہے اگر اس سے رضائے خدا کا ارادہ کیا ہے تو حق تعالے ثواب دنیا و آخرت تجھکو دیگا ورنہ محض دنیا چاہی ہے تو دنیا تجھے ملیگی اور مال تیرا زیادہ ہوگا یعنی آخرت سے بے نصیب رہے گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا خدا تجھے رحمت کرے سن۔ مقداد نے کہا میں کچھ نہیں سنتا اور اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھوڑا کر چلے گئے۔ اور ابن اثیر کامل میں کہتا ہے کہ مقداد اسود نے عبدالرحمٰن سے کہا تو نے اس شخص کو چھوڑا ہے جو بحق فیصلہ کرنیوالا اور عدل و نصفت میں یکتا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا قسم بخدا میں نے مسلمانوں کی خاطر بہت جدوجہد کیا مقداد نے کہا کسی کو وہ پیش نہیں آیا جو اہلبیت پیغمبر کو آنحضرت کی وفات کے بعد پیش آیا تعجب ہے کہ قریش نے اس شخص کو ترک کیا جسکی برابر حاکم عادل ہو نہیں سکتا۔ قسم بخدا کہ اگر مجھکو مددگار ملیں تو ان سے جنگ کروں عبدالرحمٰن نے کہا اے مقداد خدا سے ڈر اور فتنہ انگیزی نہ کر بروایت اول علی علیہ السلام کے پاس جاکر کہا اٹھو اور جہاد کرو اس قوم پر کہ ہم بھی تمہارے ساتھ جہاد کریں۔ آنحضرت نے کہا رحمک اللہ کن لوگوں کو لیکر انپر جہاد کروں اتنے میں عمار یاسرؓ بھی وہاں آئے اور اس شعر کو زور زور سے پڑھتے تھے ؎

یا ناعی الاسلام قم فانعہ ؛ قد مات عرف و بدا نکر ؛ یعنی اے اسلام کی موت کے خبر دینے والے اٹھ اور اس کے مرگ کی خبر دے تحقیق کہ نکوکاری جاتی رہی اور بدکاری ظاہر ہوئی۔ پھر کہا قسم بخدا کہ اگر میں معاون و مددگار پاتا تو ان لوگوں پر جہاد کرتا اور قسم خدا کی اگر ایک آدمی بھی ان سے جنگ کرے تو میں اسکا دوسرا ہوں علیؑ نے کہا اے ابوالیقظان قسم بخدا کہ میرے پاس اعوان و انصار نہیں کہ انکو ساتھ لیکر جنگ کروں اور نہیں چاہتا کہ تمکو تمہاری طاقت سے زیادہ تکلیف دوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد علیؑ معہ چند نفر اپنے اہلبیت کے اپنے گھر میں بیٹھے رہتے تھے اور بخوف عثمان کوئی انکے پاس آتا جاتا نہ تھا۔ شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ نے جندب ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ اسنے کہا میں عثمان کی بیعت کے بعد علی ابن ابیطالبؑ کے پاس داخل ہوا دیکھا ہینے کہ وہ حضرت سر جھکائے ملول و حزین بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کی

عجب صدمۂ عظیم آپ صاحبوں کو پہنچا ہے فرمایا فصبر جمیل میںنے کہا سبحان اللہ قسم بخدا کہ آپ بڑے صابر ہیں فرمایا اگر میں صبر نہ کروں تو کیا کروں عرض کی گھر سے نکلکر ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہوں اور انکو اپنی طرف دعوت کریں اور قرابت پیغمبر اور سبقت اسلام کا واسطہ دیں اور ان غاصبوں پر اپنے طلبگار اعانت ہوں اگر سنو میں دس آدمی بھی آپ کی نصرت کریں تو ان دس سے ان سو کو مغلوب فرمادیں اطاعت کریں تو فبہا ورنہ ان کے ساتھ جنگ کریں فتح ہوئی تو وہ ایک سلطنت ایزدی ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کو بخشی آپ سب سے زیادہ اسکے حقدار ہیں اور جو اسمیں کام آئے تو درجۂ شہادت آپکو ملیگا اور بوجہ وراثت رسول اللہ آپ خدا کے نزدیک معذور و ماجور ہونگے۔ فرمایا اے جندب تیرے نزدیک سو میں سے دس آدمی اس دعوت کو قبول کرلیں گے میںنے کہا ہاں مجھکو اسکی امید ہے آپ نے فرمایا لیکن مجھکو تو یہ امید نہیں بلکہ سو میں سے دو کی بھی امید نہیں کرتا اور میں اسکی وجہ تجھے بتلاتا ہوں یہ اسلئے ہے کہ تمام خلائق کی نظر اس مقدمے میں قریش کی طرف ہے اور قریش کہتے ہیں کہ آل محمد اپنے تئیں اوروں سے برتر گنتے ہیں اور سب سے زیادہ آپ کو اسکا مستحق جانتے ہیں پس اگر ہم انکو حکومت دیں تو وہ ہمیشہ ان ہی کے درمیان رہیگی اور کوئی دوسرا اس سے منتفع نہ ہوگا اور جو اوروں کو خلیفہ مقرر کرینگے تو باری باری سب اس سے فائدہ اٹھاتے رہینگے قسم بخدا کہ قریش بطوع ورغبت کبھی ہمکو خلافت نہ دینگے۔ میںنے کہا کہ میں جاکر آپ کی یہ باتیں لوگوں کو سنا کر آپ کی طرف دعوت کروں فرمایا اے جندب ابھی اسکا موقعہ نہیں جندب کہتا ہے کہ میں اسکے بعد عراق کو واپس آیا پس جہاں کہیں آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے حقوق مسلمانوں کے سامنے بیان کرتا تو وہ مجھکو دھمکاتے اور جھڑکیاں دیتے تا اینکہ میری باتیں ولید بن عقبہ تک کہ عثمان کی طرف سے حاکم کوفہ تھا پہنچیں اس نے مجھکو بلاکر قید کرلیا اور اسوقت تک جب تک کہ میرے حق میں اسکے پاس شفاعت نہ ہوئی مجھکو رہا نہ کیا ۔

خطبۂ نخستین خلیفہ ثالث

حضرت عثمان کو اخذ بیعت سے فارغ ہوکر گھر پر آئے بہت دیر نہ ہوئی تھی اور ابھی وہ اپنے بھائی بندوں کے ساتھ مبارک سلامت ہی میں مصروف تھے کہ اتنے میں عبدالرحمن بن عوف آپ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ یہ وقت گھر میں بیٹھنے کا نہیں چلو چلکر مسجد میں خطبہ کہو اور لوگوں کو وعظ و پند کرو اور عدل و احسان کے وعدے سے انکے دل کو تسلی و اطمینان بخشو بنابریں عثمان مسجد میں آئے۔ حضرت رسول خدا کا منبر تین درجے کا بنا ہوا تھا حضرت سب سے اوپر کے درجہ پر جلوہ فرما ہوتے تھے ابوبکر خلیفہ ہوئے تو بپاس ادب اس درجے کو چھوڑکر درمیان کے زینے پر بیٹھنے لگے عمر نے انکا بھی لحاظ کیا اور آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ عثمان فرط مسرت میں سب کا پاس و لحاظ بھول گئے آپ سیدھے درجۂ مقام رسولخدا پر جا بیٹھے۔ اس مرد آدمی نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اور تو اور سیرت شیخین کی پیروی کا تو ابھی قول و اقرار کرچکا ہوں کہ اسی اقرار سے میدان مارا اور خلافت جیتی ہے اسی دم اسکے خلاف کرنا کونسی انسانیت ہوگی۔ حضرت باحیا کا ابوبکر و عمر کی سنت کے برخلاف منبر کے اوپر کے درجہ پر بیٹھ جانا صاحب روضۃ الاحباب نے بیان کیا ہے الا وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ پایہ زیرین پر بیٹھتے تو عمر کی برابری کا گمان ہوتا دوسرے پر بیٹھنے میں ابوبکر کی ہمسری پائی جاتی اسلئے وہ رسول اللہ کی جگہ بیٹھ گئے کہ اس قسم کا خیال ہی نہ ہو خیر پیچھے سے بات کو سنوارنا اور بگڑی کا بنانا مریدوں اور معتقدوں کا کام ہی ہے مگر اسمیں شک نہیں کہ قبیح جسارت جناب عثمان سے سرزد ہوئی کہ جو مقام حضرت رسولخدا کا مخصوص تھا اور انکے بعد امام مجتبی علی مرتضی کے سوا کسی کو

شایاں نہ تھا اس پر چڑھ بیٹھے حضرت رسالت پناہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ بندر آنحضرت کے منبر پر بازی کرتے ہیں اور اسکی تعبیر بنی امیہ سے کی تھی گویا اسکی تصدیق اسیوقت سے شروع ہوگئی۔ الغرض اس مقدس جگہ پر پہنچکر کچھ خلائق کا ازدہام کچھ رعب مقام رسول انام اور زیادہ تر علم و لیاقت کی کمی اوسان خطا ہوگئے۔ سٹی گم ہوگئی بہتیرا چاہا کہ کچھ کہیں مگر بولا نہ گیا اب تمام مجمع کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ نئے خلیفہ کچھ زبان مبارک سے ارشاد کریں۔ وعظ و نصیحت فرمائیں مگر وہاں منھ خشک زبان سے ایک حرف نہیں نکلتا۔ کریں تو کیا کریں۔ آخر خلیفہ گر جناب عبدالرحمن ہی نے اپنے کیئے کی لاج رکھی۔ اٹھے اور کہا الحمد للہ رب العالمین کہو اور نیچے اتر آؤ عثمان نے الحمد للہ کہا اور شکر خدا کیا کہ اس ورطہ سے نجات ملی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس مکان کے ہول و دہشت سے عثمان کی زبان ادائے خطبہ سے عاجز رہی اور انہوں نے کہا ایہا الناس انکم الی امام فعال احوج منکم الی قوال قول قولی او استغفر اللہ لی ولکم لوگو تم کارکنندہ امام کے زیادہ حاجت مند ہو بہ نسبت بہت بولنے والے امام کے یہ کہکر استغفار کی اور اتر آئے۔ پھر کہتے ہیں روایتے آنکہ گفت الحمد للہ" وراہ کلام بروے بستہ شد" بروائتے فرمایا ہر کام کا آغاز سخت ہوتا ہے ابوبکر و عمر اسجگہ کیواسطے پہلے سے کلام بنا کر لایا کرتے تھے۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ جیسا چاہیے تمکو خطبہ سنایا کرونگا ؎

قضیہ قتل ہرمزان

سب سے پہلا مقدمہ کہ بیعت کے بعد خلیفہ سوم کے اجلاس میں پیش ہوا ہرمزان کا قتل تھا۔ یہ ہرمزان شاہان عجم سے ملک اہواز کا فرمانروا تھا عمر خطاب کے زمانے میں اسکا ملک مسلمانوں نے فتح کیا تو وہ مدینہ آکر عباس ابن عبدالمطلب کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا اسوقت سے زیر سایہ حمایت بنی ہاشم میں رہتا تھا ابو لولو نے عمر کو قتل کیا تو انکے منجھلے بیٹے عبیداللہ کے سر میں یہ جنون سمایا کہ جتنے عجمی مدینہ میں ہیں سب کو نابود کرڈالئے کیونکہ اس کے حساب میں وہ سب خلیفہ کے قتل میں شریک تھے عمر کو دفن کرکے پلٹے تھے کہ عبیداللہ نے تلوار سونت لی اور پہلے ابو لولو کی صغیر سن معصوم لڑکی کو مارا پھر ہرمزان کے گھر پر آکر اس بیگناہ کو قتل کیا بعد ازاں سعد وقاص کے گھر پر چڑھ گیا۔ وہاں جفینہ نام نصرانی کو تیغ کھینچا سعد یہ غلغلہ سنکر بیتابانہ باہر نکل آیا اور عبیداللہ سے کہا تونے ہمارے آدمی کو کیوں مارا عبیداللہ شدت غیظ میں ایسا از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ بولا مجھکو تجھہ سے بھی عمر کے خون کی بو آتی ہے تجھے بھی مارنا چاہیئے یہ روایت محمد بن جریر طبری کی ہے۔ اور بقول ابن اثیر کامل میں علیہ اللہ کہتا تھا کہ قسم بخدا کہ میں ان تمام کو قتل کرونگا جو میرے باپ کے خون میں شریک تھے اور مراد اسکی اس تعریض سے مہاجرین و انصار تھے کہ انہوں نے اسے قتل کرایا ہے۔ غرض سعد وقاص نے جھپٹ کر عبیداللہ کے موئے سر کہ شانوں تک لٹکتے تھے پکڑلئے اور تلوار اسکے ہاتھ سے چھین کر اسے زمین پر پچھاڑا پھر اپنے نوکروں کو کہا کہ اس کو فلانے مکان میں لیجا کر قید کرو۔ عثمان تخت خلافت پر بیٹھے تو یہ خونی مجرم انکے سامنے پیش کیا گیا مسلمان نگراں تھے کہ دیکھئے خلافت مآب اس سے قصاص لیتے ہیں یا عمر کی رعایت سے چھوڑ دیتے ہیں عثمان نے اس سے پوچھا کس جرم پر تونے مرد مسلم کا خون گرایا۔ عبیداللہ نے کہا اس خنجر دو سرے جس سے عمر قتل ہوئے اور عبدالرحمن ابن ابی بکر نے دو روز پہلے ہرمزان کے پاس دیکھا اس لئے وہ قتل عمر میں شریک تھا۔ مگر شرع میں ایسی باد ہوائی باتوں سے اثبات خون کسی کے ذمہ نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں عبیداللہ کو اسکی طرف سے شبہ تھا تو صبر کرنا چاہیئے تھا۔ اور امر خلافت کے تصفیہ ہوجانے پر حاکم شرع سے رجوع کرتا وہ اپنے آپ کسی کے مارنے کا مجاز نہیں تھا۔ اسلئے اکثر صحابہ اس قتل کو ناحق نا روا بتلاتے تھے اور علیہ اللہ

سے قصاص لینے پر بالاتفاق فتوے دیتے تھے۔ امیر المومنینؑ نے عثمان سے کہا کہ اس فاسق خبیث کو کہ ناحق مسلمان کا خون کیا قتل کرنا واجب ہے، لیکن عمرو عاص نے کہا یہ وقوعہ تیرے عہد حکومت سے پہلے کا ہے کل عمر قتل ہوا آج اسکا بیٹا مارا جائیگا۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ عثمان نے کہا عبید اللہ کا قصور معاف کیا اور ہرمزان کا خون بہا بیت المال سے دلوا دیا پس یہ پہلا امر تھا کہ مسلمانوں کو عثمان سے ناپسند ہوا۔ اور وہ اپنی خلافت کے پہلے ہی روز اس طعن سے مطعون ہو گئے امیر المومنین نے عبید اللہ سے کہا اے فاسق مجھکو جسوقت تجھپر دسترس ہوگا ہرگز قتل کئے بغیر نہ چھوڑونگا۔ اسی لئے بعد قتل عثمان آنحضرت سے بیعت ہوئی تو عبید اللہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکا معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگ صفین میں شامیوں کے ساتھ مارا گیا اور قول امیر المومنینؑ کا ان فاتنی الیوم فلن یفوتنی غدا کہ اگر آج وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تو کل نہیں چھوٹنے پائیگا صادق آیا چنانچہ اسکا قصہ اپنے محل میں مفصل مذکور ہے سید مرتضےٰ علم الہدیٰ شافی میں نقل کرتے ہیں کہ عثمان نے عبید اللہ کو عفو کیا تو مسلمانوں نے کہا یہ تجھکو جائز نہیں امیر المومنینؑ مسلمانوں کی قول کی تائید کرتے تھے عثمان نے دیکھا کہ یہ لوگ اسکے قتل کئے بغیر راضی نہ ہونگے تو اسکو کوفہ بھیجدیا اور وہاں ایک مکان اور کچھ زمین اسکی مدد معاش کیلئے عطا کی کہ بنام کرشہ ابن عمر معروف ہے فعظم ذلک عند المسلمین واکبروہ وکثر کلامہم فیہ پس مسلمانوں کے نزدیک یہ امر عظیم ہوا اور انہوں نے اسے بزرگ جانا اور اسمیں بہت سا کلام کرتے تھے۔

شرح شمۂ از حالات خلیفہ ثالث کہ بالاخر منجر بقید و قتل ایشاں گردید

حضرت عثمان نے حکومت پاتے ہی پہلے طرز و طریق یکقلم بدل دیئے خلافت رسول اللہ انکے عہد میں بادشاہت دنیوی کے رنگ پر آگئی قصرہائے عالیشان اپنے رہنے کے لئے تعمیر کرائے۔ غلامان رومی ترکی خطائی۔ خدمتوں پر مقرر ہوئے حکم بن عاص و مروان بن حکم کو کہ طریدانِ[1] رسول و ابوبکر و عمر تھے واپس مدینہ بلوایا اور مروان اور اسکے بھائی سعید بن حکم سے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کرکے مروان کو اپنا وزیر اعظم و مختار کل کیا۔ عاملان و نائبان عمر خطاب سے ایک معاویہ تو حکومت شام پر بحال رہا باقی تمام معزول ہو کر انکی جگہ جوانان بنی امیہ بھرتی ہوئے۔ ولید بن عتبہ برادر مادری عثمان کو حکومت کوفہ ملی عبد اللہ بن عامر بن کریز کہ آپ کا ماموں زاد بھائی پچیس برس کے سن و سال میں تھا ولایت بصرہ پر سرفراز ہوا عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح برادر رضاعی عثمان نے امارت مصر پائی۔ بیت المال پر دست تصرف دراز ہوا تو ہزاروں لاکھوں کا شمار نہ رہا جو کچھ چاہا اپنے رشتہ داروں کو بخشدیا اشرار بنی امیہ اس سلطنت میں مالا مال تھے اور صلحاء مسلمین محتاج و پریشان حال۔ چار لاکھ دینار اپنی لڑکیوں کے جہیز میں دیئے مال افریقہ آیا تو مروان کو اس سے ایک لاکھ بقولے دو لاکھ دینار دیئے اور بموجب قول واقدی کل مال سب اسکو بخشدیا۔ حکم بن عاص پدر مروان کو عامل زکوٰۃ قضاعہ مقرر کیا تین لاکھ دینار وہاں سے وصول ہوئے سب کے سب اسی نابکار کو دے ڈالے ایک لاکھ سعید بن عاص کو دیئے علیٰ ہذا حکم بن حارث بن حکم کو مال کثیر عنایت کیا عبد اللہ بن خالد داماد عثمان کہیں گیا ہوا تھا حاضر ہوا تو ایک لاکھ دینار اس کو عطا کئے صحابہ انکی ان حرکات پر معترض تھے۔ سعد وقاص خازن بیت المال نے خزانہ کی کنجیاں مسجد میں ڈالدیں کہ میں خازن نہیں رہ سکتا جبکہ طرید رسول خدا مستحق ایک لاکھ دینار کا ہو۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ عثمان نے عبد اللہ بن ارقم خازن بیت المال کو لکھا کہ عبد اللہ بن خالد بن اسد بن ابی العاص بن امیہ کو تین لاکھ دینار اور اس کے ہمراہیوں میں سے

---

[1] طرید مطرود بمعنی دور کیا گیا نکالا گیا حکم بن عاص کہ بروز فتح مکہ بظاہر اسلام لایا۔ دل میں حضرت رسول خدا کا سخت دشمن تھا اور اپنی ناجیانہ حرکات سے حضرت کو اسقدر ایذائیں دیتا تھا کہ آخر آپ نے اس کو معہ اس کے اہل و عیال کے طائف کی طرف اخراج کیا ابوبکر و عمر نے اپنے اپنے عہد خلافت میں اسے اور بھی دور کردیا مگر عثمان نے خلافت پاتے ہی اسے واپس مدینہ بلوالیا تھا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

ہر ایک کو ایک ایک لاکھ دینار عطا کیا عبداللہ نے وہ نوشتہ رد کیا اور روپیہ نہ دیا عثمان نے کہا تو خزانچی ہے جو کچھ میں کہوں اسکے موافق عمل کر عبداللہ نے کہا میں خازن اموال مسلمین ہوں تیرا خزانچی تیرا غلام ہوگا یہ کہکر کنجیاں بیت المال کی منبر پر لٹکادیں اور بروایتے عثمان کے آگے پھینک دیں اور قسم کھائی کہ پھر کبھی یہ کام نہ کرونگا۔ عثمان نے وہ کنجیاں لیکر نائل نام اپنے غلام کے سپرد کیں۔ واقدی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عثمان نے تین لاکھ درہم عبداللہ بن ارقم کے پاس بھیجے زید بن ثابت حامل مال نے اس سے کہا کہ امیر المومنین نے یہ مال تجھے دیا ہے کہ اپنے اہل وعیال پر صرف کرے عبداللہ نے کہا مجھکو اسکی حاجت نہیں میں نے بیت المال کی خدمت اس لئے نہیں کی کہ عثمان مجھکو اجرت دے قسم بخدا کہ اگر یہ مال مسلمانوں کا ہے تو میرا کام اسقدر نہیں کہ اسکی اجرت تین لاکھ درہم ہو اور جو عثمان کا اپنا ہے تو نہیں چاہتا کہ اسکو اتنا ضرر پہنچے تا کہ وہ بیت المال سے حق وناحق جسے جو کچھ چاہے دیدے ابن ابی الحدید نے زہری سے روایت کی ہے کہ ایک جوہر غنائم عجم سے عمر کے پاس آیا تھا جب آفتاب اسپر پڑتا تو مثل مشعل روشن ہو جاتا۔ عمر نے خازن سے کہا کہ اس کو جلد مسلمانوں پر قسمت کر کہ مبادا فتنہ عظیم اسکے سبب سے حادث ہو خازن نے کہا یہ ایک عدد تمام مسلمانوں میں کیونکر تقسیم ہو سکتا ہے بالفعل کسی کو ایسی مقدرت بھی نہیں کہ اسکو خرید لے کہ اسکی قیمت تقسیم ہو جائے۔ سال آئندہ شاید کوئی فتح مسلمانوں کو میسر ہو تو کوئی اسکو خرید سکے پس ابھی اس کو بیت المال میں رہنے دینا چاہئے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ گوہر خزانے میں تھا تا اینکہ عمر قتل ہوئے اور عثمان نے خلافت پائی اس وقت انہوں نے وہ دانہ اپنی لڑکیوں کو دیدیا علی ہذا اس قسم کی اور بہت سی حکایتیں کتب تاریخ میں ہیں کہ بخوف طوالت یہاں نقل نہیں ہو سکتیں ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ حرکات ناشائستۂ عثمان مسلمانوں کو ازبس ناگوار معلوم ہوئیں اور انہوں نے اسکی شکایت عبدالرحمن عوف سے کی کہ۔ **مصرع**

اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست ۔ چونکہ تو نے انکو خلافت دی ہے لہذا ان تمام سیئات کا وبال تیری گردن پر ہے۔ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام نے عبدالرحمن سے ملاقات کر کے کہا کہ تو دیکھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے اس نے کہا اگر جو کچھ کہ عثمان کی نسبت مشہور ہے بیان واقعی ہے تو ہمکو چاہئے کہ تلوار میان سے نکالیں یہ خبر عثمان کو پہنچی تو بہت برہم ہوئے اور کہا عبدالرحمن مرد منافق ہے اس سے بعید نہیں کہ میرے خون میں ہاتھ رنگین کرے عبدالرحمن نے یہ سنا تو آتش خشم دوبالا ہوگئی اور کہا میرا گمان نہ تھا کہ یہ وقت دیکھوں کہ عثمان مجھکو منافق کہے اور قسم کھائی کہ تا زیست عثمان سے کلام نہ کرونگا۔ نیز ابن اعثم کہتا ہے کہ افعال ناصواب عثمان کے حد سے گزر گئے تو اصحاب رسول اللہ نے جمع ہو کر کہا کہ لازم ہے کہ ہم اس مرد کو اسکے عیبوں پر مطلع کر کے حق نصیحت بجا لائیں قبول کیا تو فبہا ورنہ کوئی اور تدبیر سوچنی چاہئے۔ پس جملہ افعال نکوہیدہ کہ ابتدائے خلافت سے انسے سرزد ہوئے تھے ایک کاغذ میں درج کئے اور وہ کاغذ عمار یاسر کو کہ بزرگان صحابہ سے صاحب منصب جلیل تھے دیا کہ عثمان کو پہنچائیں عمارؓ وہ کاغذ لیکر دار الخلافہ کے دروازے پر آئے۔ عثمان اسوقت اندر سے باہر آرہے تھے کہ انہوں نے وہ نوشتہ انکے حوالے کیا۔ عثمان نے چند سطریں اسکی پڑھی تھیں کہ غضب اسپر مستولی ہوا اور کاغذ کو ہاتھ سے پھینکدیا عمار نے کہا کہ اسکو اصحاب رسولؐ اللہ نے لکھا ہے زمین پر مت ڈالو۔ بلکہ غور وتامل سے اسکا مطالعہ کرو میں تمہاری خیر خواہی کی رو سے یہ کہتا ہوں فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے اپنے غلاموں کو امر کیا کہ انکو لکد کوب کریں۔ چنانچہ انہوں نے اسقدر مارا کہ عمار زمین پر گر گئے بعد ازاں خلافت پناہ نے خود آگے بڑھکر چند لاتیں انکے شکم اور اعضاء اسفلیہ پر لگائیں کہ اس کے صدمے سے حالت غشی انپر طاری ہوئی اور علت فتق[۵] انکو عارض ہوگئی بیہوش زمین پر پڑے تھے بنی مخزوم کہ بنی اعمام ورشتہ داران عمارؓ تھے یہ سنکر دوڑے آئے اور

حکایت جوہر رخشاں

[۵] فتق بالفتح شگافتہ ہونا اور پھٹنا اور ایک مرض ہے کہ امعا وغیرہ خصیوں کے درمیان کا مقام شگافتہ ہو کر ریاح وغیرہ کے جمع ہو جانے سے عارض ہوتا ہے ۱۲ منہ

انکو اٹھا کر گھر لیگئے بستر پر لٹایا مگر وہ ایسے ہی بدحواس تھے انہوں نے قسم کھائی کہ اگر عمار اس ضرب سے مرگئے تو ہم اسکی عوض عثمان کو قتل کرینگے عمار آدہی رات تک بیہوش پڑے تھے چنانچہ چار نمازیں ظہر عصر مغرب عشا انسے فوت ہوئیں بعد نصف شب ہوش آیا تو اٹھے اور وضو کرکے نمازیں قضا پڑہیں۔

قصہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

جن لوگوں نے حضرت خلیفہ ثالث کے دست تعدی سے ایذا و اہانت پائی انمیں سب سے بڑا حصہ ابوذر غفاری صحابی رسولخدا کا ہے حضرت ابوذر بڑے پرہیزگار باخدا اول درجہ کے صابر و شاکر شخص تھے انکا قصہ بہت دردناک ہے اور کچھہ تعجب نہیں کہ حضرت قتیل دار کو ایذا و آزار و قتل و حصار سے جو کچھہ پیش آیا وہ ایسی ہی ستمدیدوں کے نالہ سحری و سوز دردنی کا اثر ہو ؎ آتش سوزاں نکند با سپند ✽ آنچہ کند دود دل دردمند ✽ منقول ہے کہ ابوذر عمر خطاب کے زمانہ میں شام کو گئے اور وہیں رہ گئے تھے چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں انکو خاص اہتمام تھا اور حاکم شام معاویہ ابن سفیان کا فسق و فجور و مکر و زور ظاہر و علانیہ تھا تو ہمیشہ اسکے ساتھ انکی ان بن رہتی تھی یہ اسپر باب پند و نصائح کھولتے نہ مانتا تو خفا ہوتے اور ذم و تہجین کرتے وہ تخم عداوت دلمیں بوتا۔ عثمان کے حالات و عمار وغیرہ صحابہ کے ساتھ انکے سلوک شام میں شائع ہوئے تو ابوذرؓ نے انپر طعن کیا اور انکے اور انکے عاملوں کی مذمت کرنے لگے قطع نظر اسکے فضائل اہلبیت اطہار و مناقب حیدر کرار انکا وظیفہ تھا۔ اٹھتے بیٹھتے انکا تذکرہ کرتے اور لوگوں کو آنحضرت کی محبت و ولایت کی طرف دعوت فرماتے تا اینکہ انکے فیض صحبت سے بہت سے اشخاص تشیع کی طرف مائل ہوگئے حتےٰ کہ مشہور ہے کہ دمشق و جبل آمل وغیرہ میں جسقدر شیعہ مذہب رائج ہوا ببرکت اباذر ہوا معاویہ نے انکی شکایات خلافت پناہ کو لکھی کہ جلد اسکو یہاں سے طلب کرنا چاہئے اگر چندے اور اس جگہ رہا تو ملک شام کو ہمپر تباہ کر دیگا عثمان نے جواب میں لکھا کہ جسوقت میرا خط تجھکو پہنچے فوراً ابوذر کو ایک شتر تیز و تند بے کجاوے و پالان کے سوار کرکے ایک سرہنگ زشت رو درشت خو کو اسکے ہمراہ کہ جبراً ان اونٹ کو ہنکاتا رہے اور کہیں آرام نہ لینے دے تاکہ خواب اسپر غلبہ کرے اور ہماری اور تیری یاد اسکے دل سے فراموش ہوجائے اس فرمان کے پہنچتے ہی معاویہ نے ابوذر کو بلوایا اور حسب ارشاد خلیفہ صاحب کو بان شتر بے جامہ و جہاز پر سوار کرکے روانہ مدینہ کیا اور راہبر سے تاکید کردی کہ اثنا راہ میں آرام و قرار نہ لینے دے ابوذرؓ مرد دراز بالا لاغر اندام تھے اور پیری نے انکے بدن میں اثر تمام کیا تھا موئے سر و ریش سفید و سست ہوگئے تھے راہ میں دلیل کی سختی اور شتر کی ناہمواری سے انکو سخت زحمت ہوئی۔ ٹانگیں چھلکر زخمی ہوگئیں اور رانوں کا گوشت اڑگیا تھا کوفتہ و بیمار مدینہ پہنچے اور عثمان کے حضور میں حاضر کئے گئے تو انہوں نے کہا کوئی آنکھہ تیرے دیدار سے روشن نہ ہوئے جندب ابوذر نے کہا میرا نام میرے باپ نے بیشک جندب ہی رکھا تھا۔ مگر رسول اللہ نے اسکو بدل دیا اور عبداللہ رکھا عثمان نے کہا تو دعوائے مسلمانی کرتا ہے اور ہماری طرف سے لوگوں میں کہتا ہے کہ اللہ فقیر و نحن اغنیاء خدا فقیر ہے اور ہم تونگر بتا تو میں نے یہ بات تجھہ سے کب کہی تھی۔ ابوذر نے کہا یہ کلمہ میری زبان سے نہیں نکلا۔ الا میں نے حضرت رسولخدا سے سنا ہے کہ فرمایا جب پسران ابوالعاص[1] تیس نفر کو پہنچیں گے تو مال خدا کو اپنی حشمت و جاگیر قرار دینگے اور دین خدا میں خیانت کرینگے اور بندگان خدا کو چاکر و خدمتگار بنائیں گے۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو انکے ہاتھ سے نجات دے۔ عثمان نے برہم ہوکر کہا تو دروغ کہتا ہے حضار مجلس نے بھی براہ خوشامد کچھہ ایسا ہی کہا۔ عثمان نے حضرت امیرالمومنینؑ کو بلوایا۔

[1] ابوالعاص عثمان کے دادا کا نام ہے یعنی عفان پدر عثمان کے باپ کا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

اور انسے اس حدیث کی بابت استفسار کیا آپ نے فرمایا اے عثمان ابوذر دروغ گو نہیں تحقیق کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا ہے ما اظلت الخضراء واقلت الغبراء اصدق لھجۃٍ من ابی ذرؓ کہ آسمان سبز کسی پر سایہ افگن نہیں ہوا اور زمین غبار آلود نے کسی کو اپنے اوپر نہیں اٹھایا کہ ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔ جملہ حاضرین نے حضرت کی تصدیق کی کہ بیشک ہمنے یہ حدیث پیغمبر خدا سے سنی ہے ابوذر نے کہا اے جماعۂ حاضرین ہمنے حدیث اولاد ابو العاص زبان مبارک سید المرسلین سے سنی ہے افسوس کہ تمنے مجھکو جھٹلایا میرا گمان نہ تھا کہ یہ زمانہ دیکھوں کہ تم میری تکذیب کرو اسپر عثمان کا غصہ اور بڑھگیا اور کہا مجھکو بتلاؤ کہ اس پیر کذاب کا کہ فتنہ پردازی کرتا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہے کیا علاج کروں امیر المومنینؑ نے فرمایا اسکو بحال خود چھوڑ دے اگر اس روایت میں کاذب ہے تو اسکا وبال اسکو پہنچے گا عثمان یہ سنکر آپے سے باہر ہوگئے اور کہا کہ خاک ہو تیرے منھ میں امیر المومنین نے فرمایا کہ خاک تیرے منھ میں ہوگی۔ تو ابوذر کو کہ دوست و مصاحب رسول اللہ ہے ایسی باتیں کہتا ہے اور ایک معاویہ کی بے سروپا تحریر پر اسکو تفرقہ پرداز فتنہ انگیز ٹھہراتا ہے عثمان خاموش ہوگئے یہ روایت ابن اعثم کوفی کی ہے کہ بقول صاحب کامل بھائی اپنے مذہب میں اسقدر متعصب تھا کہ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ جو کچھ روایات اہلسنت ہیں یہ ہیں باقی روایتیں میں نہیں لکھتا کہ مبادا شیعوں کے ہاتھ لگیں اور وہ ہمپر حجت لائیں پس دیکھا چاہیئے کہ باوجود اسقدر احتیاط اور حفظ ماتقدم کے کیا کچھ اس مورخ کے قلم سے نکل گیا ہے خاصکر یہ کلمہ کہ حضرت باحیائے حضرت علی مرتضی کے خطاب میں فرمایا قابل غور ہے **سبحان اللہ** یہ حضرات نفس رسول کے ساتھ ایسے بیباک اور اسقدر دریدہ دہن تھے کہ ایسی گستاخی سے بھی درگزر نہ کرتے تھے کہ جسکے جواب میں آنحضرت کو بھی مضمون جواب ترکی بہ ترکی وہی کلمہ کہنا پڑا۔ احادیث شیعہ میں ہے کہ جب عثمان شکنجۂ عقوبت کے بعد قتل ہوئے تو انکے منھ میں باعجاز حضرت امیرؑ خاک بھری ہوئی تھی۔ اور نیز مروی ہے کہ ایک روز ابوذر عثمان کی مجلس میں حاضر تھے کہ کچھ مال بیت المال کا انکے پاس لائے تاکہ بنی امیہ کے درمیان قسمت کریں عثمان نے کہا اسکو رہنے دو تا اینکہ اسیقدر اور آجائے اسوقت تقسیم ہوگا۔ ابوذرؓ نے کہا اے امیر تمکو یاد ہے کہ ایک روز صبح کو ہم رسولخدا کی خدمت میں گئے تو آپ کو محزون پایا شام کو حاضر ہوئے تو اسکے برخلاف شاد و خورم تھے ہمنے صبح کی دلگیری اور اسوقت کی بشاشت کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ صبح اموال بیت المال مسلمانوں میں تقسیم کیا چار درہم اس سے باقی رہگئے کوئی مستحق نہ تھا کہ اسکو دیئے جاتے اسوقت تمہارے آنیسے ذرا پہلے وہ دراہم مستحق کو دیدیئے لہذا خوش وقت و مسرور ہوں عثمان نے کعب الاحبار سے پوچھا اگر خلیفہ وقت کچھ مال اہل استحقاق کو پہنچائے باقی اپنے پاس رہنے دے کہ بتدریج صرف ہو تو اسمیں کیا قباحت ہے کعب نے کہا اسمیں کوئی مضائقہ نہیں۔ ابوذر نے کہا اے کعب تو احکام شرع سے واقف نہیں پس تلاوت کیا آیہ شریفہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ کو کہ حاصل ترجمہ اسکا یہ ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اسکو راہ خدا میں نہیں صرف کرتے بشارت دے تو (اے محمدؐ) انکے تئیں ساتھ عذاب دردناک کے۔ عثمان یہ سنکر برہم ہوئے اور یہ باعث زیادتی عداوت ہوا ابوذر کے ساتھ بروایتے کعب نے کہا اگر امام وقت ایک خشت طلا اور ایک نقرہ کی بنالے جب بھی کچھ ڈر نہیں ابوذر نے یہ سنکر کعب کے سر پر عصا ماری اور کہا اے یہودی زادے تیرا کیا منصب ہے کہ مسلمانوں کے احکام میں دخل دے خدا کا کلام تیرے کلام سے زیادہ راست ہے پس آیہ مذکورہ کو پڑھا بہر کیف خلیفۂ ثالث نے حضرت ابوذر سے ناراض ہوکر سزائے جلاوطنی انکے لیے تجویز کی۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ بعد ازرد و قدح

بسیار وقیل وقال بسیار عثمان ابوذر را از افتا منع کرد و حکم باخراج او نمود۔ تاریخ ابن اعثم کوفی میں ہے کہ عثمان نے کہا کہ تو ہمارے شہر سے باہر نکل ابوذر نے کہا میں تمہارے پاس رہنا نہیں چاہتا تو کہے تو شام کو چلا جاؤں (مسودے دیبا ۱۲) کہا شام سے تو تجھکو بلوایا ہے کہ اس ملک کو فاسد کرتا تھا پھر وہاں کیونکر جا سکتا ہے کہا عراق کو جاؤں عثمان نے کہا اہل عراق فتنہ جو طاعنان امرا و خلفا ہیں وہاں نہ بھیجونگا ابوذر نے کہا پھر کہاں بھیجنا چاہتا ہے جہاں جاؤنگا کلمہ حق سے باز نہ رہونگا عثمان نے کہا کون مقام تجھکو زیادہ ناپسند و ناگوار ہے ابوذر نے کہا ربذہ جہاں قبل اسلام مقیم تھا۔ عثمان نے کہا تو وہیں جا اور وحشی جانوروں اور درندوں کی ہمسائیگی میں زندگی بسر کر اور مروان کو حکم دیا کہ اسکو شتر پر سوار کرکے شہر سے نکالدو اور خبردار کوئی اہل مدینہ سے اسکی مشائعت نہ کرنے پائے۔ پس مروان حسب الامر خلیفہ انکو اونٹ پر بٹھا کر لیگیا۔ کلینی علیہ الرحمہ نے مطابق روایت ابوبکر جوہری صاحب کتاب سقیفہ روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے عثمان کے حکم کی اطاعت نہ کی اور وہ حضرت معہ امام حسنؑ و امام حسینؑ و عقیلؓ بن ابیطالبؑ و عمارؓ یاسر مشائعت ابوذر کیلئے بیرون شہر تک تشریف لیگئے پس امیرالمومنین نے فرمایا اے ابوذر تیرا غیظ و غضب محض حق تعالیٰ کیلئے تھا اسی جل شانہ سے امیدوار رہ بتحقیق کہ ان لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ مبادا تو انکی دنیا میں تصرف کرے اور تو ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ تیرے دین کو بگاڑیں پس تو نے ہی دین کی حفاظت کی اور اسکے ہاتھ سے اپنے تئیں بچایا انہوں نے تجھے آوارہ وطن مبتلائے درد و محن کیا قسم بخدا کہ اگر زمین و آسمان کے راستے کسی پر بند کردیں اور تقویٰ و پرہیزگاری اس کے ساتھ ہو تو ضرور حقتعالے اس کے لئے کوئی مخرج نکالیگا۔ بس تیری مونس تنہائی تیری حقانیت ہوگی۔ اور باطل سے تیرا وحشت کرنا پس حسنین علیہما السلام سے فرمایا وداع کرو اپنے چچا کے تئیں اور عقیلؓ و عمارؓ کو کہا کہ وداع کرو اپنے بھائی کو سب حضرات ابوذرؓ کو تسلی و دلاسا دیتے اور صبر و شکیبائی کی وصیت کرتے تھے۔ ابوذرؓ یہ جوش محبت و عنایت لطف و عنایت آنحضرات سے دیکھکر گریاں ہوئے اور کہا رحمت خدا ہو تمپر اے اہلبیت رحمت میں تمکو دیکھتا تھا تو رسول اللہ مجھکو یاد آتے مجھکو اس شہر سے تمہارے سوا کوئی علاقہ و دلبستگی نہیں تحقیق کہ عثمان کو میرا مدینہ میں رہنا ناگوار ہوا اور اس نے نہ چاہا کہ میں کوفہ و بصرہ میں بھی اسکے دو بھائیوں کے ساتھ رہوں کہ مبادا ملک انسے برگشتہ ہو جائے پس ایسے مقام کو بھیجا جہاں بجز ذات پروردگار کوئی میرا معین و مددگار نہیں قسم بخدا کہ وہ سبحانہ مجھکو کافی و وافی ہے اور میں باوجود اس کے صحابت کے ذرا وحشت تنہائی سے نہیں ڈرتا۔ القصہ مروان نے یہ ہمدردی آنحضرات سے مشاہدہ کی تو بولا کیا عثمان نے امر نہیں کیا کہ کوئی اسکو وداع نہ کرے۔ پھر کسلئے تم یہاں جمع ہوئے امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ دور ہو اے پسر زرقا تیری یہ مجال نہیں کہ ہمارے قول و فعل پر اعتراض کرے یہ کہکر ایک تازیانہ شتر مروان کے لگایا پس ابوذرؓ نے منزل مقصود کی راہ لی اور حضرت امیر معہ اصحاب واپس تشریف لائے لیکن مروان نے عثمان کے پاس جاکر شکایت کی اور ماجرائے گزشتہ بیان کیا۔ عثمان نے حضرت امیرؑ کو بلوایا اور کہا میں نے منع کیا تھا کہ کوئی وداع ابوذرؓ کے لئے باہر نہ جائے پھر تم کس کئے وہاں گئے اور نیز مروان تمسے گلہ کرتا ہے کہ اسکے شتر کے سر پر تازیانہ مارا اور اسکو سب و شتم کیا۔ آپ نے فرمایا واجب نہیں کہ جو تو امر کرے ہم اسکو بجا لائیں اور رہا تازیانہ لگانا۔ سو میرا شتر دروازہ پر کھڑا ہے مروان کو کہہ کہ اسکے تازیانہ لگائے یہ آپ کی کمال حاضر جوابی اور منتہائے ظرافت تھی پھر فرمایا لیکن اگر کوئی کلمہ بیجا مروان زبان سے نکالیگا تو اسکا جواب زبان تیغ سے دونگا کیونکہ وہ میرا ہمسر نہیں یہ کہکر خشمناک وہاں سے اٹھے۔ اب حضرت ابوذرؓ کا حال سنئے وہ چلتے چلتے ربذہ پہنچے یہ مقام ویران جنگل میں ایسی جگہ واقع تھا کہ بقول مورخین دور دور تک اس کے چاروں طرف کہیں آبادی کا نشان نہ تھا۔ ابوذرؓ ناچار تہ درویش بجان

درویش اسی ویرانے میں رخت اقامت ڈالکر رہنے لگے کوئی نہ تھا کہ مونس تنہائی و موجب شکیبائی ہوتا الا ایک زوجہ پیر زن و بروایتے ایک دختر کہ حق خدمت بجالاتی اور ابوذر لیل و نہار مصروف عبادت پروردگار رہتے چونکہ یہ مقام راہ کوفہ و حجاز پر واقع تھا تو گاہ گاہ حجاج وزوار ادہر سے گزرتے اور بعض اوقات بعض دینداروں کی طرف سے کچھ تحفہ تحائف بھی لاتے مگر وہ ایک قبول نہ فرماتے اور اسی وحشت سرا میں یاد خدا میں بسر اوقات کرتے حتیٰ کہ رحمت خدا کیطرف انتقال کیا۔ مروی ہے کہ جب ربذہ میں کسی نے ابوذر سے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ جسکو رسول اللہ سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے اسی کو تم رکھو گے پس بتلاؤ کہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ دوست کون ہے ابوذر نے کہا محبوب ترین خلق میرے نزدیک وہ پیر مظلوم ہے کہ جسکا حق غصب کیا ہے یعنی علی ابن ابیطالب۔ نعیم بن قعنب کہتا ہے کہ میں ابوذر کے ملنے کے شوق میں ربذہ گیا وہاں ایک بوڑہی عورت کو دیکھا اس سے پوچھا ابوذر کہاں ہیں کہا کسی اپنی حاجت کیلئے باہر گئے ہیں تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ آئے اور دو شتر کو کہ انکی گردن میں ایک ایک مشک پرآب بندہی ہوئی لاتے تھے میں نے اٹھکر سلام کیا جواب سلام دیا اور گھر میں گئے۔ پس ایک کاسہ جسمیں ایک پرند مثل سفر دد کے پکا ہوا تھا لاکر میرے آگے رکھدیا اور کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں پھر اٹھے اور دو رکعت نماز پڑہی پھر آکر میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے میں نے کہا تم کہتے تھے کہ میں روزے سے ہوں۔ کہا ہاں میں اس مہینہ میں تین روزے رکھ چکا ہوں اور تمام مہینے کے روزوں کا ثواب رکھتا ہوں اب چاہوں روزہ رکھوں چاہوں افطار کروں۔ ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ جب وقت وفات ابوذر کا نزدیک پہنچا تو نیک بی بی سرہانے بیٹھی رو رہی تھی سبب گریہ دریافت کیا تو کہا اپنے حال زار پر روتی ہوں کہ بے خانہ و خانماں اس صحرا غربت میں پڑے ہیں کوئی پرسان حال شریک رنج و ملال نہیں رکھتے اور نیز اندیشہ مند ہوں کہ تمکو زمان ناگزیر پیش آئے تو میں تن تنہا تمہاری تجہیز و تکفین سے کیونکر عہدہ برآ ہونگی۔ ابوذر نے کہا اے ام ذر اندیشہ کو دل میں راہ نہ دو کہ حضرت رسولخدا نے مجھکو خبر دی ہے کہ تیری وفات غربت میں ہوگی اور چند مومن نیکوکار اسوقت وہاں پہنچیں گے اور تجہیز و تکفین کے متکفل ہونگے۔ پس میں رحلت کروں تو تو ایک گوسفند ذبح کرکے طعام تیار کرکے اور راہ گزر پر بیٹھ ایک جماعت مسلمانوں کی وہاں گزریگی انکو اس حال سے خبر دے وہ تجھے اس مہم کو کفایت کرینگے اسوقت انکو کھانا کھلا اور چندے ربذہ میں قیام کرکے پھر مدینہ کو چلی جا اور بقیہ زندگانی وہاں بسر کر لکھا ہے کہ رسول اللہ جنگ تبوک کو روانہ ہوئے تو ابوذر بھی ہمرکاب تھے لیکن انکا شتر از بس لاغر و ناتواں تھا ساتھ نہ چل سکا پیچھے رہ گئے آخر انہوں نے شتر کو چھوڑا اور اپنا اسباب اپنی پشت پر رکھا اور پیادہ پا روانہ ہوئے گرمی کا موسم تھا دن چڑہا اور آفتاب گرم ہوا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ ایک مرد تنہا اپنا سامان اٹھائے ہانپتا چلا آرہا ہے حضرت رسولخدا نے فرمایا ہو نہو ابوذر ہے اور وہ پیاسا ہے جلد پانی پہنچاؤ لوگ پانی لیکر دوڑے ابوذر پانی پیکر حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پانی سے بھری ہوئی چھاگل ان کے پاس تھی آپ نے فرمایا اے ابوذر پانی موجود تھا کس لئے نہ پیا اس عاشق رسول اللہ نے عرض کی یا رسول اللہ میں ایک پتھر پر پہنچا کہ آب باراں وہاں جمع تھا چکھا تو سرد و شیریں پایا دل میں کہا کہ جب تک میرے حبیب رسولخدا انہیں سے نہ پئیں گے میں نہ پیونگا حضرت نے فرمایا اے ابوذر رحمت خدا ہو تم پر تم تنہا غربت و بیکسی میں زندگی بسر کروگے تنہا مروگے اور تنہا مبعوث ہوگے اور اکیلے ہی جنت میں جاؤگے اور ایک جماعت اہل عراق سے توفیق تمہاری تجہیز و تکفین کی پائیگی۔ القصہ ابوذر اپنی زوجہ کو وصیت کرکے عالم باقی کو سدہارے۔ ام ذر اٹھی اور انکے کہنے کے موافق طعام مرتب کیا۔ پس سر راہ بیٹھکر انتظار کرنے لگی کہ ناگاہ حاجیوں کا ایک گروہ مکہ سے واپس آرہا تھا وہاں پہنچا اس میں شرفا عراق مثل احنف بن قیس تمیمی و صعصعہ بن صوحان

عبدی وجریر بن عبداللہ بجلی و مالک بن حارث الاشتر النخعی وخارجہ بن الصلت التمیمی وغیرہ شامل تھے۔ ایک بوڑہی عورت کو سرراہ بیٹھا دیکھکر سمجھے کہ سائل ہے کچھ چاہتی ہوگی۔ نزدیک آئے تو ام ذر نے کہا اے مسلمانو ابوذرؓ صحابی رسول اللہ نے انتقال کیا میں غریب الوطن بیکس اسکی زوجہ ہوں تمسے التجا کرتی ہوں کہ ازبرائے خدا اسکے کفن دفن میں میری مدد کرو انہوں نے یہ حال سنا تو گریاں ہوئے اور دعائے مغفرت کی ابوذرؓ کے لئے اور اپنی سواریوں سے اترآئے اور انکو غسل دیا لیکن کفن کیلئے ہرایک یہی چاہتا تھا کہ اپنے پاس سے دے آخر بہت قیل وقال کے بعد قرار پایا کہ سب اس میں شریک ہوں اور تھوڑا تھوڑا پارچہ سب نے دیا اس سے کفن تیار ہوا کفن کے بعد حنوط کیا اور نماز پڑھکر دفن فرمایا اسوقت مالک اشترؓ قبر ابوذرؓ پر کھڑے ہوئے اور کہا پروردگارا یہ ابوذرؓ تیرے پیغمبرؐ کا مصاحب ہے کہ تیری کتابوں اور نبیوں پر ایمان لایا اور تیری راہ میں جہاد کیا۔ اور آخر وقت تک دین اسلام پر ثابت قدم رہا چند امور خلاف شرع دیکھکر انپر انکار کیا تھا اسلئے اسے ستایا اور آزار دیا اور جوار پیغمبرؐ سے نکالا کہ اس غربت کربت میں جاں دی خداوندا تو اعلیٰ درجہ بہشت میں اسکو عطا کر اور جن لوگوں نے اسے آوارہ وطن کیا سزائے واجبی انکو دے اشتر یہ دعا مانگتے تھے اور حاضرین آمین کہتے جاتے تھے دن آخر ہوا تو ام ذر نے وہ کھانا حاضر کیا سب نے کھانا کھایا رات کو وہاں رہے صبح رہگرائے مقصد ہوئے۔ ابن اعثم کہتا ہے کہ خبر وفات ابوذرؓ مدینہ میں پہنچی تو عمار یاسرؓ اسوقت حاضر مجلس خلیفہ ثالث تھے اس خبر کو سنکر کہنے لگے رحم اللہ اباذرؓ خدا رحمت کرے ابوذر پر میں دل وجان سے یہ کہتا ہوں عثمان برہم ہوئے کہ اے ناکس تو خیال کرتا ہوگا کہ مینے جو اسکو اخراج کیا تو اس سے پشیمان ہونگا۔ عمارؓ نے کہا لا واللہ میرا یہ گمان نہیں۔ عثمان نے چیخ مارکر کہا اسکو مارو اور وہیں بھیجدو جہاں ابوذرؓ تھا۔ عمارؓ نے کہا قسم بخدا مجھکو تیری نزدیکی سے کتوں اور درندوں کی ہمسائگی پسندیدہ تر ہے یہ کہکر وہاں سے اٹھے عثمان نے ارادہ کیا کہ عمارؓ کو بھی مدینہ سے اخراج کریں لیکن بنی مخزوم اقربا عمار یہ سنکر افروختہ ہوگئے اور کہا ہم ہرگز ایسا نہ ہونے دینگے امیر المومنینؑ عثمان کے پاس تشریف لیگئے اور انکو فہمائش کی کہ اس ارادہ سے باز آئیں عثمان نے جھنجلا کر کہا مجھکو چاہیے کہ سب سے پہلے تجھکو اس شہر سے نکالوں کہ عمارؓ وغیر عمارؓ کو تو مجھپر تباہ کرتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تیرا مقدور نہیں کہ ایسا خیال بھی دل میں لائے عمل میں لانا تو درکنار اگر یقین نہیں تو امتحان کرکے دیکھہ لے کہ حقیقت حال تجھپر کھل جائے خود تو خلاف شرع کام کرکے لوگوں کو آزردہ کرتا ہے جب وہ شکایت کرتے ہیں تو الٹا انپر خفا ہوتا اور سزائیں تجویز کرتا ہے یہ حرکات مروت وانصاف سے بسا بعید ہیں۔ غرض اس قسم کی نرم گرم باتیں کرکے وہاں سے باہر آئے اور عثمان بنی مخزوم کے اتفاق کرنے اور شاہمردانؑ کی حمایت سے عمارؓ کے جلاوطن پر قادر نہ ہوسکے۔ نیز حضرت عثمان کو ایک اور معاملہ پیش آیا جو عام ناراضگی کا باعث ہوا انہوں نے چاہا کہ تمام مسلمانوں کو قرأت زید بن ثابت پر جمع کریں۔ بنابریں جس جس کے پاس قرآن تھے بجبر وقہر انسے چھین لئے عبداللہ بن مسعود کہ پرانے قرآن داں اور اپنے مصحف کی صحت پر بہت نازاں تھے بقدم انکار پیش آئے عثمان خود انکے گھر پر گئے اور ہرچند وہ عذر کیا کئے مگر مسموع نہوا اور انکا قرآن بھی اوروں کی طرح لے لیا گیا بعدازاں ان سب کو جمع کرکے کچھہ کچھہ حذف واسقاط وتقدیم وتاخیر کے بعد ایک نسخہ تیار کیا۔ اور اسکی چار نقلیں کراکر چار بڑے بڑے شہروں میں بھیجدیں اور باقی تمام مصاحف کو آگ میں جلوا دیا بروائتے پہلے انکو پانی میں دہویا پھر آگ میں جلایا۔ یہ حرکت مسلمانوں کو بہت ناپسند ہوئی اور قرآنوں کا جلانا ان کے نزدیک اسکی کمال بیحرمتی اور توہین ٹھہرا پس اس سے نہ صرف وہی اشخاص ناخوش ہوئے جنکے مصاحف جلائے گئے بلکہ تمام صحابہ وغیر صحابہ نے انکے اس فعل کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ ام المومنین عائشہ نے

کہ بفاد خذ و اثلثی دینکم من الحمیراء کہ دوتہائی دین کی حمیرا (عائشہ) سے حاصل کرو مقبول القول تھیں اور خصوص اس زمانے میں دین کا مدا
بہت کچھ انکے فتوے پر آ رہا تھا صاف صاف کہدیا اقتلوا حراق المصاحف کہ قتل کرو اس قرآنوں کے جلانیوالے کو۔ زیادہ تر عبداللہ مسعود
کو اپنے قرآن کا جلایا جانا سخت ناگوار تھا۔ وہ برملا مذمت عثمان کرتے اور ان کے اس فعل کو بدعت و ضلالت سے تعبیر فرماتے تھے لاجرم عثمان
نے اپنے غلاموں کو اشارہ کیا انہوں نے اسقدر مارا کہ بیچارہ تیسرے روز جان سے گزر گیا کہتے ہیں کہ اس زدوکوب میں ایک یا دو استخوان انکے پہلو کا
ٹوٹ گیا۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ شدت مرض عبداللہ کی خبر عثمان کو پہنچی تو انکی عیادت کو گئے اور سرہانے بیٹھکر پوچھا جس
چیز کو تیرا دل چاہتا ہو بیان کر کہا سوائے رحمت الہی کے کوئی آرزو نہیں رکھتا فرمایا تو کہے تو طبیب کو تیرے لئے حاضر کروں کہا طبیب ہی نے تو مجھکو
بیمار کیا ہے پھر کہا چاہتا ہے کہ رزق و عطیہ جو تجھ سے بند ہو گیا ہے کھولدوں کہا جب اسکی حاجت تھی تو تو نے بند کیا اب کہ اس سے مستغنی سی ہوں عطا
کرتا ہے کہا اگر تجھکو حاجت نہیں تو تیری اولاد کیلئے کام آئیگا عبداللہ نے کہا اولاد کا رزق خدا تعالی پر ہے وہ کریم ضرور انکو پہنچائیگا عثمان نے کہا
اے ابو عبدالرحمن میرے لئے حق تعالی سے طلب آمرزش کر کہا میں اس جل شانہ سے دعا کرتا ہوں کہ بروز قیامت میرا انصاف تجھ سے لے پس عثمان
وہانسے اٹھکر دار الامارہ کو آئے اور ابن مسعود نے رحمت خدا کیطرف انتقال کیا **نیز** ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے عمار یاسر کو وصیت
کی تھی کہ عثمان میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھنے پائے بنابریں عمارؓ نے چند آدمیوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھکر دفن کیا عثمان کو یہ حال معلوم ہوا تو اسکی قبر پر آئے
اور عمارؓ سے کہا کیا باعث ہوا کہ تو نے ہمکو اطلاع نہ کی عمارؓ نے کہا مجھکو یہی وصیت کی تھی۔ عثمان عمارؓ پر ناراض ہوئے اور یہ ایک اور سبب تھا ناراضگی عثمان
کا عمارؓ سے **حقیر مولف** کہتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود جو اسطرح سرپنجہ ستم عثمانی سے ناچیز ہوئے بزرگان صحابہ سے داخل عشرہ مبشرہ ہیں۔
تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے ابوعبیدہ جراح کو ان دس سے نکالکر ابن مسعود کو انمیں داخل کیا تھا۔ **عمرو عاص** عمر خطاب کے
عہد سے حاکم مصر تھا اور خلیفہ ثالث کی بہن کلثوم نام سے اسکا نکاح بھی ہو گیا تھا۔ بنابریں اسکو گمان تھا کہ ریاست مصر پر برقرار رہونگا چنانچہ اول
اول وہ انکی خوشامد کرتا اور طرفدار بنا ہوا تھا۔ مگر جب پیشگاہ خلافت سے حکومت مصر اس سے منتزع ہو کر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو دیدی گئی تو
اس نے بھی اپنا ڈہنگ بدلدیا۔ کلثوم کو طلاق دیکر دشمن جانی حضرت عثمانی بن گیا۔ محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ یہ طلاق دینا اسکا عثمان پر سخت ناگوار
گزرا اور وہ اسوقت سے عمرو عاص سے عداوت رکھنے لگے۔ علی ہذا مغیرہ بن شعبہ و سعد بن ابی وقاص بھی یکے بعد دیگرے ایالت کوفہ سے معزول ہوئے
تھے وہ بھی خلافت پناہ سے سینہ صاف نہ تھے۔ نیز ایک اور امر عام برانگیختگی کا باعث یہ ہوا کہ فدک جسپر جناب سیدہ کا خلیفہ اول کے ساتھ کیا کچھ
نزاع و تکرار نہ ہوا تھا اور جسکو ابوبکر نے حدیث موضوع **نحن معاشر الانبیاء** کی سپر منہ پر لیکر آنحضرت سے چھینا اور داخل بیت المال کیا تھا عثمان نے
اسے مروان کو بخشدیا چنانچہ تادم زیست اسکے قبضہ میں رہا اور اسکے بعد اسکی اولاد کے تصرف میں تھا تا اینکہ عمر بن عبدالعزیز کو خلافت ہوئی اسنے انسے
لیکر بدستور بیت المال میں شامل کیا کمافی ابی الفداء۔ بالجملہ دار الخلافہ کی یہ کیفیت تھی اور صوبجات میں عاملان عثمان نے کہ اکثر بنی امیہ انکے رشتہ دار تھے
ایک طوفان برپا کر رکھا تھا قانون شریعت بالکل بالائے طاق نفسانی خواہشوں سے جو چاہتے تھے سو کرتے تھے شام سے معاویہ کے فسق و فجور کی
متواتر شکایتیں آتی تھیں اہل مصر ابن ابی سرح کے سرپنجہ ظلم سے جدا نالاں تھے ولید بن عقبہ حاکم کوفہ کہ بنص قرآن فاسق و فاجر تھا علانیہ

شراب پیتا و دیگر منہیات کا مرتکب ہوتا تھا۔ ایک روز صبح کی نماز تھی کہ ولید پلید نشۂ شراب میں سرشار مسجد میں آیا اور بجائے دو رکعت فریضۂ صبح کے چار رکعت پڑھگیا اور پھر مقتدیوں کی طرف پھر کر کہتا ہے کہ آج مجھکو سرخوشی و سرور ہے کہو تو اور رکعات تمہارے لئے زیادہ کردوں عبداللہ بن مسعود کہ جملہ مومنین سے تھے بولے ہم اول دن سے تیرے ساتھ زیادتی میں ہیں اور ہمیشہ زیادتی میں رہینگے اہل کوفہ پر کہ اس امامت و اقتداء سے مارے شرم کے پانی پانی ہوئے جاتے تھے یہ واقعہ بہت گراں گزرا عثمان نے ولید کو معزول کر کے سعید بن عاص کو کوفہ کا فرمانروا کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اسکی درشت خوئی زیادہ تر خلقت کی وحشت کا باعث ہوئی ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سعد وقاص کے برادرزادے سے باتوں باتوں میں بگڑ گیا اور اسکو اسقدر زدوکوب کیا کہ بیہوش ہو کر گر گیا۔ پھر اسکے مکان کو آگ لگا کر جلوا دیا سعد نے اسکی شکایت مدینہ میں خلافت پناہ کے آگے کی کچھ شنوائی نہ ہوئی سعد تو پہلے ہی سے کبیدہ خاطر تھا سعید کے گھر پر چڑھ گیا اور اسکو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ اس سے زیادہ بے آبروئی کیا چاہتا تھا مگر ام المومنین عائشہ کے منع کرنیسے باز رہا نیز اس سعید نے سعادت کی آتش مزاجی سے مالک اشتر سے کہ کوفہ میں اول درجہ کے شخص تھے اسکی ان بن ہوگئی اور اس نے بایما خلیفہ انکو معہ بعض دیگر روسار صعصعہ بن صوحان و کمیل بن زیاد وغیرہ کے پکڑ کر شام کو اور وہاں سے حمص کو جلاوطن کیا یہ باتیں کوفیوں کے دل میں خاصکر اور جملہ مسلمانوں میں عموماً اثر بد پیدا کرتی تھیں اور طرفہ یہ کہ جب ان بیباک ظالموں کی بارگاہ خلافت میں شکایت و فریاد ہوتی تو ادھر سے الٹی انکی حمایت کیجاتی کہ اس سے یہ ہمہ چھٹانک تھے تو سیر روباہ سے شیر بنجاتے تھے اور رعایا کو پاؤں میں پیسے ڈالتے تھے۔ پس مشہور ہے کہ **الملک یبقی مع الکفر والشرک ولا یبقی مع الظلم والجور** کہ ملک و بادشاہت کفر و شرک کے ساتھ بھی قائم رہتی ہے نہیں بنتی تو ظلم و ستم کے ساتھ نہیں رہتی۔ لاجرم ان سب باتوں کا وہی نتیجہ ہوا جسکا بیان آگے آتا ہے۔ **روضۃ الصفا** میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام عثمان کے پاس داخل ہوئے اور فرمایا اے ابوعمر تجھکو معلوم ہے کہ خلقت تیرے عاملوں کی نسبت کیا کچھ کہتی ہے میں حیران ہوں کہ تجھکو کیا سمجھاؤں تو سالہا سال حضرت رسولخدا کی خدمت میں رہا اور شوہر انکی دو دختر کا ہے پسر ابوقحافہ و ابن خطاب ملکداری میں تجھسے اولیٰ و الیق نہ تھے کیا تو نہیں جانتا کہ عدل و انصاف کیا چیز ہے اور جور و اعتساف کیا شئے؟ اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور اسکا ثمرہ کیا؟ مجھے خوف ہے کہ اگر چندے اور یہی حال رہا تو ملک چار طرف سے اٹھ کھڑا ہوگا اور تو اس بلوائے عام میں مارا جائیگا۔ اگر ایسا ہوا تو دروازہ ہائے فتنہ و فساد اس امت پر کھل جائینگے اور روز قیامت تک بند نہیں ہونیکے عثمان نے کہا اے ابوالحسنؑ تم میری جگہ ہوتے اور اپنے عزیزوں کے ساتھ اسطرح کے سلوک کرتے تو میں تمکو ملامت نہ کرتا۔ مغیرہ بن شعبہ کے اطوار سب کو معلوم ہیں عمر نے اسے عامل کوفہ مقرر کیا معاویہ کو شام کی حکومت بخشی میں نے اگر اپنی قرابت کے لحاظ سے عبداللہ بن عامر کو والیٔ بصرہ کیا معاویہ کو شام کی حکومت پر برقرار رکھا تو کیا برا کیا امیرالمومنینؑ نے کہا عمر اگر اپنے کسی عامل کی نسبت ایک حرف بھی شکایت کا سن پاتا تھا تو اسکو معزول کر کے شکنجۂ عتاب میں کھینچتا تھا اور بدرجہ غائت زجر و ملامت کرتا تو یہ کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اور کچھ نہیں کرتا معاویہ و دیگر عاملان عمر عمر سے اسقدر ڈرتے تھے کہ اسکے غلام بھی اتنا نہ ڈرتے ہوں گے۔

امیرالمومنینؑ اس گفت و شنید کے بعد گھر تشریف لیگئے اور عثمان پر اثر معکوس اس نصیحت کا یہ ہوا کہ لوگوں کو جمع ہونیکا حکم دیا اور خود منبر پر جا کر انکو سخت سرزنش و لعنت و ملامت کی اور کہا میں تمسے ایسی ایسی باتیں سنتا ہوں میرے سے پہلے عمر کی نسبت بھی تم یہی باتیں کیا کرتے تھے مگر وہ درشت خو سخت آدمی تھا تمکو کوفتہ و مالیدہ رکھتا تھا میں تمہارے ساتھ نرمی و مدارا کرتا ہوں لہذا تم دلیر ہوگئے ہو۔ اسکے ساتھ ہی مروان نے

کھڑے ہو کر بہت سا لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور خوف قتل دلایا عثمان نے اسے منع کیا۔ **بالجملہ** کچھ مروان وغیرہ کی شرارت و بدذاتی سے اور بہت کچھ خلافت پناہ کی اپنی کوتاہ اندیشی سے کارخلافت میں خللِ کلی پڑگیا۔ رعب اب سلطنت مطلقاً جاتا رہا اور لوگ انکے اختیارات میں دخل دینے لگے بلکہ رو در رو برا کہنے اور ڈانٹ ڈپٹ بتلانے لگے اور آخر آخر میں مار پیٹ تک بھی نوبت پہنچ گئی تھی۔ ابن اثیر جزری کامل التواریخ میں کہتا ہے کہ اول جس نے عثمان پر لوگوں کو دلیر کیا عبدالرحمن بن عوف تھا راقم حروف کہتا ہے کہ وہی عبدالرحمن عوف کہ عقد اخوت کی رو سے خلافت پناہ کا سگا بھائی اور علاقہ سببی میں آپکا بہنوئی اور محبت و یکجہتی میں آپکا گہرا یار غار جسکو خلیفہ ثانی مجلس شوریٰ کا صدر انجمن بنا گئے تھے اور جس نے ابھی ذکر ہوا کہ انصاف و دیانت کا خون کر کے عثمان کو ذات مجموعہ صفات حضرت مرتضوی پر تفضیل و ترجیح دی تھی۔ قدرتِ خدا ہے اور اثر دعائے مولیٰ کہ وہی عبدالرحمن باوجود اتنے رابطوں کے آج اپنی حرکت پر اسقدر نادم و پشیمان ہے کہ اپنے ہاتھ کا لکھا آپ میٹتا ہے اور خود خلیفہ صاحب کی بیحرمتی کرتا اور اوروں کو بغاوت و سرکشی کا سبق دیتا ہے۔ کامل میں ہے ان ابلاً من الصدقة قدم بها علی عثمان فوهبها لبعض بنی الحکم فبلغ ذالک عبدالرحمن بن عوف فاخذها وقسمها بین الناس وعثمان فی الدار یعنی کچھ اونٹ شتران صدقہ سے پیشگاہ خلافت میں آئے تھے عثمان نے (حسب معمول) وہ حکم بن عاص کے بیٹوں سے ایک کو بخشدیئے۔ عبدالرحمن نے یہ سنا تو باب عالی کا ذرا پاس ادب نہ کیا اور وہ اونٹ اس سے واپس لیکر لوگوں کے درمیان انکو تقسیم کیا عثمان گھر میں بیٹھے رہے کچھ نہ کر سکے۔ سبحان اللہ عجب انقلاب نادر نیرنگیاں زمانہ کی حضرت امیر علیہ السلام معائنہ فرماتے تھے پہلے بیعت ابوبکر کیلئے خلیفہ ثانی کا وہ تلملانا آپنے دیکھا کہ آگ اور ایندھن لائے تھے کہ بیت الرسالت کو جلا ڈالونگا نہیں تو نکلکر بیعت کرو پھر اسی منھ سے اس بیعت کو فتنہ و شرارت کہتے ہیں اور اس جیسے کے مرتکب کے لئے قتل کا فتوے دیتے تھے آپنے سماعت فرمایا عثمان کے خلیفہ بنانے میں جناب ابن عوف کیسے کچھ سرگرم تھے کہ وہ چالیں اسکے لئے چلے پھر تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی تخریب کے درپے ہو گئے اور اسقدر اسپر پشیمان ہوئے کہ مرتے مرگئے مگر خلیفہ صاحب کی صورت دیکھنے کے روادار نہ ہوئے اس سے بھی عجیب تر بی بی عائشہ اور میاں طلحہ زبیر و عمرو عاص کا قصہ ہے کہ کس اہتمام کے ساتھ انہوں نے عثمان کو قتل کرایا۔ بعد کو حضرت ہی سے انکے خون کے طلبگار بنے اور کیسے کچھ فتنے و فساد برپا کئے کہ الاماں۔ زبیر کو دیکھیے کہ ابتدا میں کسقدر عقیدت و اخلاص کی ڈینگ مارتے اور تلوار گھماتے پھرتے تھے کہ علیؑ کو چھوڑ کر ہم ابوبکر کی بیعت کریں یہ کبھی نہ ہوگا۔ آخر کو جنگ جمل میں وہی تلوار حضرت کے سامنے کھینچکر کھڑے ہو گئے۔ کبھی اپنے اصحاب کے ایک فرقہ کے بیہودہ اصرار سے آپ تحکیم حکمین پر مجبور ہوتے تھے پھر انہی اصحاب کو اس تحکیم پر معترض ہو کر لا حکم الا اللہ کہتے اور اپنا دین و ایمان گنواتے ملاحظہ فرماتے تھے **الحق** طالبان دنیا جسوقت جس صورت میں اپنی مصلحت جانتے تھے گرگٹ کی طرح ویسا ہی رنگ بدل لیتے تھے لیکن آنحضرت کا چنداں نفع و نقصان اس تغیر و تبدیلی سے وابستہ نہ تھا آپ لا کلام خدا کی طرف سے نائب رسول و امام انام تھے پس امت کی فلاح و بہبودی تمام تر آپ کی اطاعت و فرمان بری میں تھی یہ انکا اختیار تھا کہ اس فرض کو ادا کریں یا نہ کریں۔ اور اس بارہ میں آنحضرت کی مثال ٹھیک خانہ کعبہ کی سی تھی۔ پس اگر کوئی واجب الحج حج نہ کرے تو کعبہ کو اس سے کیا ضرر ہے اپنا سر کھائے۔ یزیدیوں نے عبداللہ زبیر کے محل رہنے سے اسپر سنگ و آتش برسائے تو کیا کعبہ کعبہ نہ رہا علیٰ ہذا اگر کچھ لوگ آپ کی امامت کی تصدیق سے محروم رہے تو انہوں نے کچھ اپنا کھویا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو احادیث متفق علیہ

ہیں خانہ کعبہ سے تشبیہ دی ہے یا علی انت مثل الکعبۃ تؤتی ولا تاتی ترجمہ اے علیؑ تو مثل کعبہ کے ہے تیرے پاس لوگ آئیں تجھکو کسی کے پاس جانیکی ضرورت نہیں۔ اور صواعق محرقہ میں ہے علی باب حطۃ من دخل فیہ کان مؤمنا ومن خرج منہ کان کافرا کہ علیؑ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بنی اسرائیل میں باب حطہ تھا جو اسمیں داخل ہوا مومن ہوا اور جو خارج ہوا کافر پھر ابن اثیر کہتا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جس نے عثمان کے سامنے گفتگو میں جرأت کی وہ جبلہ بن عمرو الساعدی تھا ایک مرتبہ عثمان جا رہے تھے وہ اپنی قوم کے ساتھ مجلس میں بیٹھا تھا اور ایک رسن اسکے ہاتھ میں تھی عثمان نے ان لوگوں کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا جبلہ نے کہا کسلئے تمنے ایسے شخص کے سلام کا جواب دیا جس نے ایسا اور ایسا کیا ہے اور عثمان سے کہا قسم بخدا کہ تو اپنے ان خبیث رفیقوں مروان و ابن عامر و ابن سعد وغیرہ سے کنارہ کش ہو جنکی مذمت میں قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ نے انکا خون حلال کیا ہے ورنہ یہی رسی تیری گردن میں ڈالونگا اور نیز وہ ایک روز خطبہ کہہ رہے تھے اور ہاتھ میں وہ عصا تھی جسپر رسول اللہ خطبہ کہا کرتے تھے پھر ابوبکر و عمر بھی اسی کو ہاتھ میں لیکر خطبہ کہتے تھے جہجاہ غفاری اٹھا اور وہ عصا خلیفہ کے ہاتھ سے چھین لی اور گھٹنوں میں دیکر اسے توڑ ڈالا **قتل عثمان بن عفان و رویہ حضرت امیر مومنان در آں میان** مورخین نے لکھا ہے کہ جب جور و عدوان عاملان عثمان کا اہل قریات و بلدان خصوصاً سکنۂ مصر و عراق پر حد سے گزر گیا اور باوجودیکہ وہ لوگ بارہا بار سال عرائض و چند بار خود حاضر درگاہ ہو کر مستدعی انصاف و فریاد رسی ہوئے مگر باب خلافت سے کوئی انتظام و انسداد اس جور و بیداد کا عمل میں نہ آیا اور سوائے حیلے و حوالے کے کوئی ٹھیک بات عتبہ خلافت سے حاصل نہ ہوئی بلکہ امر زیادتی غیظ و غضب و شور و شغب ان ظالموں کا ہو کر نتیجہ برعکس پیدا ہوا چنانچہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے کہ حاکم مصر اور ظلم و جور میں وحید عصر و فرید دہر تھا بعض فریادیوں کو تو تیغ بیدریغ کھینچا اور بہتوں کو ضرب و شتم سے تادیب کیا باقی کو قید کر لیا تو اہل مصر حرکات ناشایستہ عبداللہ مذکور سے بیش از بیش خستہ و دل ریش ہو کر رو سار و شرفا مصر بجمعیت سات سو مرد کے اور نیز بمعیت اہل کوفہ و بصرہ کے متوجہ مدینہ منورہ ہوئے اور مسجد نبی میں داخل ہو کر اوقات نماز میں صحابہ کبار سے شکایت ان حرکات کی کرتے تھے۔ ابن اعثم کہتا ہے کہ اول شخص جو اہل کوفہ سے داخل مدینہ ہوا مالک اشتر تھا انکے ساتھ ایک سو مرد کوفیوں سے تھے انکے بعد حکیم بن جبلہ عبدی اہل بصرہ سے اڑہائی سو مرد کے ساتھ وارد ہوا اور اسکے ساتھ ہی عمرو بن بدیل و وہب بن ورقا خزاعی و کنانہ بن بشر نخعی و اسید بن حمران مرادی چار سو مصریوں کے ساتھ وہاں پہنچے اور جماعت مہاجر و انصار سے جنکو عثمان کے ہاتھ سے ایذا و آزار پہنچے تھے متفق ہو کر اس مقدمے میں گفتگو کرنے لگے۔ ابن ابی الحدید اپنے شیخ و استاد ابوجعفر سے نقل کرتا ہے کہ اہل مدینہ صحابہ وغیر صحابہ نے اطراف و اکناف ملک میں خطوط لکھے کہ جہاد کا ارادہ رکھتے ہو تو یہاں آؤ اور خلیفہ کو جس نے دین محمدؐ کو فاسد کر دیا خلافت سے خلع کرو **مؤلف** کہتا ہے کہ یہ روایت تنہا ابن ابی الحدید کی نہیں ابن اثیر نے بھی کامل میں اسکو اسی طرح روایت کیا ہے کہ اہل مدینہ صحابہ وغیر صحابہ نے باہر کے مسلمانوں کو یہ لکھکر بلایا تھا کہ اگر جہاد کرنا چاہتے ہو۔ تو یہاں آؤ اور عثمان کو معزول کرو جس نے دین محمدؐ کو بگاڑ رکھا ہے پس اس سے زیادہ ثبوت صحابہ کے خلافت پناہ سے ناراض ہونیکا اور انکے قتل میں اعانت کرنیکا اور کیا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز تحفہ میں زبردستی اس سے انکار کرتے ہیں۔ القصہ بہت سے صلاح مشورے کے بعد ان سب کی رائے اس پر ٹھہری کہ خلیفہ ثالث کو مجبور کریں کہ اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں نہ مانیں تو انکو قتل کرنا چاہیئے۔ ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ عثمان نے یہ صورت دیکھی تو عبداللہ بن عمر خطاب کو طلب کیا اور کہا اے عبداللہ تو دیکھتا ہے کہ یہ لوگ کیا ارادہ رکھتے اور چاہتے ہیں

نصیحت عبداللہ بن عمر بن الخطاب

یہ مجھکو خلافت سے خلع کریں عبد اللہ نے کہا زنہار ایسا نہ کرنا تحقیق کہ تیری زندگی اب زیادہ نہیں رہی اور جو زیادہ ہوتی تب بھی سزاوار نہ تھا کہ یہ بدعت اسلام میں چھوڑ جائے کہ جب رعایا امام سے آزردہ ہوئی اسکو خلع کر دیا۔ پس جو خلعت کہ حقتعالی نے تمکو پہنایا ہے اسے بدن سے نہ اتارنا یہ نصیحت عثمان کو بہت پسند آئی اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کچھ ہو خلافت سے دستبردار نہ ہوجے پس امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا اور کہا اے ابو الحسنؑ بذلِ احسان کرو اور باب پند و نصیحت اس آتش سوزاں کو بجھاؤ آئندہ کوئی امر خلافِ شرع مجھہ سے صادر نہ ہوگا جو کچھہ وہ کہیں سب میری طرف سے قبول و منظور کرو آپنے فرمایا میں آجتک جو کچھہ نیک صلاح تجھکو دیتا رہا اس پرکاربند نہیں ہوا اب بھی اپنے قول و قرار پر قائم نہ رہیگا مروان و سعید و معاویہ و عبد اللہ بن ابی سرح جو تجھے کہیں گے وہ کریگا عثمان نے کہا یا علیؑ گزشتہ باتوں کو جانے دو اب جو تم کہوگے وہی کرونگا اور ہرگز تمہارے کہنے سے باہر نہ ہونگا غرض حضرت عہد استوار لیکر اس مجمع میں تشریف لیگئے پہلے تو یہ لوگ کچھہ مانتے نہ تھے بارے حضرت کی فہمائش سے ڈہیلے ہوئے اور کہا عثمان ایک اقرار نامہ لکھدیں کہ آیندہ ہر کار میں کتاب خدا و سنت رسول اللہ پرکاربند ہونگا اور جو امور خلاف شرع انسے سرزد ہوچکے ہیں حتی المقدور انکی اصلاح عمل میں لائیں جنکو آوارہ وطن کیا ہے واپس بلائیں جنکا رزق روزینہ بند کیا ہے اجرا کریں اور عبد اللہ بن ابی سرح کو معزول کرکے محمد بن ابوبکر کو اسکی جگہہ والی مصر مقرر کریں غرض با سبتراضی طرفین ہوکر وثیقہ مرتب ہوا اعظمار مہاجر و انصار نے اپنی اپنی گواہی ثبت کی پس اہل مصر محمد کو ہمراہ لیکر اور اہل کوفہ و بصرہ بوعدہ ہائے واثق تسلی پاکر اپنے اپنے وطن کو واپس ہوئے۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ اسوقت مروان حکم نے عثمان سے کہا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ تو نے بمنت و سماجت مصریوں کو واپس کیا ہے اگر ایسے وقت میں خاموش رہیگا تو یہ بات انکو متیقن ہوجائیگی پس اوروں کو جرأت ہوگی۔ جس کا جی چاہیگا چڑھ آیا کریگا۔ صلاح وقت یہ ہے کہ لوگوں کو جمع کرکے کہو کہ یہ گروہ فتنہ و فساد کی نیت سے یہاں آیا تھا جب دیکھا کہ ہمارا مدعا حاصل ہونیوالا نہیں اور محض باطل پر ہیں تو خائب و خاسر پلٹ گئے یہ خطبہ مسجد میں مجمع عام کے سامنے پڑھا گیا تو عمرو عاص نے اٹھکر کہا اے عثمان خدا سے ڈر کسوقت اور حسن حیل سے تو وہ لوگ واپس کیے گئے ہیں تو کہتا ہے کہ نادم و پشیمان ہوکر گئے تو بہ کر کہ آئندہ ظلمہ بنی امیہ کے ہاتھہ سے خلائق کو نجات دے ورنہ ایسی مصیبت میں مبتلا ہوگا کہ اس سے رہائی نہ ملیگی عثمان نے اسکو دھتکارا کہ اے پسر نابالغہ تو تمام گناہوں سے توبہ کر چکا ہے کہ مجھکو تائب ہونیکا امر کرتا ہے تیرا تمام شور و شر اسلئے ہے کہ حکومت مصر سے معزول ہوا عمر نے کہا میں رسول اللہ اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں کہ مراتب تجھہ سے بہتر تھے عامل رہا ہوں تو نے معزول کیا تو کیا ہوا تیرے تمام کام سنت خیر الانام کے خلاف ہیں اپنی حرکت نکوہیدہ سے تائب ہو ورنہ پشیمان ہوگا پس ایک گوشۂ مسجد سے آواز آئی تب الی اللہ یا عثمان عثمان اسکی طرف دیکھنے لگے کہ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں اے عثمان خدا سے ڈر اور توبہ کر کہتے ہیں کہ اس روز کسی نے امیر المومنینؑ کہا عثمان نے حیران ہوکر کہا اللھم انی اتوب الیک پروردگارا میں توبہ کرتا ہوں تیری جانب اور میں ہوں اول توبہ کرنیوالوں کا اسکے بعد عمرو عاص جس سے ملتا اسکو عثمان کے برخلاف بھڑکاتا۔ یہ روایت روضۃ الاحباب کی ہے لیکن تاریخ ابن اعثم کوفی میں ہے کہ اسوقت ہر طرف سے پتھر انپر برسنے لگے اور اسپر بھی بس نہ کرکے کسی نے ٹانگ پکڑ کر منبر سے گھسیٹ لیا عثمان بیہوش ہوکر زمین پر گرے اور انکے غلام انکو اٹھا کر گھر لیگئے۔ پھر صاحب روضۃ الاحباب کہتے ہیں کہ ایک روایت یہ ہے کہ جب علیؑ مصریوں کو واپس کرکے عثمان کے پاس واپس آئے تو انسے کہا اب مناسب یہ ہے کہ جلسۂ عام کرکے تو ایسی باتیں کہے کہ لوگ انکو سنکر امیدوار اور مسرور ہوں اور جان لیں کہ تو اپنے

عاملوں سے بیزار ہے اور انکے افعال نکوہیدہ ناپسند کرتا ہے تاکہ یہ امر نزدیک و دور معروف و مشہور ہو اور جو لوگ تجھہ سے متنفر ہو گئے ہیں درست ہو جائیں ورنہ مجھکو اندیشہ ہے کہ مصریوں کیطرح اور شہروں کے باشندے بھی چڑھ آئیں اور تو پھر کہے کہ یا علیؑ انکو جاکر واپس کرو نہ جاؤں تو کہے کہ علیؑ قطع رحم کرتے اور میرے حق کو خفیف جانتے ہیں پس عثمان نے مسجد میں جاکر حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا ایہا الناس اولاد آدم سے خطاء و عصیان سرزد ہوتے ہیں میں آدمی ہوں معصوم ہونیکا دعویٰ نہیں کرتا رسول اللہ نے فرمایا ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے کہ گویا اسنے گناہ کیا ہی نہیں پس تمام ناہموار کاموں سے جو مجھہ سے سرزد ہوئے توبہ کرتا ہوں جب یہاں سے فارغ ہو کر گھر کو جاؤں تو چاہیئے کہ تمسے چیدہ لوگ میرے پاس حاضر ہوں اور کاروبار میں مجھے مشورہ دیں کہ میں انکی صلاح سے کام کرونگا اور مروان وغیرہ کو جن سے تم ناراض ہو اپنے پاس سے نکالدونگا۔ حاضرین عثمان کی رقت آمیز و رقت خیز باتوں کو سنکر رونے لگے خود عثمان بھی گریاں ہوئے علی مرتضیٰ نے کہا جو کچھہ اس شخص پر واجب تھا بجا لایا حقتعالیٰ توفیق دے کہ اپنے عہد پر استوار رہے پس اکابر و اشراف مدینہ عثمان سے امیدوار ہو کر اپنے گھروں کو پلٹے۔ راوی کہتا ہے کہ مروان و سعید بن عاص وغیرہ بنی امیہ کہ ادائے خطبہ کے وقت حاضر نہ تھے یہ سنکر عثمان کے پاس داخل ہوئے از انجملہ مروان نے مباورت کرکے کہا یا امیر المومنین میں کلام کروں یا خاموش رہوں نائلہ بنت فرافصہ زوجۂ عثمان کہ زن عاقلہ تھی پس پردہ سے بولی اے مروان تیرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے تو جو کہیگا میں جانتی ہوں تو امیر المومنین کو آجکے خطبہ میں ملامت کرنا چاہتا ہے آگاہ رہ کہ آج وہ یہ باتیں نہ کہتا تو اسکو قتل اور اسکے بچوں کو یتیم کردیا تھا قسم بخدا کہ اس نے جو اقرار کیا ہے اس سے تجاوز کرنا ہرگز قرین مصلحت نہیں مروان نے کہا اے نائلہ تجھکو ان باتوں سے کیا نسبت بخدا کہ تیرا باپ فوت ہوا حالانکہ اچھی طرح وضو کرنا بھی نہ جانتا تھا نائلہ نے کہا اے مروان اپنی زبان کو تھام اور اموات کی عیب جوئی سے باز رہ تیرا باپ میرے باپ سے ہرگز فائق نہ تھا اگر وہ امیر المومنین کا چچا نہ ہوتا تو ابھی تجھکو اسکی حقیقت سے آگاہ کرتی۔ تجھکو مطلق عقل و شعور نہیں امیر المومنین کو لازم ہے کہ تجھہ سے دوری اختیار کرے مروان نے نائلہ کے جواب سے اعراض کرکے پھر کہا اے امیر میں کچھہ بولوں یا چپ رہوں عثمان نے اجازت دی تو کہا جو خطبہ امیر المومنین نے آج کہا ہے ہرگز مناسب واقع نہیں ہوا اس سے سخت بے آبروئی ہوئی اور عزت و اعتبار کو بٹہ لگا علیؑ ابن ابیطالبؑ کا مقصود یہی تھا کہ خلقت کے سامنے تمکو رسوا کریں اور تمہاری خطاؤں کا اقرار تمہاری زبان سے کرائیں سو وہ مقصود حاصل ہو گیا اب لازم ہے کہ ان لوگوں کو کہ پہاڑوں کی طرح صف باندھے تمہارے دروازہ پر کھڑے ہیں یہاں سے دور کرو کہ مبادا کوئی کلمہ بیجا سامنے منھہ سے نکالیں اور باعث فتنہ و فساد ہو عثمان نے کہا تو جاکر کہدے کہ لوٹ جائیں مجھکو ان کے سامنے جاتے شرم آتی ہے مروان نے باہر جاکر کہا تم لوگ کسلیے یہاں جمع ہوئے ہو کیا اس گھر کو غارت کروگے یا خلافت و بادشاہی ہم سے چھیننے کو آئے ہو اور بہت سخت و سست باتیں کمال نخوت و غرور سے کہیں کہ لوگ از بس دل شکستہ و آزردہ ہو کر متفرق ہوئے اور بعض نے علی مرتضیٰ کی خدمت میں جاکر ماجرا بیان کیا حضرت نے عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث سے پوچھا کہ تونے بھی عثمان کی یہ باتیں سنی ہیں عرض کی ہاں یہی حال ہے جو ان لوگوں نے بیان کیا ولایت مآب سنکر کمال پیچ و تاب میں آئے اور فرمایا بندگان خدا مجھکو اس شخص کے ساتھ عجب طرح کا معاملہ پڑا ہے اگر اسکے قضیے جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہوں تو کہتا ہے کہ قطع رحم کرتے اور حق قرابت نہیں بجالاتے ہیں اور جو اسمیں دخل دیتا ہوں تو یہ امور اس سے ظاہر ہوتے ہیں باوجود صحبت رسولخدا اور اس سن و سال کے مروان نے اسکو اپنا کھلونا بنا رکھا ہے اور مثل شتر اسکی مہار پکڑکر جسطرف چاہتا ہے دوڑاتا ہے اور اسی جوش غضب میں عثمان کے مکان پر جاکر کہا کہ

مروان نے تیرا عقل و دین سب لے لیا ہے اونٹ کی طرح تیری ناک میں نکیل ڈالکر جدہر چاہتا ہے کھینچتا ہے قسم بخدا کہ وہ اہل عقل و دانش سے بہس پس تیری وہ مثال ہے کہ کہا ہے من یمشی علی الغراب سیرجع الی الخراب ؎ ہر کرا راہبر غراب بود ۞ بیگمان منزلش خراب بود ۞ **شعر** اذا کان الغراب دلیل قوم ۞ سیہدیہم طریق الھالکینا ۞ کہ جس قوم کا راہبر کوا ہوتا ہے وہ عنقریب انکو ہلاک ہونیوالونکا راستہ دکھائیگا ۞ پھر فرمایا کہ تو نے مروان کے کہنے سے اپنا اعتبار کھویا اور جماعت مسلمین میں رسوا ہوا میں اب تیرے کاروبار میں ہرگز دخل نہ دونگا۔ اور کبھی تیرے پاس نہ آؤنگا۔ یہ کہکر اپنے گھر چلے آئے۔ آپکے اٹھ جانیکے بعد نائلہ وہاں آئی اور کہا میں نے علیؑ کی باتیں سنیں وہ بہت دلگیر ہوکر گئے ہیں اب مشکل ہے کہ تیرے پاس آئیں معلوم نہیں کہ مروان کی متابعت کو کسلئے اسقدر لازم جان رکھا ہے کہ جو کچھہ وہ کہتا ہے وہی کرتا ہے گو اہلبیت کرام و اصحاب عظام اس سے ناخوش ہوں۔ عثمان نے کہا اب کیا کرنا چاہیئے۔ نائلہ عاقلہ بولی۔ کرنا کیا چاہیئے خوف خدا و اتباع سنت رسولخدا و اتباع سیرت ابوبکر و عمر کرنا اور ظلمہ بیباک کو انکے کاموں سے معزول فرمانا اور مروان کی پیروی ترک کرنا چاہیئے۔ **القصہ** نائلہ نے بہت کہہ سنکر عثمان کو مجبور کیا کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ کے گھر جاکر جسطرح ہو انکو رضامند کریں اور عثمان اسکے کہنے کے بموجب رات کے وقت آنحضرت کے مکان پر گئے ہر چند امداد و اعانت کی درخواست کی مگر فائدہ نہ ہوا علیؑ اسکے بعد اپنے تئیں انکے کام سے علیحدہ رکھتے تھے تا اینکہ عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوکر پانی انپر بند کیا گیا اسوقت بنفس نفیس انکے دروازہ پر تشریف لیگئے اور آب شیریں کی مشکیں اندر بھجوائیں۔ **منقول ہے** کہ ابھی اہل مصر کہ مدینہ سے واپس ہوئے تھے راستہ ہی میں تھے کہ تیسری منزل پر انہوں نے غلام سیاہ عثمان کو دیکھا کہ شتر خاص پر سوار مدینہ سے بجانب مصر رواں اور تشویش و اضطراب اسکے بشرے سے عیاں ہے گویا کسی سے بھاگا ہے یا کسی گریختہ کی تلاش میں باختہ حواس باہم و وسواس ہے دریافت کیا تو غلام نے کہا کہ قاصد عثمان ہوں والی مصر کو اسکی طرف سے پیغام لئے جاتا ہوں حاضرین نے محمد بن ابی بکر کیطرف اشارہ کیا کہ والی مصر یہ ہے غلام نے کہا انسے غرض نہیں میرا مقصود عبداللہ بن ابی سرح سے متعلق ہے پوچھا کیا پیغام لئے جاتا ہے غلام نے کہا اپنے آقا کا راز افشا نہ کرونگا پوچھا کوئی مکتوب تیرے پاس ہے کہا نہیں تفحص کیا تو اسکے اسباب سے ایک خط برآمد ہوا ایک ظرف آب چمڑیکا خشک اسکے پاس تھا اسکو ہلایا تو کوئی شے کھڑکتی اندر معلوم ہوئی اسے چیر کر دیکھا تو ایک شیشہ سر بمہر اس سے نکلا شیشہ میں ایک خط تھا جسکے اوپر لکھا ہوا تھا من عبداللہ امیر المومنین عثمان بن عفان الی عبداللہ بن ابی سرح خط کو کھولا تو لکھا تھا کہ محمد بن ابی بکر وہاں پہنچے تو اسکو معہ فلاں و فلاں کے قتل کر اور فلاں و فلاں کے ہاتھ پیر کان ناک کاٹ کر باقی کو مقید و محبوس کرے اور اپنے کام پر مستقل رہ جبتک کہ اور حکم تیرے پاس نہ پہنچے بروایتے لکھا تھا کہ یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لئے مدینہ آئے تھے کامیاب مراد نہیں ہوئے وہاں پہنچیں تو قتل و حبس و قطع اعضاء سے انکے تئیں سیاست کر تاکہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرنے پائے۔ خاتم مکتوب پر مہر خلافت پناہ کی ثبت تھی اہل مصر مہاجر و انصار کہ اس قافلہ میں تھے یہ دیکھکر حیران و انگشت بدندان ہوئے اور عذر و خیانت حضرت باحیا سے العجب گویاں۔ **المختصر** عزم مصر ملتوی کرکے بارادہ انتقام مدینہ کو پھرے اور اہل عراق کو بھی بارسال خطوط واپس بلا لیا۔ علاوہ بریں یہ سانحہ ہوش ربا حیرت افزا جسنے سنا زبان نفرین دراز کرکے ساتھ ہو لیا حتے کہ یہ انبوہ کثیر و جم غفیر دوبارہ وارد مدینہ ہوا اور ایک مجلس میں کہ بوجود ذیجود مولائے مومنین و وجود انصار و مہاجرین رشک فردوس بریں تھے حاضر ہوکر زبان شکایت کھولی اور مکتوب مکیدت اسلوب پیش کیا لاجرم حضرت امیر المومنینؑ اس خط کو لیکر معہ طلحہ زبیر و سعد وقاص وغیرہ عثمان کے پاس داخل ہوئے اور یہ عجیب داستان انسے بیان کی خلیفہ صاحب نے تحریر خط بلکہ اطلاع کیفیت سے انکار کیا

پہنچنا اہل مصر و عراق کا دوبارہ مدینہ میں

حضرت نے کہا اے عثمان خدا سے ڈر تیرا غلام تیرے شتر پر سوار ہو کر تیری مہر کا خط مصر کو لیجائے اور تجھکو خبر نہ ہو کیونکر قیاس میں آسکتا ہے دیگر حاضرین نے
کہا اگر تحریر میں تو شریک تھا تو قتل سزاوار واجب ہے کہ ناحق ناروا چند مسلمانوں کے خون گرانے کا امر کیا ورنہ واجب العزل ہے اور خلافت تجھکو شایاں نہیں کہ
ایسے غدار مکار لوگوں کو کار خلافت سپرد کرکے خود خواب غفلت میں سوتا ہے خط کو دیکھا تو مروان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا پس عثمان سے کہا اگر تیری
مرضی سے نہیں لکھا تو مروان کو ہمارے حوالہ کر تاکہ تحقیقات کریں اور بعد ثبوت جرم سزا دیں عثمان نے مروان کے دینے سے انکار کیا حالانکہ مروان
اسوقت انکے گھر میں موجود تھا پس صحابہ خشمناک وہاں سے اٹھے اور جانا کہ یہ کام بلا اطلاع عثمان اکیلے مروان کا نہیں نہیں تو وہ اسکی حمایت میں ایسا سرگرم
کیوں ہوتے ہمارے دل اب انسے کبھی صاف نہ ہونگے۔ **روضۃ الاحباب** میں ہے کہ جب خبر مکتوب قاصد مدینہ میں شائع ہوئی تو اہل مدینہ سے کوئی
نہ رہا الا یہ کہ عثمان کو طعن کرتا اور عیب لگاتا تھا۔ اہل کوفہ و بصرہ کو خبر پہنچی تو وہ بھی مدینہ کی طرف واپس آئے اور قبیلہ بنی زہرہ و بنی مخزوم و بنی ہذیل کہ
عبداللہ بن مسعود و عمار یاسرؓ و ابوذر غفاریؓ کے مقدمے میں عثمان سے پہلے سے مکدر خاطر تھے یہ امر انکی زیادتی جوش و خروش کا باعث ہوا محمد بن ابی بکر
نے قبیلہ تیم سے امداد چاہی ایک جماعت اسکی مدد کو اٹھ کھڑی ہوئی۔ اہل مدینہ سے کچھ لوگ انکے مددگار ہو گئے آخر کاران سب نے اتفاق کرکے قصر خلافت کا
محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ چالیس شبانہ روز اور بقولے چھ ماہ رہا کہ عثمان نماز کیلئے بھی مسجد میں نہ جاسکتے تھے* اور منع کیا کہ آب شیریں کوئی انکے پاس نہ لیجائے
تاکہ لاچار ہو کر یا اپنے تئیں خلافت سے خلع کریں یا مروان کو انکے حوالے کریں مگر ان کو دونو باتوں سے انکار تھا **بالجملہ** اکابر صحابہ نے قتل خلافتمآب پر
فتوے دیدیے اور ایسا تو مدینہ میں کوئی نہ رہا کہ اس قتل پر راضی نہ ہو اکثر و بیشتر انسے انکے قتل میں ساعی و سرگرم تھے اور اہل مصر و عراق کی امداد و اعانت
کرتے تھے اور بعض نے کنارہ کشی میں مصلحت جانکر خانہ نشینی اختیار کی تھی چنانچہ مولائے مومنین ان بعض سے تھے اور اعلیٰ و افضل پہلی گروہ سے
امّ المومنین عائشہ و طلحہ بن عبیداللہ و عمرو عاص تھے کہ ثانی الحال عہد خلافت امیرالمومنینؑ میں انکی خونخواہی کے ٹھیکہ دار بنے تھے ابن ابی الحدید کہتا ہے
کہ سب سے زیادہ حریص قتل عثمان پر عائشہ تھی۔ وہ لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتی تھیں کہ انہیں قتل کریں واقدی مورخ اہلسنت نے اس زیادتی عائشہ کا
سبب یہ لکھا ہے کہ جو روزینہ ابوبکر و عمر کے زمانہ میں انکا مقرر تھا عثمان اسکے دینے میں مضائقہ کرتے تھے اس لیئے عائشہ انسے ناراض رہتی تھیں اب
کہ مسلمان انکے قتل کے درپے ہوئے تو اسکا حوصلہ کھل گیا اور بالمشافہ عثمان سے کہا کہ تو نے بیت المال مسلمانان پر دست تصرف دراز کیا اور امت محمدؐ کو
رنج و کلفت میں ڈالا اشرار بنی امیہ کو بلاد اسلام پر مسلط کیا حقتعالیٰ آب آسمان سے تجھے سیراب نہ کرے اور برکات زمین سے بے نصیب رکھے اگر ظاہری
اسلام مانع نہ ہوتا کہ تو نماز پنجگانہ بجا لاتا ہے تو مثل شتران قربانی تجھے ذبح کرتے عثمان نے اسکے جواب میں یہ آیہ قرآنی پڑھی جسمیں حقتعالیٰ زن نوح و لوط
کی مثال لایا ہے کہ باوجودیکہ وہ دو پیغمبروں کی بیویاں تھیں مگر خیانت صادر ہوئی تو اس زوجیت نے انکو کچھ نفع نہ بخشا اور دیگر جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں داخل
ہوئیں۔ **القصہ** بی بی عائشہ بقدر اپنی وسعت و طاقت کے قتل عثمان کی ترغیب دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ہنوز پیرہن رسول اللہؐ کہنہ نہیں ہوا کہ عثمان نے
انکی شرع کو کہنہ کر دیا اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً اس یہودی ریش دراز کو یا قتل کرو اللہ اس پیر گفتا کو قتل کرے۔ واقدی کہتا ہے کہ جب عثمان محصور تھے

---

[1] نعثل بروزن جعفر گفتار مرد پیر نادان اور ایک یہودی کا نام ہے کہ مدینہ میں رہتا تھا اور نیز ایک مرد لمبی ڈاڑھی والا عثمان کی مذمت کرنی ہوتی تھی تو انکو
اس سے تشبیہ دیکر نعثل کہا کرتی تھی۔ ۱۲ منتہی الارب

کوشش طلحہ در قتل عثمان

تو عائشہ نے مکہ جانیکا ارادہ کیا مروان حکم اسکے پاس گیا اور کہا اے مادر مومنان اگر اسوقت یہاں ٹھہرتی کہ یہ فتنہ فرو ہوتا اور عثمان قتل سے نجات پاتا تو اسکا ثواب حج سے زیادہ تھا عائشہ نے کہا میں ارادہ مصمم کر چکی ہوں اور حج مجھپر واجب ہوگیا ہے ٹھہر نہیں سکتی مروان نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا ؎ حرّق قیسٌ علی البلاد ۔ حتی اذا اضرمت اجْمَا ۔ یعنی قیس نے شہروں میں آگ لگادی جب وہ جل اٹھی تو علیحدہ ہوگیا مراد یہ کہ عائشہ اس فتنہ کو برپا کرکے اب علیحدہ ہوتی ہے اور کنارہ کرتی ہے عائشہ نے یہ شعر سنکر کہا میں تیرا مدعا سمجھی تیرا گمان یہ ہے کہ میں عثمان کے حال سے بے خبر ہوں قسم بخدا کہ میری دلی آرزو ہے کہ اسکو ایک تھیلے میں ڈالکے گلے میں لٹکاؤں اور لیجاکر بحر خضر میں ڈال آؤں مروان نے کہا آخر جو تیرے دل میں تھا ظاہر ہوا پر ہوا۔ عائشہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے یہ کہکر مکہ کو روانہ ہوگئی اثنا مراہ میں عبداللہ بن عباس سے ملی تو کہا یا ابن عباس تجھکو حق تعالیٰ نے دل بینا وزبان گویا عطا کی ہے زنہار کہ اس طاغی (عثمان) کے قتل سے کسی کو مانع آئے تحقیق کہ یہ اپنی قوم کیلئے ایسا نحس ہے جیسا کہ ابوسفیان بروز بدر انکے لئے نحس تھا یہ حال بی بی عائشہ کا ہے لیکن طلحہ کی کیفیت روضۃ الاحباب میں اسطرح پر مسطور ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک روز عثمان بالائے بام چڑھکر اہل محاصرہ کے سامنے ہوئے اور کہا السلام علیکم کوئی اسطرف ملتفت نہیں ہوا عثمان نے کہا آیا طلحہ بن عبداللہ تمہارے درمیان ہے کہا ہاں ہے عثمان نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون افسوس کہ میں ان لوگوں پر کہ مدعی اسلام ہیں سلام کروں اور طلحہ کہ عشرہ مبشرہ سے ہے ان کے درمیان ہو اور میرے سلام کا جواب تک نہ دے یعنی یہ ایک مصیبت ہے کہ اسمیں انا للہ کہنا چاہئے۔ اسپر طلحہ کھسیانا ہوکر بولا میں نے جواب سلام دیا تھا عثمان نے کہا سنت جواب میں یہ ہے کہ سلام کرنیوالا اسکو سن لے میں نے تیرا جواب نہیں سنا پھر کہا اے طلحہ تجھکو قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ آیا پیغمبرِ خدا سے تو نے نہیں سنا کہ کسی مسلمان کا خون تین باتوں سے ایک کے بغیر روا نہیں یا اسلام کے بعد کافر ہوجائے یا محصن ہوکر زنا کا مرتکب ہو یا ناحق کسی مسلمان کا خون کرے میں انمیں سے ایک امر کا مرتکب نہیں ہوا سامعین میں سے ایک نے کہا کہ حدیث مذکور ماوّل یا مقید ہوگی کیلئے کہ ساعیِ فساد اور باغیِ عصر کا قتل کرنا بنص قرآن جائز ومباح ہے۔ نیز روضۃ الاحباب میں عبداللہ بن عباس بن ربیعہ سے نقل ہے کہ اس نے کہا میں ایام محاصرہ میں ایک روز عثمان کے پاس حاضر تھا میرا ہاتھ پکڑکر کہنے لگے کہ آ سنیں کہ یہ لوگ کیا باتیں کررہے ہیں پس ہمنے دروازہ کے قریب کھڑے ہوکر سنا کہ بعض انمیں سے کہتے ہیں کہ اس مرد کو مہلت نہ دینی چاہئے۔ اوروں نے کہا انہیں مہلت دینی چاہئے کہ شاید راہ راست پر آجائے اس اثنا میں طلحہ عبیداللہ انکے پاس آیا اور پوچھا عبدالرحمن[۵۱] بن عدیس کہاں ہے پس ابن عدیس اسکے پاس آیا تھوڑی دیر دونوں میں بطور سرگوشی کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ بعدازاں ابن عدیس نے امر کیا کہ کسی کو اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ جانے دو تاکہ تشدد وسختی زیادہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ عثمان نے مجھ سے کہا کہ دیکھا تونے کہ یہ طلحہ کی تعلیم وترغیب کا اثر ہے۔ خداوندا طلحہ نے ان لوگوں کو مجھپر دلیر کیا ہے اسکی شرارت کو مجھ سے دفع کر اور جو آرزوئے خلافت اسکے دل میں جاگزین ہے تیرے کرم سے امیدوار ہوں کہ اس مراد کو نہ پہنچے اور اسکی طلب میں ذلت وخواری سے مارا جائے۔ **لیکن** عمروعاص پس ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ وہ لوگوں کو قتل عثمان پر برانگیختہ کرتا اور بہکاتا تھا اور اس بارے میں اسقدر سخت وشدید تھا کہ کہتا تھا کہ ایک گڈریے سے بھی ملونگا تو اس کو بھی

[۵۱] یہ عبدالرحمن بن عدیس صحابی شریک بیعت رضوان تحت الشجرہ تھا۔ ابن عبدالبر کتاب استیعاب میں لکھتا ہے کہ عبدالرحمن بن عدیس بلوی مصری ان لوگوں سے ہے جنہوں نے حضرت رسولخدا سے زیر شجر بیعت کی اور وہ اس لشکر کا کہ مصر سے مدینہ آیا اور جنہوں نے عثمان کو محصور کرکے قتل کیا امیر تھا۔ ۱۲ منہ عفی عنہ۔

قتل عثمان پر نزغیب و انگاچہ جائیکہ رؤسا و شرفا کو جب مدینہ میں آتش فتنہ کو اچھی طرح سلگا چکا تو فلسطین میں اپنے مقام کو چلا گیا ایک روز وہاں قصر میں بیٹھا تھا اور محمد و عبداللہ اسکے بیٹے معہ سلامہ بن روح جذامی کے اسکے پاس بیٹھے تھے کہ ایک سوار مدینہ سے آیا اسنے عثمان کا حال دریافت کیا تو اسنے کہا ہنوز محصور ہے عمرو نے کہا انا ابوعبد اللہ العیر یضرط والمکواۃ فی النار یعنی اے ابوعبداللہ حمار گوز لگاتا ہے اور مکواۃ (آلہ داغ کردن جانوراں) ہنوز آگ میں ہے پھر ایک اور سوار وارد ہوا اس نے عثمان کا قتل ہونا بیان کیا عمرو نے کہا انا ابوعبد اللہ اذا حککت قرحۃً ادمیتہا کہ میں ابوعبداللہ ہوں قرحہ یعنی دنبل کو کھجلایا تو اسکو لہولہان ہی کرکے چھوڑا سلامہ بن روح نے کہا اے معشر قریش تمہارے اور عرب کے درمیان ایک دروازہ لگا ہوا تھا تم نے اسے توڑ ڈالا عمرو نے کہا ہاں ہمنے چاہا کہ حق کو باطل کے پہلو سے نکالیں تاکہ لوگ اس امر میں ایک طریقہ پر ہوں **نقل ہے** کہ ایام محاصرہ میں جب تشنگی عثمان اور انکے متعلقان پر غالب ہوئی تو وہ بام قصر پر آئے اور پکار کر کہا کہ کوئی تمہارے درمیان ہے کہ علی بن ابی طالب کو ہماری پیاس سے آگاہ کرے یہ خبر امیرالمومنین کو پہنچی تو رحم جبلی و سخائے عادی اس جناب کی جوش زن ہوئی اور چند مشک پُر از آب شیریں دارالخلافہ کو روانہ کیں اہل محاصرہ اندر نہ جانے دیتے تھے بارے بنی ہاشم کی سعی موفور سے پانی اندر پہنچا اور محصورین سیراب ہوئے۔ **مولف** کہتا ہے کہ حضرت ساقیٔ کوثر نے خاصکر زنان و اطفال بیخطا پر رحم کھاکر پانی بھیجا اور غالباً امام حسنؑ کو اسکے ہمراہ کیا کہ بحفاظت اندر پہنچا آئیں تو ہواخواہان خلیفہ صاحب نے اسپر یہ حاشیہ چڑھایا کہ حضرت امیرؑ نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کو خلافت پناہ کی ڈیوڑھی پر انکی نگہبانی کیلئے مقرر کیا تھا اور حاشا کہ ایسا واقع ہوا ہو یا امیرالمومنینؑ اصلاً عثمان کی حفاظت و حمایت کا خیال خصوصاً ان خرابیوں کے بعد رکھتے ہوں اگر آپ کے نزدیک خلیفہ کی نگہبانی لازم تھی تو حسنینؑ کو اسکے لئے بھیجنا کیسا چاہیے تھا کہ خود تلوار لیکر موقعہ پر جاتے اور محاصرین کو منتشر و پراگندہ فرماتے نہ یہ کہ آپ تو گھر میں بیٹھ رہے اور بیٹوں کو بھیجدیا۔ کیوں ہ کیا خود تقیہ کی حالت میں تھے اور یہی کلام طلحہ زبیر کے بیٹوں کے حق میں جاری ہے کہ وہ بھی ہرگز انکی حفاظت پر متعین نہ ہوئے تھے بلکہ چونکہ طلحتین خود اہل محاصرہ کے شریک اور انکے مشیر بنے ہوئے تھے تو کیا انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنے ساتھ لڑنے کو مقرر کیا تھا۔ اس سے بھی گرم تر یہ فقرہ تراشا گیا ہے کہ خبر قتل عثمان امیرمومنانؑ کو پہنچی تو وہ بیتابانہ دوڑے ہوئے گھر سے آئے اور حسنؑ کے منہ پر طمانچہ اور حسینؑ کے سینہ پر مُکا مار کر کہا کہ تم موجود تھے اور امیرالمومنین (عثمان) قتل ہوگئے تمنے مدد نہ کی" بھلا اس افترا کا بھی کوئی ٹھکانا ہے امیرالمومنینؑ اور فرزندان رسول اللہ کو بیخطا بیگناہ طمانچے ماریں اگر وہ بالفرض وہاں گئے ہوتے بھی تو کیا حضرت اسقدر نہ جانتے تھے کہ یہ تن تنہا ہزاروں کے نرغے کو کیونکر روک سکتے ہیں۔ طرفہ یہ کہ اہل سنت خود ناقل ہیں کہ قاتلان عثمان دروازہ کی راہ سے اندر نہیں گئے پشت مکان سے دیوار توڑ کر گھسے تھے پس اس صورت میں حسنین علیہما السلام کا کہ بقول انکے دروازہ پر تھے کیا قصور تھا کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا۔ **روضۃ الصفا** میں ہے کہ ایام محاصرہ میں ایک شخص نے کہ اصحاب جناب رسالتمآبؐ سے تھا درخواست کی کہ عثمان بام خانہ پر آئیں کہ چند کلمات نصیحت انسے کہے جائیں سامنے آئے تو صحابی نے کہا یا ابن عفان اب قرین مصلحت یہ ہے کہ بساط خلافت تہ کر رکھو۔ کہ اس بلیہ سے نجات ہو۔ ابھی اسکا کلام پورا نہ ہوا تھا کہ کثیر بن صلت کندی نے کہ ہواخواہان عثمان سے تھا ایک تیر جگردوز بام قصر سے تاک کر اس صحابی پر ایسا لگایا کہ بیچارہ جان سے گزر گیا اہل محاصرہ نے کثیر رامیٔ تیر کو عثمان سے طلب کیا کہ قصاص صحابی میں قتل کریں۔ عثمان نے اس سے صاف انکار کیا اور کہا کب ہوسکتا ہے کہ میں اپنے معین و مددگار کو دشمنان جفاکار کے ہاتھ میں دیکر خود اسکے قتل کا باعث

ہوں اسی اثنا میں غلط مشہور ہو گیا کہ معاویہ سپاہ شام لیکر عثمان کی امداد کو آتا ہے لاجرم انہوں نے قدم سعی آگے رکھکر باب دار الخلافہ میں آگ لگا دی اور پس پشت سے دیوار پھاند کر یا دیوار توڑ کر گھر میں داخل ہوئے ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ جب کار عثمان اور انکے متعلقین پر تنگ ہوا تو محمد بن ابی بکر آگے گئے اور کہا اے پیر حماقت شعار ہشیار ہو عثمان نے کہا میں عثمان بن عفان خلیفہ رسول اللہ ہوں تو دروغ کہتا ہے کہ درپے میری تذلیل و اہانت کے ہے محمد نے ہاتھ بڑہا کر انکی ڈاڑہی پکڑ لی اور کہا تقدیر الٰہی کو اپنے حق میں کسطرح پاتا ہے کہا اس جل شانہ نے ہمیشہ میرے ساتھ نیکی کی ہے اے برادر زادے خدا سے ڈر اور میری ڈاڑہی سے ہاتھ اٹھا اگر ابوبکر زندہ ہوتا تو ہرگز راضی نہ ہوتا کہ یہ ذلت مجھکو پہنچے۔ محمدؓ نے کہا میرا باپ زندہ ہوتا تو گوارا نہ کرتا کہ تو یوں خلاف شرع کام کرے عثمان نے قرآن اٹھالیا اور کہا یہ کتاب خدا میرے اور تمہارے درمیان ہے اسکے موافق تمہارے ساتھ عمل کرونگا اور بہر نوع تمہاری رضامندی کا خواہاں رہونگا: جو مطلوب تیرا ہے کہہ کہ سب قبول و منظور ہے اصلاً مضائقہ نہ ہو گا محمد نے کہا الآن وقد عصیت من قبل وکنت من المفسدین کہ تو اب یہ کہتا ہے حالانکہ اس سے پیشتر عصیان و نافرمانی کرتا تھا اور تھا تو جملہ مفسدین سے اسوقت ایک دستہ تیر و نکا محمد کے ہاتھ میں تھا عثمان کی گردن پر لگایا جس سے گردن زخمی ہو گئی اور خون روان ہوا منقول ہے کہ اسوقت کسی نے کہا اے عثمان اب بھی اپنے تئیں خلافت سے خلع کرو کہ جان بچ جائے مگر انکو عبد اللہ بن عمر کی نصیحت یاد تھی کہا لست بخالع قمیص کسانیہ اللہ حتی یکرم اہل السعادۃ ویہان اہل الشقاوۃ یعنی جو کرتہ حقتعالی نے مجھے پہنایا ہے اسکو بدن سے نہ اتارونگا تاکہ اہل سعادت عزیز اور اشقیا ربد بخت ذلیل ہوں۔

بالجملہ جب متحقق ہوا کہ عثمان جان دینگے مگر خلافت سے دست بردار نہ ہونگے تو مالک اشتر با شمشیر برہنہ انکے سر پر آئے عثمان نے بہ نگاہ عجز مالک کی طرف دیکھا انکو حیا آئی۔ لوٹ گئے مسلم ابن کثیر کندی نے کہا اے اشتر اسکے قتل کو آگے بڑھے دیکھا تو ڈر گئے۔ اشتر نے کہا ڈرا نہیں بلکہ جب دیکھا کہ بے یار و مددگار ہے تو مجھکو شرم آئی کہ ایسی بیکسی کی حالت میں قتل کروں پس کنانہ بن بشر آیا اور ایک گرز بے تحاشا سر عثمان پر لگایا۔ بعد ازاں سودان بن حمران مرادی نے تلوار ماری اسکے صدمے سے پشت کے بھل گرے معہذا اوروں نے چپ و راست سے چوٹیں لگائیں تا اینکہ جان سے گزر گئے منقول ہے کہ نائلہ زوجہ عثمان زن قوی الجثہ فربہ اندام تھی اہل مصر سے کسی نے خلیفہ کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا تو نائلہ نے دوڑ کر اسکی تلوار کو ہاتھ میں پکڑ لیا مصری نے زور سے تلوار کو کھینچا تو نائلہ کا انگوٹھا اڑ گیا۔ اس نے شور مچایا کہ لوگو جانتے ہو کہ کس پارسا پاکدامن کو قتل کرتے ہو۔ انہوں نے نائلہ کے مارنیکا ارادہ کیا تو وہ بھاگ گئی علی ہذا مروان نے حمایت عثمان میں تلوار میان سے نکالی حجاج بن عزیہ انصاری نے ایک تلوار اسکی گردن پر لگائی کہ زرہ کٹ کر کچھ خراش گردن میں آئی۔ مروان بھاگ کر عورتوں میں جا چھپا **مروی ہے** کہ کسی نے حضرت امام بحق ناطق جعفر بن محمد صادق علیہما السلام سے پوچھا کہ کیا باعث تھا کہ جسقدر ابوبکر و عمر سے لوگوں کو حسن عقیدت تھا اتنا عثمان سے نہ تھا۔ فرمایا ابوبکر و عمر خاندان رسالت

مقتول شدن خلیفہ ثالث از دست خلیفہ زادہ

۱؎ ہرچند اہلسنت محمد بن ابی بکر سے انکے خلیفہ ثالث کے ساتھ ایسی گستاخی سے پیش آنیسے سخت ناخوش ہیں اور زیادہ تر اس خلیفہ زادہ کا انکے نزدیک یہ جرم ہے کہ وہ صلبی ربائب اور شیعیان و مخصوصان حضرت امیر المومنین سے تھے اور آنحضرت کے دامن تربیت میں پرورش پاتے تھے چنانچہ صاحب تحفہ نے بھی اسی وجہ سے انکو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ الا ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حق کسی کے چھپائے نہیں چھپتا باوجود ان سب باتوں کے بھی بزرگان اہلسنت کو محمدؒ کی مدح سرائی اور انکے اوصاف بیان کرنے پڑے ہیں۔ امام ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی مروج الذہب میں بمقام مقدار اولاد ابوبکر محمد مذکور کے ذکر میں لکھتے ہیں وکان محمد بن ابی بکر یدعی عابد قریش لنسکہ وزہدہ و ربّاہ علی بن ابی طالب کہ تھے محمد بن ابی بکر کہ پکارے جاتے تھے ساتھ لقب عابد قریش کے بوجہ ان کے زہد و عبادت کے اور پرورش کیا تھا انکو علی ابن ابی طالبؑ نے افسوس کہ حضرت خلیفہ ثالث کا ایسے بزرگوار کے ہاتھ سے یہ بیحرمتی ہوئی۔ ۱۲۔ منہ عفی عنہ۔

سوا سائر خلائق کے ساتھ بعدل و انصاف پیش آتے تھے لیکن عثمان کا ظلم عام تھا یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ انسے چنداں اعتقاد نہیں رکھتے الا بنا بر ضد شیعہ کے بعض علمائے شیعہ نے شرح حدیث میں لکھا ہے کہ یہ بات کہ ابوبکر و عمر سائر خلقت سے بعدل و انصاف پیش آتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ انکا ظلم عامہ خلائق بہ عثمان کی نسبت کم تھا۔ الا اہلبیت رسالت پر کہ انکے حق میں تینوں متساوی الاقدام تھے ورنہ اگر کلام آنحضرت کا اپنے ظاہر پر محمول ہو تو لازم آتا ہے کذب ان احادیث کا کہ تعدی شیخین پر بہ نسبت عامہ خلائق کے دلالت واضح رکھتی ہیں۔ **القصہ** مورخین نے لکھا ہے کہ لاشہ عثمان تین روز تک مزبلہ پر پڑا رہا غسل وکفن و نماز و دفن سے منع کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ اسکے پاؤں میں رسی باندھکر بازاروں میں کھینچتے پھرتے تھے تا اینکہ حضرت امیر المومنینؑ اس حرکت سے مانع آئے اہل کتاب سمجھ پر جب کرینگے کہ مسلمان اپنے امام سے کسطرح پیش آتے ہیں اور نہ جانینگے کہ وہ امام کیسا تھا ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ لاش عثمان تین روز تک خراب و خستہ پڑی رہی اور کتے اسکا پیر گھسیٹ لیگئے تھے عبداللہ بن سواد کہ بزرگان مصر سے تھا کہتا تھا کہ ہم اسکو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دینگے وہ مسلمان نہ تھا کیونکہ تحقیق ہوا ہے کہ ایک روز اپنے مکان سے مسجد کو جارہا تھا اور بنی امیہ اسکے گرد تھے کہ ابوسفیان نے کہا یا بَنِیْ اُمَیَّۃَ تلقفوھا تلقف الکرۃ فوالذی یحلف بہ ابوسفیان مامن عذاب ولا جنۃ ولا نارٍ ولا قیامۃ اے بنی امیہ اس سلطنت و بادشاہی کو اپنے درمیان گیند کی طرح لڑکاؤ اور قسم کھا کر کہا کہ حساب کتاب بہشت و دوزخ حشر و نشر کوئی شے نہیں۔ پس عثمان نے بجائے اس کے کہ اسپر مرتد کی حد جاری کرتا اور اسکو قتل کراتا دو لاکھ دینار بیت المال مسلمانان سے اسکو بخشے **روضۃ الصفا** میں ہے کہ لاشہ عثمان تین روز تک پڑا رہا کوئی اسکے دفن پر متوجہ نہ ہوا حتی کہ جبیر بن مطعم و حکیم بن حزام نے امیر المومنین علیؑ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ عبدالرحمن بن عدیس سے التماس کریں کہ دفن کی اجازت دے بارے حضرت کے کہنے سے اجازت ہوئی تو ہر چند تابوت تلاش کیا کہیں دستیاب نہ ہوا ناچار مکان کا کواڑ اتار کر اسپر لاش کو رکھا اور بخوف شور و غوغا درمیان مغرب و عشا بقیع کو لیگئے باوجود تاریکی شب لوگ تعاقب کرتے اور اینٹ پتھر پھینکتے تھے کہتے ہیں کہ وہ کواڑ بہ نسبت قامت اس جناب کے چھوٹا تھا لاجرم پاؤں نکل رہے تھے اور سر ہلتا تھا اور تختہ پر لگ کر طق طق کرتا تھا جنت البقیع میں پہنچے تو انصار دفن سے مانع آئے لاچار گورستان یہود میں کہ قریب بقیع واقع ہے لیگئے اور وہاں دفن کیا جب ملک حجاز معاویہ کے قبضہ میں آیا تو اس نے دیوار بقیع کو توڑ کر قبر کو اسمیں شامل کیا۔ **مجلسی علیہ الرحمہ** حق الیقین میں کہتے ہیں کہ اعاظم مطاعن عثمان سے ایک یہ ہے کہ صحابہ کبار مہاجر و انصار نے کہ باتفاق مخالفین عادل و ثقہ تھے اور ان کے اقوال و افعال ان کے نزدیک حجت ہیں۔ عثمان کی تکفیر و تفسیق کی۔ اور اسکے ظلم و کفر پر گواہی دیتے تھے مثل عمارؓ کے کہ بطرق بسیار روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ آیہ شریفہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون **ترجمہ** جو لوگ حکم نہیں کرتے بموجب اسکے کہ خدا نے نازل کیا ہے پس وہ کافر ہیں۔ عثمان کے کفر پر گواہ ہے کسلئے کہ وہ بلا شبہ خلاف ما انزل اللہ حکم کرتا تھا اور مثل ابوذرؓ و عبداللہ مسعود کے اور حذیفہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا الحمد للہ امر عثمان میں مجھکو شبہ نہیں بجز اسکے کہ آیا کافر کو کافر نے قتل کیا یا مسلم نے اگر قاتل عثمان مسلمان تھا تو شک نہیں کہ اسکا ایمان سب سے بڑھکر تھا کہ بہ نیت خالص اس امر کا مرتکب ہوا اور نیز حذیفہ نے کہا جو کوئی کہے کہ عثمان بظلم مارا گیا اسکا گناہ بروز قیامت پرستندگان گوسالۂ سامری کے گناہ سے زیادہ ہوگا۔ زید بن ارقم سے پوچھا کہ تم کس لئے عثمان کو کافر جانتے ہو کہا تین سبب سے۔ مال خدا کو زینت دنیا قرار دیا۔ مہاجران رسول اللہ کو محارب ٹھہرایا۔ کتاب اللہ کے برخلاف عمل کیا۔ مجلسیؒ بعد نقل ان روایات کے

فرماتے ہیں کہ تمام مہاجر و انصار کہ مدینہ میں تھے اور باقی مسلمان کہ باہر سے آئے تھے بجز چند نفر بنی امیہ کے سب کے سب قتل عثمان پر متفق ہو گئے تھے اسلئے کہ جو اشخاص اس موقعہ پر حاضر تھے یا خود مرتکب و مباشر قتل تھے یا اعانت کرتے تھے شرکا ر قتل کی یا انکے اس فعل پر رضامند تھے کیونکہ اسکی نصرت کے تارک تھے۔ پس اہلسنت کہ خلافت ابوبکر کو باجماع ثابت کرتے ہیں لازم ہے کہ یہاں بھی وجوب قتل عثمان کے قائل ہوں کہ کاشف ہے اسکے کفر یا فسق و ارتکاب گناہ کبیرہ سے اور ظاہر ہے کہ یہ دونو امر منافی استحقاق خلافت ہوں یا اقرار کریں بطلان خلافت ابوبکر کا کیسلئے کہ اکثر شرکا اس اجماع کے اس اجماع میں شریک تھے اور کتب اہلسنت میں منقول ہے کہ امیر المومنینؑ سے سوال کیا گیا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا فرمایا قَتَلَهُ اللّٰهُ وَاَنَا مَعَهٗ یعنی خدا نے اسے قتل کیا اور میں اسکے ساتھ تھا اس سے اور مثل اسکے دیگر اقوال و افعال سے آنحضرت کا قتل عثمان پر راضی ہونا ظاہر ہے بلکہ اکثر علما رقائل ہوئے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے اس قتل پر فتوی دیا۔ **نقل ہے** کہ زمان سلطنت امیر تیمور گورگان میں علما ر ماوراء النہر نے متفق ہو کر ایک محضر لکھا کہ ہر شخص پر بغض و عداوت علیؑ ابن ابیطالبؑ واجب ہے اگرچہ بہت ہی تھوڑی ہو اس سبب سے کہ وہ قتل عثمان پر فتوے دیتے تھے پس اس محضر کو امیر تیمور کیخدمت میں گزرانکر ملتجی ہوئے کہ امیر اسکو اپنی قلمرو میں رواج دے تیمور نے محضر کو ملاحظہ کیا تو حکم دیا کہ اسکو شیخ زین الدین ابوبکر تاباد ی کے پاس لیجائیں اور اسکی رائے اس مقدمے میں دریافت کریں وہ نوشتہ شیخ کی نظر سے گزرا تو اسکی پشت پر لکھدیا کہ وائے اس عثمان پر کہ علیؑ مرتضےٰ اسکے قتل پر فتوے دے تیمور کو کلام شیخ زین الدین کا بہت پسند آیا اور حکم دیا کہ اس کاغذ کو پھاڑ ڈالیں۔ **لطیفہ** ابن جوزی نے کہ اکابر علما اہلسنت سے ہے ایک روز بتقلید امیر المومنینؑ اثنا ر واعظ میں کہا سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ یعنی جسطرح امیر المومنینؑ منبر پر فرماتے تھے۔ کہ سوال کرو مجھ سے جو چاہو قبل اسکے کہ مجھکو نہ پاؤ ایسا ہی اس نے بغرور اپنے علم و فضل کے یہ دعوی کیا۔ ایک عورت اہل مجلس سے اٹھی اور کہا یہا العالم کہتے ہیں کہ سلمان فارسیؓ نے مدائن میں انتقال کیا اور علیؑ مرتضےٰ مدینہ سے باوجودیکہ ایک ماہ کا راستہ تھا ایک رات میں وہاں گئے اور اسکی تجہیز و تکفین فرمائی پھر مدینہ واپس چلے آئے۔ آیا یہ صحیح ہے ابن جوزی نے کہا ہاں ایسا روایت ہوا ہے عورت نے کہا اور عثمان مدینہ میں قتل ہوئے انکی لاش تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی باوجودیکہ علیؑ مدینہ میں تھے تو اسپر نہ نماز پڑھی نہ دفن کرایا۔ ابن جوزی نے عاجز ہو کر کہا اے عورت تو جو اسوقت اپنے گھر سے یہاں آئی ہے تو اپنے شوہر کی اجازت سے آئی ہے یا بلا اجازت آئی ہے۔ اگر تیرے شوہر نے تجھے اس مجمع میں آنیکی اجازت دی تو اسپر لعنت خدا ہے ورنہ تو قابل نفرین و لعنت ہے عورت نے بے تامل کہا کہ ام المومنین عائشہ کہ جنگ جمل میں امیر المومنین علیؑ سے لڑنے گئی تھیں باجازت رسول اللہ گئی تھیں یا بلا اجازت۔ ابن جوزی یہ سنکر مبہوت و حیران ہو گیا اور کچھ جواب اسکو بن نہ آیا۔ **لطیفہ دیگر** ملا احمد بن نصر اللہ سندہی بموجب حکم جلال الدین اکبر بادشاہ تاریخ الفی یعنی حالات ہزار سالہ لکھتے تھے اور جسقدر ہر روز لکھتے اسیقدر بادشاہ کو سنا دیتے حتے کہ رفتہ رفتہ قصۂ قتل عثمان پر پہنچے تو تفصیل اسباب قتل و اجماع صحابہ میں کلام کو طول ہو گیا بادشاہ خلیفۂ ثالث کی رسوائی سر عام سنکر ذرا محجوب ہوئے کہنے لگے۔ ملا احمد قصہ قتل عثمان را چرا دور دراز بردی ملا نے فی البدیہہ عرض کیا جہاں پناہ قصۂ کشتہ شدن عثمان روضۃ الشہدا ر اہلسنت است بہ کمتر ازیں اکتفا نمی تواں کرد۔ بادشاہ یہ سنکر متبسم ہوئے اور ملا کو تحسین و آفرین کیا۔

ذکر پارۂ از شکایاتیکہ حضرت امیر مومنان از متغلبان کہ بر آنحضرت تقدم و تفوق جستہ و از انصار و اعوان ایشاں فرمودہ

ہرچند یہ امر کہ حضرت امیرؑ خلافت خلفا ر ثلثہ پر رضامند نہ تھے اور

ہمیشہ انکی اور انکے مددگاروں کے ظلم وزیادتی کی شکایت فرماتے رہتے تھے ناظرین پر پہلے سے مخفی نہیں الّا اس مقام پر مزید توضیح کیلئے بعض خطبات و
وعبارات آنحضرت کی نقل ہوتی ہیں جنسے یہ معلوم ہوگا کہ اہلسنت کا دعویٰ کہ یہ حضرات باہم شیر وشکر تھے کہانتک خلاف واقعہ واقع ہوا ہے امام محمد باقرؑ
فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ جب سے حقتعالیٰ نے محمد مصطفےٰ کو مبعوث برسالت فرمایا مجھکو آرام نہیں ملا بچپن میں قریش مجھکو ڈراتے اور دھمکاتے
تھے جوان ہوا تو میرے دشمنِ جان بن گئے تا اینکہ آنحضرت نے رحمت خدائے متعال کی طرف انتقال فرمایا فکانت الطامۃ الکبریٰ وَ اللہُ
المستعان علی ما تصفون پس اسوقت مصیبت عظیم کا سامنا تھا اور اللہ سے نصرت طلب کردہ شدہ اسپر جو کہ تم اسکو کہتے ہو. اور نہج البلاغہ
میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا پروردگارا میں تجھ سے طلب اعانت کرتا ہوں اوپر قریش کے جنہوں نے مجھ سے قطع رحم کیا اور میرے ظرف کو اوندھایا اور
میرے اس حق میں میرے ساتھ نزاع کی جسمیں میں ان تمام کی نسبت اولےٰ والیق تھا اور وہ مجھ سے چھین لیا اور اس پر بھی بس نہ کر گئے اس ظلم میں اپنی
حقیت کے قائل ہوئے اور کہا الا انّ فی الحق ان ناخذہ وفی الحق ان نمنعہ فاصبر مغموماً ومت متاسفاً کہ آگاہ رہ کہ یہ حق ہمارا ہے
خواہ ہم اسکو لیں خواہ ترک کریں تو اس غم ویاس پر صبر کر یا حسرت وافسوس سے مر جا پس میں نے دیکھا تو بجز اپنے اہلبیت کے کسی کو اپنا معین ومددگار نہ پایا
لہذا ان کو ہلاکت سے بچایا اور صبر کیا درانحالیکہ آنکھوں میں خس وخاشاک اور حلق میں شجی (استخوان وغیرہ جو گلے میں اٹکے) تھا اور اپنے غصے کو ضبط
کیا کہ تلخ وتند تھا اور دل کے لئے اسکا ضبط کرنا چھریوں سے ریزہ ریزہ ہونے سے زیادہ ناگوار تھا. اور مجالس شیخ مفیدؒ سے نقل ہوا ہے کہ حضرت امیرؑ نے
خطبہ کہا اور اسمیں ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی حالانکہ میں اس منصب ومقام کیلئے تمام سے اولےٰ واحق تھا پس میں اپنے غصے کو پی گیا
اور منتظر حکم اپنے پروردگار کا رہا اور اپنے سینے کو زمین سے لگایا. پھر ابابکر نے مرتے وقت عمر کو اپنا قائم مقام کیا قسم بخدا کہ وہ خوب جانتا تھا کہ میں اس
کام کیلئے زیادہ حقدار تھا پس میں نے اپنے غیظ کو ضبط کیا اور اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کیا عمر ہلاک ہوا تو اس نے چھ اشخاص کا شوریٰ مقرر کیا جسمیں
مجھے چھٹا چھ کا بقدر حصہ جدّہ (دادی) کے ٹھہرایا اور کہا فریق کمتر کو قتل کرو اس سے اس نے صرف میرا قتل کرانا چاہا تھا. پس میں نے بدستور اپنے غیظ
کو روکا اور انتظار حکم ایزدی میں رہا اور اپنے سینے کو زمین سے لگایا. بعدازاں ان لوگوں نے میرے ساتھ بیعت کر کے جو سلوک کیا سو ظاہر ہے. قسم
بخدا کہ اب مجھے چارہ نہیں بجز اسکے کہ یا انکے ساتھ جنگ وقتال کروں یا حق تعالیٰ سے کافر ہو جاؤں. نیز نہج البلاغہ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا واعجباہ اتکون الخلافۃ بالصحابۃ ولا تکون بالصحابۃ والقرابۃ یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ خلافت صحبت پیغمبر پر ملے اور صحبت اور
قرابت دونو پر نہ ملے. سید رضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ مضمون آنحضرت سے نظم میں بھی نقل ہوا ہے. چنانچہ فرماتے ہیں ؎ فان کنت
بالشوریٰ ملکت امورھم ٭ فکیف بھذا والمشیرون غیّب ٭ وان کنت بالقربیٰ حججت خصیمھم ٭
فغیرک اولیٰ بالنبی واقرب ٭ یعنی اگر تو شورے سے انکے کاروبار کا مالک ہوا ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ مشورہ دینے والے اسوقت
وہاں موجود نہ تھے اور بوجہ قرابت رسول اللہ اس کے مدعیوں پر غلبہ حاصل کیا ہے. تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اور لوگ آنحضرت سے تیری نسبت
اولےٰ واقرب ہیں. ابن ابی الحدید معتزلی اسکی شرح میں لکھتا ہے کہ کلام نثر آنحضرت کا عمر کی طرف متوجہ ہے کہ انہوں نے بروز سقیفہ ابوبکر سے
کہا تھا امدد یدک انت صاحبُ رسول اللہ فی المواطن کلھا شدتھا ورخائھا یعنی ہاتھ بڑھا کہ تیرے ساتھ

اشعار امیر المومنین

بیعت کروں کیونکہ تو صاحب رسول اللہ ہے اور ہر موقعہ پر سختی و آسانی سے آنحضرتؐ کے ساتھ رہا ہے پس حضرت امیر علیہ السلام نے انکے جواب میں فرمایا کہ اگر صحابت اور ساتھ رہنے سے استحقاق خلافت حاصل ہو سکتا ہے تو وہ شخص کیونکر مستحق نہ ہوگا جسکو صحابت بھی ہے اور قرابت اسپر مزید ہے اور لیکن نظم پس وہ ابوبکر کے خطاب میں ہے کیونکہ انہوں نے بروز سقیفہ انصار کو کہا تھا ہم رسولؐ اللہ کے عزیز و یگانے ہیں اور اس حجت سے انکو مغلوب فرمایا تھا اور اسکے بعد کہتے تھے کہ میری بیعت اہل حل و عقد کے اختیار و مشورے سے ہوئی ہے تو حضرت نے ان دونو باتوں کا جواب دیا کہ اگر قرابت باعث استحقاق خلافت ہے تو میں تجھ سے زیادہ آنحضرت سے قرابت رکھتا ہوں اور جو اختیار صحابہ و اجماع اہل حل و عقد پر دارومدار ہے تو بزرگان صحابہ اسوقت حاضر نہ تھے پس یہ بیعت کیونکر صحیح ہوئی۔ نیز ابن ابی الحدید نے اقرار کیا ہے کہ کلمات تظلم و شکایت غاصبین خلافت بکثرت و تواتر آنحضرت سے ثابت ہوئے ہیں چنانچہ لکھتا ہے کہ وہ جناب مکرر فرماتے تھے مازلت مظلوماً منذ قبض اللہ نبیہ الی یومنا ھذا یعنی میں ہمیشہ ستم رسیدہ و مظلوم رہا ہوں جب سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے وفات پائی ہے آجتک۔ اور اسی قبیل سے کلام بلاغت نظام آنحضرتؑ کا الّٰلھم اخس قریشاً فانھا منعتنی حقی و غصبتنی امری یعنی بارخدایا خم کر تو پشت کو قریش کی۔ بہ تحقیق کہ انہوں نے میرا حق غصب کیا اور نیز آنحضرت نے فرمایا کہ جزائے بد دیئے جائیں قریش بہ تحقیق کہ انہوں نے مجھپر ظلم کیا اور میرے ابن عم کی بادشاہت کو مجھ سے چھین لیا۔ پھر ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ آنحضرت کے سمع شریف میں آواز نالہ و آہ کسی کی پہنچی کہ وہ اسطرح پکارتا تھا انا مَظْلُوْمٌ فَرْدٌ یعنی میں ستم رسیدہ ہوں اور اکیلا ہوں تو اسوقت آپنے فرمایا اے شخص یہاں آتا کہ میں اور تو دونو ہمدرد ہیں باہم ملکر آہ و فریاد کریں کہ ہمپر ظلم و ستم واقع ہوا ہے۔ اور نیز فاضل معتزلی لکھتا ہے کہ آپ شیخین کے حق میں فرماتے تھے۔ ھما اصغیا بانائنا وحملا الناس علی رقابنا۔ کہ ان دونوں نے کج کیا ہمارے برتن کو اور لوگوں کو ہماری گردنوں پر سوار کیا۔ اور نیز ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیرؑ ایکبار خطبہ فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور آواز نالہ و فریاد اس نے بلند کی آپ نے اسے قریب بلایا جب پاس آیا تو کہا لقد ظُلِمْتُ عَدَدَ الْحَجَرِ وَالْمَدَرِ یعنی اے اعرابی مضطرب نہ ہو اور گھبرا نہیں کیونکہ میں بھی مظلوم ہوں اور بقدر سنگریزوں اور ڈھیلوں کے مجھپر ظلم ہوئے ہیں۔ اور معاویہ کہ بتصریح علماء اہلسنت امام برحق دخال المومنین و باقرار صاحب ازالۃ الخفاء صاحب فضیلت جلیل القدر و زمرۂ صحابہ مقتدی ہم ہے اور نزد ابن حجر مکی بغایت ممدوح و مومن ہے عدم رضائے جناب امیرؑ کا خلافت خلفاء ثلثہ پر بلکہ مسرور ہونے آنحضرت کا قتل عمر پر مقر ہے اور آنحضرت کو اعانت قتل عثمان میں شریک جانتا ہے اور آنحضرت کے ساتھ بیعت کرنے میں آپ کو شتر سے جو مہار سے کھینچا جائے تشبیہ دیتا ہے چنانچہ اسی خط میں جو اس نے بنام مولائے مومنین لکھا ہے اور مورخین معتبرین اہلسنت نے مثل طبری وغیرہ کے نقل کیا ہے بتصریح ان امور کے موجود ہے چونکہ وہ خط طولانی ہے اسلئے بقدر ضرورت اس سے یہاں لیا جاتا ہے۔ لکھتا ہے لقد حسدت ابابکر والتویت علیہ ورمت افساد امرہ وقعدت فی بیتک عنہ واستغویت عصابہ من الناس حتی تاخروا عن بیعتہ ثم کرھت خلافۃ عمر وحسدتہ واستطلت مدتہ وسررت بقتلہ واظھرت الشماتۃ بمصابہ حتی انک حاولت قتل ولدہ لانہ قتل قاتل ابیہ ثم لم یکن اشد حسداً منک لابن عمک عثمان نشرت مقابحہ وطویت محاسنہ وطعنت فی فقھہ ودینہ ثم فی سیرتہ ثم فی عقلہ واغریت

بہ السفہاء من اصحابک وشیعتک حتی قتلوہ بمحضر منک لا تدفع عنہم بلسانٍ ولا یدٍ وما من ھؤلاء الا بغیت علیہ وتلکأت فی بیعتہ حتی حملت الیہ قہرا تساق بحزائم الاقتار کما تساق الفحل المخشوش

ترجمہ البتہ حسد کیا تمنے ابوبکر پر اور تاخیر کی اسکی بیعت میں اور چاہا کہ اسکا کام خراب کردو اور اس سے جدا ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور ایک گروہ کو بہکایا کہ انہوں نے اسکی بیعت میں توقف کیا بعد اسکے تمنے عمر کی خلافت سے کراہت کی اور اسپر حسد لیگئے اور اسکا طول مدت تمکو ناگوار ہوا اور اسکے مارے جانے پر مسرور ہوئے اور اسکی مصیبت پر شماتت کی حتی کہ اسکے بیٹے کو قتل کرنا چاہا جس نے کہ اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا تھا بعد ازاں کسی نے عثمان پر اسقدر حسد نہیں کیا جسقدر کہ تمنے کیا حالانکہ وہ تمہارا چچازا د بھائی تھا تمنے اسکے عیبوں کو آشکار کیا اور اسکے محاسن اور خوبیوں کا اخفا کیا اور طعن کیا اسکے دین اور دانائی پر اور اسکی سیرت اور عقل پر اور ورغلا نا چند نادانوں کو اپنے اصحاب اور اپنے شیعوں سے تا اینکہ انہوں نے تمہارے سامنے اسکو قتل کر ڈالا اور تمنے ہاتھ اور زبان سے ذرا اس سے ممانعت نکی اور تینوں خلیفوں سے ایسا کوئی نہیں کہ تمنے اس سے مخالفت نہ کی ہو اور اسکے ساتھ بیعت کرنے میں مسابلہ اور سستی تمسے واقع نہ ہوئی ہو تا اینکہ اسکے لئے بجبر اسطرح کھینچے جاتے تھے جسطرح کہ شتر نر کی ناک میں نکیل ڈالکر اسے کھینچتے ہیں۔"

پس یہاں سے بشہادت خال المومنین اہلسنت مثل آفتاب نیمروز ظاہر و آشکار ہے کہ حضرت امیرؑ نے خلفاء سے جو بیعت کی بجبر و اکراہ کی ورنہ بدل وہ ہرگز اسپر راضی نہ تھے بلکہ ہمیشہ درپے فنا انکی خلافت کے رہتے تھے اور اپنے شیعوں کو اسپر برانگیختہ کرتے اور خلیفہ ثانی کے قتل ہونے پر وہ مسرور ہوئے اور شماتت کی۔ اور عثمان کو انہوں نے اپنے دوستوں اور شیعوں کو سکھلا کر قتل کرایا اور وہ آپ کے سامنے قتل ہوئے نہ ہاتھ سے انکی مدد کی نہ زبان سے پس دعوے موافقت و مخالطت جناب امیر علیہ السلام با خلفاء ثلثہ کہ اہلسنت رجماً بالغیب اپنی طرف سے کرتے ہیں بالکل صحیح نہیں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اکثر مورخین و محدثین سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے بروز سقیفہ اپنی مظلومیت کا اظہار کیا اور روضۂ رسولخدا کی طرف خطاب کرکے فرمایا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادو یقتلوننی یعنی اے پسر مادر بتحقیق کہ اس قوم نے مجھکو ضعیف و ناتوان کیا اور قریب تھا کہ مجھکو قتل کر ڈالیں اور نیز وہ حضرت کہتے تھے واجعفراہ لاجعفر لی الیوم واحمزتاہ لاحمزۃ لی الیوم یعنی افسوس تمہارے جعفر آج میرے لئے کوئی جعفر نہیں اور افسوس تمہارے حمزہ آج کوئی حمزہ میرے لئے نہیں کہ مجھکو قید غم سے چھڑا دے اسکے بعد شارح مذکور کہتا ہے کہ مینے نقیب ابوجعفر یحییٰ بن محمد ابی زید سے پوچھا کہ اگر جعفر و حمزہ زندہ ہوتے تو کیا حضرت امیرؑ سے بیعت کرتے اور انکی خلافت پر راضی ہوتے اس نے کہا البتہ جسطرح کہ آتش چوب خشک عرفج میں در آتی ہے اسیطرح وہ آنحضرت کی بیعت میں داخل ہوتے۔ مینے کہا میرا گمان یہ ہے کہ جعفر تو انسے بیعت کر لیتے لیکن حمزہ چونکہ مرد جبار قوی النفس درشت خو شجاع و مفتخر تھے اور معہذا علی علیہ السلام سے سن میں بڑے اور رشتہ میں انکے چچا ہوتے تھے اور نیز انکے اخبار و آثار جہاد میں مشہور اور انکی دلاوری و مردانگی غیر مستور ہے ان سے البتہ مشکل تھا کہ یہ امر واقع ہو نقیب نے کہا اخلاق و عادات حمزہ البتہ ایسے ہی تھے جیسے کہ تونے بیان کئے لیکن وہ صاحب دین قوی تھے اور بیشک و ریب تصدیق بنی انہوں نے کی تھی اگر اسوقت زندہ ہوتے۔ اور حالات امیر المومنینؑ پر اطلاع پاتے اور جو قرب و منزلت انکو حضرت رسالت پناہ سے حاصل تھا اسکو ملاحظہ کرتے تو البتہ اپنی نخوت سے تنزل فرماتے اور انکو واسطے رضاء خدا و رسولخدا اپنے اوپر اختیار کرتے اور خلافت انکی تسلیم کرتے اور اخلاق حمزہ کو اخلاق امیر المومنینؑ سے کوئی نسبت نہیں

کس لئے کہ آنحضرت کے اخلاق روحانی اور اصلی تھے کہ بباعث صفائی فطرت بلا احتیاج ریاضت تعلیم آپ کو حاصل تھے ۔ معانی باریک و دقیق کو وہ اپنی قوت رائے سے اسطرح استخراج کرتے تھے کہ حکمائے مدقق انکے فہم و ادراک سے عاجز آتے اور باوجود اسکے قوت و شجاعت حمزہ بھی انمیں موجود تھی اگر حمزہؓ اسوقت زندہ ہوتے اور محاسن عادات و مکارم اوصاف امیر المومنینؑ کو ملاحظہ کرتے تو ابوذرؓ و مقدادؓ سے زیادہ مطیع ہوتے اور یہ جو تونے کہا کہ حمزہؓ حضرت کے چچا اور سن میں انسے بڑے تھے تو عباس بھی آپکے چچا اور سن میں زیادہ تھے باوجود اسکے جسقدر سعی آنحضرت کی خلافت میں انکو تھی کسی کو نہ تھی اور چچا ہمیشہ اپنے بھتیجوں کی متابعت اور خدمت کرتے رہے ہیں ۔ حمزہؓ و عباسؓ دونو پیغمبر خدا کے چچا تھے اور پھر انکی اطاعت کرتے تھے اور انکے نبوت کی تصدیق کرتے تھے اور ابو طالب شیخ و رئیس بنی ہاشم تھے اور تمام قریش انکے تابع تھے کسطرح شرائط اطاعت و انقیاد حضرت رسالت پناہ بجالاتے باوجودیکہ پیغمبر خدا انکے عیال اور انکے پرورش کردہ اور بمنزلہ انکی اولاد کے تھے بیشتر خطب و عبارات حضرت امیر المومنینؑ مندرجہ کتاب مستطاب نہج البلاغہ کہ بالیقین آنحضرت کا کلام ہے شکایت قوم سے صراحۃً و کنایۃً لبریز ہیں کسیقدر انسے یہاں نقل ہوتے ہیں ایک مقام پر فرماتے ہیں فلما مضی تنازع المسلمون الامر من بعدہ یعنی جب رسولخدا نے وفات پائی تو مسلمانوں نے انکے بعد آنحضرت کی خلافت کے بارے میں نزاع کی فو اللہ ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر علی بالی ان العرب یزعج ھذا الامر من بعدہ عن اھلبیتہ ولا انھم منحوہ عنی یعنی قسم بخدا کہ میرے دل میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور میری خاطر میں خطور نہ کرتا تھا کہ اہل عرب خلافت رسولخدا کو انکے اہلبیت سے نکالینگے اور میں نہ جانتا تھا کہ مجھسے اسکو مانع آئینگے فما راعنی الا انثیال الناس علی فلان یبایعونہ پس باز نہ رکھا مجھکو اپنے حق کی طلب سے مگر لوگوں کی بیعت ابوبکر پر ہجوم لانے نے فامسکت بیدی حتی رایت راجعۃ الناس قد رجعت عن الاسلام یدعون الی محو دین محمد پس میں نے اپنے ہاتھوں کو روکا تا اینکہ دیکھا میں نے کہ لوگ دین اسلام سے پھر کر مرتد ہوگئے اور ان امور کی طرف دعوت کرتے ہیں جنسے دین محمد محو ہو جائے فخشیت ان لم انصر الاسلام و اھلہ ان اری فیہ ثلما او ھدما یکون المصیبۃ علی اعظم من فوت ولایتکم پس مجھکو اندیشہ ہوا کہ اگر اسلام کی مدد نہ کروں تو اسمیں کوئی رخنہ یا ویرانی پاؤنگا کہ اسکا صدمہ مجھپر عظیم تر ہوگا تمہاری حکومت کے فوت ہونیسے یعنی غصب خلافت کے بعد جو میں ان لوگوں کو راہ راست دکھاتا اور ہدایت کرتا رہا تو اسکا سبب یہ تھا کہ اگر ایسا نہ کرتا تو مسلمان گمراہ ہوجاتے اور دین محمدؐ مٹ جاتا ۔ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں حتی اذا قبض اللہ رسولہ رجع قوم علی الاعقاب یعنی تا اینکہ حقتعالی نے اپنے نبی کی روح کو قبض کیا پس ایک جماعت پچھلے پاؤں پھر گئی یعنی اپنے پہلے کفر پر چلی گئی اور ہلاک کیا انکے تئیں راہہائے باطل نے واتکلوا علی الولائج ووصلوا غیر الرحم اعتماد کیا انہوں نے ہر امر نادرست پر اور وصل کیا اور ملگئے غیر اقرباء پیغمبر سے وھجروا السبب الذی امروا بمودتہ چھوڑ دیا اور ترک کیا ذریعہ نجات اپنے کو جسکے ساتھ محبت رکھنے پر حکم دیئے گئے تھے یعنی اہلبیت رسولخدا کو کہ انکی محبت اجر رسالت اور مسئول بہ امت تھی چھوڑ بیٹھے ونقلوا البناء عن رص اساسہ فبنوہ بغیر موضعہ اور عمارت کو اصل و مضبوط بنیاد سے ہٹایا اور دوسرے مقام میں کہ اسکے مناسب نہ تھا قائم کیا مراد یہ کہ خلافت کو اہلبیت عصمت سے لیکر جائز الخطا لوگوں کے حوالے کیا معادن کل خطیئۃ و ابواب کل ضارب فی غمرۃ وہ لوگ معدن ہیں ہر خطا و گناہ کے اور دروازہ ہائے آمد و شد ہر گمراہ کے ہیں قد ماد وا فی الحیرۃ وذھلوا فی السکرۃ علی سنۃ من آل فرعون بہ تحقیق کہ چلے گئے وہ وادئ حیرانی و سرگردانی میں اور غافل و مست ہوگئے بیہوشی

وگمراہی میں مثل آل فرعون کے کہ ظلم و کفر میں بسر کرتے تھے۔ اور ذرا اندیشہ روز جزا دل میں نہ لاتے تھے۔ **خطبہ شقشقیہ** یہ خطبہ جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ کے غائت درجہ مظلوم و متالم ہونے پر دلالت رکھتا ہے ویسا ہی آنحضرت سے اسکا صدور بھی قطعی و یقینی ہے ہمیشہ سے علما فریقین کے درمیان مشہور و متواتر چلا آیا ہے **مجلسی علیہ الرحمہ** بحار میں کہتے ہیں کہ خطبہ شقشقیہ کو شیعہ و سنی دونوں نے روایت کیا ہے اور شرح کی ہے اسکی اور اسکے الفاظ کو ضبط فرمایا ہے شیعہ سے شیخ مفیدؒ و شیخ الطائفہ و شیخ ابوجعفر طوسیؒ و شیخ صادقؒ نے اسے نقل کیا ہے اور سید رضی رضی اللہ عنہ نے نہج البلاغہ میں اور علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور قطب راوندی نے شرح نہج البلاغہ میں بسند خود روایت کیا ہے اور اہلسنت سے ابن جوزی نے مناقب میں اور ابن عبدربہ نے جزو چہارم عقد میں اور ابو علی جبائی نے اپنی کتاب میں اور ابن الخشاب نے اپنی درس میں اور حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری نے کتاب المواعظ والزواجر میں اسکے تئیں نقل کیا ہے اور ابن اثیر جزری نے نہایہ میں اور فیروز آبادی نے قاموس میں اس کے بہت سے الفاظ کی توضیح و تفسیر فرمائی ہے۔ اور عبدالحمید بن ابی الحدید معتزلی نے اسکی شرح میں ان لوگوں پر رد تبلیغ فرمائی ہے جو اسے سید رضی کے کلام سے بتاتے ہیں اور کہا ہے کہ میں نے بہت سا حصہ اس خطبے کا اپنے شیخ ابو القاسم بلخی کی تصانیف میں دیکھا ہے۔ جو زمانہ سلطنت مقتدر عباسی میں شیخ معتزلہ بغداد اور سید رضی کی پیدائش سے مدت دراز پہلے تھا اور نیز بہت سا اس خطبے سے کتاب ابوجعفر بن قبہ متکلم امامیہ میں پایا ہے کہ شیخ ابو القاسم مذکور کے تلامذہ سے تھا اور رضی کے پیدا ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ پھر اپنی شیخ و استاد ابو الخیر مصدق واسطی سے حکایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں اس خطبے کو اپنے شیخ ابو محمد عبداللہ بن احمد معروف بابن الخشاب کے پاس قرات کرتا تھا اثنا قرات میں اس سے کہا کہ کیا یہ کلام حضرت امیر پر باندھا گیا ہے تو اس نے کہا کہ قسم بخدا کہ میں اسکو اسطرح پر آنحضرت کا کلام جانتا ہوں جیسا کہ تجھکو پہچانتا ہوں کہ تو مصدق ہے میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ سید رضی کا کلام ہے ابن الخشاب نے کہا رضی اور غیر رضی کو کہاں یہ طاقت تھی کہ ایسا کلام کر سکے بہ تحقیق کہ ہم رسائل رضی پر واقف ہوئے اور نثر میں اسکی طرز و اسلوب کو دیکھا اسکا کلام اس کلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا پھر اس نے کہا کہ قسم بخدا کہ میں نے اس خطبہ کو ان کتابوں میں دیکھا ہے جو رضی کی پیدائش سے دو سو برس پہلے کی تصنیف کی ہوئی ہیں اور ان علما ادب کے ہاتھ سے اسکو لکھا ہوا پایا ہے جنکی نسبت مجھکو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ یہ انہی کا خط ہے قبل اسکے کہ نقیب ابو احمد پدر رضی پیدا ہوں اور ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ دیکھا جسپر ابو الحسن علی بن محمد بن الفرات مقتدر باللہ کے وزیر کے ہاتھ کی تحریر ثبت تھی اور یہ ولادت رضی سے کچھ اوپر ساٹھ سال کا واقعہ ہے پھر کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ نسخہ ابن الفرات کی پیدائش سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ ان روایات و حکایات کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ایک اور دلیل اس دعوۂ واہیۂ فاسدہ کے بطلان کی کہ یہ خطبہ سید رضی کی تصنیف سے ہے یہ ہے کہ قاضی عبدالجبار معتزلی کہ متعصبین معتزلہ سے ہے کتاب مغنی میں اسکے بعض کلمات کی تاویل کرتا ہے کہ مطاعن خلفا ر سابقین پر دلالت نہیں کرتے اور سید مرتضےٰ علم الہدیٰ برادر بزرگ سید رضی نے کتاب شافی میں اسکے اقوال کی تردید و تزئیف کی ہے اور زمانہ اس قاضی مذکور کا ان دونو بھائیوں کے زمانوں سے مقدم تھا پس اگر اسکو اس خطبہ کے حضرت امیر کیطرف منسوب ہونے میں گنجائش کلام ہوتی تو وہ ہرگز ان رکیک تاویلات کیطرف متوجہ نہ ہوتا اور بے تکلف کہدیتا کہ یہ آنحضرت کا کلام نہیں انپر لگایا گیا ہے جیسا کہ اور بہت سی روایات میں اسنے قدح کی ہے۔ پھر مجلسیؒ کہتے ہیں کہ کافی ہے منصف کیلئے پایا جانا اس خطبہ کا تصانیف شیخ صدوق میں حالانکہ وفات

انکی ۴۲۵ھ ہجری میں ہوئی اور سید رضی ۳۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ملا حسین علی رضائی اردو کا نی سفینۃ النجاۃ میں کہتے ہیں کہ قطع نظر ان سب باتوں کے جو شخص سید رضی علیہ الرحمہ کے خصوص حالات انکی جودت طبع وکمال فضیلت وتبحر علوم وعلوہمت وشرافت نسب وغایت اطلاع بر فنون بلغاء واحاطہ اطراف کلام فصحا اور انتہائی ورع وتقویٰ سے ذرا بھی واقف ہوگا اور جو فضائل وکمالات اس جناب کے علماء سنیہ نے مثل ابن ابی الحدید کے شرح نہج البلاغہ میں اور قاضی[۱] ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں نقل کئے ہیں جانتا ہوگا وہ جانیگا کہ ایسے امر ناصواب کا اس سید جلیل القدر سے نسبت دینا نہایت خطا ہے کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسا بزرگوار پرہیزگار اپنے کلام کو انحضرت سے منسوب کرے یا اتنی تمیز اسلوب کلام کے جاننے اور اسقدر ذوق سلیم اسکے پہچاننے میں نہ رکھتا ہو کہ اوروں کے کلام کو انحضرت کے کلام سے جدا نہ کرسکے یا اوروں کے کلام کو انکے کلام کے ساتھ مخلوط روایت کرے اب ہم اصل خطبہ کو کتاب مستطاب نہج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اسکا حاصل ترجمہ لکھتے ہیں۔ اما واللہ لقد تقمصہا فلان[۲] وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحیٰ ینحدر عنی السیل ولا یرقیٰ الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحًا وطفقت ارتای بین ان اصول بید جذاء واصبر علی طخیۃ عمیاء یھرم فیھا الکبیر ویشیب فیھا الصغیر ویکدح فیھا مومن حتی یلقی ربہ فرایت ان الصبر علی ھاتا احجیٰ فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجیٰ اریٰ

---

[۱] شریف رضی ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین الطاہر ذی المناقب معروف موسوی صاحب دیوان اشعار بن ثعالبی کتاب تتمہ میں انکے حال میں لکھتا ہے کہ انہوں نے دس سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اور آج وہ اعجوبۂ زمان ونجیب ترین سادات عراق ہیں باوجود اپنے نسب شریف وفخر منیف کے ادب ظاہر وفضیلت باہر سے آراستہ وجملہ محاسن ومکارم سے پیراستہ ہیں تمام طالبین گذشتہ موجودین سے باوجودیکہ انمیں کملاء وشعرا ہیں وہ فن شعر میں گوئے سبقت لے گئے بلکہ اگر کہا جائے کہ تمام قریش سے اس فن میں بڑھے ہوئے ہیں تو بالکل درست ہے چنانچہ ان کے اشعار عالی اس دعوے کے شاہد عادل ہیں ان کے باپ ابو احمد ذی المناقب طالبیوں کے نقیب النقباء ان کے درمیان حکم کرنا اور ان کے مظالم میں نظر کرنا اور خلفت کے ساتھ حج کرنا ان کے مناسب جلیلہ سے تھے اور ۳۸۱ھ ہجری میں کہ ہنوز ابو احمد زندہ تھے یہ جملہ امور سید رضی کی طرف رجوع ہوئے ابو الفتح ابن جنی نے اپنے ایک مجموعہ میں لکھا ہے۔ کہ سید رضی موصوف لڑکپن میں ابن سیرامی نحوی سے علم کو پڑھتے تھے ایک روز حلقۂ درس میں بیٹھے اعراب میں مذاکرہ کررہے تھے کہ ابن سیرانی نے انسے پوچھا کہ جسوقت ہم کہیں رایت عمرًا تو عمر میں علامت نصب کیا ہوگی سید نے بے توقف کہا کہ بغض علیؑ ابن ابی طالب سیرانی یہ حدت ذہن اور تیزی طبع دیکھکر دنگ رہ گیا۔ ان کا دیوان چار جلدوں میں مشہور ومعروف ہے چھوٹے سے سن میں قرآن پڑھا اور یاد کرلیا تھا۔ پھر ایک کتاب معانی قرآن میں لکھی کہ اسکا مثل نہیں ہوسکتا اور وہ ان کی وسیع لغت دانی اور کمال نحویت پر دلیل کافی ہے اور ایک کتاب مجازات قرآن میں لکھی جو اپنے فن میں بے نظیر ہے ابو الحسین بن محفوظ کے سامنے کہ سرآمد رؤسا تھا کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رضی اشعر قریش تھے کہا یہ درست ہے کیونکہ ہرچند قریش میں اور بھی عمدہ عمدہ شعر گو ہوئے ہیں الاّ ان کا کلام کم ہے زیادہ اور عمدہ کلام کرنیوالا رضی کے برابر کوئی نہیں ہوا سید رضی ۳۵۹ھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور صباح شنبہ ۶ محرم یا صفر ۴۰۶ھ ہجری کو انہوں نے وفات پائی اور بغداد میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔ ان کے بھائی سید مرتضیٰ ابو القاسم علی کو ان کے مرنے سے اسقدر قلق ہوا تھا کہ ان کے دفن میں شریک نہیں ہوئے اور جنازہ نہیں دیکھ سکے مشہد موسیٰ بن جعفر (کاظمین) کو چلے گئے تھے لہذا نماز جنازہ رضی وزیر فخر الملک نے بہت سے آدمیوں کے ساتھ پڑھی۔ ۱۲۔ ابن خلکان ملخصاً۔

[۲] فلاں سے مراد ابو بکر ہے یقیناً جیسا کہ آئندہ فلاں سے کہ ادلی بھا الی فلان میں ہے مراد عمر خطاب ہے چنانچہ بعض نسخ نہج البلاغۃ میں بجائے فلاں اول ابن ابی قحافۃ اور بجائے فلاں دوم ابن الخطاب موجود ہے حتے کہ نسخہ ابن ابی الحدید میں اور نسخہ قاضی عبد الجبار معتزلی میں جسپر مغنی میں اپنی تاویلات رکیکہ کی بنیاد رکھی ہے دونو جگہ تصریح اسم موجود ہے اور عدول کرنا صریح اسم سے طرف کنایہ کے بعض نسخ میں ممکن ہے کہ بسبب خوف وتقیہ کے ہو بعض اوقات میں یا بعض کاتبین کی طرف سے ہو۔ ۱۲۔ بحار

ترا ثي نهبا حتى مضى الاول لسبيله وادلى بها الى فلان بعده. ثم تمثل بقول الاعشى شتان ما يومي على كورها ويوم حيان[1] اخي جابر. فيا عجبا بينا هو يستقيلها في حياته اذ عقدها لآخر بعد وفاته. لشد ما تشطرا ضرعيها. فصيرها في حوزة خشناء[2] يغلظ كلمها ويخشن مسها. ويكثر العثار فيها والاعتذار منها فصاحبها كراكب الصعبة ان اشنق لها خرم وان اسلس لها تقحم فمني الناس لعمر الله بخبط وشماس وتلون واعتراض. فصبرت على طول المدة وشدة المحنة حتى اذا مضى لسبيله جعلها في جماعة زعم اني احدهم فيا لله وللشورى. متى اعترض الريب في مع الاول منهم حتى صرت اقرن الى هذه النظائر لكني اسففت اذا اسفوا وطرت اذا طاروا. فصغا رجل منهم لضغنه[3] ومال الآخر لصهره[4] الى ان قام ثالث القوم نافجا حضنيه بين نثيله ومعتلفه وقام معه بنو ابيه يخضمون مال الله خضم الابل نبتة الربيع الى ان انتكث عليه فتله. واجهز عليه عمله وكبت به بطنته. فما راعني الا والناس يهرعون الى كعرف[5] الضبع. ينثالون علي من كل وجه حتى لقد وطئ الحسنان وشق عطافي مجتمعين حولي كربيضة[6] الغنم. فلما نهضت بالامر نكثت[7] طائفة ومرقت اخرى وفسق آخرون كانهم لم يسمعوا تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين بلى والله لقد سمعوها ووعوها ولكنهم حليت الدنيا في اعينهم وراقهم زبرجها[8] اما والذي فلق الحبة وبرئ النسمة

---

[1] حیان ایک شخص بزرگان و رؤسا بنی حنفیہ سے تھا وہ یمامہ میں ایک قلعہ رکھتا تھا اور اپنی قوم میں نافذ الامر و مطاع تھا چونکہ کسریٰ بادشاہ عجم اسکو ہر سال جائزہ و انعام بھیجا کرتا تھا لہذا وہ بکمال عیش و آرام اپنے گھر میں بسر کرتا تھا۔ کبھی سفر کرنے اور شدائد سفر برداشت کرنیکی اسکو ضرورت نہیں ہوتی تھی اسی کا ذکر کرتا ہے کہ میرے اور اسکے حال میں بڑا فرق ہے۔ ۱۲ بحار [2] حوزہ خشنا سے لیکر تلون و اعتراض تک تمام صفات و حالات خلیفہ ثانی اور انکے عہد خلافت کے ہیں چنانچہ جو مختصر کیفیت انکے عہد خلافت کی کتاب ہذا میں منتشر کر دی اس سے یہ تمام باتیں ظاہر ہیں خلافت پناہ کی خشونت اور درشت مزاجی ضرب المثل ہے اور انکا بار بار قضایا و معاملات میں غلطیاں کرنا اور حضرت امیرؑ کی تنبیہ ہو کر عذر خواہ ہونا اور اپنی خطا کا اقرار کرنا بھی اہل تاریخ کے جاننے والوں سے مخفی نہیں نیز یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرت کا کام اس عہد میں نہایت نازک تھا اگر ٹھیک ٹھیک انکو راہ راست پر لاتے ہیں تو رنج و آزردگی پیدا ہو کر اسد رصلاح دین اسلام سے بھی دست بردار ہونا پڑتا ہے اور انکو انکے حال پر چھوڑتے ہیں تو نا بینا و چاہ کی مثل صادق آتی ہے طول مدت سے اشارہ انکے زمانہ خلافت کیطرف ہے کہ بقول مورخین سنہ دس سال چھ ماہ تقریبا تھا ۱۲ منہ عفی عنہ [3] یہ ضغن و عداوت رکھنے والا سعد وقاص تھا کہ اس نے عہد خلافت اس جناب میں بھی آپ سے بیعت نہیں کی اسکے سبب اس عداوت کا اسکے بقول قطب راوندی یہ ہے کہ اسکا باپ ابو وقاص مالک بن ابو وہب روز بدر امیر المومنین کے ہاتھ سے مارا گیا تھا مگر ابن ابی الحدید اسکو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ بنی زہرہ سے کوئی شخص آنحضرت کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا پس سعد وقاص کی عداوت کا آنحضرت سے اسکے نزدیک یہ سبب ہے کہ اسکی ماں حمنہ بنت سفیان ابن امیہ بن عبد شمس تھی پس اسکے اخوان آنحضرت کے ہاتھ سے مارے گئے تھے ۱۲ بحار [4] قرابت زوجہ کے سبب سے پھر گیا الا عبد الرحمن عوف ہے کیونکہ اسکی زوجہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط خواہر مادری عثمان تھی کہ انکی ماں اروی بنت کریز بن ربیعہ سے پیدا ہوئی تھی ۱۲ بحار [5] قولہ کعرف عرف وہ موٹے موٹے بال ہیں جو چارپایوں کی گردن پر ہوتے ہیں اور عرف الضبع ضرب المثل ہے کثرت و ہجوم کیلئے ۱۲ [6] ربیضۃ الغنم کا گوسفند جو اپنے مربض یعنی آرام گاہ و جائے پناہ میں جمع ہوتا ہے ۱۲ [7] نکثت طائفہ اس سے مراد ناکثین یعنی طلحہ زبیر وغیرہ اصحاب جنگ جمل ہیں جنہوں نے بیعت شکنی کرکے یہ فتنہ و فساد برپا کیا۔ روایت ہے کہ حضرت انسے بیعت لیتے وقت اس آیہ شریفہ کو تلاوت کرتے تھے وَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ یعنی جو توڑیگا اس عہد کو وہ توڑیگا اسکو اپنے نفس کی ضرر رسانی کیلئے اور مارقین سے مراد فرقہ خوارج ہے جو دین سے اسطرح نکل گیا جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے اور ارباب فسق و فجور معاویہ و دیگر شامیان اصحاب ورہیں جنہوں نے جنگ صفین قائم کی اور مفصل حالات ان تینوں لڑائیوں کے اس کتاب کی دوسری جلد زیر طبع میں مذکور ہیں ۱۲ منہ [8] زبرج بالکسر آرائش جو نقش و نگار و جواہرات سے کیجائے یا زر خالص نہایت زینت ۱۲

لولاحضور الحاضر وقیام الحجۃ بوجود الناصر وما اخذ اللہ علی العلماء الا یقاروا علی کظۃ ظالم ولا سغب مظلوم لالقیت حبلہا علی غاربہا۔ ولسقیت آخرھا بکاس اولہا ولالفیتم دنیاکم ھذہ عندی ازھد من عطفۃ عنز ترجمہ ہاں قسم بخدا کہ پہن لیا جامہ خلافت کو فلاں یعنی ابوبکر نے حالانکہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ میرا محل ومقام خلافت سے ایسا ہے جیسا کہ قطب کا چکی سے بہہ جاتا ہے میرے پاس سے رو پانی کا یعنی مقام ومرتبہ میرا بلند ہے اور بلندی اسکی اسقدر ہے کہ پرندہ مجھ تک پرنہیں مار سکتا پس ڈھانپ دیا مینے اسپر کپڑا یعنی اغماض کیا اس سے اور پہلو تہی کی اور فکر کرنا شروع کیا مینے اس امر میں کہ آیا میں حملہ کروں دست بریدہ سے یعنی آیا بے دست وپا بے یار ومددگار اس سے لڑوں یا صبر کروں اس بلائے ناگہانی پر جو کہ مثل ابر تیرہ وتار کے محیط ہوگئی تھی اور وہ ایسی سخت بلا تھی کہ بوڑھے لوگ اسمیں بوڑھے پھونس ہو جائیں اور کم سن بوڑھے ہو جائیں اور تا دم مرگ کسی مومن کا چھٹکارا اس سے نہ ہو سکے پس دیکھا مینے کہ صبر ہی کرنا اس مصیبت پر بھلا ہے پس صبر کیا حالانکہ میری آنکھ میں خاشاک تھا اور گلے میں گریہ اٹکا تھا دیکھ رہا تھا کہ میری جائداد لوٹی جا رہی ہے یہانتک کہ پہلا راہ عدم کو چلا گیا اور فلاں یعنی عمر خطاب کو اپنے بعد اسپر مقرر کر گیا۔ پھر حسب حال خود یہ شعر اعشیٰ شاعر کا پڑھا یعنی کہاں ہیں میرے یہ دن جنہیں میں کوہان شتر برہنہ پشت پر شدت گرمی وتعب میں کاٹتا ہوں۔ اور کہاں وہ دن حیان برادر جابر کے کہ وہ ناز ونعمت میں بسر ہوتے تھے۔ پھر فرمایا بڑے تعجب کا مقام ہے کہ ابوبکر اپنی حیات میں تو خلافت سے استعفا کرتا رہا اور ہمیشہ منبر پر کہتا رہا اقیلونی اقیلونی لست بخیرکم وعلیؑ فیکم یعنی نکالو مجھکو خلافت سے اور معزول کرو اس سے کہ تمسے بہتر نہیں ہوں درانحالیکہ علیؑ تم میں ہیں اور مرتے وقت وہ خلافت کو اور کے لئے مقرر کر گیا بہت ناگوار ہے مجھے یہ کہ انہوں نے سرپستان ناقہ خلافت کو آپسمیں بانٹ لیا یعنی خلافت کو فیما بین قسمت کرکے مجھے محروم رکھا پھر وہ (ابوبکر) خلافت کو ایسے مقام میں رکھ گیا یعنی اس شخص (عمر) کے سپرد کر گیا جسکی جراحت بہت غلیظ یعنی گہرا زخم تھا اور ایسی خشونت ورعونت اسمیں تھی کہ چھو جانا ہی اسکا غضب تھا وہ اسمیں بہت لغزشیں اور دھوکے کھاتا تھا اور بکثرت اس سے عذر خواہی کرتا۔ پس اسکا ساتھی مثل اس شخص کے ہے جو ناقہ سرکش پر سوار ہو۔ اگر اسکی مہار کھینچتا ہے تو اسکی ناک شگافتہ ہوتی ہے اور جو ڈھیلی چھوڑتا ہے تو منھ کے بھل گرتا ہے۔ پس مبتلا ہوئے آدمی قسم بخدا راستے سے بھٹکنے اور بے راہ چلنے میں اور اضطراب اور رنگ بدلنے اور راہ راست سے نفرت کرنے میں پس مینے مدت مدید وعرصہ بعید تک اس مصیبت عظمیٰ ورنج شدید پر صبر کیا یہانتک کہ جب اسنے بھی اپنی راہ لی تو چلتے وقت اسکو ایک جماعت پر چھ آدمیوں کی ڈال گیا کہ گمان کیا کہ میں بھی انمیں سے ایک ہوں پس حکم خدا کو شورے اور کمیٹی سے کیا نسبت۔ کب اور کسوقت شک عارض ہوا تھا میرے اور اسکے درمیان جو انسے اول تھا۔ یعنی میری فضیلت بہ نسبت ان سب کے سرگروہ (ابوبکر) کے تو مشتبہ تھی ہی نہیں چہ جائیکہ میں ان جیسوں کے برابر کیا جاؤں یعنی عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ ابن عوف۔ وسعد وقاص کے لیکن میں پست ہو گیا۔ جبکہ وہ پست ہوئے اور بلند پروازی کی جبکہ وہ اوپر اڑے یعنی موافقت اور مماثلت کی ان کے ساتھ اور داخل شورے ہو گیا۔ پس ایک انسے بسبب اپنے بغض وعداوت کے مجھ سے منحرف ہوا اور دوسرا اپنی زوجہ کے رشتہ دار کی طرف مائل ہوا تا اینکہ کھڑا ہوا اسپر تیسرا اس قوم کا پھیلاتا ہوا اپنی دونو بغلوں کو گوبر کرنے اور چرنے کے درمیان اور اٹھے اسکے ساتھ ہم جدی اسکے یعنی بنی امیہ اسکے شریک حال ہو گئے کہ کھاتے تھے مال خدا کو بغیر دانت لگائے یعنی بڑے بڑے منھ مارتے تھے۔

جسطرح برکہ اونٹ موسم بہار کی ہری گھاس پر منہہ مارتا ہے تا اینکہ توڑ اگیا اور اسکے قتل اسکا یعنی اسکی بیعت کو توڑ کر اسے مارڈالا اور اسکی بدکاریوں کے سبب سے اسپر چڑہائی کی اور اسکا بیٹو پن اسکولے بیٹھا پس نہیں تعجب آیا مجھکو مگر اس بات سے کہ وہ لوگ اسوقت میری طرف متوجہ ہوئے اور بیعت کے لیئے انہوں نے ہجوم کیا اور پروانوں کی طرح ہر طرف سے مجھپر ٹوٹ پڑے تا اینکہ انکی کثرت اور ہجوم سے حسنین پیروں میں کچلے گئے اور میری ردا کے ٹکڑے ہوگئے گلہ گوسفند کیطرح سر نہوڑائے میرے گرد جمع ہوئے پس جب میں ایستادہ و آمادہ حکمرانی ہوا تو بیعت شکنی کی ایک گروہ نے اور تیر کی طرح دین سے نکلگئے کچھہ اور فسق و فجور اختیار کیا بعض دیگر نے گویا کہ نہ سنا تھا انہوں نے یہ قول حق سبحانہ تعالے کا کہ وہ خانہ آخرت ہے کہ مقرر کرتے ہیں ہم اسکو ان لوگوں کیلئے جو نہیں ارادہ کرتے علو اور بلندی کا زمین پر اور نہ فساد چاہتے ہیں اور خوبیاں آخرت کی پرہیزگاروں کیلئے ہیں پھر فرماتے ہیں کیوں نہیں سُنا انہوں نے قسم خدا کی اسکو سنا ہے اور وہ انکو بخوبی یاد ہے لیکن آراستہ ہوئی دنیا انکی نظروں میں اور عجیب و زیبا معلوم ہوئی انکو زینت اس کی۔ اور فریب میں آگئے اسکے۔ ہاں قسم ہے اس خدا کی جسنے شگافتہ کیا دانہ کو اور پیدا کیا انسان کو اگر نہ ہوتا حاضر ہونا ان لوگونکا جو حاضر ہوئے اور نہ قائم ہو جاتی حجت بوجہ موجود ہو جانے مددگار وں کے۔ اور نہ ہوتی یہ بات کہ حق تعالیٰ نے لیا ہے عالموں پر یعنی مقرر کیا ہے انپر کہ نہ آرام لیں وہ ظالموں کے پیٹ بھرنے اور مظلوم کے بھوکا رہنے پر یعنی مظلوموں پر ظالموں کا ظلم دیکھکر خاموش ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر آئینہ میں اسکی یعنی خلافت کی رسی کو اسکے کندہے پر ڈال دیتا کہ جہاں چاہے چلی جائے اور سیراب کرتا اسکے آخر کو اسکے پہلے پیالے سے اور پاتے تم اپنی اس دنیا کو میرے نزدیک کمتر اس رطوبت سے جو چھینک لینے میں بھیڑ کی ناک سے نکلتی ہے یا مردار سے کمتر دیکھتے۔ راوی کہتا ہے کہ جب کلام اس مقام پر پہنچا تو ایک مرد دیہاتیوں میں سے اٹھا۔ اور حضرت کو ایک نوشتہ[1] دیا آپ اُسے دیکھنے لگے

[1] ابوالحسن کندری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے کتب قدیمہ میں دیکھا کہ وہ نوشتہ جو امیر المومنین علیہ السلام کو اثنا خطبہ میں دیا گیا چند مسائل پر مشتمل تھا جنکا جواب آنحضرت نے دیا۔ پہلا مسئلہ انمیں یہ تھا کہ وہ کون حیوان ہے کہ دوسرے حیوان کے شکم سے نکلا اور رشتہ نسبی ان کے مابین قرار نہ پایا حضرت نے فرمایا کہ وہ یونس بن متے علیہ السلام ہیں کہ شکم ماہی سے برآمد ہوئے دوسرا وہ کیا شے ہے کہ تھوڑا اس کا حلال ہے اور بہت سا حرام فرمایا کہ وہ نہر طالوت ہے کہ چلو بھر پانی اس سے بموجب قول حق سبحانہ تعالیٰ الا من اغترف غرفۃ بیدہ کے حلال تھا زیادہ حرام۔ تیسرا۔ وہ کونسی عبادت ہے کہ اگر اس کو کرے تو بھی عذاب کا مستحق ہو نہ کرے تو بھی۔ فرمایا وہ نماز سکران (مست) ہے۔ چوتھے پوچھا وہ کونسا طائر ہے جس کے۔ فرج ہے نہ فرع نہ اصل فرمایا وہ طائر عیسیٰ ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہ فیکون طیرا باذنی یعنی جبکہ بنائے تو اے عیسیٰ گارے سے بصورت پرندہ کے میرے اذن سے پس پھونکے تو اسمیں پس ہو جائے وہ اڑنیوالا میرے اذن و اجازت سے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ ایک شخص کے ذمہ ہزار درہم ہیں اور اس کے پاس تھیلی میں ہزار درہم موجود ہیں اور ایک دوسرا شخص اس سے ہزار درہم کا ضامن ہو گیا پس زکوۃ ان دو مال سے کس کے اوپر فرض ہوگی پس حضرت نے کہا کہ اگر ضامن اس مقروض کی اجازت سے ضامن ہوا ہے تو اسپر زکوۃ نہ ہوگی اور جو اسکی اجازت سے نہیں ہوا تو زکوۃ اس کے مال میں فرض ہوگی۔ چھٹے سوال کیا کہ کچھ لوگ حج کو گئے اور مکہ میں ایک مکان میں فروکش ہوئے ان میں سے ایک نے مکان کا دروازہ بند کیا حالانکہ اس میں کبوتر تھے۔ کہ جوانکے واپس مکان میں آنیسے پہلے مارے پیاس کے مرگئے نوکس کو اسکا کفارہ دینا ہوگا فرمایا جس نے دروازہ بند کیا اور نہ انکو نکالا اور نہ انکے لئے پانی رکھا۔ ساتویں چار شخصوں نے ایک محصن (صاحب زوجہ) پر زنا کی شہادت دی اور امام نے انکو اسکے سنگسار کرنیکا حکم دیدیا لیکن انمیں سے ایک نے اسکو رجم کیا اور تین باقی ساتھہ نہ ہوئے لیکن اور اجنبی لوگ رجم میں اسکے ہمراہ ہوگئے پس اس نے قبل اسکے کہ مرحوم مرجائے اپنی شہادت سے رجوع کیا پھر وہ مرگیا بعد ازاں وہ تین باقی بھی اپنی شہادت سے پلٹ گئے تو اس مقتول مرحوم کی دیت کس کے ذمے ہوگی فرمایا جس شاہد نے اسے رجم کیا اور جن اجنبی لوگوں نے اسکا ساتھ دیا ان پر واجب ہوگی۔ آٹھویں۔ دو یہودیوں نے گواہی دی ایک یہودی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے آیا انکی شہادت قبول ہوگی یا نہیں فرمایا نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ خدا کے کلام کا بدل دینا اور جھوٹی گواہی دینا جائز جانتے ہیں۔ نواں مسئلہ یہ تھا کہ دو نصارے نے گواہی دی اوپر نصرانی یا مجوسی یا یہودی کے کہ وہ مسلمان ہو گیا آیا ان کی بھی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا قبول کی جائے گی۔ بسبب اس قول حق تعالےٰ کے ولتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ اور البتہ پائیگا تو قریب تر واسطے مودت ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں ان کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصارے ہیں یعنی نصارے بہ نسبت یہود وغیرہ کے زیادہ تر قریب المحبت ہیں مؤمنوں کے ساتھ۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی عبادت خدا سے تکبر نہیں کرتا وہ جھوٹی گواہی نہ دے گا۔ دسویں ایک آدمی کی چار گواہوں نے امام کے آگے گواہی دی کہ اس نے اسکا ہاتھ کاٹا ہے اور اس نے زنا کیا ہے حالانکہ محصن ہے۔ پس امام نے اس کے سنگسار کرنیکا ارادہ کیا مگر وہ قبل اس کے قطع ید کے صدمہ سے مرگیا۔ آپ نے فرمایا جس نے ہاتھ قطع کیا اسپر صرف قطع ید کی دیت ہے اور اگر وہ شہادت دیتے کہ اس نے بقدر نصاب مقررہ چوری کی تو ہاتھ کی دیت اسپر نہ ہوتی ۱۲۔ شرح نہج البلاغۃ۔

اسکو پڑھکر فارغ ہوئے تو عبداللہ بن عباس نے کہا یا امیر المومنینؑ اگر آپ اپنے کلام کو وہیں سے شروع کرتے جہاں سے کہ چھوڑا تھا تو بہتر ہوتا فرمایا ھیھات یا ابن عباس تلک شقشقۃ ہدرت ثم قرت[1] اے ابن عباس گزر گیا جو کہ تونے دیکھا تھا وہ ایک حالت تھی مثل شقشقہ شتر کے کہ اب اسمیں سکون ہو گیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ قسم بخدا کہ میں کسی کلام پر اسقدر متاسف نہیں ہوا جتنا کہ اس کلام پر ہوا کہ امیر المومنینؑ نے حسب مرضی اپنی کے تمام نہ کیا۔ ابن ابی الحدید ابن خشاب سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا اگر میں اسوقت ہوتا اور ابن عباس سے یہ سنتا تو کہتا کہ آیا تمہارے ابن عم کے دل میں کوئی اور بات بھی رہ گئی تھی جسکو انہوں نے نہ کہا ہو کہ تم اسپر تاسف کرتے ہو قسم خدا کی کہ انہوں نے اولین و آخرین سے کسی کو بھی تو نہیں چھوڑا۔ پھر ابن ابی الحدید چونکہ اس نے شرح نہج البلاغہ میں جا بجا اقرار کیا ہے کہ یہ خطبے حضرت امیرؑ کے کلام سے ہیں اور قائل ان مضامین کے تواتر کا ہوا ہے انحضرت سے۔ لہذا بڑی کوشش و تکلف بعید سے تاویل دور از کار یہ کرتا ہے کہ مقصود انحضرت کا ان تمام باتوں سے بطلان خلافت خلفا ثلاثہ نہیں بلکہ مدعا یہ ہے کہ ہر چند وہ بھی خلیفہ برحق تھے مگر میں انکی نسبت اولیٰ و احق ہوں اسلئے بہتر تھا کہ اسکو میرے لئے چھوڑ دیتے پس انہوں نے ترک اولیٰ کیا مگر یہ بالکل لغو ہے ہر ذی شعور ان کلمات سے جان سکتا ہے کہ وہ انکو اصلاً مستحق خلافت نہ جانتے تھے بلکہ ظالم اور اپنے حق کا غاصب سمجھتے تھے۔ تب تو اسقدر شاکی تھے ورنہ خلفا برحق کو کیونکر ظلم و ضلالت و جہالت سے نسبت دیتے۔ خود ابن ابی الحدید نے یحیی بن سعید بن علی حنبلی سے کہ معروف با بن عالیہ تھا روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں ایکبار اسمعیل بن علی حنبلی فقیہ کے پاس کہ اس زمانہ میں مقدم و پیشوائے حنابلہ بغداد وہ تھا حاضر تھا اور ہر قسم کی علمی باتیں ہمارے درمیان ہو رہی تھیں کہ اسوقت ایک شخص حنبلیوں سے اسکے پاس آیا۔ جسکا اہل کوفہ سے ایک پر کچھ قرضہ تھا اور وہ اسکے وصول کرنیکو کوفہ گیا تھا۔ اور اتفاقاً غدیر کے روز کہ روضۂ منورہ حضرت امیر المومنینؑ پر کثرت خاص و عام ہوتا ہے وہاں تھا۔ پس شیخ اسمعیل اس سے وہاں کے حالات پوچھنے لگا کہ تیرا قرض سب وصول ہو گیا یا کچھ باقی رہ گیا اور وہ جواب دیتا تھا تا اینکہ اس نے کہا اے سید و سردار میرے کاش تم بروز زیارت غدیر وہاں ہوتے اور جو قبیح و شنیع باتیں فضیحت و رسوائی کی اور جسقدر مذمت صحابہ کی علی الاعلان بلا خوف و کتمان قبر علی بن ابیطالب پر اس روز ہوئیں دیکھتے اور سنتے اسمعیل نے درجواب اسکے کہا کہ ان لوگوں کا جنکو تونے یہ باتیں کرتے دیکھا کچھ قصور نہیں انکو دلیر نہیں کیا اور یہ راستہ انکے لئے نہیں کھولا مگر صاحب قبر نے اس مرد نے کہا صاحب قبر کون کہا علیؑ بن ابیطالب اور کون؟ اس نے کہا اے سید میرے انہوں نے انکو ایسا کرنیکو کہا ہے اور یہ امر انکا سکھایا ہوا اور یہ راستہ انکا کھولا ہوا ہے کہا ہاں قسم خدا کی یہ سب انہوں ہی نے کیا ہے۔ اس حنبلی نے کہا اگر وہ ان باتوں میں حق پر ہیں تو ہم کسلئے فلاں و فلاں کے ساتھ دوستی رکھیں اور جو وہ باطل پر ہیں تو کسلئے نہ انسے کنارا کریں تمہارے اس کلام کی بموجب دو باتوں میں ایک بات ہمکو لازم ہے یا علیؑ سے تبرا کریں۔ یا ان دونو (شیخین) سے ابن عالیہ نے کہا یہ سنکر اسمعیل جلدی سے اٹھا اور اپنی نعلین پہنی اور کہا لعنت ہو اسمعیل پر اگر وہ اس مسئلہ کا جواب جانتا ہو۔ یہ کہکر گھر میں چلا گیا

---

[1] شقشقہ بالکسر ایک شے ہے مثل ریہ کہ شتر اسکو بحالت جوش و مستی اپنے منہ سے نکالتا ہے چونکہ اس خطبہ میں شقشقیہ کا مذکور آیا ہے لہذا یہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم ہوا بحار میں ہے کہ یہ کلام انحضرت کا کہ وہ ایک شقشقیہ تھا کہ نکل گیا تھا پھر ساکن ہو گیا اشارہ ہے طرف کم پرواہ ہونے اسکی کے یا تو اس سبب سے کہ وہ سننے والوں کے دلوں میں جیسا چاہیے تاثیر بخش نہ تھا یا یہ کہ وہ حضرت بحیثیت سلطنت دنیاوی خلافت کا خیال نہیں رکھتے تھے یا اشارہ تھا اس طرف کا کہ اب محل و موقعہ ہی اسکا گزر گیا ہے کیونکہ یہ خطبہ آپ نے قرب زمانہ شہادت میں کہا ہے یا تقیہ وغیرہ کا لحاظ ہو۔ ۱۲۔ منہ۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ میں نے شیخ اسمعیل مذکور کو دیکھا تھا اور اسکی مجلس میں حاضر ہوا تھا باوجود صاحب عقل و دانش ہونیکے شیریں کلام بھی تھا سنہ ۶۱۰ھ میں فوت ہوا فی الواقع اگر دیگر علماء اہلسنت اس اسمعیل کیطرح ذرا انصاف کو کام میں لائیں تو سب اس مسئلے کے حل سے عجز کا اعتراف کریں

پارۂ از کلام بلاغت نظام امیرالمومنینؑ کہ در مواعظ و حکم از آنحضرتؑ بر صفحہ روزگار بیادگار ماندہ

مشہور ہے کہ جنید بغدادی کہتا تھا کہ اگر امیرالمومنینؑ ان لڑائیوں سے جو انکو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آئیں فارغ ہوتے تو البتہ اسقدر علوم ان سے نقل ہوتے کہ قلوب انکے سننے کی تاب نہ لاتے۔ ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان مشاغل کے بھی جسقدر اسرار و حکم اس جنابؑ سے باقی رہے صحابہ وغیرہ صحابہ سے انکا عشر عشیر بھی نہیں سنا گیا۔ چنانچہ خطبے اس جنابؑ کے مثل خطبۂ توحید و خطب ملاحم و خطبہ لولوۃ و غرّا و قاصعہ و انباح و درہ یتیمہ وغیرہ وغیرہ بلکہ تمام کتاب نہج البلاغہ سید رضی کی اور کتاب خطب اسمعیل بن مہران سکونی کی اور دیگر کتابیں اس خصوص کی نثر و نظم میں کافی شاہد ہوسکتے ہیں علامہ قطب الدین راوندی کہتے ہیں کہ مینے بعض علماء حجاز کی زبانی سنا کہ کہا ہمنے مصر میں ایک مجموعہ امیرالمومنینؑ کے کلام کا دیکھا جو چوبیس ۲۴ پچیس ۲۵ جلدوں میں تھا شواہد النبوۃ میں ہے کہ علی بن ابیطالبؑ سرّ عارفان ہیں اور آنحضرتؑ کیلئے کلام ہے کہ اس سے پہلے کسی سے ایسا نہیں سنا گیا نہ انکے بعد کوئی ویسا لایا ہے حتّے کہ ایک روز منبر پر فرماتے تھے کہ سوال کرو مجھ سے جملہ حالات زیر عرش سے بتحقیق کہ میرے دو پہلوؤں کے درمیان بہت سا علم ہے اور یہ لعاب رسالت پناہ کا اثر ہے اور یہ وہ شے ہے کہ چکھایا ہے اسکو میرے تئیں رسولخداؐ نے قسم خدا کی کہ میری جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر توریت وانجیل کو اذن کلام ہو اور میں مسند پر بیٹھوں اور انکے مضامین سے خبر دوں تو وہ البتہ تصدیق کریں اور کہیں کہ راست کہا اس نے ~~ دلش بحریست پُر از گوہر علم ؛ کلامش غیرت عقد لئالیست ؛ زبانش مظہر اسرار ذاتست ؛ بیانش سربسر سحر حلال است ؛ چناں بر وے خلائق منکشف شد کہ دانائے جواب ہر سوال است ؛ ایک مرد وعلب یمانی نام اس مجمع میں تھا کلام صدق نظام سنکر از روئے انکار و اکراہ بولا اس مرد نے بڑا لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے میں اس سے ایک سوال کرتا ہوں جسکا جواب نہ دیسکے گا اور فضیحت و رسوا ہوگا یہ کہکر اٹھا اور کہا میں ایک سوال کہتا ہوں امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے وائے ہو تجھپر سوال کرتا ہے تو فقہ و بصیرت کے لئے یا تعنت و آزمائش کے لئے کہا تمہیں نے مجھکو اسپر آمادہ کیا ہے پھر کہا ھل رایت ربّک یا علی حتی عرفتہ یا علیؑ تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے کہ اسکو پہچانا۔ آپنے فرمایا ماکنت لاعبد ربًّا لم ارہٗ میں اس خدا کی عبادت نہیں کرسکتا جسکو مینے نہ دیکھا ہو۔ اس نے کہا کیونکر دیکھا تمنے اسکے تئیں فرمایا لم تراہ العیون بمشاھدۃ العیان ولکن راتہٗ القلوب بحقائق الایقان ربی واحد لاشریک لہ احدٌ لاثانی لہ فرد لامثل لہ لایحویہ مکانٌ ولایداولہ زمانٌ لایدرک بالحواس و لایقاسُ بالناس نہیں دیکھا ہے اسکو آنکھوں نے بمشاہدہ ظاہر بلکہ دیکھا ہے اسکے تئیں دلوں نے از روئے حقائق ایمان کے میرا رب واحد ہے اسکا کوئی شریک نہیں ایک ہے اسکا دوسرا نہیں اکیلا ہے اس کا کوئی مثل نہیں نہ کوئی مکان اسپر حاوی ہوتا ہے نہ زمانہ اس کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا ہے وہ حواس سے ادراک نہیں ہوتا اور آدمیوں پر اسکا قیاس نہیں کیا جاتا یہ قول آنحضرتؑ کا دلالت کرتا ہے اسپر کہ حق تعالیٰ آنکھوں سے نظر نہیں آتا جیسا کہ اہل سنت اسکے دیدار کے قائل ہیں نہج البلاغہ میں بحقائق الایمان کے بعد یہ عبارت ہے قریبٌ من الاشیاء غیر ملامسٍ بعیدٌ منہا غیر مبائن متکلم لا بِرویۃ مریدٌ بلا ھمۃ صانع بلا جارحۃ

لطیفٌ لایوصف بالخفاء کبیرٌ لایوصف بالجفاء بصیرٌ لایوصف بالحاسۃ رحیمٌ لایوصف بالرقۃ تعنو الوجوہ لعظمتہ وتوجل القلوب من مخافتہ یعنی نزدیک ہو وہ خدا اشیاء کے بغیر اسکے کہ انسے چھو جائے اور دور ہے انسے بلا مباینت کے کلام کرنیوالا ہے بلا فکر و اندیشہ کے ارادہ کرنیوالا ہے بلا ہمت کے کاریگر ہے بغیر ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا کے لطیف و پاکیزہ ہے مگر خفا و پوشیدگی سے وصف نہیں کیا جاتا بڑائی رکھتا ہے مگر ظلم نہیں کرتا بینا ہے مگر نہ حس بصر (آنکھ) سے۔ رحم کرتا ہے مگر رقت قلبی انسانوں کی طرح اسمیں نہیں چہرے اسکی بزرگی کے آگے خاضع و ذلیل ہیں اور دل اسکی ہیبت سے ترسناک ہیں۔ شواہد النبوۃ میں ہے کہ وعلب نے یہ سخنان معرفت نشان اس پیشوائے ارباب عرفان سے سنے تو ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر گیا۔ جب ہوش آیا تو کہا میں نے حق تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ کبھی تعنت و امتحان کی نظر سے سوال نہ کرونگا حضرت امیرؑ نے فرمایا اگر کام تیرے قبضہ و قدرت میں ہو تو اسوقت ایسا کر نا مروی ہے کہ حضرت نے سنا کہ ایک شخص کہتا ہے۔ والذی احتجب بسبع طباقٍ یعنی قسم ہے اس خدا کی جو سات آسمانوں کے اندر پردہ میں ہے آپ نے تازیانہ سے لسے تادیب کیا اور فرمایا وائے ہو تجھپر حقتعالیٰ بزرگ و برتر ہے اس سے کہ کسی شے سے محتجب ہو سکے سبحان الذی لایحویہ مکانٌ ولایخفی علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السمآء پاک ہے وہ خدا کہ کوئی مکان اسکو احاطہ نہیں کرتا اور کوئی شے اسپر پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان پر اس مرد نے کہا یا امیر المومنینؑ آیا میں اپنی اس قسم کا کفارہ ادا کروں فرمایا نہیں تو نے خدا کی قسم نہیں کھائی کہ حانث ہو اور کفارہ قسم تجھپر لازم آئے کسی اور ہی شے کی قسم کھائی ہے جو خدا نہیں۔ نیز آپ نے تنزیہ شرک بخدا کے مقام پر فرمایا اول الدین معرفتہ وکمال معرفتہ التصدیق بہ وکمال التصدیق توحیدہ وکمال التوحید الاخلاص لہ وکمال الاخلاص نفی الصفات عنہ لشہادۃ کل صفۃ انہا غیر الموصوف وشہادۃ کل موصوف انہ غیر الصفۃ فمن وصف اللہ سبحانہ فقد قرنہ ومن قرنہ فقد ثناہ ومن ثناہ فقد جزاہ ومن جزاہ فقد جہلہ اول دین خدا کا پہچاننا ہے اور پورا پہچاننا اس کی تصدیق کرنا ہے اور کمال تصدیق یہ ہے کہ اسکو واحد و یکتا جانیں اور کمال واحد و یکتا جاننے کا اخلاص یعنی ما سوا اللہ سے اپنے تئیں خالی کرنا ہے اور کمال اخلاص یہ ہے کہ صفات کی اس سے نفی کریں یعنی صفات کو کوئی شے علیحدہ و جدا اسکی ذات سے نہ جانیں بشہادت اسکے کہ ہر صفت غیر موصوف ہے اور ہر موصوف غیر صفت ہے پس جس کسی نے وصف کیا حق سبحانہ کو ان معنوں سے پس اس نے قرین کیا اسکو دوسری شے سے اور جس نے قرین کیا اسکو وہ دو چیزونکا قائل ہو گیا اور جو دو شے کا قائل ہوا اس نے خدا کے دو جزو (موصوف و صفت) قرار دیے اور جس نے دو جزو قرار دیے اسکے نہیں جانا اسکو اور جاہل رہا اس سے۔

در بیان قضا و قدر

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ جنگ صفین سے واپس آئے تو ایک مرد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا امیر المومنینؑ مجھکو خبر دیجئے کہ آیا ہمارا ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کو جانا قضائے الٰہی اور اسکی تقدیر سے تھا حضرت نے فرمایا ہمنے ایک قدم

لہ مقصود اس کلام معجز نظام سے اشاعرہ وغیرہ جہلوں کے توہمات کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ خدا حی ہے حیات سے اور عالم ہے علم سے اور قادر ہے قدرت سے اور حیات اور علم و قدرت کو اسکی ذات سے ایک علیحدہ شے قرار دیتے ہیں اور انکو معانی اور صفات زائدہ حالہ فی الذات او صفات حقیقیہ کہتے ہیں اور ہر ایک کو انمیں سے مثل خدا کے قدیم جانتے ہیں پس حضرت نے اس خیال کے ابطال کیلئے فرمایا کہ کمال تصدیق باری تعالیٰ کی یہ ہے کہ ایسی صفات کی اس سے نفی کیجائے۔ ۱۲۔ حدیقہ سلطانیہ۔

نہیں اٹھایا اور کسی پستی و بلندی سے نہیں گزرے اِلّا سب قضا و قدر خدا سے تھا اس مرد نے کہا اگر ایسا ہے تو جسقدر تکلیفیں اور تعب ہم نے اس سفر میں برداشت کئے سب بیکار گئے حضرت نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ تمہارا ثواب اس آمد و رفت میں عظیم اور اجر جسیم ہے کسلئے کہ تم باغیوں سے لڑنے گئے تھے اس نے کہا کہ جب قضائے الٰہی ہمکو کشاں کشاں لے گئی اور جملہ کاروبار ہمارے تقدیر خدا سے ہوتے ہیں تو پھر طاعت پر ثواب کیسا اور معصیت پر عذاب کے کیا معنی۔ آپنے فرمایا اوظننت یا رجل انہ قضاءٌ حتم وقدر لازم لاتظن ذلک فان القول بہ مقالہ عبدۃ الاوثان وحزب الشیطان وخصماء الرحمن وقدریۃ ھذہ الامۃ ومجوسھا ان اللہ امر تخییرا ونھی تحذیرا وکلف یسیرا ولم یطع مکرھا ولم یعص مغلوبا ولم یرسل الرسل عبثا ولم یخلق السموات والارض وما بینھما باطلا ذلک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار۔ فقال الرجل فما القضاء والقدر الذی ذکرتہ یا امیر المومنین فقال الامر بالطاعۃ والنھی عن المعصیۃ والتمکین من فعل الحسنۃ وترک السیئۃ والمعونۃ علی القربۃ الیہ والخذلان لمن عصاہ والوعد والوعید والترغیب والترھیب کل ذلک قضاء اللہ فی افعالنا وقدرہ لاعمالنا فاما غیر ذلک فلا تظنہ فان الظن لہ محبط الاعمال **ترجمہ** آیا گمان کیا تونے اے مرد کہ وہ قضائے حتمی اور قدر لازم ہے ایسا کبھی خیال نہ کرنا کیونکہ یہ قول بت پرستوں اور شیطان کے پیروؤں اور خدا کے دشمنوں کا ہے اور قائل ہیں اس قول کے قدریہ اس امت کے اور مجوس انکا قول سرتاپا باطل ہے بلکہ حق تعالیٰ نے حکم کیا ہے طاعت کا حالانکہ انکو اختیار دیا ہے کرنے اور نہ کرنے کا اور منع فرمایا ہے انکو معصیت سے از روئے تحذیر کے اور تکلیف کی ہے کم اندک یعنی تکلیف مالایطاق نہیں دی کوئی اسکی اطاعت اجبار و اکراہ سے نہیں کرتا اور کوئی نافرمانی از روئے قہر و غلبہ کے عمل میں نہیں لاتا اس نے رسول عبث و بیفائدہ نہیں بھیجے اور نہ آسمان و زمین اور انکے درمیان کی چیزیں بیفائدہ اور باطل بنائی ہیں یہ ان لوگوں کا گمان ہے کہ جنہوں نے کفر کیا پس عذاب ہے کافروں کیلئے آتش جہنم سے پس اس مرد نے کہا کہ قضا و قدر کہ ہم بغیر اسکے نہیں سکتے کیا ہے فرمایا وہ امر ہے طاعت کا اور نہی ہے معصیت سے اور قدرت دینا ہے نیکی پر اور ترک کرنا اور چھوڑ دینا ہے بدی کو اور اعانت کرنا ہے ان امور پر کہ قربۃً الی اللہ کئے جائیں اور خذلان اور ترک کرنا ہے گناہگار کو روکنا اور وعدہ دینا ہے نیکی پر اور ڈرانا اور دھمکانا بدی پر اور ترغیب ہے یہی سب باتیں قضا خدا ہیں ہمارے افعال میں اور تقدیر اسکی ہمارے اعمال میں باور کر اسکا اور کسی امر کا گمان نہ کر کیونکہ ایسا گمان کرنا اعمال کو حبط و ضائع کرتا ہے۔ پس وہ مرد یہ سنکر خوش ہوگیا اور بولا فرج اللہ عنک یا امیر المومنین کما فرجت عنی اے امیر المومنینؑ خدا تعالےٰ

لہ قولہ قدریۃ ھذہ الامۃ ومجوسھا۔ قدریہ اور مجوس اس امت کے مجبرہ یعنی اشاعرہ ہیں کیونکہ انکو کئی طرح سے مجوس سے مشابہت ہے ایک یہ کہ مجوس کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایک شے کو پیدا کرتا ہے پھر اس سے بیزار ہوجاتا ہے ایسا ہی اشاعرہ کہتے ہیں کہ خدا خود کفر کو بعض انسان میں خلق کرتا ہے پھر اس سے برات چاہتا ہے۔ نیز مجوس کہتے ہیں کہ ماں بہنوں کے ساتھ جماع قضا و قدر خدا سے ہوتا ہے۔ اور مجبرہ تمام نیکی بدی کو خدا کی طرف سے جانتے ہیں اور بندہ کو محض مجبور بتلاتے ہیں مولانا احمد اردبیلی حدیقۃ الشیعہ میں کہتے ہیں کہ اکثر کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک مرد قائل بجبر اپنے گھر میں گیا دیکھا کہ ایک مرد بیگانہ اس کی دختر کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ تلوار کھینچکر چاہتا تھا کہ مرد کو معہ اپنی لڑکی کے قتل کرے اسکی بی بی نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا کہ کیا غضب کرتا ہے کہ اپنا دین و مذہب (سب خیر و شر خدا کرتا ہے) چھوڑ کر صاحب بن عباد رافضی کا مذہب اختیار کرتا ہے اور ایک مرد مسلمان اور بیگناہ دختر کو مارے ڈالتا ہے جبری نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسئلہ دان عورت مجھکو عنایت کی۔ قریب تھا کہ دو بیگناہ کا خون اپنے سر پر لیکر رافضیوں کا مذہب اختیار کرلوں۔ ۱۲، حدیقہ سلطانیہ ٭ ٭ ٭

تمہارے کام کو کشادہ کرے جیسا کہ تمنے میرے کار بستہ کو کشادہ کیا ہے پھر ذوق طرب میں یہ اشعار اس نے پڑھے ؎

انت الامام الذی نرجوا بطاعته ✤ یوم الماب من الرحمن غفرانا ✤ اوضحت من دیننا ما کان ملتبسا ✤ جزاک ربک بالاحسان احسانا ✤ یعنی تم وہ امام برحق ہو کہ تمہاری اطاعت کی وجہ سے ہم خدا کی درگاہ سے بروز قیامت بخشش اور مغفرت کے امیدوار ہیں تمنے ہمارے دین سے اس امر کو واضح فرمایا جو مشتبہ تھا حق تعالیٰ بعوض اس احسان اور نیکی کے تمہارے ساتھ بھی احسان اور نیکی کرے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے امیر المومنینؑ کے عدل باری تعالیٰ اور نفی جبر اور ثبوت حکمۃ اس کے افعال میں اور نہ ہونا عبث کا اسکے کاروبار میں بخوبی ظاہر ہے۔ **در فضیلت اہلبیت و خویشتن فرماید**۔ ان الله خص محمدا بالنبوة واصطفاه بالرسالة وانباه بالوحی فانال فی الناس وانال. وعندنا اهل البیت معاقل العلم وابواب الحکم وضیاء الامر فمن یحبنا ینفعه ایمانه ویتقبل عمله ومن لا یحبنا لا ینفعه ایمانه ولا یتقبل عمله وان داب فی اللیل والنهار۔ بتحقیق کہ حق تعالیٰ نے مخصوص کیا محمد مصطفیٰؐ کو ساتھ نبوت کے اور برگزیدہ فرمایا انکو رسالت کیلئے اور خبر دی انکو وحی سے پس پہنچایا اسکو امت کے درمیان اور پہنچا جو کچھ کہ پہنچا ترویج حق و اعلاء کلمۃ اللہ میں رنج و تعب آنحضرت کو اور ہم اہلبیت کے پاس چشمہائے علم و دروازے حکمت کے اور نور و ضیاء امور ہے پس جو شخص ہم کو دوست رکھتا ہے اسکا ایمان اسے نفع بخشتا ہے اور اسکے اعمال قبول ہوتے ہیں اور جو ہمکو دوست نہیں رکھتا اسکا ایمان اسے فائدہ نہیں دیتا نہ اسکے اعمال قبول ہوتے ہیں ہر چند وہ رات دن گردش کرتا ہے ؎ بے حب اہلبیت عبادت حرام ہے + **ایک اور** خطبہ میں ارشاد کیا بقدر ضرورت اس سے یہ ہے۔ الحمد لله الذی هدانا من الضلالة وبصرنا من العمی ومن علینا بالاسلام وجعل فینا النبوة وجعلنا النجباء وجعل افراطنا افراط الانبیاء وجعلنا خیر امة اخرجت للناس نامر بالمعروف وننهی عن المنکر ونعبد الله ولا نشرك به شیئا ولا نتخذ من دونه ولیا فنحن شهداء الله والرسول شهید علینا نشفع فنشفع فیمن شفعنا له وندعوا فیستجاب دعاؤنا ویغفر لمن ندعوله ذنوبه تمام تعریفیں ثابت ہیں خدا کے لئے جس نے ہمکو گمراہی سے بچایا اور کوری سے بینا کیا اور اسلام سے ہمپر منت رکھی اور گردانا ہمارے درمیان نبوت کو اور کیا ہمکو منتخب و برگزیدہ اور کیا ہمارے پیش رووں کو پیش رو انبیاء کا اور گردانا ہمکو بہترین امت کہ نکالی گئی لوگوں کے لئے، امر کرتے ہیں ہم نیکی کا اور منع کرتے ہیں بدی سے اور بندگی کرتے ہیں خدا کی اور ذرا شرک اسمیں نہیں لاتے اور اسکے سوا کسی کو دوست نہیں بناتے۔ پس ہم شہداء خدا ہیں اور رسول خدا ہماری شہادت دینے والے ہیں۔ شفاعت کرتے ہیں اور شفاعت ہماری جس کے حق میں شفاعت کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہیں۔ اور دعا ہماری مستجاب ہوتی ہے اور جس کے لئے دعا کرتے ہیں اسکے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ **اور دوسرے مقام** پر ارشاد فرماتے ہیں۔ لا یقاس بآل محمد من هذه الامة احد ولا یستوی بهم من جرت نعمتهم علیه ابدا هم اساس الدین وعماد الیقین الیهم یفیء الغالی وبهم یلحق التالی ولهم خصائص حق الولایة وفیهم الوصیة والوراثة الان قد رجع الحق الی اهله ونقل الی منتقله

آل محمدؐ پر اس امت سے کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا اور ہر گز وہ شخص انکی برابری نہیں کر سکتا جسپر کہ خود انہیں کی طرف سے انعام جاری ہے یعنی جنہوں نے علم و معرفت انسے حاصل کی ہے کبھی انکے برابر نہ ہو سکیں گے۔ وہ بنیاد ہیں دین کے اور ستون ان علم و یقین ہیں بڑھ جانیوالا انکی طرف رجوع کرتا ہے اور پیچھے آنیوالا انسے ملحق ہوتا ہے اور انکے لئے ہیں خصائص اور شروط استحقاق خلافت کے اور ان کے درمیان ہے وصیت اور وراثت اب مراجعت کی حق نے اہل حق کیطرف اور منتقل ہوا وہ اپنی منتقل ہونیکی جگہ کو۔ **درصفت عالم وآداب متعلم فرماید** حارث اعور روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے۔ من حق العالم ان لا یکثر علیہ السوال ولا یعنت فی الجواب ولا یلح علیہ اذا کسل ولا یوخذ بثوبہ اذا نھض ولا یشار الیہ بید فی حاجۃ ولا یفشی لہ سرًّا ولا یغتاب عندہ احدٌ و یعظم کما حفظ امر اللہ ولا یجلس المتعلم الا امامہ ولا یعرض من طول صحبتہ واذا جاءہ طالب العلم وغیرہ فوجدہ فی جماعۃ عمھم بالسلام وخصہ بالتحیۃ ولیحفظ شاھدا و غائبا ولیعرف حقہ فان العالم اعظم اجرا من الصائم القائم المجاھد فی سبیل اللہ فاذا مات العالم ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا الا خلف منہ وطالب العلم تستغفر لہ الملائکۃ وتدعو لہ ما فی السموات والارض۔ **ترجمہ** کہ عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے کثرت سے سوال نہ کریں اور جواب میں اسکے ساتھ تعنت وایذا دہی سے پیش نہ آئیں اور جب اسکو تکان اور سستی ہو تو الحاح و اصرار نہ کریں جب وہ اٹھنے لگے تو اسکا پلہ نہ پکڑیں اور کسی کام میں اسکی طرف ہاتھ سے اشارہ نہ کریں اور اسکے راز کو آشکارہ کریں اور کسی کی اس کے سامنے غیبت نہ کریں اور تعظیم کریں انکی جیسا کہ انسے امر حق کی حفاظت کی اور طالب علم اسکے سامنے بیٹھے اور اسکے طول صحبت سے اعراض نہ کرے اور جب طالب العلم یا کوئی اور اسکے پاس آئے اور وہ ایک مجمع میں ہو تو اس مجمع عام پر عمومیت سے سلام کرے اور اسکو خاص و عادے اور اسکا ادب سامنے اور پیٹھ پیچھے ملحوظ رکھے اور اس کے حق کا عارف ہو کیونکہ عالم کا ثواب روزہ دار اور عابد شب زندہ دار اور راہ خدا میں جہاد کرنیوالے سے بھی زیادہ ہے جسوقت عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایک رخنہ پڑتا ہے اسکو بند نہیں کرتا الا اسکا جانشین اور طالبعلم کے لئے ملائکہ آسمان استغفار کرتے ہیں اور آسمان و زمین اور جو کچھ انمیں ہے اسکے واسطے دعا مانگتے ہیں۔ اور نیز آپ نے فرمایا اری العلم فی ذُلٍّ وجوع وفاقۃ وبعد من الاٰباء والاھل والوطن لو کان کسب العلم اسھل حرفۃ لما کان ذوجھل علی الارض فی الزمن **ترجمہ** پاتا ہوں میں علم کو ذلت اور بھوک اور فاقہ کشی میں اور دور ہونے میں اپنے ماں باپ اور اہل وعیال اور وطن سے اگر علم حاصل کرنا کوئی آسان کام ہوتا تو تمام زمانہ میں روئے زمین پر کوئی بھی جاہل باقی نہ رہتا۔ نیز آپنے فرمایا انما العلماء فی الناس کالبدر فی السماء یضیء نورہ علی سائر الکواکب خذوا من العلم ما بدا لکم وایاکم ان تطلبوہ لخصال اربع لتباھوا بہ العلماء او تماروا بہ السفھاء او تراءوا بہ فی المجالس وتصرفوا وجوہ الناس الیکم للترأس۔ **ترجمہ** کہ صاحبان علم لوگوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے کہ چودہویں رات کا چاند آسمان میں اسکا نور تمام ستاروں کے نور پر غالب ہے علم سے جسقدر چاہو حاصل کرو مگر خبردار چار خصلتوں کیلئے علم طلب نہ کرنا ایک اسلئے کہ اس سے علماء پر فخر ومباہات کرو دوسرے اسواسطے کہ جاہلوں بیوقوفوں کے ساتھ جنگ و جدل پیش آؤ تیسرے تاکہ مجالس میں

اس سے ریا کرو۔ چوتھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو اور انپر فوقیت وریاست چاہو۔ **شیخ** صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ طالبان علم تین نوع پر ہیں ان کے صفات وعلامات سے انکو پہچان رکھو۔ ایک جو مراء (جنگ) وجدل کیواسطے علم حاصل کرے۔ دوم استطالہ (درازی) وختل (فریب ہی) کے لئے سوم فقہ (بصیرت حاصل کرنے) اور عمل کیلئے۔ لیکن صاحب جنگ و جدل کہ وہ مجالس بحث گفتگو میں لوگوں کو ایذا دیتا ہے گو اظہار خشوع کرے مگر پرہیزگاری سے کورا ہے حقتعالیٰ اس کے سبب اُسکے منھ اور دہڑ کو توڑے گا۔ لیکن استطالہ وختل والا وہ اپنے برابر والوں پر اپنے تئیں کھینچتا اور انپر فخر چاہتا ہے اور اغنیا کے سامنے تواضع وفروتنی سے پیش آتا ہے۔ پس وہ انکے خوان احسان سے بہرہ ور ہوتا ہے الا اپنے دین کو تباہ وبرباد کرتا ہے۔ پس حقتعالیٰ اسکے بصر بصیرت کو کور کرتا ہے اور آثار علماء سے اسکا نشان مٹا دیتا ہے۔ لیکن صاحب فقہ وعمل۔ پس تو جب اسکو دیکھے حزین ودردمند نظر آئیگا وہ شب ہائے تاریک میں عبادت خدا بجا لاتا ہے باوصف اسکے عذاب خدا کے خوف سے ہر وقت ترساں ولرزاں رہتا ہے حقتعالیٰ اس وجہ سے اسکے ارکان مضبوط کرتا ہے اور قیامت کے روز اسکو امان ہوگی۔ **صفت شیعیان خالص** منقول ہے کہ ایک رات حضرت امیرالمومنینؑ مسجد سے برآمد ہوئے اور ارادہ گورستان کا کیا چاندنی رات تھی کچھ لوگ آپ کے پیچھے ہوئے کہ ساتھ جائیں آپنے جوان کو دیکھا تو ٹھہر گئے اور فرمایا تم کون لوگ ہو عرض کی یا امیرالمومنینؑ تمہارے شیعہ ہیں حضرت ان کے چہروں کو غور سے دیکھنے لگے کہ کیا بات ہے علامات ونشان شیعہ تم میں نظر نہیں آتے انہوں نے کہا کہ علامات شیعہ کیا ہیں فرمایا۔ انکی علامت یہ ہے **صُفْرُ الْوُجُوْہِ مِنَ السَّھَرِ عُمْشُ الْعُیُوْنِ مِنَ الْبُکَاءِ حُدْبُ الظُّھُوْرِ مِنَ الْقِیَامِ خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّیَامِ ذُبُلُ الشِّفَاہِ مِنَ الدُّعَاءِ عَلَیْھِمْ غَبَرَۃُ الْخَاشِعِیْنَ۔**
کہ انکے چہرے کثرت بیداری سے زرد ہوں اور انکی آنکھیں روتے روتے کمزور وضعیف ہوگئی ہوں اور انکی پشتیں کثرت قیام بعبادت ملک علام سے خمیدہ کبڑی ہو جائیں اور انکے شکم روزوں کے سبب خالی اور انکے ہونٹ زیادتی دعا سے خشک ہوں اور ان کے اوپر ہو غبار فروتنی اور تذلل کا۔

مواعظ مختلفہ فرماتے ہیں۔ ان افضل ما توسل بہ المتوسلون الی اللہ سبحانہ تعالی الایمان بہ وبرسولہ والجہاد فی سبیلہ فانہ ذروۃ الاسلام وکلمۃ الاخلاص فانہا الفطرۃ واقام الصلوۃ فانہا الملۃ وایتاء الزکوۃ فانہا فریضۃ واجبۃ وصوم شہر رمضان فانہ جنۃ من العقاب وحج البیت واعتمارہ فانہما ینفیان الفقر ویرحضان الذنب وصلۃ الرحم فانہا مثراۃ فی المال ومنساۃ فی الاجل وصدقۃ السر فانہا تکفر الخطیئۃ وصدقۃ العلانیۃ فانہا تدفع منیۃ السوء وصنائع المعروف فانہا تقی مصارع الھوان افیضوا فی ذکر اللہ فانہ احسن الذکر وارغبوا فیما وعد المتقین فان وعدہ اصدق الوعد واقتدوا بھدی نبیکم فانہ افضل الھدی واستنوا بسنتہ فانہا اھدی السنن وتعلموا القرآن فانہ احسن الحدیث وتفقھوا فیہ فانہ ربیع القلوب واستشفوا بنورہ فانہ شفاء الصدور واحسنوا تلاوتہ وان العالم العامل بغیر علمہ کالجاہل الحائر الذی لا یستفیق من جھلہ بل الحجۃ علیہ اعظم والحسرۃ لہ الزم وھو عند اللہ الوم **ترجمہ** بتحقیق کہ افضل اور بہتران وسائل کا کہ وسیلہ جو لوگ قرب وسیلہ خدا حاصل کرتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ اور اسکے نبی محمد مصطفےٰ پر ایمان لانا ہے اور اسکے راہ میں جہاد کرنا کیونکہ جہاد مسلمانی کا اعلیٰ مقصد اور اونچا مدعا ہے اور خالص توحید کا دل سے اقرار کرنا کہ یہ مقتضائے فطرت انسانی ہے جسپر کہ آدمی مفطور

ومخلوق ہوا ہے اور نماز کا برپا رکھنا کیونکہ یہ تمامی دین ومذہب ہے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا کہ وہ فرائض وواجب ہے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنا کہ وہ سپر اور پناہ ہے عذاب وجہنم سے اور حج خانہ کعبہ وعمرہ بجالانا کیونکہ یہ دونوں فقر ودرویشی کو دفع کرتے ہیں اور آلائش عصیاں کو دھوڈالتے ہیں اور صلہ رحم (اقربا کے ساتھ احسان ونیکی کرنا) کہ اس سے ثروت زیادہ اور عمر دراز ہوتی ہے اور پوشیدہ خیرات کرنا کہ کفارۂ خطیات ومعاصی ہے اور ظاہر میں تصدق دینا کہ بری موت سے مثل جلجانے ڈوب جانے مکان یا دیوار کے نیچے دبجانے وغیرہ سے محفوظ رکھتا ہے اور نیکی اور احسان کرنا ذلت وخواری میں پڑنے سے بچاتا ہے لوگو اپنے تئیں ذکر خدا میں ڈالو کیونکہ وہ تمام اذکار سے بہتر ہے اور جو وعدہ ہائے ثواب سنے پرہیزگاروں سے کئے ہیں انمیں رغبت کرو کیونکہ اسکے وعدے تمام وعدوں سے سچے اور پکے ہیں اور اپنے نبی کی ہدایت پر کاربند ہو کہ وہ ہدایت سب سے بہتر ہے اور آنحضرت کی سنت پر عمل کرو کہ سب سنتوں سے زیادہ ہدایت کرنیوالی ہے علم قرآن سیکھو کیونکہ وہ تمام باتوں سے بہتر ہے اور اسمیں فقہ وبصیرت حاصل کرو کیونکہ وہ دلوں کی بہار ہے اور اسکے نور سے شفا چاہو کہ سینوں کی شفا اسمیں ہے اور اچھی طرح سے اس کی تلاوت کرو کہ سب قصوں سے زیادہ نافع ہے اور جو عالم کہ اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ اس حیران کی مانند ہے جو کہ اپنی جہالت سے افاقہ نہیں پاتا بلکہ اسپر حجت زیادہ تمام ہے اور حسرۃ اسکو زیادہ لازم ہے اور وہ خدا کے نزدیک بہت ملامت کیا گیا ہے

اور حارث ہمدانی[1] کو خط میں لکھا۔ قرآن کو لازم پکڑ اور اس سے نصیحت لے اور جس چیز کو قرآن حلال کرے حلال جان جسے حرام کہے حرام سمجھ دنیا کے گزشتہ حالات سے اسکے آئندہ کے لئے عبرت حاصل کر کیونکہ وہ باہکدیگر مشابہ ہیں اور ما بعد ماقبل سے ملجانیوالا ہے خدا کے نام کو حق الامر کے سوا کسی کام میں زبان پر نہ لا موت اور اسکے بعد کی حالت کو یاد رکھ، موت کی آرزو نہ کر مگر جبکہ اپنے اعمال خیر پر بھروسہ کرلے کہ وہ باعث نجات ہوں گے کوئی کام نہ کر جس سے کہ تیرا نفس راضی ہو اور عام مسلمان ناراض اور اس کام سے پرہیز کر کہ چھپ کر اسے کرے ظاہر ہو تو خفت وندامت اٹھائے اور اس سے سوال کریں تو یا انکار یا عذر کرنا پڑے اپنی آبرو کو تیر ہائے ملامت مردم کا نشانہ نہ بنا ہر ایک بات جو سنے اسکے نقل کرنے پر مبادرت نہ کر کہ جھوٹا ٹھہرے گا اور ہر امر جو تجھ سے کہیں اسکی تکذیب نہ کر کہ یہ جہالت ہے۔ غصہ اور غیظ کے وقت حلم اختیار کر اور قدرت پانے پر درگزر فرما۔ اور شکر نعمت سے نعمات کی اصلاح کر کہ پائدار ہوں اور ضائع نہ ہونے پائیں پس نعمات کا اثر تجھپر ظاہر ہونا چاہئے۔ جان کہ مومن کامل وہ ہے کہ اپنے نفس اور اہل ومال سے توشہ آگے بھیجے یعنی نفس کو جہاد راہ خدا میں کام میں لائے اور اہل وعیال کو خیرات ومبرات کی تاکید کرے اور مال سے زکوٰۃ وغیرہ حقوق واجب ومستحب نکالے اس شخص کی مصاحبت سے پرہیز کر جسکی رائے مقبول ہو اور عمل مردود کیونکہ صحبت کا اثر ہوتا ہے اور آدمی اپنے ہمصحبت سے اسکی خصائل اخذ کرتا ہے بڑے شہروں میں سکونت اختیار کر کہ مجمع مسلمین ہیں اور دیہات خوردہ سے کنارہ کش ہو کہ غفلت وگمنامی میں بسر ہوگی اور طاعت خدا میں مددگار کمتر ملینگے۔ کارآمد باتوں پر دل کو لگا اور رائے کو مقصود رکھ بازاروں کو نشست گاہ نہ بنا کہ محل شیاطین اور مقام فتن ہیں اپنے سے کمتر پر نظر رکھ اور

---

[1] حارث بن عبداللہ ہمدانی کبار تابعین وخواص اصحاب امیرالمومنین سے ہے اور وہ ہے مخاطب اشعار مشہورہ آنحضرت کا کہ ایک شعر انکے یہ ہیں سے یا حارث ھمدان من یمت یرنی (من مومن او منافق قبلا) تا آخر ابیات یعنی اے حارث ہمدانی جو کوئی مرتا ہے مجھکو قبل موت دیکھتا ہے خواہ مومن ہو یا منافق۔ نقل ہے کہ وہ ایک مرتبہ رات کو بیوقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کون چیز تجھکو اسوقت یہاں لائی اے حارث عرض کی قسم خدا کی سوائے تمہاری محبت کے کوئی شے مجھکو نہیں لائی حضرت نے فرمایا تو جان اے حارث کہ کوئی مجھکو دوست نہیں رکھتا الا یہ کہ مرتیکے وقت مجھکو دیکھتا اور امیدوار رحمت الہی ہوتا ہے اور کوئی مجھکو دشمن نہیں رکھتا مگر یہ کہ مرنیکے وقت مجھے دیکھتا اور خجل اور مایوس ہوتا ہے اور امام محمد باقر وامام جعفر صادق سے منقول ہے کہ حرام ہے روح پر کہ بدن سے مفارقت کرے جبتک کہ خمسہ آل عبا محمد مصطفےٰ علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام کو نہ دیکھلے اسوقت اگر مومن ہے تو اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں ثواب آخرت سے۔ برعکس اسکے منافق کافر عقوبات اخروی معلوم کرکے محزون ومغموم ہوتا ہے۔ ۱۲ مجالس۔

خدا کا شکر بجا لا جمعہ کے روز سفر نہ کر جبتک کہ نماز جمعہ نہ پڑھ لے الا جبکہ جہاد پر جائے یا کوئی اور ایسا عذر معقول رکھتا ہو۔ ہر قول و فعل میں اطاعت حکم خدا لازم جان کیونکہ وہ جملہ امور سے زیادہ ضروری ہے اپنے تئیں بھیلا کر عبادت پر رکھ کہ ذوق و نشاط سے اسکو بجا لائے اور قہر نہ کر الا واجبات میں کہ انکا ادا کرنا بہرکیف لازم ہے۔ خوف کر کہ موت تجھپر وارد ہو درانحالیکہ تو طلب دنیا میں مصروف ہو فساق و فجار کے سایہ سے بچ کہ انکی شرارت تجھ میں سرایت نہ کرے حق سبحانہ کی عظمت کو ملحوظ رکھ اور اسکے دوستوں کا دوست ہو اور غضب سے باز رہ کیونکہ وہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک عظیم لشکر ہے۔

در مسامحت بطلب رزق یا ابن ادم الرزق رزقان رزق تطلبه ورزق یطلبك فان لم تاته اتاك فلا تحمل هم سنتك على هم يومك كفاك كل يوم ما فيه فان تكن السنة من عمرك فان الله سياتك في كل يوم جديد بما قسم لك وان لم تكن السنة من عمرك فما تصنع بالهم ما ليس لن يسبقك الى رزقك طالب ولن يغلبك عليه غالب ولن يبطئ عنك ما قدر لك اے پسر آدم رزق دو طرح پر ہے ایک وہ رزق ہے جسکو تو طلب کرتا ہے دوسرا وہ جو تجھے ڈھونڈتا ہے اگر تو اس تک نہ پہنچے گا تو وہ تیرے پاس پہنچ جائیگا ایک روز کے رزق کی فکر کے بجائے تو سال بھر کے رزق کی فکر اپنے اوپر نہ ڈال ہر روز کا رزق جو اس روز تجھے ملے کافی ہے۔ اگر برس بھر زندہ رہا تو حق تعالیٰ ہر روز نیا رزق جو اس روز کا تیرے لئے مقرر ہے تجھے پہنچائیگا اور جو وہ سال تیری زندگی کا نہیں تو ناحق ایسی شے کے لئے جو تیرے واسطے نہیں اپنے تئیں رنج و تعب میں ڈالتا ہے تو جان لے کہ جو تیرا رزق ہے کوئی اسکی طرف سبقت نہیں لیجا سکتا اور کوئی غالب اسے دبا نہیں سکتا جو تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے ہرگز اسکے پہنچنے میں دیر نہ ہوگی

ایام ہفتہ از دیوان منسوب بآنحضرت صلوات اللہ علیہ۔ مع ترجمہ نظمیہ اردو از مولف۔

لنعم اليوم يوم السبت حقا تبدى الله فى خلق السماء	ترجمہ	لصيد ان اردت بلا امتراء وفى الاثنين ان سافرت فيه	ترجمہ	وفى الاحد البناء لان فيه ستظفر بالنجاح وبالثراء
ہفتہ کا پہلا روز کہ ہفتہ کا روز ہے حق نے فلک کو اسمیں کیا آشکار ہے		بے شبہ خوف از پئے صید و شکار ہے دوشنبہ کے سفر میں ملے مال و مدعا		یک شنبہ ہے بنا رعمارت کے واسطے انسب مسافرت کے لئے سوموار ہے
فائدہ		الا بنی امیہ سے منسوب ہے یہ روز		شیعوں کو منع اسمیں ہر ایک کاروبار ہے[1]
وان برد الحجامة فالثلثا فنعم اليوم يوم الاربعاء وفى الجمعات تزويج وعرس		ففى ساعاتها هرق الدماء وفى يوم الخميس قضاء حاج ولذات الرجال مع النساء نبى او وصى الانبياء		وان شرب امرء يوما دواء ففيه الله ياذن بالدعاء وهذا العلم لم يعلمه الا
سہ شنبہ ہے جو فصد و حجامت کا قصد ہو اپنی شفا کا جبکہ کوئی خواستگار ہے		گھڑیوں میں اسکی خون گرانے کا کار ہے ہوتی ہیں پنجشنبہ کو پوری جو حاجتیں		جام دوا کو نوش کرے چار شنبہ کو کرتا عنایت اذن دعا کردگار ہے

[1] سوائے قطع و برید و سفر۔

جمعہ ہے بس جماع عروسی کے واسطے	لذات مردوزن کی یہ لیل ونہار ہے پیغمبر اوران کے وصی کا شعار ہے	یہ علم ان علوم سے ہے جن کا جاننا

بعضے از وصایا کہ بفرزند دلبند خود فرمودند۔ یہ وصیت ہنگام مراجعت از جنگ صفین مقام حاضرین پر کہ مواضع شام سے ایک موضع ہے لکھی۔ بقول جناب سید رضی رضی اللہ عنہ نہج البلاغہ میں حضرت امام حسنؑ کیلئے تحریر فرمائی تھی پس تمام خطابات اسکے انحضرتؑ کیطرف راجع ہونگے لیکن شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ محمدؑ بن حنفیہؓ کو کی ہے بہرکیف وہ بہت مبسوط ومشرح اور مشتمل ہے او پر مضامین عالیہ ونصائح ارجمند دنیا وعقبی وفوائد بسیار کے الایہاں بہت جزوی بطور انتخاب نقل وترجمہ ہوتی ہے۔ **در تحریص صدقہ برائے فائدہ اخرویہ** فرماتے ہیں واعلم ان امامك وطريقا ذا مسافة بعيدة ومشقة شديدة وانه لاغنا بك فيه عن حسن الارتياد وقدر بلاغك من الزاد مع خفة الظهر فلا تحملن على ظهرك فوق طاقتك فيكون ثقل ذلك وبالا عليك واذا وجدت من اهل الفاقة من يحمل لك زادك الى يوم القيامة فيوافيك به غدا حيث تحتاج اليه فاغتنمه وحمله اياه واكثر من تزويده وانت قادر عليه فلعلك تطلبه فلا تجده واغتنم من استقرضك فى حال غناك ليجعل قضاءه لك فى يوم عسرتك **ترجمہ** جان تو اے فرزند کہ تجھکو ایک راہ درپیش ہے جسکی مسافت دراز اور تکلیف شدید ہے اور تجھکو چارہ نہیں بجز اسکے کہ اچھی طرح فکر کرے۔ اور بقدر اس راہ کے طے ہونیکے توشہ اپنے ساتھ لے۔ اور ساتھ ہی ہلکے بیٹھ رہنے کا بھی خیال رکھے پس اپنی پشت پر اپنی طاقت سے زیادہ بار نہ کر کیونکہ اسکا بوجھ تیرے اوپر وبال ہوگا اور اگر تجھکو اہل فقر وفاقہ سے کوئی شخص ایسا ملجائے جو قیامت تک کیلئے تیرا بوجھ اٹھالے اور پھر فردا ر قیامت اسوقت جبکہ تو اسکا محتاج ہو تجھے دیدے تو چاہئے کہ تو اسکو بہت غنیمت جان اور اپنا بوجھ اسپر بار کردے اور جسقدر تجھسے لادا جاسکے لاددے کہ مبادا پھر لادنا چاہے اور تجھے نہ ملے یعنی دنیا میں محتاج کو خیرات دینا ایسا ہے جیساکہ توشہ سفر آخرت کو دوسرے پر بار کردے اور آپ ہلکا پھلکا ہوجائے پھر منزل پر پہنچکر اس سے واپس لے لے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اسکی مثال ایسی ہے کہ بوقت توانگری کوئی تجھسے قرض لے اس وعدے پر کہ تیرے افلاس اور احتیاج میں واپس دیدے تجھے تو ایسے قرض خواہ کو بہت ہی غنیمت جاننا چاہئے اور فوراً اسکو قرض دیدینا چاہئے۔ **در ترغیب دعا ووجوہ تاخیر اجابت آں۔** واعلم ان الذى بيده خزائن السموات والارض قد اذن لك فى الدعاء وتكفل بالاجابة وامرك ان تسئله ليعطيك وتسترحمه ليرحمك ولم يجعل بينك وبينه من يحجبك عنه ولم يلجئك الى من يشفع لك اليه ولم يمنعك ان اسات من التوبة ولم يعاجلك بالنقمة ولم تفضحك حيث تعرضت الفضيحة ولم يشدد عليك فى قبول الانابة ولم يناقشك بالجريمة ولم يؤيسك من الرحمة بل جعل نزوعك عن الذنب حسنة وحسب سيئتك واحدة وفتح لك باب المتاب وباب الاستعتاب فاذا ناديته سمع نداءك واذا ناجيته علم نجواك فافضيت اليه بحاجتك وانبثته ذات نفسك وشكوت اليه همومك واستكشفته كروبك واستعنته على امورك وسئلته من خزائن رحمته مالا يقدر على اعطائه غيره من زيادة الاعمار وصحة الابدان وسعة الارزاق ثم جعل فى يديك

مفاتیح خزائنہ بما اذن لک فیہ من مسئلتہ فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب نعمتہ واستمطرت شآبیب[1] رحمۃ فلا یقنطک ابطاء اجابتہ فان العطیۃ علی قدر النیۃ وربما اخرت عنک الاجابۃ لیکون ذلک اعظم لاجر السائل واجزل لعطاء الامل وربما سئلت الشیٔ فلا توتاہ واوتیت خیراً منہ عاجلاً واجلاً وصرف عنک لما ھو خیر لک و لرب امر قد طلبتہ فیہ ھلاک دینک لو اوتیتہ فلتکن مسئلتک فیما یبقی لک جمالہ وینفی عنک وبالہ والمال لا تبقی ولا تبقی لہ

ترجمہ جان تو اے فرزند کہ جس خدائے عزوجل کے قبضہ میں زمین و آسمان کے خزانے ہیں اسنے تجھکو دعا مانگنے کی اجازت دی ہے اور اسکے قبول کرنیکا کفیل ہوا ہے بقول خود ادعونی استجب لکم دعا کرو مجھسے اجابت کرونگا تمہارے لئے) اور امر کیا ہے مجھکو کہ اس سے سوال کرے کہ وہ عطا کرے اور رحم چاہے اس سے کہ وہ رحم کرے اور تیرے اور اپنے درمیان کوئی حاجب اور پردہ دار قرار نہیں دیا اور کسی کا محتاج نہیں کیا کہ وہ اسکے آگے تیرا شفاعت خواہ ہو اگر بدکاری کے بعد تو تائب ہو تو تجھکو اس سے روکتا نہیں۔ نیز تیرے عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور نہ تجھکو فضیحت و رسوا کرتا ہے جبکہ تو خود ان امور کا معترض ہوتا ہے بلکہ اسپر پردہ ڈہانپ دیتا ہے اور قبول توبہ و انابت میں تجھپر سختی روا نہیں رکھتا اور مواخذۂ جرم میں تیرے ساتھ مضائقہ نہیں کرتا اور اپنی رحمت سے تجھکو مایوس نہیں ہونے دیتا بلکہ ترک معصیت کو تجھسے ایک حسنہ شمار کرتا ہے اور ایک گناہ کو ایک اور ایک نیکی کو دس حساب کرتا ہے بمفاد قولہ تعالیٰ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا و من جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلہا اور دروازہ توبہ کرنیکا تیرے لئے کھولا اور گناہ سے عذر خواہی کا تجھے موقعہ دیا جب تو اسے پکارتا ہے تو وہ تیری آواز سنتا ہے اور جب مناجات کرتا ہے تو وہ اس سے واقف ہوتا ہے تاکہ تو اپنی حاجت کو اس تک پہنچائے اور جو کار تجھے پیش آئے اسکے آگے اُسے ظاہر کرے اور اپنے غموں کی اس سے شکایت کرے اور اپنی سختیوں کے کھولنے کی اس سے درخواست کرے اور اپنے کاروبار میں اس سے اعانت و امداد مانگے اور اسکے خزائن رحمت کا کہ کوئی دوسرا اس کے سوا عطا نہیں کر سکتا اس سے سوال کرے اور زیادتی عمر اور صحت بدن اور وسعت رزق کا اس سے طلبگار ہو۔ پھر اپنے خزانوں کی کنجیاں تجھکو دیں تاکہ تو ابواب رحمت کو بوسیلہ حمید دعا مانگنے کے کہ اسکا تجھے اذن دیا ہے کھولے پس تو جب چاہے دعا کے ذریعہ سے اسکے نعمت کے ابواب کو کھول سکتا ہے اور باران رحمت اسکی کا سوال کر سکتا ہے پس ہرگز تجھکو دعا کا دیر میں قبول ہونا مایوس نہ کرے۔ کیونکہ عطاء الٰہی بقدر نیت سائل ہوتی ہے اور بیشتر اوقات قبول دعا میں اسلئے تاخیر ہوتی ہے تاکہ سائل کا اجر اس سے بزرگ ہو اور امیدوار کی عطا و بخشش جزیل ہو۔ اور لبا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تونے ایک شے کی دعا مانگی اور وہ تجھکو نہ دیگئی لیکن دوسری شے اسکی عوض دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر مرحمت ہوگی۔ پس اس سے تیرا باز رکھنا تیری بہتری کے واسطے تھا۔ اور اکثر اوقات یہ صورت ہوتی ہے کہ تونے نادانستگی سے وہ شے طلب کی ہے کہ اگر دیدیجائے تو تیرا دین تباہ ہوجائے۔ پس تجھکو چاہئے کہ حق تعالیٰ سے ایسی شے طلب کرے جسکی خوبی تیرے لئے باقی رہے اور اسکا وبال تجھسے دور ہو اور مال وہ شے ہے کہ تیرے لئے باقی نہ رہیگا اور نہ تو اسکے لئے باقی رہیگا **سلوک با یاران باصفا و دشمنان پُر جفا**۔ احمل نفسک من اخیک عند صرمہ علی الصلۃ وعند صدودہ علی اللطف والمقاربۃ وعند جمودہ علی البذل وعند تباعدہ علی الدنو وعند شدتہ علی اللین وعند جرمہ علی العذر حتی کانک

[1] شآبیب بارش عصفور ایک مرتبہ کی بارش اور پارۂ ابر بڑے قطرہ والیکا اور حدہر ایک چیز کی اور شدت سے دفع ہونا کسی شے کا اور جو خوبی کسی چیز کے اول ظاہر ہو اور سختی اور گرمی آفتاب کی اور شآبیب اسکی جمع ہے

له عبد وكانه ذو نعمة عليك واياك ان تضع ذلك فى غير موضعه وان تفعله بغير اهله ولا تتخذن عدو صديقك صديقا فتعادى صديقك وامحض اخاك النصيحة حسنة كانت ام قبيحة وتجرع الغيظ فانى لم اجرعة احلى منها عاقبة ولا الذ مغبة ولن لمن غالظك فانه يوشك ان يلين لك وجد على عدوك بالفضل فانه احد الظفرين وان اردت قطيعة اخيك فاستبق له من نفسك بقية يرجع اليها ان بدا ذلك له يوما ما ومن ظن بك خيرا فصدق ظنه ولا تضيعن حق اخيك اتكالا على ما بينك وبينه فانه ليس باخ من اضعت حقه

ترجمہ برداشت کر اور اٹھا اپنے دوست سے اپنے اوپر یہ باتیں کہ اگر وہ تجھسے قطع وجدائی ڈھونڈھے تو تو اس سے ملاپ کر اور جو اعراض وروگردانی کرے تو تو لطف اور نزدیکی چاہ اور جو وہ بخل اختیار کرے تو تو جود واحسان سے پیش آ اور جو وہ دوری چاہے تو تو قریب ہو جب تجھے سختی کرے تو تو ملامت اور نرمی کر اور جسوقت تیرے اوپر ظلم یا تیرا کوئی جرم کرے تو اسے معاف کر بلکہ جو عذر خواہی اسے کرنی چاہیے تھی تو بجا لا اور اسکو شرمندہ نہ ہونے دے اور اسطرح اپنے دوست سے پیش آ گویا تو اسکا بندۂ احسان ہے اور وہ تیرا ولی نعمت اور صاحب امتنان۔ اور خبردار کہ یا مور اس شخص کے ساتھ کرے کہ انکا اہل و مستحق نہ ہو کیونکہ ایسا کریگا تو وہ حماقت سے تیری تواضع وفروتنی کو عجز وزبونی پر حمل کریگا۔ ہرگز اپنے دوست کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرنا کہ وہ درحقیقت اس دوست کو دشمن بناتا ہے دوست سے نصیحت کو باز رکھنا نہیں چاہیے خواہ شیریں ہو یا تلخ صاف صاف اسکے روبرو بیان کرنا چاہیے۔ غصہ کو پی جا کیونکہ میرے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں کہ آخر کار ایسا شیریں اور لذیذ ہو جیسا کہ غصہ کا ضبط کرنا ہے اور جو تیرے ساتھ غلظت اور سختی کرے اس سے نرمی کر کہ وہ بھی آخر نرمی کی طرف مائل ہوگا اور اپنے دشمن پر جبکہ وہ تیرے قابو میں آئے فضل واحسان کر کہ وہ عظیم فتح ہے۔ اگر اپنے دوست سے محبت قطع کرنا چاہتا ہے تو بالکل قطع نہ کر بلکہ کسی قدر اس سے باقی رہنے دے کہ اگر وہ دوست صلح کرنا چاہے تو اس بقیہ سے تمسک کرے اگر کوئی دوست تجھ میں کسی خوبی کا گمان کرے کہ وہ خوبی تو نہ رکھتا ہو تو اسکے گمان کی تصدیق کر اور اس خوبی کو اپنے لئے حاصل کر۔ کسی دوست کے حق کو اس بھروسہ پر کہ وہ میرا دوست ہے ہرگز ضائع نہ کر کیونکہ جبکا حق ضائع کیا وہ دوست دوست نہیں رہتا۔ **طرز معاشرت با زنان وخادمان و اکرام خویشاوندان** اياك ومشاورة النساء فان رأيهن الى افن وعزمهن الى وهن واكفف عليهن من ابصارهن بحجابك اياهن فان شدة الحجاب ابقى عليهن وليس خروجهن باشد من ادخالك من لا يوثق به عليهن وان استطعت ان لا يعرفن غيرك فافعل ولا تملك المراءة من امرها ما جاوز نفسها فان المراءة ريحانة وليست بقهرمانة ولا تعد بكرامتها ما جاز نفسها ولا تطمعها فى ان تشفع لغيرها واياك والتغائر فى غير موضع غيرة فان ذلك يدعو الصحيحة الى السقم والبرية الى الريب۔ واجعل لكل انسان من خدمك عملا تاخذه فانه احرى ان لا يتواكلوا فى خدمتك واكرم عشيرتك فانهم جناحك الذى به تطير واصلك الذى اليه تصير ويدك الذى بها تصول **ترجمہ** خبردار عورتوں سے مشورہ نہ کرنا کیونکہ انکی رائے فن وفریب کے قریب ہے اور انکا عزم وارادہ سستی وضعف سے خالی نہیں۔ اپنی عورتوں کو بیگانہ کی نظر سے بچا اور ان کو پردہ سے باہر نکلنے نہ دے کیونکہ پردہ داری کو مضبوط کرنا ان کی حفاظت کا عمدہ ذریعہ ہے

اوران کو تہمت سے چھوڑنیکا اچھا وسیلہ۔ اس شخص کو انکے پاس نہ آنے دے جسکی صلاحیت پر وثوق واعتماد نہ رکھتا ہو کیونکہ بیگانے کا اندر آنا عورتوں کے باہر نکلنے سے کم نہیں بلکہ اسکی خرابی اس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر تجھ سے ہوسکے کہ تیری عورتیں تیرے سوا کسی دوسرے کو نہ جانیں تو ایسا کر۔ عورت کو کسی کام میں جو اسکے اپنے نفس کے سوا ہیں دخل نہ دینے دے کیونکہ عورت بمنزلہ گل خوشبو کے ہے کہ اس سے منتفع ہونا چاہئے نہ کہ حاکم جابر کہ اسکے زیر فرمان رہیں اور اسکو ایسی عزت کی عادت مت ڈال جو اسکے نفس سے زائد ہو تاکہ اسکو طمع اوروں کیلئے سفارش کرنیکی پیدا ہو۔ زنہار کہ عورت کے مقدمے میں جو موقعہ غیرت کا نہیں وہاں غیرت کرے۔ اور بلا وجہ کافی اسکو متہم جانے بتحقیق کہ اس سے تندرست بیمار اور پاکدامن ناپرہیزگار ہوجائیگی اپنے خدمتگاروں میں سے ہر ایک کا کام جداجدا معین کر اور اسکی بھلائی برائی کا اس سے مواخذہ فرما۔ اس صورت میں وہ خیانت سے باز رہینگے اور کام کو ایک دوسرے پر نہ ٹالینگے اور اپنے کنبے اور خاندان کے لوگوں کی عزت کر کیونکہ وہ تیرے بازو ہیں جنسے تو پرواز کرے اور تیری بیخ وبنیاد ہیں جنکی طرف رجوع لائے اور تیرے ہاتھ ہیں جنسے اوروں پر حملہ آور ہو۔ **در معنی استغفار فرماید**۔ مروی ہے کہ کسی نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا یا امیر المومنینؑ میں استغفار کرنا چاہتا ہوں فرمایا ثکلتک امک تیری ماں تیرے ماتم میں مبتلا ہو تجھکو معلوم بھی ہے کہ استغفار کے کیا معنے ہیں بتحقیق کہ استغفار ایک رتبۂ اعلیٰ و درجۂ رفیع ہے اور وہ چھ معنوں پر بولا جاتا ہے اولها الندم علی مامضی لثانی العزم علی ترک العود الیہ ابدا لثالث ان تودی الی المخلوقین حقوقهم حتی تلقی الله عزوجل املس لیس علیک تبعة الرابع ان تعمد الی کل فریضة علیک ضیعتها فتودی حقوقها الخامس ان تعمد الی اللحم الذی نبت علی السحت فتذیبه بالاحزان حتی یلصق الجلد بالعظم وینشا بینهما لحم جدید السادس ان تذیق الجسم الم الطاعة کما اذقته حلاوة المعصیة فعند ذلک تقول استغفر الله ترجمہ اول یہ کہ جو گناہ تجھسے سرزد ہوئے ہوں ان پر نادم وپشیمان ہو دوسرے ارادہ کرے کہ پھر کبھی اسکی طرف عود نہ کرونگا تیسرے حقوق خلائق کو جو تجھپر ہوں انکی طرف ادا کرے تاکہ حقتعالیٰ سے ملاقات ہو درآنحالیکہ تو پاک وصاف ہو اور کوئی زر ومال تجھپر نہ ہو۔ چہارم ہر ایک فریضہ کہ تجھپر فرض تھا اور تونے اسکو ضائع کیا پس اسکے حقوق کو ادا کرے پانچویں جو گوشت تیرے بدن پر حرام سے پیدا ہوا ہے اسکو غم واندوہ میں گھلادے تا اینکہ صرف پوست واستخوان تیرے جسم پر باقی رہجائے پھر از سر نو اور گوشت پیدا ہو چھٹے یہ کہ تو اپنے بدن کو طاعت خدا کا الم اسی طرح چکھادے جیسا کہ اسکو معصیت کا ذائقہ چکھایا ہے پس اسوقت تو استغفار کرنا اور استغفر اللہ کہنا۔ **ذکر دنیا و ناپائیداری آں وترغیب بہ تہیہ وتزود برائے سفر آخرت**۔ چونکہ وہ حضرت زاہد ترین خلائق تھے لاجرم آپکا کلام ہدایت التیام بیشتر مذمت دنیا اور اسکی دلبستگی سے باز رکھنے اور موت اور عذاب آخرت سے ڈرانے اور اسکے ثواب کی رغبت وحرص دلانے پر مبنی ہوتا تھا۔

سید رضی علیہ الرحمہ شرح نہج البلاغہ میں کہتے ہیں کہ عجائبات حضرت امیر المومنینؑ سے جسمیں آپ اپنا شریک وسہیم وعدیل ونظیر نہ رکھتے تھے ایک یہ ہے کہ آپکا کلام کہ تذکیر ووعظ وزہد وتقوے میں وارد ہوا ہے اگر کوئی تامل کرنیوالا اسمیں تامل کرے اور سوچے تو اسکو ظاہر ہو کہ یہ ایک درویش تارک الدنیا کا کلام ہے جو سوائے زہد وعبادت وفقر وقناعت کے دنیا سے سروکار نہیں رکھتا اور بالکل جہان سے قطع تعلق کرکے زاویہ خانہ یا شگاف کوہ میں عزلت گزیں ہے اور ہرگز اسکے خیال میں نہ آئیگا کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو پایۂ عالی اور منصب عظیم رکھتا ہو اور اسکے احکام قطع

عالم میں نافذ اور ایک دنیا اسکے زیر فرمان ہے یا اسکا جو ہمہ تن جنگ وجہاد میں ڈوبا تیغ آبدار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے اور بہادروں اور سرکشوں کے سر قلم کرتا اور دلیروں اور دلاوروں کو خاک ہلاک پر ڈالتا ہے اور وہ باوجود اسکے زاہدوں کا زاہد اور بدل الابدال ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ آپکے فضائل عجیب و خصائص لطیف سے ہے جس نے اضداد کو جمع اور اشتات کو متوالف کیا ہے۔ میں اکثر اپنے دوستوں آشناؤں سے اسکا تذکرہ کرتا اور انکے تعجب کو بڑھاتا ہوں۔ اور واقعی یہ مقام تفکر و غور و عبرت و خوض کا ہے انتہی۔ ما اصف من دار اوّلھا عناءٌ واٰخرھا فناء فی حلالھا حساب وحرامھا عقابٌ من استغنی فیھا فتن ومن افتقر فیھا حزن ومن ساعاھا فاتتہ ومن قعد عنھا واتتہ ومن ابصر بھا بصّرتہ ومن ابصر الیھا اعمتہُ صفت دنیا میں ارشاد کرتے ہیں کیا بیان کروں اس گھر کا جسکا آغاز رنج و عنا سے ہے اور انجام نیست اور فنا پر اور جسکے حلال میں حساب دنیا اور حرام میں عذاب بھگتنا ہے اور کیفیت اسکی یہ ہے کہ جو اسمیں غنی اور مالدار ہوتا ہے وہ مفتون ہوجاتا ہے اور جو فقیر و محتاج ہوتا ہے دردمند و محزون رہتا ہے اور جو سعی کرتا اور اسکے لئے دوڑتا ہے اس سے فوت ہوجاتی ہے اور جو آسے چھوڑ بیٹھتا ہے اسکے پاس آتی ہے اور جو اس سے بینائی حاصل کرنا چاہتا ہے اسے بینا کردیتی ہے اور جو اسکی طرف بنگاہ رغبت دیکھتا ہے اسکو اندھا بناتی ہے نیز بے ثباتی دنیا میں فرماتے ہیں ایھا الناس انما الدنیا دار مجاز والاٰخرۃ دار قرار فخذوا من ممرکم لمقرکم ولا تھتکوا استارکم عند من یعلم اسرارکم واخرجوا من الدنیا قلوبکم من قبل ان تخرج منھا ابدانکم ففیھا اختبرتم ولغیرھا خلقتم ان المرأ اذا ھلک قال الناس ما ترک وقالت الملائکۃ ما قدم للہ اباءکم[ف] فقدموا بعضاً یکن لکم ولا تخلفوا فیکون علیکم ترجمہ لوگو دنیا خانہ مجاز و فانی ہے اور آخرت دار باقی پس اس اپنی گزرگاہ سے آخرت کیلئے کہ جائے ثبات و قرار ہے توشہ حاصل کرو اور اپنے تئیں اس حق جل وعلا کے آگے فضیحت و رسوا نہ کرو جو تمہارے خفیات و اسرار سے واقف ہے اور اپنے دلوں کو دنیا سے جدا کرو قبل اسکے کہ تمہارے بدن اس سے جدا ہوں کیونکہ اسمیں صرف آزمائش کے لئے آئے ہو اسکے غیر کے یعنی آخرت کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ بتحقیق کہ جب آدمی مرتا ہے تو آدمی کہتے ہیں کہ کسقدر مال ہمارے لئے چھوڑ گیا اور فرشتے پوچھتے ہیں کہ کتنے اعمال خیر لیکر آیا۔ میرے پیارو اپنے اموال سے کسیقدر اپنے ساتھ لیجاؤ کہ تمہارے کام آئے اور سب یہیں مت چھوڑ جاؤ کہ تمپر وبال ہو یعنی اموال سے تھوڑا سا خیرات و مبرات زکوٰۃ و خمس وغیرہ میں بھی خرچ کرنا چاہئے ورنہ کل مال موجب وبال ہوگا۔ اور راویان اخبار و ناقلان آثار نے حکایت کی ہے کہ بیشتر اوقات رات کو جبکہ نماز عشاء سے فراغت پاتے تو بہ ندائے بلند کہ جملہ اہل مسجد اور اسکے قرب وجوار کے لوگ سنتے ارشاد فرماتے تجھّزوا رحمکم اللہ فقد نودی فیکم بالرّحیل واقلّوا العرجۃ علی الدّنیا وانقلبوا بصالح ما بحضرتکم من الزاد فان امامکم عقبۃ کؤداً ومنازل مخوفۃ لابد من الورود علیھا والوقوف عندھا واعلموا ان ملاحظ المنیۃ نحوکم دانیۃ وکانکم بمخالبھا وقد نشبت فیکم وقد دھمتکم منھا مفظعات الامور ومعضلات المحذور فقطعوا علائق الدنیا واستظھروا بزاد التقوی ترجمہ بندگان خدا خدا تمکو رحمت کرے کوچ کی تیاری کرو اور آمادہ سفر آخرت ہو بتحقیق کہ تمہارے درمیان ندائے رحیل

ف قولہ للہ ابوکم یا للہ اباءکم ایک کلمہ ہے کہ اہل عرب مخاطب کی عزت و تعظیم کے موقعہ پر اسکا استعمال کرتے ہیں ۱۲۔

دی گئی ہے۔ پس دنیائے دنی پر دل نہ لگاؤ اور توشۂ راہ عقبیٰ کہ اعمال صالحہ ہیں اپنے ساتھ لو۔ کیونکہ عقبات دشوار گزار و منزلہائے خطرناک تمکو درپیش ہیں کہ جنسے گزرنا اور انپر قیام کرنا تمکو ناگزیر ہے یقین جانو کہ تمکو گناہیں موت کی ہمیشہ تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور اسکے پنجے تمہارے اوپر کشادہ پس اپنے تئیں چنگل شہباز اجل میں جانو اور اسکے ناخنوں کو اپنے اندر گڑے ہوئے خیال کرو اور سکرات موت اور اسکی سختیاں ہمیشہ مدنظر رکھو اور ایک لحظہ اسکی یاد سے غافل نہ رہو۔ دنیا اور علائق دنیا سے قطع تعلق کرو اور زاد تقوےٰ و پرہیزگاری کو اپنے ساتھ لو۔ **نیز آپ نے فرمایا**

ایھا الناس نظروا الی الدنیا نظر الزاھدین فیھا الصادقین منھا فانھا واللہ عما قلیل تزیل الثاوی الساکن و تفجع المترف الامن لایرجع ما تولی منھا فادبر ولا یدری ماھوات فینتظر سرورھا مشوب بالحزن وجلد الرجال فیھا منسوبٌ الی الضعف والوھن فلا تغرنکم کثرۃ ما یعجبکم فیھا لقلۃ ما یصحبکم منھا رحم اللہ امرءً اتفکر فاعتبر واعتبر فابصر۔ فکان ماھو کائن من الدنیا عن قلیل لم یکن وکان ماھو کائنٌ من الاخرۃ عما قلیل لم یزل کل معدود منقضٍ وکل متوقع اتٍ وکل اتٍ قریب دانٍ **ترجمہ**

لوگو دنیا کی طرف اس نظر سے دیکھو جس سے کہ زاہد لوگ تنفر اور اعراض کی رو سے اسکو دیکھتے ہیں کیونکہ قسم بخدا کہ وہ جلدی ہی اپنے مہمانوں اور سکونت پذیر کو نکال دیتی ہے اور اپنے پناہ گزین کو جسے ناز و نعمت سے پالتی ہے دردمند کرتی ہے اسکی نعمات عمر و شباب وغیرہ سے جو گزر جاتے ہیں ہرگز واپس آنیوالے نہیں اور آئندہ حالتوں کا کچھ ٹھیک ٹھکانا معلوم نہیں تاکہ انکا انتظار کیا جائے اسکی خوشیاں غموں اور کدورتوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں اور اسکے جوانمردوں کی طاقت ضعف و سستی سے منسوب ہے۔ اسکی بہت سی دلپسند چیزیں دیکھکر تم ہرگز دہوکا نہ کھاؤ کیونکہ انمیں سے جو تمہارے ساتھ جائینگی بہت ہی قلیل ہیں۔ خدا اس آدمی پر رحم کرے جو اسکی ناپائیداری میں غور کرے اور نصیحت پکڑے اور نصیحت لیکر بینائی حاصل کرے دنیا کی موجودات عنقریب نیست و نابود ہوجائینگی گویا تھی ہی نہیں اور آخرت کے حالات اسطرح آگے آجائینگے گویا وہ زائل ہونیوالے نہیں۔ ایام زندگانی کہ معدود ہیں گزر جائینگے اور موت کہ آنیوالی ہے آجائیگی اور جلد او نزدیک آئیگی۔ **نیز** مذمت دنیا میں ارشاد فرمایا بندگان خدا تمکو تم ونکوہش دنیا اور اسکے مساوی و معائب کے جاننے میں رسولخدا کی تاسی کفایت کرتی ہے کہ اسکے اطراف آنحضرت سے منقبض وسمٹے رہے حالانکہ اسکے پہلو اوروں پر کشادہ اور اسکے دروازے عیش و عشرت کے اغیار پر باز تھے۔ یعنی کسرےٰ وقیصر و دیگر سلاطین کفر و شرک۔ آرام و رفاہیت میں بسر کرتے تھے اور حضرت رسولخدا تنگی معیشت میں مبتلا تھے پستان دنیا سے انہوں نے دودھ نہیں پیا اور اسکے زخارف سے اصلا منتفع نہیں ہوئے اور چاہو تو نظر کرو طرف حال موسیٰ کلیم اللہ کے جبکہ وہ کہتے تھے۔ رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر پروردگارا میں اس احسان کا جو تو مجھپر کرے گدائے حاجتمند ہوں قسم بخدا کہ اس سے انہوں نے سوائے کھانے کی روٹی کے خدا سے اور کچھ نہیں مانگا تھا کیونکہ آنحضرت کو سوائے نباتات زمین کے اور کوئی چیز کھانیکو میسر نہ آتی تھی اور شدت فقر و فاقہ سے اسقدر لاغر ہوگئے تھے کہ جو کچھ بقولات سے تناول کرتے تھے اسکی سبزی پیٹ کے اندر سے دکھائی دیتی تھی۔ اور چاہو تو خیال میں لاؤ حال خوش الحان وار ثیرین نوا حضرت داؤد قاری اہل جنت کا کہ وہ اپنے دست حق پرست سے بوریا برگہائے خرما کا بنتے تھے اور اپنے مصاحبوں سے کہتے تھے کہ کون تم سے اسکو بیچ آوے پس اسکی قیمت سے نان جو خرید کر نوش کرتے اور غور کرو طرف حال جناب عیسیٰ علیہ السلام

مریم کے کہ پتھر کا تکیہ لگاتے اور لباسِ درشت وخشن پہنتے اور روکھی روٹی کھاتے نان خورش انکی جوع وفاقہ تھی اور چراغ انکا ماہ جہان آرا اور سائبان موسم زمستان میں مشارق ومغارب عالم میوہ اور گل خوشبو انکا زمین کی روئیدگیاں تھیں کہ چارپایوں کے لئے اگتی ہیں نہ زوجہ رکھتے تھے کہ اسپر مفتون ہوں نہ اولاد کہ اسکے لئے متفکر ومحزون نہ مال رکھتے تھے کہ انکو یاد خدا سے باز رکھے نہ حرص وطمع کہ انکو فریب دے انکی سواری انکے دو قدم تھے اور انکا خدمتگار انکے دو ہاتھ۔ **حقیر مولف** کہتا ہے کہ یہ چند کلمات ہیں کہ انحضرت سے ذم ونکوہش دنیا میں بکمال اختصار ہمنے نقل کئے۔ تفاصیل کیلئے ایک دفتر درکار ہے اور تھے وہ حضرت زاہد زہاد کہ اصلا دنیا ولذات دنیا کیطرف کبھی مائل نہیں ہوئے اور انہوں نے دنیا کو تین طلاق دیئے تھے جسکے بعد رجوع نہیں ہوسکتا۔ پس یہاں سے باحسن وجوہ ظاہر ہے کہ آپ جو طالب خلافت تھے اور ہمیشہ غاصبوں کی شکایت کرتے رہتے تھے تو فقط اسلئے تھا کہ اجراء حق واشاعتِ دین پر متمکن ہوں اور ہدایت خلق کہ فرائض الہٰی سے تھی باطمینان بجالائیں نہیں تو جو دلی نفرت اس جیفۂ دنیا سے آپ کو تھی انکے ہر ایک قول وفعل سے ظاہر ہے۔ سفر بصرہ میں ربذہ کے مقام پر فروکش تھے کہ کچھ لوگ حجاج سے حضرت کے کلام ہمایوں کے شوق میں جمع ہوگئے۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں امیرالمومنین کی خدمت میں داخل ہوا دیکھا کہ آپ خیمہ میں بیٹھے اپنی جوتی کی اصلاح فرما رہے ہیں میں نے کہا ہم اپنے کاروبار کی درستی میں اس سے زیادہ محتاج ہیں جس میں کہ آپ مصروف ہیں کچھ جواب نہ دیا اور مصروف اصلاح نعلِ مبارک رہے جب اُسے ہی کر درست کرلیا تو دوسری پوائی لیکر اسکے ساتھ ملائی اور فرمایا اے ابن عباس تمہارے نزدیک اس جفت نعلین کی کیا قیمت ہوگی کہا کچھ بھی نہیں فرمایا تو بھی تو عوض کی کوئی حصہ درہم کا۔ فرمایا واللہ انہما احب الی من امر کم هٰذا الا ان اقیم حقا او ادفع باطلا یعنی قسم بخدا کہ یہ پورانا جوڑا جوتے کا میرے نزدیک تمہاری اس حکومت وامارت سے محبوب تر ہے الا یہ کہ اسمیں کسی امر حق کو قائم کروں یا باطل کو دفع فرماؤں یہ کہکر باہر تشریف لائے اور تشنگان کلام کو آب فصاحت وزلال پند ونصیحت سیراب فرمایا۔ افسوس کہ دشمن ایسے با خدا تارک الدنیا کو بھی عیب لگانیسے باز نہ رہے اور انکی نسبت بھی یہ کہدیا کہ (نعوذ باللہ) انکو حرص دنیا ہے اسلئے خلافت چاہتے ہیں۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں بھی ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک روز عمر خطاب کے پاس داخل ہوا انہوں نے کہا اے ابن عباس اس شخص نے بروئے ریا بہت تکلیف اٹھائی اور عبادت کر کر اپنے تئیں سخت زحمت میں ڈالا ابن عباس نے کہا کون مرد کسکا تم ذکر کرتے ہو کہا علی بن ابیطالب کا کہا کیوں وہ ریا کی عبادت کسلئے کرتے انکا اس سے کیا مدعا تھا عمر نے کہا اسلئے تاکہ اپنے تئیں آراستہ کریں اور مستحق خلافت بنائیں ابن عباس نے کہا کیا انکو رسول اللہ نے نہیں سنوارا اور مستحق خلافت نہیں قرار دیا تھا مگر کیا ہوا آخر ان تک نہ پہنچنے دی۔ کہا اسوقت وہ جوان نوعمر تھے عرب نے انکو کم سن خیال کیا اب کامل ہیں۔ مگر تجھکو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ نے چالیس سال سے پہلے کسی نبی کو نبوت پر مبعوث نہیں کیا۔ ابن عباس نے کہا لیکن اہل عقل ومعرفت کے نزدیک وہ اسی وقت سے کامل تھے جب سے کہ حقتعالیٰ نے منارا اسلام بلند کئے مگر محروم رہے اور انکا حق انکو نہ پہنچا عمر نے کہا وہ آخرکار ایک نہ ایک روز خلافت پائیں گے مگر انکے قدم اسمیں قائم نہ رہینگے اور لغزش کرجائینگے۔ لہذا کامیاب مراد نہ ہونگے اسوقت تو دیکھے گا اور عرب پر صحت رائے مہاجرین اولین کی جنہوں نے ابتدا میں انکو خلافت نہ دی منکشف ہوجائیگی۔ اے عبداللہ حرص موجب حرمان ہے اور دنیا تیرے سایہ کی مانند ہے کہ جسقدر تو اس سے نزدیک ہونا چاہے

وہ اتنا ہی دور ہوتا جائیگا۔ انتہی یہ روایت ابن ابی الحدید نے امالی محمد بن حبیب سے نقل کی ہے پس اسکے موافق دیکھنا چاہیئے کہ کیسے خبائثین حضرت امیر المومنینؑ نفس رسول رب العالمین کیطرف سے جنکی طہارت و پاکی پر کتاب و سنت متفق اللفظ ہیں انحضرات کے دلونمیں بھری ہوئی تھیں کہ العیاذ باللہ انحضرت کو حریص طالب دنیا دنیا کے لئے ریا سے عبادت کرنیوالا بتاتے تھے۔ یہاں ہم صرف اسقدر کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد انکا تصدیق قرآن و احادیث سید الانس والجان کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوسکتا۔ پس اور کچھ نہیں کہنا چاہتے بلکہ بمفاد مثل مشہور ان المرء یقیس علی نفسہ کہ آدمی اوروں کو بھی اپنے نفس پر قیاس کیا کرتا ہے کسیقدر خلیفہ صاحب کو معذور گنتے ہیں البتہ امیر المومنینؑ کو جو اپنے عہد خلافت میں جنگ و جدل پیش آئے او جتنے فتنے و فساد اسوقت برپا ہوئے انکی نسبت پہلے بھی عرض کیا گیا اب مکرر کہا جاتا ہے کہ زیادہ تر وہ حضرت خلیفہ صاحب ہی کی پیش بندیوں کے نتیجے تھے ع لے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

دریا در مرگ فرمایا فلو انّ احدًا یجدُ الی البقاء سُلّمًا ولد فع الموت سبیلا لکان ذلک لسلیمان بن داؤد الذی سخّر لہ ملک الجنّ والانس مع النبوۃ وعظیم الزلفۃ فلما استوفی طعمتہ واستکمل مُدّتہ رمتہ قِسیُّ الفناء بنبال الموت واصبحت الدیار منہ خالیۃً والمساکن مُعطّلۃً وورثھا قوم اخرون ؎

باتوا علیٰ قلل الجبال تحرسھم ؛ غلب الرّجال فلم ینفعھم القلل ؛ واستنزلو بعد عزٍّ عن معاقلھم الی مقابرھم یا بئس ما نزلوا ؛ نا دھم صارخٌ من بعد ما دُفنوا ؛ این الاسرّۃ والتیجان والحلل ؛ این الوجوہ التی کانت مُحجّبۃً ؛ من دونھا یضرب الاستار والکلل ؛ فافصح القبر عنھم حین سائلھُم ؛ تلک الوجوہ علیھا الدود تنتقلُ ؛ قد طال ما اکلوا فیھا وما شربوا ؛ فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا۔

ترجمہ کسی کو ہمیشہ دنیا میں رہنے کی طرف راستہ ملتا یا کوئی موت کے دفعیہ کی جانب راہ پاتا تو البتہ وہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام پیغمبر تھے جسکے واسطے جنات و انسان کی بادشاہی مسخر کی گئی تھی باوجود انکی نبوت اور اس عظیم قرب و منزلت کے جو وہ خداتعالے کے نزدیک رکھتے تھے پس جبکہ انہوں نے اپنا آذوقہ پورا کر لیا اور انکی عمر تمام ہوگئی تو کمانہائے فنا سے موت کے تیر انکے لگے اور جہان انسے خالی ہوگیا اور انکے محل و مکانات تہی رہ گئے اور اور قوم انکی وارث ہوگئی۔ اسی مضمون کو نظم میں یوں ارشاد کیا شب باش ہوتے تھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر یعنی قصر ہائے رفیع و مستحکم میں رہتے تھے اور نگہبانی کرتے تھے انکی طاقتور آدمی پس ان بلند اور استوار مکانوں نے انکو کچھ نفع نہ بخشا۔ پس اتار لئے گئے وہ اپنی پناہ گاہوں سے بعد اسکے کہ عزت و حرمت سے زندگی بسر کرتے تھے اور قبروں کے اندر ساکن کئے گئے۔ کیسی بری طرح سے اتارے گئے دفن ہوجانیکے بعد ایک پکار کر آواز دینے والے نے ان کو آواز دی کہاں ہیں وہ تمہارے تخت و تاج وحلہ ہائے بادشاہی کہاں ہیں تمہاری وہ صورتیں جن پر نقاب پڑے رہتے تھے اور انکے آگے ستر اور پردے لگائے جاتے تھے۔ جب اس سوال کرنیوالے نے انکی بابت سوال کیا تو قبر نے انکی طرف سے بزبان فصیح جواب دیا کہ وہ صورتیں جنکا حال تم پوچھتے ہو ان پر کرمہائے قبر پھر رہے ہیں۔ بعد اسکے کہ وہ عرصہ دراز تک دنیا میں کھاتے پیتے رہے پس بہت کھاتے کھاتے اب انکی یہ حالت ہوگئی کہ خود کھائے گئے۔ منقول ہے کہ یہ اشعار حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے متوکل عباسی کے سامنے پڑھے تو متوکل باوجود کمال قساوت و سنگدلی کے انکو سنکر رونے لگا تا اینکہ

ڈاڑھی اسکے آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ نیز آنحضرت سے کہا گیا کہ موت کے لئے مستعد و مہیا ہوں تو کیونکر ہوں فرمایا۔ اداء الفرائض و اجتناب المحارم والاشتمال علی المکارم ثم لا یبالی اوقع علی الموت ام وقع الموت علیہ کم من غافل ینسج ثوبا لیلبسہ وانما ھو کفنہ ویبنی بیتا لیسکنہ وانما ھو موضع قبرہ ان العبد اذا کان فی اخر یوم من الدنیا واول یوم من الاخرۃ مثل لہ مالہ وولدہ وعملہ فیلتفت الی مالہ فیقول واللہ انی کنت علیک حریصا شحیحا فما ذا عندک فیقول خذ منی کفنک فیلتفت الی ولدہ ویقول واللہ انی کنت لکم محبا وانی کنت علیکم محامیا فما ذا عندکم فیقولون نؤدیک الی حفرتک ونواریک فیھا فیلتفت الی عملہ ویقول واللہ انک کنت علی لثقیلا وانی کنت فیک لزاھدا فما ذا عندک فیقول انا قرینک فی قبرک ویوم حشرک حتی اعرض انا وانت علی ربک **ترجمہ** واجبات کو ادا کرو اور حرام کاموں سے پرہیز کرو اور مکارم اخلاق ومحاسن آداب سے متحلی ہو پھر پروا نہیں کہ موت پر تم وارد ہو یا موت تم پر وارد ہو اور نیز آنحضرت نے فرمایا بہت سے غافل ایسے ہیں کہ اپنے پہننے کیلئے کپڑا بنتے ہیں مگر وہ ان کا کفن ہوتا ہے۔ اور اپنے گھر کو بناتے ہیں مگر وہاں انکی قبر بنتی ہے نیز آنحضرت نے فرمایا جبکہ بندہ کا دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے تو اسکا مال اور اولاد اور عمل متشکل ہو کر آگے آتا ہے تو وہ پہلے اپنے مال کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے خدا کی قسم میں تجھپر بہت حریص و بخیل تھا پس اب تو میری کیا مدد کرتا ہے۔ مال کہتا ہے کہ اپنا کفن مجھ سے لیلے اور میں کیا کر سکتا ہوں اسوقت وہ اپنی اولاد کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور انسے کہتا ہے قسم بخدا کہ میں تمکو دوست رکھتا تھا اور تمہاری حمایت کرتا تھا اب تم میری کیا مدد کروگے وہ کہتے ہیں کہ ہم تجھکو گور تک پہنچا دینگے اور اسمیں تجھکو مدفون کر دینگے اس سے زیادہ ہم اور کچھ نہیں کر سکتے پس اپنے اعمال کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے قسم خدا کی تو مجھپر گراں و دشوار تھا اور میں ذرا تیری طرف رغبت نہ کرتا تھا۔ اب تو بھی میرے لئے کچھ کر سکتا ہے نامۂ عمل کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں تیری قبر میں اور روز قیامت کو حتے کہ تیرے ہمراہ حقتعالی کے سامنے پیش ہوں۔ **مولف** کہتا ہے کہ مناسب ہے کہ اس مقام پر چند فقرے زندوں کے سوال اور مردوں کے جواب کے۔ رسالہ تنبیہ الراقدین تصنیف جناب محمد طاہر بن محمد حسینؒ سے نقل ہوں جو ہر چند بعینہ تو کلام حضرت امیر نہیں الا اسمیں بھی شک نہیں کہ اکثر انکا کلام انہی حضرت کے کلام سے ماخوذ و مستنبط ہے خطاب احیا باموات السلام علیکم یا اصحاب القبور من الشیوخ والشباب السلام علیکم ایھا المفارقون للاقارب والاحباب لسلام علیکم ایھا المحرومون عن الاموال والاسباب کنتم رحمکم اللہ مغرورین بالقوۃ والشباب مشغولین باللھو والصحاب طالبین للعیش والبقاء غافلین عن الموت والفناء متنعمین فی الدور والقصور مستانسین بالنساء ذوات الخدور مشتغلین باللذۃ والراحۃ والسرور فترکتم مجبورین سعۃ الدور وسکنتم مقھورین فی مضائق القبور واودعتم بطون الثری وحجبتم عن عیون الوری لیت شعری باذا تعوضتم عن الاولاد والاحباب ومن یونسکم تحت ھذا التراب وکیف انتم فی وحدتکم وانفرادکم وکیف بلیت فی التراب اجسادکم وکیف خلق من بدانکم الدود وکیف اکل اللحوم والجلود وکیف سالت الاحداق علی الخدود وکیف تفرقت الاعضاء والاوصال وانقطعت الیمین والشمال فان سالتم ایھا التارکون للاھل والعیال والقاطعون للامانی والامال عما سنح بعدکم

من الاحوال فاقبلوا علی واسمعوا ھذا المقال سکنت الدور وزوجت الازواج وقسمت الاموال وتفرق اھل البیت من الاولاد والاطفال الذین ایتموھم بالنعمة والدلال ونسیکم الصواحب والرفقاء وغفل عنکم الاقارب والجلساء ولا یذکر اسماءکم قط فی الاسماء ولا تخطرون لقلب الاحبة والخلطاء **ترجمہ** سلام ہو ہمارا تم پراے صاحبان قبور بوڑھے اور جوانو ۔ اور سلام ہو ہمارا تم پر اے جدا ہونیوالو رشتہ داروں اور دوستوں کے سلام ہو ہمارا تم پر کہ محروم رہے ہو تم اموال و اسباب سے حالانکہ خدا رحمت کرے تم پر کہ مغرور تھے قوت و جوانی پر ۔ اور مشغول تھے تم کھیل کود اور مصاحبت و دوستی میں ۔ طلبگار تھے تم زندہ رہنے کے ہمیشہ کے لئے اور غافل تھے مرنے سے اور فنا ہو جانے سے عیش و عشرت کرتے تھے تم مکانوں اور محلوں میں اور انس پذیر تھے پردہ دار عورتوں کے ساتھ اور مشغول تھے لذت و آرام و خوشحالی میں پس تمکو مجبوراً وہ فراخ مکانات چھوڑنے پڑے اور بے اختیار تنگ قبروں میں ساکن ہوئے اور زمین کے شکموں میں سپرد کئے گئے اور خلائق کی نظروں سے پردے میں ہو گئے کاش مجھکو معلوم ہوتا کہ تمکو اولاد اور دوستوں کی عوض وہاں کیا ملا اور اس زمین کے اندر کون تمہارا انیس و غمگسار ہوا اور معلوم ہوتا کہ اس وحشت تنہائی میں تمہاری کیا کیفیت ہے اور کیونکر مٹی کے نیچے تمہارے جسم بوسیدہ ہوئے کیونکر تمہارے جسموں سے کیڑے پیدا ہوئے اور کس طرح وہ گوشت و پوست کو کھا گئے اور کسطرح حدقہائے چشم رخساروں پر بہے اور رواں ہوئے اور کیونکر جوڑ بند تمہارے کھل گئے اور دہنے بائیں جدا ہو گئے اے تارکان اہل و عیال والے قاطعان امانی و امال اگر تم ان حالات کی بابت جو تمہارے بعد یہاں واقع ہوئے ہیں سوال کرنا چاہو تو ذرا میری طرف متوجہ ہو اور میرا کلام سنو تمہارے مکانوں میں لوگ رہنے لگے ۔ اور تمہاری بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لئے اور تمہارے مال لوگوں نے بانٹ کھائے تمہاری اولاد و اطفال جنکو تمنے بکمال ناز و نعمت پرورش کیا تھا متفرق و پریشان ہو گئے تمہارے مصاحب و رفیقوں نے تمکو بھلا دیا اور تمہارے اقربا اور ہمنشین تم سے غافل ہوئے کبھی تمہارا نام بھی ناموں کے درمیان نہیں آیا اور کبھی دوستوں اور یاروں کے دل میں تمہارا خیال بھی نہیں آتا ۔ **جواب از طرف موتے بزبان حال** اے بندہ خدا ہمنے تیرا کلام سنا اور تیری گفتگو پر دھیان کیا اب تو ہمارا جواب سن اور عبرت پکڑ ۔ قد لبسنا اثواب الندامة ودخلنا فی ابواب القیامة صرعنا المنایا فی اعجب المضاجع واضجعنا اھلونا فی ضیق المضاجع واودعونا فی بطون قبورنا واضجعونا علی الایمان فی لحودنا ووضعوا علی ترب القبور خدودنا وبنوا باللبن سقوف بیوتنا وودعنا اخوتنا واھلونا ثم الملائکة للسوال حضرونا وعما شاء ربنا سالونا ثم اجتمع علینا فکلونا وعن صورتنا وھیئتنا غیرونا ونصبح ونمسی بغیر اھل وعیال فی بیوت خالیة من الاسباب والاموال وقد وقعنا فی امر ھائل وخطر شامل نسمع من القبور تخویفاً وتھدیداً وتعنیفاً شدیداً ینادی بعضھا ویقول انا بیت الظلمة انا الفتنة انا بیت الغربة والکربة انا بیت الوحدة والوحشة انا بیت الحیة والعقرب والدود انا سجن لمن عصی المعبود انا حفرة من حفر النار انا سجن لمن عصی الجبار ویقول بعضھا مبشراً لاھلھا انا بیت الراحة والنعیم لمن عبد الغفور الرحیم انا بیت النعمة والسرور لمن اتقی واجتنب الشرور وتنادی بقاع الارض ویقول یا المغتر بظاھر الدنیا ھلا اعتبرت بمن دفن فینا من اھلک وحشمک واخواتک وجیرانک ما رأیت کیف حرصوا علی الدنیا وجمعوا الاموال وطالوا الامال فترکوا ما جمعوا وقطعوا ما املوا مجبورین ودفنوا فینا صاغرین

تَفَکَّرْ کَیْفَ اَفْنَی الْمَوْتُ قَوْماً ٭ ثَمُوْدَ وَقَوْمَ فِرْعَوْنَ عَاداً ٭ وَسَئِل دَارَ الْبِلَا کَمْ قَدْ اَبَادَتْ ٭ مُلُوْکاً طَالَ مَارَکِبُوا الْجِیَادَ ٭ وَسَئِلْ بَیْتَ الْفَنَا کَمْ مِنْ مُلُوْکٍ ٭ عَظِیْمٌ شَانُهُمْ صَارُوْا رَمَاداً ٭

ترجمہ بہ تحقیق کہ ہمنے لباس ندامت پہنے اور دروازہ ہائے قیامت میں داخل ہوئے موت نے ہمکو بہت بری طرح گرایا اور ہمارے لواحقوں نے نہایت تنگ خوابگاہوں میں ہمکو سلایا اور شکم ہائے قبور کے سپرد کیا اور لحد کے اندر داہنی کروٹ سے لٹایا اور خاک قبر پر ہمارے رخساروں کو رکھدیا اور خشت خام بجائے چھت کے ہمپر پاٹ دی اور دوستوں اور بھائیوں نے ہمکو وداع کیا اور یہاں چھوڑ کر گھروں کا رستہ لیا بعد ازاں نکیرین ہمارے پاس آئے اور جو کچھہ خدانے چاہا ہمسے سوال کیا پس کرمہائے قبر ہمپر جمع ہوگئے اور ہمکو کھا کھا کر ہماری شکل وصورت کو بگاڑ ڈالا اب ہمکو انہی خالی گھروں میں جنمیں مال واسباب کا نشان تک نہیں بغیر اہل وعیال کے شام سے صبح ہوجاتی ہے اور صبح سے شام اور ہائے خطروں او ہولوں کے جان خلجان میں ہے قبروں سے صدائے سخت وہیبت ناک ڈرانے اور دہمکانیکی آتی رہتی ہے کوئی پکارتی ہے کہ میں خانۂ تنگ وتاریک بلاو فتنہ کا گھر غربت وکربت کا ٹھکانا وحشت وتنہائی کا مسکن ہوں میں سانپوں بچھوؤں اور کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں میں خدائے معبود کے نافرمانوں کا زندان ہوں میں ایک غار ہوں غارہائے جہنم سے اور قیدخانہ ہوں خدائے جبار کے گناہگاروں کا اور کوئی اپنے صاحب کو بشارت دیتی ہے کہ میں خانہ راحت ونعمات انکے لئے ہوں جنہوں نے غفور رحیم کی عبادت کی ہے اور خانہ نعمت وخوشحالی ہوں واسطے پرہیزگاروں اور گناہ وشرور سے بچنے والوں کے اور آواز دیتے ہیں قطعات زمین اور کہتے ہیں اے وہ کہ ظاہر دنیا کو دیکھکر اسکے فریب میں آگیا ہے کبھی تونے اپنے اہل وعیال وخدم وحشم اور بھائیوں اور ہمسایوں کے حال سے جبکہ ہمارے درمیان مدفون ہیں عبرت حاصل کی ہے کیا تونے نہیں دیکھا کہ وہ دنیا پر حرص کرتے تھے مال جمع کرتے اور امیدوں کو دراز کرتے ہیں جو جمع کیا تھا اسکو چھوڑ گئے اور جسکے متوقع تھے اس سے مجبوراً قطع امید کی اور خواری سے ہمارے اندر دفن کرئے گئے سوچ اور فکر وانذیشہ کر کہ کیونکر موت نے قوموں کی قوموں کو فنا کردیا یعنی قوم ثمود اور فرعون اور عاد کو۔ اور خانہ کہنگی یعنی ہر چیز کے کہنہ کرنیوالے گھر سے دریافت کر کہ کتنے بادشاہوں کو جو سالہا سال اسپان تازی پر سوار ہوتے تھے ہلاک کرڈالا اور اس فنا ہوجانیوالے گھر سے پوچھ کہ کتنے عظیم الشان سلاطین کو اس نے جلا کر خاکستر کردیا۔ **وصفت جنت** فلو رمیت ببصر قلبک نحو ما یوصف لک منها لغرفت نفسک عن بدائع ما اخرج الی الدنیا من شهواتها ولذاتها وزخارف مناظرها ولذهلت بالفکر فی اصطفاق اشجار غیبت عروقها فی کثبان المسک علی سواحل انهارها فی تعلیق کبائس اللؤلؤ الرطب عسالیجها وافنانها وطلوع تلک الثمار مختلفة فی غلاف اکمامها تجنی من غیر تکلف فتاتی علی منیة مجتنیها ویطاف علی نزالها فی افنیة قصورها بالاعسال المصفقة والخمور المروقة قوم لم تزل الکرامة تتمادی بهم حتی حلوا دار القرار وامنوا نقلة الاسفار۔ فلو شغلت قلبک ایها المستمع بالوصول الی ما یهجم علیک من تلک المناظر الموانقة لزهقت نفسک شوقا الیها ولتحملت من مجلسی هذا الی مجاورة اهل القبور استعجالا جعلنا الله وایاکم ممن یسعی بقلبه الی منازل الابرار برحمته **ترجمہ** اگر تو اپنی دل کی آنکھہ کو بعض ان اشیاء کی طرف لگائے جو نعمات بہشت سے تیرے لئے بیان ہوتی ہیں تو البتہ تیرا نفس دنیا کی عجیب خواہشوں اور نادر لذتوں اور آبدار منظروں سے نفرت کرنے لگے اور مدہوش ہوجائے جبکہ اس کے درختوں کے مشک کے انباروں پر اگنے اور انہار جنت کے کناروں پر کھڑے جھومنے کا خیال دل میں لائے کہ

انکی شاخوں میں خوشے مروارید تر کے لٹک رہے ہیں اور طرح طرح کے پھل اپنے غلافوں سے نکلے ہوئے ہیں اور تو بے رنج و کلفت انکو چنتا ہے اور وہ حسب خواہش اسکے چننے والے کے اسکے پاس آجاتے ہیں اور اہل بہشت پر انکے قصروں کے صحنوں میں گردش کرتے رہتے ہیں حالانکہ شہد صافی اور شراب مروّق انکے ساتھ ہے۔ اہل بہشت وہ لوگ ہیں کہ ہمیشہ انکی تواضع و بزرگداشت ہوتی رہتی ہے جبتک کہ وہ دار القرار میں وارد ہوتے اور نقل و سفر کی زحمت سے امن میں ہو جاتے ہیں۔ پس اے سننے والے ان باتوں کے اگر تو اپنے دل کو اس کیفیت کی طرف جو ان سیر گاہوں سبزہ زاروں کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے مشغول کرے تو تیری جان انکے شوق میں بدن سے نکلجاے اور تو مارے جلدی کے ہماری اس مجلس سے اہل قبور کی ہمسائیگی میں لیجایا جائے خدا ہمکو اور تمکو اپنی رحمت سے ان لوگوں میں شامل کرے جو بدل مدارج ابرار کیطرف سعی کرنیوالے ہیں

دربیان پارۂ از عذاب دوزخ واعلموا انہ لیس لھذا الجلد الرقیق صبر علی النار فارحموا انفسکم فانکم قد جرّبتموھا فی مصائب الدنیا افرایتم جزع احدکم من الشوکۃ تصیبہ والعثرۃ تدمیہ والرمضاء تحرقہ فکیف اذا کان مابقتین من نار ضجیع حجرٍ وقرین شیطان۔ اعلمتم ان مالکا اذا غضبت علی النار حطم بعضھا بعضاً لغضبہ واذا زجرھا فوثبت من ابوابھا جزعاً من زجرتہ ایھا الیفن الکبیر الذی قد لھزہ القتیر کیف اذن ذا التحمت اطواق النار بعظام الاعناق ونشبت الجوامع حتی اکلت لحوم السواعد **ترجمہ** جانو تم کہ تمہاری یہ پتلی اور رقیق جلد آتش دوزخ پر صبر نہیں کر سکتی پس اپنے نفسوں پر رحم کرو کیونکہ تم انکو مصائب دنیا میں آزما چکے ہو آیا تمنے اپنے درمیان سے کسی ایک کی بیقراری نہیں دیکھی جبکہ کوئی کانٹا اسکے چبھ جاتا ہے یا ٹھوکر سے خون نکل آتا ہے یا ریگ تفتیدہ پر پاؤں جا پڑتا ہے۔ پس کیا حال ہوگا اسوقت جبکہ جہنم کے دو طبقوں کے بیچ میں مقام ہوگا اور سنگہائے آتشین ہمبستر اور شیاطین قرین و ہمنشین ہونگے آیا تم جانتے ہو کہ جب مالک آتش جہنم پر غضبناک ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو ریزہ ریزہ کر ڈالتی ہے اور جب اسکو زجر کرتا ہے تو وہ اسکے زجر سے مضطرب ہو کر ابواب جہنم سے نکلنے لگتی ہے اے پیر سن رسیدہ کہ بوڑھاپا تیرے گوشت و پوست میں سرایت کر گیا ہے کیا حالت ہوگی تیری جبکہ طوقہائے آتشین گردن کی ہڈیوں میں پڑینگے اور تجھکو غل و زنجیر کرینگے تا اینکہ آگ تیرے پہنچوں کے گوشت کھا لیگی ❁

بعضے از لطائف فضائل و محاسن خصائل آنحضرت صلوات اللہ علیہ

صواعق محرقہ میں ہے کہ فضائل علیؑ زیادہ اور مناقب انکے عظیم و مشہور ہیں حتےٰ کہ احمد بن حنبل نے کہا ہے ماجاء لاحد من الفضائل ماجاء لعلیٍ کہ کسی کے لئے اسقدر فضائل نہیں آئے جتنے کہ علیؑ کے لئے آئے ہیں۔ اور اسمعیل قاضی اور نسائی اور ابو علی نیشاپوری کا قول ہے کہ صحابہ سے کسی کے حق میں اسقدر فضائل بسند حسن وارد نہیں ہوئے جتنے کہ علیؑ کے حق میں وارد ہوئے ہیں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک ہزار بردے آپنے اپنے کدّ ید (ہاتھ کی محنت) سے راہ خدا میں آزاد کئے۔ ایکبار ایک وسق (بار شتر) گٹھلیاں آپکے پاس دیکھی گئیں۔ دریافت کیا گیا کہ کسلئے یہ جمع کی ہیں فرمایا یہ ایک لاکھ درخت ہیں انشاء اللہ تعالےٰ۔ پس آپنے وہ گٹھلیاں بو دیں تمام اُگ آئیں اور درخت ہوگئے چنانچہ وہ باغ آپ کے اوقاف سے ہے اور نیز خیبر و وادی القریٰ وغیرہ میں حضرتؑ کے وقفیات ہیں اور ایک سو چشمے پانی کے ینبع میں نکالے اور حاجیوں پر وقف فرمائے کہ آج تک موجود ہیں اور مکہ اور کوفہ کے راستوں میں اور مسجد فتح میں اور کوہ احد میں مقابل قبر حمزہؓ کے اور

میقات میں اور کوفہ اور جامع بصرہ میں اور اور مقامات میں آپنے کوئیں کھدوائے اور تھے وہ حضرت کہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو ہزار رکعت نماز بجالاتے سات سال اکیلے رسول اللہ کے ساتھ اور تیس برس آنحضرت کے بعد عبادت کی دس حج انکے ساتھ کیے آنحضرت کی زندگی میں کفار پر اور وفات کے بعد باغیان سرکش پر جہاد کیے۔ انکے فتوے جہان میں رائج اور انکے علوم دنیا میں شائع ہیں اور وہ ہیں جنہوں نے احیار سنت کیا اور بدعت کو محو فرمایا۔ ام سعید کنیز امیرالمومنین سے پوچھا آپ ماہ رمضان میں رات کو کسقدر نماز پڑہتے تھے کہا رمضان و شوال سب انکے نزدیک یکساں تھے ہمیشہ رات بھر مشغول عبادت رہتے تھے۔ مروی ہے کہ بعض اوقات یہ صورت ہوتی کہ نماز مغرب پڑھکر مشغول قرآن و نماز ہوتے تا اینکہ بوقت طلوع فجر تجدید وضو کرکے باہر آتے اور نماز صبح بجماعت ادا کرتے پھر طلوع آفتاب تک مشغول تعقیبات رہتے پس اہل معاملہ جمع ہوجاتے تا زوال آفتاب فصل خصومات فرماتے پھر بتجدید وضو نماز ظہر پڑہتے اور تعقیب پڑہتے رہتے تا اینکہ نماز عصر بجالاتے پھر حکم کرنے اور فتوے دینے میں شام ہوجاتی۔ منقول ہے کہ نماز کا وقت آتا تو رنگ روئے مبارک متغیر ہوجاتا اور بدن کانپنے لگتا۔ اسکا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اس امانت کا وقت آیا ہے جسکو حقتعالی نے آسمان و زمین و پہاڑوں پر عرض کیا انہوں نے اسکے تحمل سے انکار کیا مگر انسان نے باوجود اپنے ضعف و قوت کے اسے اٹھایا پس میں نہیں جانتا کہ اسکو اچھی طرح اٹھا سکوں یا نہ ؎ حیدر وہ تھے کہ کرتے تھے جب اطاعت خدا ٭ ہیبت سے کانپتا تھا بدن سر سے تا بپا ٭ اور نماز میں آپ کے استغراق و محویت کی یہ نوبت تھی کہ ایک مرتبہ جنگ احد میں تیر لگا تھا کہ اسکی بھال بدن اطہر میں اتر گئی تھی۔ اور بلا زحمت شدید نکل نہیں سکتی تھی۔ حضرت رسول خدا نے فرمایا جسوقت علی نماز کو کھڑے ہوں اسوقت اسکو نکالو کہ ہمہ تن محو یاد الہی ہوتے ہیں اور دنیا و ما فیہا سے اصلا خبر نہیں رکھتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مصلا تمام خون میں تر ہوگیا تھا مگر امام اتقیا کو ذرا احساس نہ ہوا حتے کہ بعد فراغت نماز پوچھا کہ یہ خون کہاں سے آیا۔ فرید عطار کہتا ہے ؎ چناں شد در نماز او محو سبحاں ٭ کہ از پایش بروں کردند پیکاں ٭ اور ملا عبدالرحمن جامی نے اس قصہ کو تحفۃ الاحرار میں نظم کیا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

شیر خدا شاہ ولایت علی ٭ صیقل شرک خفی و جلی
غنچۂ پیکاں بہ گل او نہفت ٭ صد گل راحت ز گل او شگفت
خنجر الماس چو بید آختند ٭ چاک بتن چوں گلش انداختند
گلگل خونش بمصلا چکید ٭ گفت چو فارغ ز نماز آں بدید
صورت حالش چہ نمودند باز ٭ گفت کہ سوگند بدانائے راز
طائر من سدرہ نشیں شد چہ باک ٭ گرچہ شدم تن چو قفس چاک چاک
روز احد چوں صف ہیجا گرفت ٭ تیر مخالف بہ تنش جا گرفت
روئے عبادت سوئے محراب کرد ٭ پشت بدرد سر اصحاب کرد
غرق بخوں غنچہ زنگار گوں ٭ آمد ازاں گلبن رخشاں بروں
کیں ہمہ گل چیست تہ پائے من ٭ ساختہ گلزار مصلائے من
کز الم زخم ندارم خبر ٭ گرچہ ز من نیست خبردار تر
جامی از آلائش تن پاک شو ٭ در قدم پاک رواں خاک شو
باشد ازاں خاک بگردی رسی ٭ گرد فگانی و بمردی رسی

روایت ہے کہ ابوبکر خلیفہ ہوئے تو منبر رسول اللہ پر آنحضرت کی نشستگاہ سے ایک درجہ نیچے بیٹھے عمر نے اپنے عہد خلافت میں وہ درجہ بھی چھوڑ دیا۔ عثمان انسے بھی ایک درجہ نیچے بیٹھے تھے۔ امیرالمومنین سے بیعت ہوئی تو آپ نے رسول اللہ کے مقام پر جلوس فرمایا۔ حاضرین

اس بارے میں کچھ سرگوشی کرنے لگے آپنے فرمایا یہ کیا گفتگو ہے کہا لوگ آپکے رسول اللہ کے مقام پر بیٹھنے میں معترض ہیں آپ نے فرمایا میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ جو میری جگہہ بیٹھے اور میرے عمل کے موافق عمل نہ کرے حقتعالیٰ اسکو اوندھے منھ جہنم میں ڈالیگا۔ پس قسم بخدا کہ میں آنحضرت کے عمل کے موافق عمل کرتا ہوں اور انکے حکم کی تعمیل کرتا اور اوروں کو اسکا حکم دیتا ہوں مجھکو آنحضرت کی جگہ میں بیٹھنا جائز ہے بروایتے فرمایا انا الذی وَضَعتُ قدمیَ علی خاتم النبوۃ فما ھذہ الاعواد میں وہ ہوں کہ اپنے قدموں کو دوش نبی پر مہر نبوت کے اوپر رکھا تھا یہ تختے تو کیا چیز ہیں انا من محمدٌ و محمدٌ منّی میں محمدؐ سے ہوں اور محمدؐ مجھسے ہیں۔ **نیز منقول ہے** کہ ابوبکر مرے تو کچھہ اوپر چالیس ہزار درہم کا قرضہ بیت المال کا انکے ذمے تھا علیٰ ہذا عمر چھیاسی ہزار اپنے سر پر لیگئے عثمان کے ذمہ بیت المال کا تو کوئی حد و حساب ہی نہیں مگر امیر المومنینؑ نے شہادت پائی تو آپ کے عطایا سے سات سو درہم فاضل آپ کے پاس تھے جس سے ایک خادم مول لینے کا ارادہ رکھتے تھے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین فرماتے تھے اے اہل کوفہ میں تمہارے شہر میں اپنے پہننے کے کپڑے اور پالان شتر اور شتر لیکر آیا ہوں اگر انکے سوا کوئی اور شے لیکر جاؤں تو جاننا کہ یہ خائن ہے اور اہل بصرہ سے آپنے فرمایا کہ تم میرے اوپر کیا اعتراض کروگے یہ (پیراہن مبارک کی طرف اشارہ کیا) میرے گھر کے کتے ہوئے سوت کا ہے۔ مناقب مرتضوی میں ہے کہ زمانہ خلافت امیر المومنین میں بصرہ سے سمرقند تک حضرت کے قبضۂ قدرت میں تھا باوجود اسکے اسقدر متواضع تھے کہ بازار کوفہ میں پیادہ پا جاتے لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے اور آپ سے واقف نہ ہوتے جب زیادہ ہجوم آگے جمع ہوجاتا تو بکمال شفقت فرماتے مومنو علیؑ کو راستہ دو یہ آواز دلنواز حضرت کی سنکر خلقت ایک طرف ہوجاتی اور آپ وہاں سے گزر جاتے۔ نیز مناقب میں ہے کہ معمول تھا کہ ہر ہفتہ ایک صاع جو پسوا کر ایک کدوئے خشک میں بھر لیتے اور اسکے موُنھ کو بند کرکے مہر لگا دیتے کبھی ایک قرص نان اس سے تیار کراتے اور کبھی ایک کف آرد ہی پر قناعت فرماتے اور پھر سر کدو کو مہر کر دیتے۔ عرض کیا گیا یا امیر المومنینؑ مہر کسلئے لگاتے ہیں فرمایا مبادا حسنینؑ آرد گندم اسمیں شامل کردیں۔ ایک روز ایک شخص ملوک عرب سے جناب حسنؑ مجتبیٰ کی ملاقات کو آیا جس وقت نمازی نماز مغرب پڑھکر مسجد سے متفرق ہوئے تو دیکھا کہ ان حضرت نے کدو نکالا اور آرد جو اسمیں سے نکالکر افطار کرتے تھے کہ وہ شخص بھی نماز سے فارغ ہوا آپ نے ایک مشت آرد اسے عطا کیا اس نے گوشۂ عمامہ میں باندھ لیا اور حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب دسترخوان بچھا اور انواع و اقسام کے کھانے اسکے آگے چنے گئے تو اس مرد نے تھوڑا سا کھانا اسمیں سے اٹھا لیا اور کہا مسجد میں ایک مرد درویش شدتِ گرسنگی سے آٹا کھا رہا ہے اگر اجازت ہو تو یہ کھانا اسکو پہنچا آؤں امام حسنؑ نے یہ سنا تو رونے لگے اور فرمایا وہ درویش جنکو تونے دیکھا بادشاہ دین و دنیا خلیفہ وقت ہیں انہوں نے یہ حالت بقصد و اختیار اختیار کی ہے۔ ایک روز ایک باپ بیٹا آنحضرت کی یہاں مہمان ہوئے کھانا آیا تو قنبر طشت و آفتابہ لائے کہ ہاتھ دہولائیں حضرت خود اٹھے اور آفتابہ اسنے لے لیا کہ آپ اپنے مہمان کے ہاتھ دہولائیں۔

ؔلہ بیشتر حالات خلافت عثمان میں گزرا کہ وہ بروز بیعت منبر رسول اللہ پر آنحضرت کے درجہ پر بیٹھے اور اس روایت سے انکا عمر کے درجہ سے بھی نیچے بیٹھنا پایا جاتا ہے۔ صورت جمع انکی قطع نظر اسکے کہ وہ روایت اہلسنت کی روضۃ الاحباب وغیرہ سے منقول ہے اور یہ مناقب بن شہر آشوب کی ہے یہ ہے کہ اول بار خلیفہ ثالث درجہ اعلیٰ پر بجائے رسول اللہ بیٹھے بعد ازاں درجہ عمر سے نیچے بیٹھتے رہے ہوں خصوصاً جبکہ اسجگہ بیٹھکر خفت اٹھا چکے تھے۔ ۱۲۔ منہ عفی عنہ

وہ شخص قدم مبارک پر گر پڑا اور عرض کی یا امیرالمومنینؑ میں کیونکر راضی ہوں کہ خداوند عالم دیکھے کہ آپ میرے ہاتھ دہلائیں فرمایا بیٹھ جا میں دوست
رکھتا ہوں اس امر کو کہ خدا دیکھے کہ ایک مومن اپنے برادر مومن کی خدمت کرتا ہے تاکہ اس کو بہشت میں دس گونہ خدمتگار اور غلام عنایت کرے
پس وہ شخص بیٹھ گیا اور حضرت نے اسکو اپنے حق امامت کی قسم دیکر کہا کہ باطمینان خاطر ہاتھ دہووے گویا کہ قنبر تیرے ہاتھ دُھلا رہا ہے ۔
پس فارغ ہوکر محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ تم اسکے بیٹے کے ہاتھ دہولاؤ اگر یہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہی اسکے ہاتھ بھی دہولاتا مگر
حقتعالیٰ راضی نہیں کہ باپ بیٹے کی حرمت برابر کی جائے جبکہ دونو ساتھ ہوں باپ کے ہاتھ دہولائے ہیں تو چاہیے کہ بیٹا بیٹے کے ہاتھ دہولائے
قنبہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولائے مومنین غسل کے لئے دریائے فرات پر تشریف لیگئے کرتہ اتار کر کنارے رکھدیا اور دریا کے اندر داخل ہوئے ۔
ناگہاں ایک موج آئی اور کرتہ بہا لیگئی حضرت غسل کرکے نکلے تو کرتہ نہ پاکر سخت متردد ہوئے اسوقت ایک آواز ہاتف کی آئی کہ ابوالحسنؑ اپنے داہنے
ہاتھ کی طرف نگاہ کرکیا دیکھتے ہیں کہ ایک پارچہ ایک کپڑے میں لپٹا ہوا رکھا ہے کھولا تو معلوم ہوا کہ کرتہ ہے اسکو اٹھایا اسکی جیب میں سے ایک رقعہ
گرا اسمیں لکھا تھا۔ ھدیة من اللہ العزیز الحکیم الی علی بن ابی طالب و ھذا قمیص ھارون بن عمران واورثنا ھا قوماً اخرین
کہ یہ تحفہ ہے خدائے عزیز حکیم کی طرف سے علی بن ابیطالب کے لئے اور یہ کرتہ ہارون پسر عمران برادر موسیٰؑ کا ہے اور وارث کیا ہے ہمنے اسکا اوروں کے
تئیں۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ دو ناقے بلند قامت فربہ اندام حضرت خیرالانام کے پاس ہدیہ میں آئے آپ نے اصحاب کرام سے فرمایا
کہ تم میں کون ایسا ہے کہ دو رکعت نماز بہ قیام و قعود و رکوع و سجود و خضوع و خشوع بجالائے اور اسکے درمیان امور دنیا سے کسی امر کا خیال دل میں نہ
آنے دے تاکہ میں ایک ناقہ ان دو ناقوں سے اسکے تئیں عطا کروں حضرت نے تین مرتبہ اس کلام کا تکرار کیا مگر کسی نے اسکا جواب نہ دیا۔ تب
امیرالمومنینؑ نے فرمایا یا رسول اللہ میں ایسی نماز پڑھونگا فرمایا یا علیؑ پڑھو رحمت خدا ہو تجھپر پس آپ کھڑے ہوگئے اور تکبیرۃ الاحرام کہکر نماز پڑھی سلام
پھیرا تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ حقتعالیٰ بعد تحفہ درود و سلام کے ارشاد کرتا ہے کہ علی کو ایک ناقہ حسب اقرار اپنے عطا کرو۔ رسولخدا
نے فرمایا برادر جبرئیل میں نے شرط کی تھی کہ نماز کے درمیان کسی امور دنیوی کا خیال دل میں نہ لائے علی جو تشہد کے لئے بیٹھے تو سوچتے تھے کہ کونسا ناقہ
ان دو سے لوں جبرئیل نے کہا حقتعالیٰ فرماتا ہے کہ انکا یہ خیال کرنا کہ کونسا ناقہ انسے لوں خدا کے واسطے تھا اپنے نفس اور دنیا کے واسطے نہ تھا
وہ چاہتے تھے کہ ان دو ناقوں میں سے جو بزرگ تر و فربہ زیادہ ہو وہ لوں اور اسکو نحر کرکے اسکا گوشت راہ خدا میں خیرات کردوں رسولخدا یہ سنکر
گریاں ہوئے اور دونو ناقے حضرت امیرالمومنین کو بخشدیئے۔ پس آیہ شریفہ ان فی ذلک لذکریٰ وموعظة الخ اس مقدمے میں نازل ہوئی۔
اور ابوہریرہ سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرد رسول اللہؐ کے پاس آیا اور گرسنگی کی شکایت کی آپ نے ازواج کے پاس کسی کو بھیجکر کھانا طلب کیا معلوم
ہوا کہ کسی کے پاس پینے کے پانی کے سوا دوسری شے نہیں پس فرمایا کہ کون ہے جو آج رات کو اسکے تئیں مہمان کرے اور کھانا دے حضرت امیرؑ نے
اسے قبول کیا اور اس شخص کو اپنے ساتھ اپنے گھر لیگئے اور جناب فاطمہؑ سے کہا اے دختر رسولخدا تمہارے پاس کچھ کھانا حاضر ہے کہا صرف قوت شبینہ
بچوں کا رکھا ہے مگر ہم مہمان کو ان پر ایثار و اختیار کرینگے حضرت امیرؑ نے فرمایا بچوں کو بھوکا سلا دو اور چراغ گل کردو پھر مہمان کو بلایا اور اسکے ساتھ کھانے
بیٹھے اور موہنہ چلاتے تھے گویا کھاتے ہیں مگر کھاتے کچھ نہ تھے بعد فراغت طعام چراغ روشن کیا تو دیکھا کہ خوان کھانے سے پُر ہے۔ صبح کو رسول اللہ

دو رکعت نماز

بعد نماز حضرت کی طرف موںھ کیا اور کہا یا علیؑ تمہاری یہ مہمان نوازی حقتعالی کو کمال پسند آئی پس تلاوت فرمایا آیہ شریفہ ویؤثرون علیٰ انفسہم ولوکان بہم خصاصۃ کو یعنی اختیار کرتے ہیں وہ اوروں کو اپنے نفسوں پر ہرچند کہ انکے تئیں خصاصہ یعنی بھوک لگی ہوئی ہو۔ ایک مرتبہ رسولخدا کے پاس تین سو دینار ہدیے میں آئے آپنے وہ تمام امیرالمومنین کو بخشے حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے وہ دینار لئے اور ارادہ کیا کہ شب کو امنیں سے کچھ دینار خیرات کروں کہ حقتعالی اسے قبول کرے پس نمازِ عشا مسجد رسولؐ میں انحضرت کے ساتھ پڑھکر اور سو دینار ساتھ لیکر مسجد سے نکلا ایک عورت آگے آئی اسکو دیدیئے صبح ہوئی تو سنا کہ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ نے رات کو ایک زنِ بدکار کو سو دینار عطا کئے سخت افسوس اس بات کے سننے سے عارض ہوا دوسری رات اندہیرے میں پھر سو دینار لیکر مسجد سے چلا اس رات کو ایک مرد سامنے آیا وہ اسکے حوالے کئے صبح کو لوگوں کو چرچا کرتے سنا کہ علیؑ نے شب کو ایک سارق (چور) کو سو دینار دیدیئے یہ سنکر نہایت غمگین ہوا تیسری رات باقی سو دینار لئے اور تاریکی شب میں مسجد سے چلا پھر ایک مرد ملا بغیر صورت دیکھے کے وہ سو اسکو دئے صبح ہوئی تو لوگ کہتے تھے کہ علیؑ نے سو دینار ایک مرد غنی و مالدار کو دیئے ہیں یہ سنکر بیتاب ہوگیا اور جاکر رسولخدا کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا یا علیؑ یہ جبرئیل موجود ہیں کہتے ہیں کہ حق تعالی نے تمہارے صدقات قبول کیے اور تمہارے عمل کو منزکےؑ اور پاکیزہ گردانا۔ سو دینار کہ تمنے پہلی رات خیرات کئے ایک بدکار عورت کے ہاتھ لگے وہ اپنے گھر گئی اور بدکاری سے بصدق دل خدا کے آگے توبہ کی اور ان سو دیناروں کو اصل مال بنا قرار دیا اب شوہر کی تلاش کررہی ہے کہ اسکے ساتھ نکاح پڑہائے۔ اور صدقہ ثانیہ ایک چور کو ملا اس نے چوری چھوڑدی اور اس سو دینار کو راس لمال بنا کر تجارت شروع کی تیسرے دن کا صدقہ ایک مالدار نے پایا جس نے سالہا سال سے زکوٰۃ اپنے مال کی ادا نہیں کی تھی۔ یہ روپیہ پاکر اپنے تئیں ملامت کیا کہ برا ہو تیرا اے نفس شوم یہ علیؑ ابن ابیطالب ہے کہ باین ناداری سو اشرفی راہ خدا میں خیرات کرتا ہے اور تیرے پاس اتنا کچھ مال ہے اور اسکی زکوٰۃ واجبی بھی نہیں دیتا تف ہے تجھپر یہ کہکر تمام مال کا حساب لگایا اور اسکی زکوٰۃ نکالی کہ اتنا اور اتنا روپیہ ہوا پھر حضرت رسولخدا نے فرمایا یا علیؑ حقتعالی نے تمہارے بارہ میں یہ آیہ نازل فرمائی رجال لاتلہیہم تجارۃ ولابیع الخ بالجملہ نوبت سیر چشمی وسخا اس کان نوال وعطا کی یہانتک پہنچی تھی کہ سیم وزر و حجر نظر مبارک میں سب یکساں تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے سوال کیا تو آپنے اس کے لئے ایک ہزار کا حکم دیا وکیل نے عرض کی کہ ہزار چاندی کے (درہم) دوں یا سونے کے (دینار) فرمایا کلاہما عندی حجران فاعط الاعرابی انفعہما کہ میرے نزدیک دو نو یکساں پتھر ہیں تو اعرابی کو دو نو میں سے وہ دے جو اسکو زیادہ فائدہ بخشے۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ کہتا ہے کہ مینے امیرالمومنین علیؑ بن ابیطالب کو دیکھا کہ یتیم بچوں کو بلاتے اور اس لطف و شفقت سے انکو شہد کھلاتے ہیں کہ بعض اصحاب انحضرتؐ نے آرزو کی کہ کاش میں یتیم ہوتا کہ اسطرح سے انکے دستِ مبارک سے شہد کھاتا ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا ہم لوگوں کے خبث ولادت کو علی ابن ابیطالب کے بغض و عداوت سے دریافت کیا کرتے تھے۔ نیز انس نے ایک حدیث طویل میں کہا کہ جنگ خیبر کے بعد تو یہ صورت تھی کہ ایک مرد اپنے بچے کو کندہے پر سوار کرکے آنحضرت کے رہگذر پر کھڑا ہوتا جب وہاں سے گزرتے تو انکی طرف انگشت سے اشارہ کرتا اور لڑکے سے پوچھتا اے فرزند تو ان سے محبت رکھتا ہے اگر اقرار کرتا تو اپنی فرزندی میں قبول کرتا ورنہ زمین پر پٹکدیتا کہ جا اور اپنی ماں سے ملحق ہو مجھکو تجھ سے کچھ علاقہ نہیں اصبغ بن نباتہ نے امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تین شخص مجھکو کبھی دوست نہ رکھیں گے۔ والدالزنا۔ منافق۔ اور

کلاہما عندی حجران

قصہ ابو دلف عجلی

وہ جسکا نطفہ حیض مادر میں منعقد ہوا ہو۔ مسعودی مروج الذہب میں کہتا ہے کہ عیسیٰ بن ابو دلف[1] نے کہا میرا بھائی دلف جسکے نام پر میرے باپ کی کنیت ابو دلف تھی امیر المومنینؑ کی مذمت کرتا اور انکو اور انکے شیعوں کو برا کہتا اور جہل سے نسبت دیتا تا اینکہ ایک روز ابو دلف حاضر نہ تھا دلف اسکی مسند پر بیٹھا اہل مجلس سے کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی علی کی عیب جوئی نہیں کرتا الا حرام زادہ تم لوگوں کو امیر ابو دلف کی غیرت کا حال معلوم ہی کہ کوئی اسکی ازواج کو کسی فحش آلودگی سے متہم نہیں کرسکتا میں اسکا بیٹا ہوں اور علی کی بدگوئی کرتا ہوں راوی کہتا ہے کہ ہنوز جملہ تمام نہ ہوا تھا کہ ابو دلف بھی وہاں آن پہنچا لوگ اسے دیکھکر اسکی تعظیم کو کھڑے ہوگئے مگر اسنے بیٹھتے ہی کہا جو کچھہ دلف نے اسوقت کہا میں نے سنا وہ حدیث جھوٹی نہیں قسم بخدا کہ دلف ولد زنا و ولد حیض ہے۔ کیفیت اسکی یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار تھا میری بہن نے اپنی کنیز میری خدمت میں بھیجدی مجھکو وہ اچھی معلوم ہوئی اور اپنے تئیں ضبط نہ کرسکا اسکے ساتھ مباشرت کی حالانکہ وہ حائض تھی جب آثار حمل ظاہر ہوئے تو ہمشیرہ نے وہ لونڈی مجھکو ہبہ کردی پس دلف اس سے پیدا ہوا۔ ابن مردویہ نے باسناد خود روایت کی ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ اے علی اگر کوئی ہزار سال خدا کی عبادت کرے اور اسکے پاس بقدر کوہ احد سونا ہو اور تمام کو راہ خدا میں تصدق کرے اور اسکی عمر اسقدر ہو کہ ایک ہزار حج پیادہ پا بجالائے پھر صفا و مروہ کے درمیان مظلوم مقتول ہو اور تیرے ساتھ محبت نہ رکھتا ہو تو وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا بلکہ اسکی بو بھی نہ سونگھے گا منقول ہے کہ ایک روز تمازت آفتاب میں حضرت امیرؑ کہیں سے تشریف لائے تھے دروازے پر ایک عورت کو دیکھا کہ کھڑی کہہ رہی ہے کہ میرا شوہر مجھپر تعدی کرتا اور مجھکو دھمکاتا ہے اور قسم کھائی ہے کہ تجھے ماروں گا فرمایا اے عورت اتنا صبر کر کہ حدت دہوپ کی کم ہو اسوقت تیرے ساتھ چلکر اسکو فہمائش کروں کہا اتنی دیر میں اسکی آتش غضب اور تیز ہو جائیگی حضرت نے سر جھکا لیا پھر فرمایا نہیں قسم خدا کی ستم رسیدہ کی دادرسی میں تاخیر نہیں چاہیے اے نیک بخت تیرا مکان کدہر ہے غرض عورت حضرت کو گھر لیگئی آپنے

---

[1] امیر ابو دلف قاسم بن عیسی العجلی مامون و معتصم کے زمانہ میں ایک امیر کبیر گزرا ہے ملوک و خلفا اسکی رائے جہاں آرا سے حل مشکلات چاہتے اور آئین حکومت و بادشاہت اخذ فرماتے تھے۔ اسکی جود و سخاوت و جوانمردی و شجاعت و ادب و بلاغت مشہور و معروف ہے ابوبکر بن لطاح و علی بن جبلہ دو شاعر اس کی مدح گستری کرتے اور محامد و اوصاف کو پھیلاتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر اس کی فیاضی کو اس طرح سراہتا ہے ؎ یا طالبا الکیمیاء و علمہ ؏ مدح ابن عیسی الکیمیاء الاعظم ؏ لو لم یکن فی الارض الا درھم ؏ و مدحتہ لاتاک ذاک الدرھم ؏ یعنی اے کیمیا اور علم کیمیا کے خواہش کرنیوالے۔ ابن عیسیٰ (ابو دلف) کی مدح سرائی بڑی کیمیا ہے اسکو اختیار کر کیونکہ اگر روئے زمین پر صرف ایک ہی درہم ہو اور تو اسکی مدح کرے تو وہ تجھکو وہی درہم دیدے گا۔ ابن خلکان مورخ کہتا ہے کہ ابو دلف نے ابوبکر مذکور کو ان دو شعروں کے صلہ میں دس ہزار درہم عنایت کئے جس سے اس نے نہر ابلہ کے کنارے ایک گاؤں خرید کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پھر ابو دلف کے پاس آیا اور یہ دو اور شعر اس کو گزرانے ؎ بک ابتعت فی نھر الابلۃ قریۃ ؏ علیھا قصیر بالرخام مشید ؏ الی جنبھا اخت لھا یعرضونھا ؏ و عندک مال للھبات عتید ؏ یعنی تمہاری بدولت میں نے نہر ابلہ پر ایک گاؤں خریدا ہے جس میں ایک محل سنگ رخام سے مضبوط بنا ہوا ہے اس موضع کے پہلو میں اسکی بہن ایک اور گاؤں معرض بیع میں ہے اور تمہارا مال بخششوں کے لئے کھلا ہوا ہے ابو دلف نے کہا وہ گاؤں کہاں تک ملجائیگا کہا دس ہزار تک ابو دلف نے دس ہزار درہم اسکو دلوا دیئے اور کہا اے ابوبکر نہر ابلہ بہت لمبی نہر ہے اس کے کنارے بہت سے دیہات بستے ہیں اور ہر گاؤں دوسرے گاؤں کے پہلو میں اور اسکی بہن ہے زنہار کہ تو یہ دروازہ نکھولیو کہ اسکی کوئی حد نہیں۔ ابوبکر ہنسا اور روپیہ لیکر چلتا ہوا اسکے آثار شجاعت سے ہے کہ بہادران کردے کہ اکثر اسکے ملک میں رہزنی و قزاقی کرتے رہتے تھے۔ تنہا شکار میں ملا اور ان پر حملہ کیا وہ بھاگے ابو دلف نے پیچھے سے ہنچکر ایک کی پشت میں برچھی لگائی کہ اسکے سینہ سے پار ہو کر دوسرے کی کہ اسکے آگے جا رہا تھا پشت میں لگی اور دونوں گھوڑوں سے گر کر ٹھنڈے ہوگئے ابو دلف نے ۲۲۶ھ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۔ مجالس المومنین۔

دروازہ پر پہنچکر آواز دی السلام علیکم ایک جوان باہر آیا فرمایا اے بندۂ خدا خدا سے ڈر اور اپنی عورت کو ناحق ایذا نہ دے۔ جوان نے کہا تم کون ہو اور تمہیں اسمیں کیا مداخلت میں تمہاری سفارش پر اسکو اور زیادہ ستاؤنگا حضرت نے فرمایا میں تجھکو امر بالمعروف کرتا ہوں اور تو الٹا برخلاف جواب دیتا ہے۔ اتنے میں راہ گیر حضرت کو دیکھکر جمع ہوگئے اور سلام علیکم یا امیرالمومنینؑ کہتے تھے۔ وہ جوان یہ دیکھکر حضرت کے پاؤں میں گر پڑا کہ للہ میرا قصور معاف فرمائیے قسم خدا کی کہ اگر اب یہ عورت میری گردن کو بھی پاؤں تلے کچلے گی تب بھی اسے کچھ نہ کہونگا حضرت نے تلوار میان کر لی اور کہا اے عورت اپنے گھر میں جا اور اپنے شوہر کی اطاعت کر ابو مطر بصری کہتا ہے کہ امیرالمومنین خرما فروشوں کے بازار سے جا رہے تھے دیکھا کہ ایک کنیز ایک دکان پر کھڑی زار زار رو رہی ہے فرمایا اے لونڈی کسلئے روتی ہے عرض کی میرے آقا نے ایک درہم کے خرمے منگائے تھے۔ اس دکان سے لے گئی تھی وہ اسکو پسند نہ آئے واپس کئے اب دکاندار کو پھیرتی ہوں تو نہیں لیتا۔ آپ نے خرما فروش سے کہا اے شخص یہ خادمہ ہے اسکا قصور نہیں کھجوریں لیلے اور درہم اسکو دیدے وہ بدبخت حضرت کو نہ پہچانتا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھکر بیدھڑک ایک دہول سینہ مبارک میں ماری لوگ یہ دیکھکر دوڑے کہ کیا غضب کیا تو نے کہ امیرالمومنین کے ساتھ ایسی گستاخی کی دکاندار کا یہ سنکر رنگ فق ہوگیا اور تھر تھر کانپنے لگا اور جلد کھجوریں عورت سے لیکر درہم اسکو دیدیا اور کہا یا امیرالمومنینؑ میرا قصور معاف فرمائیے کہ نادانستہ مجھسے یہ خطا سرزد ہوئی ہے فرمایا تو نے جو عورت کیساتھ اپنا معاملہ درست کرلیا تو میں اسلئے تجھسے رضامند ہوں۔ دیگر مشہور ہے کہ ایک عورت کہ پانی سے بھری ہوئی مشک لئے جا رہی تھی راہ میں آپ سے ملی آپ نے وہ مشک اس سے لے لی اور جہاں اس نے کہا وہاں پہنچادی اور اسکا حال دریافت کیا تو اس نے کہا علی ابن ابیطالب نے میرے شوہر کو کسی سرحد پر بھیجا تھا وہ وہاں مارا گیا میرے پاس یتیم بچے رہ گئے انکی خاطر لوگوں کی محنت مزدوری کرتی پھرتی ہوں حضرت دولت سرا کو تشریف لائے اور عورت کے خیال میں رات بھر بیچین رہے صبح ہوئی تو ایک زنبیل اشیاء خوردنی سے پر کی اور اسکے گھر کی طرف روانہ ہوئے راہ میں کسی نے کہا یہ زنبیل ہمکو دیجئے کہ ہم اسکو پہنچائیں قبول نہ کیا اور فرمایا قیامت کو میرا بوجھ کون اٹھائیگا۔ پس اسکے گھر پر جاکر دستک دی عورت نے اندر سے کہا کون ہے فرمایا وہی بندۂ خدا جس نے کل مشک آپ اٹھوانے میں تمہاری امداد کی تھی دروازہ کھولو کہ بچوں کے لئے کچھ کھانا لیکر آیا ہوں۔ عورت نے کہا خدا تجھ سے راضی ہو اور میرے اور علیؑ کے درمیان بحق حکم کرے۔ غرض حضرت اندر داخل ہوئے اور فرمایا میں بنظر ثواب تیری خدمت کرنا چاہتا ہوں یا تو تو آٹا گوندھ کر روٹی پکا یا بچوں کو بہلا کہ میں روٹی پکاؤں عورت نے کہا روٹی میں اچھی پکاؤں گی تو بچوں کو کھلا تا رہ پس اس نے آرد خمیر کیا اور حضرت نے بچوں کو لیا اور گوشت پکایا جب پک گیا تو بوٹیاں اور کھجوریں انکو کھلاتے اور کہتے جاتے تھے کہ بچو میرے علی بن ابیطالب کا گناہ بحل کرو آرد خمیر ہوچکا تو عورت نے کہا اے بندۂ خدا تنور میں آگ روشن کر آپ آگ سلگانے لگے پھونکیں مارتے تھے حتے کہ آگ کی گرمی سے چہرۂ مبارک تمتما گیا فرمایا چکھ لے علی اسکے تئیں جو بیواؤں اور یتیموں کی خبر نہ لے اسکی یہی سزا ہے پس ایک عورت نے ہمسایہ سے جو آپ کو پہچانتی تھی دیکھا اور چلائی وائے ہو تجھپر امیرالمومنینؑ سے خدمت لے رہی ہے عورت نے اپنا موںھ پیٹ لیا کہ وائے بیحیائی کہ میں آنحضرت سے اسطرح پیش آئی آپ نے فرمایا اے عورت میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ تیری خبرگیری میں کوتاہی کی **حقیر مولف** کہتا ہے کہ عاشقانِ خلفا نے جہاں انکی اصلاح حال میں اور طرح بیجد سعی فرمائی ہے وہاں اس قسم کے فضائل بھی کہ مذکور ہوئے انکے سر تھوپنے میں کمی

نہیں کی چنانچہ روایت مذکورہ مشہورہ سے بہت ہی ملتا جلتا ایک قصہ حضرت عمر کے حال میں یہ تراشا گیا ہے کہ وہ ایک رات گشت میں تھے کہ دور سے ایک روشنی آگ کی دکھلائی دی قریب گئے تو دیکھا ایک عورت ہے اور اسکے گرد چند بچے ایک ہنڈیا چولھے پر چڑھائے ان کی دلداری کر رہی ہے۔ نزدیک جاکر حال پوچھا تو اسنے بھوک اور سردی کی شکایت کی اور کہا یہ ہنڈیا خالی پانی سے بھر کر بچوں کی تسلی کے لئے چولھے پر رکھ چھوڑی ہے اور یہ بھی کہا کہ خدا ہمارا انصاف عمر سے لے کہ اسکے عہد حکومت میں یہ مصیبت ہمپر پڑی۔ روضۃ الاحباب میں ہے۔ عمر گفت وے را چہ خبر از صعوبت حال شما۔ آں ضعیفہ گفت چرا ایالت وحکومت چندیں ممالکت التزام کند کہ خبر از حال رعیت ندارد یہ سنکر حضرت کو بہت قلق و اضطراب ہوا اور دوڑ کر بیت المال میں گئے اور ایک بوری آٹے اور روغن وغیرہ کی بھر کر اپنے کندھے پر اٹھالی۔ اسلم مولائے عمر کہتا ہے کہ ہر چند من استدعائے تحمل آں نمودم بجائے نرسید و گفت وبال مرا اگر فردائے قیامت توخواہی برداشت غرض یہ تمام اشیا لیجاکر عورت کو دیں تاکہ بچوں کے لئے کھانا پکائے وے را در فہم طبخ امداد و اعانت فرمود تا آتش مجاعت اطفال انطفا یافت انتہی۔ دیکھئے کیا صاف خاکہ اتارا اور کیسی اچھی صورت کی مورت کر دکھائی ہے۔ حضرت امیرؑ تو حضرت امیرؑ حضرت رسولخدا کے خصائص و معجزات تک تو ان بزرگواروں کے دست برد سے نہیں بچے۔ یعنی جو امور کہ وہ حضرت بوحی آسمانی و تائید یزدانی ظاہر کرتے تھے انکے قول کے بموجب حضرت عمر بھی ویسے ہی بلکہ ان سے بڑھکر دکھا دیتے تھے جنگ موتہ میں زید بن حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبد اللہ بن رواحہ لڑ لڑ کر یکے بعد دیگرے شہید ہورہے تھے تو حضرت رسولخدا حسب وحی سماوی مدینہ میں اپنے اصحاب کو اسکی خبر دیتے جاتے تھے یہ تو حضرت رسالت پناہ کا معجزہ تھا اب جو اسکا جواب حضرت خلیفہ ثانی نے اپنے عہد خلافت میں دکھایا وہ بھی سنئے جنگ نہاوند کے دنوں میں جبکہ لشکر اسلام مصروف جہاد کفار تھا۔ ایک روز آپ نے مسجد مدینہ میں اثنا خطبہ جمعہ میں دو مرتبہ فرمایا یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل اے ساریہ (نام سردار) پہاڑ کی طرف مائل ہو یہ آواز حضرت کی معرکۂ جنگ میں جو بمنازل و مراحل وہاں سے دور تھا پہنچی اور مخاطب نے اسپر عمل کیا اور فتح پائی دیکھئے حضرت رسولخدا نے تو صرف خبر ہی دی تھی حضرت عمر نے اتنی دور سے انکو تدبیر جنگ تلقین کرکے فتح دلوائی تو وہ رسول اللہ سے بڑھکر ہوئے یا نہیں۔ بالجملہ یہاں حضرت امیرؑ کے سچے کمالات اور واقعی فضائل کا مذکور ہے انمیں کسیقدر اور سنئے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک مرد امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہا انا اُحِبُّکَ فی السِّرِّ کما اُحِبُّکَ فی العلانیۃ کہ میں آپ کو دل میں بھی ایسا ہی دوست رکھتا ہوں جیسا کہ ظاہر میں حضرت ایک لکڑی سے زمین کو کریدنے لگے پھر سر مبارک بلند کرکے فرمایا واللہ کہ تو جھوٹا ہے پھر ایک اور مرد آیا اور کہا انی احبک میں آپکا دوست ہوں حضرت دیر تک لکڑی سے زمین کو کریدا کئے بعد ازاں فرمایا تو راست کہتا ہے بہ تحقیق کہ ہماری طین (گل) طین مرحومہ ہے۔ حق تعالی نے بروز میثاق اسپر عہد لیا ہے پس ہمارے دوستوں کی جماعت معین ہے نہ انمیں کوئی زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہم کسی مرد کو دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں اور ہم حقیقت ایمان و حقیقت کفر و نفاق سے واقف ہیں۔ جابر انصاری ناقل ہیں کہ سلمان فارسیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو زادان نے انسے پوچھا کہ اے صحابیِ رسول اللہ تمکو غسل کون دے کہا جس نے رسول اللہ کو غسل دیا تھا کہا علی ابن ابیطالب مدینہ میں ہیں اور تم مدائن میں وہ تمکو کیونکر غسل دیسکتے ہیں۔ کہا اے زادان وہ بحکم خالق الانس والجان یہاں آجائینگے زادان نے کہا جونہی قبض روح سلمانؓ ہوئی دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت دروازے سے آرہے ہیں آتے ہی مجھ سے پوچھا ابو عبد اللہ نے رحلت کی

معجزہ بوقت غسل سلمانؓ

میں نے کہا نعم یا سیدی آگے بڑھکر چادر روئے سلمانؓ سے سرکائی سلمان حضرت تبسم ہوئے فرمایا مرحبا ہو تم پر اے ابو عبداللہ رسول اللہ سے ملاقات ہو تو جو کچھ تمہارے بھائی کو اس قوم سے پیش آیا آنحضرت سے بیان کرنا۔ پس متوجہ ان کی تجہیز کے ہوئے نماز پڑھی تو تکبیر بہت بلند کہی دو مرد آپ کے ساتھ اور تھے فراغت ہوئے تو میں نے پوچھا کہ وہ دو مرد کون تھے فرمایا ایک میرا بھائی جعفر طیار دوسرا خضر پیغمبر اور ہر ایک کے ساتھ اسے ستر ستر صفیں ملائکہ کی تھیں کہ ہر صف میں ہزاراں ہزار فرشتے تھے۔ قاضی نور اللہ رحمہ اللہ مجالس المومنین میں کہتے ہیں کہ ایک روز مستنصر خلیفہ زیارت قبر سلمانؓ کو آیا سید عزیز الدین اقسائی کوفی اسکے ساتھ تھے اسنے کہنے لگا کہ کتنا جھوٹ شیعہ بولتے ہیں کہ علی بن ابی طالب ایک رات میں یثرب سے مدائن آئے اور سلمانؓ کو غسل دیکر اسی رات کو لوٹ گئے سید نے فی البدیہہ چند اشعار پڑھے جسکا حاصل مضمون یہ ہے کہ امیر المومنینؑ کے لئے اس امر کو جھوٹ جانتے ہو اور آصف بن برخیا وزیر سلیمان نے ایک آن کے آن میں تخت بلقیس شہر سبا سے منگوالیا اسکا انکار نہیں کرتے اگر محمد مصطفیٰ تمام انبیا سے بہتر تھے تو انکے وصی خیر اوصیا ہونگے اور سب سے زیادہ قدرت ایسے امور کے اظہار کی رکھتے ہونگے ورنہ جملہ امور کا انکار کرنا پڑیگا۔ کیا خوب کہا ہے صاحب بن عباد وزیر نے مدح جناب امیر میں صنوہ الذی واخاہ واجابہ حین دعاہ وصدقہ قبل الناس ولباہ وساعدہ وواساہ وشید الدین وبناہ وھزم الشرک واخذاہ وبنفسہ علی الفراش فداہ ومانع عنہ وحماہ وارغم من عاندہ وقلاہ وغسلہ وواراہ وادی دینہ وقضاہ وقام بجمیع ما اوصاہ ذلک امیر المومنین لا سواہ ہمسر رسول خدا کے جنکے ساتھ انہوں نے عقد مواخات (بھائی چارہ) باندھا اور اجابت کرنیوالے انکے جبکہ دعوت کیا انکے تئیں۔ اور تصدیق کی تمام آدمیوں سے پہلے انکی اور لبیک کہا انکے تئیں اور یاری کی انکی اور غمخواری فرمائی اور مضبوط و مستحکم گردانا دین کو اور اسکی جڑ بنیاد کو اور منہزم فرمایا شرک کو اور خوار کیا اسکے تئیں اور انکے بچھونے پر لیٹ کر اپنے تئیں آنحضرت پر فدا کیا اور حفاظت کی آنحضرت کی اور حمایت فرمائی اور انکے معاندوں کی ناک زمین پر رگڑی اور دشمنی کی انسے اور غسل میت دیا آنحضرت کے تئیں اور دفن کیا اور ادا کیا انکے قرض کو اور سبکدوش کیا انکو اور جو جو انہوں نے وصیتیں کی تھیں تمام کو بجالائے ان سب کاموں کے کرنیوالے اور جملہ امور کے بجالانیوالے امیر المومنینؑ ہیں انکے سوا کوئی نہیں۔ ابو بکر ہروی شطرنج کھیلا کرتا تھا ایک مرد جبلی نے اس سے سوال کیا کہ رسول اللہ کے بعد امام خلق کون ہے ابو بکر نے ایک شاہ اور چار پیادے اسکے آگے رکھدیئے کہ یہ نبی اور یہ چاروں اسکے خلیفے۔ کوہستانی نے پوچھا کہ یہ جو انکے پہلو میں ہے کون ہے آیا انکا بیٹا ہے کہا نہیں انسے کوئی بیٹا نہیں رہا صرف ایک بیٹی انکے بعد باقی رہی کہا تو یہ انکا داماد ہے کہا نہیں داماد ان سب سے اخیر کا ہے کہا تو وہ ان سب کی نسبت ان سے نسب میں اقرب ہے یا علم و شجاعت و زہد و تقوے میں سب سے زیادہ ہے کہا یہ باتیں بھی اسی اخیر میں ہیں۔ کہا تو یہ انکے پہلو میں (سب سے اول) کسلئے کھڑا ہوا ہے۔ مجد الدین سنائی کہتا ہے ؎ گویند چو پیغمبر بارفت ز عالم ٭ میراث خلافت بفلاں داد و بہماں ٭ ہرگز ملکے ملک بہ بیگانہ ندا داست ٭ رو دفتر شاہان جہاں جملہ تو برخواں ٭ با دختر و داماد و بنی عم و بنیرہ ٭ میراث بہ بیگانہ دہد ہیچ مسلماں ٭ نیز سنائی نے مدح جناب مرتضوی میں لکھا ہے ؎

ہم نبی را وصی و ہم داماد　　چشم پیغمبر از جمالش شاد
خواندہ در دین و ملک مختارش　　ہم در علم و ہم علمدارش
نائب مصطفیٰ بروز غدیر　　کردہ در شرع خود مراورا امیر
جان آزادمردی و تن دیں　　خسرو سنت و تہمتن دیں

وانکہ طا ہا طہارتش دادہ
عقل در آب رویش آغشتہ
کدخدائے زمانہ چاکر او
مرتضائے کہ کرد یزدانش
دورونده چو افسر و گرد و ں
از پے سائلے بیک دو عیت
قوت حسرتش ز فوت نماز
چرخ را رہنمائے علم او بود
حلم را کار بست روز جمل
در قیام و قعود جود او کرد
نائب کرد گار حیدر بود

وانکہ یٰسین امارتش دادہ
سہو در گرد و پیش ناگشتہ
خواجۂ روزگار قنبر او
ہمرہ جان مصطفیٰ جانش
دو برادر چو موسیٰ و ہارون
سورۂ ہل اتیٰ ورا تشریف
چرخ را داشتہ ز گشتن باز
دہر را کدخدائے علم او بود
عفو کرد از عدو خلاف جدل
درمیان سجود جود او کرد
صاحب ذوالفقار حیدر بود
دل او عالم معانی بود

رازدار خدائے پیغمبر
بہر او گفتہ مصطفیٰ با آنکہ
ہر کہ تن دشمن ست یزدان وست
ہر دو یک قبلہ و خرد شان دو
ہر دو یک دُر زیک صدف بودند
سر توحید اندر این گلشن
تا بہ نکشادہ علم حیدر در
تاج علمش گزشتہ از پروین
باز با خصم خویش در صفین
خاتم اینجا بداد بر در راز
مہر کینش دلیل منبر و دار
لطف او آب زندگانی بود

رازدار پیمبرش حیدر
کاے خداوند و آل من والاہ
وانکہ الراسخون فی العلم اوست
ہر دو یک روح و کالبد شان دو
ہر دو پیرایۂ شرف بودند
پیش جان عزیز او روشن
نہ دہد سنت پیمبر بر
تخت حلمش نہادہ بر در دین
با عدو کار بست رائی زریں
ملک آنجا جزا و نہ بستد باز
حلم و خشمش نشان جنت و نار

عجائب امیر المومنین سے ایک یہ تھا کہ با وجود طول حروب و کثرت جنگ و پیکار کبھی کسی سے روگرداں نہیں ہوئے معہذا کوئی ضرب شدید نہیں اٹھائی الا دو بار ایک جنگ خندق میں سر مبارک پر دوسرے ابن ملجم کے ہاتھ سے اسی مقام پر کہ باعث آپ کی شہادت کی ہوئی۔ حالانکہ معرکوں میں درانہ درآتے اور مہلکوں میں دلیرانہ گھس جاتے اور سرکشوں سرداروں کو خاک میں ملاتے اور آپکا قول تھا واللہ لابن ابیطالب انس بالموت من الطفل بثدی امہ قسم بخدا کہ پسر ابو طالب یعنی خود بدولت اس سے زیادہ موت سے مانوس ہیں جتنا کہ بچہ پستان مادر سے اور نیز آپ فرماتے تھے۔ ایہا الناس انکم لم تقتلوا تموتوا والذی نفس ابن ابی طالب بیدہ الف ضربۃ السیف علی الراس اھون الی من موتۃ علی الفراش لوگو قتل نہ ہوگے تو ویسے مروگے قسم اس خدائے عزوجل کی علیؑ کی جان اسکے قبضہ قدرت میں ہے کہ مجھکو ہزار چوٹیں تلوار کی سر پر کھانا ایکبار بستر پر پڑکر مرنیسے زیادہ سہل و آسان ہے۔ کبھی کوئی مقابل نہیں ہوا کہ پنجۂ شہباز اجل سے چھوٹا ہو اور ہرگز کوئی ایسی ضربت نہیں لگائی کہ دوسری کی ضرورت رہی ہو۔ اور عادت تھی حضرت شیر خدا کی کہ حریف دراز قد کو طول سے دو ٹکڑے کرتے اور قصیر القامت کو عرضاً چیر ڈالتے اور بہرحال دونو ٹکڑے ایسے نپے تلے برابر ہوتے کہ کانٹے میں رکھو تو ذرا فرق نہ نکلے۔ ایک خصلت پسندیدہ جہاد و غزا میں آپ کی یہ تھی کہ جسکو قتل فرماتے اسکے ساز و سلب سے متعرض نہ ہوتے حالانکہ شارع کی عام اجازت تھی من قتیلاً فلہ سلبہ کہ جو جسکو قتل کرے اسکا اسباب و سامان تمام قتل کرنیوالے کا ہے۔ حضرت کا حکم تھا یا قنبر لا تعرہا فرائسی اے قنبر میرے کشتوں کو ننگا نہ کروان الاسود اسود الغاب ھمتہا یوم الکریہۃ فی المسلوب لا السلب بتحقیق کہ شیران دشت وغا کا مقصود و مدعا میدان جنگ میں مسلوب و مقتول ہوتا ہے

عمرو بن معدیکرب

اس کے ساز و سلب پر نگاہ نہیں کرتے۔ لکھا ہے کہ ایکبار عین گیرودار میں ایک کافر نے آپ سے تلوار کا سوال کیا فوراً تلوار اسکی طرف پھینکدی سائل حیران رہ گیا اور بولا اے پسر ابیطالب ایسے نازک وقت میں یہ فیاضی۔ فرمایا اے شخص تونے سوال کیا میں تیرے سوال کو کیونکر رد کرتا اپنا شیوہ نہیں کہ سوال سائل کا رد کریں کافر نے اپنے تئیں زمین پر گرا دیا کہ یہ کار کامل دیندار کا ہے جسکا محض پروردگار پر بھروسہ ہو۔ پائے مبارک کو چومتا تھا اور کلمہ شہادتین پڑہتا تھا۔ عمرو بن معدیکرب شجاعان عرب سے سخت شورہ پشت وجری تھا قافلوں کو غارت کرتا اور بستیوں کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیتا تھا۔ امیر المومنین سے مقابلہ ہوا تو بلا کلمہ پڑہے جان نہ بچی عمر خطاب اکثر کہا کرتے تھے الحمد للہ الذی خلقنا وخلق عمرواً خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمکو پیدا کیا ہے ایک عمرو کو اور اکثر اس سے اسکی جاہلیت کی لوٹ مار کا حال دریافت کیا کرتے وہ کہتا قد محیٰ سیف علیؑ الصنائع کہ تیغ شرربار حیدرؑ کرار نے ہمارے تمام کاروبار خاک میں ملا دیئے۔ اکثر فتوحات عجم کہ عمر کے زمانہ میں ہوئیں اسی شخص کے ہاتھ سے ہوئیں۔ حدیقہ حکیم سنائی ہے

آن زفضل آفت سرائے فضول — وآن علمدار وعلم دار رسولؐ
آنکہ در شرع تاج دین او بود — وآنکہ تاراج کفر وکیں او بود
ہرگز از خشم ہیچ سر نہ برید — جز بفرمان حسام ہر نہ کشید
ذوالفقارے کہ از بہشت خدائے — بفرستاد بود شرک زدائے
زان دو تیغ کشیدہ در عالم — شرع را کردہ ہمچو تیر و علم
آن سرافیل سرفراز از علم — ملک الموت دیو آزار از علم
ہر عدو را کہ در فگندہ زپائے — نامبردستش وزندہ خدائے
آمد از سدرہ جبرئیل امین — لافتی کردہ در تلقین
یہ دو تیغ او بہ ذوالفقار وزبان — کردہ یکسر ہمہ چو تیر جہان

علامات ظاہرہ وآثار قاہرہ حضرت امیر المومنینؑ سے جنمیں کہ وہ حضرت سائر خلق سے منفرد وممتاز تھے ایک یہ ہے کہ آپ کے مناقب ومآثر ومحاسن ومفاخر دوست ودشمن نے یکساں وبرابر روایت کئے اور اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمائے ہیں اور مطلقاً انکو چھپا نہیں سکے اور ہرچند بہت سے اسباب دواعی ایسے پیدا ہوئے کہ وہ آثار صفحہ دہر سے مٹ جائیں مگر وہ برعکس اسکے آفتاب کی طرح دنیا پر چمکتے اور حاسدوں معاندوں کی آنکھوں کو خیرہ واندہا بناتے رہے اور قیامت تک بناتے رہینگے بنی امیہ کہ مشرق ومغرب عالم پر سالہائے دراز تک فرمانروا رہے بہت بڑے دشمن انحضرت کے تھے منبروں پر چڑھکر مذمت وبدگوئی کرتے اور لعن وتبرے تک سے نہیں چوکتے تھے کوئی سید ہی طرح آپکا نام لیتا تو اسکو پٹواتے قید کرتے مروا ڈالتے تھے ذکر فضائل تو کیا ذکر تھا حتے کہ ان ملاعین کے خوف سے لوگوں نے نقل حدیث وروایت تک میں آپ کا نام لینا چھوڑ دیا تھا جب ضرورت ہوتی تو کہتے حدثنی رجلٌ من قریش یا حدثنی رجلٌ من اصحاب رسول اللہ کہ روایت کی ہے مجھسے ایک مرد نے قریش سے یا اصحاب رسول اللہ سے اور علیؑ کا نام زبان سے نہ نکالتے تھے۔ حسن بصری آنحضرت سے روایت بیان کرتا تو کہتا حدثنی ابو زینب کہ حدیث کی ہے مجھسے پدر زینب نے لیکن نتیجہ اس تمام کا یہ ہوا کہ یہ دشمنان دین واصل جہنم ہوئے تو انکے نام ونشان بھی انکے ساتھ ہی نیست ونابود ہوگئے۔ آج یزید ومروان وآل ابوسفیان کا کوئی نام لیوا وپانی دیوا جہان میں نظر نہیں آتا ہاں پانی پی پی کر لعن تو انپر ضرور کرتے ہیں اور علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کے اسمائے گرامی ہر کس کے وردِ زبان ہیں عالم فاضل عامی جاہل پیر وبرنا غنی وگدا سب انسے آشنا ہیں علماء ان کے فضائل بیان کرکے فوائد دارین حاصل کرتے ہیں امراء انکے

نام پر ہزاروں لاکھوں کی نذر و نیاز کرتے اور دنیا و عقبیٰ میں سرخ رو ہوتے ہیں۔ فقرا جو سوال کرتے ہیں انکے واسطے سے اور انکا نام لیکر کبھی کسی بھکاری جوگی سے عمر ابوبکر تک کا نام بھی نہ سنا جب سنا حضرت علیؑ ہی کا نام لیتے سنا اور یہ کہ وہ ایسے تھے ویسے تھے بیٹے کو خیرات کر دیا خود راہ خدا میں بک گئے ؎ سخاوت ختم ہے مولا علیؑ پر؛ شجاعت ختم ہے حق کے ولی پر؛ وغیرہ وغیرہ۔ شعبی سے کہ یکے از اساطین دین سنیہ ہے باسناد معتبرہ منقول ہے کہ وہ کہتا تھا میں خطبا بنی امیہ کو سنتا تھا جب علی علیہ السلام کی مذمت کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا وہ الخضرت کا بازو پکڑ کر انکو آسمان پر چڑھا رہے ہیں اور جب اپنے اسلاف کی مدح کرتے تو گویا مردار و جیفہ سے پردہ اٹھاتے اور انکی گندگی جہان میں کھنڈاتے ہیں۔ ابن آشوب نے نقل کیا ہے کہ ایک بدوی عورت مسجد کوفہ میں یہ کہہ رہی تھی کہ اے مشہور آسمان و زمین کے اور اے معروف دنیا و آخرت کے بادشاہوں ظالموں نے بہتیرا چاہا کہ تیرا نور ٹھنڈا ہو جائے اور تیری یاد موقوف ہو مگر حقتعالیٰ اسکو بلند کرتا اور چمکاتا اور بڑھاتا ہی رہا ہر چند مشرک اس سے کراہت کرتے رہے کسی نے پوچھا تو یہ کسکا حال بیان کر رہی ہے کہا امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالب کا اور کسکا پھر جو دیکھا تو وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ **مثنوی نان و نمک**

لکھ گئے ہیں یوں روات باکمال — جب کیا راوی نے حیدرؑ سے سوال
آپ کا رتبہ بڑا ہے یا امام — یا ہے آدم کے لئے برتر مقام
تب یہ فرمایا جواب باصواب — اول خلقت ہیں وہ عالیجناب
حضرت آدمؑ صفی اللہ ہیں — آسمانِ برتری کے ماہ ہیں
بوالبشر ہیں صاحبِ قدر و شرف — ہیں صفی اللہ سابق سب خلف
پر کیا تو نے جو یہ مجھ سے سوال — فرق یہ ہے مجھ میں انمیں کر خیال
ان کو تھا حکمِ جنابِ ایزدی — کھائیو مت خلد میں گندم کبھی
پر صفی نے جا کے گندم کھا لیا — ترکِ اولیٰ جد امجد نے کیا
میں نے گندم آجتک کھایا نہیں — گو خدا نے منع فرمایا نہیں

یہ حدیث طولانی ہے اور صعصعہ بن صوحان عبدی اس کے ناقل ہیں انہوں نے ضربت ابن ملجم کے بعد ہر ایک پیغمبر کی نسبت آپ کے وجوہ فضیلت آپ سے استفسار کئے اور جواب باصواب پائے اور مسئلہ تفضیل[1] ائمہ بر پیغمبراں سوائے پیغمبر آخر الزماں شیعوں کے درمیان مسائل مشہورہ سے ہے پیشتر آیہ مباہلہ کے بیان میں گذرا کہ حقتعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں حضرت امیر المومنین کو نفس پیغمبر کہا ہے پس نفس اشرف الانبیا یقیناً دیگر انبیا سے افضل ہوگا اور بموجب حدیث تشبیہ جسکو صاحب مودۃ القربیٰ وغیرہ نے نقل کیا ہے جمیع کمالات انبیا الخضرت میں موجود تھے آخر حدیث مذکور میں ہے فان فیہ تسعین خصلۃً من خصال الانبیاء

[1] شاہ عبدالعزیز تحفہ میں اس مسئلہ کو شیعوں سے نقل کر کے اسکی تردید میں لکھتے ہیں کہ اس عقیدے کا مخالف قرآن ہونا اظہر من الشمس ہے کیونکہ تمام قرآن انبیا کے اصطفا و اختیار کرنے اور سائر خلق سے ان کے چننے اور انتخاب کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ان کا واجب الاطاعت بنانا اور وحی انکو بھیجنا اور امام وغیر امام سب کو انکا تابع کرنا بغیر اسکے کہ امام انسے مفضول ہوں اور وہ امام کے نسبت افضل قیاس میں نہیں آتا۔ چونکہ یہ باتیں ہر ایک نبی میں موجود اور ہر امام سے مفقود ہیں لہذا کوئی امام کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔ صاحب حدیقہ سلطانیہ طاب ثراہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مفصل جواب ان مزخرفات کا تو ہمارے والد علامہ نے حسام الاسلام میں دیا ہے مگر یہاں حسب موقعہ و مقام مختصر طور سے یہ ہے کہ فضیلت ہر فرد منسوب عنہ کی اپنے نائب کی نسبت مقبول و مسلم ہے تاکہ مزیت فرع پر اصل لازم نہ آئے مگر یہ مستلزم نہیں کہ ہر فرد نائب کی ہر ایک منسوب عنہ سے مفضل و مرجوح ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض افراد منسوب عنہ کا ایسا رتبہ عالی اور پایہ بلند ہو کہ اسکا نائب بھی سائر افراد منسوب عنہ سے برتر ہو جیسا کہ حضرت رسالت پناہ کہ باتفاق فریقین جملہ انبیا سے افضل ہیں پس اگر ان کے نائب و وصی بھی دیگر انبیا سے افضل ہوں تو کیا بعید بات ہے اور جب اس میں کوئی استحالہ عقلی نہ رہا تو جو احادیث اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں واجب العمل ہونگی اس کے بعد احادیث متفق علیہ فریقین کہ امیر المومنینؑ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہیں نقل کی ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ ✦

جمعها الله فیه ولم یجمع فی احدٍ غیرہ یعنی تحقیق کہ آنحضرت میں نوے خصلتیں خصلتہائے انبیاء سے ہیں جمع کیا ہے انکو حقتعالیٰ نے انکے درمیان اور نہیں جمع کیا کسی کے درمیان انکے سوا چنانچہ اس لئے کہا گیا ہے ۔ یدل علی معنیٌ واحدٍ کل فاخرٍ و قد جمع الرحمن فیك المعالیا ۔ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ۔ مناقب میں ہے کہ سفینہ نوح ذات الواح آب طوفان سے نجات دینے والی تھی۔ مگر کشتی امیر المومنین کہ سفینہ نجات ہے آتش جہنم سے بچائیگی چنانچہ حدیث مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ النوح الخ مشہور و معروف ہے اور نوح کا حقتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بیالیس مقام پر ذکر کیا ہے اور امیر المومنین کو ۸۹ مقام پر یاد فرمایا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے جو بت توڑے تو چھپ کر توڑے اور کہا تھا بل فعله کبیرهم هذا فاسئلوهم ان کانوا ینطقون کہ تمہارے اس بڑے بت نے توڑے ہونگے پوچھ لیں ان سے اگر یہ بولیں اور امیر المومنینؑ نے رسول اللہ کے ساتھ ظاہر و علانیہ کفار و مشرکین کے سامنے بت توڑے پس یہ فعل انکا افضل ہے حضرت ابراہیم کے فعل سے اور حقتعالیٰ نے ابراہیم کا ذکر قرآن میں ہنسٹھ مقام پر کیا ہے اور علیؑ کے ذکر سے ربع قرآن پر ہے۔ لیکن موسیٰ پس انہوں نے فرعون جیسے نجس و ناپاک کے گھر میں پرورش پائی امیر المومنین حضرت رسولخدا کے دامن تربیت میں پلے اگر موسیٰ کو عصا عنایت ہوا تھا تو حضرت کو ذوالفقار مرحمت ہوئی۔ عصائے موسیٰ اگر اژدہا بنا تھا تو حضرت کی کمان اژدہا بن گئی ۔

پھر کہا اس شخص نے یا بوتراب
ہیں رسول اللہ وہ عالی مقام
چرخ چارم پر ہیں وہ خورشید وار
بیت مقدس میں تھی مریم اے حبیب
درد زہ ماں کو میری جسدم ہوا
اللہ اللہ کیا شرف کیا شان ہے
مولد اقدس تو بیت اللہ ہے

عیسےٰ مریم ہیں افضل یا جناب
ہیں وہ روح اللہ سرخیل کرام
حشر تک زندہ ہیں وہ عالی وقار
وقت وضع حمل جب پہنچا قریب
حکم یہ پہنچا کہ تو کعبہ میں جا
عقل یاں انسان کی حیران ہے
مسجد کوفہ شہادت گاہ ہے

یوں ہوا ارشاد عیسیٰ ہیں رسول
ترک اولےٰ سے ہمیشہ تھے بری
مجھ میں انمیں فرق ہے پر اسقدر
یوں ہوا حکم جناب کبریا
شق ہوئی دیوار اے اہل خرد
ابتدا میں رتبہ یہ حق نے دیا

وحی کا ہوتا تھا حضرت پر نزول
دی تھی حق نے انکو سو برتری
تونے جب پوچھا تو دیتا ہوں خبر
باہر اس گھر سے نکل اے پارسا
داخل کعبہ ہوئی بنت اسد
انتہا میں کیا شرف حاصل ہوا

لطیفہ چار چیزیں ہیں کہ تمام آدمی حتے کہ انبیاء کرام بھی انسے ڈرتے ہیں شیطان سانپ قتل ہونا اور بھوکا رہنا بیان اسکا اسطرح پر ہے کہ حقتعالیٰ نے فرمایا قل انی اعوذ بك من همزات الشیاطین کہہ اے پیغمبر کہ پناہ لیجاتا ہوں میں تیری طرف ہمزات (اغوا کرنے اور دل میں بدی ڈالنے) شیاطین سے۔ نیز حقتعالیٰ حضرت موسیٰؑ کے حال سے خبر دیتا ہے فاوجس فی نفسه خیفة موسیٰ یعنی موسیٰ نے جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ کی طرح زمین پر چلتے دیکھا تو دل میں ڈرے۔ نیز آنحضرت نے فرعونیوں سے ایک مرد کو مار ڈالا تھا لہذا ڈرتے تھے کہ انکے پاس جائیں تو وہ اسکے عوض کہیں ان کو نہ ماریں لہذا کہتے تھے رب انی قتلت منهم نفسا اے پروردگار میرے بیشک میں نے انمیں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ اور نیز انسے بھوک کی سہار نہ ہوسکی قال لفتٰه اٰتنا غداءنا اپنے بھائی ہارون سے کہا لے آ ہمارے پاس ہمارے کھانیکو لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا بیشک اپنے اس سفر میں بہت تکلیف اٹھائی۔ لیکن امیر المومنینؑ نے شیطان کے ساتھ جنگ کیا۔ ثعبان (اژدہے) سے ہمکلام ہوئے

کفار اشرار سے مقاتلہ کرکے انکو قتل فرمایا اور اپنا تین دن کا کھانا یتیم مسکین و اسیر کو کھلا دیا۔ **دیگر** رسولخدا نے فرمایا حقتعالیٰ نے پانچ چیزیں مجھ عطا کی ہیں اور پانچ ہی علی کو بخشیں۔ مجھکو جوامع الکلم دیئے تو علی کو جوامع الکلام عنایت کئے۔ مجھکو نبی کیا تو علی کو وصی مقرر کیا مجھکو کوثر بخشا تو علی کو سلسبیل لطف فرمایا۔ میرے پاس وحی آتی ہے تو علیؑ کو الہام ہوتا ہے مجھکو شب معراج آسمان پر لیگئے تو ان کیلئے ابواب سموات و پردہ ہائے آسمان کھولدیئے کہ جو کچھ میں کرتا اور بولتا تھا وہ دیکھتے اور سنتے تھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ محمد صلوٰۃً کثیراً طیباً دائماً ابداً۔

برخے از مناقب اہلبیت و تاکید محبت ایشاں و تعظیم سادات رفیع الدرجات

واضح رہے کہ مراد اہلبیت رسولؐ سے قرآن و حدیث میں ذات قدسی صفات امیر المومنین اور ان کی زوجہ مطہرہ جناب فاطمہ اور اولاد طاہرین ہیں ازواج پیغمبر خدا انمیں داخل نہیں چنانچہ صحیح مسلم و جامع الاصول سے نقل ہوا ہے کہ حسین بن سیرسے زید بن ارقم سے پوچھا کہ آیا ازواج پیغمبر بھی داخل اہلبیت ہیں تو اسنے کہا نہیں قسم بخدا کہ عورت کچھ عرصہ تک اپنے شوہر کے گھر میں رہتی ہے پھر وہ طلاق دیدیتا ہے تو اپنے باپ کے گھر چلی جاتی ہے اہلبیت رسول اللہ انکے اقربا ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور نور الابصار فی مناقب اہلبیت النبی المختار تصنیف سید مومن شبلنجی شافعی مصری کہ ۱۲۹۰ھ ہجری میں تصنیف ہوئی اور ۱۳۱۲ھ ہجری میں مطبع میمنیہ مصر میں طبع ہوئی درمیان بحث آیۂ تطہیر مذکور ہے کہ مراد اہلبیت سے یہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہیں قائل ہوئے ہیں اس قول کے ابوسعید خدری اور ایک جماعت تابعین کی مثل مجاہد و ابوقتادہ کے پھر لکھا ہے کہ شاہد اسکا یہ ہے کہ جسوقت آنحضرت نے نصارائے نجران کے ساتھ ارادہ مباہلہ کیا اور آیہ شریفہ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ الخ نازل ہوئی تو آپ برآمد ہوئے۔ حالانکہ امام حسینؑ آپکی گود میں تھے اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور جناب فاطمہؑ آپ کے پیچھے اور امیر المومنینؑ فاطمہؑ کے پیچھے تھے۔ اور حضرت رسولخدا نے کہتے جاتے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا نجرانیوں کے اسقف (پادری) نے انکو بایں ہیئت دیکھا تو پکارا اے قوم نصاریٰ میں ایسی صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر حقتعالیٰ سے درخواست کریں کہ پہاڑ اپنی جگہہ سے سرک جائے تو البتہ حقتعالیٰ انکی خاطر سے پہاڑ کو اسکی جگہہ سے دور کردیگا زنہار تم ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرنا نہیں تو ہلاک ہوجاؤگے اور ایک نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ پس اس بیان کے موافق ابناءنا سے حسنین علیہما السلام اور نساءنا سے حضرت فاطمہؑ اور انفسنا سے نفس رسولؐ اللہ علیؑ ابن ابیطالبؑ مراد ہیں۔ پھر ذرا آگے بڑھکر صاحب نور الابصار کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قول کہ اہلبیت سے یہی چاروں حضرات مراد ہیں انکے سوا کوئی دوسرا نہیں وہ ہے۔ کہ میلان کیا ہے اسکی طرف فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور زمخشری نے کشاف میں چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ جب آیہ شریفہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ یعنی کہہ اے محمد کہ میں تمسے اپنی رسالت پر کوئی اجرت و مزدوری نہیں مانگتا الا محبت اپنے اقربا کی چاہتا ہوں نازل ہوئی۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے اقربا جنکی محبت آپ چاہتے ہیں کون ہیں فرمایا علیؑ و فاطمہؑ اور انکے دو بیٹے اور نیز دلالت کرتا ہے اس پر جو کچھ کہ امیر المومنین علیؑ سے روایت ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مینے رسولؐ اللہ سے شکایت کی کہ لوگ ہم پر حسد کرتے ہیں فرمایا یا علیؑ تو راضی نہیں کہ چوتھا ہو ان چار کا کہ سب سے پہلے داخل جنت ہونگے یعنی میں اور تو اور حسنین اول جنت میں داخل ہونگے۔ اور

ہماری ازواج ہمارے دہنے بائیں اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے ہوگی۔ اور نیز آیہ تطہیر انہیں حضرات کے شان میں نازل ہوئی ہے وہو قولہ تعالےٰ
انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا ترجمہ ارادہ نہیں کرتا حقتعالیٰ مگر یہ کہ اے اہلبیت تمسے ہر ایک رجس و
پلیدی کو دور کرے۔ اور پاک کرے تمکو پاک کرنا۔ اور شہرت اسکی مخصوص بآل عبا ہونیکی اسقدر ہے کہ ابن حجر جیسے متعصب نے بھی اسکا اقرار کیا ہے
چنانچہ صواعق محرقہ میں کہتا ہے اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علیؑ وفاطمۃ والحسن والحسین لتذکیر ضمیر عنکم وما بعدہ یعنی اکثر مفسرین
اسپر ہیں کہ یہ آیہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے بوجہ مذکر ہونے ضمیر عنکم اور اسکے مابعد لیطہرکم یعنی اگر ازواج پیغمبر انمیں شامل ہوتیں تو بوجہ
کثرت انکی ضمیریں مونث ہوتیں نہ مذکر۔ پھر ابن حجر کہتا ہے کہ احمد بن حنبل نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیہ شریفہ پانچ اشخاص پیغمبر خدا و علی
مرتضیٰ و فاطمہؑ و حسن حسینؑ علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اخراج کیا ہے طبرانی نے کہ رسول اللہؐ نے آنحضرت کو عبا میں داخل کیا اور اس
آیہ شریفہ کو تلاوت فرمایا۔ اور نور الابصار میں ہے کہ خطیبؒ نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ تشریف لائے اور وہ حضرت ایک گلیم سیاہ
منقش اوڑھے ہوئے تھے بس حسنؑ آئے آپنے انکو اسمیں لیلیا بعد ازاں حسینؑ آئے انکو بھی اس میں داخل کیا پھر علیؑ و فاطمہؑ آئے انہیں بھی اسی کو اوڑھا دیا
پھر تلاوت فرمایا آیہ شریفہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اوپر نبوت
آنحضرت کے اور اوپر فضیلت آل عبا کے جملہ اصحاب پر اور نیز بطرق متعددہ صحیحہ روایت ہوا ہے کہ رسول اللہ آئے اور انکے ساتھ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ
و حسینؑ تھے حضرت نے ان دونوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر بٹھالیا اور سب پر اپنی عبا کو اوڑھایا اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت فرمایا پھر کہا پروردگارا یہ میرے
اہلبیت ہیں انسے ہر ایک رجس و پلیدی کو دور کر۔ اور پاک کر انکو پاک کرنا۔ بروایتے فرمایا خداوندا یہ آل محمدؐ ہیں تو انپر برکات و صلوات بھیج جسطرح کہ
ابراہیم پر برکات و صلوات بھیجی کہ تو حمید مجید ہے بروایتے ام سلمہ کہتی ہیں کہ مینے سرا چادر کا اٹھایا تاکہ میں بھی انمیں شامل ہو جاؤں تو آنحضرت نے اسکو
میرے ہاتھ سے کھینچ لیا مینے کہا یا رسول اللہ میں بھی تو تمہارے ساتھ ہوں فرمایا تو ازواج پیغمبر سے ہے اور عاقبت تیری بخیر ہے یعنی ہر چند تیری عاقبت
بخیر ہے مگر اسمیں شامل نہیں ہو سکتی۔ نیز ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ فاطمہ زہرا ایک پیالہ حریرہ کا لائیں اور حضرت کے
آگے رکھدیا آپ نے فرمایا تمہارے شوہر اور بیٹے کہاں ہیں عرض کی گھر میں ہیں فرمایا انکو بلا لاؤ فاطمہ گئیں اور حضرت امیر و حسنین کو بلا لائیں پس سب
بیٹھکر وہ طعام کھانے لگے حضرت رسولخدا نے اپنی عبا انپر اوڑھا دی تھی کہ اسوقت آیہ تطہیر نازل ہوئی۔ بروایتے حضرت نے جبرئیل و میکائیل کو بھی
اسوقت اپنے شریک کر لیا تھا۔ بموجب ایک روایت کے یہ فعل فاطمہ کے گھر میں واقعہ ہوا تھا اور شیخ محب الدین طبری نے کہا ہے کہ یہ فعل آنحضرت
سے کئی دفعہ واقع ہوا۔ پھر صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ و احمد و ترمذی نے بسند حسن اور ابن جریر و ابن منذر و طبرانی و حاکم نے بسند
صحیح انس سے روایت کی ہے کہ بعد نزول آیہ تطہیر کے حضرت رسولخدا کا معمول ہو گیا کہ جب نماز فجر کو گھر سے نکلتے اور خانۂ فاطمہ کے پاس سے گزرتے
تو فرماتے الصلوٰۃ اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا یعنی اے اہلبیت عصمت و طہارت و
مورد آیہ تطہیر نماز کا وقت ہے اٹھو اور نماز میں حاضر ہو۔ ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ آپ چالیس صباح اسطرح کہا کئے۔ اور
اس روایت میں عبارت مذکورہ بالا سے اسقدر اور زیادہ کیا ہے۔ السلام علیکم اہل البیت و رحمۃ اللہ وبرکاتہ الصلوٰۃ رحمکم اللہ انما الخ

لیکن بموجب روایت ابن عباس چھ مہینے تک آپکا یہ معمول رہا وبروایت ابن منذر وابن جریر وطبرانی آٹھ مہینے اور بعض روایت نو مہینے بھی وارد ہوئی ہیں۔ بہ کیفیت ابن حجر صواعق میں کہتا ہے کہ یہ آیہ منبع فضائل اہلبیتؑ ہے اور انکے عزو مناقب پر شامل کہ اسمیں اعتنا والتفاتِ کامل انکے حال پر ہوئی ہے کہ بلفظ انما کہ مفید حصر ہے تائید کی گئی ہے یعنی حقتعالی انکے بارے میں یہ ارادہ کرتا ہے اور بجز اسکے کچھ نہیں چاہتا کہ ان کے نبیں ہر رجس وگناہ سے اور ان امور سے جنسے انکے کمال ایمان میں نقص کا اندیشہ ہو پاک رکھے اور تمام احوال واخلاق مذمومہ سے انکو طہر ومعصوم گردانے اور بعض طرق احادیث میں آیا ہے کہ اس سے انپر آتش دوزخ کا حرام کرنا مقصود ہے کہ غرض و نمایت تطہیر کی وہی ہے پس اس سے توبہ وانابت کا انپر الہام کرنا اور اعمال صالحہ پر انکو قائم ودائم رکھنا مقصود ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب خلافت خلافت نہ رہی اور ملک وبادشاہی ہوگئی تو انسے لیلی یعنی امام حسن پر کار خلافت تمام نہ ہوا تو اسکی عوض انکو خلافت باطنی دی گئی حتی کہ بعض علما نے کہا ہے کہ قطب الاولیا ہر ایک زمانہ میں انہی ہوتا ہے نیز ابن حجر نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسولخدا نے فرمایا کہ میرے دو فرزند حسن وحسین سید وسردار جوانان بہشت ہیں اور انکے باپ انسے بہتر ہیں نیز صواعق میں ہے کہ آپ نے فرمایا یا علیؑ فاطمہ مجھکو تمسے محبوب تر ہے اور تم فاطمہ سے عزیز تر۔ نیز اسمیں ہے کہ آپؐ حذیفہ سے فرمایا کہ آجکی رات ایک فرشتہ میرے پاس آیا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے باجازت حقتعالے مجھے سلام کیا اور بشارت دی کہ فاطمہ سیدۃ النساء اہل الجنہ ہیں اور حسنؑ وحسینؑ سردار جوانان بہشت۔ نیز نقل کیا ہے کہ ابوبکر امیر المومنینؑ کی طرف بہت دیکھا کرتے تھے عائشہ نے جو اسکا سبب انسے دریافت کیا تو فرمایا رسول اللہ نے ارشاد کیا ہے کہ نظر کرنا طرف روئے علیؑ کے عبادت ہے۔ نیز صواعق میں ہے کہ رسول اللہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور گروہ صحابہ آپکی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ علی علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر مقام نشست کو دیکھنے لگے۔ اور رسولخدا دیکھتے تھے کہ کون انکے لئے جگہ چھوڑتا ہے۔ ابوبکر نے کہ حضرتؐ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھے تھے کہا اے ابوالحسن یہاں آؤ اور خود اپنے مقام سے سرک گئے تا اینکہ امیر المومنین آکر رسولخدا اور ابوبکر کے درمیان بیٹھ گئے اسوقت رسولخدا اسقدر خوش ہوئے کہ آثار خوشحالی وسرور چہرۂ مبارک پر نمایاں ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر اہل فضل کی فضیلت کو نہیں جانتا مگر صاحب فضل ہی۔ افسوس کہ حضرت ابوبکر نے رسولخدا کے بعد اس جناب کی فضیلت کو نہ جانا اور اسوقت انکے لئے جگہ نہ چھوڑی پس بموجب اس حدیث کے خود اپنی فضیلت کو کھو بیٹھے۔ نیز ابن حجر نے تاریخ دمشق سے نقل کیا ہے کہ سال رمادہ (سنہ ۱۷ ہجری) میں چند بار مسلمانوں نے بارش کی دعا مانگی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ایکبار عمر عباس بن عبدالمطلب کے پاس گئے اور کہا اے عم رسول اس مرتبہ تم ہمارے ساتھ چلو۔ عباس نے جملہ بنی ہاشم کو جمع کیا اور امر کیا کہ غسل کریں اور لباس پاکیزہ پہنیں اور خوشبو لائے اور انکو معطر کیا پھر امیر المومنین کو آگے کیا اور امام حسنؑ کو انکے دہنے اور امام حسینؑ کو بائیں طرف اور آپ مع جملہ بنی ہاشم آنحضرتؐ کے پیچھے ہوئے اور عمر سے کہا کہ اور کسی کو ہمارے ساتھ نہ ہونے دو پس اس صورت سے مصلّے پر گئے اور دعا کی۔ جابر کہتے ہیں کہ ہنوز ہم دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آسمان سے پانی پڑنا شروع ہوا اور اسقدر برسا کہ ہم پانی ہی پانی میں واپس آئے۔ اور نیز صواعق میں ہے کہ رسولخدا نے فرمایا جو کوئی دوست رکھے مجھکو اور حسنینؑ کو اور انکے ماں باپ کو وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں بہشت میں ہوگا نیز صواعق میں نقل کیا ہے کہ ابوبکر قسم کھا کر کہتے تھے کہ اقربار محمدؐ مجھکو اپنے اقربا سے زیادہ تر محبوب ہیں۔ اگر یہ ارشاد حضرت عتیق کا صحیح ہوتا تو امیر المومنینؑ سے خلافت اور

فاطمہ زہرا سے فدک نہ چھینتے۔ نورالابصار میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایک روز کی دوستی آل محمدؐ کی ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے جو اسپر مرے داخلِ جنت ہوا اور کشاف سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ جو آل محمدؐ کی محبت پر مریگا شہید مریگا اسکے گناہ بخشے جائینگے اور وہ تائب شمار ہوگا اور آگاہ رہو کہ جو محبت آل محمدؐ پر مریگا مومن کامل الایمان مریگا ملک الموت اور منکر ونکیر اسکو جنت کی بشارت دینگے اور آگاہ رہو کہ جو محبت آل محمدؐ پر مریگا وہ جنت میں اسطرح خوشی خوشی جائیگا جیسے عروس اپنے شوہر کے گھر خوشی خوشی جاتی ہے اور اسکی قبر میں دو دروازے جنت کیطرف کھل جائینگے اور حقتعالی اسکی قبر کو زیارت گاہ ملائکہ قرار دیگا اور یہی قول ہے اہلسنت وجماعت کا اور آگاہ رہو کہ جو بغض آل محمدؐ پر مریگا قیامت کے روز عرصہ محشر میں آئیگا تو اسکی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ آئسٌ مِن رحمۃ اللہ کہ رحمت خدا سے ناامید ہے اور آگاہ رہو کہ جو آل محمدؐ کی عداوت پر مریگا وہ کافر مریگا اور بوئے جنت نہ سونگھے گا۔ اور صواعق محرقہ میں نجم بن فہد مقریزی سے نقل کیا ہے کہ قاریان قرآن سے ایک شخص جب امیر تیمور کی قبر پر گزرتا تو اس آیہ کو پڑہتا خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ کہ پکڑو اسکو اور غل وزنجیر کرو پھر جہنم میں ڈالو اور اسکو بار بار کہتا جاتے کہ وہی نقل کرتا ہے کہ ایک روز میں سوتا تھا خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ تشریف رکھتے ہیں اور تیمور لنگ آنحضرت کے برابر بیٹھا ہے مینے اسے جھڑکا کہ اے دشمن خدا تو اور یہ جگہ اور چاہتا تھا کہ ہاتھ پکڑکر وہاں سے اٹھادوں کہ رسول اللہ مانع آئے اور فرمایا اسکو یہیں بیٹھا رہنے دے کیونکہ یہ میری ذریت کو دوست رکھتا تھا اور جمال مرشدی اور شہاب نورانی نے کہا کہ امیر تیمور کا ایک بیٹا کہتا تھا کہ میرا باپ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو ایک روز اسکو کمال اضطراب عارض ہوا اور اسکا چہرہ سیاہ اور رنگ متغیر ہوگیا پھر اس کیفیت میں افاقہ ہوا تو سبب اس انقلاب کا پوچھا اسنے بیان کیا کہ ملائکہ عذاب میرے پاس آئے تھے مگر اسیوقت رسول اللہ بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ اس سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ یہ میرے اہلبیت کو دوست رکھتا اور انپر احسان کرتا تھا پس وہ چلے گئے۔ ابن حجر اس کے بعد کہتا ہے کہ جب ان حضرات کی محبت نے اس ظالم کو کہ اس سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں نفع بخشا تو اوروں کو کیونکر مفید نہ ہوگی۔ **لیکن تعظیم سادات** پس صاحب نورالابصار کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے آقا علی خواصؒ سے سنا کہ کہتا تھا کہ سید کا حق ہمپر یہ ہے کہ اپنی جان کو اسپر قربان کریں کیونکہ رسول اللہ کا کریم خون اور گوشت اسمیں سرایت کئے ہوئے ہے پس وہ ایک پارۂ تن رسول اللہ ہے اور جزو کا توقیر واجلال میں وہی رتبہ ہے جو کُل کا اور آنحضرت کے جزو کی ان کی وفات کے بعد وہی حرمت کرنی چاہیے جو ان کی زندگی میں۔ عبداللہ بن حسن ایک روز عمر بن عبدالعزیز کے پاس کسی حاجت کو گئے عمر نے کہا جب تمہیں کوئی ضرورت ہوا کرے کسی کو بھیجکر مجھکو وہیں بلوالیا کرو یا رقعہ لکھدیا کرو کیونکہ مجھکو شرم آتی ہے کہ حقتعالے تمکو میرے دروازہ پر دیکھے۔ اور بعض عالموں نے کہا ہے کہ حقوق سادات سے گو وہ نسب میں بعید ہوں ہمپر یہ ہے کہ انکی رضا کو اپنی خواہشوں پر مقدم کریں اور شرائط تعظیم وتوقیر بجالائیں اور کسی تخت وغیرہ بلند چیز پر نہ بیٹھیں جبکہ وہ زمین پر بیٹھے ہوں۔ نیز نورالابصار میں کتاب مبین سے نقل کیا ہے کہ مقتضائے ادب یہ ہے کہ کوئی غیر سید سید عورت کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ الا اسوقت جبکہ اپنے اوپر اعتماد رکھتا ہو کہ اس کے حکم واشارے پر چلیگا اور اسکی جوتیاں اسکے آگے رکھیگا اور جب وہ اسکے پاس آئیگی تو سروقد اسکی تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوگا اور باوجود اسکے دوسری شادی نہیں کریگا اور معاش میں اسپر تنگی نہ ہونے دیگا مگر جبکہ وہ خود تنگ عیشی میں رہنا پسند کرے۔ **حقیر مولف**

شرف سادات

کہتا ہے کہ ہمارے ان اطراف میں یہی قدیم دستور چلا آتا ہے کہ سیدوں کی بیٹیاں غیر سید نہیں لیتے اور ادب کرتے تھے مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ رسم قائم نہ رہے کیا معنی کہ ابھی حال میں ایک دو نکاح سیدزادیوں کے غیر سیدوں سے ہوئے ہیں ہر چند وہ کرنیوالوں پر سزاوار تو نہیں ہوئے ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب میں لکھتے ہیں کہ اور لوگ اپنی بیٹیاں فخریہ سادات کو دیتے ہیں مگر شریف غیر شریف کو بیٹی نہیں دیتا۔ اِلاَّ باکراہ واجبار عمر خطاب نے ام کلثوم کی خواہش میں کیا کچھ جدوکد نہیں کی اور کسقدر اخبار و آثار اس مقدمے میں نہیں لایا حجاج نے دختر عبداللہ جعفر سے نکاح کی درخواست کی تو انہوں نے ایک سال کی مہلت لیکر اپنے تئیں اسکی اذیت سے چھوڑایا۔ مامون نے اپنی بیٹی کی امام محمد تقیؑ سے شادی کی اور امراو بزرگ انکو بہت رغبت سے بیٹیاں دیتے تھے عبدالملک بن مروان نے امام زین العابدین کو اپنی دختر دینے کا ارادہ کیا لیکن آنحضرتؑ نے انکار کیا مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی امام محمد تقیؑ کے ساتھ شادی کی صاحب بن عباد وزیر نے ایک مفلس شکستہ حال سید کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کیا تو اسپر اعتراض کیا گیا تو اس نے یہ شعر جواب میں کہا ؎ الحمد للہ حمدا دائما ابدا ۔ اذ صار سید رسول اللہ لی ولدا ۔ خدا کا شکر ہے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کہ نواسہ رسول اللہ کا میری فرزندی میں داخل ہوا۔ **نیز** نور الابصار میں ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ سیّد کی تعظیم نہیں چاہئے جبکہ وہ محرمات کا مرتکب ہو۔ مگر معظم علماء اسکے برخلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ تعظیم سادات جن امور میں کہ معصیت لازم نہ آئے مطلوب ہے ہر چند وہ زنا و لواطہ کا ارتکاب کریں اور شرب خمر و سرقہ و سحر و سود خواری اور کذب کے عامل ہوں اور یتیموں کے مال کا کھانا اور زنان شوہردار کو متہم کرنا اور مومنین و مومنات کو ایذا دینا انکا شیوہ ہو خصوصاً جبکہ یہ امور کسی حاکم شرعی کے سامنے پایۂ ثبوت کو نہ پہنچے ہوں انکے حاسدوں کے اوڑلئے ہوئے ہوں جیسا کہ اکثر مشاہدہ ہوا ہے کہ جب تحقیقات ہوئی تو ثبوت نہیں ہو سکا کہ حد شرعی اسپر جاری کیجائے۔ **سعدی** ؎ سادات نور دیدہ و اشراف عالمند ۔ از عزت محمدؐ و از حرمت علیؑ ۔ فردا طعام معدۂ دوزخ شود ولے ۔ کامروز از محبت شاں نیست ممتلی ۔ گر خوردۂ از ایشاں صادر شود مرنج ۔ نتواں شکست قیمت گوہر ز جاہلی ۔ از بہر آنکہ سیّد کونین گفتہ است ۔ الصالحون للہ والطالحون لی ۔ **نیز** صاحب نور الابصار نے مشارق الانوار شیخ عبدالرحمٰن الاجہوری المالکی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اہل مغرب سے عازم بیت اللہ ہوا ایک نے اسکو دینار دیئے کہ مدینہ پہنچکر کسی سید صحیح النسب کو دیدینا وہ مدینہ پہنچا تو سادات کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ تمام شیعہ بدگوئے شیخین ہیں۔ اس نے انکو روپیہ دینے سے استکراہ کیا۔ اتفاقاً ایک روز ایک شخص اس سے ملا پوچھا کہ تو سید ہے کہا ہاں پوچھا تیرا عقیدہ کیا ہے کہا شیعہ یہ سنکر خاموش ہو گیا اور مال نہ دیا رات کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور خلائق پل صراط سے گزر رہی ہے۔ اس نے بھی گزرنے کا ارادہ کیا جناب فاطمہ اسے مانع آئیں وہیں جناب رسولخداؐ کو دیکھا آنحضرت سے شکایت کی آپ نے جناب فاطمہؑ سے پوچھا کہ کیوں تم اسکو نہیں جانے دیتیں فرمایا اس نے میرے فرزند کا رزق بند کر رکھا ہے حضرت نے فرمایا اس نے اسلئے اسکو روپیہ نہیں دیا کہ وہ شیخین کی مذمت کرتا ہے اسوقت آپ ابوبکر و عمر کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا کیا تم میرے فرزند سے اسکا مواخذہ کروگے انہوں نے کہا نہیں بلکہ درگزرا ور چشم پوشی کو کام میں لائیں گے پس وہ جناب اس حاجی کیطرف ملتفت ہوئیں اور فرمایا تجھکو میرے فرزند اور شیخین کے معاملے میں کیا مداخلت پس وہ شخص ترساں و لرزاں خواب سے بیدار ہوا اور دینار

لیکر اسیوقت اس سیّد کی خدمت میں دوڑا گیا اور جملہ دینار اسکے حوالے کئے وہ متعجب ہوا اس نے تمام ماجرائے خواب بیان کیا۔ سیّد نے کہا میں تجھکو گواہ کرتا ہوں کہ اب میں ان دونوں کی بدگوئی نہ کرونگا۔ **مؤلف** کہتا ہے کہ ان روایات سے کہ جو انکی معتبر کتابوں میں ہیں ہمارے اس نواح کے سنّی بھائی سبق لیں اور بہرکیف سادات کی تعظیم و توقیر کو ملحوظ رکھیں بہ نہ ہوسکے تو اتنا تو کریں کہ انکی توہین و تحقیر سے باز رہیں یہود و نصاریٰ و کفار مشرکین سے تو انہیں بدتر نہ جانیں دیکھو شیخین نے تمہارے ہی قول کے بموجب کیسے اس سید کی بدگوئی کو حضرت فاطمہؑ کی خاطر معاف کردیا اگر بروز قیامت بھی وہ اسی طرح جملہ سادات مومنین کو عفو کردیں تو پھر تم کہ ان کو ستاتے اور کمال حقارت کرتے ہو نہ ادہر کے رہوگے نہ ادہر کے۔ اور اپنے برادران سیّدزادگان کو کہتے ہیں کہ تم اپنے آباء طاہرین کی کہ جنکے ذریعہ تمکو یہ فخر و شرف حاصل ہے ٹھیک پیروی کرو اور اخلاق کریمہ و آداب حسنہ سے آراستہ ہو اور اعمال صالحہ کی بجا آوری میں ساعی و سرگرم رہو اور ایسا کرو کہ ہمہ تن نیکی بنکر اوروں کے لئے نمونہ صلاح و تقوٰے ہوجاؤ تب تو تم ان مناقب و مفاخر کے کہ تمہارے لئے خدا و رسول کی طرف مقرر ہیں مستحق ہونگے ورنہ یاد رہے کہ قیامت کے روز حقتعالیٰ کے نزدیک اسی کی زیادہ عزت و توقیر ہے جو تقوے و پرہیزگاری میں بڑہا ہوا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اسپر نص قاطع ہے اور رسول اللہ نے تمہارے ہی سُنا نیکو حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ اگر اچھے کام نہ کروگی تو حقتعالیٰ تمکو جہنم میں ڈالدیگا۔ اگر تمہارے اطوار درست نہ ہونگے تو ہمکو اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو امتی تو تمہاری تعظیم و بزرگداشت سے ثواب پاکر جنت میں چلے جائیں اور تم اپنے کردار زشت سے داخل جہنم ہو اسوقت جسقدر حسرت و افسوس ہوگا اسکا اندازہ نہیں اچھی طرح سے لگا سکتے ہو۔ **شمشیر و زرہ و عمامہ و سواری حضرت امیرالمومنینؑ** ۔ ہرچند ذوالفقار حیدر کرار کا ذکر پہلے اس کتاب میں ہوچکا ہے الّا یہاں اور احادیث اس مقدمہ میں مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کیجاتی ہیں۔ قولہ تعالٰے وانزلنا الحدید اور اتارا اور نازل کیا ہمنے آہن کو ابن عباس اسکی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حقتعالیٰ نے حضرت آدم کو جنّت سے دنیا میں بھیجا تو ذوالفقار انکے ساتھ تھی کہ برگ مورد بہشت سے خلق ہوئی تھی پھر فرمایا فیہ بَاْسٌ شَدِیْدٌ اس لوہے میں ہے خوف اور ہیبت سخت۔ پس آدمؑ اس سے اپنے اعدا جنّہ و شیاطین کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے اور اس تلوار پر لکھا ہوا تھا کہ میرے بعد انبیا و صدیقین یکے بعد دیگرے اس تیغ سے جنگ کرینگے حتے کہ امیرالمومنین علیؑ کو پہنچے گی وہ نبی امی کی اس سے حمایت کرینگے وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور اس میں فائدے ہیں آدمیوں کے لئے یعنی محمدؐ و علیؑ اس سے منتفع ہونگے۔ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ اور بیشک اللہ توانا اور عزت والا ہے کہ نقمت کفار کو ساتھ علیؑ کے روکتا ہے۔ صاحب مناقب کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب امامیہ متفق ہیں اس امر پر کہ اس آیہ میں مراد حدید سے ذوالفقار ہے کہ آسمان سے اتری اور حضرت رسولخدا نے علیؑ کو عنایت کی۔ حضرت صادقؑ سے پوچھا گیا کہ اسکا نام ذوالفقار کیوں رکھا گیا فرمایا اسلئے کہ جبپر امیرالمومنینؑ اسے چلاتے تھے وہ دنیا میں زندگی سے فقیر و محتاج ہوجاتا تھا اور آخرت میں بہشت سے۔ باسناد کثیرہ خالد ولید سے نقل ہوا ہے کہ اس نے دیکھا کہ امیرالمومنینؑ اپنے دست مبارک سے زرہ کی درزیں بند کرتے اور اسکی اصلاح فرماتے ہیں کہا آپ یہ عمل داؤد پیغمبر کا کرتے ہیں فرمایا یا خالد حقتعالیٰ نے داؤد پر آہن نرم کیا ہمپر بھی کرتا۔ کتاب شرف المصطفٰے سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسولخدا کے پاس ایک عمامہ تھا جسکو سحاب کہتے تھے وہ حضرت اکثر اسکے تئیں سر پر باندہا کرتے آپکے بعد وہ علیؑ کو پہنچا وہ اسکو باندہتے۔ بعض اوقات آپ اسکو باندھکر یک بیک نکل آتے اور فرماتے

اتاکم علی فی السحاب کہ علیؑ عمامہ سحاب باندہے تمہارے پاس آگیا اور مرکوب آپکا استر سبزہ رنگ تھا جسکو دلدل کہتے تھے رسول اللہؐ نے آپکو بخشا تھا اور اسکا نام دلدل اسلئے تھا کہ بروز حنین جبکہ مسلمین منہزم ہوئے تو حضرت رسولخدا اس خچر پر سوار تھے حضرت نے اسے فرمایا اُدلُد لُ یعنی نیچے لٹک جا اور فروہشتہ ہوجا پس وہ اسقدر پست ہوا کہ اپنا شکم زمین سے لگا دیا اور حضرت رسولخدا نے ایک مشت خاک زمین سے اٹھا کر انکے منھ پر ماری۔ بعد ازاں وہ استر حضرت امیر المومنینؑ کو دیدیا تھا وہ گھوڑے سے قد میں پست تھا۔ نقل ہے کہ کسی نے حضرت امیرؑ سے پوچھا کہ آپ گھوڑے پر کسلئے سوار نہیں ہوتے فرمایا گھوڑا بھاگنے اور دوڑنے کے لئے ہے سو میں کبھی دشمن کے آگے سے فرار نہیں کرتا اور نہ کسی بھاگے ہوئے کا تعاقب کرتا ہوں بروایتے فرمایا لا اقبل علی من فر ولا افر من کر والبغلۃ تکفینی کہ جو میرے سامنے سے بھاگ جائے اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہوں اور جو مجھپر حملہ آور ہو اس سے بھاگتا نہیں اور استر مجھکو کفایت کرتا ہے۔ سعید بن قیس ہمدانی نے عین موقعہ جنگ میں آپ کو دیکھا کہ صرف دو پارچہ زیب تن ہیں عرض کی یا امیر المومنینؑ اس موقعہ پر اور یہ لباس یعنی یہاں زرہ پہنکر اور ہتھیار لگا کر آنا چاہتے تھے فرمایا اے سعید کوئی بندہ خدا کا ایسا نہیں کہ اسپر دو فرشتے نگہبان موکل نہوں کہ پہاڑ کی چوٹی سے گرنے اور کنوئیں میں جا پڑنے سے اسکی حفاظت کرتے ہیں مگر جب قضا آتی ہے تو وہ اسے چھوڑ کر الگ ہوجاتے ہیں۔ اور حضرت کی زرہ پر لکھا ہوا تھا ؎ ای یوم من الموت افر یوم لا یقدر ام یوم قدر کہ کس روز میں موت سے گریز کروں آیا اس روز جو مقدر نہیں ہوا یا جو موت کیلئے مقدر ہو چکا ہے کہتے ہیں کہ حضرت کی زرہ میں قب یعنی پشت نہ تھی۔ اس طرف صرف ایک سطر مثل دراہم معلوم ہوتی تھی اس کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا میں کبھی جنگ میں پشت نہیں موڑتا کہ اس سمت کی حفاظت ضرور ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ عباس ابن عبد المطلب امیر المومنینؑ کے پاس آئے اور رسول اللہؐ کی میراث انسے طلب کی حضرت نے فرمایا کہ دلدل ذوالفقار وزرہ عمامہ آنحضرت کا کہ مجھکو پہنچا ہے میرا حق ہے تم ناحق اس کے درپے نہو کہا ضرور تمکو یہ اشیا مجھے دینی پڑینگی کیونکہ میں تم سے زیادہ انکا حقدار ہوں میں چچا آنحضرت کا ہوں اور تم چچا زاد بھائی۔ پس حضرت امیرؑ انکو ہمراہ لئے مسجد رسول اللہ میں آئے اور اور لوگ بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ اور وہاں پہنچکر حکم کیا کہ زرہ عمامہ ذوالفقار و استر کو حاضر کریں حاضر ہوئیں تو فرمایا اے چچا اگر تم ان سب کو یا انمیں سے ایک کو بھی لیجا سکو تو لیجاؤ تمہارا مال ہے میں نے تمکو دیدیں۔ اور جو تم نہ لیجا سکو تو تمہارا اسمیں کوئی حق نہیں بتحقیق میراث انبیا انکے اوصیا کو پہنچتی ہے عباس نے کہا اچھا۔ امیر المومنینؑ نے ذرع رسولخدا اپنے ہاتھ سے عباس کو پہنائی اور عمامہ سر پر باندہا اور تلوار کمر میں لگائی اور کہا اے عمو یہ چیزیں لیکر جاؤ ہر چند انہوں نے چاہا مگر حرکت نہ کرسکے اور حیران تھے کہ کیا کریں حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا یہ استر بھی صرف میرے اور میری اولاد کیلئے ہے۔ اگر تم اسپر سوار ہوسکو تو اسکو لیجاؤ۔ پس مسجد سے نکلے انکے ساتھ ایک مرد بنی عدی سے تھا۔ اس نے کہا اے عم رسول اللہ تمکو علیؑ نے ان چیزوں میں تو فریب دیا اب خچر کے بارے میں تو انکا فریب نہ تھا وجب پاؤں رکاب میں رکھو تو اللہ کا نام لو اور بسم اللہ کہو اور یہ آیہ پڑھو ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا۔ راوی کہتا ہے کہ استر نے جونہی عباس کو اپنی طرف آتے دیکھا ایک ایسی چیخ ماری کہ عباس غش کھا کر گر پڑے۔ لوگ جمع ہوگئے انکو کہا کہ اسکو پکڑے رہو مگر اس نے سوار نہ ہونے دیا پھر امیر المومنینؑ نے ایک اسم پڑھا کہ ہمنے کبھی پہلے نہ سنا تھا اسکو سنکر استر خاضع

اور رام ہو گیا حضرت نے پاؤں رکاب میں رکھا اور اسپر سوار ہو گئے پھر حسنین علیہما السلام کو امر کیا وہ سوار ہوئے اس نے ذرا سر تک نہ ہلایا پھر آپنے عمامہ باندھا اور زرہ پہنی اور تلوار کمر میں لگائی اور اسپر سوار ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہوئے اور کہتے جاتے تھے یہ احسان الٰہی ہے لیبلونی ااشکر ام اکفر تاکہ آزمائے وہ کہ میں اسکا شکر کرتا ہوں یا نہیں۔ **لوا و خاتم آنحضرت علیہ السلام** حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے نشان بنایا ابراہیم خلیل تھے۔ قریش میں رایت و لوا دونو قصی بن کلاب کے ہاتھ میں تھے پھر رایت عبد المطلب کے ہاتھ میں آیا چنانچہ رسولخدا مبعوث برسالت ہوئے تو انہوں نے بنی ہاشم میں اسے برقرار رکھا اور علیؑ کے حوالے کیا اور لوا اسوقت بنی عبد الدار میں تھا۔ حضرتؐ نے مصعب بن عمیر کو عنایت کیا پھر جنگ احد میں مصعب شہید ہوئے تو وہ بھی علیؑ کو بخشا اسوقت سے حضرت علیؑ جامع رایت و لوا۔ دونو تھے اور دونو کا رنگ سفید ہوتا تھا۔ زید بن علیؑ سے منقول ہے کہ جنگ احد میں امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں چوٹ لگی تو لوا ان کے ہاتھ سے گر گیا مسلمان اسکے لینے کی حرص کرتے تھے مگر حضرت رسولخدا نے حکم دیا کہ انکے بائیں ہاتھ میں دیدو چنانچہ مقداد بن اسود نے اٹھا کر ان کو دیدیا اور حضرت نے فرمایا یا علیؑ تو دنیا و آخرت میں میرا علمبردار ہے۔ اعتقاد اہلسنت سے نقل ہوا ہے کہ جابر بن سمرہ نے عرض کی یا رسول اللہ بروز قیامت آپکا علم کون اٹھائیگا فرمایا اور کون اٹھا سکتا ہے جو دنیا میں اٹھاتا ہے وہی آخرت میں بھی اٹھائیگا یعنی علیؑ ابن ابیطالب اٹھائینگے اور نیز رسول اللہ سے منقول ہے کہ بروز قیامت آدمؑ اور انکی اولاد میرے علم کے سایہ میں ہونگے اور علیؑ ایک ناقہ پر نا قہائے بہشت سے سوار لے لئے ہونگے اور منادی آواز دیگا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تا اینکہ اس نشان کے ساتھ ساتھ خلقت داخل جنت ہوگی۔ اور فرمایا حضرت رسالت پناہ نے کہ جبرئیل قیامت کو ایک لوا لائینگے کہ اسمیں ستر شقے ایسے ہونگے کہ ہر ایک شقہ چاند سورج سے زیادہ وسیع ہوگا میں اسوقت ایک کرسی پر کہ کرسیہائے نور سے جو ایک منبر پر منبرہائے قدس سے رکھی ہوگی بیٹھونگا میں اس لوا کو لیکر علیؑ ابن ابیطالب کو دونگا عمر خطاب نے کہا یا رسول اللہ صلعم علیؑ اس لوا کو کیونکر اٹھا سکیں گے کہا اس روز حقتعالی انکو جبرئیل کی قوت آدمؑ کا نور رضوان کا حلم اور یوسفؑ کا جمال عطا کریگا۔ جابر بن عبد اللہ انصاری نے نقل کیا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ جو انبیاء و صدیقین سے پہلے جنت میں داخل ہوگا علی بن ابیطالب ہے۔ ابو دجانہ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا آپنے نہیں کہا کہ جنت انبیاء پر حرام ہے جبتک میں داخل نہ ہوں اور امتوں پر حرام ہے جبتک میری امت نہ جائے۔ فرمایا ہاں یہ درست ہے لیکن علیؑ ابن ابیطالب لوا الحمد لئے ہمارے آگے ہونگے۔ پس وہ لامحالہ ہم سے پہلے داخل جنت ہونگے سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا یا علیؑ عقیق کی انگوٹھی پہن تاکہ مقربین سے ہو عرض کی مقربین کون ہیں فرمایا جبرئیل و میکائیل کہا کس عقیق کی انگوٹھی پہنوں میں یا رسول اللہ فرمایا عقیق سرخ کی۔ اور حفصہ اور عائشہ سے منقول ہے کہ جبرئیل رسولؐ اللہ پر نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ حقتعالی تمکو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ انگشتر کہ اسکا نگین عقیق کا ہو داہنے ہاتھ میں پہنو اور اپنے پسر عم کو کہو کہ وہ بھی عقیق کے نگین کی انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنیں۔ حضرت علیؑ نے پوچھا وہ کونسا عقیق ہے جسکی انگوٹھی کا حکم ہوتا ہے فرمایا عقیق یمنی۔ نیز منقول ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں یاقوت کی بوجہ اسکی بزرگی و شرافت کے فیروزہ کی برائے فتح و نصرت حدید چینی کی پئے قوت و طاقت اور عقیق کی حرز و حفاظت کے واسطے اور صحیح بخاری و شمائل ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسولخدا داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور ایک روایت میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے کہ آپ نے

رحلت کی حالانکہ انگشتری دست یمین میں تھی۔ اور مراغب اصفہانی نے اپنے محاضرات میں روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا اور انکے اصحاب تمام داہنے
ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے جس نے سب سے پہلے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی وہ معاویہ ہے اور وجہ معاویہ کی اس سنت رسول خدا وسنت
خلفاء اربعہ کو ترک کرنیکی یہ ہے کہ عمرو عاص نے جو بروز تحکیم داہنے ہاتھ سے انگوٹھی نکالی اور کہا مینے علیؑ کو خلافت سے اسطرح خلع کیا،
جسطرح اس انگوٹھی کو انگلی سے نکالا اور پھر بائیں ہاتھ میں پہنکر کہا کہ معاویہ کو یوں اسپر نصب کیا جیسے اس انگوٹھی کو انگشت میں پہنا بس معاویہ نے اس
واقعہ کی یاد میں ہمیشہ انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہننی شروع کر دی چنانچہ جملہ خلفاء بنی امیہ اسکا تتبع کرتے اور دست یسار میں انگشتری پہنتے رہے مگر
ابو العباس سفاح نے اسکو ترک کیا اور داہنے میں پہننی شروع کر دی مگر ہارون رشید نے پھر بائیں ہی میں پہنی اور یہ سنت سُنیوں کے یہاں باقی رہی
مجلسی علیہ الرحمہ بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ سنی اقرار کرتے ہیں کہ چند چیزیں سنت رسول اللہ سے ہیں مگر چونکہ رافضیوں کا شعار ہو گیا ہے لہٰذا
ہم انکو ترک کرتے ہیں ایک انگوٹھی کو داہنے ہاتھ میں پہننا دوسرے جریدتین مردے کے ساتھ رکھنا تیسرے قبر کو مسطح کرنا۔ پھر کہتے ہیں لے عاقلو
دیکھو اور نظر کرو انکی دینداری پر کہ کیسے کیسے بہانوں سے سنتہائے رسول اللہ کو ترک کرتے ہیں اور طرفہ یہ کہ پھر اپنا نام اہلسنت رکھا ہے بایں معنی
کہ ہم سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہیں بالجملہ جاحظ نے کتاب نقوش الخواتیم میں لکھا ہے کہ آدمؑ ادریسؑ ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اسحٰقؑ الیاسؑ یعقوبؑ داؤدؑ
سلیمانؑ یوسفؑ دانیالؑ یوشعؑ ذوالقرنینؑ یونسؑ لوطؑ ہودؑ شعیبؑ ذکریاؑ یحیٰیؑ صالحؑ عزیرؑ ایوبؑ لقمانؑ عیسیٰؑ محمدؐ سب کے سب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی
پہنتے تھے اور حضرت صادق علیہ السلام نے ایک سائل معترض کے جواب میں فرمایا کہ امیر المومنین اسلئے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے کہ
وہ امام و پیشوا تھے اصحاب یمین کے اور حقتعالیٰ نے اصحاب یمین کی مدح فرمائی ہے اور اصحاب الشمال کی مذمت کی ہے اور نقش نگین حضرت
امیر المومنینؑ بنا بر مشہور الملک للہ الواحد القہار تھا اور بروایتے حسبی اللہ اور بموجب ایک روایت کے اَسْنَدْتُ ظَھْرِی
اِلَی اللہ

اقرباء و ازواج و خدام امیر المومنینؑ علیہ السلام

والدین انحضرت کا حال اس سے پہلے اس کتاب
میں مفصل گزرا اور اسماء ازواج و اولاد جلد تہذیب مطبوعہ سابقہ میں مذکور ہوئے جنکا اعادہ یہاں ضرور نہیں۔ مشہور ہے کہ وہ حضرت جب
تک فاطمہ زہراؑ زندہ رہیں کسی دوسری عورت سے متمتع نہیں ہوئے جیسے کہ جناب رسالتمآبؐ تا دام حیات خدیجہ کسی اور سے متمتع نہیں ہوئے۔ ابن
شہر آشوب علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے کل دس بیبیوں کے ساتھ نکاح کیا چنانچہ چار انکے بوقت رحلت زندہ تھیں، امامہ بنت
زینب اسماء بنت عمیس لیلی تمیمیہ ام البنین اور اٹھارہ کنیز صاحب اولاد بوقت وفات موجود تھیں۔ اور قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن
نوفل بن حارث بن عبد المطلب نے بعد از ان ابو الہیاج عبد اللہ بن ابو سفیان بن حارث مذکور نے امامہ بنت زینب زوجہ انحضرتؑ سے آپکی
وفات کے بعد درخواست نکاح کی تو انہوں نے انکار کیا اور انحضرت سے روایت کی کہ ازواج نبی و وصی کو جائز نہیں کہ انکے بعد کسی دوسرے
سے نکاح کریں بموجب اس روایت کے ازواج و کنیزان امیر المومنینؑ اوروں پر حرام تھیں اور کسی نے ان میں سے اوروں کے ساتھ نکاح
نہ کیا۔ اور اولاد امجاد کے بارہ میں ۲۵ سے لیکر ۳۵ تک کی روایت ہے مگر کشف الغمہ میں ہے کہ کل ۱۵ پسر و ۱۲ دختر تھیں اور افضل انمیں بعد
فاطمہؑ محمد بن حنفیہؓ ہیں اور عباس بن امیر المومنینؑ کو بوجہ انکے حسن و جمال کے ماہ بنی ہاشم کہتے تھے اور وہ تھے علمدار لشکر سید الشہداء

معرکۂ کربلا میں او ستارۂ اہلبیت تھے اور معہ اپنے برادرانِ اعیانی جان نثار ہوئے نورالابصار میں ہے کہ محمدؑ کو حضرت امام حسینؑ کے کربلا چلے جانیکی
خبر پہنچی تو طاس انکے سامنے رکھا تھا اور وضو کر رہے تھے یہ خبر سنکر اسقدر روئے کہ تمام طاس آنسوؤں سے بھر گیا نیز صاحب کشف غمہ نے نقل
کیا ہے کہ حضرت کے ایک لڑکی دختر امراء القیس کلبی کے بطن سے سہ سالہ تھی جسکو آپ بہت دوست رکھتے تھے اسکی زبان سے حرف لام نہیں
نکلتا تھا بجائے لام کے دال کہتی تھی چنانچہ جب اس سے پوچھتے کہ تیری ماں کس قبیلہ سے ہے تو وہ کلب کہہ سکتی کدب کہتی اور پھر ننھی سی جان
اپنی خطا کو معلوم کرتی اور شرمندہ ہوتی۔ اور برادرانِ امیرالمومنینؑ جیسا کہ گزرا کل تین تھے طالب عقیل و جعفر۔ طالب اولاد نہیں رہی مسلم بن عقیل
نے جس دلیری سے حضرت امام حسین کی حمایت میں جان قربان کی سب کو معلوم ہے اولاد جعفر سے عبداللہ بن جعفر بہت مشہور و معروف گزرے
ہیں داد و دہش و عطا و بخشش میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ام کلثوم دختر امیرالمومنینؑ بنت فاطمہ زہراؑ آپ سے منسوب تھیں۔ خواہر آپ کی امّ ہانی
جمانہ یا فاختہ نام تھیں جنکے گھر سے حضرت رسولخدا کو معراج ہوئی انکے ایک بیٹا جعدہ بن ہبیرہ مخزومی تھا یہ بھانجا حضرت کو بہت عزیز تھا یہی
جعدہ ہے کہ شب ضربت جبکہ ابتدائی شب سے حضرت ام کلثوم نے آپکا ہول و اضطراب دیکھا تو عرض کی آج آپ نماز صبح کو مسجد میں تشریف نہ لیجائیں
جعدہ کو حکم دیں کہ وہ نماز پڑھائے پہلے تو فرمایا ہاں جعدہ کو کہلا بھیجو پھر فرمایا لامفرّ من القضاء۔ موت سے کہیں بھاگ نہیں سکتے
اعمام آپ کے کل نو ہیں جنکی تفصیل حارث[1] زبیر[2] حمزہ[3] غیداق[4] ضرار[5] مقوم[6] ابولہب[7] عباس[8] عبداللہ[9]۔ عبداللہ پدر رسولخدا و ابوطالب پدر امیرالمومنینؑ
ایک ماں سے تھے باقی مختلف البطن۔ اور عمات امیرالمومنین بعینہ عمات خاتم المرسلین چھ تھیں امیمہ[1] ام حکیمہ[2] برہ[3] عاتکہ[4] صفیہ[5] اروی[6] یہ سب
جدا جدا ماؤں سے تھیں خال (ماموں) حنین بن اسد بن ہاشم خالہ خالدہ بنت اسد بن ہاشم ربیب آپکا محمد بن ابی بکر کہ بروایت مروج الذہب
عابدترین قریش تھا کاتبان الجناب عبداللہ بن ابی رافع و سعید بن نمران ہمدانی و عبداللہ بن جعفر و عبیداللہ بن عبداللہ مسعود دربان سلمان فارسی
موذن جویریہ بن مسہر عبدی و ابن بناح ہمدانی جسکو حجاج نے قتل کیا۔ اور خادم ابونیزر کہ اولاد بادشاہان عجم سے تھا۔ لڑکپن میں اسلام کیطرف
رغبت کی اور حضرت رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہیں رہتا رہا بعد وفات رسول اللہ حضرت فاطمہؑ و حسنینؑ کے ساتھ رہا اور ایک ہزار
غلام آپ کے تھے کہ انہیں سے ہیں قنبر و میثم جنکو حجاج ملعون نے قتل کیا۔ اور سعد و نصر امام حسینؑ کے ساتھ معرکۂ کربلا میں شہید ہوئے اور احمر
جنگ صفین میں کام آیا اور انہیں سے ہیں غزوان و ثبیت و میمون اور خادمہ فضہ زہرا و سلافہ ❊ تم المجلد الاول من التہذیب المتین فی تاریخ
امیرالمومنینؑ علی ید مؤلفہ الفقیر الحقیر المعترف بالخطاء والتقصیر مظہر حسن الموسوی السہارنپوری عفی عنہ فی
شہر سنۃ ستۃ عشر بعد الالف و ثلثمائۃ من الہجرۃ المقدسۃ وانا ارجو من اللہ المفضل المنعام ان یتقبلہا من ہذا العبد
المستہام و یجعل لی ذخرا فی یوم القیام والصلوٰۃ والسلام علی سید الانام و آلہ البررۃ الکرام و عترۃ الخیرۃ العظام ما دام اللیالی والایام

ہر دو حصہ جلد اوّل ختم شد

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب ہذا از جناب قدسی مآب قدوسی خطاب جناب سید جمعیت علی صاحب سابق ڈپٹی مجسٹریٹ شہر رئیس سہارنپور دامت برکاتہ در سنہ ہجری و عیسوی و بکرمی و فصلی

خوشا سید جید ابن رسولؐ
بود نام نامیش مظہر حسن
کہ علم التواریخ را آبرو ست
بہندی سنین ار بجوئی نشان
الٰہی بحق نبیؐ و علیؑ

گل بوستان علیؑ و بتولؑ
فرید الزمن چشمۂ علم و فن
محیط التواریخ ، تاریخ اوست ۱۳۱۵ھ
بہشت التواریخ سمت بداں ۱۹۵۵
مصنف بیابد مراد دلی

زہے عالم و فاضل مستند
نوشتہ بفضل خدائے قدیر
دگر اختزام التواریخ ، نیز ۱۸۹۸ء
مجید التواریخ ہم گفتہ شد
بود عمر و دولت چو علمش زیاد

خنے حاجی ناجی معتمد
کتابے بحال جناب امیرؑ
بود عیسوی سال لے با تمیز
درسال فصلی چنیں سفتہ شد
بدنیا و دیں خورم و شاد باد

دیگر

قطعہ بہاریہ تاریخ تصنیف کتاب التہذیب المتین المسمیٰ باسم تاریخی حالات مرتضوی نتیجہ فکر بلند و طبع آسمان پیوند جناب مستطاب منشی سید زاہد حسین صاحب رئیس سہارنپور برادر ابن عم جناب مصنف سلمہا اللہ تعالے

الا ساقیِ شوخ و سرمست ناز
بصحرا کراں تا کراں گل دمید
دمن لالہ خیز و چمن عطر بیز
جہاں رشک ارتنگ و مینو سواد
ز ابر سیہ مست و دیا نوال
چہ رنگ ست اخ اخ زہے نسترن
زغونائے غوغائیانِ چمن
مہیا کن اسباب عیش و نشاط
پیاپے دمادم بتو شان و نوش
بیا یا بِ مستی غمان و آن
کہ ساقیٔ وے ساقیٔ کوثر است
رحیق مطہر بدہ تا کند
بمدہوشی و عین مستی نہم

کجائی سرت گردم اے نازنین
شمال و جنوب و یسار و یمیں
زمین مشک ریز و زبان عنبریں
ز اسپرغم و لالۂ آتشین
فرو میچکد ہے چہ مستی ببیں
چہ بوییست بخ بخ خوشا یاسمیں
در افتادہ غلغل بہر گلزمین
ز آلات چینی بساطے بچیں
مدہ فرصت از ساغر و ساتگیں
فرامش کند قلب اندوہگیں
مباح است و جائز بشرع متین
دلم را منور ز نور یقین
ز فرش زمین تا بعرش بریں

بیا اے رخت رو کش صد بہار
ز فیضان شبنم بدامانِ خویش
معطر چناں ساحتِ مرغزار
بہ اورامن کبک و دراج و سار
بہار نوے دار داید وں بہار
ز روحاتِ گل عطر پرورد باغ
جہاں ہفت در ہفت و ہر ہفت شد
صراحی و جام آر و مینا بیار
بجوش اندر آور مرا مثل خم
بدہ چند فنجان صہبائے نور
ہمیں دہ کہ سرمست سازد مرا
کہ مخمور او بند خاصانِ حق
بگو تا مغنی کند نغمہ ساز

بہاران رسید و مہ فرودیں
چمن چیدہ الماس و در ثمیں
کہ پیشش ختن گرد و تاتار چیں
شدہ بار بدبات و ہم رامتیں
تو گوئی بیامد ارم بر زمیں
گلستاں پر از عطسۂ عنبریں
بیارا ے بزمے ز ہر ہفت سیں
سبو آر و خم آر و یکدم نشیں
ز لائے خم و بادۂ تہ نشیں
ز خم غدیر آر مار معیں
چو سلمان و عمار و روح الامیں
شب و روز مستند زو عارفیں
دمدم بہ نے مطرب مہ جبیں

کند محو از چنگ و ارغنون و رود
تو بیرے دگر میر سائم کنوں
توغل در اکثر علومش بے
بذاتش بنازیم کو فخر ماست
دگر جزو آں جلد ترتیب داد
کہ مملوست از ذکر حال علیؑ
نظر بر رخش طاعت و مہر او
امیر عرب باب علم نبیؐ
کشائندۂ باب فتح ظفر
نبرد آزما باب خیبر کشا
بر اہل جہاں حجت و آیتے
غرض جمع شد ایں کتاب شگرف
بری از تعصب چو تحریر اوست
ز طرز رقم مے تراود چناں
چہ زحمت کشیدست در استناد
دریں دار آلام سر آن باد
کہ ایں عمر فانی چو گردد تمام
نوشتہ بماند سیہ بر سفید

بوجد آرد از عود و مزمار دیں
شما را ایا معشر مومنین
مؤرخ محقق ذکی و ذہین
بقوم خودش ہست رکن رکیں
کہ دیسال شد ہدیۂ ناظریں
شہ لافتیٰ قاتل المشرکیں
بود مہر و کابین حوران عین
عیاں از سلونیش علم و یقین
ز انا فتحنا و فتح مبین
علمدار فوج رسول امینؐ
ز سوئے خداوندگار مہیں
بہ پیرایۂ گشتہ و بہتریں
بدلہا معاً مے شود جاگزیں
کہ فکرش بلیغ ست و رائش رزیں
بسعی و تلاشش ہزار آفریں
نگہدار ایزد علیتش معین
پس از چند باشیم زیر زمیں
بمانیم و ایں نظم ماند چنیں
کہ اے شیعیان علیؑ بشنوید

کہ اعلان یک امر تو مے کنم
جناب اخی میر مظہر حسن
حسیب نسیب بنی فاطمہ
ز فیضان او مومناں فیضیاب
باین ضیق فرصت باین شغل درس
بن عم و داماد و نفس نبی
اولی الامر و مقصود ہم راکعون
بہ از طاعت انس و جان ضربتش
شہ بت شکن عمرو و عنتر فگن
ز خوف خدا مرتعش در نماز
نداند کسے رتبہ اش در جہاں
بہ ترتیبش از بنگری ظاہر است
عبارات و اقوال با ترجمہ
باین شرح و بسط ایں قدر واقعات
عجب لوحش اللہ کرد ست کار
بنشتیم ایں چند اشعار نغز
عجب نیست در دہر با ایں کتاب
در آخر پے سال تالیف وے
الا ان ہذا کتاب مبین ۱۳۱۵ھ

نلائیت عام از پے متقین
بل الشیم عالم علم دیں
امام الوریٰ ہادی المسلمین
جہن ست از خرمنش خوشہ چیں
رقم کرد کتابے حجیم ایں چنیں
زمرکنت مولا پسش جانشیں
نویسندۂ وحی و حبل المتیں
بفرمودۂ سید المرسلینؐ
فراز نۂ اہل کین روز کین
بمیدار عزیواں چو شیر عریں
نبی داد دیا جہاں آفریں
کہ آن دہین بود وایں اولیں
رقم ساخت لاریب مثل اتین
باردو فراہم نشد پیش ازیں
جزائیش دہد ارحم الراحمیں
بتوصیف وے ہم باُمید ایں
بماند زما یادگارے ہمیں
رقم زد چناں زاہد دلحزیں

ولہ دیگر

وگر وقت عیش و طرب رونمود
بافضال والطاف رب مجید
سنینش چناں کلک زاہد بدید
کہ ایں جزو ثانی بحسن تمام
نوشت ان ہذا الکتاب مفید ۱۳۱۵ھ
زسعی مؤلف بپایاں رسید

فہرست مضامین جلد اوّل حصہ دوم تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین بقید صفحات

٧٨٦

اعلان واجب الاذعان

یہ کتاب تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
مصنف دام ظلہ العالی سے حق کاپی رائٹ لینے کے بعد بموجب
قانون بستم ۱۸۴۷ء داخل فہرست رجسٹری کرائی گئی ہے۔ بنا براں خدمت تاجران
کتب و اہل مطابع کے گزارش ہے کہ کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں۔ اور عوض نفع کے
نقصان عظیم نہ اٹھائیں

اطلاع ضروری

چونکہ یہ کتاب موافق عقائد مذہب شیعہ کے ہے
بنا براں خدمت میں حضرات اہلسنت والجماعت کے گزارش ہے کہ نہ تو اس کتاب کو خریدیں اور نہ
مطالعہ فرمائیں محض برادران دینی حضرات شیعہ پیروان ائمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم
اجمعین کی واقفیت کیلئے چھاپی گئی ہے کسی ۔ لف یا موالف سے مکابرہ یا
مجادلہ منظور نہیں بر رسولاں بلاغ باشد و بس ✽

العبد
سید منیر حسن مالک مطبع یوسفی
دہلی

مطبوعہ نادر برقی پریس دہلی